مِنحةُ الباری

شرح

صحیح البُخاری

از افادات

شیخ الاسلام محدث زماں

حضرت حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ

جمع و ترتیب و اضافہ و تخریج

تلمیذ الشیخ محمد رمضان السلفی حفظہ اللہ

شیخ الحدیث جامعہ لاہور الاسلامیہ

مکتبہ قدوسیہ

منحة الباری

شرح

صحیح بخاری

از افادات

شیخ الاسلام محدث زمان

حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ

جمع و ترتیب اضافہ و تخریج

فضیلۃ الشیخ محمد رمضان السلفی حفظہ اللہ

شیخ الحدیث جامعہ لاہور الاسلامیہ

جلد چہارم

مکتبہ قدوسیہ

خوبصورت اور معیاری مطبوعات

مسلکِ کتاب وسنت کے فروغ کے لئے کوشاں

اهتمام طباعت

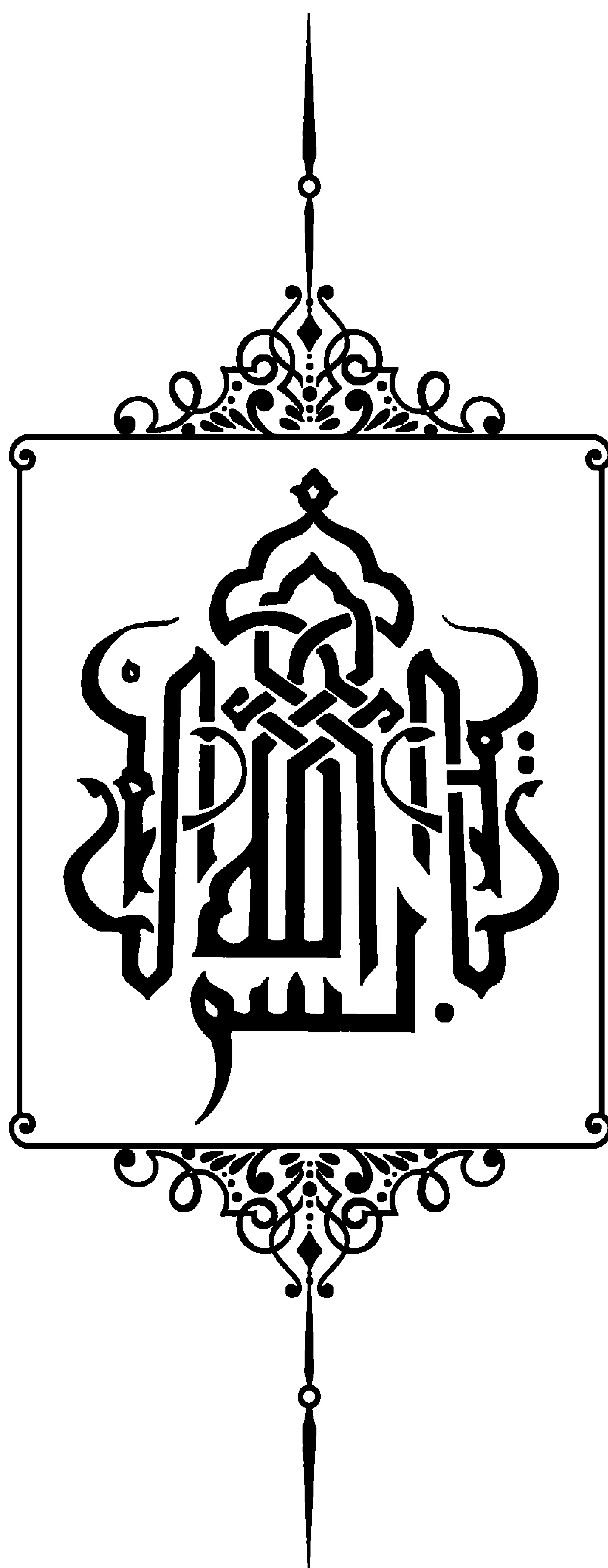
ابوبکر قدوسی

اشاعت ——— ۲۰۱۸ء

دار ابن بشیر
قصور، پاکستان

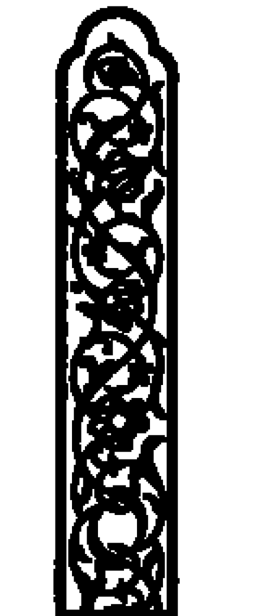


مکتبہ قدوسیہ
رحمان مارکیٹ ⊙ غزنی سٹریٹ ⊙ اردو بازار ⊙ لاہور پاکستان
Tel: +92-42-37230585 Cell: +92-321-4460487
Email: maktaba_quddusia@yahoo.com

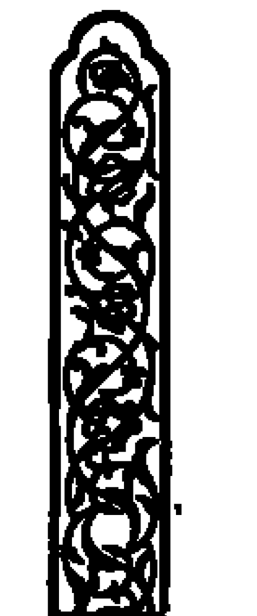


فہرست

شرح بخاری







١٢٨- بَابُ يَهْوِي بِالتَّكْبِيرِ حِينَ يَسْجُدُ:

باب: سجدہ کے لیے اللہ اکبر کہتا ہوا جھکے

وَقَالَ نَافِعٌ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ يَضَعُ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ.

اور نافع نے بیان کیا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما (سجدہ کرتے وقت) پہلے ہاتھ زمین پر ٹیکتے، پھر گھٹنے ٹیکتے۔

٨٠٣: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ، وَأَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ «كَانَ يُكَبِّرُ فِي كُلِّ صَلَاةٍ مِنَ الْمَكْتُوبَةِ وَغَيْرِهَا فِي رَمَضَانَ وَغَيْرِهِ، فَيُكَبِّرُ حِينَ يَقُومُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْكَعُ، ثُمَّ يَقُولُ: سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، ثُمَّ يَقُولُ: رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ قَبْلَ أَنْ يَسْجُدَ، ثُمَّ يَقُولُ: اللَّهُ أَكْبَرُ حِينَ يَهْوِي سَاجِدًا، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَسْجُدُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَقُومُ مِنَ الْجُلُوسِ فِي الِاثْنَتَيْنِ، وَيَفْعَلُ ذَلِكَ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ حَتَّى يَفْرُغَ مِنَ الصَّلَاةِ، ثُمَّ يَقُولُ حِينَ يَنْصَرِفُ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنِّي لَأَقْرَبُكُمْ شَبَهًا بِصَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ كَانَتْ هَذِهِ لَصَلَاتَهُ حَتَّى فَارَقَ الدُّنْيَا».

ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں شعیب نے خبر دی، انہوں نے زہری سے، انہوں نے کہا کہ مجھ کو ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام اور ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے خبر دی کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ تمام نمازوں میں تکبیر کہا کرتے تھے۔ خواہ فرض ہوں یا نہ ہوں۔ رمضان کا مہینہ ہو یا کوئی اور مہینہ ہو، چنانچہ جب آپ نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے، رکوع میں جاتے تو تکبیر کہتے۔ پھر «سمع اللہ لمن حمدہ» کہتے اور اس کے بعد «ربنا ولک الحمد» سجدہ سے پہلے، پھر جب سجدہ کے لیے جھکتے تو «اللہ أکبر» کہتے۔ پھر سجدہ سے سر اٹھاتے تو «اللہ أکبر» کہتے۔ پھر دوسرا سجدہ کرتے وقت «اللہ أکبر» کہتے۔ اسی طرح سجدہ سے سر اٹھاتے تو «اللہ أکبر» کہتے۔ دو رکعات کے بعد قعدہ اولیٰ کرنے کے بعد جب کھڑے ہوتے تب بھی تکبیر کہتے اور آپ ہر رکعت میں ایسا ہی کرتے یہاں تک کہ نماز سے فارغ ہونے تک۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد فرماتے کہ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں تم میں سب سے زیادہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے مشابہ ہوں۔ اور آپ اسی طرح نماز پڑھتے رہے یہاں تک کہ آپ دنیا سے تشریف لے گئے۔

اس ترجمہ سے مقصود یہ بتانا ہے کہ تکبیر قیام کا وظیفہ نہیں بلکہ سجدے کے لئے جھکنے کا وظیفہ ہے۔ لہذا سجدہ کے لئے جھکتے ہوئے اللہ اکبر کہنا چاہیئے۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ "یھوی" سے مراد یہ ہے کہ سجدے کو جاتے ہوئے زمین پر ہاتھ پہلے لگائے گھٹنے بعد میں رکھے۔ کیونکہ یھوی، ھُوِیّ سے ہے جسکا معنی سقوط یعنی گرنا ہے۔ یعنی سجدے

میں گرنے والے کی طرح جائے اور گرنے والا پہلے ہاتھ زمین سے لگاتا ہے لہذا پہلے ہاتھ پھر گھٹنے زمین پر رکھے یہی گرنے کی شکل ہے۔ پہلے گھٹنے رکھنا گرنے کی شکل نہیں ہے۔ قرآن کریم میں ہے "یخرون للأذقان سجدًا[1]" اس لئے سجدہ ایسے کرنا چاہیئے جیسے کوئی گر رہا ہے۔ گویا یہاں امام بخاری ھویت بیان کرنا چاہتے ہیں۔ تکبیر کو بیان نہیں کرنا چاہتے۔ اسی لئے اس کے بعد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا فعل ذکر کیا ہے کہ وہ سجدے کے لئے جاتے ہوئے گھٹنوں سے پہلے ہاتھ رکھا کرتے تھے۔ نبی اکرم ﷺ کی قولی حدیث بھی ابوداؤد، ترمذی وغیرہ میں آتی ہے کہ آپ نے فرمایا "إذا سجد أحدكم فلايبرك كمايبرك البعير وليضع يديه قبل ركبتيه[2]" یعنی اونٹ کی طرح نہ بیٹھو بلکہ پہلے ہاتھ رکھو۔ اس کے بعد گھٹنے رکھو۔ امام ابن القیم رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہاں قلب ہوگیا ہے وليضع ركبتيه قبل يديه ہونا چاہیئے۔ ان کی یہ بات بلادلیل ہے ایک روایت میں بھی گھٹنے پہلے رکھنے کا ذکر آتا ہے لیکن وہ روایت ضعیف ہے۔ اس لئے اس ضعیف روایت میں قلب ماننا چاہیئے۔ امام شوکانی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ لايبرك بروك الجمل سے مراد یہ ہے کہ گھٹنے پہلے نہ لگاؤ کیونکہ اونٹ گھٹنے پہلے لگاتا ہے اور اس کے گھٹنے اگلے بازوؤں میں ہوتے ہیں۔ وہ بیٹھتے وقت گھٹنے پہلے لگاتا ہے اور تم ہاتھ پہلے لگاؤ لہذا قلب نہیں ہے گھٹنے پہلے لگانے کی حدیث ابوداؤد میں ہے مگر وہ متکلم فیہ ہے[3]۔ ابن خزیمہ نے کہا ہے کہ پہلے ہاتھ لگانا منسوخ ہے مگر وہ جو حدیث لائے ہیں وہ ضعیف ہے۔ پہلے ہاتھ لگانے کی حدیث صحیح ہے۔ انہوں نے ضعیف سے صحیح حدیث کے نسخ کا دعوی کر دیا ہے۔ حالانکہ ضعیف غیر ثابت روایت ناسخ نہیں بن سکتی۔ لہذا پہلے ہاتھ لگانا ہی درست ہے۔

قوله إن كانت هذه لصلوته حتى فارق الدنيا یہ ابوسلمہ کی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے یہی روایت سنن دارمی میں آتی ہے اس میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں رفع یدین کرنے کا بھی ذکر ہے جبکہ ان کی اس حدیث میں تکبیرات کا ذکر ہے اصل میں نماز ایک ہی ہے لہذا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث تکبیرات اور رفع یدین پر مشتمل ہے۔ اور "حتى فارق الدنيا" سے آپ کا آخر عمر تک رفع یدین کرنا ثابت ہوا۔ اگرچہ یہاں اس حدیث میں رفع یدین

[1] الإسراء:۱۰۷۔

[2] سنن أبي داؤد ۸۴۰ ج ۱ ص ۲۲۲۔

[3] سجدہ میں جاتے ہوئے گھٹنے پہلے لگانے کی روایت ابوداؤد وغیرہ میں آتی ہے جسے شریک، عاصم بن کلیب سے وہ اپنے باپ سے اور وہ وائل بن حجر سے روایت کرتا ہے "قال رأيت رسول الله ﷺ إذا سجد يضع ركبتيه قبل يديه ترمذی" لیکن اس روایت میں شریک متفرد ہے اور وہ قوی نہیں بلکہ ضعیف ہے۔ ابوداؤد میں ایک روایت عن عبد الجبار بن وائل عن ابیہ کے واسطے سے آتی ہے لیکن وہ منقطع ہے کیونکہ عبد الجبار نے اپنے باپ کو نہیں پایا۔ ایک روایت عاصم بن کلیب عن ابیہ عن النبی ﷺ سند کے ساتھ مروی ہے۔ لیکن یہ مرسل ہے۔ فتح الباری لابن رجب رحمہ اللہ۔ ابن خزیمہ نے سعد بن ابی وقاص سے روایت نقل کی ہے "قال كنا نضع اليدين قبل الركبتين فأمرنا بالركبتين قبل اليدين" اسے ابن خزیمہ نے پہلے ہاتھ رکھنے کی حدیث کا ناسخ بنایا ہے حالانکہ یہ نسخ کی دلیل نہیں بن سکتی کیونکہ اس میں یحییٰ بن سلمۃ بن کہیل ہے جو بالاتفاق ضعیف ہے۔ (کوثر الدراری للشنقیطی رحمہ اللہ)

ذکر نہیں ہے۔ مگر یہ نماز رفع یدین پر مشتمل تھی۔ اور عدم ذکر سے نفی لازم نہیں آتی۔ جبکہ رفع یدین اسی سند سے ذکر ہے۔ اور یہ روایت بالکل صحیح ہے۔

قوله اللهم أنج الوليد بن الوليد و سلمة بن هشام و عياش بن أبي ربيعة "أنج" امر کا صیغہ التماس اور طلب کے لئے ہے اور اس حدیث میں نماز میں رکوع کے بعد مشرکوں اور کافروں پر بدعاء کرنے اور کمزور مسلمانوں کے لئے دعاء کرنے کا ذکر ہے۔ اور نماز میں رکوع کے بعد قنوت میں مشرکوں اور مسلمانوں کے نام لینے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے اور اکثر علماء کے نزدیک یہ جائز ہے۔ جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے ولید بن ولید اور سلمۃ بن ھشام اور عیاش بن أبی ربیعہ کے نام لے کر ان کے لئے نجات اور رہائی کی دعاء کی ہے[1]۔

٨٠٤ قَالَا: وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: وَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ، يَقُولُ: «سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ، يَدْعُو لِرِجَالٍ

[1] اس حدیث میں تین اہل اسلام کا ذکر ہے ان میں سے ولید بن ولید بن مغیرہ بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم مخزومی ہیں جو خالد بن ولید کا بھائی ہے یہ بدر کے دن کفر کی حالت میں گرفتار ہوئے اسکا فدیہ دے کر چھڑایا گیا تو یہ مسلمان ہو گئے اس سے کہا گیا تو فدیہ دینے سے پہلے کیوں مسلمان نہ ہوا؟ تو اس نے کہا اگر میں فدیہ دینے سے پہلے مسلمان ہو جاتا تو تم سمجھتے کہ شاید یہ قید ہونے کے ڈر سے مسلمان ہوا ہے۔ جب یہ مسلمان ہوا تو اس کے ماموں نے اسے مکہ میں قید کر دیا۔ اس لئے نبی اکرم ﷺ قنوت نازلہ میں اس کی رہائی کی دعاء کیا کرتے تھے پھر یہ ان کی قید سے رہا ہو کر مدینہ میں آگئے اور آپ کے ساتھ عمرۃ القضاء میں بھی حاضر ہوئے اور نبی اکرم ﷺ کی زندگی میں ہی وفات پائی۔ دوسرے سلمۃ بن ہشام بن مغیرہ بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم مخزومی ہیں۔ یہ ابو جہل کے بھائی تھے اور یہ پانچ بھائی تھے۔ أبو جہل، حارث، عاص، خالد اور سلمۃ۔ ان میں سے أبو جہل اور عاص جنگ بدر میں کفر کی حالت میں قتل ہوئے۔ خالد گرفتار ہوا اور فدیہ دیکر چھڑایا گیا۔ اور کفر پر مرا۔ اور حارث اور سلمہ مسلمان ہوئے۔ اور یہ دونوں افضل صحابہ میں سے تھے۔ سلمۃ بن ھشام قدیم الاسلام تھے انہوں نے حبشہ کی ہجرت کی پھر مکہ میں آئے اب کفار نے انہیں مدینے کی ہجرت سے روک دیا۔ اور اللہ تعالیٰ کے دین کی خاطر سختیوں اور سزاؤں کا سامنا کیا۔ غزوہ خندق کے بعد ہجرت کی اور جنگ موتہ میں حاضر ہوئے اور شہادت حاصل کی۔

تیسرے عیاش بن ابی ربیعۃ بن عمرو بن مغیرہ ہے اور ابو ربیعہ کا نام عمرو ہے۔ یہ ابو جہل کا اخیافی بھائی تھا۔ قدیم الاسلام تھا۔ أبو جہل نے اسے مکہ میں جکڑ رکھا تھا۔ انہوں نے اپنی بیوی اسماء بنت سلمہ کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہجرت کے وقت انہوں نے مدینے کی ہجرت کی اور دو ہجرتوں کو جمع کیا۔ اس کے پاس ابو جہل اور حارث آئے اور کہا آپ کی ماں نے قسم اٹھائی ہوئی ہے کہ جب تک وہ تجھے دیکھ نہیں لے گی سایہ میں نہیں بیٹھے گی۔ یہ ان کے ساتھ مکہ میں آئے تو انہوں نے اسے جکڑ کر جیل میں ڈال دیا۔ یہ شام میں یرموک میں شہید ہوئے۔ یہ تینوں صحابہ مغیرہ کی اولاد سے تھے اور ایک دوسرے کے چچازاد تھے۔ جن کے لئے نبی اکرم ﷺ دعاء کیا کرتے تھے (کوثر المعانی الدراری ٩/٣٠٦)۔

فَيُسَمِّيهِمْ بِأَسْمَائِهِمْ، فَيَقُولُ: اللَّهُمَّ أَنْجِ الْوَلِيدَ بْنَ الْوَلِيدِ، وَسَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ، وَعَيَّاشَ بْنَ أَبِي رَبِيعَةَ، وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ، اللَّهُمَّ اشْدُدْ وَطْأَتَكَ عَلَى مُضَرَ وَاجْعَلْهَا عَلَيْهِمْ سِنِينَ كَسِنِي يُوسُفَ وَأَهْلُ الْمَشْرِقِ يَوْمَئِذٍ مِنْ مُضَرَ مُخَالِفُونَ لَهُ».

ابوبکر اور ابوسلمہ دونوں نے کہا کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بتلایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سر مبارک (رکوع سے) اٹھاتے تو «سمع اللہ لمن حمدہ، ربنا ولک الحمد» کہہ کر چند لوگوں کے لیے دعائیں کرتے اور نام لے لے کر فرماتے۔ یا اللہ! ولید بن ولید، سلمہ بن ہشام، عیاش بن ابی ربیعہ اور تمام کمزور مسلمانوں کو (کفار سے) نجات دے۔ اے اللہ! قبیلہ مضر کے لوگوں کو سختی کے ساتھ کچل دے اور ان پر قحط مسلط کر جیسا کہ یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں آیا تھا۔ ان دنوں پورب والے قبیلہ مضر کے لوگ مخالفین میں تھے۔

٨٠٥: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ غَيْرَ مَرَّةٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، يَقُولُ: سَقَطَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ فَرَسٍ، وَرُبَّمَا قَالَ سُفْيَانُ: مِنْ فَرَسٍ فَجُحِشَ شِقُّهُ الْأَيْمَنُ، فَدَخَلْنَا عَلَيْهِ نَعُودُهُ فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَصَلَّى بِنَا قَاعِدًا وَقَعَدْنَا، وَقَالَ سُفْيَانُ: مَرَّةً صَلَّيْنَا قُعُودًا فَلَمَّا قَضَى الصَّلَاةَ، قَالَ: «إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ، فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا، وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا، وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوا، وَإِذَا قَالَ: سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوا: رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ، وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوا»، قَالَ سُفْيَانُ: كَذَا جَاءَ بِهِ مَعْمَرٌ، قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: لَقَدْ حَفِظَ كَذَا، قَالَ الزُّهْرِيُّ: وَلَكَ الْحَمْدُ حَفِظْتُ مِنْ شِقِّهِ الْأَيْمَنِ، فَلَمَّا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ: وَأَنَا عِنْدَهُ فَجُحِشَ سَاقُهُ الْأَيْمَنُ.



ہم سے علی بن عبد اللہ مدینی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بار بار زہری سے یہ بیان کیا کہ انہوں نے کہا کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے سے زمین پر گر گئے۔ سفیان نے اکثر (بجائے «عن فرس» کے) «من فرس» کہا۔ اس گرنے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دایاں پہلو زخمی ہو گیا تو ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عیادت کی غرض سے حاضر ہوئے۔ اتنے میں نماز کا وقت ہو گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بیٹھ کر نماز پڑھائی۔ ہم بھی بیٹھ گئے۔ سفیان نے ایک مرتبہ کہا کہ ہم نے بھی بیٹھ کر نماز پڑھی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو گئے تو فرمایا کہ امام اس لیے ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے۔ اس لیے جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو۔ جب رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو۔ جب سر اٹھائے تو تم بھی سر اٹھاؤ اور

شرح بخاری

12







جب وہ «سمع اللہ لمن حمدہ» کہے تو تم «ربنا ولک الحمد» اور جب سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو۔ (سفیان نے اپنے شاگرد علی بن مدینی سے پوچھا کہ) کیا معمر نے بھی اسی طرح حدیث بیان کی تھی۔ (علی کہتے ہیں کہ) میں نے کہا جی ہاں۔ اس پر سفیان بولے کہ معمر کو حدیث یاد تھی۔ زہری نے یوں کہا «ولک الحمد»۔ سفیان نے یہ بھی کہا کہ مجھے یاد ہے کہ زہری نے یوں کہا آپ کا دایاں بازو چھل گیا تھا۔ جب ہم زہری کے پاس سے نکلے ابن جریج نے کہا میں زہری کے پاس موجود تھا تو انہوں نے یوں کہا کہ آپ کی داہنی پنڈلی چھل گئی۔

قولہ وإذا سجد فاسجدوا اس جملہ کا ترجمہ باب سے تعلق ہے کہ مقتدیوں کو اس وقت سجدہ میں جانا چاہیئے جبکہ امام جائے۔ اور اس سے قبل آچکا ہے کہ نبی اکرم ﷺ جب سجدے میں گرتے تھے تب اللہ اکبر کہتے تھے لہذا مقتدیوں کو بھی سجدے میں جاتے ہوئے اللہ اکبر کہنا چاہیئے۔ اور جیسے امام سجدے میں جاتے ہوئے پہلے ہاتھ زمین پر لگاتا ہے ویسے مقتدیوں کو بھی چاہیئے کہ سجدے میں جاتے ہوئے گھٹنوں سے پہلے ہاتھ زمین پر لگائیں۔

١٢٩۔ بَابُ فَضْلِ السُّجُودِ:

باب: سجدہ کی فضیلت کا بیان

٨٠٦: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيِّبِ، وَعَطَاءُ بْنُ يَزِيدَ اللَّيْثِيُّ، أن أبا هريرة أخبرهما، أن الناس قَالُوا: «يَا رَسُولَ اللهِ، هَلْ نَرَى رَبَّنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟ قَالَ: هَلْ تُمَارُونَ فِي الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ لَيْسَ دُونَهُ سَحَابٌ، قَالُوا: لَا يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: فَهَلْ تُمَارُونَ فِي الشَّمْسِ لَيْسَ دُونَهَا سَحَابٌ، قَالُوا: لَا، قَالَ: فَإِنَّكُمْ تَرَوْنَهُ كَذَلِكَ يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَيَقُولُ: مَنْ كَانَ يَعْبُدُ شَيْئًا فَلْيَتَّبِعْ فَمِنْهُمْ مَنْ يَتَّبِعُ الشَّمْسَ وَمِنْهُمْ مَنْ يَتَّبِعُ الْقَمَرَ وَمِنْهُمْ مَنْ يَتَّبِعُ الطَّوَاغِيتَ، وَتَبْقَى هَذِهِ الْأُمَّةُ فِيهَا مُنَافِقُوهَا فَيَأْتِيهِمُ اللهُ فَيَقُولُ أَنَا رَبُّكُمْ فَيَقُولُونَ هَذَا مَكَانُنَا حَتَّى يَأْتِيَنَا رَبُّنَا فَإِذَا جَاءَ رَبُّنَا عَرَفْنَاهُ فَيَأْتِيهِمُ اللهُ فَيَقُولُ أَنَا رَبُّكُمْ فَيَقُولُونَ أَنْتَ رَبُّنَا فَيَدْعُوهُمْ فَيُضْرَبُ الصِّرَاطُ بَيْنَ ظَهْرَانَيْ جَهَنَّمَ فَأَكُونُ أَوَّلَ مَنْ يَجُوزُ مِنَ الرُّسُلِ بِأُمَّتِهِ، وَلَا يَتَكَلَّمُ يَوْمَئِذٍ أَحَدٌ إِلَّا الرُّسُلُ وَكَلَامُ الرُّسُلِ يَوْمَئِذٍ اللهُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ وَفِي جَهَنَّمَ كَلَالِيبُ مِثْلُ شَوْكِ السَّعْدَانِ، هَلْ رَأَيْتُمْ شَوْكَ السَّعْدَانِ؟، قَالُوا: نَعَمْ، قَالَ: فَإِنَّهَا مِثْلُ شَوْكِ السَّعْدَانِ، غَيْرَ أَنَّهُ لَا يَعْلَمُ قَدْرَ عِظَمِهَا إِلَّا اللهُ تَخْطَفُ النَّاسَ بِأَعْمَالِهِمْ فَمِنْهُمْ مَنْ يُوبَقُ بِعَمَلِهِ وَمِنْهُمْ مَنْ يُخَرْدَلُ ثُمَّ يَنْجُو حَتَّى إِذَا أَرَادَ اللهُ رَحْمَةَ مَنْ أَرَادَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ، أَمَرَ اللهُ الْمَلَائِكَةَ أَنْ يُخْرِجُوا مَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللهَ فَيُخْرِجُونَهُمْ وَيَعْرِفُونَهُمْ بِآثَارِ السُّجُودِ، وَحَرَّمَ اللهُ عَلَى النَّارِ أَنْ تَأْكُلَ أَثَرَ السُّجُودِ فَيَخْرُجُونَ مِنَ النَّارِ فَكُلُّ ابْنِ آدَمَ تَأْكُلُهُ النَّارُ إِلَّا أَثَرَ

السُّجُودِ فَيَخْرُجُونَ مِنَ النَّارِ قَدِ امْتَحَشُوا فَيُصَبُّ عَلَيْهِمْ مَاءُ الْحَيَاةِ فَيَنْبُتُونَ كَمَا تَنْبُتُ الْحِبَّةُ فِي حَمِيلِ السَّيْلِ، ثُمَّ يَفْرُغُ اللهُ مِنَ الْقَضَاءِ بَيْنَ الْعِبَادِ وَيَبْقَى رَجُلٌ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ وَهُوَ آخِرُ أَهْلِ النَّارِ دُخُولًا الْجَنَّةَ مُقْبِلٌ بِوَجْهِهِ قِبَلَ النَّارِ، فَيَقُولُ: يَا رَبِّ اصْرِفْ وَجْهِي عَنِ النَّارِ قَدْ قَشَبَنِي رِيحُهَا وَأَحْرَقَنِي ذَكَاؤُهَا، فَيَقُولُ: هَلْ عَسَيْتَ إِنْ فُعِلَ ذَلِكَ بِكَ أَنْ تَسْأَلَ غَيْرَ ذَلِكَ ؟، فَيَقُولُ: لَا، وَعِزَّتِكَ فَيُعْطِي اللهَ مَا يَشَاءُ مِنْ عَهْدٍ وَمِيثَاقٍ فَيَصْرِفُ اللهُ وَجْهَهُ عَنِ النَّارِ، فَإِذَا أَقْبَلَ بِهِ عَلَى الْجَنَّةِ رَأَى بَهْجَتَهَا سَكَتَ مَا شَاءَ اللهُ أَنْ يَسْكُتَ، ثُمَّ قَالَ: يَا رَبِّ قَدِّمْنِي عِنْدَ بَابِ الْجَنَّةِ، فَيَقُولُ اللهُ لَهُ: أَلَيْسَ قَدْ أَعْطَيْتَ الْعُهُودَ وَالْمِيثَاقَ أَنْ لَا تَسْأَلَ غَيْرَ الَّذِي كُنْتَ سَأَلْتَ، فَيَقُولُ: يَا رَبِّ لَا أَكُونُ أَشْقَى خَلْقِكَ، فَيَقُولُ: فَمَا عَسَيْتَ إِنْ أُعْطِيتَ ذَلِكَ أَنْ لَا تَسْأَلَ غَيْرَهُ، فَيَقُولُ: لَا، وَعِزَّتِكَ لَا أَسْأَلُ غَيْرَ ذَلِكَ فَيُعْطِي رَبَّهُ مَا شَاءَ مِنْ عَهْدٍ وَمِيثَاقٍ فَيُقَدِّمُهُ إِلَى بَابِ الْجَنَّةِ، فَإِذَا بَلَغَ بَابَهَا فَرَأَى زَهْرَتَهَا وَمَا فِيهَا مِنَ النَّضْرَةِ وَالسُّرُورِ فَيَسْكُتُ مَا شَاءَ اللهُ أَنْ يَسْكُتَ، فَيَقُولُ: يَا رَبِّ أَدْخِلْنِي الْجَنَّةَ، فَيَقُولُ اللهُ: وَيْحَكَ يَا ابْنَ آدَمَ مَا أَغْدَرَكَ أَلَيْسَ قَدْ أَعْطَيْتَ الْعُهُودَ وَالْمِيثَاقَ أَنْ لَا تَسْأَلَ غَيْرَ الَّذِي أُعْطِيتَ، فَيَقُولُ: يَا رَبِّ لَا تَجْعَلْنِي أَشْقَى خَلْقِكَ فَيَضْحَكُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ مِنْهُ ثُمَّ يَأْذَنُ لَهُ فِي دُخُولِ الْجَنَّةِ، فَيَقُولُ: تَمَنَّ، فَيَتَمَنَّى حَتَّى إِذَا انْقَطَعَ أُمْنِيَّتُهُ، قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: مِنْ كَذَا وَكَذَا أَقْبَلَ يُذَكِّرُهُ رَبُّهُ حَتَّى إِذَا انْتَهَتْ بِهِ الْأَمَانِيُّ، قَالَ اللهُ تَعَالَى: لَكَ ذَلِكَ وَمِثْلُهُ مَعَهُ، قَالَ أَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ: لِأَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: قَالَ اللهُ لَكَ ذَلِكَ وَعَشَرَةُ أَمْثَالِهِ، قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: لَمْ أَحْفَظْ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا قَوْلَهُ لَكَ ذَلِكَ وَمِثْلُهُ مَعَهُ»، قَالَ أَبُو سَعِيدٍ: إِنِّي سَمِعْتُهُ يَقُولُ ذَلِكَ لَكَ وَعَشَرَةُ أَمْثَالِهِ.



ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں شعیب نے زہری سے خبر دی، انہوں نے بیان کیا کہ مجھے سعید بن مسیب اور عطاء بن یزید لیثی نے خبر دی کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے انہیں خبر دی کہ لوگوں نے پوچھا: یارسول اللہ! کیا ہم اپنے رب کو قیامت میں دیکھ سکیں گے؟ آپ نے (جواب کے لیے) پوچھا، کیا تمہیں چودھویں رات کے چاند کے دیکھنے میں جب کہ اس کے قریب کہیں بادل بھی نہ ہو شبہ ہوتا ہے؟ لوگ بولے ہرگز نہیں یارسول اللہ! پھر آپ نے پوچھا اور کیا تمہیں سورج کے دیکھنے میں جب کہ اس کے قریب کہیں بادل بھی نہ ہو شبہ ہوتا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ نہیں یارسول اللہ! پھر آپ نے فرمایا کہ رب العزت کو تم اسی طرح دیکھو گے۔ لوگ قیامت کے دن جمع کئے جائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ جو جسے پوجتا تھا وہ اس کے ساتھ ہو جائے۔ چنانچہ بہت سے لوگ سورج کے پیچھے ہو لیں گے، بہت سے چاند



کے اور بہت سے بتوں کے ساتھ ہولیں گے۔ یہ امت باقی رہ جائے گی۔ اس میں منافقین بھی ہوں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ ایک نئی صورت میں آئے گا اور ان سے کہے گا کہ میں تمہارا رب ہوں۔ وہ منافقین کہیں گے کہ ہم یہیں اپنے رب کے آنے تک کھڑے رہیں گے۔ جب ہمارا رب آئے گا تو ہم اسے پہچان لیں گے۔ پھر اللہ عزوجل ان کے پاس (ایسی صورت میں جسے وہ پہچان لیں) آئے گا اور فرمائے گا کہ میں تمہارا رب ہوں۔ وہ بھی کہیں گے کہ بیشک تو ہمارا رب ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ بلائے گا۔ پل صراط جہنم کے بیچوں بیچ رکھا جائے گا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں اپنی امت کے ساتھ اس سے گزرنے والا سب سے پہلا رسول ہوں گا۔ اس روز سوا انبیاء کے کوئی بھی بات نہ کر سکے گا اور انبیاء بھی صرف یہ کہیں گے۔ اے اللہ! مجھے محفوظ رکھیو! اے اللہ! مجھے محفوظ رکھیو! اور جہنم میں سعدان کے کانٹوں کی طرح آنکس ہوں گے۔ سعدان کے کانٹے تو تم نے دیکھے ہوں گے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہاں! (آپ نے فرمایا) تو وہ سعدان کے کانٹوں کی طرح ہوں گے۔ البتہ ان کے طول و عرض کو سوا اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا۔ یہ آنکس لوگوں کو ان کے اعمال کے مطابق کھینچ لیں گے۔ بہت سے لوگ اپنے عمل کی وجہ سے ہلاک ہوں گے۔ بہت سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے۔ پھر ان کی نجات ہو گی۔ جہنمیوں میں سے اللہ تعالیٰ جس پر رحم فرمانا چاہے گا تو ملائکہ کو حکم دے گا کہ جو خالص اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرتے تھے انہیں باہر نکال لو۔ چنانچہ ان کو وہ باہر نکالیں گے اور موحدوں کو سجدے کے آثار سے پہچانیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے جہنم پر سجدہ کے آثار کا جلانا حرام کر دیا ہے۔ چنانچہ یہ جب جہنم سے نکالے جائیں گے تو اثر سجدہ کے سوا ان کے جسم کے تمام ہی حصوں کو آگ جلا چکی ہو گی۔ جب جہنم سے باہر ہوں گے تو بالکل جل چکے ہوں گے۔ اس لیے ان پر آب حیات ڈالا جائے گا۔ جس سے وہ اس طرح ابھر آئیں گے۔ جیسے سیلاب کے کوڑے کرکٹ پر سیلاب کے تھمنے کے بعد سبزہ ابھر آتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ بندوں کے حساب سے فارغ ہو جائے گا۔ لیکن ایک شخص جنت اور دوزخ کے درمیان اب بھی باقی رہ جائے گا۔ یہ جنت میں داخل ہونے والا آخری دوزخی شخص ہو گا۔ اس کا منہ دوزخ کی طرف ہو گا۔ اس لیے کہے گا کہ اے میرے رب! میرے منہ کو دوزخ کی طرف سے پھیر دے۔ کیونکہ اس کی بدبو مجھ کو مارے ڈالتی ہے اور اس کی چمک مجھے جلائے دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ پوچھے گا کیا اگر تیری یہ تمنا پوری کر دوں تو تو دوبارہ کوئی نیا سوال تو نہیں کرے گا؟ بندہ کہے گا نہیں تیری بزرگی کی قسم! اور جیسے جیسے اللہ چاہے گا وہ قول و قرار کرے گا۔ آخر اللہ تعالیٰ جہنم کی طرف سے اس کا منہ پھیر دے گا۔ جب وہ جنت کی طرف منہ کرے گا اور اس کی شادابی نظروں کے سامنے آئی تو اللہ نے جتنی دیر چاہا وہ چپ رہے گا۔ لیکن پھر بول پڑے گا اے اللہ! مجھے جنت کے دروازے کے قریب پہنچا دے۔ اللہ تعالیٰ پوچھے گا کیا تو نے عہد و پیمان نہیں باندھا تھا کہ اس ایک سوال کے سوا اور کوئی سوال تو نہیں کرے گا۔ بندہ کہے گا اے میرے رب!

مجھے تیری مخلوق میں سب سے زیادہ بدنصیب نہ ہونا چاہئے۔ اللہ رب العزت فرمائے گا کہ پھر کیا ضمانت ہے کہ اگر تیری یہ تمنا پوری کر دی گئی تو دوسرا کوئی سوال تو نہیں کرے گا۔ بندہ کہے گا نہیں تیری عزت کی قسم اب دوسرا سوال کوئی تجھ سے نہیں کروں گا۔ چنانچہ اپنے رب سے ہر طرح عہد وپیمان باندھے گا اور جنت کے دروازے تک پہنچا دیا جائے گا۔ دروازہ پر پہنچ کر جب جنت کی پہنائی، تازگی اور مسرتوں کو دیکھے گا تو جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا وہ بندہ چپ رہے گا۔ لیکن آخر بول پڑے گا کہ اے اللہ! مجھے جنت کے اندر پہنچا دے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ افسوس اے ابن آدم! تو ایسا دغاباز کیوں بن گیا؟ کیا (ابھی) تو نے عہد وپیمان نہیں باندھا تھا کہ جو کچھ مجھے دیا گیا، اس سے زیادہ اور کچھ نہ مانگوں گا۔ بندہ کہے گا اے رب! مجھے اپنی سب سے زیادہ بدنصیب مخلوق نہ بنا۔ اللہ پاک ہنس دے گا اور اسے جنت میں بھی داخلہ کی اجازت عطا فرما دے گا اور پھر فرمائے گا مانگ کیا ہے تیری تمنا۔ چنانچہ وہ اپنی تمنائیں (اللہ تعالیٰ کے سامنے) رکھے گا اور جب تمام تمنائیں ختم ہو جائیں گی تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ فلاں چیز اور مانگو، فلاں چیز کا مزید سوال کرو۔ خود اللہ پاک ہی یاد دہانی کرائے گا۔ اور جب وہ تمام تمنائیں پوری ہو جائیں گی تو فرمائے گا کہ تمہیں یہ سب اور اتنی ہی اور دی گئیں۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ اور اس سے دس گنا اور زیادہ تمہیں دی گئیں۔ اس پر ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی بات صرف مجھے یاد ہے کہ تمہیں یہ تمنائیں اور اتنی ہی اور دی گئیں۔ لیکن ابو سعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے آپ کو یہ کہتے سنا تھا کہ یہ اور اس کی دس گنا تمنائیں تجھ کو دی گئیں۔



(شرح بخاری) قولہ وحرم اللہ علی النار أن تأکل أثر السجود یہ جملہ سجدے کی فضیلت پر دلالت کرتا ہے اسی پر بخاری رحمہ اللہ نے ترجمہ باب قائم کیا ہے۔

قولہ فھل تمارون اگر یہ مریۃ سے مشتق ہو تو اسکا معنی شک کرنا اور اگر مراء سے مشتق ہو تو جھگڑا کرنے کے معنی میں ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رؤیت کے مسئلہ میں معتزلہ، خوارج اور شیعہ نے اختلاف کیا ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھا نہیں جائے گا۔ کیونکہ رؤیت ایسی چیز کی ہو سکتی ہے جو کثیف ہو۔ لطیف نہ ہو۔ اور رنگین ہو اور دیکھنے والے سے کچھ فاصلے پر ہو۔ اگر وہ چیز آنکھوں سے لگائی ہو یا بہت دور ہو تو نہیں دیکھی جا سکتی۔ اللہ تعالیٰ لطیف ہے لہذا اسے دیکھنے کی آنکھوں میں قوت نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ مکانی چیز بھی نہیں تو فاصلے پر ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہ متکلمین کا مذہب ہے۔ اور جو علماء رؤیت باری تعالیٰ کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ نور کی وجہ سے سارا جہان نظر آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آنکھوں میں وہ نور ڈال دے گا کہ وہ لطیف کو بھی دیکھ سکیں گے۔ اگرچہ دنیا کی آنکھوں میں اسے دیکھنے کی طاقت نہیں ہے[1]۔ اور اللہ تعالیٰ کو لامکان کہنا بھی درست نہیں ہے اللہ تعالیٰ کو لامکان کہنا اسکی نفی کر دینے



---

[1] اگر کوئی کہے کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے تو دنیا میں نظر آنا چاہئے تو اسکا جواب یہ ہے کہ اب ہماری آنکھوں میں ذات باری

کو مستلزم ہے۔

"قوله فيقول أنا ربكم فيقولون هذا مكاننا" یہ آزمائشی شکل ہوگی دیگر شکل میں آنا اس لئے ہوگا کہ وہ اسے رب مانتے ہیں یا نہیں۔ انہیں اس وقت اللہ تعالیٰ کی ذات سے تعلق ہوجائے گا کہ فلاں صورت میں ہونا چاہیئے۔ حالانکہ اس شکل میں بھی وہ اللہ تعالیٰ ہی ہوں گے گویا یہ لوگوں کی آزمائش ہوگی۔ پھر ایسی شکل میں آئیں گے کہ وہ پہچان لیں گے۔ بعض کہتے ہیں کہ شکل نہیں ہوگی بلکہ انکشاف ہوجائے گا کہ اللہ تعالیٰ ہیں۔

قوله فيضرب الصراط شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ پل صراط اصل میں کتاب و سنت سے عبارت ہے۔ اور کتاب و سنت کے تمثل عملی کا نام پل صراط ہے۔ اور حوضِ کوثر کتاب و سنت کے تمثل علمی کا نام ہے۔ لہذا جو لوگ دنیا میں کتاب و سنت والے صراط مستقیم پر چل کر زندگی گذارنے والے ہوں گے۔ وہ پل صراط سے آسانی سے گزر جائیں گے۔ اور جو لوگ کتاب و سنت کے راستے پر چلنے والے نہیں ہوں گے ان کے لئے پل صراط پر لوہے کی بڑی بڑی سلاخیں ہوں گی جو انہیں کھینچ کر جہنم میں پھینک دیں گی۔ شاہ ولی اللہ نے حدیث کا انکار نہیں کیا بلکہ پل صراط کی یہ حقیقت بیان کی ہے۔ ایسی باتیں حقیقت سمجھانے کے لئے کی جاتی ہیں جیسا کہ وہ کہتے ہیں کہ میں مدراس گیا وہاں کے طلباء عذاب قبر کے بارہ میں تذبذب کا شکار تھے انہیں عالم مثال کی باتیں سنائیں تو وہ مطمئن ہوگئے۔ عقلی باتیں بھی ہونی چاہیئں۔ کیونکہ آجکل زمانہ بھی عقلی ہے۔ لیکن پہلے ایمان کو درست کرنا چاہیئے۔ ایمان درست ہوگا تو عمل بھی درست ہوگا۔

قوله هل عسيت إن فعل ذلك بك شاہ ولی اللہ نے اس کی توجیہ بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ رفتہ رفتہ اسے جنت میں داخل کرے گا یکبار داخل نہیں کرے گا کیونکہ اس میں جنت کے داخلے کی ابھی استعداد نہیں ہوگی۔ بلکہ بالتدریج اس میں جنت کے داخلہ کی استعداد پیدا ہوگی۔ نامعلوم اس میں کتنا عرصہ گذر جائے پھر جنت میں داخل ہوگا[1]۔

۱۳۰۔ بَابُ يُبْدِي ضَبْعَيْهِ وَيُجَافِي فِي السُّجُودِ:

باب: سجدے میں دونوں بازو کھلے اور پیٹ رانوں سے الگ رکھے

۸۰۷ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي بَكْرُ بْنُ مُضَرَ، عَنْ جَعْفَرٍ، عَنِ ابْنِ هُرْمُزَ.

تعالیٰ کو دیکھنے کی قوت نہیں ہے۔ ہوا جو کہ ہر وقت ہمارے ساتھ موجود رہتی ہے اسے ہم نہیں دیکھ سکتے تو دنیا میں ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ کو کیسے دیکھ سکتے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نہیں دیکھ سکے۔ قیامت کے دن اہل جنت کو دیکھنے کی قوت دی جائے گی۔ نورانی قوت اللہ تعالیٰ آنکھوں میں پیدا کردیں گے جس کی وجہ سے وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو دیکھ سکیں گے۔

(1) "قوله مثل شوك السعدان" سعدانة کی جمع ہے یہ زمین پر بچھی ہوئی کانٹے دار انگوری ہے جسے اونٹ بڑے شوق سے کھاتے ہیں سعدان پکھڑے کو کہتے ہیں جسکے کانٹے چھوٹے ہوتے ہیں جو آخر سے خمدار ہوتے ہیں لیکن جہنم کے آنکڑے بہت بڑے ہونگے جنکی بڑھائی کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور انکے کانٹے بھی پکھڑے کیطرح خمدار ہونگے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَالِكٍ ابْنِ بُحَيْنَةَ، «أَنّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا صَلَّى فَرَجَ بَيْنَ يَدَيْهِ حَتَّى يَبْدُوَ بَيَاضُ إِبْطَيْهِ»، وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِيجَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ نَحْوَهُ.

ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے بکر بن مضر نے جعفر بن ربیعہ سے بیان کیا، انہوں نے عبدالرحمٰن بن ہرمز سے، انہوں نے عبداللہ بن مالک بن بحینہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھتے سجدے میں اپنے دونوں بازوؤں کو اس قدر پھیلا دیتے کہ بغل کی سفیدی ظاہر ہو جاتی تھی۔ لیث بن سعد نے بیان کیا کہ مجھ سے بھی جعفر بن ربیعہ نے اسی طرح حدیث بیان کی۔

ضاد کی فتحہ اور با کے سکون کے ساتھ، ضبع کا تثنیہ ہے بازو یا وسط بازو مراد ہے۔ یعنی سجدہ کی حالت میں اپنے بازوؤں کو اپنے پہلوؤں سے دور رکھے تا کہ بازو ظاہر ہوں اور پہلوؤں سے ملے ہوئے نہ ہوں۔ اس طرح چہرے پر اعتماد کم ہوگا اور ناک اور پیشانی متاثر نہیں ہوں گے۔ اور يُبْدِئُ إِبْدَاء سے ہے جس کا معنی اظہار ہے يُجَافِي اى يباعدُ بطنَه۔

قوله عن عبدالله بن مالك ابن بحينة بحینہ عبداللہ کی ماں اور مالک کی بیوی ہے۔ اسلئے دوسرے ابن کو الف کے ساتھ لکھاجاتا ہے کیونکہ "ابن بحينة" مالک کی صفت نہیں بلکہ "عبدالله" کی صفت ہے۔



۱۳۱-بَابُ يَسْتَقْبِلُ بِأَطْرَافِ رِجْلَيْهِ الْقِبْلَةَ:

باب: سجدہ میں پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ رخ رکھنا چاہئے

قَالَهُ أَبُو حُمَيْدٍ السَّاعِدِيُّ: عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس بات کو ابوحمید صحابی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا ہے۔

شرح بخاری

۱۳۲-بَابُ إِذَا لَمْ يُتِمَّ السُّجُودَ:

باب: جب سجدہ پوری طرح نہ کرے (تو کیسا گناہ ہے؟)

۸۰۸ حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَهْدِيٌّ، عَنْ وَاصِلٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ «رَأَى رَجُلًا لَا يُتِمُّ رُكُوعَهُ وَلَا سُجُودَهُ فَلَمَّا قَضَى صَلَاتَهُ، قَالَ لَهُ حُذَيْفَةُ: مَا صَلَّيْتَ، قَالَ: وَأَحْسِبُهُ، قَالَ: وَلَوْ مُتَّ مُتَّ عَلَى غَيْرِ سُنَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ».



ہم سے صلت بن محمد بصریٰ نے بیان کیا، کہا ہم سے مہدی بن میمون نے واصل سے بیان کیا، انہوں نے ابووائل سے، انہوں نے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے کہ انہوں نے ایک شخص کو دیکھا جو رکوع اور سجدہ پوری طرح نہیں کرتا تھا۔ جب وہ نماز پڑھ چکا تو انہوں نے اس سے فرمایا کہ تو نے نماز ہی نہیں پڑھی۔ ابووائل نے کہا کہ مجھے یاد آتا ہے کہ حذیفہ نے یہ فرمایا کہ اگر تم مر گئے تو تمہاری موت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے

طریق پر نہیں ہو گی۔

۱۳۳۔ بَابُ السُّجُودِ عَلَى سَبْعَةِ أَعْظُمٍ:

باب: سات ہڈیوں پر سجدے کرنا

۸۰۹: حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، «أُمِرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَسْجُدَ عَلَى سَبْعَةِ أَعْضَاءٍ، وَلَا يَكُفَّ شَعَرًا وَلَا ثَوْبًا الْجَبْهَةِ وَالْيَدَيْنِ وَالرُّكْبَتَيْنِ وَالرِّجْلَيْنِ».

ہم سے قبیصہ بن عقبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے عمرو بن دینار سے بیان کیا، انہوں نے طاؤس سے، انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے، آپ نے بتلایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سات اعضاء پر سجدہ کا حکم دیا گیا، اس طرح کہ نہ بالوں کو اپنے سمیٹتے نہ کپڑے کو (وہ سات اعضاء یہ ہیں) پیشانی (مع ناک) دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے اور دونوں پاؤں۔

أعظم سے مراد وہ سات اعضاء ہیں جو اس حدیث میں ذکر ہیں جو اس باب کے تحت آئے ہیں ورنہ ایک ایک عضو میں کئی کئی ہڈیاں ہوتی ہیں ہاتھ کی ہر انگلی میں تین تین ہیں اس طرح پاؤں اور گھٹنوں میں ہیں۔

قولہ والیدین ہاتھوں سے مراد ہاتھوں کی ہتھیلیاں ہیں جیسا کہ مسلم کی حدیث میں "الکفین[1]" کا لفظ آتا ہے۔

قولہ "والرجلین" نسائی وغیرہ میں "أطراف القدمین" آتا ہے[2]۔ جس سے "الرجلین" کی مراد واضح ہو جاتی ہے۔

قولہ ولایکف شعرًا ولا ثوبًا ایک حدیث میں "ولا نکفت الثیاب والشعر[3]" آتا ہے۔ کف اور کفت دونوں کا معنی ضمّ یعنی ملانا ہے۔ قرآن کریم میں ہے "ألم نجعل الأرض کفاتًا[4]" یعنی زمین کو لوگوں کی زندگی اور موت میں جمع کرنے اور ملانے والی بنایا ہے۔ حدیث مذکور میں اس لفظ سے مراد یہ ہے کہ نماز کی حالت میں اپنے کپڑوں اور بالوں کو جمع اور اکٹھا نہ کیا جائے تاکہ وہ بھی سجدہ کرنے میں شامل ہوں۔ اور انہیں اکٹھا کرنا تکبر کی علامت بھی ہے جس سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے حافظ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ بالوں اور کپڑے کو سمیٹ کر نماز نہ پڑھے نماز سے پہلے اگر انہیں اکٹھا کیا ہو تو نماز نہیں پڑھنی چاہیئے بلکہ انہیں کھولے، اسی طرح نماز کے دوران بھی انہیں سمیٹنا یا جمع کرنا جائز نہیں ہے۔

۸۱۰ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ

---

1. مسلم (۲۲۷) ۴۹۰ ج ۱ ص ۳۵۴۔
2. نسائی ۱۰۹۷ ج ۲ ص ۲۰۹۔
3. بخاری ۸۱۲ ج ۱ ص ۱۶۲۔
4. المرسلات: ۲۵۔

عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ: «أُمِرْنَا أَنْ نَسْجُدَ عَلَى سَبْعَةِ أَعْظُمٍ وَلَا نَكُفَّ ثَوْبًا وَلَا شَعَرًا».

ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے شعبہ نے، انہوں نے عمرو سے، انہوں نے طاؤس سے، انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے، انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمیں سات اعضاء پر اس طرح سجدہ کا حکم ہوا ہے کہ ہم نہ بال سمیٹیں نہ کپڑے۔

۸۱۱ حَدَّثَنَا آدَمُ، حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيدَ الْخَطْمِيِّ، حَدَّثَنَا الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ وَهُوَ غَيْرُ كَذُوبٍ، قَالَ: كُنَّا نُصَلِّي خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَإِذَا قَالَ: «سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، لَمْ يَحْنِ أَحَدٌ مِنَّا ظَهْرَهُ حَتَّى يَضَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَبْهَتَهُ عَلَى الْأَرْضِ».

ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اسرائیل نے ابواسحاق سے بیان کیا، انہوں نے عبداللہ بن یزید سے، انہوں نے کہا کہ ہم سے براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، وہ جھوٹ نہیں بول سکتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھتے تھے۔ جب آپ «سمع اللہ لمن حمدہ» کہتے (یعنی رکوع سے سر اٹھاتے) تو ہم میں سے کوئی اس وقت تک اپنی پیٹھ نہ جھکاتا جب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پیشانی زمین پر نہ رکھ دیتے۔

۱۳۴۔ بَابُ السُّجُودِ عَلَى الْأَنْفِ:

باب: سجدہ میں ناک بھی زمین سے لگانا

۸۱۲: حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أُمِرْتُ أَنْ أَسْجُدَ عَلَى سَبْعَةِ أَعْظُمٍ عَلَى الْجَبْهَةِ، وَأَشَارَ بِيَدِهِ عَلَى أَنْفِهِ وَالْيَدَيْنِ وَالرُّكْبَتَيْنِ وَأَطْرَافِ الْقَدَمَيْنِ وَلَا نَكْفِتَ الثِّيَابَ وَالشَّعَرَ».

ہم سے معلی بن اسد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے وہیب بن خالد نے بیان کیا، انہوں نے عبداللہ بن طاؤس سے، انہوں نے اپنے باپ سے، انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے سات اعضاء پر سجدہ کرنے کا حکم ہوا ہے۔ پیشانی پر اور اپنے ہاتھ سے ناک کی طرف اشارہ کیا اور دونوں ہاتھ اور دونوں گھٹنے اور دونوں پاؤں کی انگلیوں پر۔ اس طرح کہ ہم نہ کپڑے سمیٹیں نہ بال۔

بعض الناس کہتے ہیں کہ ناک اور ماتھا مل کر ایک عضو ہے اس لئے جو چاہے لگالے۔ لیکن حدیث مذکور سے معلوم

ہوتا ہے کہ ناک ضرور لگانا چاہیئے۔ باقی رہا ماتھا تو وہ سجدہ کے مفہوم میں داخل ہے کیونکہ سجدہ ماتھا لگانے کو کہتے ہیں اور سجدہ سے مراد ہے "وضع الجبهة على الأرض" اور ناک کا زمین پر لگانا حدیث سے ثابت ہے۔ اور یہ کہنا کہ دونوں مل کر ایک ہیں لہذا ایک بھی لگا سکتا ہے یہ عقلی اختراع ہے۔ مصنف عبدالرزاق اور بیہقی وغیرہ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "لاتقبل صلوة لايمس منها الأنف مايمس الجبين"[1] حافظ نے مستدرک حاکم کی روایت نقل کی ہے "لاصلوة لمن لم يمس أنفه الأرض" لہذا ماتھا لگانا لغۃً سجدہ سے ثابت ہے۔ اور ناک لگانا حدیث سے ثابت ہے اس لئے ان میں سے ایک پر اکتفاء درست نہیں ہے۔ حنفی تو یہ بھی کہتے ہیں کہ ایک ماتھا لگ جائے اور ایک گھٹنا لگ جائے تو کافی ہے۔ لیکن یہ بہت مشکل ہے کہ ایک گھٹنا ماتھے کے ساتھ رکھا ہو اور دونوں پاؤں اور ایک گھٹنا اٹھایا ہوا ہو۔ یہ دشوار ہے۔

۱۳۵۔ بَابُ السُّجُودِ عَلَى الأَنْفِ وَالسُّجُودِ عَلَى الطِّينِ:

باب: سجدہ کرتے ہوئے کیچڑ میں بھی ناک زمین پر لگانا

۸۱۳ حَدَّثَنَا مُوسَى، قَالَ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، قَالَ: انْطَلَقْتُ إِلَى أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، فَقُلْتُ: أَلَا تَخْرُجُ بِنَا إِلَى النَّخْلِ نَتَحَدَّثُ. فَخَرَجَ. فَقَالَ: قُلْتُ: حَدِّثْنِي مَا سَمِعْتَ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ، قَالَ: «اعْتَكَفَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرَ الْأُوَلِ مِنْ رَمَضَانَ وَاعْتَكَفْنَا مَعَهُ. فَأَتَاهُ جِبْرِيلُ. فَقَالَ: إِنَّ الَّذِي تَطْلُبُ أَمَامَكَ فَاعْتَكَفَ الْعَشْرَ الْأَوْسَطَ فَاعْتَكَفْنَا مَعَهُ، فَأَتَاهُ جِبْرِيلُ، فَقَالَ: إِنَّ الَّذِي تَطْلُبُ أَمَامَكَ. فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطِيبًا صَبِيحَةَ عِشْرِينَ مِنْ رَمَضَانَ. فَقَالَ: مَنْ كَانَ اعْتَكَفَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلْيَرْجِعْ فَإِنِّي أُرِيتُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ وَإِنِّي نُسِّيتُهَا وَإِنَّهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ فِي وِتْرٍ. وَإِنِّي رَأَيْتُ كَأَنِّي أَسْجُدُ فِي طِينٍ وَمَاءٍ وَكَانَ سَقْفُ الْمَسْجِدِ جَرِيدَ النَّخْلِ وَمَا نَرَى فِي السَّمَاءِ شَيْئًا. فَجَاءَتْ قَزَعَةٌ فَأُمْطِرْنَا فَصَلَّى بِنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى رَأَيْتُ أَثَرَ الطِّينِ وَالْمَاءِ عَلَى جَبْهَةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَرْنَبَتِهِ تَصْدِيقَ رُؤْيَاهُ».

ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ہمام بن یحییٰ نے یحییٰ بن ابی کثیر سے بیان کیا، انہوں نے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے، انہوں نے بیان کیا کہ میں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے عرض کی کہ فلاں نخلستان میں کیوں نہ چلیں سیر بھی کریں گے اور کچھ باتیں بھی کریں گے۔ چنانچہ آپ تشریف لے چلے۔ ابوسلمہ نے بیان کیا کہ میں نے راہ میں کہا کہ شب

[1] السنن الکبریٰ للبیہقی ۲۶۵۲، ۲۶۵۴۔ مصنف عبدالرزاق ۲۹۸۲ (بمعناہ)

قدر سے متعلق آپ نے اگر کچھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے تو اسے بیان کیجئے۔ انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے پہلے عشرے میں اعتکاف کیا اور ہم بھی آپ کے ساتھ اعتکاف میں بیٹھ گئے، لیکن جبرائیل علیہ السلام نے آکر بتایا کہ آپ جس کی تلاش میں ہیں (شب قدر) وہ آگے ہے۔ چنانچہ آپ نے دوسرے عشرے میں بھی اعتکاف کیا اور آپ کے ساتھ ہم نے بھی۔ جبرائیل علیہ السلام دوبارہ آئے اور فرمایا کہ آپ جس کی تلاش میں ہیں وہ (رات) آگے ہے۔ پھر آپ نے بیسویں رمضان کی صبح کو خطبہ دیا۔ آپ نے فرمایا کہ جس نے میرے ساتھ اعتکاف کیا ہو وہ دوبارہ کرے۔ کیونکہ شب قدر مجھے معلوم ہو گئی لیکن میں بھول گیا اور وہ آخری عشرہ کی طاق راتوں میں ہے اور میں نے خود کو کیچڑ میں سجدہ کرتے دیکھا۔ مسجد کی چھت کھجور کی ڈالیوں کی تھی۔ مطلع بالکل صاف تھا کہ اتنے میں ایک پتلا سا بادل کا ٹکڑا آیا اور برسنے لگا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو نماز پڑھائی اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی اور ناک پر کیچڑ کا اثر دیکھا۔ آپ کا خواب سچا ہو گیا۔

یہ ترجمہ باب پہلے سے خاص ہے اور یہ باب سجدہ کی حالت میں ناک زمین پر لگانے کی تاکید کے لئے لایا گیا ہے کیونکہ آپ نے کیچڑ کے باوجود ناک اور ماتھا زمین پر لگائے ہیں تو کیچڑ نہ ہونے کی صورت میں بالاَولی ماتھے کے ساتھ ناک بھی لگانا چاہیئے۔

قوله حتی رایت أثر الطين والماء اس سے معلوم ہوا کہ سجدہ کی حالت میں ماتھا اور ناک دونوں زمین پر لگانا واجب ہے۔

۱۳۶-بَابُ عَقْدِ الثِّيَابِ وَشَدِّهَا وَمَنْ ضَمَّ إِلَيْهِ ثَوْبَهُ إِذَا خَافَ أَنْ تَنْكَشِفَ عَوْرَتُهُ:

باب: (نماز میں) کپڑوں میں گرہ لگانا اور باندھنا کیسا ہے اور جو شخص شرمگاہ کے کھل جانے کے خوف سے کپڑے کو جسم سے لپیٹ لے تو کیا حکم ہے؟

اس باب سے اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ نمازی کا اضطراری حالت میں کپڑے کو جمع کرنا اور اسے باندھ لینا جائز ہے۔ اور "ولا نكف ثوبًا ولا شعرًا" کی ممانعت تب ہے جبکہ اضطرار اور مجبوری کے بغیر کپڑے کو سمیٹا جائے۔ اگر کپڑا تنگ ہو اور ننگا ہونے کا اندیشہ ہو تو اسے باندھا اور سمیٹا جا سکتا ہے۔

۸۱٤ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: «كَانَ النَّاسُ يُصَلُّونَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُمْ عَاقِدُو أُزْرِهِمْ مِنَ الصِّغَرِ عَلَى رِقَابِهِمْ، فَقِيلَ لِلنِّسَاءِ: لَا تَرْفَعْنَ رُءُوسَكُنَّ حَتَّى يَسْتَوِيَ الرِّجَالُ جُلُوسًا».

ہم سے محمد بن کثیر نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں سفیان نے ابو حازم سلمہ بن دینار کے واسطے سے خبر دی،

انہوں نے سہل بن سعد سے، انہوں نے کہا کہ کچھ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تہبند چھوٹے ہونے کی وجہ سے انہیں گردنوں سے باندھ کر نماز پڑھتے تھے اور عورتوں سے کہہ دیا گیا تھا کہ جب تک مرد اچھی طرح بیٹھ نہ جائیں تم اپنے سروں کو (سجدہ سے) نہ اٹھاؤ۔

۱۳۷۔ بَابُ لَا يَكُفُّ شَعَرًا:

باب: اس بارے میں کہ نمازی (سجدے میں) بالوں کو نہ سمیٹے

۸۱۵:حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ وَهُوَ ابْنُ زَيْدٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابن عَبَّاس، قَالَ: «أُمِرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَسْجُدَ عَلَى سَبْعَةِ أَعْظُمٍ وَلَا يَكُفَّ ثَوْبَهُ وَلَا شَعَرَهُ».

ہم سے ابوالنعمان محمد بن فضل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے عمرو بن دینار سے بیان کیا، انہوں نے طاؤس سے، انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے، آپ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم تھا کہ سات ہڈیوں پر سجدہ کریں اور بال اور کپڑے نہ سمیٹیں۔

یہ باب عام ہے کہ بال سمیٹنے کا کام نماز کے اندر بھی نہیں کرنا چاہیئے اور نماز سے پہلے یہ کام کر کے بھی نماز شروع نہیں کرنی چاہیئے۔ اور اس ترجمہ باب کی سجدے کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ بال بھی نمازی کے سر کے ساتھ سجدہ کرتے ہیں اور یہ تب ہوگا جبکہ انہیں سمیٹا نہ جائے۔ سنن ابی داؤد میں ہے "ان أبا رافع رأى الحسن بن علي يصلي قد غرز ضفره فی قفاه فحلها وقال: سمعت رسول الله ﷺ يقول: ذلك كفل الشيطان يعنى مقعد الشيطان"۔[1]

۱۳۸۔بَابُ لَا يَكُفُّ ثَوْبَهُ فِي الصَّلَاةِ:

باب: اس بیان میں کہ نماز میں کپڑا نہ سمیٹنا چاہیے

۸۱۶ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «أُمِرْتُ أَنْ أَسْجُدَ عَلَى سَبْعَةٍ لَا أَكُفُّ شَعَرًا وَلَا ثَوْبًا».

ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابوعوانہ وضاح نے، عمرو بن دینار سے بیان کیا، انہوں نے طاؤس سے، انہوں نے ابن عباس سے، انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے سات ہڈیوں پر اس طرح سجدہ کا حکم ہوا ہے کہ نہ بال سمیٹوں اور نہ کپڑے۔

[1] سنن ابی داؤد ۶۴۶ (حسن)

۱۳۹۔بَابُ التَّسْبِيحِ وَالدُّعَاءِ فِي السُّجُودِ:

باب: سجدہ میں تسبیح اور دعا کا بیان

۸۱۷ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ سُفْيَانَ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَنْصُورٌ، عَنْ مُسْلِمٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّهَا قَالَتْ: «كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ أَنْ يَقُولَ فِي رُكُوعِهِ وَسُجُودِهِ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي يَتَأَوَّلُ الْقُرْآنَ».

ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحیٰی بن سعید قطان نے، سفیان ثوری سے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے منصور بن معتمر نے مسلم بن صبیح سے بیان کیا، انہوں نے مسروق سے، ان سے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ اور رکوع میں اکثر یہ پڑھا کرتے تھے۔ «سبحانک اللّٰھم ربنا وبحمدک، اللّٰھم اغفرلی» (اس دعا کو پڑھ کر) آپ قرآن کے حکم پر عمل کرتے تھے۔

۱۴۰ ۔ بَابُ الْمُكْثِ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ:

باب: دونوں سجدوں کے بیچ میں ٹھہرنا

۸۱۸: حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ أَنَّ مَالِكَ بْنَ الْحُوَيْرِثِ قَالَ لِأَصْحَابِهِ: أَلَا أُنَبِّئُكُمْ صَلَاةَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «وَذَاكَ فِي غَيْرِ حِينِ صَلَاةٍ، فَقَامَ ثُمَّ رَكَعَ فَكَبَّرَ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَقَامَ هُنَيَّةً، ثُمَّ سَجَدَ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ هُنَيَّةً فَصَلَّى صَلَاةَ عَمْرِو بْنِ سَلِمَةَ شَيْخِنَا هَذَا، قَالَ أَيُّوبُ: كَانَ يَفْعَلُ شَيْئًا لَمْ أَرَهُمْ يَفْعَلُونَهُ، كَانَ يَقْعُدُ فِي الثَّالِثَةِ وَالرَّابِعَةِ.

ہم سے ابوالنعمان محمد بن فضل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے ایوب سختیانی سے بیان کیا، انہوں نے ابوقلابہ عبداللہ بن زید سے، کہ مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ میں تمہیں نبی کریم ﷺ کی نماز کیوں نہ سکھاوٴں۔ ابوقلابہ نے کہا یہ نماز کا وقت نہیں تھا (مگر آپ ہمیں سکھانے کے لیے) کھڑے ہوئے۔ پھر رکوع کیا اور تکبیر کہی پھر سر اٹھایا اور تھوڑی دیر کھڑے رہے۔ پھر سجدہ کیا اور تھوڑی دیر کے لیے سجدہ سے سر اٹھایا اور پھر سجدہ کیا اور سجدہ سے تھوڑی دیر کے لیے سر اٹھایا۔ انہوں نے ہمارے شیخ عمرو بن سلمہ کی طرح نماز پڑھی ایوب سختیانی نے کہا کہ وہ عمرو بن سلمہ نماز میں ایک ایسی چیز کیا کرتے تھے کہ دوسرے لوگوں کو اس طرح کرتے میں نے نہیں دیکھا۔ آپ تیسری یا چوتھی رکعت پر (سجدہ سے فارغ ہو کر کھڑے ہونے سے پہلے) بیٹھتے تھے۔ (یعنی جلسہ استراحت کرتے تھے)۔

۸۱۹ قَالَ: فَأَتَيْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَقَمْنَا عِنْدَهُ، فَقَالَ: لَوْ رَجَعْتُمْ إِلَى أَهْلِيكُمْ صَلُّوا صَلَاةَ كَذَا، فِي حِينِ كَذَا صَلُّوا صَلَاةَ كَذَا، فِي حِينِ كَذَا فَإِذَا

حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَلْيُؤَذِّنْ أَحَدُكُمْ وَلْيَؤُمَّكُمْ أَكْبَرُكُمْ».
(پھر نماز سکھلانے کے بعد مالک بن حویرث نے بیان کیا کہ) ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں ٹھہرے رہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (بہتر ہے) تم اپنے گھروں کو واپس جاؤ۔ دیکھو یہ نماز فلاں وقت اور یہ نماز فلاں وقت پڑھنا۔ جب نماز کا وقت ہو جائے تو ایک شخص تم میں سے اذان دے اور جو تم میں بڑا ہو وہ نماز پڑھائے۔

٨٢٠ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الزُّبَيْرِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنِ الْبَرَاءِ، قَالَ: «كَانَ سُجُودُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرُكُوعُهُ وَقُعُودُهُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ قَرِيبًا مِنَ السَّوَاءِ».
ہم سے محمد بن عبدالرحیم صاعقہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابواحمد محمد بن عبداللہ زبیری نے کہا کہ ہم سے مسعر بن کدام نے حکم عتیبہ کوفی سے انہوں نے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے انہوں نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سجدہ، رکوع اور دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنے کی مقدار تقریباً برابر ہوتی تھی۔

٨٢١ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: إِنِّي لَا آلُو أَنْ أُصَلِّيَ بِكُمْ كَمَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِنَا، قَالَ ثَابِتٌ: «كَانَ أَنَسٌ يَصْنَعُ شَيْئًا لَمْ أَرَكُمْ تَصْنَعُونَهُ، كَانَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ قَامَ حَتَّى يَقُولَ الْقَائِلُ قَدْ نَسِيَ، وَبَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ حَتَّى يَقُولَ الْقَائِلُ قَدْ نَسِيَ».
ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے ثابت سے بیان کیا، انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے فرمایا کہ میں نے جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا تھا بالکل اسی طرح تم لوگوں کو نماز پڑھانے میں کسی قسم کی کوئی کمی نہیں چھوڑتا ہوں۔ ثابت نے بیان کیا کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ ایک ایسا عمل کرتے تھے جسے میں تمہیں کرتے نہیں دیکھتا۔ جب وہ رکوع سے سر اٹھاتے تو اتنی دیر تک کھڑے رہتے کہ دیکھنے والا سمجھتا کہ بھول گئے ہیں اور اسی طرح دونوں سجدوں کے درمیان اتنی دیر تک بیٹھتے رہتے کہ دیکھنے والا سمجھتا کہ بھول گئے ہیں۔

شرح بخاری

امام احمد رحمہ اللہ کا قول ہے کہ دو سجدوں کے درمیان بیٹھے ہوئے کم از کم ایک دفعہ "ربّ اغفرلي" پڑھنا چاہیئے۔ جیسا کہ ان کا قول تسبیحات کے بارہ میں ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ اس بارہ میں کوئی حدیث نہیں لائے۔ صرف "المکث بین السجدتین" پر اکتفاء کیا ہے۔ کیونکہ اس بارہ میں کوئی ایسی حدیث نہیں تھی جو ان کی شرط پر ہو۔ مگر مکث

بدونِ دعاء یابدون ذکر شریعت میں نہیں ہے کہ بغیر کسی ذکر یادعاء کے اوپر نیچے ہوتا رہے۔ گویابین السجدتین دعاء التزاماً ثابت ہوجاتی ہے باقی رہاجلسہ استراحت تواس میں اتنا مکث نہیں ہوتا کہ اس میں ذکر یادعاء کی جاسکے۔

قوله کان یقعد فی الثالثة أو الرابعة یہ راوی کی شک ہے اور مراد اس سے جلسہ استراحت کو بیان کرنا ہے جو پہلی اور دوسری رکعت کے درمیان اور تیسری اور چوتھی رکعت کے درمیان ہوتا ہے۔ اور اس عبارت کا معنٰی یہ ہوگا۔ کان یقعد فی آخر الثالثة أو فی أول الرابعة یعنی تیسری رکعت کے آخر میں بیٹھتے یاچوتھی رکعت کے شروع میں۔

۱۴۱۔بَابُ لاَ يَفْتَرِشُ ذِرَاعَيْهِ فِي السُّجُودِ:

باب: اس بارے میں کہ نمازی سجدہ میں اپنے دونوں بازوؤں کو (جانور کی طرح) زمین پر نہ بچھائے

وَقَالَ أَبُو حُمَيْدٍ: سَجَدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوَضَعَ يَدَيْهِ غَيْرَ مُفْتَرِشٍ وَلَا قَابِضِهِمَا.

اور ابوحمید نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے سجدہ کیا اور دونوں ہاتھ زمین پر رکھے بازو نہیں بچھائے نہ ان کو پہلو سے ملایا۔

۸۲۲ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: سَمِعْتُ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «اعْتَدِلُوا فِي السُّجُودِ، وَلَا يَبْسُطْ أَحَدُكُمْ ذِرَاعَيْهِ انْبِسَاطَ الْكَلْبِ».

ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے محمد بن جعفر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے قتادہ سے سنا، انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے انہوں نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سجدہ میں اعتدال کو ملحوظ رکھو اور اپنے بازو کتوں کی طرح نہ پھیلایا کرو۔

۱۴۲۔ بَابُ مَنِ اسْتَوَى قَاعِدًا فِي وِتْرٍ مِنْ صَلَاتِهِ ثُمَّ نَهَضَ:

باب: اس شخص کے بارے میں جو شخص نماز کی طاق رکعت (پہلی اور تیسری) میں تھوڑی دیر بیٹھے اور پھر اٹھ جائے

۸۲۳: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ، قَالَ: أَخْبَرَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ اللَّيْثِيُّ، «أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فَإِذَا كَانَ فِي وِتْرٍ مِنْ صَلَاتِهِ لَمْ يَنْهَضْ حَتَّى يَسْتَوِيَ قَاعِدًا».

ہم سے محمد بن صباح نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں ہشیم نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں خالد حذاء نے خبر دی، ابوقلابہ سے، انہوں نے بیان کیا کہ مجھے مالک بن حویرث لیثی رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ

آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب طاق رکعت میں ہوتے تو اس وقت تک نہ اٹھتے جب تک تھوڑی دیر بیٹھ نہ لیتے۔

یعنی جو شخص نماز کی طاق رکعت میں بیٹھ کر پھر اٹھتا ہے اس کی دلیل کیا ہے۔ بخاری رحمہ اللہ مالک بن حویرث کی حدیث لائے ہیں جو جلسہ استراحت کی مشروعیت پر دلالت کرتی ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ اور اھلحدیث اس کے قائل ہیں۔ امام احمد رحمہ اللہ کی اس بارہ میں دو روایات ہیں۔ خلال نے ذکر کیا ہے کہ امام احمد رحمہ اللہ اس کے قائل ہو گئے تھے۔ احناف اس کے قائل نہیں ہیں۔ علامہ عینی نے طحاوی سے نقل کرتے ہوئے کہا ہے کہ أبو حمید ساعدی کی حدیث میں جلسہ استراحت کا ذکر نہیں ہے۔ بلکہ ابوداؤد کی حدیث میں "فقام ولم يتورك[1]" سے اس کی نفی ہوتی ہے۔ لہٰذا مالک بن حویرث کی جلسہ استراحت کے بارہ میں حدیث کو علت پر محمول کیا جائے گا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جلسہ استراحت کسی علت کی وجہ سے کیا ہے۔ ورنہ یہ نماز کی سنت نہیں ہے۔ کیونکہ اگر یہ سنت ہوتا تو اس میں کوئی ذکر مشروع ہوتا۔ لیکن کرمانی نے کہا ہے کہ اصل عدم علت ہے یعنی آپ نے جلسہ استراحت کسی علت اور عذر کی وجہ سے نہیں کیا۔ رہا اس کا کبھی چھوڑنا تو یہ بیان جواز کے لئے ہے۔

۱۴۳۔ بَابُ كَيْفَ يَعْتَمِدُ عَلَى الأَرْضِ إِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَةِ:

باب: اس بارے میں کہ رکعت سے اٹھتے وقت زمین کا کس طرح سہارا لے

٨٢٤ حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، قَالَ:

---

[1] حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی حدیث میں نماز کی طاق رکعت کے بعد بیٹھنے کا اثبات ہے کہ آپ بیٹھ کر پھر اٹھے جبکہ ابوداؤد کی حدیث میں تورّک کی نفی ہے۔ اور تورک سرین پر سہارا لینے کو کہتے ہیں۔ جیسا کہ سنن ابی داؤد میں أبو حمید ساعدی کی حدیث میں آخری التحیات میں بیٹھنے کی کیفیت ذکر کرتے ہوئے تورک کے لفظ آتے ہیں۔ حتى اذا كانت السجدة التي فيها التسليم أخر رجله اليسرىٰ وقعد متورّكًا على شقه الأيسر ثم سلَّم یعنی جب سلام والی رکعت آئی تو وہ بایاں پاؤں آگے نکال کر بائیں سرین پر بیٹھے۔ جب تورک سے مراد بائیں چوتڑ پر بیٹھنا ہے تو جلسہ استراحت میں اس تورک کی نفی ہے ورنہ بیٹھنے کی نفی نہیں بلکہ اسکا اثبات ہے جیسا کہ مالک بن حویرث کی حدیث سے ثابت ہے۔ رہا یہ کہنا کہ ابوحمید کی حدیث میں جلسہ استراحت کا ذکر نہیں ہے تو یہ بھی عجیب استدلال ہے، ابوحمید کی حدیث میں جلسہ استراحت کا ذکر نہ ہونا اس کے عدم کو مستلزم نہیں ہے۔ حضرت ابوحمید کی حدیث میں تو متعدد دیگر چیزوں کا بھی ذکر نہیں ہے کیا ان کی بھی نفی کر دی جائے گی رہا جلسہ استراحت میں کسی ذکر کا مشروع نہ ہونا تو یہ اس لئے کہ جلسہ استراحت مختصر ہوتا ہے جس میں کسی ذکر کی گنجائش نہیں ہے جبکہ بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث مسیئ الصلوٰۃ میں دوسرے سجدہ کے بعد یہ جملہ "ثم ارفع حتى تطمئن جالسًا ٦٢٥١" جلسہ استراحت کی مشروعیت پر دلالت کرتا ہے۔ یعنی دوسرے سجدے سے سر اٹھا کر مطمئن ہو کر بیٹھنے کے بعد پھر دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہوا کریں لہٰذا جلسہ استراحت کی مشروعیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

«جَاءَنَا مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ فَصَلَّى بِنَا فِي مَسْجِدِنَا هَذَا، فَقَالَ: إِنِّي لَأُصَلِّي بِكُمْ وَمَا أُرِيدُ الصَّلَاةَ، وَلَكِنْ أُرِيدُ أَنْ أُرِيَكُمْ كَيْفَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي، قَالَ أَيُّوبُ: فَقُلْتُ لِأَبِي قِلَابَةَ: وَكَيْفَ كَانَتْ صَلَاتُهُ؟ قَالَ: مِثْلَ صَلَاةِ شَيْخِنَا هَذَا يَعْنِي عَمْرَو بْنَ سَلِمَةَ، قَالَ أَيُّوبُ: وَكَانَ ذَلِكَ الشَّيْخُ يُتِمُّ التَّكْبِيرَ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ عَنِ السَّجْدَةِ الثَّانِيَةِ جَلَسَ وَاعْتَمَدَ عَلَى الْأَرْضِ ثُمَّ قَامَ».

ہم سے معلیٰ بن اسد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے وہیب نے بیان کیا، انہوں نے ایوب سختیانی سے، انہوں نے ابوقلابہ سے، انہوں نے بیان کیا کہ مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ ہمارے یہاں تشریف لائے اور آپ نے ہماری اس مسجد میں نماز پڑھائی۔ آپ نے فرمایا کہ میں نماز پڑھا رہا ہوں لیکن میری نیت کسی فرض کی ادائیگی نہیں ہے بلکہ میں صرف تم کو یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ نبی کریم کس طرح نماز پڑھا کرتے تھے۔ ایوب سختیانی نے بیان کیا کہ میں نے ابوقلابہ سے پوچھا کہ مالک رضی اللہ عنہ کس طرح نماز پڑھتے تھے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ ہمارے شیخ عمرو بن سلمہ کی طرح۔ ایوب نے بیان کیا کہ شیخ تمام تکبیرات کہتے تھے اور جب دوسرے سجدہ سے سر اٹھاتے تو تھوڑی دیر بیٹھتے اور زمین کا سہارا لے کر پھر اٹھتے۔

شرح بخاری

قولہ جلس واعتمد علی الارض ثم قام کرمانی نے کہا ہے کہ اس جملہ میں کیفیت کی وضاحت ہے کہ عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ دوسرے سجدے کے بعد اٹھ کر بیٹھ جاتے پھر زمین کا سہارا لیکر کھڑے ہو جاتے۔ گویا اعتماد سے مراد یہ ہے کہ بیٹھنے کے بعد زمین کا سہارا لیکر اٹھے۔ بیٹھے بغیر سہارا لیکر اٹھنا مراد نہیں ہے۔ ابن رشید نے کہا ہے کہ اس سے پہلے باب میں پہلی اور تیسری رکعت سے اٹھتے وقت بیٹھنے کو ثابت کیا ہے۔ اور اس باب میں جلوس کے بعد اعتماد بر زمین کو ذکر کیا ہے۔

۱۴۴۔ بَابُ يُكَبِّرُ وَهُوَ يَنْهَضُ مِنَ السَّجْدَتَيْنِ:

باب: جب دو رکعتیں پڑھ کر اٹھے تو تکبیر کہے

وَكَانَ ابْنُ الزُّبَيْرِ يُكَبِّرُ فِي نَهْضَتِهِ.

اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما تیسری رکعت کے لیے اٹھتے وقت تکبیر کہا کرتے تھے۔

۸۲۵: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْحَارِثِ، قَالَ: «صَلَّى لَنَا أَبُو سَعِيدٍ فَجَهَرَ بِالتَّكْبِيرِ حِينَ رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ وَحِينَ سَجَدَ وَحِينَ رَفَعَ وَحِينَ قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ»، وَقَالَ: هَكَذَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ہم سے یحییٰ بن صالح نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے فلیح بن سلیمان نے، انہوں نے سعید بن حارث سے، انہوں نے کہا کہ ہمیں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی اور جب انہوں نے سجدہ سے سر اٹھایا

تو پکار کر تکبیر کہی پھر جب سجدہ کیا تو ایسا ہی کیا پھر سجدہ سے سر اٹھایا تو بھی ایسا ہی کیا اسی طرح جب دو رکعتیں پڑھ کر کھڑے ہوئے اس وقت بھی آپ نے بلند آواز سے تکبیر کہی اور فرمایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے دیکھا۔

امام مالک کہتے ہیں کہ نمازی جب دو رکعتیں پڑھ کر کھڑا ہو جائے تو قیام کی حالت میں تکبیر کہے کیونکہ یہ تکبیر دوسری دو رکعتوں کے لئے ہے۔ اس لیے کہ شروع میں نماز دو رکعت فرض ہوئی تھی ہجرت کے بعد چار رکعت بنا دی گئی۔ اور دوسرا شفع بڑھا دیا گیا اور تکبیر دوسرے شفع کے لئے ہے اس لئے کھڑے ہو کر تکبیر کہنی چاہیئے۔ لیکن امام بخاری رحمہ اللہ اسکا رد بھی کرتے ہوئے یہ کہنا چاہتے ہیں کہ یہ تکبیر مشترکہ ہے اس لئے اٹھتے ہوئے تکبیر کہنی چاہیئے۔ ترجمہ باب میں "السجدتین" کا لفظ اگر اپنے معنی میں ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر رکعت کے بعد اٹھتے ہوئے تکبیر کہے۔ اور اگر یہ رکعتین کے معنی میں ہو تو یہ اختلافی مسئلہ ہے۔

٨٢٦ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا غَيْلَانُ بْنُ جَرِيرٍ، عَنْ مُطَرِّفٍ، قَالَ: صَلَّيْتُ أَنَا وَعِمْرَانُ صَلَاةً خَلْفَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، «فَكَانَ إِذَا سَجَدَ كَبَّرَ، وَإِذَا رَفَعَ كَبَّرَ، وَإِذَا نَهَضَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ كَبَّرَ»، فَلَمَّا سَلَّمَ أَخَذَ عِمْرَانُ بِيَدِي، فَقَالَ: لَقَدْ صَلَّى بِنَا هَذَا صَلَاةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَوْ قَالَ: لَقَدْ ذَكَّرَنِي هَذَا صَلَاةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے غیلان بن جریر نے بیان کیا، انہوں نے مطرف بن عبد اللہ سے، انہوں نے کہا کہ میں نے اور عمران بن حصین رضی اللہ عنہما نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ آپ نے جب سجدہ کیا، سجدہ سے سر اٹھایا دو رکعتوں کے بعد کھڑے ہوئے تو ہر مرتبہ تکبیر کہی۔ جب آپ نے سلام پھیر دیا تو عمران بن حصین نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ انہوں نے واقعی ہمیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح نماز پڑھائی ہے یا یہ کہا کہ مجھے انہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز یاد دلا دی۔

١٤٥ ـ بَابُ سُنَّةِ الْجُلُوسِ فِي التَّشَهُّدِ:

باب: تشہد میں بیٹھنے کا مسنون طریقہ

وَكَانَتْ أُمُّ الدَّرْدَاءِ تَجْلِسُ فِي صَلَاتِهَا جِلْسَةَ الرَّجُلِ وَكَانَتْ فَقِيهَةً.

ام الدرداء رضی اللہ عنہا فقیہہ تھیں اور وہ نماز میں (بوقت تشہد) مردوں کی طرح بیٹھتی تھیں۔

٨٢٧: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، أَنَّهُ أَخْبَرَهُ، أَنَّهُ كَانَ يَرَى عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَتَرَبَّعُ فِي الصَّلَاةِ إِذَا جَلَسَ فَفَعَلْتُهُ، وَأَنَا يَوْمَئِذٍ حَدِيثُ السِّنِّ فَنَهَانِي عَبْدُ اللهِ بْنُ

عُمَرَ وَقَالَ: «إِنَّمَا سُنَّةُ الصَّلَاةِ أَنْ تَنْصِبَ رِجْلَكَ الْيُمْنَى وَتَثْنِيَ الْيُسْرَى، فَقُلْتُ: إِنَّكَ تَفْعَلُ ذَلِكَ، فَقَالَ: إِنَّ رِجْلَيَّ لَا تَحْمِلَانِي».

ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، انہوں نے امام مالک رحمہ اللہ سے، انہوں نے عبدالرحمٰن بن قاسم کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے عبداللہ بن عبداللہ سے انہوں نے خبر دی کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو وہ ہمیشہ دیکھتے کہ آپ نماز میں چارزانو بیٹھتے ہیں میں ابھی نوعمر تھا میں نے بھی اسی طرح کرنا شروع کر دیا لیکن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس سے روکا اور فرمایا کہ نماز میں سنت یہ ہے کہ (تشہد میں) دایاں پاؤں کھڑا رکھے اور بایاں پھیلادے میں نے کہا کہ آپ تو اسی (میری) طرح کرتے ہیں آپ بولے کہ (کمزوری کی وجہ سے) میرے پاؤں میرا بوجھ نہیں اٹھاپاتے۔

حافظ رحمہ اللہ نے ابن منیر سے نقل کیا ہے کہ یہ ترجمہ باب چھ احکام پر مشتمل ہے۔ ایک یہ کہ ھیأۃ جلوس مطلق جلوس کا غیر ہے دوسرا یہ کہ پہلے تشہد اور آخری تشہد میں بیٹھنے میں فرق ہے۔ تیسرا یہ کہ دوسجدوں کے درمیان بیٹھنا تشہد میں بیٹھنے سے مختلف ہے چوتھا یہ کہ تشہد میں بیٹھنے میں مردوں اور عورتوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ پانچواں ان سب کا سنت ہونا اور چھٹا حکم یہ کہ اھل علم کے عمل کو دلیل بنایا جاسکتا ہے اور یہ تب ہے جبکہ حضرت اُم الدرداء کے اثر کو ترجمہ باب کا جزء بنایا جائے۔

تشہد میں بیٹھنے کی ھیأت کے بارہ میں اختلاف ہے احناف کے ہاں دونوں تشہد میں بائیں پاؤں پر بیٹھنا چاہیئے کیونکہ اس طرح بیٹھنے میں تکلیف اور مشقت زیادہ پائی جاتی ہے۔ والعطایا علی متن البلایا یعنی جتنی مشقت زیادہ اٹھائے گا اس قدر اجر وثواب بھی زیادہ پائے گا۔ اس لئے یہ لوگ افتراش کے قائل ہیں امام مالک رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ دونوں تشہد میں بایاں پاؤں آگے نکال کر پشت پر بیٹھنا چاہیئے۔ اور اسے تورّک کہتے ہیں۔ انہوں نے اسے اس لئے اختیار کیا ہے کہ اس میں سہولت اور آسانی پائی جاتی ہے۔ جس کی وجہ سے خشوع وخضوع زیادہ ہوتا ہے۔ اگر تکلیف کی حالت ہو تو خیال تکلیف کی طرف ہی رہتا ہے۔ یہ ان کی عقلی باتیں ہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ سنت کے مطابق بیٹھنا چاہیئے پھر ان کا سنت میں اختلاف ہے کہ سنت طریقہ کیا ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا کہ ثلاثی یا رباعی نماز میں جس میں دو تشہد ہوتے ہیں فرق کرنا چاہیئے کہ پہلے تشہد میں افتراش کرے اور دوسرے تشہد میں تورّک کرے۔ یعنی پاؤں نکال کر بیٹھے۔ اور ثنائی نماز میں جس میں ایک ہی تشہد ہو تورّک کرے یعنی جس تشہد میں سلام ہو اس میں پاؤں نکال کر بیٹھے یعنی تورّک کرے کیونکہ سلام والا تشہد لمبا ہوتا ہے اس میں آسانی کے لئے پاؤں نکال کر بیٹھنا چاہیئے۔ حنابلہ کے نزدیک جس نماز میں دو تشہد ہوں ان میں فرق کیا جائے گا کہ پہلے تشہد میں افتراش اور دوسرے میں تورّک کرے لیکن اگر نماز میں ایک ہی تشہد ہو تو افتراش ہی کرے یعنی بائیں پاؤں پر بیٹھے۔ کیونکہ اکثر احادیث میں پاؤں نکالنے کا ذکر نہیں آتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ پاؤں پر ہی بیٹھتے تھے۔ رباعی نماز میں چونکہ فرق کرنے کا ذکر آتا ہے لہذا رباعی نماز میں پہلے تشہد میں افتراش اور دوسرے میں تورّک کریں گے۔ لیکن امام

شافعی رحمہ اللہ کا مذھب زیادہ واضح اور یہی راجح ہے۔ کیونکہ ظاہر لفظوں کے مطابق شافعی رحمہ اللہ کا مسلک ہی ہے۔

قولہ و كانت أم الدرداء اس سے مراد ام درداء صغریٰ تابعیہ ہے جس کا نام ھجیمہ ہے، کبریٰ صحابیہ مراد نہیں ہے جس کا نام خیرہ بنت ابی حدرد ہے۔ کیونکہ اُم الدرداء کا یہ اثر مکحول سے مروی ہے اور مکحول کی ملاقات صغریٰ سے ہے کبریٰ سے نہیں۔ اس لئے عینی کا اس سے ام الدرداء کبریٰ مراد لینا درست نہیں ہے۔ اور ام الدرداء صغریٰ تابعیہ ہے اور تابعی کا عمل اگرچہ حجت نہیں ہے لیکن امام بخاری رحمہ اللہ اسے استدلال کے لئے نہیں بلکہ تائید و تقویت کے لئے لائے ہیں۔

قولہ و كانت فقيهةً مغلطائی اور ابن الملقن کی رائے یہ ہے کہ یہ امام بخاری رحمہ اللہ کی کلام ہے۔ لیکن حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ یہ مکحول کی کلام ہے۔ کیونکہ بخاری رحمہ اللہ نے تاریخ صغیر میں اسے مکحول سے ہی روایت کیا ہے۔ احناف عورت کے لئے تورک کے قائل ہیں کہ وہ دونوں تشہد میں پاؤں نکال کر بیٹھے اس باب سے ان کی تردید مقصود ہے۔

قولہ إن رجلي لا تحملاني یہ اس لئے کہ ان کی عمر زیادہ ہوگئی تھی یا اس لئے کہ یہود نے آپ کو مکان سے گرادیا تھا بعض کہتے ہیں کہ انہوں نے سحر یعنی جادو کر دیا تھا۔ جس کی وجہ سے ان کے پاؤں میں خرابی پیدا ہوگئی تھی۔

٨٢٨: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَلْحَلَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ، وَحَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، وَيَزِيدَ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَلْحَلَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ، «أَنَّهُ كَانَ جَالِسًا مَعَ نَفَرٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرْنَا صَلَاةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ أَبُو حُمَيْدٍ السَّاعِدِيُّ: أَنَا كُنْتُ أَحْفَظَكُمْ لِصَلَاةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَيْتُهُ إِذَا كَبَّرَ جَعَلَ يَدَيْهِ حِذَاءَ مَنْكِبَيْهِ، وَإِذَا رَكَعَ أَمْكَنَ يَدَيْهِ مِنْ رُكْبَتَيْهِ ثُمَّ هَصَرَ ظَهْرَهُ فَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ اسْتَوَى حَتَّى يَعُودَ كُلُّ فَقَارٍ مَكَانَهُ، فَإِذَا سَجَدَ وَضَعَ يَدَيْهِ غَيْرَ مُفْتَرِشٍ وَلَا قَابِضِهِمَا وَاسْتَقْبَلَ بِأَطْرَافِ أَصَابِعِ رِجْلَيْهِ الْقِبْلَةَ، فَإِذَا جَلَسَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ جَلَسَ عَلَى رِجْلِهِ الْيُسْرَى وَنَصَبَ الْيُمْنَى، وَإِذَا جَلَسَ فِي الرَّكْعَةِ الْآخِرَةِ قَدَّمَ رِجْلَهُ الْيُسْرَى وَنَصَبَ الْأُخْرَى وَقَعَدَ عَلَى مَقْعَدَتِهِ»، وَسَمِعَ اللَّيْثُ يَزِيدَ بْنَ أَبِي حَبِيبٍ، وَيَزِيدُ مِنْ مُحَمَّدِ بْنِ حَلْحَلَةَ، وَابْنُ حَلْحَلَةَ مِنِ ابْنِ عَطَاءٍ، قَالَ أَبُو صَالِحٍ: عَنِ اللَّيْثِ كُلُّ فَقَارٍ، وَقَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ: عَنْ يَحْيَى بْنِ أَيُّوبَ، قَالَ: حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ أَبِي حَبِيبٍ، أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ عَمْرٍو حَدَّثَهُ كُلُّ فَقَارٍ.

ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا، انہوں نے خالد سے بیان کیا،

ان سے سعید نے بیان کیا، ان سے محمد بن عمرو بن حلحلہ نے بیان کیا، ان سے محمد بن عمرو بن عطاء نے بیان کیا (دوسری سند) اور کہا کہ مجھ سے لیث نے بیان کیا، اور ان سے یزید بن ابی حبیب اور یزید بن محمد نے بیان کیا، ان سے محمد بن عمرو بن حلحلہ نے بیان کیا، ان سے محمد بن عمرو بن عطاء نے بیان کیا کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چند اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا ذکر ہونے لگا تو ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تم سب سے زیادہ یاد ہے میں نے آپ کو دیکھا کہ جب آپ تکبیر کہتے تو اپنے ہاتھوں کو کندھوں تک لے جاتے، جب آپ رکوع کرتے تو گھٹنوں کو اپنے ہاتھوں سے پوری طرح پکڑ لیتے اور پیٹھ کو جھکا دیتے۔ پھر جب رکوع سے سر اٹھاتے تو اس طرح سیدھے کھڑے ہو جاتے کہ تمام جوڑ سیدھے ہو جاتے۔ جب آپ سجدہ کرتے تو آپ اپنے ہاتھوں کو (زمین پر) اس طرح رکھتے کہ نہ بالکل پھیلے ہوئے ہوتے اور نہ سمٹے ہوئے۔ پاؤں کی انگلیوں کے منہ قبلہ کی طرف رکھتے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعتوں کے بعد بیٹھتے تو بائیں پاؤں پر بیٹھتے اور دایاں پاؤں کھڑا رکھتے اور جب آخری رکعت میں بیٹھتے بائیں پاؤں کو آگے کر لیتے اور دائیں کو کھڑا کر دیتے پھر مقعد پر بیٹھتے۔ لیث نے یزید بن ابی حبیب سے اور یزید بن محمد بن حلحلہ سے سنا اور محمد بن حلحلہ نے ابن عطاء سے، اور ابو صالح نے لیث سے «کل فقار مکانہ» نقل کیا ہے اور ابن مبارک نے یحییٰ بن ایوب سے بیان کیا انہوں نے کہا کہ مجھ سے یزید بن ابی حبیب نے بیان کیا کہ محمد بن عمرو بن حلحلہ نے ان سے حدیث میں «کل فقار» بیان کیا۔

صحیح بخاری کی اس حدیث میں حضرت ابو حمید رضی اللہ عنہ کی رکوع کی رفع یدین کا ذکر نہیں ہے۔ سنن ابی داؤد کی حدیث میں ان کی رفع یدین کا ذکر ہے اس حدیث میں جلسہ استراحت کا ذکر ہے۔ اور پہلے تشہد میں افتراش اور دوسرے میں تورک کا ذکر بھی ہے ان میں حنفیہ مخالفت کرتے ہیں لہذا وہ ابوداؤد کی حدیث پر اعتراض کرتے ہیں کہ اس میں عبدالحمید ہے جو کہ قدریہ ہے اور ضعیف ہے۔ قدر کا الزام تو اس پر ہے لیکن اسے ضعیف کہنا درست نہیں ہے۔ محدثین نے اسے ثقہ کہا ہے بخاری کی حدیث میں عبدالحمید نہیں ہے اور اس پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ محمد بن عمرو بن عطاء کی حضرت ابوحمید سے ملاقات نہیں ہے۔ کیونکہ اس واقعہ میں بعض راوی ابو قتادہ کا ذکر کرتے ہیں جیسا کہ ابو داؤد وغیرہ میں ہے۔ اور ابو قتادہ کی وفات کے بعد ان کا جنازہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پڑھایا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ۴۰ھ سے پہلے ان کی وفات ہوئی ہے۔ جبکہ محمد بن عمرو ۴۰ھ کے ماحول میں پیدا ہوا ہے۔ وہ یہاں کس طرح موجود ہو سکتا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ ابوداؤد کی روایت میں محمد بن عمرو اور ابوحمید کے درمیان عباس کا واسطہ بھی ہے۔ اور عطاف کی روایت میں محمد بن عمرو کے بعد "رجل" بھی آتا ہے کہ ایک مرد نے ابوحمید سے سنا ہے۔ یہ طحاوی کا اعتراض ہے۔ حالانکہ اس حدیث میں اس بات کی صراحت ہے کہ وہ اس مجلس میں موجود تھا۔

باقی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جنازہ پڑھانے کے مسئلہ میں ابوقتادہ غلطی سے آگیا ہے۔ دراصل یہ قتادہ ہے کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنازہ کے بعد کہا تھا کہ اس کے بدری ہونے کی وجہ سے میں نے ان کے جنازہ پر زیادہ تکبیریں کہی ہیں۔ اور بدری قتادہ ہیں، ابوقتادہ کو کسی نے بدری شمار نہیں کیا۔ قتادہ پر کسی راوی کی طرف سے "اَبُو" کالفظ بڑھانا غلطی ہے۔ ابوقتادہ تو ۵۵ ہجری یا ۵۶ ہجری میں فوت ہوئے ہیں جبکہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مدینہ میں آئے تھے تو اس وقت ابوقتادہ ان کو ملے۔ معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں فوت ہونے والا قتادہ تھا جو کہ بدری ہے۔ ابوقتادہ بدری نہیں ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اَبُوحمید رضی اللہ عنہ کا واقعہ دو طرح کا ہو۔ ایک مرتبہ ابوحمید موجود تھے اس وقت ابوقتادہ نہیں ہوگا لیکن دوسرے واقعہ میں ابو قتادہ موجود ہوگا۔ تو ایک بالواسطہ اور دوسرا بلاواسطہ روایت کرتا ہے کیونکہ مجلس دو دفعہ جمع ہوئی ہے۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ محمد بن عمرو بن عطاء کی عمر شمار کرنے والے نے غلطی کی ہو یا راوی نے غلط ذکر کیا ہے۔ جیسا کہ حافظ نے کہا ہے انور شاہ نے کہا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ اچھی طرح یاد ہونے کی بنا پر "سمعت" کہہ دیا ہو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ حدیث منقطع ہوئی جبکہ یہ بات درست نہیں ہے۔

اس حدیث میں پہلی رفع یدین کا ذکر ہے اس کے علاوہ باقی رفع یدین کا ذکر نہیں ہے۔ عبدالحمید والی روایت میں باقی رفع یدین کا ذکر بھی ہے۔ لہٰذا بخاری کی روایت میں اختصار پایا جاتا ہے۔ یہ حدیث بھی دو طرح آتی ہے ایک میں ہے کہ انہوں نے نماز پڑھکر دکھائی۔ دوسری میں ہے کہ زبانی بتائی۔ اس لئے وہ ایک روایت کے وقت موجود تھا اور دوسری میں موجود نہیں تھا۔

یہ حدیث امام شافعی رحمہ اللہ کے مسلک کی تائید کرتی ہے کہ پہلے تشہد میں بیٹھنے کی حالت آخری تشہد میں بیٹھنے سے مختلف ہے۔ اور اس میں حکمت یہ ہے کہ پہلے تشہد میں افتراش اور دوسرے میں تورّک کرنے سے رکعات کی تعداد میں شک و شبہ پیدا نہیں ہوتا۔ اور یہ بھی پہلے تشہد کے بعد چونکہ تیسری رکعت کے لئے اٹھنا ہوتا ہے اس لئے بائیں پاؤں پر بیٹھا جاتا ہے۔ اور آخری تشہد میں چونکہ اٹھنے کی حرکت درپیش نہیں ہوتی اس لئے اس میں تورک کیا جاتا ہے۔ اور مسبوق کو نمازیوں کی یہ حالت دیکھ کر معلوم ہوجاتا ہے کہ کتنی رکعتیں پڑھی جاچکی ہیں۔

قولہ اذا جلس فی الرکعۃ الأخرۃ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دو رکعت والی نماز میں تورک کیا جائے گا۔ کیونکہ وہ نماز کی آخری رکعت ہوتی ہے۔ اور حضرت ابوحمید رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کو بیان کرتے ہوئے آخری رکعت میں بایاں پاؤں آگے نکال کر مقعد پر بیٹھے تھے۔

۱۴۶۔ بَابُ مَنْ لَمْ يَرَ التَّشَهُّدَ الأَوَّلَ وَاجِبًا لأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ وَلَمْ يَرْجِعْ:

باب: اس شخص کی دلیل جو پہلے تشہد کو (چار رکعت یا تین رکعت نماز میں) واجب نہیں جانتا (یعنی فرض) کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعتیں پڑھ کر کھڑے ہوگئے اور بیٹھے نہیں

۸۲۹: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ

الرَّحْمَنِ بْنُ هُرْمُزَ مَوْلَى بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، وَقَالَ مَرَّةً مَوْلَى رَبِيعَةَ بْنِ الْحَارِثِ، أَنَّ عَبْدَ اللهِ ابْنَ بُحَيْنَةَ وَهُوَ مِنْ أَزْدِ شَنُوءَةَ وَهُوَ حَلِيفٌ لِبَنِي عَبْدِ مَنَافٍ، وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى بِهِمُ الظُّهْرَ فَقَامَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ لَمْ يَجْلِسْ فَقَامَ النَّاسُ مَعَهُ حَتَّى إِذَا قَضَى الصَّلَاةَ وَانْتَظَرَ النَّاسُ تَسْلِيمَهُ كَبَّرَ وَهُوَ جَالِسٌ. فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يُسَلِّمَ ثُمَّ سَلَّمَ».

ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ شعیب نے ہمیں خبر دی، انہوں نے زہری سے خبر دی، انہوں نے کہا کہ مجھ سے عبدالرحمٰن بن ہرمز نے بیان کیا جو مولی بن عبدالمطلب (یا مولی ربیعہ بن حارث) تھے، کہ عبداللہ بن بحینہ رضی اللہ عنہ جو صحابی رسول اور بنی عبد مناف کے حلیف قبیلہ ازدشنوہ سے تعلق رکھتے تھے، نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ظہر کی نماز پڑھائی اور دو رکعتوں پر بیٹھنے کے بجائے کھڑے ہوگئے، چنانچہ سارے لوگ بھی ان کے ساتھ کھڑے ہوگئے، جب نماز ختم ہونے والی تھی اور لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سلام پھیرنے کا انتظار کر رہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے «اللہ اکبر» کہا اور سلام پھیرنے سے پہلے دو سجدے کئے، پھر سلام پھیرا۔



شرح بخاری

امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک ثلاثی یا رباعی نماز میں پہلا تشہد فرض نہیں ہے۔ جیسا کہ اس حدیث میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ ظہر کی نماز میں بھول کر پہلا تشہد چھوڑ کر تیسری رکعت کے لئے کھڑے ہوگئے۔ اور واپس نہیں لوٹے۔ اگر پہلا تشہد واجب ہوتا تو بیٹھ جاتے۔ جبکہ بیٹھے نہیں تو معلوم ہوا کہ یہ تشہد فرض نہیں بلکہ سنت ہے۔ اور ترجمہ باب میں واجب سے مراد فرض ہے۔ اور محدثین کے نزدیک بلکہ اھل ظاہر، شوافع اور مالکیہ کے نزدیک نماز کے افعال دو قسم کے ہیں۔ بعض فرض ہیں اور بعض سنت ہے۔ احناف کے ہاں واجب ان کے علاوہ ہے۔

امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ پہلا تشہد فرض نہیں ہے۔ اگر فرض ہوتا تو نبی کریم ﷺ واپس لوٹ آتے۔ جیسا کہ اگر کوئی شخص آخری تشہد چھوڑ کر کھڑا ہو جائے اور کھڑا ہونے کے بعد یاد آئے تو سب کے نزدیک سجدہ کرنے سے پہلے اسے بیٹھ جانا چاہیئے۔ اور اگر سجدہ کرنے کے بعد یاد آئے تو احناف کے ہاں اسکی نماز نفلی بن جائے گی۔ ان کا قول ہے "تحوّل فرضه نفلًا" لیکن اس کی احناف کے ہاں کوئی دلیل نہیں ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ظہر کی پانچ رکعتیں پڑھادیں۔ اور سلام پھیرنے کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا اے اللہ کے رسول آپ نے پانچ رکعتیں پڑھادی ہیں۔ تو آپ نے سہو کے دو سجدے کر لیئے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سجدہ سہو سے جبر ہو جاتا ہے۔ انور شاہ نے بھی کہا ہے کہ طبرانی میں صریح روایت آتی ہے کہ آپ تشہد بیٹھنا بھول گئے اور آپ نے سجدہ سہو سے جبر کیا تھا۔ اور انسان جب بھول کر پانچویں رکعت پڑھتا ہے تو تشہد بھول کر ہی پڑھتا ہے کیونکہ اگر تشہد بیٹھ کر اٹھے تو یہی سمجھے گا کہ یہ پہلا تشہد ہے اور بعد میں دو رکعت پڑھے گا یا ایک رکعت پڑھے گا۔ یہ عقلی طور پر معلوم ہو جاتا ہے۔



قوله حتی إذا قضي الصلوٰۃ وانتظر الناس تسليمه اس سے احناف استدلال کرتے ہیں کہ سلام جزوِ نماز نہیں ہے۔ حالانکہ سلام کے جزوِ نماز ہونے کی صریح حدیث آتی ہے "تحريمها التكبير و تحليلها التسليم" اسے وہ نظر انداز کردیتے ہیں۔ حدیث مذکور میں عرفاً سلام کے بغیر باقی نماز پر "قضي الصلوة" بولا گیا ہے۔ بعض روایات میں ولم يبق إلا التسليم[1]" بھی آتا ہے یعنی نماز سے سلام باقی تھا، تو سجدہ سہو ادا کیا۔

۱۴۷۔بَابُ التَّشَهُّدِ فِي الأُولَى:

باب: پہلے قعدہ میں تشہد پڑھنا

۸۳۰: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا بَكْرٌ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَالِكٍ ابْنِ بُحَيْنَةَ، قَالَ: «صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ فَقَامَ وَعَلَيْهِ جُلُوسٌ، فَلَمَّا كَانَ فِي آخِرِ صَلَاتِهِ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ».

قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے بکر بن مضر نے جعفر بن ربیعہ سے بیان کیا، انہوں نے اعرج سے بیان کیا، ان سے عبداللہ بن مالک بن بحینہ رضی اللہ عنہ نے، کہا کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ظہر پڑھائی۔ آپ کو چاہیے تھا بیٹھنا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم (بھول کر) کھڑے ہو گئے پھر نماز کے آخر میں بیٹھے ہی بیٹھے دو سجدے کئے۔

أی باب التشهد فی الجلسة الأولي یعنی قعدہ اور تشہد دونوں سنت ہیں۔ امام احمد اور احناف کے ہاں واجب ہیں۔ حنفی کہتے ہیں کہ عمداً چھوڑنے سے نماز ناقص ہوتی ہے۔ اور سہواً چھوڑنے سے سجدہ سہو سے جبر ہوجاتا ہے۔ جبکہ حنابلہ کے نزدیک عمداً چھوڑنے سے نماز باطل ہوتی ہے۔ حنابلہ اور احناف میں فرق یہ ہے کہ حنابلہ واجب اصلی کے قائل ہیں۔ اور حنفی واجب ثبوتی کے قائل ہیں۔ احناف کے ہاں ایک چیز نبی اکرم ﷺ پر فرض اور بعد والوں پر وہی چیز واجب بن جاتی ہے۔ اس لئے ان کی بات لغو ہے۔ اور حنابلہ کے ہاں جو چیز نبی کریم علیہ السلام پر واجب تھی وہی ہم پر واجب ہے۔ لہذا جس چیز کے بغیر نماز نہیں ہوتی وہ فرض ہے اگر ایسا نہ ہو تو واجب ہے لیکن اس فرق کی بنا پر جن چیزوں کو واجب کہتے ہیں ان کو ثابت کرنا مشکل ہے۔ حنابلہ آٹھ چیزوں کو واجب کہتے ہیں۔ دونوں تشہد کو واجب کہتے ہیں دوسرا رکوع اور سجدے میں ایک ایک مرتبہ تسبیح پڑھنا، تسمیع، تحمید، جلوس بین السجدتین، تکبیرات انتقال۔ اور جلسہ میں "رب اغفرلي" کہنا۔ ان کو وہ واجب کہتے ہیں۔ اگر انہیں سہواً چھوڑ دے تو سجدہ سہو سے جبر ہوجائے گا۔ اور اگر عمداً چھوڑ دے تو نماز باطل ہوجائے گی۔ اور جن چیزوں کو یہ فرض کہتے ہیں وہ شافعیوں کے نزدیک سنت ہیں۔ اور وہ چودہ یا پندرہ چیزوں کو فرض کہتے ہیں اور تسبیحات کو وہ فرض نہیں کہتے۔ اہل ظاہر کے نزدیک ایک دفعہ تسبیح کہنا فرض ہے۔ کیونکہ حدیث میں آتا ہے "اجعلوها فی الرکوع اور اجعلوها فی السجود اس سے

[1] صحیح ابن خزیمہ ۱۰۳۰ ج ۲ ص ۱۱۵۔

معلوم ہوتا ہے کہ تسبیح کہنا ضروری ہے۔ ابن حزم کے نزدیک فرض کے چھوڑنے سے بھی سجدہ سہو آتا ہے۔ اور سنت کی کمی سے کسی کے نزدیک سجدہ سہو نہیں آتا۔ اگر ساری رکعت رہ جائے تو سجدہ سہو سے جبر نہیں ہوسکتا۔ بلکہ رکعت پوری پڑھنی پڑے گی۔ سجدہ نماز کا رکن ہے شافعی کہتے ہیں اس کے چھوڑنے سے بھی سجدہ سہو سے جبر ہوجائیگا کیونکہ سجدہ سہو بھی سجدہ ہی ہوتا ہے لہٰذا اس سے سجدہ چھوڑنے کا جبر ہوجائے گا حنابلہ اس کے قائل نہیں ہیں وہ کہتے ہیں کہ اگر رکن چھوڑ دے تو رکعت پوری پڑھے، سجدہ سہو سے اسکا جبر نہیں ہوگا۔ عام فہم ابن حزم کا مذہب ہے۔ شوافع کے نزدیک سنتیں دو قسم کی ہیں۔ ایک ابعاض نماز اور دوسری غیر ابعاض نماز۔ ابعاض نماز دو سنتیں ہیں۔ ایک تشہد اور دوسری فجر کی نماز میں دعاء قنوت یا نصف رمضان میں نماز وتر کی دعاء قنوت، یہ ابعاض نماز ہیں اگر یہ رہ جائیں تو سجدہ سہو سے جبر ہوجاتا ہے۔

خیر:۔ یہ مسئلہ اختلافی ہے۔ بخاری نے شافعیوں کے مذہب کے مطابق اس کے سنت ہونے کو ترجیح دی ہے۔ حالانکہ اس بارہ میں شوافع کا مذہب صحیح نہیں ہے۔ اور اگر حنابلہ کے فرض اور واجب کے فرق کو مان لیا جائے تو بخاری اس کے قائل نہیں ہیں۔ کیونکہ اس قانون کے اجراء میں بڑا تکلف کرنا پڑتا ہے۔ احناف کا مذہب باطل ہے۔ کیونکہ اس مذہب کے تحت ایک چیز نبی اکرم ﷺ پر فرض تھی لیکن بعد میں واجب بن جاتی ہے۔

۱۴۸۔ بَابُ التَّشَهُّدِ فِي الآخِرَةِ:

باب: آخری قعدہ میں تشہد پڑھنا

۸۳۱: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ، عَنْ شَقِيقِ بْنِ سَلَمَةَ، قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللهِ: كُنَّا إِذَا صَلَّيْنَا خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قُلْنَا السَّلَامُ عَلَى جِبْرِيلَ، وَمِيكَائِيلَ، السَّلَامُ عَلَى فُلَانٍ وَفُلَانٍ، فَالْتَفَتَ إِلَيْنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: «إِنَّ اللهَ هُوَ السَّلَامُ، فَإِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ فَلْيَقُلِ التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ، السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ، السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِينَ. فَإِنَّكُمْ إِذَا قُلْتُمُوهَا أَصَابَتْ كُلَّ عَبْدٍ لِلَّهِ صَالِحٍ فِي السَّمَاءِ وَالأَرْضِ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ».

ہم سے ابونعیم فضل بن دکین نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اعمش نے شقیق بن سلمہ سے بیان کیا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تو کہتے (ترجمہ) سلام ہو جبرائیل اور میکائیل پر سلام ہو فلاں اور فلاں پر (اللہ پر سلام) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اللہ تو خود سلام ہے۔ (تم اللہ کو کیا سلام کرتے ہو) اس لیے جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو یہ کہے «التحيات لله، والصلوات والطيبات، السلام عليك أيها النبي ورحمة الله وبركاته، السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين» تمام آداب

بندگی، تمام عبادات اور تمام بہترین تعریفیں اللہ کے لیے ہیں۔ آپ پر سلام ہو اے نبی اور اللہ کی رحمتیں اور اس کی برکتیں ہم پر سلام اور اللہ کے تمام صالح بندوں پر سلام۔ جب تم یہ کہو گے تو تمہارا سلام آسمان وزمین میں جہاں کوئی اللہ کا نیک بندہ ہے اس کو پہنچ جائے گا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد اس کے بندے اور رسول ہیں۔

قولہ التحیات للہ والصلوٰت والطیبات۔ التحیات جمع ہے تحیّۃ کی، اور تحیہ حیات سے ہے جس کا معنٰی بقاء ہے یعنی زندگی اور بقاء اللہ تعالی کے لئے ہے کسی اور کے لئے نہیں۔ بعض نے کہا ہے تحیّۃ سے مراد وہ ادبی کلمات ہیں جو کسی سے ملاقات کے وقت کہے جاتے ہیں۔ لوگ جب اپنے بادشاہ سے ملاقات کرتے تو أبیت اللعن جیسے کلمات بولتے تھے۔ ایسے کلمات اللہ تعالی کے لئے مراد نہیں ہوسکتے۔ اللہ سبحانہ وتعالی کے لئے وہی کلمات مراد ہیں جو اس کی عظمت کے مطابق ہوں۔ اس لئے اس کا معنی عبادات قولیہ کرتے ہیں کیونکہ یہ عبادات زبان سے ادا ہوتی ہیں یعنی تمام زبانی عبادات اللہ تعالی کے لئے ہیں اور یہ دراصل حاصل معنٰی ہوتا ہے۔

الصلوٰت صلوٰۃ کی جمع ہے جس کا معنٰی رحمت ہوتا ہے۔ اور نماز بھی اسکا معنٰی ہے اور نماز میں چونکہ اعضاء کی حرکت پائی جاتی ہے اس لئے اس سے بدنی عبادات مراد لیتے ہیں۔ اس سے مقصود پانچ نمازیں ہیں یا یہ فرائض ونوافل سب کو شامل ہے۔ اور "الطیبات" اس سے ستھرے کلمات مراد ہیں۔ اور ستھری چیزوں پر بولا جاتا ہے اس لئے اس سے زکوٰۃ مراد لیتے ہیں۔ اور اس کا معنٰی عبادات مالیہ کیا جاتا ہے۔

قولہ السلام علیك أیها النبی یہ علی سبیل الاختصاص منصوب ہے۔ أی أخص النبی اس صورت میں اس سے پہلے حرف ندا محذوف نہیں ہوگا۔ الفیہ میں اس کی مثال أرجونی أیها الفتیٰ دی گئی ہے۔ اور اختصاص اور نداء میں فرق ہوتا ہے۔ ویسے حکم دونوں کا ایک ہوتا ہے۔ جبکہ یہ منصوب علی سبیل الاختصاص ہے تو اسے منادیٰ سمجھ کر اس سے استدلال کرنا درست نہیں ہے۔ اور علیک میں استحضار خیالی مراد ہوتا ہے۔ جیسا کہ اهدنا الصراط المستقیم صراط الذین أنعمت علیهم میں انبیاء کرام کا تصور ذہن میں آجاتا ہے۔ اور استحضار خیالی ہوتا ہے اور خطاب میں استحضار خیالی امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے قول کے مطابق ہے۔ ایسے ہی "أیها النبی" اگر منادیٰ ہوتو اس سے استحضار خیالی مراد ہوگا یہ بات نہیں کہ منادیٰ ماننے سے آپ حاضر وناظر ہوجاتے ہیں بلکہ استحضار خیالی ہوگا۔ یعنی خیال میں کسی کو حاضر جان کر اس کو مخاطب کرنا جیسا کہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ جبریل علیہ السلام نے نبی کریم علیہ السلام کو حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے کی خبر دی تو آپ نے فرمایا "السلام علیك یاخبیب" حالانکہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نہ حاضر تھے اور نہ ہی سن رہے تھے لہذا خطاب میں حاضر ہونا ضروری نہیں ہے۔ بعض دفعہ استحضار خیالی کی بنا پر یہ لفظ بولے جاتے ہیں۔

امام مالک رحمہ اللہ کا مذہب یہ ہے کہ تشہد میں "السلام علی النبی" پڑھنا چاہیئے۔ دراصل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دو طرح کا تشہد مروی ہے۔ ایک میں السلام علیك ایها النبی آتا ہے اور ایک میں السلام علی النبی مروی

ہے۔ جیسا کہ مؤطا میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے تشہد میں السلام علی النبی آتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دو تشہد سکھائے گئے ہیں۔ ایک تشہد ان لوگوں کے لئے جو آپ کے پیچھے نماز ادا کرتے تھے۔ وہ السلام علیك أیها النبی پڑھتے تھے اور جو لوگ آپ سے غائب نماز ادا کرتے تھے وہ السلام علی النبی پڑھتے تھے۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سب نے السلام علی النبی پڑھنا شروع کر دیا۔ ایک حدیث میں یہ بھی مروی ہے کہ آپ تشہد ایسے سکھاتے تھے جیسے کوئی سورت سکھائی جاتی ہے۔ بعض اس سے استدلال کرتے ہیں کہ یہ الفاظ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئے ہیں گویا یہ الہامی کلمات ہیں اس لئے اس سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے کا استدلال نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ الفاظ جس طرح سکھائے گئے ہیں اسی طرح ہی پڑھے جاتے ہیں۔ مرقات میں ہے [1] کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام جب معراج کے لئے گئے تو آپ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کہا "التحیات للہ والصلوٰت والطیبات" اسکے جواب میں نبی علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا "السلام علیك أیها النبی ورحمة الله وبركاته" اور فرشتوں نے کہا "السلام علینا وعلی عباد الله الصالحین" پھر سب نے کہا "أشهد ان لا إله إلا الله وأشهد أن محمدًا عبدہٗ ورسولہٗ" اور نماز بھی مسلمان کی معراج ہے۔ لہٰذا جو باتیں معراج کے وقت ہوئی تھیں تو انہیں اختصار کے ساتھ نماز میں رکھ دیا گیا ہے۔ زرقانی نے بھی ایسا ہی لکھا ہے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا تشہد سند کے اعتبار سے اَقوی ہے بعض نے اسے اختیار کیا ہے۔ شوافع نے عبداللہ بن عباس کے تشہد کو اختیار کیا ہے [2]

[1] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۲ ص ۳۳۱۔

[2] صحابہ کرام نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تشہد کے مختلف الفاظ نقل کئے ہیں۔ مسلم وغیرہ میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے میرا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں لیئے ہوئے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی نماز میں بیٹھے تو یوں کہے "التحیات لله والصلوات والطیبات السلام علیك أیها النبی ورحمة الله وبركاته السلام علینا وعلی عباد الله الصالحین أشهد أن لا إله إلا الله وأشهد أن محمدًا عبده ورسوله۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث بخاری کے علاوہ جماعت نے روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں قرآن کی سورت کی طرح تشہد سکھاتے اور یوں تشہد پڑھتے "التحیات المباركات الصلوات الطیبات لله السلام علیك أیها النبی ورحمة الله وبركاته السلام علینا وعلی عباد الله الصالحین أشهد أن لا إله إلا الله وأشهد أن محمدًا عبده ورسوله" حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا تشہد طحاوی رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے کہ وہ منبر پر تشریف فرماتے اور لوگوں کو یوں تشہد سکھاتے "التحیات لله الزاكیات لله والصلوات لله السلام علیك أیها النبی ورحمة لله وبركاته السلام علینا وعلی عباد الله الصالحین: أشهد أن لا إله إلا الله وأشهد أن محمدًا عبده ورسوله۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تشہد ان الفاظ سے روایت کیا ہے جیسا کہ ابو داؤد وغیرہ میں ہے۔ "التحیات لله الصلوات الطیبات لله السلام علیك أیها النبی ورحمة الله وبركاته أشهد أن لا إلا إلا الله۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے یہاں "وحده لا شریك له زیادہ کیا ہے۔ وأشهد أن محمدًا

۱۴۹۔ بَابُ الدُّعَاءِ قَبْلَ السَّلَامِ:

عبدہ ورسولہ" وارقطنی نے کہا ہے کہ اسکی سند صحیح ہے۔ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم علیہ السلام کا یہ تشہد روایت کیا ہے۔ "التحيات لله الصلوات لله ۔ الزاكيات لله أشهد أن لا إله إلا الله وأشهد أن محمدًا عبده ورسوله السلام عليك أيها النبي ورحمة الله وبركاته السلام علينا"۔

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی حدیث طبرانی کبیر اور اوسط میں ابن لھیعۃ سے مروی ہے وہ حارث بن یزید وہ ابوالورد سے، وہ کہتے ہیں میں نے عبداللہ بن زبیر سے سناوہ کہتے تھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تشہد یوں تھا "بسم الله و بالله خير الأسماء التحيات لله الصلوت الطيبات أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمدًا عبده ورسوله أرسله بالحق بشيرًا و نذيرًا وإن الساعة آتية لا ريب فيها وإن الله يبعث من فى القبور ۔ السلام عليك أيها النبي ورحمة الله وبركاته السلام علينا وعلى عباده الصالحين اللهم اغفرلي واهدني "لیکن اس روایت کے ساتھ ابن لھیعۃ متفرد ہے۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی حدیث نسائی، ابن ماجہ وغیرہ میں ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کی سورت کی طرح یہ تشہد سکھایا کرتے تھے "بسم الله وبالله التحيات لله والصلوات والطيبات لله السلام عليك أيها النبي ورحمة الله وبركاته السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين أشهد أن لا إله إلا الله وأشهد أن محمدًا عبده ورسوله أسأل الله الجنة وأعوذ بالله من النار" قال النووى فى الخلاصة هو مردود وقد ضعفه جماعة من الحفاظ۔

اور ابوسعید خدری کی حدیث تشہد کے بارہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کی طرح ہے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی حدیث جو مسلم، ابوداؤد، نسائی وغیرہ میں ہے ان سے مروی التحیات کے الفاظ یہ ہیں "التحيات الطيبات الصلوت لله السلام عليك أيها النبي ورحمة الله وبركاته السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين أشهد أن لا إله إلا الله وأشهد أن محمدًا عبده ورسوله۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حدیث طبرانی میں ہے کہ وہ منبر پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تشہد سکھارہے تھے جو عبداللہ بن مسعود کی مثل تھا۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی حدیث مسند بزار میں ہے ان سے مروی تشہد بھی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی تشہد کی مثل ہے لیکن اس میں "الطیبات" کے بعد "للہ" کا اضافہ ہے۔ اور اس حدیث کی سند بھی ضعیف ہے۔

سمرۃ بن جندب سے مروی حدیث ابوداؤد میں ہے۔ اس کے لفظ یوں ہیں قولوا "التحيات لله الطيبات والصلوات والملك لله ثم سلموا على النبي وسلموا على أقاربكم وعلى انفسكم" وإسناده ضعيف۔

حضرت ابوحمید کی حدیث طبرانی میں ہے۔ اور یہ حضرت عبداللہ بن مسعود کی حدیث کی مثل ہے۔ اور اس میں الطیبات کے بعد "الزاکیات للہ" کا اضافہ ہے۔ اور الطیبات سے پہلے واؤ بھی گری ہوئی ہے۔ اور اس کی سند بھی ضعیف ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۱۶۱)

باب: (تشہد کے بعد) سلام پھیرنے سے پہلے کی دعائیں

٨٣٢: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ، خْبَرَنَا عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهُ، «أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَدْعُو فِي الصَّلَاةِ اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَفِتْنَةِ الْمَمَاتِ، اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْمَأْثَمِ وَالْمَغْرَمِ، فَقَالَ لَهُ قَائِلٌ: مَا أَكْثَرَ مَا تَسْتَعِيذُ مِنَ الْمَغْرَمِ، فَقَالَ: إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا غَرِمَ حَدَّثَ فَكَذَبَ وَوَعَدَ فَأَخْلَفَ».

ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں شعیب نے زہری سے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہمیں عروہ بن زبیر نے خبر دی، انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نماز میں یہ دعا پڑھتے تھے «اللهم إني أعوذ بك من عذاب القبر وأعوذ بك من فتنة المسيح الدجال، وأعوذ بك من فتنة المحيا وفتنة الممات، اللهم إني أعوذ بك من المأثم والمغرم» اے اللہ قبر کے عذاب سے میں تیری پناہ مانگتا ہوں۔ زندگی کے اور موت کے فتنوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ دجال کے فتنہ سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں گناہوں سے اور قرض سے۔ کسی (یعنی ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا) نے نبی کریم ﷺ سے عرض کی کہ آپ ﷺ تو قرض سے بہت ہی زیادہ پناہ مانگتے ہیں! اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی مقروض ہو جائے تو وہ جھوٹ بولتا ہے اور وعدہ خلاف ہو جاتا ہے۔

شرح بخاری: قبل السلام دوسرا تشہد ہوتا ہے نہ کہ پہلا تشہد۔ لہذا اسلام سے پہلے آنے والے تشہد میں دعاء کی جائے گی۔ بعض کے نزدیک پہلے تشہد میں درود بھی پڑھ سکتا ہے اور دعاء بھی کرسکتا ہے۔ یہ اہل ظاہر کا مذہب ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ کا قول بھی یہ ہے۔ حنابلہ بھی اس طرف گئے ہیں۔ احناف کے نزدیک پہلے تشہد میں درود وغیرہ نہیں پڑھنا چاہیئے۔ کیونکہ حدیث میں آتا ہے "كان النبي ﷺ في الركعتين الأولين كأنه على الرضف حتى يقوم[1]" یعنی آپ پہلے تشہد میں اتنی جلدی اٹھ کھڑے ہوتے گویا گرم پتھر پر بیٹھے ہیں۔ احناف نے اس سے استدلال کیا ہے کہ پہلے قعدہ میں تشہد سے زیادہ نہیں پڑھنا چاہیئے۔ اگر زیادہ پڑھے گا تو سہو کا سجدہ لازم آجائے گا۔ لیکن اس پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ مسلم کی حدیث جو حضرت أبو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ نبی اکرم ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا "إذا تشهد أحدكم فليستعذ بالله من أربع يقول اللهم إني أعوذبك من عذاب جهنم و من عذاب القبر و من فتنة المحيا والممات ومن فتنة المسيح الدجال[2]" دوسری حدیث میں

[1] سنن ابی داود ٩٩٥ ج ١ ص ٢٦١ (ضعیف)

[2] مسلم ٥٨٨ (١٢٨) ج ١ ص ٤١٢)

ہے "إذا فرغ أحدكم من التشهد فليقل" ایک حدیث میں "من التشهد الأخر[1]" آتا ہے۔ یعنی آخری تشہد کے بعد دعاء کرے۔

"قوله كان يدعو فى الصلوة اللهم إنى أعوذ بك من عذاب القبر" ابن حزم رحمہ اللہ کے نزدیک اس دعاء کا تشہد میں پڑھنا ضروری ہے اگر یہ کلمات نماز میں نہ پڑھے تو نماز کا اعادہ کرے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دعاء کے پڑھنے کا حکم دیا ہے لہٰذا یہ فرض ہے لیکن دیگر علماء کے نزدیک اس کا پڑھنا فرض نہیں ہے۔ کیونکہ ایک حدیث میں ہے "ثم يتخير من الدعاء أعجبه إليه[2]" جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نمازی اپنی پسندیدہ دعاء کو اختیار کرسکتا ہے اس لئے کوئی مخصوص دعاء واجب نہیں ہے۔

قوله من عذاب القبر اس میں ان لوگوں کا رد ہے جو عذاب قبر کا انکار کرتے ہیں۔

قوله من فتنة المسيح فتنہ سے مراد اختبار اور امتحان ہے۔ اور لفظ "مسیح" دجال پر بھی استعمال ہوتا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بھی۔ ان دونوں کے تلفظ میں کوئی فرق نہیں ہے۔ عبرانی لغت میں "ماشیخا" آتا ہے۔ اور مسیح اس سے معرب ہے۔ ماشیخا بمعنی مبارک اور صادق ہے۔ جس طرح مسلمانوں میں "مھدی" کی پیشگوئی ہے۔ ان میں مسیح کی پیشگوئی تھی۔ مسیح کسی کا نام نہیں ہے۔ بلکہ مھدی کی طرح مبہم لفظ ہے مراد یہ ہے کہ ماشیخا یعنی ایک مبارک انسان آئے گا۔ اور جب مسیح علیہ السلام آئے تو انہوں نے بجائے ماننے کے اس کی مخالفت کی۔ ماشیخا عربی لفظ نہیں ہے۔ بعض نے اسے عربی لفظ بنانے کی کوشش کی ہے۔ اور کہا ہے کہ یہ مسح سے ہے۔ اور اس کے ہاتھ لگانے سے صحت ہوجاتی تھی۔ یا یہ مساحت سے ہے یا سیاحت سے ہے۔ درحقیقت ماشیخا عبرانی کا لفظ ہے۔ اس سے مسیح بنا ہے۔ اور یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر منطبق ہوا ہے۔ اس لئے کہ یحییٰ علیہ السلام نے چند شاگرد بھیجے کہ ان سے پوچھو کہ آپ مسیح ہیں یا نبی ہیں یا ایلیاء ہیں وہ تین اشخاص کے منتظر تھے۔ اور نبی سے مراد وہ ہے جس کا موسیٰ علیہ السلام نے ذکر کیا تھا کہ "تمہارے بھائیوں سے اللہ تعالیٰ مجھ جیسا نبی بپا کرے گا۔ اس کے منہ میں اپنا کلام ڈالے گا"۔ بعض نے اس پر اعتراض کیا ہے کہ مسیح کی آمد سے پہلے ایلیاء کا آنا ضروری ہے۔ اور وہ ابھی آیا نہیں ہے۔ حالانکہ وہ آیا ہے لیکن لوگوں نے اسے پہچانا نہیں ہے۔ اور وہ یحییٰ ہے جسے یُوحنّا کہتے ہیں وہی ایلیاء ہے۔ ایلیاء بھی دراصل مبہم پیشگوئی تھی۔ یہ کوئی خاص آدمی نہیں تھا کیونکہ ایلیاء کا معنی اللہ کا بندہ ہے اور یہ پیشگوئی یحییٰ علیہ السلام پر منطبق ہوئی ہے لیکن امام ابن القیم رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ ایلیاء کی پیشگوئی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر منطبق ہوئی ہے۔

لفظ "مسیح" کا مصداق ایک صادق ہے جو کہ عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور ایک کاذب ہے جو کہ دجال ہے۔ وہ بھی مسیح ہونے کا دعویٰ کرے گا۔ گویا ایک مسیح نفس الأمری ہے اور ایک اِدّعائی ہوگیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے علاوہ جو شخص بھی مسیح ہونے کا دعویٰ کرے گا وہ ادّعائی مسیح ہوگا لہٰذا دجال ادّعائی مسیح ہے۔ یہودی لوگ مسیح کے منتظر ہیں۔ اور جو

---

[1] مسلم (۱۳۰) ۵۸۸ ج ۱ ص ۴۱۲۔

[2] صحیح بخاری ۸۳۵ ج ۱ ص ۱۶۷۔

مسیح ہونے کا دعویٰ کرے گا اس کی پیروی اختیار کر لیں گے جبکہ وہ اعجوبے دکھائے گا۔ اور دجال بھی بڑے شعبدے دکھائے گا۔ اس لئے وہ اسے واقعی مسیح مان لیں گے۔

قولہ فتنة المحیا والممات، فتنة المحیا سے مراد زندگی میں پیش آنے والے فتنے ہیں جیسے دنیا اور شہوات و شبہات کے فتنے ہیں۔ اور سب سے بڑا فتنہ موت کے وقت خاتمہ کا فتنہ ہے۔ اور فتنہ الممات سے موت کا فتنہ مراد ہے جو موت کے وقت پیش آتا ہے۔ یا اس سے مراد قبر کا فتنہ ہے یا قبر میں سوال کا سامنا کرنا ہے۔

٨٣٣ وَعَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ، أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَعِيذُ فِي صَلَاتِهِ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ.

اور اسی سند کے ساتھ زہری سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ مجھے عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں دجال کے فتنے سے پناہ مانگتے سنا۔

٨٣٤: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ أَبِي الْخَيْرِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو. عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّهُ قَالَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَلِّمْنِي دُعَاءً أَدْعُو بِهِ فِي صَلَاتِي، قَالَ: «قُلْ: اللهُمَّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي ظُلْمًا كَثِيرًا وَلَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ، فَاغْفِرْ لِي مَغْفِرَةً مِنْ عِنْدِكَ، وَارْحَمْنِي إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ».

ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے یزید بن ابی حبیب سے بیان کیا، ان سے ابوالخیر مرثد بن عبداللہ نے ان سے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہمانے، ان سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ آپ ﷺ مجھے کوئی ایسی دعا سکھا دیجیے جسے میں نماز میں پڑھا کروں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ دعا پڑھا کرو «اللهم إني ظلمت نفسي ظلما كثيرا ولا يغفر الذنوب إلا أنت. فاغفر لي مغفرة من عندك. وارحمني إنك أنت الغفور الرحيم» اے اللہ! میں نے اپنی جان پر (گناہ کر کے) بہت زیادہ ظلم کیا پس گناہوں کو تیرے سوا کوئی دوسرا معاف کرنے والا نہیں۔ مجھے اپنے پاس سے بھرپور مغفرت عطا فرما اور مجھ پر رحم کر کہ مغفرت کرنے والا اور رحم کرنے والا بیشک وشبہ تو ہی ہے۔

قولہ أدعو به فی صلوتی اس دعاء کو بخاری رحمہ اللہ اس باب کے تحت لائے ہیں تا کہ یہ دعاء سلام سے پہلے اور تشہد کے بعد پڑھی جائے کیونکہ حضرت ابو بکر صدیق کا "أدعو به فی صلوتی کہنا اسے بھی شامل ہے اگرچہ یہ لفظ سجدے کو بھی شامل ہے۔

حافظ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ بھی احتمال ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ سوال تب کیا ہو جبکہ نبی اکرم ﷺ

نے انہیں تشہد سکھاتے ہوئے "ثم يتخير من الدعاء ماشاء[1]" کہا ہو، کہ جو چاہے دعاء کرلے۔

۱۵۰ - بَابُ مَا يُتَخَيَّرُ مِنَ الدُّعَاءِ بَعْدَ التَّشَهُّدِ وَلَيْسَ بِوَاجِبٍ:

باب: تشہد کے بعد جو دعا اختیار کی جاتی ہے اسکا بیان اور یہ بیان کہ اس دعا کا پڑھنا کچھ واجب نہیں ہے

امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک دعا کرنا اختیاری ہے۔ واجب نہیں ہے۔ ابن حزم اور طاؤس نے بخصوصہ دعاء کو واجب کہا ہے۔ فحش دعاء کرنا بالاتفاق جائز نہیں ہے۔ اس سے پہلے آنے والے باب میں دعاء کرنے کا ذکر ہوا ہے۔ اور اس باب میں بخاری اس بات کی طرف ولیس بواجب کہہ کر اشارہ کرنا چاہتے ہیں کہ دعاء کرنا اختیاری امر ہے۔ واجب اور ضروری نہیں ہے۔

۸۳۵ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنِ الْأَعْمَشِ، حَدَّثَنِي شَقِيقٌ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: كُنَّا إِذَا كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّلَاةِ قُلْنَا: السَّلَامُ عَلَى اللهِ مِنْ عِبَادِهِ السَّلَامُ عَلَى فُلَانٍ وَفُلَانٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا تَقُولُوا السَّلَامُ عَلَى اللهِ، فَإِنَّ اللهَ هُوَ السَّلَامُ، وَلَكِنْ قُولُوا التَّحِيَّاتُ لِلهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ، السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ، السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِينَ، فَإِنَّكُمْ إِذَا قُلْتُمْ أَصَابَ كُلَّ عَبْدٍ فِي السَّمَاءِ أَوْ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، ثُمَّ يَتَخَيَّرُ مِنَ الدُّعَاءِ أَعْجَبَهُ إِلَيْهِ فَيَدْعُو».

ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے اعمش سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے شقیق نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان کیا، انہوں نے فرمایا کہ (پہلے) جب ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تو ہم (قعدہ میں) یہ کہا کرتے تھے کہ اس کے بندوں کی طرف سے اللہ پر سلام ہو اور فلاں پر اور فلاں پر سلام ہو۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ یہ نہ کہو کہ اللہ پر سلام ہو کیونکہ اللہ تو خود سلام ہے۔ بلکہ یہ کہو «التحيات لله، والصلوات والطيبات، السلام عليك أيها النبي ورحمة الله وبركاته، السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين» آداب بندگان اور تمام عبادات اور تمام پاکیزہ خیراتیں اللہ ہی کے لیے ہیں آپ پر اے نبی سلام ہو اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں ہم پر اور اللہ کے صالح بندوں پر سلام ہو اور جب تم یہ کہوگے تو آسمان پر اللہ کے تمام بندوں کو پہنچے گا آپ ﷺ نے فرمایا کہ آسمان اور زمین کے درمیان تمام بندوں کو پہنچے گا «أشهد أن لا إله إلا الله، وأشهد أن محمدا عبده ورسوله» میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا

[1] مسند احمد ۳۹۱۹ ج ۷ ص ۳۴۔

کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اس کے بعد دعا کا اختیار ہے جو اسے پسند ہو کرے۔

١٥١ ـ بَابُ مَنْ لَمْ يَمْسَحْ جَبْهَتَهُ وَأَنْفَهُ حَتَّى صَلَّى

باب: اگر نماز میں پیشانی یا ناک سے مٹی لگ جائے تو نہ پونچھے جب تک نماز سے فارغ نہ ہو

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ رَأَيْتُ الْحُمَيْدِيَّ يَحْتَجُّ بِهَذَا الْحَدِيثِ أَنْ لَا يَمْسَحَ الْجَبْهَةَ فِي الصَّلَاةِ.

امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا میں نے عبداللہ بن زبیر حمیدی کو دیکھا وہ اسی حدیث سے یہ دلیل لیتے تھے کہ نماز میں اپنی پیشانی نہ پونچھے۔

٨٣٦ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ، فَقَالَ: «رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْجُدُ فِي الْمَاءِ وَالطِّينِ حَتَّى رَأَيْتُ أَثَرَ الطِّينِ فِي جَبْهَتِهِ».

ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہشام دستوائی نے یحییٰ بن ابی کثیر سے بیان کیا ان سے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے انہوں نے کہا کہ میں نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا تو آپ نے بتلایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیچڑ میں سجدہ کرتے ہوئے دیکھا۔ مٹی کا اثر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی پر صاف ظاہر تھا۔



شرح بخاری

أی من لم یمسح جبهته وأنفه من الماء والطین یعنی جس شخص کی پیشانی یا ناک نماز کے دوران سجدہ کرتے ہوئے مٹی یا کیچڑ سے آلودہ ہو جائے تو نماز مکمل ہونے تک اسے صاف نہ کرے تو اسکی دلیل کیا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کے شیخ امام حمیدی رحمہ اللہ بھی آنے والی حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث سے اس پر استدلال کیا کرتے تھے کہ نماز میں پیشانی سے مٹی کو صاف نہیں کرنا چاہیے۔

١٥٢ ـ بَابُ التَّسْلِيمِ:

باب: سلام پھیرنے کا بیان



٨٣٧: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ، عَنْ هِنْدٍ بِنْتِ الْحَارِثِ، أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: «كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَلَّمَ قَامَ النِّسَاءُ حِينَ يَقْضِي تَسْلِيمَهُ، وَمَكَثَ يَسِيرًا قَبْلَ أَنْ يَقُومَ»، قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: فَأُرَى وَاللهُ أَعْلَمُ أَنَّ مُكْثَهُ لِكَيْ يَنْفُذَ النِّسَاءُ قَبْلَ أَنْ يُدْرِكَهُنَّ مَنِ انْصَرَفَ مِنَ الْقَوْمِ.





ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا، انہوں نے کہا

کہ ہم سے ابن شہاب زہری نے ہند بنت حارث سے حدیث بیان کی کہ (ام المؤمنین) ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب (نماز سے) سلام پھیرتے تو سلام کے ختم ہوتے ہی عورتیں کھڑی ہو جاتیں (باہر آنے کے لیے) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہونے سے پہلے تھوڑی دیر ٹھہرے رہتے تھے۔ ابن شہاب رحمہ اللہ نے کہا میں سمجھتا ہوں اور پورا علم تو اللہ ہی کو ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس لیے ٹھہر جاتے تھے کہ عورتیں جلدی چلی جائیں اور مرد نماز سے فارغ ہو کر ان کو نہ پائیں۔

اس باب اور حدیث سے مقصود نبی اکرم ﷺ کے نماز سے سلام پھیرنے کو ذکر کرنا ہے۔ جو کہ بہت سی احادیث میں مذکور ہے۔ اور حدیث مذکور میں نبی اکرم ﷺ کے سلام پھیرنے کے بعد عورتوں کے اٹھ جانے کا ذکر ہے جس کے لئے یقضی تسلیمہ کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ دو طرف سلام پھیرا کرتے تھے۔ کیونکہ لفظ "قضیٰ" اس چیز کے لئے بولا جاتا ہے جس کے اجزاء متعدد ہوں۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے "فإذا قضيتم الصلوٰة" اور "فإذا قضيت الصلوٰة" اور "فإذا قضيتم مناسككم" لیکن ایک مرتبہ سلام کہنے والے کے متعلق "قضيٰ سلامه" کبھی نہیں کہا جاتا۔ اور نہ ہی ایک مرتبہ تکبیر تحریمہ کہنے والے کے متعلق "قضيٰ تكبيره" کہا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ لفظ تعدّد کو چاہتا ہے۔ امام مسلم اپنی صحیح میں دو طرف سلام پھیرنے کی متعدد احادیث لائے ہیں۔ ان میں سے ایک حدیث أبو معمر سے مروی ہے "ان أميرًا كان يسلم تسليمتين بمكة فقال يعنى ابن مسعود أنى علقها ان رسول الله ﷺ كان يفعله[1] حضرت سعد بن أبی وقاص سے مسلم میں ہی مروی ہے "قال كنت أرىٰ رسول الله ﷺ يسلم عن يمينه وعن يساره حتى أرىٰ بياض خده[2]" اور جابر بن سمرہ سے مروی ہے "عن النبى ﷺ قال:إنما يكفى أحدكم أن يضع يده على فخذه ثم يسلم على أخيه من على يمينه و شماله[3]" اور حضرت عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے "ان النبى ﷺ كان يسلم عن يمينه وعن شماله السلام عليكم ورحمة الله، السلام عليكم ورحمة الله[4]"۔

[1] مسلم(۱۱۷)۵۸۱۔

[2] مسلم(۱۱۹)۵۸۲۔

[3] مسلم(۱۲۰)۴۳۱۔

[4] جمہور علماء اس بات کے قائل ہیں کہ نمازی سلام پھیر کر ہی اپنی نماز سے خارج ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں "تحليلها التسليم" آیا ہے اور نبی اکرم ﷺ کا فرمان "صلوا كما رأيتمونى أصلي" بھی اس پر دلالت کرتا ہے۔ اور نبی اکرم ﷺ کا عمل بھی سلام پھیرنے پر ہی تھا۔ لیکن ثوری، أبو حنیفہ وغیرہ اس بات کے قائل تھے کہ نماز کے منافی کوئی بھی عمل کر کے نماز سے نکل سکتا ہے جیسے کوئی چیز کھا لے یا پی لے۔ یا کسی سے کلام کر لے یا ہوا خارج کر دے۔ خواہ یہ کام مصلی کے اختیار سے ہو یا بغیر اختیار کے۔ لیکن ابو حنیفہ کے نزدیک اگر منافی کام مصلی کے اختیار سے ہو تو نماز سے خارج ہو جائے گا اور اگر بغیر اختیار کے ہو تو نماز باطل ہو جائے گی اور ان کا استدلال ضعیف روایت سے ہے۔ "عن النبى ﷺ قال:إذا أحدث وقد جلس فى أخر صلاته قبل أن يسلم جازت صلاته" لیکن امام ترمذی

۱۵۳ ۔ بَابُ يُسَلِّمُ حِينَ يُسَلِّمُ الإِمَامُ:

باب: اس بارے میں کہ امام کے سلام پھیرتے ہی مقتدی کو بھی سلام پھیرنا چاہیے۔

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَسْتَحِبُّ إِذَا سَلَّمَ الإِمَامُ أَنْ يُسَلِّمَ مَنْ خَلْفَهُ.

اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس بات کو مستحب جانتے تھے کہ مقتدی بھی اسی وقت سلام پھیریں جب امام سلام پھیرے۔

مقتدی کو چاہیئے کہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد وہ بھی سلام پھیر دے۔ اگرچہ تشہد کے بعد دعاء یا اس کا کچھ حصہ باقی ہو تو اسے چھوڑ دے۔ ہاں اگر معمولی دعاء باقی ہو تو اسے مکمل کرلے اور پھر سلام پھیر دے۔ مقتدی کو امام کے سلام سے پیچھے رہنا مناسب نہیں ہے۔ اور افضل یہ ہے کہ امام کے دونوں طرف سلام پھیرنے کے بعد مقتدی سلام پھیرے۔ اور یہ ان علماء کے نزدیک ہے جن کے ہاں دوسرا سلام بھی واجب ہے۔ اور جن کے نزدیک دوسرا سلام واجب نہیں ہے ان کے ہاں امام کے پہلے سلام کے بعد مقتدی سلام پھیر سکتا ہے۔ لیکن اگر مقتدی امام کے سلام سے پہلے عمداً سلام پھیر دے تو اس کی نماز باطل ہوجائے گی۔

۸۳۸ حَدَّثَنَا حِبَّانُ بْنُ مُوسَى، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ مَحْمُودِ بْنِ الرَّبِيعِ، عَنْ عِتْبَانَ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: «صَلَّيْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمْنَا حِينَ سَلَّمَ».



ہم سے حبان بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، کہا کہ ہمیں معمر بن راشد نے زہری سے خبر دی، انہیں محمود بن ربیع انصاری نے انہیں عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ نے آپ نے فرمایا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا تو ہم نے بھی سلام پھیرا۔

۱۵۴ ۔ بَابُ مَنْ لَمْ يَرَ رَدَّ السَّلَامِ عَلَى الإِمَامِ وَاكْتَفَى بِتَسْلِيمِ الصَّلَاةِ:

باب: اس بارے میں کہ امام کو سلام کرنے کی ضرورت نہیں، صرف نماز کے دو سلام کافی ہیں۔



۸۳۹: حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَنَا عَبْدُ اللهِ أَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَخْبَرَنِي مَحْمُودُ بْنُ الرَّبِيعِ، الي قوله ثُمَّ سَلَّمَ وَسَلَّمْنَا حِينَ سَلَّمَ۔

نے کہاہے کہ اس میں عبدالرحمن بن زیاد افریقی ہے۔ جسے امام احمد اور یحیٰی قطان نے ضعیف کہاہے۔ لہٰذا ضعیف روایت کی وجہ سے صحیح حدیث کو نہیں چھوڑا جاسکتا جو کہ "تحلیلها التسلیم" ہے دار قطنی وغیرہ میں بھی ایسی روایت آتی ہے لیکن وہ بھی ضعیف ہے۔ حرب کہتے ہیں میں نے یہ روایت امام احمد کے پاس ذکر کی تو انہوں نے اسے مردود قرار دیا اور اسے صحیح نہیں کہا۔ فتح الباری لابن رجب رحمہ اللہ ج۵ ص۲۱۶۔

ہم سے عبدان نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی کہا کہ ہمیں معمر نے زہری سے خبر دی کہا کہ مجھے محمود بن ربیع نے خبر دی، وہ کہتے تھے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ پوری طرح یاد ہیں اور آپ ﷺ کا میرے گھر کے ڈول سے کلی کرنا بھی یاد ہے (جو آپ ﷺ نے میرے منہ میں ڈالی تھی)۔

اس باب سے مقصود یہ ہے کہ نماز سے خروج کے لئے نماز کا سلام ہی کافی ہے جو کہ دائیں اور بائیں دو سلام ہیں۔ اور امام پر تیسرا سلام کہنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ مالکیہ کی ایک جماعت کے ہاں امام پر تیسرا سلام کہنا مستحب ہے امام بخاری رحمہ اللہ اسکا رد کرنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ سلام کے وقت امام کی نیت کرنا کافی ہے۔ یہ نہیں کہ دائیں جانب مقتدیوں کو سلام کہے اور سامنے امام کو کہے پھر بائیں جانب مقتدیوں کو کہے۔ بعض مالکیہ "رُدُّوْ علی ائمتكم" سے استدلال کرتے ہیں لیکن دیگر علماء کہتے ہیں کہ یہ نیت کرنے سے ہوسکتا ہے کیونکہ دو ہی سلام ثابت ہیں تین سلام کہنا ثابت نہیں ہے۔ حدیث مذکور میں امام بخاری رحمہ اللہ کا استدلال "ثم سلم وسلمنا حين سلم" سے ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ پیچھے نماز پڑھنے والوں کا سلام نبی اکرم ﷺ کے سلام کی مثل تھا۔ اور آپ کے سلام میں تیسرا سلام نہیں تھا تو مقتدیوں کا سلام بھی تیسرے سلام سے خالی تھا۔

٨٤٠ قَالَ: سَمِعْتُ عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيَّ، ثُمَّ أَحَدَ بَنِي سَالِمٍ، قَالَ: كُنْتُ أُصَلِّي لِقَوْمِي بَنِي سَالِمٍ، فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ: «إِنِّي أَنْكَرْتُ بَصَرِي وَإِنَّ السُّيُولَ تَحُولُ بَيْنِي وَبَيْنَ مَسْجِدِ قَوْمِي، فَلَوَدِدْتُ أَنَّكَ جِئْتَ فَصَلَّيْتَ فِي بَيْتِي مَكَانًا حَتَّى أَتَّخِذَهُ مَسْجِدًا، فَقَالَ: أَفْعَلُ إِنْ شَاءَ اللهُ، فَغَدَا عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ مَعَهُ بَعْدَ مَا اشْتَدَّ النَّهَارُ، فَاسْتَأْذَنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَذِنْتُ لَهُ فَلَمْ يَجْلِسْ حَتَّى، قَالَ: أَيْنَ تُحِبُّ أَنْ أُصَلِّيَ مِنْ بَيْتِكَ ؟ فَأَشَارَ إِلَيْهِ مِنَ الْمَكَانِ الَّذِي أَحَبَّ أَنْ يُصَلِّيَ فِيهِ، فَقَامَ فَصَفَفْنَا خَلْفَهُ، ثُمَّ سَلَّمَ وَسَلَّمْنَا حِينَ سَلَّمَ».

انہوں نے بیان کیا کہ میں نے عتبان بن مالک انصاری سے سنا، پھر بنی سالم کے ایک شخص سے اس کی مزید تصدیق ہوئی۔ عتبان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اپنی قوم بنی سالم کی امامت کیا کرتا تھا۔ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ! میری آنکھ خراب ہو گئی ہے اور (برسات میں) پانی سے بھرے ہوئے نالے میرے اور میری قوم کی مسجد کے بیچ میں رکاوٹ بن جاتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے مکان پر تشریف لا کر کسی ایک جگہ نماز ادا فرمائیں تا کہ میں اسے اپنی نماز کے لیے مقرر کر لوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ میں تمہاری خواہش پوری کروں گا صبح کو جب دن چڑھ گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اندر آنے کی) اجازت چاہی اور میں نے دے

دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے نہیں بلکہ پوچھا کہ گھر کے کس حصہ میں نماز پڑھوانا چاہتے ہو۔ ایک جگہ کی طرف جسے میں نے نماز پڑھنے کے لیے پسند کیا تھا۔ اشارہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (نماز کے لیے) کھڑے ہوئے اور ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے صف بنائی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا تو ہم نے بھی پھیرا۔

۱۵۵ ۔ بَابُ الذِّكْرِ بَعْدَ الصَّلَاةِ:

باب: نماز کے بعد ذکر الٰہی کرنا

حافظ ابن القیم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ دعاء سلام پھیرنے سے پہلے کی جائے گی کیونکہ اس وقت اللہ تعالی بندے کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اور ذکر مسنون نماز کے بعد بالاتفاق ثابت ہے۔

۸٤١: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرٌو، أَنَّ أَبَا مَعْبَدٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ، أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ «أَنَّ رَفْعَ الصَّوْتِ بِالذِّكْرِ حِينَ يَنْصَرِفُ النَّاسُ مِنَ الْمَكْتُوبَةِ كَانَ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ».

ہم سے اسحاق بن نصر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں عبدالرزاق بن ہمام نے خبر دی انہوں نے کہا کہ ہمیں عبدالملک بن جریج نے خبر دی انہوں نے کہا کہ مجھ کو عمرو بن دینار نے خبر دی کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام ابو معبد نے انہیں خبر دی اور انہیں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ بلند آواز سے ذکر، فرض نماز سے فارغ ہونے پر نبی کریم ﷺ کے زمانہ مبارک میں جاری تھا۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: كُنْتُ أَعْلَمُ إِذَا انْصَرَفُوا بِذَلِكَ إِذَا سَمِعْتُهُ.

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں ذکر سن کر لوگوں کی نماز سے فراغت کو سمجھ جاتا تھا۔

۸٤٢: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا عَمْرٌو، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو مَعْبَدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: «كُنْتُ أَعْرِفُ انْقِضَاءَ صَلَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالتَّكْبِيرِ».

ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عمرو بن دینار نے بیان کیا، کہا کہ مجھے ابو معبد نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے خبر دی کہ آپ نے فرمایا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز ختم ہونے کو تکبیر («اللہ اکبر») کی وجہ سے سمجھ جاتا تھا۔ علی بن مدینی نے کہا کہ ہم سے سفیان نے عمرو کے حوالے سے بیان کیا کہ ابو معبد ابن عباس کے غلاموں میں سب سے زیادہ قابل اعتماد تھے۔ علی بن مدینی نے بتایا کہ ان کا نام نافذ تھا۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے دوسری حدیث کے ساتھ پہلی حدیث کی تفسیر کی ہے۔ پہلی حدیث میں فرضی نماز سے سلام

پھیرنے کے بعد ذکر کے ساتھ آواز اونچی کرنے کا بیان ہے۔ اور اس ذکر کی دوسری حدیث کے ساتھ وضاحت ہوگئی کہ اس سے مراد سلام پھیرنے کے بعد "اللہ أکبر" بلند آواز سے کہنا ہے۔ کیونکہ دونوں احادیث أبو معبد نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت کی ہیں اور راوی حدیث کے ہاں ذکر سے مراد اونچی آواز سے تکبیر کہنا ہے لہذا اسے بدعی ذکر پر محمول کرنے کی بجائے مسنون ذکر پر ہی محمول کرنا باعث اجر ہے اور وہ سلام کے بعد اونچی اللہ اکبر کہنا ہے۔

٨٤٣: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ سُمَيٍّ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: جَاءَ الْفُقَرَاءُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوا: ذَهَبَ أَهْلُ الدُّثُورِ مِنَ الْأَمْوَالِ بِالدَّرَجَاتِ الْعُلَا وَالنَّعِيمِ الْمُقِيمِ، يُصَلُّونَ كَمَا نُصَلِّي وَيَصُومُونَ كَمَا نَصُومُ، وَلَهُمْ فَضْلٌ مِنْ أَمْوَالٍ يَحُجُّونَ بِهَا وَيَعْتَمِرُونَ وَيُجَاهِدُونَ وَيَتَصَدَّقُونَ، قَالَ: «أَلَا أُحَدِّثُكُمْ بِأَمْرٍ إِنْ أَخَذْتُمْ بِهِ أَدْرَكْتُمْ مَنْ سَبَقَكُمْ وَلَمْ يُدْرِكْكُمْ أَحَدٌ بَعْدَكُمْ وَكُنْتُمْ خَيْرَ مَنْ أَنْتُمْ بَيْنَ ظَهْرَانَيْهِ، إِلَّا مَنْ عَمِلَ مِثْلَهُ تُسَبِّحُونَ وَتَحْمَدُونَ وَتُكَبِّرُونَ خَلْفَ كُلِّ صَلَاةٍ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ، فَاخْتَلَفْنَا بَيْنَنَا، فَقَالَ: بَعْضُنَا نُسَبِّحُ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ وَنَحْمَدُ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ وَنُكَبِّرُ أَرْبَعًا وَثَلَاثِينَ، فَرَجَعْتُ إِلَيْهِ، فَقَالَ: تَقُولُ سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَاللهُ أَكْبَرُ حَتَّى يَكُونَ مِنْهُنَّ كُلِّهِنَّ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ».

ہم سے محمد بن ابی بکر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے معتمر بن سلیمان نے بیان کیا، ان سے عبید اللہ عمری نے بیان کیا، ان سے سمی نے بیان کیا، ان سے ابوصالح ذکوان نے بیان کیا ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نادار لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ امیر و رئیس لوگ بلند درجات اور ہمیشہ رہنے والی جنت حاصل کر چکے حالانکہ جس طرح ہم نماز پڑھتے ہیں وہ بھی پڑھتے ہیں اور جیسے ہم روزے رکھتے ہیں وہ بھی رکھتے ہیں لیکن مال و دولت کی وجہ سے انہیں ہم پر فوقیت حاصل ہے کہ اس کی وجہ سے وہ حج کرتے ہیں۔ عمرہ کرتے ہیں۔ جہاد کرتے ہیں اور صدقے دیتے ہیں (اور ہم محتاجی کی وجہ سے ان کاموں کو نہیں کرپاتے) اس پر آپ نے فرمایا کہ لو میں تمہیں ایک ایسا عمل بتاتا ہوں کہ اگر تم اس کی پابندی کرو گے تو جو لوگ تم سے آگے بڑھ چکے ہیں انہیں تم پالو گے اور تمہارے مرتبہ تک پھر کوئی نہیں پہنچ سکتا اور تم سب سے اچھے ہو جاؤ گے سوا ان کے جو یہی عمل شروع کر دیں ہر نماز کے بعد تینتیس تینتیس مرتبہ تسبیح «سبحان اللہ»، تحمید «الحمد للہ»، تکبیر «اللہ أکبر» کہا کرو۔ پھر ہم میں اختلاف ہو گیا کسی نے کہا کہ ہم تسبیح «سبحان اللہ» تینتیس مرتبہ، تحمید «الحمد للہ» تینتیس مرتبہ اور تکبیر «اللہ أکبر» چونتیس مرتبہ کہیں گے۔ میں نے اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دوبارہ

معلوم کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ «سبحان اللہ»، «الحمد للہ» اور «اللہ أکبر» کہو تا آنکہ ہر ایک ان میں سے تینتیس مرتبہ ہو جائے۔

قولہ الدثور دال اور ثا کے ضمہ کے ساتھ یہ دثر کی جمع ہے زیادہ مال کو کہا جاتا ہے اور الدرجات العلا میں العلا عین کے ضمہ کے ساتھ، علیا کی جمع ہے جو کہ اُعلیٰ کی مؤنث ہے۔ اس سے حِسّی بلندی بھی مراد ہو سکتی ہے جو کہ جنت کے بلند درجات ہیں اور معنوی بلندی بھی مراد ہو سکتی ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بلند مرتبے کا حصول ہے۔ اور معنوی بلندی، حِسّی کو مستلزم ہے۔ اسی طرح "أدرکتم من سبقکم" میں سبقیت حسی بھی ہو سکتی ہے۔ اور معنوی بھی اور معنوی، حسّی کو مستلزم ہے۔

قولہ والنعیم المقیم یہ النعیم العاجل کے مقابلہ میں ہے اور نعیم عاجل سے مراد دنیا کی زائل ہونے والی نعمتیں ہیں۔

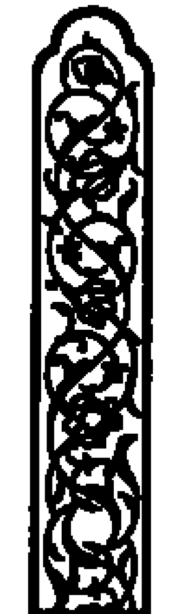
قولہ خلف کل صلوٰۃ یہ فرض اور نفل دونوں کو شامل ہے لیکن اکثر علماء نے اسے فرضی نمازوں پر محمول کیا ہے کیونکہ مسلم میں کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں "دُبر کل صلوٰۃ مکتوبۃ[1]" یعنی فرضی نماز کی قید کا بھی ذکر ہے۔



قولہ ثلاثا وثلاثین اس میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ مجموعہ تینتیس بار ہو یا مراد یہ ہے کہ ہر کلمہ ۳۳ بار ہو اگر مجموعہ ۳۳ بار ہو تو ہر کلمہ گیارہ گیارہ بار پڑھا جائے گا جیسا کہ ایک روایت میں گیارہ بار پڑھنے کا ذکر آتا ہے لیکن بزار کی یہ روایت سند کے اعتبار سے ضعیف ہے۔

مسلم میں حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "من سبح فی دبر کل صلوٰۃ ثلاثا و ثلاثین و حمد اللہ ثلاثا وثلاثین و کبر اللہ ثلاثا وثلاثین فتلك تسعة وتسعون و قال تمام المأة لا اله إلا الله وحده لاشريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شئ قدير" غفرت خطاياه وإن كانت مثل زبد البحر[2]" جبکہ بخاری شریف میں یہ کلمات دس دس مرتبہ کہنے کا ذکر بھی آتا ہے۔ "کتاب الدعوات باب الدعاء بعد الصلوۃ" میں ہے آپ نے فرمایا "تسبحون فی دبر کل صلاۃ عشرًا و تحمدون عشرًا و تکبّرون عشرًا[3]"

حافظ رحمہ اللہ نے بغوی سے نقل کیا ہے کہ ان احادیث میں جمع وتطبیق کی کئی صورتیں ہیں ہو سکتا ہے کہ یہ مختلف اوقات میں آپ سے صادر ہوا ہو پہلے آپ نے دس دس مرتبہ یہ کلمات پڑھنے کا حکم دیا ہو۔ پھر گیارہ گیارہ مرتبہ پڑھنے کا اور اس کے بعد ۳۳، ۳۳ بار پڑھنے کا حکم صادر کیا ہو۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اسے پڑھنے والے کے اختیار پر چھوڑا ہو۔ یا



---

(1) مسلم (۱۱۴) ۵۹۶۔
(2) مسلم (۱۴۶) ۵۹۷۔
(3) بخاری ۶۳۲۹۔

یہ مختلف حالات پر محمول ہو۔

مسلم کی حدیث میں آتا ہے کہ فقراء نے پھر شکایت کی کہ مالداروں نے بھی یہ عمل شروع کر دیا ہے تو آپ نے فرمایا "ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء[1]" اس لئے کہ اللہ تعالی سے بندہ جو اجر وثواب پاتا ہے اس کا وہ مال خرچ کرنے سے یاذکر واذکار کرنے سے حق دار نہیں ہوتا بلکہ اجر وثواب تو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ملتا ہے۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ اگر انسان یہ نیت کرلے کہ اگر میرے پاس بھی مال ہو تو میں بھی اللہ تعالی کے دین کے کاموں میں خرچ کروں تو اسے بھی ثواب مل جاتا ہے جس سے معلوم ہوا کہ ناوی کو اجر عامل کا مل جاتا ہے لیکن یہ اجر اس ناوی کو ملتا ہے جس کے متعلق اللہ تعالی کا علم ہوتا ہے کہ وہ مال ملنے کے بعد فی سبیل اللہ خرچ کرے گا۔ بعض ایسی نیت کر لیتے ہیں لیکن مال ملنے کے بعد خرچ نہیں کرتے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے "فلما أتاهم من فضله بخلوا به و تولوا وهم معرضون[2]" لہذا ہر ناوی کا یہ حکم نہیں ہے۔

قوله فاختلفنا بيننا بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اس کے قائل حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ ہیں اور "فرجعت إليه" سے مراد بھی ابو ہریرہ ہیں جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف واپس گئے۔ لہذا یہ اختلاف صحابہ کرام میں ہی واقع ہوا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اسکا قائل سُمَیّ ہے اور وہ ابو صالح کی طرف واپس لوٹے۔

٨٤٤: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ وَرَّادٍ كَاتِبِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، قَالَ: أَمْلَى عَلَيَّ الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ فِي كِتَابٍ إِلَى مُعَاوِيَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ فِي دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ مَكْتُوبَةٍ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، اللهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ، وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ». وَقَالَ شُعْبَةُ: عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بِهَذَا، وَعَنِ الْحَكَمِ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُخَيْمِرَةَ، عَنْ وَرَّادٍ بِهَذَا، وَقَالَ الْحَسَنُ: الْجَدُّ غِنًى.

ہم سے محمد بن یوسف فریابی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے عبدالملک بن عمیر سے بیان کیا، ان سے مغیرہ بن شعبہ کے کاتب وراد نے، انہوں نے بیان کیا کہ مجھ سے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو ایک خط میں لکھوایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر فرض نماز کے بعد یہ دعا پڑھتے تھے «لا إله إلا الله وحده لا شريك له، له الملك، وله الحمد، وهو على كل شيء قدير، اللهم لا مانع لما أعطيت، ولا معطي لما منعت، ولا ينفع ذا الجد منك الجد» اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ بادشاہت اس کی ہے اور تمام تعریف

[1] مسلم (١٤٢) ٥٩٥ ج ١ ص ٤١٦۔

[2] التوبہ ٧٦

اسی کے لیے ہے۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اے اللہ جسے تو دے اس سے روکنے والا کوئی نہیں اور جسے تو نہ دے اسے دینے والا کوئی نہیں اور کسی مالدار کو اس کی دولت و مال تیری بارگاہ میں کوئی نفع نہ پہنچا سکیں گے۔ شعبہ نے بھی عبدالملک سے اسی طرح روایت کی ہے۔حسن نے فرمایا کہ (حدیث میں لفظ) «جد» کے معنی مال داری کے ہیں اور حکم، قاسم بن مخیمرہ سے وہ وراد کے واسطے سے اسی طرح روایت کرتے ہیں۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ اس وقت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے کوفہ کے امیر تھے اور کتاب الدعوات میں اس کا سبب ذکر ہوا ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو خط لکھا تھا کہ مجھے حدیث لکھ کر بھیجیں جو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو تب انہوں نے اپنے کاتب ورّاد سے یہ حدیث نبوی لکھوا کر بھیجی۔

قوله له الملك وله الحمد طبرانی میں ثقہ راویوں کی روایت کے ساتھ ان الفاظ کا اضافہ مروی ہے "یحی و یمیت بیده الخیر[1]"۔

قوله ولاينفع ذالجد منك الجد قال الحسن الجدغنی اس سے مراد یہ ہے کہ غناء والے کو تیرے عذاب سے اس کی غناء نہیں بچا سکتی۔ اور اس کا یہ معنی بھی کرتے ہیں کہ اگر تیری جگہ اس کو غناء حاصل ہو جائے تو اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے جب تک کہ تو نہ ملے اور "منك" عندک یا بذلک کے معنی میں ہے۔

ایک حدیث میں الطاعم الشاکر بمنزلة الصائم الصابر[2] کے الفاظ آتے ہیں اور اس میں بڑی بحث کی گئی ہے۔ کہ غنی شاکر اور فقیر صابر دونوں برابر ہیں یا نہیں۔ بعض غنی شاکر کو ترجیح دیتے ہیں اور بعض فقیر صابر کو۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ لوگوں کے مزاج مختلف ہوتے ہیں بعض لوگوں کے لئے غناء بہتر ہوتی ہے کیونکہ ان کی طبیعت ایسی ہوتی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ ان کو فقیر کر دے تو وہ دین بیچنا شروع کر دیتے ہیں لہذا ان کے لئے غناء ہی بہتر ہے۔ اور بعض لوگوں کے لئے فقر بہتر ہوتا ہے کیونکہ انہیں اگر مال مل جائے تو وہ بگڑ جاتے ہیں فرض کریں کہ ایک شخص کو مال مل جائے تو وہ اس کے سارے حقوق ادا کرے گا تو ایسا شخص مال نہ ملنے پر صبر کرے اور یہ کام پیغمبروں کا ہے۔ اس صورت میں فقیر صابر کو ترجیح حاصل ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لئے توسط کی دعاء کی تھی اور فرمایا تھا "اللّٰهم أحيني مسكينًا وأمتني مسكيناً واحشرني فی زمرة المساكين يوم القيامة[3] مسکنت درمیانی درجہ ہے اور فقر سے پناہ مانگی گئی ہے لہذا توسط ہی بہتر ہے زیادہ فقر بھی درست نہیں ہے۔

۱۵۶ ـ بَابٌ يَسْتَقْبِلُ الإِمَامُ النَّاسَ إِذَا سَلَّمَ:

باب: امام جب سلام پھیر چکے تو لوگوں کی طرف منہ کرے

۸۴۵: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو

---

(1) المعجم الاوسط للطبرانی ۴۶۴۳ ج ۵ ص ۵۰۔

(2) سنن ابن ماجہ ۱۷۶۴ ج ۱ ص ۵۶۱۔

(3) سنن ترمذی ۲۳۵۲ ج ۴ ص ۵۷۷۔

رَجَاءٍ، عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ، قَالَ: «كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى صَلَاةً أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ».

ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے جریر بن حازم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابورجاء عمران بن تمیم نے سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا، انہوں نے بتلایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز (فرض) پڑھا چکتے تو ہماری طرف منہ کرتے۔

امام حق امامت کی وجہ سے ان کی طرف پیٹھ کرتا ہے لہٰذا جب نماز مکمل ہوجائے تو سلام پھیرنے کے بعد ان کی طرف متوجہ ہوجائے۔ اس لئے کہ ان کی طرف متوجہ نہ ہونے میں تکبر پایا جاتا ہے۔ شافعی کہتے ہیں کہ اس طرح بیٹھے کہ کعبے سے منحرف نہ ہونے پائے۔ جس طرح بعض لوگ قطب کی طرف منہ کر لیتے ہیں۔ اس طرح کعبے سے پورا انحراف نہیں ہوتا اور تکبر بھی نہیں پایا جاتا۔ اور کعبے کی تعظیم بھی باقی رہتی ہے۔ جبکہ حدیث میں "اُقبل علینا بوجہہ" آتا ہے اور یہ تب ہی ہوتا ہے جب مقتدیوں کی طرف مکمل متوجہ ہو۔ احناف سلام کے بعد اللھم أنت السلام کے ساتھ دعاء شروع کر دیتے ہیں ان کی کتابوں میں لکھا ہے کہ جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں ان کے بعد فوراً کھڑا ہو کر سنتیں پڑھے کچھ اور نہ پڑھے۔ بعض نے سلام کے بعد متربّعاً بیٹھنے پر بھی انکار کیا ہے۔ حالانکہ ابوداؤد وغیرہ میں حدیث آتی ہے کہ نبی اکرم ﷺ سلام کے بعد متربّعاً بیٹھ جاتے تھے اور مقتدیوں کی طرف متوجہ ہوجاتے اور سورج نکلنے تک ایسے بیٹھے رہتے [1]۔ کیونکہ گھٹنوں پر بیٹھنا بعض دفعہ مشکل ہوجاتا ہے۔

٨٤٦ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ، أَنَّهُ قَالَ: صَلَّى لَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ الصُّبْحِ بِالْحُدَيْبِيَةِ عَلَى إِثْرِ سَمَاءٍ كَانَتْ مِنَ اللَّيْلَةِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ: «هَلْ تَدْرُونَ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ؟ قَالُوا: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: أَصْبَحَ مِنْ عِبَادِي مُؤْمِنٌ بِي وَكَافِرٌ، فَأَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللهِ وَرَحْمَتِهِ فَذَلِكَ مُؤْمِنٌ بِي وَكَافِرٌ بِالْكَوْكَبِ، وَأَمَّا مَنْ قَالَ بِنَوْءِ كَذَا وَكَذَا فَذَلِكَ كَافِرٌ بِي وَمُؤْمِنٌ بِالْكَوْكَبِ».

ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا، انہوں نے امام مالک سے بیان کیا، انہوں نے صالح بن کیسان سے بیان کیا، ان سے عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود نے بیان کیا، ان سے زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انہوں نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حدیبیہ میں صبح کی نماز پڑھائی اور رات کو بارش ہو چکی تھی نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کی طرف منہ کیا اور فرمایا معلوم ہے تمہارے رب نے کیا فرمایا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ اللہ اور اس کے رسول

[1] سنن ابی داؤد ۴۸۵۰ ج ۴ ص ۲۶۳۔ (صحیح)

خوب جانتے ہیں (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ) تمہارے رب کا ارشاد ہے کہ صبح ہوئی تو میرے کچھ بندے مجھ پر ایمان لائے۔ اور کچھ میرے منکر ہوئے جس نے کہا کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے ہمارے لیے بارش ہوئی تو وہ میرا مومن ہے اور ستاروں کا منکر اور جس نے کہا کہ فلاں تارے کے فلانی جگہ پر آنے سے بارش ہوئی وہ میرا منکر ہے اور ستاروں کا مومن۔

٨٤٧ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُنِيرٍ، سَمِعَ يَزِيدَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: أَخَّرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلَاةَ ذَاتَ لَيْلَةٍ إِلَى شَطْرِ اللَّيْلِ، ثُمَّ خَرَجَ عَلَيْنَا فَلَمَّا صَلَّى أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ، فَقَالَ: «إِنَّ النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا وَرَقَدُوا، وَإِنَّكُمْ لَنْ تَزَالُوا فِي صَلَاةٍ مَا انْتَظَرْتُمُ الصَّلَاةَ».

ہم سے عبداللہ بن منیر نے بیان کیا، انہوں نے یزید بن ہارون سے سنا، انہیں حمید ذیلی نے خبر دی، اور انہیں انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات (عشاء کی) نماز میں دیر فرمائی تقریباً آدھی رات تک۔ پھر آخر حجرہ سے باہر تشریف لائے اور نماز کے بعد ہماری طرف منہ کیا اور فرمایا کہ دوسرے لوگ نماز پڑھ کر سو چکے لیکن تم لوگ جب تک نماز کا انتظار کرتے رہے گویا کہ نماز میں رہے (یعنی تم کو نماز کا ثواب ملتا رہا)۔



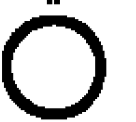
١٥٧۔ بَابُ مُكْثِ الإِمَامِ فِي مُصَلَّاهُ بَعْدَ السَّلَامِ:

باب: سلام کے بعد امام اسی جگہ ٹھہر کر (نفل وغیرہ) پڑھ سکتا ہے

٨٤٨۔ وَقَالَ لَنَا آدَمُ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، قَالَ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ يُصَلِّي فِي مَكَانِهِ الَّذِي صَلَّى فِيهِ الْفَرِيضَةَ وَفَعَلَهُ الْقَاسِمُ وَيُذْكَرُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَفَعَهُ لَا يَتَطَوَّعُ الإِمَامُ فِي مَكَانِهِ وَلَمْ يَصِحَّ.

شرح بخاری

اور ہم سے آدم بن ابی ایاس نے کہا کہ ان سے شعبہ نے بیان کیا ان سے ایوب سختیانی نے ان سے نافع نے، فرمایا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما (نفل) اسی جگہ پر پڑھتے تھے اور جس جگہ فرض پڑھتے اور قاسم بن محمد بن ابی بکر نے بھی اسی طرح کیا ہے اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ امام اپنی (فرض پڑھنے کی) جگہ پر نفل نہ پڑھے اور یہ صحیح نہیں۔





٨٤٩ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ، عَنْ هِنْدٍ بِنْتِ الْحَارِثِ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا سَلَّمَ يَمْكُثُ فِي مَكَانِهِ يَسِيرًا»، قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: فَنُرَى وَاللهُ أَعْلَمُ لِكَيْ يَنْفُذَ مَنْ يَنْصَرِفُ مِنَ النِّسَاءِ.



ہم سے ابوالولید ہشام بن عبدالملک نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا

انہوں نے کہا کہ ہم سے زہری نے ہند بنت حارث سے بیان کیا ان سے ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب سلام پھیرتے تو کچھ دیر اپنی جگہ پر بیٹھے رہتے۔ ابن شہاب نے کہا اللہ بہتر جانے ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ یہ آپ اس لیے کرتے تھے تاکہ عورتیں پہلے چلی جائیں۔

سلام کے بعد اپنے مصلیٰ پر ٹھہرنا دو طرح کا ہے۔ ایک یہ کہ وہیں بیٹھا رہے دوسرا یہ کہ وہاں نوافل شروع کر دے۔ اسی جگہ نوافل پڑھنا بھی مذکورہ مکث میں داخل ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ جگہ کا بدلنا ضروری نہیں ہے۔ لیکن سنن أبی داوٗد میں ہے کہ اس مقام سے آگے پیچھے یا دائیں، بائیں ہو جائے۔ مگر اس کی سند میں لیث بن أبی سلیم متفرد ہے جو ضعیف ہے۔ ابوداوٗد میں مغیرہ بن شعبہ کی مرفوع روایت بھی آتی ہے کہ کوئی شخص جگہ بدلے بغیر اسی مقام پر نماز نہ پڑھے لیکن اس کی سند میں بھی انقطاع ہے اس لئے بخاری نے اس کی تردید میں یہ باب قائم کیا ہے کہ وہیں ٹھہر سکتا ہے لیکن مسلم میں اس کے خلاف روایت آتی ہے جو سائب بن یزید سے ہے کہ انہوں نے جمعہ کی نماز پڑھی اور اس کے بعد نفلی نماز ادا کی۔ تو ان سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا "إذا صلیت الجمعة فلا تصلها بصلوٰة حتی تتکلم أو تخرج فإن النبی ﷺ أمرنا بذلك[1]" یہ حدیث صحیح ہے۔ اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وصل نہیں ہونا چاہیئے۔ اور وہیں نماز نہ پڑھے اور اگر ذکر واذکار کرنے کے بعد پڑھے تو وہاں پڑھ سکتا ہے۔ جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اس نماز کے بعد نفلی نماز ہوگی یا نہیں اگر ہو تو اس میں اختلاف ہے کہ نفلی نماز پڑھنے سے پہلے ذکر واذکار کے بعد نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں جمہور علماء اس کے جواز کے قائل ہیں اور حنفیہ کے نزدیک نفل نماز کے ساتھ آغاز کرے۔ اور جمہور کی دلیل حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔

قوله و قال لنا آدم حدثنا شعبة اس حدیث کے موقوف ہونے کی وجہ سے "قال" سے بیان کیا ہے تاکہ مرفوع اور موقوف میں فرق ہو جائے کبھی اس وقت بھی "قال" کہہ دیتے ہیں جبکہ مجلسِ حدیث میں حدیث نہ سنی ہو بلکہ مذاکرہ کی صورت میں اسے اخذ کیا ہو۔

قوله ولم یصح یہ بخاری کی کلام ہے کیونکہ اس میں لیث بن ابی سلیم ہے جو ضعیف ہے اس لئے یہ روایت صحیح نہیں ہے۔

۸۵۰: وَقَالَ ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ: أَخْبَرَنَا نَافِعُ بْنُ يَزِيد، قَالَ: أَخْبَرَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ، أَنَّ ابْنَ شِهَابٍ كَتَبَ إِلَيْهِ قَالَ: حَدَّثَتْنِي هِنْدُ بِنْتُ الْحَارِثِ الْفِرَاسِيَّةُ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَتْ مِنْ صَوَاحِبَاتِهَا، قَالَتْ: كَانَ يُسَلِّمُ فَيَنْصَرِفُ النِّسَاءُ فَيَدْخُلْنَ بُيُوتَهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَنْصَرِفَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اور ابوسعید بن ابی مریم نے کہا کہ ہمیں نافع بن یزید نے خبر دی انہوں نے کہا کہ مجھ سے جعفر بن ربیعہ نے بیان کیا کہ ابن شہاب زہری نے انہیں لکھ بھیجا کہ مجھ سے ہند بنت حارث فراسیہ نے بیان کیا اور ان

[1] مسلم ۸۸۳۔(۷۳) ج ۲ ص ۶۰۱۔

سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک بیوی ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے (ہند ان کی صحبت میں رہتی تھیں) انہوں نے فرمایا کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سلام پھیرتے تو عورتیں لوٹ کر جانے لگتیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اٹھنے سے پہلے اپنے گھروں میں داخل ہو چکی ہوتیں۔

وَقَالَ ابْنُ وَهْبٍ: عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَتْنِي هِنْدُ الْفِرَاسِيَّةُ، وَقَالَ عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ، أَخْبَرَنَا يُونُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، حَدَّثَتْنِي هِنْدُ الْفِرَاسِيَّةُ، وَقَالَ الزُّبَيْدِيُّ، أَخْبَرَنِي الزُّهْرِيُّ، أَنَّ هِنْدَ بِنْتَ الْحَارِثِ الْقُرَشِيَّةَ أَخْبَرَتْهُ وَكَانَتْ تَحْتَ مَعْبَدِ بْنِ الْمِقْدَادِ وَهُوَ حَلِيفُ بَنِي زُهْرَةَ، وَكَانَتْ تَدْخُلُ عَلَى أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ شُعَيْبٌ: عَنِ الزُّهْرِيِّ، حَدَّثَتْنِي هِنْدُ الْقُرَشِيَّةُ، وَقَالَ ابْنُ أَبِي عَتِيقٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ هِنْدٍ الْفِرَاسِيَّةِ، وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَهُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنِ امْرَأَةٍ مِنْ قُرَيْشٍ حَدَّثَتْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اور ابن وہب نے یونس کے واسطہ سے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا اور انہیں ہند بنت حارث فراسیہ نے خبر دی اور عثمان بن عمر نے کہا کہ ہمیں یونس نے زہری سے خبر دی انہوں نے کہا کہ مجھ سے ہند قرشیہ نے بیان کیا محمد بن ولید زبیدی نے کہا کہ مجھ کو زہری نے خبر دی کہ ہند بنت حارث قرشیہ نے انہیں خبر دی۔ اور وہ بنو زہرہ کے حلیف معبد بن مقداد کی بیوی تھی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کی خدمت میں حاضر ہوا کرتی تھی اور شعیب نے زہری سے اس حدیث کو روایت کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے ہند قرشیہ نے حدیث بیان کی، اور ابن ابی عتیق نے زہری کے واسطہ سے بیان کیا اور ان سے ہند فراسیہ نے بیان کیا۔ لیث نے کہا کہ مجھ سے یحییٰ بن سعید نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا اور ان سے قریش کی ایک عورت نے نبی کریم سے روایت کر کے بیان کیا۔



قولہ حدثتنی ھند بنت الحارث الفراسیۃ یہ بنو فراس کی طرف نسبت ہے اور یہ تابعیہ ہے بعض روایات میں ھند القرشیۃ آتا ہے اگر فراسیۃ بنو کنانۃ کا بطن ہو اور کنانہ قریش ہیں تو دونوں نسبتوں میں کوئی مخالفت نہیں ہے اور اگر فہر سے ہوں تو بنو فراس قریش نہیں ہیں تو اس صورت میں ایک نسبت اصلی اور حقیقی ہو جائے گی اور دوسری مجازی اور نسبت بالحلف پر محمول ہو گی۔ اور آخری لیث کی روایت لا کر بخاری نے ان لوگوں کی تردید کی ہے جو کہتے ہیں کہ یہ تصحیف ہے اور فراسیۃ سے قرشیۃ بن گیا ہے کیونکہ اس روایت میں امرأۃ من قریش آیا ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام کو چاہیئے کہ وہ مقتدیوں کے احوال کا لحاظ رکھے اور تہمت کے مقامات سے بچا جائے اور عورتوں کا گھروں اور راستوں میں غیر محرم مردوں کے ساتھ اختلاط اور خلط ملط ہونا ممنوع ہے۔ اور یہ مکث عورتوں کی وجہ سے تھا اور اگر مقتدی صرف مرد ہوں تو یہ مکث ضروری نہیں ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ عورتیں بھی مسجد میں نماز باجماعت کے



لئے حاضر ہوتی تھیں۔

۱۵۸ ۔ بَابُ مَنْ صَلَّى بِالنَّاسِ فَذَكَرَ حَاجَةً فَتَخَطَّاهُمْ:

باب: اگر امام لوگوں کو نماز پڑھا کر کسی کام کا خیال کرے اور ٹھہرے نہیں بلکہ لوگوں کی گردنیں پھلانگتا چلا جائے تو کیا ہے

۸۵۱ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعِيدٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ عُقْبَةَ، قَالَ: صَلَّيْتُ وَرَاءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِينَةِ الْعَصْرَ، فَسَلَّمَ ثُمَّ قَامَ مُسْرِعًا فَتَخَطَّى رِقَابَ النَّاسِ إِلَى بَعْضِ حُجَرِ نِسَائِهِ، فَفَزِعَ النَّاسُ مِنْ سُرْعَتِهِ فَخَرَجَ عَلَيْهِمْ فَرَأَى أَنَّهُمْ عَجِبُوا مِنْ سُرْعَتِهِ، فَقَالَ: «ذَكَرْتُ شَيْئًا مِنْ تِبْرٍ عِنْدَنَا فَكَرِهْتُ أَنْ يَحْبِسَنِي فَأَمَرْتُ بِقِسْمَتِهِ».

ہم سے محمد بن عبید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عیسیٰ بن یونس نے عمر بن سعید سے یہ حدیث بیان کی، انہوں نے کہا کہ مجھے ابن ابی ملیکہ نے خبر دی ان سے عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے مدینہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں ایک مرتبہ عصر کی نماز پڑھی۔ سلام پھیرنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم جلدی سے اٹھ کھڑے ہوئے اور صفوں کو چیرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی کسی بیوی کے حجرہ میں گئے۔ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تیزی کی وجہ سے گھبرا گئے۔ پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور جلدی کی وجہ سے لوگوں کے تعجب کو محسوس فرمایا تو فرمایا کہ ہمارے پاس ایک سونے کا ڈلا (تقسیم کرنے سے) بچ گیا تھا مجھے اس میں دل لگا رہنا برا معلوم ہوا، میں نے اس کے بانٹ دینے کا حکم دے دیا۔

شرح بخاری

اس باب سے بخاری بتانا چاہتے ہیں کہ مکث مذکور واجب نہیں کسی علت کی بنا پر چھوڑا جاسکتا ہے، تخطی اگرچہ منع ہے لیکن کسی ضرورت اور مجبوری کی وجہ سے جائز ہے۔ مثلاً نماز کے بعد فوراً کرنے کا کام ہے اور امام یا غیر امام سمجھتا ہے کہ اگر میں بیٹھا رہا تو کام بھول جاؤں گا تو لوگوں کے انتشار سے پہلے جاسکتا ہے اور تخطی بھی ہوسکتی ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز میں غیر متعلقہ چیز کا خیال آنے سے نماز باطل نہیں ہوگی اور نہ ہی اس کے کمال میں کمی آئے گی۔

۱۵۹۔ بَابُ الِانْفِتَالِ وَالِانْصِرَافِ عَنِ الْيَمِينِ وَالشِّمَالِ:

باب: نماز پڑھ کر دائیں یا بائیں دونوں طرف پھر بیٹھنا یا لوٹنا درست ہے

۸۵۲: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنِ الْأَسْوَدِ، قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللهِ: «لَا يَجْعَلْ أَحَدُكُمْ لِلشَّيْطَانِ شَيْئًا مِنْ صَلَاتِهِ يَرَى أَنَّ حَقًّا عَلَيْهِ أَنْ لَا يَنْصَرِفَ إِلَّا عَنْ يَمِينِهِ، لَقَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

كَثِيرًا يَنْصَرِفُ عَنْ يَسَارِهِ».

ہم سے ابوالولید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، انہوں نے سلیمان سے بیان کیا، ان سے عمارہ بن عمیر نے، ان سے اسود بن یزید نے بیان کیا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کوئی شخص اپنی نماز میں سے کچھ بھی شیطان کا حصہ نہ لگائے اس طرح کہ داہنی طرف ہی لوٹنا اپنے لیے ضروری قرار دے لے۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اکثر بائیں طرف سے لوٹتے دیکھا۔

انفتال اور انصراف میں فرق کرتے ہیں کہ امام کا مقتدیوں کی طرف منہ کرنا انفتال ہے اور اٹھ کر گھر چلا جانا انصراف ہے۔ انفتال اور انصراف میں دونوں طرف سے پھرنا جائز ہے لیکن اَحد الجائزین کو معین کر لینا منع ہے۔ لہذا ایک چیز کو اعتقاداً اور عملاً اپنی طرف سے معین کر لینا جائز نہیں ہے۔ اس لئے کسی سنت کو فرض نہ بنالے۔ اسی طرح انصراف میں جدھر گھر ہو ادھر چلا جائے۔ بعض کہتے ہیں کہ واجب سمجھے بغیر دائیں جانب پھرنا بہتر ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ تیمّن کو پسند کیا کرتے تھے۔ بہرحال اَحد الجائزات کو معین کر لینا بدعت ہے۔ مثلاً میت کی طرف سے صدقہ کسی دن بھی کیا جاسکتا ہے لیکن ساتویں دن کی تعیین کر لینا اور اس سے تقدیم و تاخیر نہ ہونے دینا بدعت ہے۔ اور اگر اتفاقاً ساتویں دن ہو جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ اس طرح تقلید بھی منع ہے کہ یہ بھی ایک امام کی تعیین کر لینے کو مستلزم ہے اور اَحد الجائزات کی تعیین کرنا جائز نہیں ہے۔ اور تقلید اتباع سے روکتی ہے۔ کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ ہم اپنے اباء کی پیروی کرتے ہیں "و اذا قيل لهم اتبعوا ماأنزل الله قالوا بل نتبع ماألفينا عليه آباءنا[1]" اس آیت میں مفسرین نے علماء کا معنی بھی کیا ہے اس طرح تقلید اتباع بلکہ تبلیغ سے بھی روکتی ہے۔

قوله يرى أن حقًا عليه "بریلویوں کو اس سے یہ شبہ پڑا ہے کہ یہ اس وقت ہے جبکہ ایک چیز کو فرض سمجھ لے کیونکہ ایک چیز کو فرض سمجھنے سے دوسری چیز منع ہو جائے گی۔ حالانکہ "يرى حقا عليه" سے مراد یہ ہے کہ وہ عمل اس طرح کرتا ہے جیسے اسے لازم سمجھ رہا ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ اسکا اعتقاد ہو گیا ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ اس نے عملی طور پر اسکا التزام کر لیا ہے۔ گیارھویں بھی اگر غیر اللہ کے لئے ہو تو شرک ہے۔ اور اگر دن کی تعیین کیئے بغیر اللہ تعالیٰ کے تقرب کے لئے دی جائے تو صدقہ و خیرات مسکینوں کو دینا تو شرک نہیں ہے۔ کسی کو اللہ تعالیٰ کے تقرب کے حصول کے لئے دودھ دینا شرک نہیں ہے۔ ہاں غیر اللہ کے تقرب کے حصول کے لئے دینا شرک ہے۔ اور جو لوگ نذرِ حسین دیتے ہیں اگر وہ اللہ تعالیٰ کے تقرب کے لئے دیں اور ثواب کسی اور کو پہنچائیں تو یہ شرک نہیں ہوگا۔ اور اگر ان کا مقصد یہ ہو کہ امام حسین کا بھی اس جہان میں کچھ حصہ ہے اور ان کے تقرب کے حصول کے لئے دیں تو یہ شرک ہے۔ جو لوگ سر کا صدقہ دیتے ہیں اس میں اگر نیت اللہ تعالیٰ کے لئے دینے کی ہو تاکہ وہ اس صدقے کی وجہ سے مریض کو شفاء دیدے تو اسمیں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور اگر مرغ وغیرہ مریض کے سر پر پھیر کر دیتے ہیں تو انہیں اس سے روکنا چاہیئے کیونکہ اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ لیکن اسے شرک نہیں کہا جائیگا۔ کیونکہ سر پر پھیرنے سے اس کا

[1] البقرہ:۱۷۰

طواف تو نہیں ہو جاتا۔

اشرف علی تھانوی نے قطب گنگوہی کو لکھا تھا کہ آپ تقلید کو جائز سمجھتے ہیں اور تیجہ، ساتہ، چالیہ کو منع سمجھتے ہیں حالانکہ دونوں کی حقیقت ایک ہے اور وہ أحد الجائزات کی تعیین ہے تو انہوں نے جواب دیا تھا کہ اگرچہ یہ أحد الجائزات کی تعیین ہے لیکن تقلید نہ کرنے میں قباحت بہت پائی جاتی ہے تقلید چھوڑنے سے لوگ آوارہ ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ لوگوں میں آوارگی تو بددیانتی کی وجہ سے پائی جاتی ہے۔

۱۶۰۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي الثُّومِ النَّيِّ وَالْبَصَلِ وَالْكُرَّاثِ:

باب: لہسن، پیاز اور گندنے کے متعلق جو روایات آئی ہیں ان کا بیان

وَقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَكَلَ الثُّومَ أَوِ الْبَصَلَ مِنَ الْجُوعِ أَوْ غَيْرِهِ فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس نے لہسن یا پیاز بھوک یا اس کے علاوہ کسی وجہ سے کھائی ہو وہ ہماری مسجد کے پاس نہ پھٹکے۔

۸۵۳: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي غَزْوَةِ خَيْبَرَ: «مَنْ أَكَلَ مِنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ يَعْنِي الثُّومَ فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا».

ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے، عبید اللہ بکیری سے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے نافع نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ خیبر کے موقع پر کہا تھا کہ جو شخص اس درخت یعنی لہسن کو کھائے ہوئے ہو اسے ہماری مسجد میں نہ آنا چاہیے (کچا لہسن یا پیاز کھانا مراد ہے کہ اس سے منہ میں بو پیدا ہو جاتی ہے)۔

۸۵٤ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ، قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ أَكَلَ مِنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ يُرِيدُ الثُّومَ فَلَا يَغْشَانَا فِي مَسَاجِدِنَا»، قُلْتُ: مَا يَعْنِي بِهِ، قَالَ: مَا أُرَاهُ يَعْنِي إِلَّا نِيئَهُ، وَقَالَ مَخْلَدُ بْنُ يَزِيدَ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ إِلَّا نَتْنَهُ.

ہم سے عبد اللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو عاصم ضحاک بن مخلد نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں ابن جریج نے خبر دی کہا کہ مجھے عطاء بن ابی رباح نے خبر دی کہا کہ میں نے جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہما سے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص یہ درخت کھائے (آپ کی مراد لہسن سے تھی) تو وہ ہماری مسجد میں نہ آئے عطاء نے کہا میں نے جابر سے پوچھا کہ آپ کی مراد اس سے کیا تھی۔ انہوں نے جواب دیا کہ آپ کی مراد صرف کچے لہسن سے تھی۔ مخلد بن یزید نے ابن جریج

کے واسطہ سے (الانیہ کے بجائے) الانتنہ نقل کیا ہے (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد صرف لہسن کی بدبو سے تھی)۔

۸۵۵ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، زَعَمَ عَطَاءٌ، أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ، زَعَمَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «مَنْ أَكَلَ ثُومًا أَوْ بَصَلًا فَلْيَعْتَزِلْنَا أَوْ قَالَ فَلْيَعْتَزِلْ مَسْجِدَنَا وَلْيَقْعُدْ فِي بَيْتِهِ، وَأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُتِيَ بِقِدْرٍ فِيهِ خَضِرَاتٌ مِنْ بُقُولٍ فَوَجَدَ لَهَا رِيحًا، فَسَأَلَ فَأُخْبِرَ بِمَا فِيهَا مِنَ الْبُقُولِ، فَقَالَ: قَرِّبُوهَا إِلَى بَعْضِ أَصْحَابِهِ كَانَ مَعَهُ، فَلَمَّا رَآهُ كَرِهَ أَكْلَهَا، قَالَ: كُلْ فَإِنِّي أُنَاجِي مَنْ لَا تُنَاجِي»، وَقَالَ أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ وَهْبٍ أُتِيَ بِبَدْرٍ، قَالَ ابْنُ وَهْبٍ: يَعْنِي طَبَقًا فِيهِ خُضَرَاتٌ، وَلَمْ يَذْكُرِ اللَّيْثُ، وَأَبُو صَفْوَانَ، عَنْ يُونُسَ قِصَّةَ الْقِدْرِ، فَلَا أَدْرِي هُوَ مِنْ قَوْلِ الزُّهْرِيِّ أَوْ فِي الْحَدِيثِ.

ہم سے سعید بن عفیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابن وہب نے یونس سے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے کہ عطاء جابر بن عبداللہ سے روایت کرتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو لہسن یا پیاز کھائے ہوئے ہو تو وہ ہم سے دور رہے یا (یہ کہا کہ اسے) ہماری مسجد سے دور رہنا چاہیے یا اسے اپنے گھر میں ہی بیٹھنا چاہیے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک ہانڈی لائی گئی جس میں کئی قسم کی ہری ترکاریاں تھیں۔ (پیاز یا گندنا بھی) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں بو محسوس کی اور اس کے متعلق دریافت کیا۔ اس سالن میں جتنی ترکاریاں ڈالیں گئی تھیں وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتادی گئیں۔ وہاں ایک صحابی موجود تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی طرف یہ سالن بڑھادو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کھانا پسند نہیں فرمایا اور فرمایا کہ تم لوگ کھالو۔ میری جن سے سرگوشی رہتی ہے تمہاری نہیں رہتی اور احمد بن صالح نے ابن وہب سے یوں نقل کیا کہ تھال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائی گئی تھی۔ ابن وہب نے کہا کہ طبق جس میں ہری ترکاریاں تھیں اور لیث اور ابوصفوان نے یونس سے روایت میں ہانڈی کا قصہ نہیں بیان کیا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے (یا سعید یا ابن وہب نے کہا) میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ خود زہری کا قول ہے یا حدیث میں داخل ہے۔



۸۵۶ حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ، قَالَ: سَأَلَ رَجُلٌ أَنَسًا، مَا سَمِعْتَ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فِي الثُّومِ؟ فَقَالَ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ أَكَلَ مِنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ فَلَا يَقْرَبْنَا أَوْ لَا يُصَلِّيَنَّ مَعَنَا».



ہم سے ابو معمر نے بیان کیا، ان سے عبدالوارث بن سعید نے بیان کیا، ان سے عبدالعزیز بن صہیب نے بیان کیا، کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے پوچھا کہ آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

سے لہسن کے بارے میں کیا سنا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اس درخت کو کھائے وہ ہمارے قریب نہ آئے ہمارے ساتھ نماز نہ پڑھے۔

الثوم ثا کے ضمہ کے ساتھ اور النِیئ نون کے کسرہ کے ساتھ اور یا کے ہمزہ کے ساتھ اور کبھی ادغام کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔ اگرچہ آنے والی احادیث میں النِیئ یعنی کچا ہونے کا ذکر نہیں ہے لیکن تھوم کے بارہ میں آنے والی مطلق احادیث غیر مطبوخ (کچے) تھوم پر محمول ہیں۔ اور "الکراث" کاف کے ضمہ اور را کی تشدید کے ساتھ، گندھناں کو کہتے ہیں جو مدینہ میں ہوتا تھا۔ ہمارے ہاں بوگھاٹ اس طرح کا ہوتا ہے جسے پیازی کہتے ہیں۔ آنے والی احادیث میں اگرچہ "کُرّاث" کا ذکر نہیں ہے۔ لیکن حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے بعض طرق میں اس کا ذکر آتا ہے جیسا کہ صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے "نهي النبي ﷺ عن أكل البصل والكراث فغلبتنا الحاجة فأكلنا منها فقال النبي ﷺ من أكل من هذه الشجرة المنتنة فلا يقربن مسجدنا[1]" اور مسند حمیدی میں ہے کہ حضرت جابر سے ثوم (لہسن) کے بارہ میں سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا "ما كان بأرضنا يومئذٍ ثوم إنما الذى نهي عنه البصل والكراث[2]" اور اس باب کے تحت آنے والی حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی احادیث میں "خضرات" کا لفظ "کراث" کو بھی شامل ہے کیونکہ "کراث" بھی خضرات سے ہے۔ اور احادیث کے باب کے ساتھ تعلق کا صریح ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ تامل اور غور وفکر سے بھی تعلق ظاہر ہو جاتا ہے۔

اور "الجوع وغیرہ" کا ذکر بھی احادیث میں صریح نہیں ہے لیکن یہ مسلم میں جابر کی حدیث مذکور سے اخذ کیا گیا ہے۔ اور مسلم میں ہی حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے "فوقعنا فى تلك البقلة الثوم والناس جياع[3]" الحدیث۔

شرح بخاری

اور ترجمہ باب میں "وقول النبي ﷺ من أكل الثوم أو البصل" آخر تک حدیث نہیں ہے بلکہ یہ بخاری کی فقاہت اور روایت بالمعنی کی صورت ہے۔

لہسن اور پیاز وغیرہ سے چونکہ بو آتی ہے اس لئے ان سے روکا گیا ہے اگرچہ یہ چیزیں حرام نہیں ہیں۔ اور حُقّہ، سگریٹ بھی بدبودار ہیں ان کے پینے والے کے ساتھ کھڑے نمازی کو تکلیف اٹھانا پڑتی ہے لہذا یہ بھی ممنوع ہیں[4]۔

---

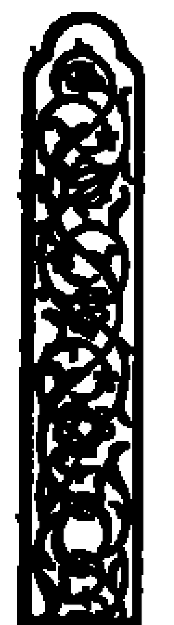
1. مسلم (۷۲) ۵۶۴ ج ۱ ص ۳۹۴۔
2. مسند حمیدی ۱۳۱۵ ج ۲ ص ۳۴۷۔
3. مسلم (۷۶) ۵۶۵ ج ۱ ص ۳۹۵۔
4. سگریٹ نوشی اور اس کا کاروبار حرام ہے۔ اور اس کی حسب ذیل وجوہات ہیں ا۔ تمبا کو نوشی کا زیادہ استعمال رفتہ رفتہ انسان کو نشہ کرنے میں مبتلا کر دیتا ہے۔ اور جو چیز حرام کا ذریعہ بنتی ہے وہ بھی حرام ہے ۲۔ اطباء کا اس پر اتفاق ہے کہ تمبا کو نوشی اور سگریٹ نوشی مضرِ صحت ہے اور اس کی کثرت انسان کو مختلف قسم کی مہلک بیماریوں میں مبتلا کرنے کا سبب بنتی

ایک روایت میں مولی کاذکر بھی آتا ہے حافظ نے اس روایت کو ضعیف کہا ہے، کچا لہسن کھانے سے بغیر ڈکار لئے بو آتی ہے جبکہ مولی کھانے سے ڈکار آنے پر بدبو آتی ہے اور اگر یہ چیزیں پکا کر کھائی جائیں تو بو کم ہوجاتی ہے اگرچہ ختم نہیں ہوتی۔ رسول اللہ ﷺ پکے ہوئے سے بھی پرہیز کیا کرتے تھے جیسا کہ آپ نے فرمایا فإني أناجي من لا تناجي اور آپ کا نجویٰ فرشتے سے ہوتا تھا اور آپ نے حضرت ابوایوب انصاری کو اس کے کھانے کی اجازت دی تھی۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ اگر کسی شخص کو مہلک بیماری لاحق ہو اور لوگ اس سے کراہت کرتے ہوں جیسے برص اور جزام اور سل کی بیماری ہے یا اسے ایسا زخم ہو جس سے بدبو آتی ہے۔ یا پیپ بہتی ہو تو ایسے مریض کو بھی مسجد میں نہیں آنا چاہیئے۔ لیکن بعض اسے سختی سمجھتے ہیں اور انہیں مسجد میں آنے کی اجازت دیتے ہیں بعض کے نزدیک چمرنگ کو بھی مسجد میں نہیں آنا چاہیئے کیونکہ چمڑا رنگنے سے اس کے ہاتھوں سے بدبو آنا شروع ہوجاتا ہے۔ لیکن بعض اسے توسع غیر مرضی سمجھتے ہیں۔

مجزوم کے بارہ میں حضرت عمر فاروق ؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک مجزومہ عورت کو بیت اللہ کا طواف کرتے دیکھا تو اسے منع کرتے ہوئے فرمایا "یا أمة الله لا توذی عباد الله اجلسی فی بیتك" اس کے بعد

ہے اور ٹی۔ بی نیز کینسر جیسی خطرناک بیماریوں میں ڈال دیتی ہے۔ اور ہر ایسی چیز جو انسان کی صحت کے لئے مضر ہو اسکا استعمال جائز نہیں ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے "ولا تلقوا بأيديكم إلي التهلكة" اپنے ہاتھوں کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ نیز ارشاد ہے "ولا تقتلوا أنفسكم" اپنے آپ کو قتل نہ کرو۳۔ تمباکو نوشی اور سگریٹ نوشی کھانے پینے میں اسراف اور تبذیر کے زمرے میں آتی ہے۔ اور اسلامی شریعت میں اسراف اور تبذیر دونوں سے منع کیا گیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے "كلوا واشربوا ولا تسرفوا۔ الاعراف: ۳۱" نیز ارشاد ہے "ولا تبذر تبذيرًا" الإسراء ۲۶۔ اور فضول خرچی مت کرو۴۔ سگریٹ نوشی مال کا ضیاع ہے جس سے روکا گیا ہے ارشاد نبوی ہے "نهي عن إضاعة المال" یعنی نبی اکرم ﷺ نے مال ضائع کرنے سے منع کیا ہے۵۔ تمباکو نوشی اور سگریٹ نوشی کے حرام ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہ عبادت الہی میں خلل پیدا کرتی ہے سگریٹ نوشی کرنے والے شخص کو روزہ رکھنا سخت گراں گذرتا ہے۔ اور روزہ اس کے لئے ایک بوجھ ہوتا ہے ایسا شخص کسی نمازی کے ساتھ کھڑا ہوجائے تو اس کے لئے نماز پڑھنا دشوار کر دیتا ہے لہذا جو چیز اللہ تعالی کی عبادت میں رکاوٹ ڈالنے والی ہو وہ دینی اعتبار سے بھی مضر ہے۔ معاشرتی اعتبار سے دیکھا جائے تو سگریٹ نوشی یا حقہ نوشی کرنے والا اپنے ناک اور منہ سے بدبودار دھواں نکال کر دوسرے لوگوں کے لئے سانس لینا دوبھر کر دیتا ہے۔ معلوم ہوا کہ تمباکو نوشی اور سگریٹ نوشی دینی، معاشی، معاشرتی اور طبی ہر لحاظ سے نقصان دہ ہے۔ اور جو چیز ہر اعتبار سے مضر اور نقصان دہ ہو وہ اسلامی شریعت میں حلال اور جائز نہیں ہوسکتی۔ اور یہ بھی واضح ہو کہ جو چیز حرام ہو اسکی تجارت اور خرید و فروخت بھی حرام ہوتی ہے۔ ارشاد نبوی ہے "إن الله إذا حرم علي قوم أكل شيئ حرم عليهم ثمنه" سنن أبي داؤد یعنی جب اللہ تعالی نے کسی چیز کا کھانا حرام کیا ہے تو اس کی قیمت لینا بھی حرام کر دیا ہے۔ لہذا سگریٹ نوشی کا کاروبار کرنے والی کمپنیاں اور اس کی تجارت کرنے والے دکاندار اور اسے خریدنے والے سب حرام کا ارتکاب کرتے ہیں انہیں چاہیئے کہ اس کاروبار سے توبہ کریں اور اسے چھوڑ دیں۔





جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو کسی شخص نے اس عورت سے کہا "إن الذی کان قد نهاكِ قد مات قالت لم أكن لأطيعه حيًا وأعصيه ميتًا[1]" جیسا کہ مؤطا میں ہے۔ بعض لوگوں کو گندا دھن کا عارضہ ہوتا ہے اس لئے بعض کہتے ہیں اسے بھی نہیں آنا چاہیئے لیکن یہ توسع غیر مرضی ہے کیونکہ یہ عارضہ اس کے اختیار میں نہیں ہے۔

۱۶۱ ۔ بَابُ وُضُوءِ الصِّبْيَانِ:

باب: بچوں کے وضو کرنے کا بیان:

وَمَتَى يَجِبُ عَلَيْهِمُ الْغَسْلُ وَالطُّهُورُ[2] وَحُضُورِهِمِ الْجَمَاعَةَ وَالْعِيدَيْنِ وَالْجَنَائِزَ وَصُفُوفِهِمْ.

اور ان پر غسل اور وضو اور جماعت، عیدین، جنازوں میں ان کی حاضری اور ان کی صفوں میں شرکت کب ضروری ہو گی اور کیونکر ہو گی۔

بچوں پر اگرچہ وضوء فرض نہیں ہے لیکن ان کی نماز تب ہی قابل قبول ہوگی جبکہ وہ وضوء کر کے نماز ادا کریں۔ کیونکہ نماز کے لئے وضوء کرنا ضروری ہے۔ حافظ رحمہ اللہ نے ابن منیر کے حوالے سے ذکر کیا ہے کہ بخاری رحمہ اللہ نے ترجمہ باب میں بچوں کے وضوء وغیرہ کا حکم بیان نہیں کیا۔ کیونکہ اگر وہ وضوء صبیان کو مستحب کہتے تو اس سے وضوء کے

---

[1] مؤطا مالک ۱۶۰۳ ج ۳ ص ۶۲۵۔

[2] یہ ترجمہ باب چھ اجزاء پر مشتمل ہے ایک "وضوء الصبیان" دوسرا متی یجب علیهم الغسل والطهور اور تیسرا حضور الجماعۃ چوتھا حضور العیدین پانچواں حضور الجنائز اور چھٹا صفوفهم "یعنی ان کا غیر کے ساتھ صف بنانا، اس باب کی پہلی حدیث کا پہلے اور تیسرے اور چھٹے جزء سے تعلق ہے۔

اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث کا ترجمہ باب کے دوسرے جزء سے تعلق ہے جو کہ بچوں پر غسل اور وضوء کے واجب ہونے کے بارہ میں ہے اور یہ تب ہے جبکہ وہ بالغ ہو جائیں۔ اور تیسری ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کا تعلق پہلے جزء سے ہے جس میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کے وضوء کرنے کا ذکر ہے جیسا کہ انہوں نے کہا ہے "فتوضأت نحوًا مما توضأ" یعنی میں نے آپ کی طرح ہی وضوء کیا۔ اور چوتھی حدیث کا تیسرے اور چھٹے اجزاء سے تعلق ہے یعنی ابن عباس جماعت میں حاضر ہوئے اور لوگوں کے ساتھ صف بنائی حالانکہ وہ اس وقت صغیر یعنی بچے تھے۔

اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث کا تعلق تیسرے جزء سے ہے کہ بچے بھی جماعت میں حاضر ہوتے تھے اور آخری حدیث کا تعلق نماز عید میں بچوں کے حاضر ہونے سے ہے جیسا کہ ابن رجب رحمہ اللہ اور عینی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے۔

"قوله الغسل یوم الجمعة واجب علی کل محتلم" اس سے استدلال کیا گیا ہے کہ غسل یا وضوء کے واجب ہونے کے لئے بلوغت شرط ہے اور غیر بالغ پر وضوء یا غسل واجب نہیں ہے۔

بغیر بچے کی نماز کا صحیح ہونا لازم آتا۔ اور اگر اس پر وجوب کا حکم لگاتے تو اس سے لازم آتا کہ وضوء کے چھوڑنے پر بچے کو عذاب کیا جائے گا۔ جیسا کہ واجب کی تعریف کا تقاضا ہے اس لئے امام بخاری رحمہ اللہ حکم ذکر کیئے بغیر ترجمہ باب لائے ہیں۔

٨٥٧ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى، قَالَ: حَدَّثَنِي غُنْدَرٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: سَمِعْتُ سُلَيْمَانَ الشَّيْبَانِيَّ، قَالَ: سَمِعْتُ الشَّعْبِيَّ، قَالَ: «أَخْبَرَنِي مَنْ مَرَّ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى قَبْرٍ مَنْبُوذٍ، فَأَمَّهُمْ وَصَفُّوا عَلَيْهِ»، فَقُلْتُ: يَا أَبَا عَمْرٍو، مَنْ حَدَّثَكَ؟ فَقَالَ: ابْنُ عَبَّاسٍ.

ہم سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے غندر نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے بیان کیا، انہوں نے سلیمان شیبانی سے سنا، انہوں نے شعبی سے، انہوں نے بیان کیا کہ مجھے ایک ایسے شخص نے خبر دی جو (ایک مرتبہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک اکیلی الگ تھلگ ٹوٹی ہوئی قبر پر سے گزر رہے تھے وہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی اور لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے صف باندھے ہوئے تھے۔ سلیمان نے کہا کہ میں نے شعبی سے پوچھا کہ ابو عمرو آپ سے یہ کس نے بیان کیا تو انہوں نے کہا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے۔

٨٥٨ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: حَدَّثَنِي صَفْوَانُ بْنُ سُلَيْمٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «الْغُسْلُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُحْتَلِمٍ».

ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے صفوان بن سلیم نے عطاء سے بیان کیا، ان سے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کے دن ہر بالغ کے لیے غسل ضروری ہے۔

٨٥٩ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، قَالَ: أَخْبَرَنِي كُرَيْبٌ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: «بِتُّ عِنْدَ خَالَتِي مَيْمُونَةَ لَيْلَةً فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا كَانَ فِي بَعْضِ اللَّيْلِ قَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَوَضَّأَ مِنْ شَنٍّ مُعَلَّقٍ وُضُوءًا خَفِيفًا يُخَفِّفُهُ عَمْرٌو وَيُقَلِّلُهُ جِدًّا ثُمَّ قَامَ يُصَلِّي، فَقُمْتُ فَتَوَضَّأْتُ نَحْوًا مِمَّا تَوَضَّأَ، ثُمَّ جِئْتُ فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ فَحَوَّلَنِي فَجَعَلَنِي عَنْ يَمِينِهِ، ثُمَّ صَلَّى مَا شَاءَ اللهُ، ثُمَّ اضْطَجَعَ فَنَامَ حَتَّى نَفَخَ، فَأَتَاهُ الْمُنَادِي يَأْذَنُهُ بِالصَّلَاةِ فَقَامَ مَعَهُ إِلَى الصَّلَاةِ فَصَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ، قُلْنَا لِعَمْرٍو: إِنَّ نَاسًا يَقُولُونَ: إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَنَامُ عَيْنُهُ وَلَا يَنَامُ قَلْبُهُ. قَالَ عَمْرٌو:

سَمِعْتُ عُبَيْدَ بْنَ عُمَيْرٍ يَقُولُ: إِنَّ رُؤْيَا الْأَنْبِيَاءِ وَحْيٌ، ثُمَّ قَرَأَ: إِنِّي أَرَى فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ».

ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا، کہ کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے عمرو بن دینار سے بیان کیا، کہا کہ مجھے کریب نے خبر دی ابن عباس سے، انہوں نے بیان کیا کہ ایک رات میں اپنی خالہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے یہاں سویا اور رسول اللہ ﷺ بھی وہاں سو گئے۔ پھر رات کا ایک حصہ جب گزر گیا آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور ایک لٹکی ہوئی مشک سے ہلکا سا وضو کیا۔ عمرو (راوی حدیث نے) اس وضو کو بہت ہی ہلکا بتلایا (یعنی اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت کم پانی استعمال فرمایا) پھر آپ ﷺ نماز کے لیے کھڑے ہوئے اس کے بعد میں نے بھی اٹھ کر اسی طرح وضو کیا جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا پھر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں طرف کھڑا ہو گیا۔ لیکن آپ ﷺ نے مجھے داہنی طرف پھیر دیا پھر اللہ تعالیٰ نے جتنا چاہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی پھر آپ ﷺ لیٹ رہے پھر سو گئے۔ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خراٹے لینے لگے۔ آخر مؤذن نے آکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کی خبر دی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ساتھ نماز کے لیے تشریف لے گئے اور نماز پڑھائی مگر (نیا) وضو نہیں کیا سفیان نے کہا۔ ہم نے عمرو بن دینار سے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ (سوتے وقت) آپ ﷺ کی (صرف) آنکھیں سوتی تھیں لیکن دل نہیں سوتا تھا۔ عمرو بن دینار نے جواب دیا کہ میں نے عبید بن عمیر سے سنا وہ کہتے تھے کہ انبیاء کا خواب بھی وحی ہوتا ہے پھر عبید نے اس آیت کی تلاوت کی «إنی أرى فی المنام أنی أذبحك» (ترجمہ) میں نے خواب دیکھا ہے کہ تمہیں ذبح کر رہا ہوں۔

٨٦٠ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ جَدَّتَهُ مُلَيْكَةَ دَعَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِطَعَامٍ صَنَعَتْهُ، فَأَكَلَ مِنْهُ، فَقَالَ: «قُومُوا فَلِأُصَلِّيَ بِكُمْ. فَقُمْتُ إِلَى حَصِيرٍ لَنَا قَدِ اسْوَدَّ مِنْ طُولِ مَا لَبِثَ، فَنَضَحْتُهُ بِمَاءٍ فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْيَتِيمُ مَعِي وَالْعَجُوزُ مِنْ وَرَائِنَا فَصَلَّى بِنَا رَكْعَتَيْنِ».

ہم سے اسماعیل بن اویس نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے امام مالک رحمہ اللہ نے اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ سے بیان کیا، ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ (ان کی ماں) اسحاق کی دادی ملیکہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانے پر بلایا جسے انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بطور ضیافت تیار کیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا کھایا پھر فرمایا کہ چلو میں تمہیں نماز پڑھا دوں۔ ہمارے یہاں ایک بوریا تھا جو پرانا ہونے کی وجہ سے سیاہ ہو گیا تھا۔ میں نے اسے پانی سے صاف کیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور (پیچھے) میرے ساتھ یتیم لڑکا (ضمیرہ بن سعد) کھڑا ہوا۔ میری بوڑھی

دادی (ملیکہ ام سلیم) ہمارے پیچھے کھڑی ہوئیں پھر رسول اللہ ﷺ نے ہمیں دو رکعت نماز پڑھائی۔

٨٦١ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، أَنَّهُ قَالَ: «أَقْبَلْتُ رَاكِبًا عَلَى حِمَارٍ أَتَانٍ، وَأَنَا يَوْمَئِذٍ قَدْ نَاهَزْتُ الِاحْتِلَامَ، وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِالنَّاسِ بِمِنًى إِلَى غَيْرِ جِدَارٍ، فَمَرَرْتُ بَيْنَ يَدَيْ بَعْضِ الصَّفِّ فَنَزَلْتُ وَأَرْسَلْتُ الأَتَانَ تَرْتَعُ، وَدَخَلْتُ فِي الصَّفِّ فَلَمْ يُنْكِرْ ذَلِكَ عَلَيَّ أَحَدٌ».

ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا، ان سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب زہری نے بیان کیا، ان سے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ نے بیان کیا، ان سے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہمانے، آپ نے فرمایا کہ میں ایک گدھی پر سوار ہو کر آیا۔ ابھی میں جوانی کے قریب تھا (لیکن بالغ نہ تھا) اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ میں لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دیوار وغیرہ (آڑ) نہ تھی۔ میں صف کے ایک حصے کے آگے سے گزر کر اترا۔ گدھی چرنے کے لیے چھوڑ دی اور خود صف میں شامل ہو گیا۔ کسی نے مجھ پر اعتراض نہیں کیا (حالانکہ میں نابالغ تھا)۔



٨٦٢ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ: أَعْتَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ عَيَّاشٌ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الأَعْلَى، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: أَعْتَمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْعِشَاءِ حَتَّى نَادَاهُ عُمَرُ قَدْ نَامَ النِّسَاءُ وَالصِّبْيَانُ، فَخَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: «إِنَّهُ لَيْسَ أَحَدٌ مِنْ أَهْلِ الأَرْضِ يُصَلِّي هَذِهِ الصَّلَاةَ غَيْرُكُمْ، وَلَمْ يَكُنْ أَحَدٌ يَوْمَئِذٍ يُصَلِّي غَيْرَ أَهْلِ الْمَدِينَةِ».

ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں شعیب نے زہری سے خبر دی، انہوں نے کہا کہ مجھے عروہ بن زبیر نے خبر دی کہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات عشاء میں دیر کی اور عیاش نے ہم سے عبد الاعلیٰ سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے معمر نے زہری سے بیان کیا، ان سے عروہ نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے عشاء میں ایک مرتبہ دیر کی۔ یہاں تک کہ عمر رضی اللہ عنہ نے آواز دی کہ عورتیں اور بچے سو گئے۔ انہوں نے فرمایا کہ پھر نبی کریم ﷺ باہر آئے اور فرمایا کہ (اس وقت) روئے زمین پر تمہارے سوا اور کوئی اس نماز کو نہیں پڑھتا، اس زمانہ میں مدینہ والوں کے سوا اور کوئی نماز نہیں پڑھتا تھا۔



٨٦٣ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنِي عَبْدُ

الرَّحْمَنِ بْنُ عَابِسٍ، سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ لَهُ رَجُلٌ: «شَهِدْتَ الْخُرُوجَ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: نَعَمْ، وَلَوْلَا مَكَانِي مِنْهُ مَا شَهِدْتُهُ يَعْنِي مِنْ صِغَرِهِ أَتَى الْعَلَمَ الَّذِي عِنْدَ دَارِ كَثِيرِ بْنِ الصَّلْتِ، ثُمَّ خَطَبَ، ثُمَّ أَتَى النِّسَاءَ فَوَعَظَهُنَّ وَذَكَّرَهُنَّ وَأَمَرَهُنَّ أَنْ يَتَصَدَّقْنَ، فَجَعَلَتِ الْمَرْأَةُ تُهْوِي بِيَدِهَا إِلَى حَلْقِهَا تُلْقِي فِي ثَوْبِ بِلَالٍ، ثُمَّ أَتَى هُوَ وَبِلَالٌ الْبَيْتَ».

ہم سے عمرو بن علی فلاس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عبدالرحمٰن بن عابس نے بیان کیا، کہا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا اور ان سے ایک شخص نے یہ پوچھا تھا کہ کیا تم نے (عورتوں کا) نکلنا عید کے دن نبی کریم ﷺ کے ساتھ دیکھا ہے؟ انہوں نے کہاہاں دیکھا ہے اگر میں آپ کا رشتہ دار عزیز نہ ہوتا تو کبھی نہ دیکھتا (یعنی میری کم سنی اور قرابت کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو اپنے ساتھ رکھتے تھے) کثیر بن صلت کے مکان کے پاس جو نشان ہے پہلے وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے وہاں آپ ﷺ نے خطبہ سنایا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کے پاس تشریف لائے اور انہیں بھی وعظ و نصیحت کی۔ آپ ﷺ نے ان سے خیرات کرنے کے لیے کہا، چنانچہ عورتوں نے اپنے چھلے اور انگوٹھیاں اتار اتار کر بلال رضی اللہ عنہ کے کپڑے میں ڈالنی شروع کر دیے۔ آخر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ گھر تشریف لائے۔

۱۶۲ ـ بَابُ خُرُوجِ النِّسَاءِ إِلَى الْمَسَاجِدِ بِاللَّيْلِ وَالْغَلَسِ:

باب: عورتوں کا رات میں اور (صبح کے وقت) اندھیرے میں مسجدوں میں جانا

٨٦٤: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: أَعْتَمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعَتَمَةِ حَتَّى نَادَاهُ عُمَرُ نَامَ النِّسَاءُ وَالصِّبْيَانُ، فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: «مَا يَنْتَظِرُهَا أَحَدٌ غَيْرُكُمْ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ، وَلَا يُصَلَّى يَوْمَئِذٍ إِلَّا بِالْمَدِينَةِ، وَكَانُوا يُصَلُّونَ الْعَتَمَةَ فِيمَا بَيْنَ أَنْ يَغِيبَ الشَّفَقُ إِلَى ثُلُثِ اللَّيْلِ الْأَوَّلِ».

ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں شعیب نے زہری سے خبر دی، انہوں نے کہا کہ مجھے عروہ بن زبیر نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ عشاء کی نماز میں اتنی دیر کی کہ عمر رضی اللہ عنہ کو کہنا پڑا کہ عورتیں اور بچے سو گئے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (حجرے سے) تشریف لائے اور فرمایا کہ دیکھو روئے زمین پر اس نماز کا (اس وقت) تمہارے سوا اور کوئی انتظار نہیں کر رہا ہے۔ ان دنوں مدینہ کے سوا اور کہیں نماز نہیں پڑھی جاتی تھی اور

لوگ عشاء کی نماز شفق ڈوبنے کے بعد سے رات کی پہلی تہائی گزرنے تک پڑھا کرتے تھے۔

رات اور تاریکی میں مسجد میں عورتوں کے جانے کو ذکر کیا ہے اور رات کی قید اس لئے لگائی ہے کہ اس وقت عورتیں نظر نہیں آتیں اس لئے خطرے سے محفوظ ہو جاتی ہیں ہمارے زمانہ میں رات کو خطرہ زیادہ ہوتا ہے لہذا خطرے میں روکی جاسکتی ہیں۔ جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے "لوأدرك رسول الله ﷺ ماأحدث النساء لمنعهن [1]" اس حدیث سے استدلال کیا گیا ہے کہ اگر خطرے کے حالات پیدا ہو جائیں تو عورتوں کو روکنا جائز ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اس قول کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ نبی کریم علیہ السلام اگر عورتوں کا بناؤ اور ہار سنگھار دیکھ لیتے تو انہیں اس سے روک دیتے یہ مراد نہیں کہ مسجد میں آنے سے روک دیتے۔ یہ معنی زیادہ موزوں ہے کیونکہ پہلے معنی پر اعتراض آتا ہے کہ شریعت سازی تو اللہ تعالیٰ کا کام ہے یہ کام نبی اکرم ﷺ کا نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کو قیامت تک کا علم ہے کہ کیا ہونے والا ہے لہذا یہ اگر اسباب کی بنا پر منع ہوتا تو اللہ تعالیٰ پہلے ہی روک دیتے۔ "ما كان محمد اباأحد من رجالكم ولكن رسول الله وخاتم النبيين وكان الله بكل شيئ عليماً [2]"۔

٨٦٥ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى، عَنْ حَنْظَلَةَ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «إِذَا اسْتَأْذَنَكُمْ نِسَاؤُكُمْ بِاللَّيْلِ إِلَى الْمَسْجِدِ فَأْذَنُوا لَهُنَّ»، تَابَعَهُ شُعْبَةُ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.



ہم سے عبید اللہ بن موسیٰ نے حنظلہ بن ابی سفیان سے بیان کیا، ان سے سالم بن عبد اللہ بن عمر نے، ان سے ان کے باپ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے، وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تمہاری بیویاں تم سے رات میں مسجد آنے کی اجازت مانگیں تو تم لوگ انہیں اس کی اجازت دے دیا کرو۔ عبید اللہ کے ساتھ اس حدیث کو شعبہ نے بھی اعمش سے روایت کیا، انہوں نے مجاہد سے، انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

۱۶۳ ـ بَابُ انْتِظَارِ النَّاسِ قِيَامَ الإِمَامِ الْعَالِمِ:

باب: لوگوں کا نماز کے بعد امام کے اٹھنے کا انتظار کرنا

٨٦٦ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ، أَخْبَرَنَا يُونُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: حَدَّثَتْنِي هِنْدُ بِنْتُ الْحَارِثِ، أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَخْبَرَتْهَا «أَنَّ النِّسَاءَ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُنَّ إِذَا



[1] بخاری شریف ۸۶۹ ج ۱ ص ۱۷۳۔

[2] الأحزاب ۴۰۔

سَلَّمْنَ مِنَ الْمَكْتُوبَةِ قُمْنَ. وَثَبَتَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ صَلَّى مِنَ الرِّجَالِ مَا شَاءَ اللهُ، فَإِذَا قَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ الرِّجَالُ».

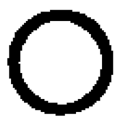
ہم سے عبداللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عثمان بن عمر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں یونس بن یزید نے زہری سے خبر دی، انہوں نے کہا کہ مجھے ہند بنت حارث نے خبر دی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے انہیں خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عورتیں فرض نماز سے سلام پھیرنے کے فوراً بعد (باہر آنے کے لیے) اٹھ جاتی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مرد نماز کے بعد اپنی جگہ بیٹھے رہتے۔ جب تک اللہ کو منظور ہوتا۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھتے تو دوسرے مرد بھی کھڑے ہو جاتے۔

٨٦٧ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ. ح وحَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: «إِنْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُصَلِّي الصُّبْحَ، فَيَنْصَرِفُ النِّسَاءُ مُتَلَفِّعَاتٍ بِمُرُوطِهِنَّ مَا يُعْرَفْنَ مِنَ الْغَلَسِ».

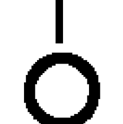


ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا، انہوں نے امام مالک رحمہ اللہ سے بیان کیا، (دوسری سند) اور ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، انہیں امام مالک رحمہ اللہ نے یحیٰ بن سعید انصاری سے خبر دی، انہیں عمرہ بنت عبدالرحمٰن نے، ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز پڑھ لیتے پھر عورتیں چادریں لپیٹ کر (اپنے گھروں کو) واپس ہو جاتی تھیں۔ اندھیرے سے ان کی پہچان نہ ہو سکتی۔

٨٦٨ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِسْكِينٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا بِشْرٌ، أَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنِّي لَأَقُومُ إِلَى الصَّلَاةِ وَأَنَا أُرِيدُ أَنْ أُطَوِّلَ فِيهَا، فَأَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ فَأَتَجَوَّزُ فِي صَلَاتِي كَرَاهِيَةَ أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمِّهِ».



ہم سے محمد بن مسکین نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے بشر بن بکر نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں امام اوزاعی نے خبر دی، کہا کہ مجھ سے یحیٰ بن ابی کثیر نے بیان کیا، ان سے عبداللہ بن ابی قتادہ انصاری نے، ان سے ان کے والد ابو قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہوں، میرا ارادہ یہ ہوتا ہے کہ نماز لمبی کروں لیکن کسی بچے کے رونے کی آواز سن کر نماز کو مختصر کر دیتا ہوں کہ مجھے اس کی ماں کو تکلیف دینا برا معلوم ہوتا ہے۔





٨٦٩: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ

عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: «لَوْ أَدْرَكَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَحْدَثَ النِّسَاءُ لَمَنَعَهُنَّ كَمَا مُنِعَتْ نِسَاءُ بَنِي إِسْرَائِيلَ»، قُلْتُ: لِعَمْرَةَ أَوَ مُنِعْنَ؟ قَالَتْ: نَعَمْ.

ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں امام مالک رحمہ اللہ نے یحییٰ بن سعید سے خبر دی، ان سے عمرہ بنت عبدالرحمٰن نے، ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے، انہوں نے فرمایا کہ آج عورتوں میں جو نئی باتیں پیدا ہو گئی ہیں اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں دیکھ لیتے تو ان کو مسجد میں آنے سے روک دیتے جس طرح بنی اسرائیل کی عورتوں کو روک دیا گیا تھا۔ میں نے پوچھا کہ کیا بنی اسرائیل کی عورتوں کو روک دیا گیا تھا؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں۔

ابن حبان میں زید بن خالد سے مروی ہے "لا تمنعوا إماء الله مساجد الله[1]" اور مسلم میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا "إذا شهدت احداكن المسجد فلا تمس طيبا[2]" اور خوشبو لگانے سے اس لئے روکا گیا ہے کہ یہ دیگر لوگوں کے شہوت کے سبب کو ابھارتی ہے لہذا جو چیزیں بھی شہوت کے داعیہ کو ابھارنے والی ہیں وہ بھی اسی حکم میں ہیں جیسے بھڑکیلا لباس پہننا، اور ظاہر ہونے والے زیورات اور زیب و زینت لگانا، ایسے ہی عورتوں کا مردوں سے خلط ملط ہونا سب ممنوع ہے۔

١٦٤۔بَابُ صَلَاةِ النِّسَاءِ خَلْفَ الرِّجَالِ:

باب: عورتوں کا مردوں کے پیچھے نماز پڑھنا

٨٧٠ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ هِنْدٍ بِنْتِ الْحَارِثِ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: «كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَلَّمَ، قَامَ النِّسَاءُ حِينَ يَقْضِي تَسْلِيمَهُ، وَيَمْكُثُ هُوَ فِي مَقَامِهِ يَسِيرًا قَبْلَ أَنْ يَقُومَ، قَالَ: نَرَى وَاللهُ أَعْلَمُ أَنَّ ذَلِكَ كَانَ لِكَيْ يَنْصَرِفَ النِّسَاءُ قَبْلَ أَنْ يُدْرِكَهُنَّ أَحَدٌ مِنَ الرِّجَالِ».

ہم سے یحییٰ بن قزعہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا، انہوں نے زہری سے بیان کیا، ان سے ہند بنت حارث نے بیان کیا، اس سے ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے، انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سلام پھیرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سلام پھیرتے ہی عورتیں

---

1. بخاری ٩٠٠ مسلم (١٣٤) ٤٤٢۔
2. مسلم (١٤٢) ٤٤٣۔ نسائی ٥١٢٩۔

جانے کے لیے اٹھ جاتی تھیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تھوڑی دیر ٹھہرے رہتے کھڑے نہ ہوتے۔ زہری نے کہا کہ ہم یہ سمجھتے ہیں، آگے اللہ جانے، یہ اس لیے تھا تاکہ عورتیں مردوں سے پہلے نکل جائیں۔

۸۷۱ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: «صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِ أُمِّ سُلَيْمٍ، فَقُمْتُ وَيَتِيمٌ خَلْفَهُ وَأُمُّ سُلَيْمٍ خَلْفَنَا».

ہم سے ابونعیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ نے، ان سے انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (میری ماں) ام سلیم کے گھر میں نماز پڑھائی۔ میں اور یتیم مل کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑے ہوئے اور ام سلیم رضی اللہ عنہا ہمارے پیچھے تھیں۔

۱۶۵۔ بَابُ سُرْعَةِ انْصِرَافِ النِّسَاءِ مِنَ الصُّبْحِ، وَقِلَّةِ مَقَامِهِنَّ فِي الْمَسْجِدِ:

باب: صبح کی نماز پڑھ کر عورتوں کا جلدی سے چلا جانا اور مسجد میں کم ٹھہرنا

۸۷۲ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، «أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي الصُّبْحَ بِغَلَسٍ، فَيَنْصَرِفْنَ نِسَاءُ الْمُؤْمِنِينَ، لَا يُعْرَفْنَ مِنَ الْغَلَسِ أَوْ لَا يَعْرِفُ بَعْضُهُنَّ بَعْضًا».

ہم سے یحییٰ بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سعید بن منصور نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے فلیح بن سلیمان نے عبدالرحمٰن بن قاسم سے بیان کیا، ان سے اس کے باپ (قاسم بن محمد بن ابی بکر) نے ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز منہ اندھیرے پڑھتے تھے۔ مسلمانوں کی عورتیں جب (نماز پڑھ کر) واپس ہوتیں تو اندھیرے کی وجہ سے ان کی پہچان نہ ہوتی یا وہ ایک دوسری کو نہ پہچان سکتیں۔

۱۶۶۔ بَابُ اسْتِئْذَانِ الْمَرْأَةِ زَوْجَهَا بِالْخُرُوجِ إِلَى الْمَسْجِدِ:

باب: عورت مسجد جانے کے لیے اپنے خاوند سے اجازت لے

۸۷۳: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «إِذَا اسْتَأْذَنَتِ امْرَأَةُ أَحَدِكُمْ

فَلَا يَمْنَعُهَا».

ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یزید بن زریع نے بیان کیا، ان سے معمر نے، ان سے زہری نے، ان سے سالم بن عبداللہ بن عمر نے، ان سے ان کے باپ نے، انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کی بیوی (نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں آنے کی) اس سے اجازت مانگے تو شوہر کو چاہیے کہ اس کو نہ روکے۔

یہ حدیث اگرچہ مطلق ہے۔لیکن عنقریب "باب خروج النساء إلي المساجد بالليل والغلس" میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں "إلي المسجد" کی قید گذر چکی ہے۔اس حدیث کو بھی مسجد کی قید سے مقید کیا جائے گا۔ یا یہ کہا جائے گا کہ جب مطلقاً اجازت دینے کا ذکر ہے تو عبادت کے لئے اجازت دینا بالاَولی جائز ہے۔

٨٧٤ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ إِسْحَاقَ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: «صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِ أُمِّ سُلَيْمٍ، فَقُمْتُ وَيَتِيمٌ خَلْفَهُ، وَأُمُّ سُلَيْمٍ خَلْفَنَا».

ہم سے ابونعیم فضل بن دکین نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ نے، ان سے انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (میری ماں) ام سلیم کے گھر میں نماز پڑھائی۔ میں اور یتیم مل کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑے ہوئے اور ام سلیم رضی اللہ عنہا ہمارے پیچھے تھیں۔

٨٧٥ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ هِنْدَ بِنْتِ الحَارِثِ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: «كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ النِّسَاءُ حِينَ يَقْضِي تَسْلِيمَهُ وَهُوَ يَمْكُثُ فِي مَقَامِهِ يَسِيرًا قَبْلَ أَنْ يَقُومَ. قَالَتْ: نُرَى وَاللهُ أَعْلَمُ أَنَّ ذَلِكَ كَانَ لِكَيْ يَنْصَرِفَ النِّسَاءُ قَبْلَ أَنْ يُدْرِكَهُنَّ الرِّجَالُ».

ہم سے یحییٰ بن قزعہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا، انہوں نے زہری سے بیان کیا، ان سے ہند بنت حارث نے بیان کیا، ان سے ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے، انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سلام پھیرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سلام پھیرتے ہی عورتیں جانے کے لیے اٹھ جاتی تھیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تھوڑی دیر ٹھہرے رہتے کھڑے نہ ہوتے۔ زہری نے کہا کہ ہم یہ سمجھتے ہیں، آگے اللہ جانے، یہ اس لیے تھا تاکہ عورتیں مردوں سے پہلے نکل جائیں۔

کِتَابُ الْجُمُعَةِ

الجمعۃ مشہور مذہب کے مطابق میم کے ضمہ کے ساتھ ہے اور أعمش نے میم کے سکون کے ساتھ پڑھا ہے۔ کیونکہ جو اسم فُعُل کے وزن پر ہو اس میں عین کلمہ کو ساکن کر کے فُعْل پڑھنا بھی جائز ہوتا ہے۔ اور فراء سے میم کو فتحہ دینا بھی منقول ہے۔ بعض نے میم کو کسرہ دیا ہے جو خلافِ قیاس ہے۔ کیونکہ اسماء میں فُعِل بکسر العین استعمال نہیں ہوتا جمعہ اجتماع سے ہے اس دن لوگوں کے اجتماع کی وجہ سے اسے جمعۃ کہتے ہیں۔ جاھلیت میں یوم الجمعۃ کو یوم العروبة کہتے تھے جو کہ عین کی فتحہ اور راء کے ضمہ سے ہے۔ بلکہ جاھلیت میں ہفتے کے دنوں کے نام اسلامی ناموں سے الگ تھے وہ یوم السبت کو شبار کہتے تھے۔ اور یوم الأحد کو "أول" اور یوم الاثنین کو "أھون" اور یوم الثلاثاء کو جبار اور الأربعاء کو "دبار" اور یوم الخمیس کو "مونس" اور یوم الجمعة کو "العروبة" کہتے تھے۔

حافظ ابن القیم رحمہ اللہ نے زاد المعاد میں جُمعہ کے دن کی بتیس سے زائد خصلتیں ذکر کی ہیں۔ اور کہا ہے کہ اس دن فجر کی نماز میں نبی اکرم ﷺ پہلی رکعت میں ألم تنزیل (سورۃ سجدہ) اور دوسری رکعت میں ھَلْ أتی (سورۃ دھر) کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ اور اس دن نبی اکرم ﷺ پر کثرت سے درود پڑھنا مستحب ہے اور اس دن غسل کرنا، خوشبو لگانا، مسواک کرنا، جمعہ کے لئے مسجد میں جلدی آنا، اور امام کے آنے سے پہلے نماز اور ذکر و اذکار اور قراءت قرآن میں مشغول رہنا، خطبہ جمعہ خاموش ہو کر سننا، اس دن سورۃ کہف پڑھنا، اس دن زوال کے وقت بھی نماز کا جائز ہونا، اور نماز جمعہ میں سورۃ الجمعہ اور سورۃ المنافقین یا سورۃ سبح اسم ربک الأعلی اور سورۃ الغاشیہ کی تلاوت کرنا، اسکا نام یوم عید ہے۔ اس دن اچھے اور ستھرے کپڑے پہننا، مسجد میں خوشبو چھڑکنا، جمعہ کے دن جمعہ کا وقت ہونے کے بعد سفر کرنے سے گریز کرنا، جمعۃ کے لئے چل کر جانے پر ہر قدم کے بدلے ایک سال قیام اور روزوں کا ثواب حاصل ہونا، اس دن کا گناہوں کا کفارہ بننا، اس دن جہنم میں ایندھن نہ ڈالنا، اس دن ساعتِ اجابت کا ہونا، صلوٰۃ جمعہ کا مخصوص صفات کا حامل ہونا، خطبہ جمعہ کا ہونا جو اللہ تعالی کی تعریف اور نبی اکرم ﷺ کی رسالت کے اقرار اور لوگوں کو وعظ و نصیحت پر مشتمل ہوتا ہے۔ اور اس دن اللہ تعالی کی عبادت کے لئے فارغ ہونا، جلدی آنے والے کے لئے اونٹ یا گائے وغیرہ کے صدقے کے ثواب کا حصول اس دن صدقہ کرنے کی فضیلت کا حصول، جنت میں اس دن اللہ تعالی کا اپنے بندوں کو دیدار کرانا، اکیلے جمعہ کے دن روزہ رکھنے کی ممانعت، ہفتہ بھر کے دنوں سے جمعہ کے دن کا سیّد الأیام ہونا اور قیامت کا جمعہ کے دن واقع ہونا۔ ان کے علاوہ بہت سی خصوصیات ہیں جو جمعہ کے دن کو حاصل ہیں۔

۱۔بَابُ فَرْضِ الْجُمُعَةِ:

باب: جمعہ کی نماز فرض ہے

لِقَوْلِ اللهِ تَعَالَى: إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَى ذِكْرِ اللهِ وَذَرُوا

الْبَيْعَ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ سورة الجمعة آية ٩

اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان جمعہ کے دن جب نماز کے لیے اذان دی جائے تو تم اللہ کی یاد کے لیے چل کھڑے ہو اور خرید وفروخت چھوڑ دو کہ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے اگر تم کچھ جانتے ہو۔ (آیت میں) «فاسعوا فامضوا» کے معنی میں ہے (یعنی چل کھڑے ہو)۔

جمعہ کی ادائیگی کا فرض ہونا اتفاقی مسئلہ ہے۔ کتاب و سنت اس کے فرض ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ مذکورہ آیت میں جمعہ کے لئے سعی کا حکم دیا گیا ہے اور سعی واجب کی ادائیگی کے لئے واجب ہوتی ہے کیونکہ "فاسعوا" کا امر وُجوب پر دلالت کرتا ہے جمعہ بالاتفاق فرض ہے اگرچہ اس کی شرطوں میں اختلاف ہے انور شاہ نے کہا ہے کہ اگر اس کی شرطوں کو دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ فرض نہیں ہے اور شرطوں سے قطع نظر فرض ہے لیکن انور شاہ کی بات فضول اور لغو ہے کیونکہ اس طرح تو کوئی چیز بھی فرض نہیں ہوسکتی۔ بعض کہتے ہیں کہ امام شافعی رحمہ اللہ کا قول فرض کفایہ کا ہے مگر یہ قول درست نہیں ہے۔ لہٰذا جن لوگوں پر جمعہ فرض ہے تو ان پر فرض عین ہی ہے۔ احناف کے ہاں جمعہ کی فرضیت کے لئے مصر یا فناء مصر کا ہونا شرط ہے۔ فناء مصر کے بارہ میں ان کے مختلف اقوال ہیں آخری فیصلہ یہ ہے کہ فناء مصر وہ ہوتا ہے جو ضروریات مصر کے لئے ہو جیسے جناز گاہ یا عید گاہ ہے اور یہ قبروں کے پاس جگہ ہوتی ہے اور بڑا شہر ہو تو وہاں چھاؤنی ہوتی ہے۔ مکہ کے لئے عرفات تک سارا مصر ہے۔ کیونکہ حج کرنے والے وہاں تک جاتے ہیں۔ اور مدینہ کے بارہ میں حدیث میں آتا ہے کہ فناء مدینہ بارہ بارہ میل ہے اور بعض شہروں کا فناء اس سے بھی زیادہ ہوتا ہے۔

میاں صاحب رحمہ اللہ نے فتویٰ دیا تھا کہ بستیوں میں بھی جمعہ پڑھنا فرض ہے۔ اس میں سات دلائل ذکر کیئے تھے جن میں قرآن مجید کی آیت "إذا نودی للصلوٰة من یوم الجمعة فاسعوا إلى ذكر الله[1]" بھی ذکر کی تھی جو شہروں اور بستیوں سب کو شامل ہے۔ اور سنن أبی داوٗد میں حدیث "الجمعة حق واجب على كل مسلم[2]" اور نسائی میں "رواح الجمعة واجب على كل محتلم[3]" بھی عام ہے۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ سب سے پہلے جواثی بستی میں جمعہ[4] پڑھا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے "جمعوا حيث ما كنتم[5]" اور ولید نے لیث سے سوال کیا تھا کہ بستی میں جمعہ پڑھنے کا کیا حکم ہے تو لیث نے کہا شہر ہو یا بستی جہاں مسلمان موجود ہوں وہاں جمعہ پڑھنا چاہیئے۔ کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں مصر اور حوالی مصر میں جمعہ پڑھا جاتا تھا اسی طرح

---

① الجمعۃ ۹۔

② سنن أبی داوٗد ۱۰۶۷ ج ۱ ص ۲۸۰ (صحیح)

③ سنن النسائی ۱۳۷۱ ج ۳ ص ۸۹۔

④ صحیح بخاری ۸۹۲۔

⑤ مصنف ابن أبی شیبہ ۵۰۶۸ ج ۱ ص ۴۴۰۔

زہری رحمہ اللہ کا قول بھی اس بارہ میں ہے کہ ان سے پوچھا گیا کہ شہر سے باہر جمعہ پڑھنا چاہیئے؟ توانہوں نے کہا کہ شہر کے باہر بھی جمعہ پڑھنا چاہیئے اس طرح انہوں نے سات دلائل پیش کئے ہیں مولوی رشید احمد نے بستیوں میں جمعہ کی نفی پر ایک رسالہ "أوثق العزی فی نفی الجمعة فی القری" لکھا تھا اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا تھا" لاجمعة ولا تشريق إلا فی مصر جامع [1]" دوسرا قباء کا واقعہ ذکر کیا اور ان دونوں پر بڑا زور دیا تھا اہلحدیث کی طرف سے مولانا محمد سعید نے اس کی تردید میں "کسر العریٰ بإقامة الجمعة فی القریٰ" رسالہ لکھا ایک رسالہ "هداية الوریٰ إلی الجمعة فی القریٰ بھی لکھا گیا۔ "التجميع فی القریٰ بنقض ما فی أوثق العریٰ" بھی لکھا گیا۔ مولوی محمود الحسن نے اسکا جواب لکھا جسکی لمبی چوڑی عبارتیں تھیں لیکن بے فائدہ تھیں۔ اس نے بھی اُوثق العریٰ کی مثل قباء کے مسئلہ کو اور "لا جمعة ولا تشريق إلا فی مصر جامع" پرزور دیا ان کی طرف سے مولوی ظہیر حسن نے ایک رسالہ لکھا جس کی تردید مولانا عبدالرحمن مبارکپوری نے کی اور مولانا شمس الحق نے بھی اس کا جواب لکھا احمد علی نے "الشمعة فی ظهر الجمعة" رسالہ لکھا۔ اس کا جواب مولانا محمد حسین بٹالوی نے "اشاعة السنة" میں تفصیل سے دیا۔ جب مذکور کتاب دوبارہ شائع کی گئی تو اہلحدیث کے دلائل کا جواب دینے کی کوشش کی گئی۔ اسکا جواب حافظ عبداللہ نے دیا اور اس رسالہ کا نام "إطفاء الشمعة" رکھا اور اس رسالے کے دوسرے حصے میں احناف کے بیان کردہ دلائل میں چالیس تعارض ذکر کیئے۔ اور سرورق پر یہ آیت لکھی "إنها محرمة عليهم اربعين سنة" گویا چالیس سال تک بھی اسکا جواب نہیں دے سکتے۔ مولوی محمود حسن کے رسالہ کا جواب مولانا عبدالرحمن غازی پوری نے "سر من يری" نامی رسالے میں دیا۔ "سر من يری فی بحث الجمعة فی القری" بڑا عمدہ رسالہ تھا۔

ایک دلیل یہ دی جاتی ہے کہ میدان عرفات میں آپ نے جمعہ کے دن ظہر اور عصر کی نمازوں کو جمع کر کے پڑھا ہے۔ لیکن جمعہ ادا نہیں کیا۔ معلوم ہوا کہ اس کے لئے شہر کی شرط ہے۔ حالانکہ عرفات تو میدان ہے اس سے یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ آبادی کا ہونا شرط ہے۔ یہ نہیں کہہ سکتے کہ شہر شرط ہے کیونکہ عرفات گاؤں نہیں ہے بلکہ ایک میدان کا نام ہے اس پر ابن حزم رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ کہاں سے پتہ چلا کہ آپ نے عرفات میں جمعہ نہیں پڑھا؟ جبکہ آپ نے عرفات میں ظہر اور عصر کو جمع کیا ہے تو ظہر کی ادائیگی جمعہ کی ادائیگی ہی ہے۔ سفر کی وجہ سے آپ نے رکعتیں دو ہی پڑھی ہیں باقی رہی قراءت تو یہ ظہر کی نماز میں جہراً اور سراً دونوں طرح جائز ہے۔ لہٰذا آپ نے جمعہ پڑھا ہے جس کے لئے آبادی کی بھی شرط نہیں ہے۔ ایک دلیل انہوں نے قباء کے قیام کی دی ہے کہ آپ قباء میں چودہ دن رہے ہیں اور آپ نے وہاں جمعہ نہیں پڑھا اور اس کی وجہ یہی تھی کہ قباء شہر نہیں تھا اور جمعہ کے لئے شہر ہونے کی شرط ہے اس کا جواب یہ ہے کہ حنفیوں کے نزدیک جبکہ امام کسی گاؤں میں ٹھہرے تو وہاں جمعہ پڑھنا فرض ہو جاتا ہے کیونکہ اس وقت وہ شہر بن جاتا ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم امام اعظم ہیں ان کے وہاں ٹھہرنے سے وہاں جمعہ فرض ہونا چاہیئے

[1] مصنف ابن أبی شیبة ۵۰۵۹ ج ۱ ص ۴۳۹۔ وشرح مشکل الآثار ۱۱۵۴ ج ۳ ص ۱۸۸۔

لہذا یہ دلیل خود حنفیوں کے خلاف ہے۔ اور آپ کا قیام وہاں چودہ دن بنتا بھی نہیں ہے۔ بلکہ چار دن بنتا ہے پچھلے سفر کے دنوں کو ملا کر چودہ دن بنائے گئے ہیں۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ ابتدائی معاملہ ہو جبکہ ابھی جمعہ فرض نہیں ہوا تھا کیونکہ وہاں فرض ہونے کی دلیل قوی نہیں۔ آپ قباء میں ٹھہرے ہی چار دن ہیں پھر حنفیوں کے نزدیک کسی گاؤں میں امام کے اترنے سے وہاں جمعہ فرض ہوجاتا ہے۔ اسی لیے احناف کہتے ہیں حضرت ابوذر، ربذہ میں ایک غلام کے پیچھے جمعہ پڑھا کرتے تھے حالانکہ وہ گاؤں ہے اس لئے کہ وہاں کسی کو امیر بنالیا ہوگا۔ او رجب گاؤں میں امیر بنادیا جائے یا مسجد امام کی اجازت سے بنی ہو تو پھر وہاں جمعہ پڑھنا چاہیئے۔ اسی طرح احناف عوالی کی روایت بھی پیش کرتے ہیں۔ کہ عوالی سے لوگ جمعہ پڑھنے کے لئے باری باری آیا کرتے تھے [1]۔ حالانکہ اس روایت میں مدینہ کا لفظ بھی آتا ہے "یتناوبون من المدینة والعوالي" تو کیا مدینہ میں بھی جمعہ فرض نہیں ہوا؟ جبکہ عوالی تو فناء مصر میں داخل ہیں کیونکہ مدینہ کا فناء بارہ بارہ میل ہے اور یہ سارا حرم ہے لہذا جمعہ فرض ہونا چاہیئے۔ مولوی محمود حسن نے اسکا یہ جواب دیا ہے کہ فناء مصر میں ان آبادیوں پر جمعہ فرض ہوتا ہے جو مستقل نہ ہوں۔ اور یہ آبادیاں چونکہ مستقل تھیں اس لئے ان پر جمعہ فرض نہیں اہل حدیث نے اس کے جواب میں یہ دلیل پیش کی کہ دمشق کے قریب تین میل پر صالحیہ نامی ایک بستی تھی اس کے بارہ میں شامی میں لکھا ہے کہ ان پر جمعہ فرض ہے کیونکہ اس پر شہر کی تعریف صادق آتی ہے اور اگر شہر کی تعریف صادق نہ بھی آتی ہو تو وہ فناء مصر میں داخل ہے۔ معلوم ہوا کہ اتنے بڑے بڑے قصبے جن پر شہر کی تعریف کا صدق قریب ہوجاتا ہے ان پر فناء مصر کا حکم لگ جاتا ہے مولوی محمود حسن نے اسکا الٹا سا جواب دیا ہے اور کہا ہے کہ یہاں أوْ کا لفظ آیا ہے کہ شہر ہے یا فناء مصر اگر فناء مصر میں ہونے سے شہر کی نفی ہوجائے تو قریہ کی نفی نہیں ہوتی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قریہ اتنی بڑی تھی قریب تھا کہ شہر کی تعریف صادق آجائے۔ یہاں بڑا زور لگایا ہے کہ أوْ کا لفظ آیا ہے اور شہر کے مقابلہ میں ذکر کیا ہے۔ معلوم ہوا کہ شہر نہیں تھا لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ وہ قریہ بھی نہ ہو۔ مستقل آبادی ہو۔ معلوم ہوا کہ حنفی مذہب میں اگر کوئی مستقل آبادی ہو تو فناء مصر میں جمعہ فرض ہوجاتا ہے قباء میں کیسے جمعہ فرض نہ ہو جبکہ امام اعظم وہاں ٹھہرے ہیں اس طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جمعہ اور عید اکٹھے ہوگئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عوالی والوں کو رخصت دے دی۔ اگر فرض ہوتا تو رخصت نہ دیتے۔ حالانکہ اس دن تو آپ نے شہر والوں کو بھی اجازت دیدی تھی۔ سنن ابی داوٗد میں آتا ہے کہ جمعہ اور عید اکٹھے ہوگئے تو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے عید پڑھی جمعہ نہیں پڑھا جمعہ اور عید ایک ہی دن میں اکٹھے آجائیں تو عید پڑھ کر جمعہ سے رخصت ہے لیکن ظہر کی نماز ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں اختلاف کو امام شوکانی رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے شوکانی کی رائے میں ظہر بھی نہیں ہے۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے حنابلہ کا یہ مذہب نقل کیا ہے۔ کہ جمعہ کا وقت زوال سے پہلے بھی ہوتا ہے لہذا وہ عید کی شکل میں جمعہ ہی پڑھا جاتا ہے۔



[1] بخاری ۹۰۲ صحیح ابن حبان ۱۲۳۷ ج ۴ ص ۳۸۔

احناف "لاجمعة ولاتشریق إلا فی مصر جامع[1]" بطور دلیل پیش کرتے ہیں اس کا جواب شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے یہ دیا ہے کہ "مصر جامع" قریۃ کو کہا جاتا ہے کیونکہ قاموس میں ہے "القریۃ الجامعۃ" کو مصر کہتے ہیں ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس سے اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ آبادی میں قائم ہونا چاہیئے لیکن نبی کریم علیہ السلام نے پہلا جمعہ آبادی میں نہیں پڑھا بلکہ مدینہ سے ایک میل باہر پڑھا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آبادی سے باہر بھی جمعہ پڑھا جائے گا۔ اور "لاجمعة ولاتشریق إلا فی مصر جامع" کا یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ مصر جامع میں جمعہ بہتر ہو کیونکہ تشریق کا معنی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے تکبیر کیا ہے۔ اور احناف کے ہاں تکبیریں شہر والوں پر فرض ہیں اور گاؤں والوں کے لئے جائز ہیں یعنی کامل اداء تکبیروں کی شہر میں ہے وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے "الجمعة علی من اواہ اللیل الی اھلہ"[2] اس سے معلوم ہوا کہ مسافت اگر دس بارہ میل ہو کہ رات کو واپس گھر آسکتا ہو تو جمعہ ہے۔ لیکن دس بارہ میل پر قریٰ میں جمعہ فرض نہیں ہوگا۔ حالانکہ یہاں تو یہ بتایا گیا ہے کہ محل اقامت اتنا دور ہو یہاں شہر یا بستی کا تو ذکر ہی نہیں ہوا یہ انکا اپنا قول ہے اور اس بارہ میں جو مرفوع روایت آتی ہے وہ ضعیف ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک مرفوع روایت "انما الجمعة علی من سمع النداء[3]" ہے یعنی محل اقامت اتنا دور ہو کہ وہاں اذان کی آواز پہنچ سکتی ہو۔ ہدایہ والے نے یہ دلیل نقل کی ہے کہ علاقے فتح ہوئے اور یہ کہیں نہیں آتا کہ شہروں کے علاوہ جمعہ قائم کیا گیا ہو۔ شاید انہیں معلوم نہیں ہوسکا ورنہ اس سے قبل لیث والی حدیث میں ہے کہ قریہ اور شہر دونوں میں جمعہ پڑھنا چاہیئے۔ کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں مصر اور اس کے سواحل میں جمعہ پڑھا جاتا تھا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں جایا کرتا اور راستہ میں پانی پر آبادیوں والے جمعہ پڑھا کرتے تھے اور انہوں نے ان پر انکار نہیں کیا ہدایہ والے نے اپنے پاس سے یہ بات بنالی ہے کہ شہروں کے علاوہ جمعہ قائم نہیں ہوا۔ بعض لوگ قرآن کی آیت کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں کہ قرآن کریم میں آتا ہے "إذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعة فاسعوا الی ذکر اللہ وذروا البیع[4]" اور بیع شہروں میں ہوتی ہے لہٰذا شہروں میں جمعہ ہونا چاہیئے۔ حالانکہ بیع اور خرید و فروخت بستیوں میں بلکہ جنگلوں میں بھی ہوتی ہے۔ آیت مذکورہ کا مطلب دراصل یہ ہے کہ شہروں اور گاؤں والے لوگ خرید و فروخت کرتے ہیں۔ اور جمعہ بھی پڑھتے ہیں اس لئے انہیں کہا گیا کہ جمعہ کے وقت خرید و فروخت چھوڑ دیں اسکا یہ مطلب نہیں ہے کہ جو بیع نہیں کرتا وہ جمعہ پڑھنے نہ آئے۔ اور صرف تاجروں پر جمعہ فرض ہو۔

اہلحدیث بستیوں میں بھی جمعہ پڑھنے کے قائل ہیں اور ان کے لئے بطور دلیل قرآن کریم کی آیت ہی کافی

---

(1) مصنف ابن أبی شیبۃ ۵۰۵۹ ج ۱ ص ۴۳۹۔

(2) سنن ترمذی ۵۰۱ ج ۲ ص ۳۷۵۔

(3) سنن دارقطنی ۱۵۸۹ ج ۲ ص ۳۱۱۔

(4) الجمعۃ: ۹۔

ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے "یاأیها الذین امنوا إذا نودی للصلوٰة من یوم الجمعة فاسعوا إلی ذکر الله وذروا البیع" اس آیت میں نداء کاذکر ہے اور نداء فرائض کے لئے ہوتی ہے دوسرا یہ کہ اس میں "فاسعوا" آیا ہے جو امر کا صیغہ ہے اور وجوب پر دلالت کرتا ہے۔ تیسرا یہ کہ "وذروا البیع" میں بیع کو اذان کے بعد حرام قرار دیا گیا ہے اور کوئی چیز واجب ہوئے بغیر حرام نہیں ہوتی یہ تین طرح سے قرآن سے جمعہ کا وجوب ثابت ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ احادیث بھی اس کی دلیل ہیں۔

جمعہ کے لئے جماعت کا ہونا شرط ہے۔ اور اس میں اختلاف ہے کہ کتنے آدمی ہونا چاہئیں۔ شوافع کے ہاں جمعہ کے لئے چالیس آدمی ہونا چاہئیں۔ حنابلہ کے نزدیک جم غفیر یعنی پچاس تک ہونا چاہئیں۔ مالکیوں کے نزدیک بیس آدمی ہونا چاہئیں۔ کتاب الفقه علی المذاهب الأربعة میں مالکیوں کا مذہب بارہ کا لکھا ہے۔ بعض سات کے قائل ہیں حنفی تین کے قائل ہیں حنفی تعداد میں کمی کرتے ہیں لیکن جمعہ کے لئے شہر کی شرط لگاتے ہیں۔ انور شاہ نے عجیب بات کی ہے کہتا ہے کہ حنفیوں کے نزدیک شہر کا ہونا شرط ہے اور مالکیوں کے نزدیک کم از کم بیس آدمی ہونا چاہئیں حالانکہ ان کا بارہ آدمیوں کے ہونے کا مذہب بھی منقول ہے۔ اور اگر بیس آدمیوں کو شرط کہا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ گاؤں میں اگر بیس آدمیوں سے کم کے ساتھ جمعہ ادا کیا جائے تو یہ اجماع کے خلاف ہوگا۔ لیکن یہ اجماع تو مرکب ہے۔ اور اجماع مرکب صحیح قول کے مطابق حجت نہیں ہے۔ اجماع مرکب سے مراد یہ ہے کہ پہلے جو مجتہد گذرے ہیں ان میں سے کسی نے اس طرح اکٹھا نہ کیا ہو۔ حالانکہ صحابہ میں اگر اختلاف تھا تو بعد میں کوئی نیا مذہب پیدا نہیں ہو سکتا۔ اگر امام ابو حنیفہ کی بات درست ہے کہ جمعہ کے لئے تین آدمی ہونا چاہئیں تو دوسری طرف امام شافعی کی بات درست ہے کہ گاؤں میں بھی جمعہ ادا ہونا چاہیئے۔ شوکانی کی رائے یہ ہے کہ جمعہ کے لئے دو آدمی بھی کافی ہیں۔ اثنان فمافوقهما جماعة کا تقاضا یہ ہے کہ جہاں دو آدمی بھی مقیم ہوں ان پر جمعہ فرض ہو جاتا ہے۔ اور ابن حزم کے نزدیک ایک آدمی بھی ہو تو اس پر جمعہ ادا کرنا فرض ہو جاتا ہے۔ خود ہی وہ خطبہ پڑھ کر دو رکعت نماز ادا کرلے۔ بعض مولوی حضرات کہہ دیتے ہیں کہ جمعہ کے دن جمعہ واجب ہوتا ہے اور ظہر کی نماز فرض ہوتی ہے کیونکہ بعض روایات میں اس کے لئے واجب کا لفظ آتا ہے حالانکہ سنن ابن ماجہ میں "إن الله قد افترض علیکم الجمعة[1]" آتا ہے جو اس کے فرض ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ امام بخاری نے بھی جمعہ کے لئے فرض کا لفظ بولا ہے۔ احناف کا جمعہ کی شرطوں میں اختلاف ہے لیکن اس کی فرضیت میں کسی کا اختلاف نہیں ہے بلکہ حنفی تو جمعہ کو أکد الفرائض لکھتے ہیں۔

قوله ذلکم خیر لکم اسی آیت میں پہلے امر کا صیغہ آیا ہے جو وجوب پر دلالت کرتا ہے اور اس کے بعد "خیر" کا لفظ آیا ہے اور یہ جمعہ کے وجوب و فرضیت کے خلاف نہیں ہے۔

۸۷۶ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ، أَنَّ عَبْدَ

---

[1] سنن ابن ماجہ ۱۰۸۱ ج ۱ ص ۳۴۳ بلفظ ان الله قد افترض (ضعیف)

الرَّحْمَنِ بْنَ هُرْمُزَ الْأَعْرَجَ مَوْلَى رَبِيعَةَ بْنِ الْحَارِثِ، حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: «نَحْنُ الْآخِرُونَ السَّابِقُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، بَيْدَ أَنَّهُمْ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِنَا ثُمَّ هَذَا يَوْمُهُمُ الَّذِي فُرِضَ عَلَيْهِمْ، فَاخْتَلَفُوا فِيهِ، فَهَدَانَا اللهُ فَالنَّاسُ لَنَا فِيهِ تَبَعٌ الْيَهُودُ غَدًا وَالنَّصَارَى بَعْدَ غَدٍ».

ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں شعیب نے خبر دی، کہا کہ ہم سے ابوالزناد نے بیان کیا، ان سے ربیعہ بن حارث کے غلام عبدالرحمٰن بن ہرمز اعرج نے بیان کیا کہ انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا اور آپ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے فرمایا کہ ہم دنیا میں تمام امتوں کے بعد ہونے کے باوجود قیامت میں سب سے آگے رہیں گے فرق صرف یہ ہے کہ کتاب انہیں ہم سے پہلے دی گئی تھی۔ یہی (جمعہ) ان کا بھی دن تھا جو تم پر فرض ہوا ہے۔ لیکن ان کا اس کے بارے میں اختلاف ہوا اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ دن بتا دیا اس لیے لوگ اس میں ہمارے تابع ہوں گے۔ یہود دوسرے دن ہوں گے اور نصاریٰ تیسرے دن۔

قولہ الأخرون السابقون یعنی زمانہ کے لحاظ سے آخر میں آئے ہیں اور جنت میں پہلے جائیں گے بعض علماء کہتے ہیں کہ یہاں سبقت سے دخول جنت کے لحاظ سے سبقت زمانی مراد نہیں ہے۔ بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کے حکم کو من وعن قبول کیا ہے یہود کی طرح اختلاف نہیں کیا۔

"قولہ بید أنهم أوتوا الكتاب من قبلنا" "بَيْدَ" کا معنی امام شافعی نے "مِنْ أجل" کیا ہے عموماً یہ لفظ "غَيْر" کے معنی میں آتا ہے مطلب یہ ہے کہ انہیں سماوی کتاب ہم سے پہلے دی گئی ہے بعض کہتے ہیں کہ یہ استثناء تاکید المدح بمالشبہ الذم کی صورت ہے کیونکہ کسی چیز کا زمانے کے اعتبار سے پہلے ہونا مدح نہیں ہے۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ کوئی چیز قابل استثناء نہیں ہے اور جو چیز قابل استثناء نہیں تھی اسے مستثنیٰ کیا ہے جیسے کوئی شخص دوسرے سے کہتا ہے میں نے تجھ پر کیا برائی کی ہے۔ علاوہ اس کے کہ تجھے یہاں لایا۔ اور پڑھایا اس پر اپنے احسانات ذکر کرتا ہے مطلب یہ ہے کہ برائی کوئی نہیں کی یعنی پہلے آنے والوں کی فضیلت کوئی نہیں ہے اور یہ بات جو ذکر کی ہے یہ بھی فضیلت والی نہیں ہے۔

قولہ ثم هذا اليوم الذی فرض عليهم ایک دن کے فرض کیئے جانے سے مراد یہ ہے کہ ایک دن اجتماع کرنا ان پر فرض کیا گیا تھا اور وہ دن جو فرض تھا مبہم تھا۔ اس مبہم کی تعیین یہودیوں نے ہفتہ کے دن سے کرلی۔ اور کہا کہ اللہ تعالیٰ بھی کائنات کی تخلیق سے اس دن فارغ ہوا تھا ہم بھی اس کے لئے ہفتے کے دن فارغ ہوں گے۔ اور عیسائیوں نے یہودیوں کی مخالفت کرتے ہوئے ایک دن آگے کرلیا اور اتوار کا دن مقرر کرلیا۔ لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے نزدیک بہتر دن جمعہ کا تھا۔ جس کی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ہدایت کردی یا اجتہادی طور پر ہوا کہ انہوں نے

شرح بخاری

خیال کیا کہ یہودیوں کا ایک دن ہے اور ایک دن عیسائیوں کا ہے لہذا ہم بھی اللہ تعالی کے احسانات کا شکریہ ادا کرنے کے لئے ایک دن مقرر کرلیں۔ یہ گویا اجتہاد اًہدایت ہوگئی اگرچہ نماز اس وقت دو رکعتیں ہی تھیں۔ یہ بات بھی مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے لکھا تھا کہ یہودیوں سے ایک دن پہلے جمعہ ہوا کرے۔ گویا یہ ہدایت من جانب اللہ تھی بعض کہتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ کو بھی جمعۃ کا دن ہی بتایا گیا تھا لیکن یہود نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ ہمیں تو ہفتہ کا دن چاہیئے۔ کیونکہ اس دن اللہ تعالی فارغ ہوا تھا اس طرح انہوں نے مخالفت کی۔ کہ اللہ تعالی نے جمعہ کے دن کی ہدایت کی اور انہوں نے اسے بدل لیا۔ شاہ ولی اللہ کی یہ رائے ہے کہ انہوں نے ہفتہ کا دن اپنے علوم کی بنا پر مقرر کیا تھا گویا ان کے علوم کا یہی تقاضا تھا جس کی وجہ سے وہ خیر کثیر سے محروم ہوگئے۔

٢-بَابُ فَضْلِ الْغُسْلِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَهَلْ عَلَى الصَّبِيِّ شُهُودُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ أَوْ عَلَى النِّسَاءِ:

باب: جمعہ کے دن نہانے کی فضیلت اور اس بارے میں بچوں اور عورتوں پر جمعہ کی نماز کے لیے آنا فرض ہے یا نہیں؟

٨٧٧ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمُ الْجُمُعَةَ فَلْيَغْتَسِلْ».

ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے نافع سے خبر دی اور ان کو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے جب کوئی شخص جمعہ کی نماز کے لیے آنا چاہے تو اسے غسل کر لینا چاہیے۔

یہ فضیلت کا بیان ہے اور کسی چیز کی فضیلت اس کی فرضیت کے منافی نہیں ہے اور فرائض میں بھی فضیلت کے لحاظ سے تفاوت ہوتا ہے اسکا مطلب یہ ہے کہ بخاری رحمہ اللہ فرضیت کا قائل ہے کیونکہ وہ دوسرے مقام میں "غسل یوم الجمعة واجب علی کل محتلم" حدیث لائے ہیں ہوسکتا ہے کہ وہاں یہ مقصد ہو کہ بچوں پر نماز کے لئے وضوء کرنا یا غسل جنابت فرض نہیں ہوتا بلکہ بالغ ہونے پر فرض ہوگا۔ یہاں بخاری رحمہ اللہ نے بتادیا کہ غسل فضیلت والی چیز ہے۔ ایک حدیث میں "من توضأ فبها و نعمت ومن اغتسل فذاك أفضل[1]" آیا ہے جو حسن کی سمرۃ سے روایت ہے۔ اور اس میں اختلاف ہے بعض اس اختلاف کی بنا پر کہتے ہیں کہ بخاری کی حدیث اصح ہے اسے اختیار کرنا چاہیئے۔ وہ روایت براءۃ اصلی کے مطابق ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اصل یہ ہے کہ جمعۃ میں غسل فرض نہ ہو۔ جیسا کہ پہلے فرض نہیں تھا۔ تب فرض ہوا جبکہ لوگ اونی کپڑے پہنتے تھے اور کام کاج کرتے وقت پسینہ

[1] صحیح ابن خزیمہ ١٧٥٧ ج ٣ ص ١٢٨۔ مسند احمد ٢٠٠٨٩ ج ٣٣، ص ٢٨٠۔

آتا تو اون کی بُو آنا شروع ہو جاتی تھی۔ اس وقت نبی علیہ السلام نے فرمایا "لواغتسلتم فی هذا اليوم[1]" اس کا مطلب یہ ہے کہ پہلے فرض نہیں تھا۔ اس وقت کی یہ روایت ہوگی پہلے آپ نے "لواغتسلتم" کہہ کر غسل کی ترتیب دی پھر آپ نے "غسل یوم الجمعة واجب علی کل محتلم[2]" کہہ کر اس کا حکم دیدیا اس لئے ایک حدیث دوسری کے معارض نہیں ہے کیونکہ دو احادیث بظاہر معارض ہوں اور ایک ان میں سے براءتِ اصل کی مؤید ہو تو وہ پہلے حکم پر محمول کی جائے گی اور دوسری بعد کے حکم پر حمل ہوگی۔ بعض اسے تاکید پر محمول کرتے ہیں اور تاکید پر محمول کرنے کی دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خطبہ دے رہے تھے مہاجرین میں سے ایک آدمی آیا جو کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کیا یہ آنے کا وقت ہے؟ کہا میں نے اذان سنی اور صرف وضوء کر کے آگیا ہوں تاکہ زیادہ دیر نہ ہو جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یہ تو دو غلطیاں ہوئیں۔ ایک تاخیر کی اور دوسری یہ کہ غسل بھی نہیں کیا۔ جبکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غسل کا حکم دیا کرتے تھے اس کے بعد نہ تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے غسل کیا اور نہ ہی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جاؤ غسل کر کے آؤ۔ اور یہ بات سب لوگوں کے سامنے ہوئی کسی نے بھی نہیں کہا کہ جمعہ کے دن غسل کرنا فرض ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول "کان یأمر بالغسل" کا جواب یہ دیتے ہیں کہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ غسل فی نفسہٖ فرض ہے لیکن جمعہ کے لئے غسل شرط نہیں ہے۔ ابن حزم رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ جمعہ کے دن غسل کرنا فرض ہے خواہ جمعہ سے پہلے کر لے یا بعد میں کر لے۔ جمعہ کے لئے غسل نہیں ہے جمعہ کے دن کے لئے ہے لیکن یہ فضول بات ہے آپ نے حکم تو جمعہ کے لئے غسل کرنے کا دیا ہے حدیث میں ہے "إذا جاء أحدكم الجمعة فليغتسل[3]" اگر کوئی شخص شروع دن میں غسل کر لے تو وہ کافی ہوتا ہے یا نہیں؟ احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ عبداللہ بن ابی اوفیٰ سے روایت آتی ہے کہ اگر پہلے غسل کیا ہو پھر وضوء ٹوٹ جائے تو دوبارہ غسل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ایک غسل کافی ہے۔ امام مالک کہتے ہیں کہ پہلا غسل کافی نہیں ہوتا۔ بلکہ جب جمعہ کے لئے آئے تو غسل کر کے آئے۔ حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ اگر غسل کر کے مسجد میں آگیا ہے درمیان میں کوئی کام نہیں کیا۔ تو پہلا غسل ہی کافی ہے۔ اور اگر کوئی کام کیا ہے تو آتے وقت غسل کر کے آئے۔ کیونکہ یہ غسل جمعہ کے لئے ہے جمعہ کے دن کے لئے نہیں ہے۔ جیسا کہ اہل ظاہر کہتے ہیں ان کے نزدیک جمعہ پڑھنے کے بعد بھی غسل کر سکتا ہے ان کے ہاں اگر پہلے غسل کیا ہے لیکن جمعہ کی نیت نہیں کی تو دوبارہ غسل کرے پہلا غسل کافی نہیں ہوگا۔

ابن حزم کہتے ہیں کہ جنبی آدمی دو دفعہ غسل کرے گا۔ ایک غسل جنابت کا اور دوسرا جمعہ کا۔ دیگر علماء کہتے ہیں کہ دونوں کی نیت کر لے تو ایک غسل ہی کافی ہے۔ ابن حزم کہتے ہیں کہ اگر دو نمازیں فرض ہوں تو اگر ایک نماز میں دونوں

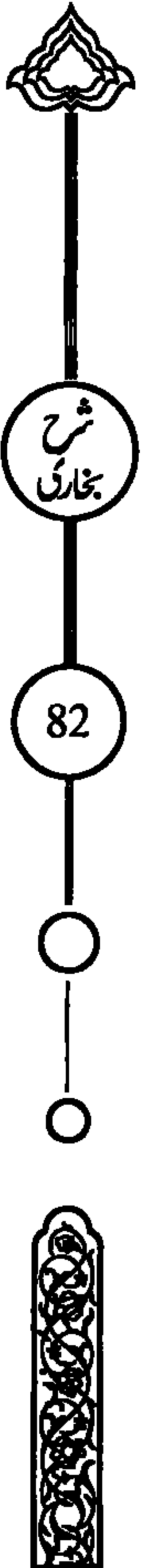
---

1. صحیح بخاری ۹۰۲ بلفظ "لوأنکم تطهرتم ليومکم هذا"۔
2. صحیح بخاری ۸۷۹۔
3. صحیح بخاری ۸۷۷۔

کی نیت کر لے تو کافی نہیں ہوگا۔ دو نمازیں الگ الگ ادا کرنا ہوں گی۔ ایسے دو غسل کرنے کے لئے الگ الگ جسم پر پانی گرانا ہوگا۔

باقی یہ اعتراض ہے کہ اگر غسل فرض ہے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کیوں چھوڑا[1]۔ حافظ نے کہا ہے انہوں نے اس لئے چھوڑ دیا کہ اذان ہو چکی تھی اگر وہ غسل کرتے تو خطبہ رہ جاتا اور اذان سے پہلے غسل کرنا ان کو یاد نہ رہا ہوگا۔ دوسرا جواب یہ دیتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی یہ عادت تھی کہ وہ اکثر غسل کرتے تھے لہٰذا انہوں نے پہلے غسل پر اکتفاء کیا ہوگا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان پر جو انکار کیا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ سمجھتے تھے کہ جمعہ کے لئے آتے وقت غسل کرنا چاہیئے۔ اور ان کا یہ کہنا کہ "ان رسول اللہ ﷺ کان یأمر بالغسل" سے معلوم ہوتا ہے کہ غسل کرنا فرض ہے۔

قولہ فلم انقلب إلي أهلي اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اَھل پر جمعہ نہیں ہے جب جمعہ نہیں تو غسل بھی نہیں ہے۔ قولہ غسل یوم الجمعة واجب علی کل محتلم اس سے معلوم ہوا کہ بچے پر بھی جمعہ فرض نہیں ہے۔ اور نہ ہی اس پر غسل ہے۔



٨٧٨ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا جُوَيْرِيَةُ بْنُ أَسْمَاءَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ بَيْنَمَا هُوَ قَائِمٌ فِي الْخُطْبَةِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، إِذْ دَخَلَ رَجُلٌ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ الْأَوَّلِينَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَنَادَاهُ عُمَرُ: أَيَّةُ سَاعَةٍ هَذِهِ؟ قَالَ: إِنِّي شُغِلْتُ فَلَمْ أَنْقَلِبْ إِلَى أَهْلِي حَتَّى سَمِعْتُ التَّأْذِينَ، فَلَمْ أَزِدْ أَنْ تَوَضَّأْتُ، فَقَالَ: وَالْوُضُوءُ أَيْضًا، وَقَدْ عَلِمْتَ «أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَأْمُرُ بِالْغُسْلِ».

ہم سے عبداللہ بن محمد بن اسماء نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے جویریہ بن اسماء نے امام مالک سے بیان کیا، ان سے زہری نے، ان سے سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن کھڑے خطبہ دے رہے تھے کہ اتنے میں نبی کریم ﷺ کے اگلے صحابہ مہاجرین میں سے ایک بزرگ تشریف لائے (یعنی عثمان رضی اللہ عنہ) عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا بھلا یہ کون سا وقت ہے انہوں نے فرمایا کہ میں مشغول ہو گیا تھا اور گھر واپس آتے ہی اذان سنی، اس لیے میں وضو سے زیادہ اور کچھ (غسل) نہ کر سکا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وضو بھی اچھا ہے۔ حالانکہ آپ کو معلوم ہے کہ نبی کریم ﷺ غسل کے لیے فرماتے تھے۔

٨٧٩ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ،

---

[1] صحیح بخاری ۸۷۸۔

عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «غُسْلُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُحْتَلِمٍ».

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا کہ ہمیں مالک نے صفوان بن سلیم کے واسطہ سے خبر دی، انہیں عطاء بن یسار نے، انہیں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جمعہ کے دن ہر بالغ کے لیے غسل ضروری ہے۔

٣- بَابُ الطِّيبِ لِلْجُمُعَةِ:

باب: جمعہ کے دن نماز کے لیے خوشبو لگانا

٨٨٠ حَدَّثَنَا عَلِيٌّ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَرَمِيُّ بْنُ عُمَارَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ سُلَيْمٍ الْأَنْصَارِيُّ، قَالَ: أَشْهَدُ عَلَى أَبِي سَعِيدٍ، قَالَ: أَشْهَدُ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «الْغُسْلُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُحْتَلِمٍ، وَأَنْ يَسْتَنَّ وَأَنْ يَمَسَّ طِيبًا إِنْ وَجَدَ»، قَالَ عَمْرٌو: أَمَّا الْغُسْلُ فَأَشْهَدُ أَنَّهُ وَاجِبٌ، وَأَمَّا الِاسْتِنَانُ وَالطِّيبُ فَاللهُ أَعْلَمُ أَوَاجِبٌ هُوَ أَمْ لَا، وَلَكِنْ هَكَذَا فِي الْحَدِيثِ، قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ هُوَ أَخُو مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ: وَلَمْ يُسَمَّ أَبُو بَكْرٍ هَذَا رَوَاهُ عَنْهُ بُكَيْرُ بْنُ الْأَشَجِّ. وَسَعِيدُ بْنُ أَبِي هِلَالٍ وَعِدَّةٌ، وَكَانَ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ يُكْنَى بِأَبِي بَكْرٍ، وَأَبِي عَبْدِ اللهِ.

ہم سے علی بن مدینی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں حرمی بن عمارہ نے خبر دی انہوں نے کہا کہ ہم سے شعبہ بن حجاج نے ابوبکر بن منکدر سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے عمرو بن سلیم انصاری نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں گواہ ہوں کہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ میں گواہ ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کے دن ہر جوان پر غسل، مسواک اور خوشبو لگانا اگر میسر ہو، ضروری ہے۔ عمرو بن سلیم نے کہا کہ غسل کے متعلق تو میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ واجب ہے لیکن مسواک اور خوشبو کا علم اللہ تعالیٰ کو زیادہ ہے کہ وہ بھی واجب ہیں یا نہیں۔ لیکن حدیث میں اسی طرح ہے۔ ابوعبداللہ (امام بخاری رحمہ اللہ) نے فرمایا کہ ابوبکر بن منکدر محمد بن منکدر کے بھائی تھے اور ان کا نام معلوم نہیں (ابوبکر ان کی کنیت تھی) بکیر بن اشج۔ سعید بن ابی ہلال اور بہت سے لوگ ان سے روایت کرتے ہیں۔ اور محمد بن منکدر ان کے بھائی کی کنیت ابوبکر اور ابوعبداللہ بھی تھی۔

بعض علماء کا خیال ہے کہ جمعہ کے لئے خوشبو لگانا واجب ہے لیکن یہ شاذ قول ہے۔

قولہ وأن یستن اس سے استدلال کرتے ہیں کہ جمعہ کے دن غسل کرنا فرض نہیں ہے کیونکہ وأن یستن وأن یمس طیبًا کا اس پر عطف ہے اور مسواک کرنا نیز خوشبو لگانا بالاتفاق فرض نہیں ہے تو غسل بھی فرض نہیں ہے

لیکن واجب کہنے والے علماء کہتے ہیں کہ یہ ضروری نہیں ہے کہ جوان کی خبر ہے وہی غسل کی ہولہذا مسواک اور خوشبو واجب نہیں ہے لیکن غسل واجب ہے۔ اور جملہ کا دوسرے جملہ پر عطف ہے۔ اس لئے الغسل یوم الجمعة واجب الگ جملہ ہے اور أن یستن و ان یمس طیبًا الگ جملہ ہے۔

قوله إن وجد اس قید سے معلوم ہوتا ہے کہ خوشبو لگانا واجب نہیں ہے۔

قوله ولم یسم ابوبکر هذا یعنی ابوبکر بن منکدر محمد بن منکدر کا بھائی ہے اور ثقہ ہے لیکن ابوبکر بن منکدر کا نام ذکر نہیں ہوا۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ صراحت اس لئے کی ہے تا کہ ابوبکر بن منکدر کو محمد بن منکدر نہ سمجھ لیا جائے۔ کیونکہ محمد بن منکدر کی کنیت بھی ابوبکر آتی ہے لیکن محمد بن منکدر کا نام معلوم ہے ابوبکر بن منکدر کا نام معلوم نہیں ہے۔

۴۔ بَابُ فَضْلِ الْجُمُعَةِ:

باب: جمعہ کی نماز کو جانے کی فضیلت

۸۸۱ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ سُمَيٍّ مَوْلَى أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ غُسْلَ الْجَنَابَةِ، ثُمَّ رَاحَ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَدَنَةً، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الثَّانِيَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَقَرَةً، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الثَّالِثَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ كَبْشًا أَقْرَنَ، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الرَّابِعَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ دَجَاجَةً، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الْخَامِسَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَيْضَةً، فَإِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ حَضَرَتِ الْمَلَائِكَةُ يَسْتَمِعُونَ الذِّكْرَ».



ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں امام مالک نے ابوبکر بن عبدالرحمٰن کے غلام سمی سے خبر دی، جنہیں ابوصالح سمان نے، انہیں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص جمعہ کے دن غسل جنابت کر کے نماز پڑھنے جائے تو گویا اس نے ایک اونٹ کی قربانی دی (اگر اول وقت مسجد میں پہنچا) اور اگر بعد میں گیا تو گویا ایک گائے کی قربانی دی اور جو تیسرے نمبر پر گیا تو گویا اس نے ایک سینگ والے مینڈھے کی قربانی دی۔ اور جو کوئی چوتھے نمبر پر گیا تو اس نے گویا ایک مرغی کی قربانی دی اور جو کوئی پانچویں نمبر پر گیا اس نے گویا انڈا اللہ کی راہ میں دیا۔ لیکن جب امام خطبہ کے لیے باہر آجاتا ہے تو فرشتے خطبہ سننے میں مشغول ہو جاتے ہیں۔

شرح بخاری

قوله غسل الجنابة ای غسلا كغسل الجنابة اس سے مراد یہ ہے کہ غسل جنابت کی طرح سارے بدن کا استیعاب کرے کوئی جگہ خشک نہ رہ جائے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد غسل جنابت ہی ہے یعنی اپنی بیوی کے پاس جائے اور جنبی ہونے کے بعد غسل جنابت کرے لیکن یہ معنی معقول نہیں ہے کیونکہ کسی کی بیوی ہوتی ہے کسی کی نہیں ہوتی۔ اگر ہو بھی تو کسی کو بیوی کے پاس جانے کی خواہش ہوتی ہے کسی کو نہیں ہوتی۔ اور اگر خواہش ہو لیکن

بیوی کے ایام حیض ہوں تو بھی اس کے پاس نہیں جاسکتا۔ لہذا پہلا معنی ہی صحیح ہے۔

قولہ ثم راح اس سے مالکیہ نے استدلال کیا ہے کہ راح رواح سے ہے اور رواح زوال کے بعد جانے کو کہتے ہیں۔ لہذا یہ ساعت زوال کے بعد شروع ہوتی ہے لیکن حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ رواح مطلق ذھاب کے معنی میں بھی آتا ہے لہذا یہ ساعات صبح صادق سے شروع ہونگی۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ پہلی ساعت غسل اور جمعہ کی تیاری کے لئے نکال لی جائے تو باقی پانچ ساعات ہونگی۔ حنابلہ کہتے ہیں یہاں پانچ ساعات کا ذکر ہے پہلی ساعت میں آنے والوں کے لئے اونٹ صدقہ کرنے کا ثواب ہے دوسری ساعت میں گائے کا ثواب اور تیسری میں مینڈھے کا چوتھی میں مرغی صدقہ کرنے کا اور پانچویں میں انڈا صدقہ کرنے کا اجر وثواب ہے۔ چھٹی ساعت میں جمعہ پڑھا گیا تو زوال تو اس سے قبل ہوگا۔ اسکا جواب حافظ رحمہ اللہ نے ایک تو یہ دیا ہے کہ پہلی ساعت جمعہ کی تیاری کے لئے ہے اور دوسرا یہ کہا ہے کہ بعض جگہ عصفور یعنی چڑیا کا ذکر بھی آتا ہے اسطرح چھ ساعتیں ہوئیں۔

بعض لوگ یہاں سے یہ استدلال بھی کرتے ہیں کہ مرغی کی قربانی بھی ہوسکتی ہے کیونکہ اس حدیث میں "فكأنما قرب دجاجة" آیا ہے حالانکہ اس حدیث میں مرغی اور انڈے کا ذکر قربانی کرنے کے لئے نہیں آیا۔ بلکہ "قَرَّبَ" کا لفظ قرب حاصل کرنے کے معنی میں ہے۔ اس لئے اس کا نام أضحیہ نہیں رکھا۔ اور ھدی کا لفظ بعض روایات میں آیا ہے تو یہ مجازاً بولا گیا ہے ورنہ "ھدی" "شأة فمافوقها" کو کہتے ہیں۔ جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے لہذا قرب دجاجة سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لئے مرغی صدقہ کرنا مراد ہے۔ مسلم میں حدیث "لاتذبحوا إلا مسنة[1]" آتی ہے۔ مرغ یا مرغی تو مسنة نہیں ہوتی۔ لہذا قرب کا معنی قربانی کرنا نہیں ہے۔ بلکہ صدقہ کرنا مراد ہے۔ حافظ نے اسکا معنی "أي تصدق بها متقربا إلى الله" کیا ہے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ مرغ ذبح کیا تھا یہ لوگ اس سے استدلال کرتے ہیں حالانکہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا مرغ کرنا ایسے ہی تھا جیسے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اس دن بازار سے گوشت خرید کر دیدیا تھا اور کہا میری یہی قربانی ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ اس دن کچھ نہ کچھ صدقہ کرنا چاہیئے۔ یہ بات نہیں کہ اس سے ھدی یا قربانی ہوجائے گی۔ کیونکہ ھدی تو بکری سے شروع ہوتی ہے۔ اور صدقہ میں مرغ یا کھانا بھی کھلایا جاسکتا ہے۔ قرآن کریم میں "فما استیسر من الهدی[2]" آیا ہے اور حدیث میں ھدی کے بارہ میں "شأة فمافوقها[3]" آیا ہے لہذا أضحیة کم از کم بکری ہے ایسے الفاظ حدیث میں استعمال ہوجاتے ہیں اور اس میں توسع ہے جیسے کسی شخص سے کہا جائے "مانطبخ لك" تیرے لیے کیا پکائیں اور اسے کھانے کی حاجت نہ ہو بلکہ کپڑے کی ضرورت ہو تو وہ کہے

---

1. مسلم ۱۹۶۳ ج ۳ ص ۱۵۵۵۔
2. البقرة ۱۹۶۔
3. معرفة السنن والآثار ۱۰۷۹۲، ج ۷ ص ۴۹۰۔ مؤطا امام مالک ۱۵۹ ج ۱ ص ۳۸۵۔

"اطبخوا لي جبة وقميصًا" میرے لئے جبہ اور قمیص ہی پکادو۔ اس طرح حدیث میں ایسے الفاظ آجاتے ہیں جسے لوگ غلط سمجھ لیتے ہیں اور غلط استدلال شروع کردیتے ہیں۔ امام مالک رحمہ اللہ کا مذہب یہ ہے کہ یہ ساعات زوال کے بعد شروع ہوتی ہیں زوال کے بعد خطیب کے منبر پر آنے کا جو وقت ہوتا ہے اس آدھے یا پونے گھنٹے کے حصے کیئے جائیں گے۔

غزالی نے اپنی رائے سے یہ ساعتیں بنائی ہیں اور کہا کہ صبح صادق سے لیکر سورج نکلنے تک ایک ساعت اور سورج صاف ہونے تک دوسری ساعت، حافظ نے کہا ہے "تجاسر الغزالي وقسم الساعة برأيه" غزالی نے جرأت کرلی اور اپنے پاس سے ہی ساعتیں بنالی ہیں نہ لغت کالحاظ کیا اور نہ عرف کا۔

پہلی ساعت میں مثلاً متعدد افراد آجاتے ہیں تو سب کو اونٹ صدقہ کرنے کا ہی ثواب حاصل ہوگا مگر اونٹوں میں بھی فرق ہوتا ہے کوئی اونٹ موٹا تازہ ہوتا ہے اور کوئی دبلا پتلا لہذا پہلی ساعت کے شروع میں آنے والے کو موٹے تازے اونٹ کا اجر حاصل ہوگا درمیان میں آنیوالے کو اس سے کم درجے کے اونٹ کا اجر حاصل ہوگا۔ و علی ھذا القیاس اور گائے میں بھی ایسے ہی مختلف درجات ہوتے ہیں۔

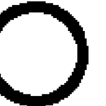
٥- بَابٌ:



باب

٨٨٢ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ بَيْنَمَا هُوَ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، إِذْ دَخَلَ رَجُلٌ فَقَالَ عُمَرُ: لِمَ تَحْتَبِسُونَ عَنِ الصَّلَاةِ، فَقَالَ الرَّجُلُ: مَا هُوَ إِلَّا أَنْ سَمِعْتُ النِّدَاءَ تَوَضَّأْتُ، فَقَالَ: أَلَمْ تَسْمَعُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «إِذَا رَاحَ أَحَدُكُمْ إِلَى الْجُمُعَةِ فَلْيَغْتَسِلْ».

ہم سے ابونعیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شیبان بن عبدالرحمٰن نے یحییٰ بن ابی کثیر سے بیان کیا، ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے کہ ایک بزرگ (عثمان رضی اللہ عنہ) داخل ہوئے۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ لوگ نماز کے لیے آنے میں کیوں دیر کرتے ہیں۔ (اول وقت کیوں نہیں آتے) آنے والے بزرگ نے فرمایا کہ دیر صرف اتنی ہوئی کہ اذان سنتے ہی میں نے وضو کیا (اور پھر حاضر ہوا) آپ نے فرمایا کہ کیا آپ لوگوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث نہیں سنی ہے کہ جب کوئی جمعہ کے لیے جائے تو غسل کر لینا چاہیے۔







یہ باب بلاترجمہ ہے اور یہ پہلے باب سے فصل کے قائمقام ہے۔ اس میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے جمعہ کے لئے جلدی نہ آنے والے پر انکار کا ذکر ہے۔

قوله إذ دخل رجل مؤطاوغیرہ میں مروی ہے کہ اس آدمی سے مراد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔

قوله لم تحتبسون عن الصلوة یہاں خطبہ جمعہ کو بھی صلوٰۃ کہا گیا ہے۔ نماز کی طرح اس میں حاضری بھی ضروری ہے اس حدیث میں ذکر ہے کہ امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے صحابہ اور تابعین کی موجودگی میں جلدی نہ آنیوالے پر انکار کیا ہے۔ جب جمعہ کے لئے جلدی آنے کی فضیلت ثابت ہوگئی تو اس سے جمعہ کی فضیلت ثابت ہوگئی۔ کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا انکار ایک فضیلت والے کام سے تاخیر پر تھا۔

٦-بَابُ الدُّهْنِ لِلْجُمُعَةِ:

باب: جمعہ کی نماز کے لیے بالوں میں تیل کا استعمال

٨٨٣ حَدَّثَنَا آدَمُ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي، عَنِ ابْنِ وَدِيعَةَ، عَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا يَغْتَسِلُ رَجُلٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَيَتَطَهَّرُ مَا اسْتَطَاعَ مِنْ طُهْرٍ وَيَدَّهِنُ مِنْ دُهْنِهِ أَوْ يَمَسُّ مِنْ طِيبِ بَيْتِهِ، ثُمَّ يَخْرُجُ فَلَا يُفَرِّقُ بَيْنَ اثْنَيْنِ، ثُمَّ يُصَلِّي مَا كُتِبَ لَهُ، ثُمَّ يُنْصِتُ إِذَا تَكَلَّمَ الْإِمَامُ، إِلَّا غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْأُخْرَى».

ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابن ابی ذئب نے سعید مقبری سے بیان کیا، کہا کہ مجھے میرے باپ ابوسعید مقبری نے عبداللہ بن ودیعہ سے خبر دی، ان سے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے اور خوب اچھی طرح سے پاکی حاصل کرے اور تیل استعمال کرے یا گھر میں جو خوشبو میسر ہو استعمال کرے پھر نماز جمعہ کے لیے نکلے اور مسجد میں پہنچ کر دو آدمیوں کے درمیان نہ گھسے، پھر جتنی ہو سکے نفل نماز پڑھے اور جب امام خطبہ شروع کرے تو خاموش سنتا رہے تو اس کے اس جمعہ سے لے کر دوسرے جمعہ تک سارے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

عرب کا علاقہ خشک تھا اس لئے دھن کی ضرورت تھی لیکن تربدن والے بھی اسے سنت سمجھ کر لگائیں گے۔

قوله فلا يفرق بين اثنين تفریق ڈالنے کی بھی دو قسمیں ہیں ایک تفریق حسّی ہوتی ہے کہ دو آدمیوں کے درمیان خواہ مخواہ گھس کر بیٹھا جائے، دوسری تفریق معنوی ہوتی ہے کہ ایسی باتیں کی جائیں جن کی وجہ سے ان دو کو لڑا دیا جائے۔

قوله ثم ينصت إذا تكلم الإمام ایک حدیث میں "حتى يفرغ الإمام من خطبته"[1] بھی آتا ہے اس سے امام بیہقی نے استدلال کیا ہے کہ امام کے نماز سے فارغ ہونے تک انصات کیا جائے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام کے پیچھے آہستہ سورۃ فاتحہ پڑھنا انصات کے منافی نہیں ہے۔ کیونکہ نماز میں ذکر واذکار تو کیا جاتا ہے۔

---

[1] السنن الکبری للبیہقی ١٤٧٥ ج ٣ ص ٢٨٢۔

٨٨٤ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ طَاوُسٌ: قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ: ذَكَرُوا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «اغْتَسِلُوا يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاغْسِلُوا رُءُوسَكُمْ، وَإِنْ لَمْ تَكُونُوا جُنُبًا وَأَصِيبُوا مِنَ الطِّيبِ»، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: أَمَّا الْغُسْلُ فَنَعَمْ، وَأَمَّا الطِّيبُ فَلَا أَدْرِي.

ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں شعیب نے زہری سے خبر دی کہ طاؤس بن کیسان نے بیان کیا کہ میں نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جمعہ کے دن اگرچہ جنابت نہ ہو لیکن غسل کرو اور اپنے سر دھویا کرو اور خوشبو لگایا کرو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ غسل کا حکم تو ٹھیک ہے لیکن خوشبو کے متعلق مجھے علم نہیں۔

قولہ أما الغسل فنعم عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس بات کے قائل تھے کہ غسل جمعہ فرض نہیں ہے۔ اور لوگوں کو غسل کا حکم اس لئے دیا گیا تھا کہ وہ اون کے کپڑے پہنتے تھے کام کاج کی وجہ سے پسینہ آتا اور گرد وغبار میں مسجد میں آتے تو اون سے بو آتی تھی اس لئے انہیں غسل کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ اب اللہ تعالیٰ نے اہل اسلام پر اپنا فضل وکرم کیا ہے اور مسلمانوں نے قیصر وکسریٰ کی حکومتیں فتح کرلی ہیں اب وسعت ہوگئی ہے پرتکلف کھانے کھاتے اور اچھا صاف ستھرا لباس پہنتے ہیں۔ اور بو آنے کی علت ختم ہوگئی ہے۔ لہذا اب غسل کرنا کوئی ضروری نہیں ہے یہاں ان کے "نعم" کہنے سے مراد یہ ہے کہ غسل کرنے کا ذکر اور غسل کا لفظ حدیث میں ہے لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ فرض ہو۔ یا مطلب یہ ہے کہ غسل فی نفسہٖ فرض ہے لیکن اس کی علت کے زائل ہوجانے سے فرض نہیں رہا۔ کیونکہ کبھی چیز کی فرضیت بلحاظ امر کے ہوتی ہے اور کبھی کسی چیز کی فرضیت بلحاظ علت کے ہوتی ہے۔ غسل جمعہ علت کے لحاظ سے فرض نہیں رہا امر کے لحاظ سے فرض ہے جبکہ اسلامی شریعت میں اس کا حکم دیا گیا ہے تو غسل کرنا چاہیے۔



٨٨٥ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، قَالَ: أَخْبَرَنَا هِشَامٌ، أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ، قَالَ: أَخْبَرَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مَيْسَرَةَ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا «أَنَّهُ ذَكَرَ قَوْلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْغُسْلِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فَقُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ: أَيَمَسُّ طِيبًا أَوْ دُهْنًا إِنْ كَانَ عِنْدَ أَهْلِهِ، فَقَالَ: لَا أَعْلَمُهُ».

ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں ہشام بن یوسف نے خبر دی، کہ انہیں ابن جریج نے خبر دی انہوں نے کہا کہ مجھے ابراہیم بن میسرہ نے طاؤس سے خبر دی اور انہیں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہمانے، آپ نے جمعہ کے دن غسل کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کا ذکر کیا تو میں نے کہا کہ کیا تیل اور خوشبو کا استعمال بھی ضروری ہے؟ آپ نے فرمایا کہ مجھے معلوم نہیں۔

قولہ فقال: لا أعلمہ یعنی اس کے وجوب کا مجھے علم نہیں ہے اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی اکرم ﷺ سے غسل جمعہ کو نقل کیا ہے لیکن انہیں اس دن خوشبو لگانے یا تیل استعمال کرنے کا علم



نہیں تھا۔ ہوسکتا ہے کہ انہوں نے "لا أعلمه" کہہ کر اس کے نبی اکرم ﷺ سے علم ہونے کی نفی کی ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے اس کے مستحب ہونے کی نفی کی ہو۔

٧-بَابُ يَلْبَسُ أَحْسَنَ مَا يَجِدُ:

باب: جمعہ کے دن عمدہ سے عمدہ کپڑے پہنے جو اس کو مل سکے

٨٨٦ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَأَى حُلَّةً سِيَرَاءَ عِنْدَ بَابِ الْمَسْجِدِ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، لَوِ اشْتَرَيْتَ هَذِهِ فَلَبِسْتَهَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَلِلْوَفْدِ إِذَا قَدِمُوا عَلَيْكَ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّمَا يَلْبَسُ هَذِهِ مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ فِي الْآخِرَةِ، ثُمَّ جَاءَتْ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهَا حُلَلٌ فَأَعْطَى عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ مِنْهَا حُلَّةً. فَقَالَ عُمَرُ: يَا رَسُولَ اللهِ كَسَوْتَنِيهَا وَقَدْ قُلْتَ فِي حُلَّةِ عُطَارِدٍ مَا قُلْتَ، قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنِّي لَمْ أَكْسُكَهَا لِتَلْبَسَهَا فَكَسَاهَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَخًا لَهُ بِمَكَّةَ مُشْرِكًا».

ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے نافع سے خبر دی، انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے (ریشم کا) دھاری دار جوڑا مسجد نبوی کے دروازے پر بکتا دیکھا تو کہنے لگے یارسول اللہ! بہتر ہو اگر آپ اسے خرید لیں اور جمعہ کے دن اور وفود جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں تو ان کی ملاقات کے لیے آپ اسے پہنا کریں۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے تو وہی پہن سکتا ہے جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہ ہو۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اسی طرح کے کچھ جوڑے آئے تو اس میں سے ایک جوڑا آپ نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا۔ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ مجھے یہ جوڑا پہنا رہے ہیں حالانکہ اس سے پہلے عطارد کے جوڑے کے بارے میں آپ نے کچھ ایسا فرمایا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اسے تمہیں خود پہننے کے لیے نہیں دیا ہے، چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے اسے اپنے ایک مشرک بھائی کو پہنا دیا جو مکے میں رہتا تھا۔

نبی اکرم ﷺ جمعہ کے دن اچھے کپڑے پہنا کرتے تھے اور آپ کا فرمان ہے کہ جمعہ کے دن جمعہ ادا کرنے کے لئے دو کپڑے الگ رکھا کرو[1] تاکہ انہیں جمعہ کے لئے استعمال کیا جاسکے۔ امام بخاری رحمہ اللہ یہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث مذکور لائے ہیں اور اس میں جمعہ کا لفظ آتا ہے جیسا کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے کہا "لو اشتریت هذه فلبستها یوم الجمعة" اور کتاب العیدین میں بھی یہ حدیث آئی ہے اس میں وہاں عید کا لفظ آیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ

[1] سنن ابی داود ١٠٧٨۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جمعہ اور عید کے دونوں لفظ استعمال کئے ہیں یعنی آپ یہ لباس عید اور جمعہ کے دن پہن لیا کریں۔ لیکن راویوں میں سے کسی راوی نے جمعہ کا لفظ یاد رکھا اور کسی نے عید کا لفظ یاد رکھا۔ امام بخاری رحمہ اللہ جمعہ والی حدیث یہاں لائے ہیں۔ اور عید کے لفظ والی حدیث "عیدین" میں لائے ہیں۔

قوله فكساها عمر بن الخطاب أخاله بمكة مشركا یہاں "کسا" سے مراد پہنا دینا نہیں ہے۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ پہننے کی چیز کسی کو دینا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا "انی لم أكسكها لتلبسها" جو کہا ہے اس سے مراد بھی "لم أعطها" ہے لیکن انہوں نے یہی سمجھا کہ پہننے کے لئے دیا ہے اس لئے سوال کر دیا کہ آپ نے مجھے پہنا دیا ہے اور خود اسے پسند نہیں کیا۔ انہوں نے آگے اپنے مشرک بھائی کو دیدیا۔ تا کہ وہ اسلام قبول کر لے۔ اسے انہوں نے پہننے کے لئے نہیں دیا تھا۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ کافر چونکہ مکلف بالفروع نہیں ہوتے اس لئے ہو سکتا ہے کہ اسے پہننے کے لئے دیا ہو۔ لیکن جمہور علماء اس بات کے قائل ہیں کہ کافر مکلف بالفروع ہیں۔ لہذا کافر کو بھی حرام چیز دینا منع ہے اگرچہ ان کے احکام مسلمانوں والے نہیں ہوتے۔

٨- بَابُ السِّوَاكِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ:

باب: جمعہ کے دن مسواک کرنا

وَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَنُّ

اور ابو سعید رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ مسواک کرنی چاہیے۔

٨٨٧ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي أَوْ عَلَى النَّاسِ لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ مَعَ كُلِّ صَلَاةٍ».

ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں امام مالک رحمہ اللہ نے ابوالزناد سے خبر دی، ان سے اعرج نے، ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر مجھے اپنی امت یا لوگوں کی تکلیف کا خیال نہ ہوتا تو میں ہر نماز کے لیے ان کو مسواک کا حکم دے دیتا۔

اسحق بن راھویہ کا مذہب ہے کہ جمعہ کے دن مسواک کرنا فرض ہے۔ دیگر علماء کہتے ہیں کہ دیگر دنوں کی طرح ہی ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کا بھی یہی مذہب معلوم ہوتا ہے۔

قوله لولا أن أشق بریلوی کہتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کو بھی اختیار حاصل تھا آپ مسواک کرنے کا حکم دینا چاہتے تھے لیکن آپ کو ترس آ گیا۔ اس لئے آپ نے اس کا حکم نہیں دیا۔ حافظ رحمہ اللہ نے اسکا یہ معنی کیا ہے أي لأمرتهم بالسواك بالوحی وحی کے ساتھ حکم دیدیتے یہ معنی نہیں ہے کہ اپنی طرف سے ہی حکم دیتے۔ اور آیت "لم تحرم ما أحل الله لك[1]" سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ آپ کو تحلیل و تحریم کا اختیار نہیں تھا بلکہ آپ وحی کے پابند

[1] التحریم ۱

تھے۔

بعض دفعہ قرآن کریم میں دو کلئے آجاتے ہیں دونوں کا حکم مختلف ہوتا ہے جیسا کہ ویحب المتطھرین [1] ایک کلی ہے جسکا تقاضا ہے کہ مسواک فرض ہونی چاہیئے۔ کیونکہ مسواک نہ کرنے سے منہ سے بدبو آتی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں "طیبوا أفواھکم [2]" اپنے منہ صاف ستھرے رکھو۔ اس لئے کہ جب انسان قرآن پڑھتا ہے تو فرشتہ اس کے منہ پر اپنا منہ رکھدیتا ہے لہذا مونہوں کو صاف رکھنا چاہیئے۔ اور دوسری کلی بھی ہے اور وہ ہے "ماجعل علیکم فی الدین من حرج [3]" دین میں تنگی اور مشقت نہیں ہے۔ اور اگر مسواک کو فرض کردیا جائے تو ہر وقت مسواک ساتھ رکھنا تنگی اور مشقت کا باعث ہے۔ جو کہ حرج میں داخل ہے اس لئے مسواک کرنا فرض قرار نہیں دیا گیا۔ اگر یہ دوسری کلی نہ ہوتی تو مسواک کرنا فرض ہوتا۔ لہذا پہلی کلی کے ساتھ دوسری کلی کا بھی لحاظ رکھا گیا ہے۔ یہ بات نہیں کہ آپ کو اختیار دیا گیا ہے بلکہ آپ بھی وحی الٰہی کے پیروکار تھے۔

٨٨٨ حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ الْحَبْحَابِ، حَدَّثَنَا أَنَسٌ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَكْثَرْتُ عَلَيْكُمْ فِي السِّوَاكِ».

ہم سے ابو معمر عبداللہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالوارث نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعیب بن حبحاب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم سے مسواک کے بارے میں بہت کچھ کہہ چکا ہوں۔

٨٨٩ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مَنْصُورٍ، وَحُصَيْنٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ، قَالَ: «كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَشُوصُ فَاهُ».

ہم سے محمد بن کثیر نے بیان کیا، کہ ہمیں سفیان ثوری نے منصور بن معمر اور حصین بن عبدالرحمٰن سے خبر دی، انہیں ابووائل نے، انہیں حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو اٹھتے تو منہ کو مسواک سے خوب صاف کرتے۔

قولہ یشوص فاہ کیونکہ نمازِ تہجد میں اللہ تعالی کے ساتھ گفتگو ہوتی ہے اس لئے جمعہ میں بھی لوگ جمع ہوتے ہیں اور لکھنے والے فرشتے بھی ساتھ ہوتے ہیں لہذا ان مقامات میں مسواک کی تاکید ہے۔

---

(1) البقرہ ۲۲۲۔

(2) صحیح الجامع ۳۹۳۹۔

(3) الحج ۷۸۔

٩-بَابُ مَنْ تَسَوَّكَ بِسِوَاكِ غَيْرِهِ:

باب: جو شخص دوسرے کی مسواک استعمال کرے

مقصود یہ ہے کہ دوسرے شخص کی مسواک لے کر استعمال کی جاسکتی ہے جبکہ وہ تازہ اور نئی ہو یہ نہیں چاہیئے کہ کسی کہ گندی مسواک لے کر استعمال کرنا شروع کردے۔ اور کسی نیک آدمی کی مسواک برکت کے لئے بھی کی جاسکتی ہے بہتر یہ ہے کہ مستعمل مسواک کو استعمال کرنے سے پہلے دھو لیا جائے اور آگے سے کاٹ لیا جائے۔ حدیث مذکور میں "مضغته" سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نئی مسواک تھی جو کہ چبائی جاسکتی تھی۔

٨٩٠ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، قَالَ: حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، قَالَ: قَالَ هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، أَخْبَرَنِي أَبِي، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: «دَخَلَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ وَمَعَهُ سِوَاكٌ يَسْتَنُّ بِهِ فَنَظَرَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقُلْتُ لَهُ: أَعْطِنِي هَذَا السِّوَاكَ يَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ، فَأَعْطَانِيهِ فَقَصَمْتُهُ، ثُمَّ مَضَغْتُهُ فَأَعْطَيْتُهُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَنَّ بِهِ وَهُوَ مُسْتَسْنِدٌ إِلَى صَدْرِي».

ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سلیمان بن ہلال نے بیان کیا کہ ہشام بن عروہ نے کہا کہ مجھے میرے باپ عروہ بن زبیر نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے خبر دی، انہوں نے کہا کہ عبدالرحمٰن بن ابی بکر (ایک مرتبہ) آئے۔ ان کے ہاتھ میں مسواک تھی جسے وہ استعمال کیا کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیماری کی حالت میں ان سے کہا عبدالرحمٰن یہ مسواک مجھے دیدے۔ انہوں نے دے دی۔ میں نے اس کے سرے کو پہلے توڑا یعنی اتنی لکڑی نکال دی جو عبدالرحمٰن اپنے منہ سے لگایا کرتے تھے، پھر اسے چبا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دانت صاف کئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت میرے سینے پر ٹیک لگائے ہوئے تھے۔



١٠-بَابُ مَا يُقْرَأُ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ:

باب: جمعہ کے دن نماز فجر میں کون سی سورۃ پڑھی جائے

٨٩١ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ هُوَ ابْنُ هُرْمُزَ الْأَعْرَجُ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: «كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْجُمُعَةِ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ الم ١ تَنْزِيلُ سورة السجدة آية ١-٠ السَّجْدَةَ وَهَلْ أَتَى عَلَى الْإِنْسَانِ سورة الإنسان آية ١».

ہم سے ابونعیم فضل بن دکین نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے سعد بن ابراہیم کے واسطے سے بیان کیا، ان سے عبدالرحمٰن بن ہرمز نے، ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ

جمعہ کے دن فجر کی نماز میں «الم تنزیل » اور« هل أتى على الإنسان » پڑھا کرتے تھے۔
یقرء یا کے ضمہ کے ساتھ ہے اور یا کا فتحہ بھی جائز ہے اس صورت میں "الرجل" اسکا فاعل ہوگا۔ اور ما موصولہ ہے۔
قوله كان النبي ﷺ يقرء یہ صیغہ ماضی استمراری کا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ جمعہ کے دن فجر کی نماز میں یہ دو سورتیں ہمیشہ پڑھا کرتے تھے۔ ایک روایت میں "یدیم" بھی[1] آتا ہے لیکن یہ روایت زیادہ پختہ نہیں ہے۔ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ کثرت پر محمول ہے۔ یہ سورتیں ہمیشہ نہیں پڑھنی چاہئیں۔ تاکہ لوگ یہ نہ سمجھ لیں کہ جمعہ کے دن فجر کی نماز میں ایک سجدہ زائد پایا جاتا ہے۔ بعض لوگ تنزیل السجدہ سورت کو چھوڑ کر کوئی دوسری سجدہ والی سورت پڑھ لیتے ہیں۔ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں یہ بھی درست نہیں ہے۔ احناف کا مذہب یہ ہے کہ تعیین نہیں کرنی چاہیئے۔ انور شاہ نے کہا ہے کہ غیر ثابت چیز کی تعیین نہیں کرنی چاہیئے لیکن جو چیزیں ثابت ہیں ان کی تعیین ہو سکتی ہے۔
مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز فجر کی پہلی رکعت میں سورۃ الم تنزیل پڑھا کرتے تھے اور دوسری رکعت میں "هل أتى على الإنسان" سورت پڑھا کرتے تھے[2]۔ بعض علماء نے اسکی حکمت بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ چونکہ ان سورتوں میں قیامت کے حالات کا ذکر ہے اور قیامت جمعہ کے دن قائم ہوگی اس لئے آپ ان دو سورتوں کو جمعہ کے دن فجر کی نماز میں تلاوت کیا کرتے تھے۔

١١-بَابُ الْجُمُعَةِ فِي الْقُرَى وَالْمُدُنِ:

باب: گاؤں اور شہر دونوں جگہ جمعہ درست ہے

٨٩٢ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ، عَنْ أَبِي جَمْرَةَ الضُّبَعِيِّ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّهُ قَالَ: «إِنَّ أَوَّلَ جُمُعَةٍ جُمِّعَتْ بَعْدَ جُمُعَةٍ فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَسْجِدِ عَبْدِ الْقَيْسِ بِجُوَاثَى مِنَ الْبَحْرَيْنِ».

ہم سے محمد بن مثنی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو عامر عقدی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابراہیم بن طہمان نے بیان کیا، ان سے ابو جمرہ نصر بن عبدالرحمٰن ضبعی نے، ان سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے، آپ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کے بعد سب سے پہلا جمعہ بنو عبدالقیس کی مسجد میں ہوا جو بحرین کے ملک جواثی میں تھی۔

اہلحدیث کے نزدیک جواثیٰ۔ قریہ ہے جیسا کہ بعض روایات میں آتا ہے۔ اور قریہ کا اطلاق مصر پر مجازی ہے جیسا کہ مکہ کو قریہ کہا گیا ہے۔ ورنہ لغۃً اسکا اطلاق دیہات پر ہوتا ہے۔ احناف کی کتابوں میں بھی لکھا ہے "لا تجوز الجمعة فى القرىٰ" یہاں قریہ سے مراد دیہات ہے۔ دراصل اس زمانے میں عرب کی آبادی دو قسم کی تھی۔ شہری اور جنگلی۔

---

[1] المعجم الصغیر للطبرانی رقم ٩٨٦ ج ٢ ص ١٧٨۔
[2] مسلم (٦٤) ٨٧٩ ج ٢ ص ٥٩٩۔

جنگلی لوگ خیمہ بدوش ہوتے تھے کبھی یہاں ٹھہر گئے کبھی وہاں۔ قریہ ہے تو نہیں تھی اس لئے ان میں جمعہ نہیں پڑھا گیا۔ حنفی کہتے ہیں کہ جواثی شہر تھا۔ کیونکہ شراب ۸ ہجری میں حرام ہوئی ہے اس سے پہلے کئی بستیاں فتح ہوگئی ہوں گی۔ یہ ایسے کہتے ہیں جیسے ان کی آبادی ہمارے جیسی ہو۔ اور لوگ نبی اکرم ﷺ کے پیچھے جمعہ پڑھنے کی سعادت حاصل کرنے کے لئے اپنے ہاں نہیں پڑھتے تھے۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ جواثی میں کھجوروں کی تجارت ہوتی تھی لیکن اس سے وہ شہر تو نہیں بن جاتا[1]۔ عبدالقیس قبیلے کا جواثی بستی میں جمعہ پڑھنا نبی علیہ السلام کے حکم سے تھا اور اگر یہ جائز نہ ہوتا تو اس کی ممانعت میں قرآن نازل ہو جاتا۔

٨٩٣ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا يُونُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنَا سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: كُلُّكُمْ رَاعٍ وَزَادَ اللَّيْثُ، قَالَ: يُونُسُ كَتَبَ رُزَيْقُ بْنُ حُكَيْمٍ إِلَى ابْنِ شِهَابٍ، وَأَنَا مَعَهُ يَوْمَئِذٍ بِوَادِي الْقُرَى هَلْ تَرَى أَنْ أُجَمِّعَ وَرُزَيْقٌ عَامِلٌ عَلَى أَرْضٍ يَعْمَلُهَا وَفِيهَا جَمَاعَةٌ مِنَ السُّودَانِ وَغَيْرِهِمْ وَرُزَيْقٌ يَوْمَئِذٍ عَلَى أَيْلَةَ، فَكَتَبَ ابْنُ شِهَابٍ وَأَنَا أَسْمَعُ يَأْمُرُهُ أَنْ يُجَمِّعَ يُخْبِرُهُ، أَنَّ سَالِمًا حَدَّثَهُ، أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، الْإِمَامُ رَاعٍ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي أَهْلِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا وَمَسْئُولَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا، وَالْخَادِمُ رَاعٍ فِي مَالِ سَيِّدِهِ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ»، قَالَ: وَحَسِبْتُ أَنْ قَدْ قَالَ وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي مَالِ أَبِيهِ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ.

ہم سے بشر بن محمد مروزی نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، کہا کہ ہمیں یونس بن یزید نے زہری سے خبر دی، انہیں سالم بن عبداللہ نے ابن عمرؓ سے خبر دی، انہوں نے کہا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور لیث نے اس میں یہ زیادتی کی کہ یونس نے بیان کیا کہ رزیق بن حکیم نے ابن شہاب کو لکھا، ان دنوں میں بھی وادی القریٰ میں ابن شہاب کے پاس ہی تھا کہ کیا میں جمعہ پڑھا سکتا ہوں۔ رزیق (ایلہ کے اطراف میں) ایک زمین کاشت کروا رہے تھے۔ وہاں حبشہ وغیرہ کے کچھ لوگ موجود تھے۔ اس زمانہ میں رزیق ایلہ میں (عمر بن عبدالعزیز کی

---

[1] قرآن کریم میں جمعہ کی فرضیت کے بارہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے "يا أيها الذين امنوا إذا نودى للصلوٰة من يوم الجمعة فاسعوا إلي ذكر الله وذروا البيع ...... یہ خطاب عام ہے جو تمام اہل ایمان کو شامل ہے خواہ شہروں کے رہنے والے ہوں یا بستیوں کے باشندے ہوں۔ سب کو جمعہ کی اذان پر اپنے کاروبار اور بیع وشراء چھوڑ کر وعظ و نصیحت سننے کے لئے سعی کا حکم دیا گیا ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ کا حکم عام ہے تو اسے صرف شہر والوں سے خاص کرنا بلا دلیل ہے۔ جمعہ کی ادائیگی شہر کے رہنے والوں پر بھی ضروری ہے اسی طرح یہ قریہ (بستی) کے رہنے والوں پر بھی فرض ہے۔

طرف سے) حاکم تھے۔ ابن شہاب رحمہ اللہ نے انہیں لکھوایا، میں وہیں سن رہا تھا کہ رزیق جمعہ پڑھائیں۔ ابن شہاب رزیق کو یہ خبر دے رہے تھے کہ سالم نے ان سے حدیث بیان کی کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ نے فرمایا کہ تم میں سے ہر ایک نگراں ہے اور اس کے ماتحتوں کے متعلق اس سے سوال ہو گا۔ امام نگراں ہے اور اس سے سوال اس کی رعایا کے بارے میں ہو گا۔ انسان اپنے گھر کا نگراں ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہو گا۔ عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگراں ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہو گا۔ خادم اپنے آقا کے مال کا نگراں ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہو گا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ انسان اپنے باپ کے مال کا نگراں ہے اور اس کی رعیت کے بارے میں اس سے سوال ہو گا اور تم میں سے ہر شخص نگراں ہے اور سب سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہو گا۔

رزیق بن حکیم نے زہری سے سوال کیا کہ میں اپنی زمین میں کھیتی باڑی کرتا ہوں کیا یہاں لوگوں کو جمعہ پڑھاؤں تو زہری نے اسے وہاں جمعہ پڑھانے کا حکم دیا اور کہا کہ تو اس علاقے کا امیر ہے۔ اور امیر کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے علاقے میں امور شریعت کا اہتمام کرے۔ ایلہ کے بارہ میں سوال نہیں کیا۔ کیونکہ وہ شہر تھا۔ اور شہر والوں کے جمعہ ادا کرنے پر سب کا اتفاق ہے۔ رزیق کا سوال ایلہ کی بستی میں جمعہ ادا کرنے کے بارہ میں تھا اور ان کے ساتھ سوڈانیوں کی ایک جماعت تھی۔ جن کے ساتھ انہیں جمعہ پڑھنے کا حکم دیا گیا۔

٨٩٤ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: حَدَّثَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: «مَنْ جَاءَ مِنْكُمُ الْجُمُعَةَ فَلْيَغْتَسِلْ».

ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں شعیب نے زہری سے خبر دی، انہوں نے کہا کہ مجھ سے سالم بن عبداللہ نے بیان کیا، انہوں نے (اپنے والد) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا وہ فرماتے تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ تم میں سے جو شخص جمعہ پڑھنے آئے تو غسل کرے۔

٨٩٥ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «غُسْلُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُحْتَلِمٍ».

ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا، ان سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے صفوان بن سلیم نے، ان سے عطاء بن یسار نے، ان سے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر بالغ کے اوپر جمعہ کے دن غسل واجب ہے۔

٨٩٦ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «نَحْنُ الآخِرُونَ السَّابِقُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِنَا وَأُوتِينَاهُ مِنْ بَعْدِهِمْ. فَهَذَا الْيَوْمُ الَّذِي اخْتَلَفُوا فِيهِ فَهَدَانَا اللهُ فَغَدًا لِلْيَهُودِ وَبَعْدَ غَدٍ لِلنَّصَارَى، فَسَكَتَ.

ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے وہیب بن خالد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبداللہ بن طاؤس نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ طاؤس نے، ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم (دنیا میں) تو بعد میں آئے لیکن قیامت کے دن سب سے آگے ہوں گے، فرق صرف یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ کو کتاب ہم سے پہلے دی گئی اور ہمیں بعد میں۔ تو یہ دن (جمعہ) وہ ہے جس کے بارے میں اہل کتاب نے اختلاف کیا، اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ دن بتلا دیا (اس کے بعد) دوسرا دن (ہفتہ) یہود کا دن ہے اور تیسرا دن (اتوار) نصاریٰ کا۔ آپ پھر خاموش ہو گئے۔

٨٩٧ ثُمَّ قَالَ: حَقٌّ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ أَنْ يَغْتَسِلَ فِي كُلِّ سَبْعَةِ أَيَّامٍ، يَوْمًا يَغْسِلُ فِيهِ رَأْسَهُ وَجَسَدَهُ».

اس کے بعد فرمایا کہ ہر مسلمان پر حق ہے (اللہ تعالیٰ کا) ہر سات دن میں ایک دن جمعہ میں غسل کرے جس میں اپنے سر اور بدن کو دھوئے۔

٨٩٨ رَوَاهُ أَبَانُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لِلّٰهِ تَعَالَى عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ حَقٌّ أَنْ يَغْتَسِلَ فِي كُلِّ سَبْعَةِ أَيَّامٍ يَوْمًا.



اس حدیث کی روایت ابان بن صالح نے مجاہد سے کی ہے، ان سے طاؤس نے، ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ہر مسلمان پر حق ہے کہ ہر سات دن میں ایک دن (جمعہ) غسل کرے۔

١٢- بَابُ هَلْ عَلَى مَنْ لَمْ يَشْهَدِ الْجُمُعَةَ غُسْلٌ مِنَ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ وَغَيْرِهِمْ:

باب: جو لوگ جمعہ کی نماز کے لیے نہ آئیں جیسے عورتیں بچے، مسافر اور معذور وغیرہ ان پر غسل واجب نہیں ہے

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: إِنَّمَا الْغُسْلُ عَلَى مَنْ تَجِبُ عَلَيْهِ الْجُمُعَةُ.

اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا غسل اسی کو واجب ہے جس پر جمعہ واجب ہے۔



قولہ قال ابن عمر :انما الغسل علی من تجب علیه الجمعة حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی رائے یہ ہے کہ جس پر جمعہ پڑھنا فرض ہے اسی پر غسل ہے [1]۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر عورتیں جمعہ پڑھنے کے لئے آئیں تو ان پر غسل ضروری نہیں۔ اس کے بعد عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث "من جاء منکم الجمعة فلیغتسل" گویا بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمہ باب کے ساتھ اس کی شرح کردی ہے۔ ورنہ حدیث عام ہے۔ عورتیں اور بچے اس سے خارج ہیں۔ کیونکہ ابوسعید خدری کی حدیث میں "محتلم" کا لفظ آیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "غسل یوم الجمعة واجب علی کل محتلم" اس حدیث سے بچے بھی خارج ہوجائیں گے کیونکہ وہ محتلم نہیں ہوتے۔ اور عورتیں بھی خارج ہوجائیں گی کیونکہ عورتوں کے لئے محتلم کا لفظ استعمال نہیں ہوتا۔ بلکہ ان کے لئے "حائض" کا لفظ آتا ہے۔

۸۹۹ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا شَبَابَةُ، حَدَّثَنَا وَرْقَاءُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «ائْذَنُوا لِلنِّسَاءِ بِاللَّيْلِ إِلَى الْمَسَاجِدِ».

ہم سے عبداللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شبابہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ورقاء بن عمرو نے بیان کیا، ان سے عمرو بن دینار نے، ان سے مجاہد نے، ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورتوں کو رات کے وقت مسجدوں میں آنے کی اجازت دے دیا کرو۔

اس حدیث سے استدلال یہ ہے کہ عورتوں کو مسجدوں کی طرف جانے کی اجازت کا تعلق رات سے ہے۔ اور جمعہ دن میں پڑھا جاتا ہے لہذا جمعہ سے اسے روکا جاسکتا ہے۔ یہ باب سے تعلق ہے۔

۹۰۰ حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: «كَانَتِ امْرَأَةٌ لِعُمَرَ تَشْهَدُ صَلَاةَ الصُّبْحِ وَالْعِشَاءِ فِي الْجَمَاعَةِ فِي الْمَسْجِدِ، فَقِيلَ لَهَا: لِمَ تَخْرُجِينَ وَقَدْ تَعْلَمِينَ أَنَّ عُمَرَ يَكْرَهُ ذَلِكَ وَيَغَارُ، قَالَتْ: وَمَا يَمْنَعُهُ أَنْ يَنْهَانِي، قَالَ: يَمْنَعُهُ قَوْلُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَمْنَعُوا إِمَاءَ اللهِ مَسَاجِدَ اللهِ».

ہم سے یوسف بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابواسامہ نے بیان کیا کہا کہ ہم سے عبیداللہ ابن عمر

[1] اس مسئلہ میں علماء کے تین قول ہیں۔ ایک یہ کہ جمعہ کا غسل صرف ان لوگوں کے ساتھ ہے جن پر جمعہ پڑھنا فرض ہے جیسا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی رائے ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ جمعہ کا غسل تمام ان افراد پر ہے جو جمعہ میں حاضر ہونا چاہتے ہیں خواہ جمعہ ان پر فرض ہو یا نہ ہو، امام مالک، شافعی، احمد اور اسحاق کا یہی قول ہے، تیسرا قول یہ ہے کہ جمعہ کے دن غسل کرنا ہر مکلف کو عام ہے خواہ وہ جمعہ کے لئے آئے یا نہ آئے۔ یہ قول مجاھد، طاؤس، اور سعید بن جبیر وغیرہ سے مروی ہے۔ ان کی دلیل "علی کل مسلم حق أن یغتسل فی کل سبعة أیام یومًا" حدیث ہے۔

نے بیان کیا، ان سے نافع نے، ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے، انہوں نے کہا کہ عمر رضی اللہ عنہ کی ایک بیوی تھیں جو صبح اور عشاء کی نماز جماعت سے پڑھنے کے لیے مسجد میں آیا کرتی تھیں۔ ان سے کہا گیا کہ باوجود اس علم کے کہ عمر رضی اللہ عنہ اس بات کو مکروہ جانتے ہیں اور وہ غیرت محسوس کرتے ہیں پھر آپ مسجد میں کیوں جاتی ہیں۔ اس پر انہوں نے جواب دیا کہ پھر وہ مجھے منع کیوں نہیں کر دیتے۔ لوگوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کی وجہ سے کہ اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مسجدوں میں آنے سے مت روکو۔

حافظ رحمہ اللہ نے امام زہری کے واسطہ سے نقل کیا ہے کہ فاروق رضی اللہ عنہ کی اس بیوی کا نام عاتکہ بنت زید بن عمرو بن نفیل تھا۔ یہ سعید بن زید کی بہن تھیں۔ اور سعید عشرہ مبشرہ میں سے ایک ہیں مسند احمد میں مرسل مروی ہے کہ حضرت عمر فاروق بڑے غیرت مند تھے جب وہ نماز کے لئے جاتے تو عاتکہ بھی ان کے ساتھ ہو جاتیں۔

"قوله لاتمنعوا إماء الله مساجد الله" یہ حدیث مطلق ہے لیکن اس سے پہلے آنے والی حدیث "الليل" کے ساتھ مقید ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ مطلق کو مقید پر محمول کرنے کی طرف مائل ہیں۔

۱۴-بَابُ الرُّخْصَةِ إِنْ لَمْ يَحْضُرِ الْجُمُعَةَ فِي الْمَطَرِ:

باب: اگر بارش ہو رہی ہو تو جمعہ میں حاضر ہونا واجب نہیں

۹۰۱ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ الْحَمِيدِ صَاحِبِ الزِّيَادِيِّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْحَارِثِ، ابْنُ عَمِّ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لِمُؤَذِّنِهِ فِي يَوْمٍ مَطِيرٍ: «إِذَا قُلْتَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ فَلَا تَقُلْ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، قُلْ صَلُّوا فِي بُيُوتِكُمْ فَكَأَنَّ النَّاسَ اسْتَنْكَرُوا، قَالَ: فَعَلَهُ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنِّي إِنَّ الْجُمُعَةَ عَزْمَةٌ وَإِنِّي كَرِهْتُ أَنْ أُخْرِجَكُمْ فَتَمْشُونَ فِي الطِّينِ وَالدَّحَضِ».

ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہم سے اسماعیل بن علیہ بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں صاحب الزیادی عبدالحمید نے خبر دی، کہا کہ ہم سے محمد بن سیرین کے چچازاد بھائی عبداللہ بن حارث نے بیان کیا کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے مؤذن سے ایک دفعہ بارش کے دن کہا کہ «اشھد ان محمدا رسول اللہ» کے بعد «حی علی الصلاۃ» (نماز کی طرف آؤ) نہ کہنا بلکہ یہ کہنا کہ «صلوا فی بیوتکم» (اپنے گھروں میں نماز پڑھ لو) لوگوں نے اس بات پر تعجب کیا تو آپ نے فرمایا کہ اسی طرح مجھ سے بہتر انسان (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نے کیا تھا۔ بیشک جمعہ فرض ہے اور میں مکروہ جانتا ہوں کہ تمہیں گھروں سے باہر نکال کر مٹی اور کیچڑ پھسلوان میں چلاؤں۔

١٥۔بَابٌ مِنْ أَيْنَ تُؤْتَى الْجُمُعَةُ وَعَلَى مَنْ تَجِبُ:

باب: جمعہ کے لیے کتنی دور والوں کو آنا چاہیے اور کن لوگوں پر جمعہ واجب ہے؟

لِقَوْلِ اللهِ جَلَّ وَعَزَّ: إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَى ذِكْرِ اللهِ سورة الجمعة آية ٩. وَقَالَ عَطَاءٌ: إِذَا كُنْتَ فِي قَرْيَةٍ جَامِعَةٍ فَنُودِيَ بِالصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَحَقٌّ عَلَيْكَ أَنْ تَشْهَدَهَا سَمِعْتَ النِّدَاءَ أَوْ لَمْ تَسْمَعْهُ وَكَانَ أَنَسٌ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فِي قَصْرِهِ أَحْيَانًا يُجَمِّعُ وَأَحْيَانًا لَا يُجَمِّعُ وَهُوَ بِالزَّاوِيَةِ عَلَى فَرْسَخَيْنِ

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا (سورۃ الجمعہ میں) ارشاد ہے «إذا نودي للصلاة من يوم الجمعة» جب جمعہ کے دن نماز کے لیے اذان ہو (تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو) عطاء نے کہا کہ جب تم ایسی بستی میں ہو جہاں جمعہ ہو رہا ہے اور جمعہ کے دن نماز کے لیے اذان دی جائے تو تمہارے لیے جمعہ کی نماز پڑھنے آنا واجب ہے۔ اذان سنی ہو یا نہ سنی ہو۔ اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ (بصرہ سے) چھ میل دور مقام زاویہ میں رہتے تھے، آپ یہاں کبھی اپنے گھر میں جمعہ پڑھ لیتے اور کبھی یہاں جمعہ نہیں پڑھتے۔ (بلکہ بصرہ کی جامع مسجد میں جمعہ کے لیے تشریف لایا کرتے تھے)۔

٩٠٢ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي جَعْفَرٍ، أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَيْرِ حَدَّثَهُ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَتْ: «كَانَ النَّاسُ يَنْتَابُونَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ مِنْ مَنَازِلِهِمْ وَالْعَوَالِيِّ، فَيَأْتُونَ فِي الْغُبَارِ يُصِيبُهُمُ الْغُبَارُ وَالْعَرَقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُمُ الْعَرَقُ، فَأَتَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْسَانٌ مِنْهُمْ وَهُوَ عِنْدِي، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْ أَنَّكُمْ تَطَهَّرْتُمْ لِيَوْمِكُمْ هَذَا».

ہم سے احمد بن صالح نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبداللہ بن وہب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے عمرو بن حارث نے خبر دی، ان سے عبیداللہ بن ابی جعفر نے کہ محمد بن جعفر بن زبیر نے ان سے بیان کیا، ان سے عروہ بن زبیر نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ نے، آپ نے کہا کہ لوگ جمعہ کی نماز پڑھنے اپنے گھروں سے اور اطراف مدینہ گاؤں سے (مسجد نبوی میں) باری باری آیا کرتے تھے۔ لوگ گرد و غبار میں چلے آتے، گرد میں اٹے ہوئے اور پسینہ میں شرابور۔ اس قدر پسینہ ہوتا کہ تھمتا (رکتا) نہیں تھا۔ اسی حالت میں ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ اس دن (جمعہ میں) غسل کر لیا کرتے تو بہتر ہوتا۔

اس سے مراد یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ایسی جگہ نہیں رہتا جہاں مسلمانوں کی کوئی جماعت ہو یا وہ اکیلا رہتا ہو ایسے آدمی کا محلِ اقامت کتنی دور ہو کہ اسے جمعہ کے لئے آنا چاہیئے اس میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا

قول ہے "الجمعة علی من اواہ اللیل"[1] جو رات تک گھر واپس پہنچ سکتا ہے اسے جمعہ کے لئے آنا چاہیئے۔ ابویوسف کا بھی یہی قول ہے۔ بعض علماء کے نزدیک حدِّ اقامت کے اندر ہو تو آنا چاہیئے۔ اور حد اقامت اڑتالیس میل بتاتے ہیں یہ درست نہیں اور سواری کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ جہاں تک اذان کی آواز پہنچتی ہو وہاں تک جمعہ کے لئے آنا چاہیئے۔ اگر مؤذن اونچی جگہ پر یا مینارے پر اذان کہتا ہے تو دو، تین، میل تک آواز پہنچ جاتی ہے۔ کیونکہ قرآن کریم میں نداء کا لفظ آیا ہے جو اذان کے معنی میں ہے۔ سنن ابی داؤد میں مرفوع مروی ہے "الجمعة علی کل من سمع النداء[2]" اس کے مرفوع ہونے میں اختلاف ہے۔

"قوله قال عطاء إذا كنت فی قرية جامعة......" ای ذات جماعة۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسافر کو جمعہ کے لئے آنا چاہیئے۔ اس کے استثناء کی حدیث ضعیف ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ عطاء کے قول سے مسافر پر جمعہ کا استدلال نہیں کرنا چاہتے۔ بلکہ بخاری کا اس قول کو لانے سے مقصود یہ ہے کہ عطاء نے جمعہ کے لئے آنے کو اذان کے ساتھ معلق کیا ہے۔ یعنی جہاں تک اذان کی آواز پہنچ سکتی ہے وہاں تک لوگوں کو آنا چاہیئے۔ عطاء نے مسافر اور مقیم کا فرق نہیں کیا۔ اس کے لئے دوسرے دلائل کی طرف رجوع کیا جائے گا۔

"قوله سمعت النداء أولم تسمعه" اس سے مقصود یہ ہے کہ حدیث میں اذان کی قید آتی ہے۔ "الجمعة علی من سمع النداء" اس سے مراد بالفعل اذان سننا نہیں ہے۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ وہ اذان سننے کی قوت میں ہو تو آنا چاہیئے خواہ اذان نہ بھی سنی ہو۔ لہذا بہرے آدمی کو بھی جمعہ کے لئے آنا چاہیئے کیونکہ بالقوہ اذان سنتا ہے۔



"قوله كان أنس فی قصره أحيانًا يجمع واحيانًا لايجمع" اسکا یہ معنی کرتے ہیں "كان أنس فی قصره أحيانا يحضر الجمعة وأحيانًا لايحضر" لیکن یہ معنٰی بھی ہوسکتا ہے کہ کبھی جمعہ پڑھنے کے لئے جامع مسجد میں آتے اور کبھی وہیں جمعہ پڑھ لیتے۔

"قوله وهو بالزاوية علی فرسخين" هُوَ ضمیر کا مرجع "قصر" ہے اور زاویہ بصرے کے قریب ایک مقام ہے۔ جو بصرے سے دو فرسخ کے فاصلہ پر تھا۔ اس بات کا ذکر نہیں ہے کہ یہ قریہ تھی یا نہیں۔ بعض شافعی کہتے ہیں کہ قریہ وہ ہوتی ہے جہاں کم از کم چالیس بالغ آدمی ہوں۔ اس سے کم ہوں تو قریہ نہیں ہوتی۔ اس سے حنفی استدلال کرتے ہیں کہ قریہ پر جمعہ نہیں ہے۔ لیکن یہ استدلال تب ہی صحیح ہوسکتا ہے جبکہ اس کا قریہ ہونا ثابت ہو جائے۔ حالانکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا اس میں عید کی نماز پڑھنا ثابت ہے اور احناف کے نزدیک جمعہ اور عید کی شرطیں ایک ہی ہیں۔ "احيانا يجمع" کا معنٰی اگر یہ ہو کہ کبھی جمعہ وہیں پڑھتے اور کبھی بصرہ میں پڑھتے تو ان کا استدلال نہیں ہوسکے گا[3]۔



[1] مصنف ابن أبی شیبہ ج ۱ ص ۴۴۱ رقم ۵۰۸۴۔

[2] مصنف ابن أبی شیبہ ج ۱ ص ۴۴۱ رقم ۵۰۸۴۔

[2] سنن ابی داؤد ۱۰۵۶ و الصحیح وقفہ۔

[3] بابِ مذکور میں دو مسئلے ذکر ہوئے ہیں جیسا کہ ابن رجب رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے۔ ایک یہ کہ جو شخص ایسی آبادی میں

١٦-بَابُ وَقْتُ الْجُمُعَةِ إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ:

باب: جمعہ کا وقت سورج ڈھلنے سے شروع ہوتا ہے

وَكَذَلِكَ يُرْوَى عَنْ عُمَرَ، وَعَلِيٍّ، وَالنُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ، وَعَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ.

اور عمر اور علی اور نعمان بن بشیر اور عمرو بن حریث رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اسی طرح مروی ہے۔

٩٠٣ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، أَنَّهُ سَأَلَ عَمْرَةَ عَنِ الْغُسْلِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فَقَالَتْ: قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: «كَانَ النَّاسُ مَهَنَةَ أَنْفُسِهِمْ، وَكَانُوا إِذَا رَاحُوا إِلَى الْجُمُعَةِ رَاحُوا فِي هَيْئَتِهِمْ فَقِيلَ لَهُمْ لَوِ اغْتَسَلْتُمْ».

ہم سے عبدان عبداللہ بن عثمان نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، کہا کہ ہمیں یحیٰی بن سعید نے خبر دی کہ انہوں نے عمرہ بنت عبدالرحمٰن سے جمعہ کے دن غسل کے بارے میں پوچھا۔ انہوں نے بیان کیا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں کہ لوگ اپنے کاموں میں مشغول رہتے اور جمعہ کے لیے اسی حالت (میل کچیل) میں چلے آتے، اس لیے ان سے کہا گیا کہ کاش تم لوگ (کبھی) غسل کر لیا کرتے۔

٩٠٤ حَدَّثَنَا سُرَيْجُ بْنُ النُّعْمَانِ، قَالَ: حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عُثْمَانَ التَّيْمِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي الْجُمُعَةَ حِينَ تَمِيلُ الشَّمْسُ».

ہو جہاں جمعہ ادا ہوتا ہے تو جمعہ کی اذان ہونے پر اس پر جمعہ کے لئے آنا واجب ہے۔ خواہ اذان سنے یا نہ سنے۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ جو شخص اس آبادی سے باہر ہو جہاں جمعہ پڑھا جاتا ہے تو کیا اس پر آبادی والوں کے ساتھ جمعہ ادا کرنا لازم ہے یا نہیں؟ اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ ایک جماعت کا خیال یہ ہے کہ اس پر آبادی والوں کے ساتھ جمعہ پڑھنا لازم نہیں ہے۔ یہ ابو حنیفہ اور سفیان ثوری رحمہ اللہ کا قول ہے کیونکہ اسے اھلِ قریہ سے ملاتے ہیں اور ان کے ہاں اہل قریہ پر جمعہ نہیں ہے۔ لیکن اکثر اھلِ علم کے نزدیک اس پر آبادی والوں کے ساتھ جمعہ ادا کرنا ضروری ہے بشر طیکہ وہ ان کے قریب ہو۔ دور ہونے کی صورت میں لازم نہیں ہے۔ پھر اس قرب و بعد میں اختلاف ہے۔ ایک جماعت کے ہاں جہاں تک اذان کی آواز پہنچتی ہے وہاں تک کہ لوگوں پر حاضر ہونا لازم ہے۔ ورنہ نہیں۔ ان کا استدلال اللہ تعالی کے فرمان "اذا نودی للصلوٰة من یوم الجمعة فاسعوا الی ذکر الله" سے ہے۔ یہ قول عبداللہ بن عمرو، سعید بن مسیب وغیرہ سے منقول ہے۔ اور ابو داؤد میں مرفوع مروی ہے۔ "الجمعة علی من سمع النداء" لیکن اس کا موقوف ہونا درست ہے۔ اور بعض کے نزدیک ایک فرسخ کی مسافت سے آنا ضروری ہے۔ جو کہ تین میل کی مسافت ہے۔ لیکن اسکا پہلے قول سے کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ اذان کی آواز تین میل تک جاسکتی ہے۔

ہم سے سریج بن نعمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے فلیح بن سلیمان نے بیان کیا، ان سے عثمان بن عبدالرحمٰن بن عثمان تیمی نے بیان کیا، ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کی نماز اس وقت پڑھتے جب سورج ڈھل جاتا۔

٩٠٥ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: «كُنَّا نُبَكِّرُ بِالْجُمُعَةِ وَنَقِيلُ بَعْدَ الْجُمُعَةِ».

ہم سے عبدان نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، کہا کہ ہمیں حمید طویل نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے خبر دی۔ آپ نے فرمایا کہ ہم جمعہ سویرے پڑھ لیا کرتے اور جمعہ کے بعد آرام کرتے تھے۔

یعنی جمعہ کا وقت زوال شمس کے بعد ہوتا ہے اور امام احمد رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ اگر زوال سے پہلے بھی پڑھ لیا جائے تو کفایت کر جاتا ہے۔ کیونکہ جب جمعہ اور عید ایک ہی دن میں اکٹھے آگئے تھے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کی نماز پڑھائی اور جمعہ میں رخصت دے دی تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ، عید میں ضم ہو گیا تھا۔ اور عید زوال سے پہلے پڑھی جاتی ہے۔ اور ضم تب ہی ہو سکتا ہے جبکہ دونوں کا وقت ایک ہو۔ یہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا استدلال ہے حالانکہ صحیح بات یہ ہے کہ اس دن جمعہ ساقط ہو گیا تھا۔

حدیث مذکور میں امام بخاری رحمہ اللہ کا استدلال "راحوا" کے لفظ سے ہے اور رواح۔ زوال کے بعد ہوتا ہے۔

"قوله عن أنس قال كنا نبكر بالجمعة ونقيل بعد الجمعة" نبکر سے مراد ہے کسی کام کو اول وقت ادا کرنا۔ اور مراد اس سے یہ ہے کہ جمعہ کے علاوہ باقی ایام میں گرمی کے موسم میں قیلولہ پہلے کر لیتے اور ظہر کی نماز بعد میں پڑھتے۔ لیکن جمعہ کے دن جمعہ پہلے پڑھ لیتے اور قیلولہ اس کے بعد کرتے تھے۔

اس سے زوال سے پہلے جمعہ ادا کرنے کا استدلال کرتے ہیں۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ زوال سے پہلے پڑھتے تھے۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ ظہر کی طرح جمعہ کو ٹھنڈا نہیں کیا کرتے تھے۔ اور نقیل سے حنابلہ استدلال کرتے ہیں کہ زوال سے پہلے ہی جمعہ پڑھ لیتے تھے۔ حالانکہ دیگر احادیث میں "زالت الشمس" یا "تميل الشمس"[1] آیا ہے۔ ایسی تصریحات کے ہوتے ہوئے نبکر یا نقیل سے استدلال کیسے کیا جا سکتا ہے۔

١٧۔ بَابُ إِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ:

باب: جمعہ جب سخت گرمی میں آن پڑے

یعنی جمعہ کے دن گرمی سخت ہو جائے تو ابراد کر لینا چاہیے۔

٩٠٦ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَرَمِيُّ بْنُ عُمَارَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو خَلْدَةَ هُوَ خَالِدُ بْنُ دِينَارٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، يَقُولُ: «كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اشْتَدَّ الْبَرْدُ بَكَّرَ بِالصَّلَاةِ، وَإِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ أَبْرَدَ بِالصَّلَاةِ

[1] مسلم (٣١) ٨٦٠ ج ٢ ص ٥٨٩۔

يَعْنِي الْجُمُعَةَ»، قَالَ يُونُسُ بْنُ بُكَيْرٍ: أَخْبَرَنَا أَبُو خَلْدَةَ. فَقَالَ: بِالصَّلَاةِ وَلَمْ يَذْكُرِ الْجُمُعَةَ، وَقَالَ بِشْرُ بْنُ ثَابِتٍ حَدَّثَنَا أَبُو خَلْدَةَ. قَالَ: صَلَّى بِنَا أَمِيرٌ الْجُمُعَةَ. ثُمَّ قَالَ لِأَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: كَيْفَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الظُّهْرَ؟.

ہم سے محمد بن ابی بکر مقدمی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے حرمی بن عمارہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابوخلدہ جن کا نام خالد بن دینار ہے، نے بیان کیا کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ نے فرمایا کہ اگر سردی زیادہ پڑتی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز سویرے پڑھ لیتے۔ لیکن جب گرمی زیادہ ہوتی تو ٹھنڈے وقت نماز پڑھتے۔ آپ کی مراد جمعہ کی نماز سے تھی۔ یونس بن بکیر نے کہا کہ ہمیں ابوخلدہ نے خبر دی۔ انہوں نے صرف نماز کہا۔ جمعہ کا ذکر نہیں کیا اور بشر بن ثابت نے کہا کہ ہم سے ابوخلدہ نے بیان کیا کہ امیر نے ہمیں جمعہ کی نماز پڑھائی۔ پھر انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز کس وقت پڑھتے تھے؟

کہتے ہیں کہ اس روایت میں راوی سے کچھ تقدیم و تاخیر ہوئی ہے۔ دراصل امیر بصرہ نے جمعہ کے بعد حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز کب پڑھتے تھے۔ جواب ملا کہ آپ گرمیوں میں زوال کے بعد ظہر کی نماز میں ابراد کرلیا کرتے تھے راوی نے ذکر کرتے ہوئے صرف صلوٰۃ کالفظ بول دیا اور أبرد بالصلوٰۃ کہہ دیا۔ بعض نے سمجھا کہ اس سے مراد نماز جمعہ ہوگی۔ کیونکہ نمازِ جمعہ کے بعد سوال ہوا تھا۔ حالانکہ سوال تو نمازِ ظہر کے بارہ میں ہوا تھا۔ ہاں اگر نماز جمعہ کو نمازِ ظہر پر قیاس کیا جائے تو درست ہے۔ جیسا کہ ابن بطال نے کہا ہے کہ جمعہ کے وقت ظہر کا وقت ہی ہے۔ اس لئے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اپنے جواب میں دونوں کو مساوی کردیا ہے۔ اور یہ زوال سے قبل جمعہ پڑھنے والوں کے خلاف ہے۔

۱۸-بَابُ الْمَشْيِ إِلَى الْجُمُعَةِ:

باب: جمعہ کی نماز کے لیے چلنے کا بیان

وَقَوْلِ اللهِ جَلَّ: ذِكْرُهُ فَاسْعَوْا إِلَى ذِكْرِ اللهِ سورة الجمعة آية ٩، وَمَنْ قَالَ: السَّعْيُ: الْعَمَلُ وَالذَّهَابُ لِقَوْلِهِ تَعَالَى وَسَعَى لَهَا سَعْيَهَا سورة الإسراء آية ١٩، وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَحْرُمُ الْبَيْعُ حِينَئِذٍ، وَقَالَ عَطَاءٌ تَحْرُمُ الصِّنَاعَاتُ كُلُّهَا. وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ إِذَا أَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَهُوَ مُسَافِرٌ فَعَلَيْهِ أَنْ يَشْهَدَ.

اور اللہ تعالیٰ نے (سورۃ الجمعہ) میں فرمایا «فاسعوا إلى ذكر الله» کہ اللہ کے ذکر کی طرف تیزی کے ساتھ چلو اور اس کی تفسیر جس نے یہ کہا کہ «سعی» کے معنی عمل کرنا اور چلنا جیسے سورۃ بنی اسرائیل میں ہے «سعى لها سعيها» یہاں «سعی» کے یہی معنی ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ خرید و فروخت جمعہ کی اذان ہوتے

ہی حرام ہو جاتی ہے عطاء نے کہا کہ تمام کاروبار اس وقت حرام ہو جاتے ہیں۔ ابراہیم بن سعد نے زہری کا یہ قول نقل کیا کہ جمعہ کے دن جب مؤذن اذان دے تو مسافر بھی شرکت کرے۔

نماز کے لئے جاتے ہوئے دوڑنے سے روکا گیا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے "لاتأتوا الصلاة وأنتم تسعون" اس لئے "فاسعوا إلي ذكر الله" میں سعی سے مراد عمل ہے کیونکہ بہت سے مقامات میں سعی بمعنیٰ عمل آتا ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے "وسعیٰ لها سعيها[1]" یہاں بھاگنے کا معنیٰ نہیں ہے۔ اسی طرح اللہ تعالی کا فرمان ہے "وأما من جاء ك يسعىٰ[2]" اور "واذا تولي سعى فى الأرض[3]" اور "فاسعوا إلي ذكر الله[4]" میں ایک قراءت "فامضوا إلي ذكر الله[5]" بھی ہے۔ لہذا فاسعوا میں سعی سے مراد "ذھاب" ہے اشتداد مراد نہیں ہے۔ جیسا کہ امام مالک نے کہا ہے۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جمعہ کے لئے دوڑ کر آنا جائز ہو لیکن باقی نمازوں کے لئے منع ہو۔ کیونکہ جمعہ کے علاوہ باقی نمازوں میں وہاں پہنچتے ہی نماز میں شامل ہونا ہوتا ہے۔ اگر دوڑ کر جائے گا تو سانس پھول جائے گا اور خشوع و خضوع سے نماز نہیں پڑھ سکے گا۔ اس لئے دوڑ کر آنے سے منع کیا گیا ہے۔ برخلاف جمعہ کے۔ اس میں دوڑ کر آئے تو اگرچہ سانس پھول جائے۔ تو ذرا ٹھہر کر دو رکعتیں پڑھ سکتا ہے۔ اور خشوع و خضوع سے نماز ادا کر سکتا ہے۔ لہذا آیت کریمہ اور حدیث میں تعارض نہیں ہے۔ لیکن صحیح بات وہی ہے جو امام بخاری رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ نے کہی ہے کہ سعی بمعنی عمل ہے۔ بخاری رحمہ اللہ نے "ومن قال :السعی العمل والذھاب" اسی لیے کہا ہے۔ عرف میں بھی سعی کا لفظ مشی کے معنی میں استعمال ہوتا ہے جیسے کہتے ہیں۔ فلاں شخص بڑی بھاگ دوڑ کرتا ہے۔ اور مراد اس سے کوشش کرنا ہوتا ہے۔

قوله قال ابن عباس رضی اللہ عنہ یحرم البیع حینئذٍ "یعنی جمعہ کی اذان ہونے پر بیع و شراء حرام ہے کیونکہ قرآن کریم میں "وذروا البیع" آیا ہے۔ شافعیوں کے نزدیک ایسی بیع مردود ہوتی ہے اگر ہو جائے تو واپس کرنی چاہیئے۔ حنفی کہتے ہیں مردود نہیں ہوگی۔ واپس کرنا بہتر ہے ضروری نہیں ہے۔ اگر واپس نہ کرے تو اس کا اس پر ملک قائم ہو جائے گا۔ کیونکہ یہ نھی لذاتہٖ نہیں ہے بلکہ نھی لغیرہ ہے۔ شوافع کے نزدیک ایسی بیع پر ملک قائم نہیں ہوگا۔ لہذا وہ اگر اسے کھائے گا تو حرام کھائے گا۔

"قوله قال عطاء: تحرم الصناعات كلها" عطاء کا قول اس کی اہمیت کی بناپر ذکر کر دیا ہے۔ جس سے مراد یہ

---

1. الإسراء:۱۹۔
2. عبس:۹۔
3. البقرة:۲۰۵۔
4. الجمعة:۹۔
5. مصنف عبدالرزاق:۵۳۵۰ ج۳ ص۲۰۷۔

ہے کہ جمعہ کی اذان ہونے پر جیسے بیع وشراء اور تجارت کا ترک کردینا واجب ہے ویسے ہی دیگر کاروبار اور کام کاج کو چھوڑنا بھی ضروری ہے۔ مثلاً کوئی کپڑا سی رہا ہے تو اذان ہونے پر مشین کا ہتھا وہیں چھوڑ دے۔

قوله قال إبراهيم بن سعد عن الزهري: إذا أذن المؤذن يوم الجمعة وهو مسافر...... "امام زہری سے ابراہیم نے یہ قول نقل کیا ہے کہ اسے جمعہ کے لئے حاضر ہونا چاہیئے۔ لیکن ان سے دوسرا قول بھی منقول ہے جو جمہور کے موافق ہے کہ مسافر پر جمعہ نہیں ہے جیسا کہ حافظ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے۔ اور امام زہری سے منقول دو اقوال کو دو حالتوں پر محمول کیا جاسکتا ہے ان کے قول "لاجمعة علی مسافر" سے مراد یہ ہے کہ مسافر پر جمعہ واجب نہیں ہے اور ان کے قول "فعليه أن يشهد" سے مراد یہ ہے کہ اس کا جمعہ کے لئے آنا مستحب ہے۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ "فعليه أن يشهد" سے مراد یہ ہو کہ اگر مسافر ایسی جگہ ہو جہاں جمعہ ہوتا ہے اور مسافر اذان سن لیتا ہے تو اسے حاضر ہونا چاہیئے۔ لیکن مسافر اگر سفر کر رہا ہے تو اسے زوال سے پہلے سفر چھوڑنا ضروری نہیں ہے اور نہ ہی اسکا سفر کرنا حرام ہے۔ اسکی تائید آیت "ياايها الذين آمنوا إذا نودی للصلوٰة من يوم الجمعة فاسعوا إلي ذكر الله" سے بھی ہوتی ہے۔ جو لوگ مسافر کو جمعہ سے مستثنیٰ کرتے ہیں ان کی دلیل ایک روایت ہے جو کہ ضعیف ہے۔ ہاں عرفات کی حدیث قوی دلیل ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن میدانِ عرفات میں ظہر اور عصر دونوں نمازوں کو جمع کیا ہے لیکن جمعہ ادا نہیں کیا۔

٩٠٧ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبَايَةُ بْنُ رِفَاعَةَ، قَالَ: أَدْرَكَنِي أَبُو عَبْسٍ وَأَنَا أَذْهَبُ إِلَى الْجُمُعَةِ، فَقَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «مَنِ اغْبَرَّتْ قَدَمَاهُ فِي سَبِيلِ اللهِ حَرَّمَهُ اللهُ عَلَى النَّارِ».

ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ولید بن مسلم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یزید بن ابی مریم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبایہ بن رفاعہ بن رافع بن خدیج نے بیان کیا، انہوں نے بیان کیا کہ میں جمعہ کے لیے جارہا تھا۔ راستے میں ابوعبس رضی اللہ عنہ سے میری ملاقات ہوئی، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جس کے قدم اللہ کی راہ میں غبار آلود ہو گئے اللہ تعالیٰ اسے دوزخ پر حرام کر دے گا۔

اس حدیث میں جمعہ کے لئے جانے کو جہاد کی طرح "في سبيل الله" میں شمار کیا گیا ہے۔ اور ابُوعبس نے جمعہ کے لئے جانے پر جہاد کا حکم لگایا ہے۔ اور اس حدیث سے آیت کریمہ میں آنے والے لفظ "فاسعوا" کی مراد واضح ہوجاتی ہے کہ اس سے مراد ذہاب ہے اشتداد مراد نہیں ہے۔

٩٠٨ حَدَّثَنَا آدَمُ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، قَالَ حدثنا الزُّهْرِيُّ، عَنْ سَعِيدٍ، وأبي سلمة عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. ح

وحَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: «إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا تَأْتُوهَا تَسْعَوْنَ وَأْتُوهَا تَمْشُونَ عَلَيْكُمُ السَّكِينَةُ، فَمَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوا وَمَا فَاتَكُمْ فَأَتِمُّوا».

ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابن ابی ذئب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے زہری نے سعید اور ابوسلمہ سے بیان کیا، ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اور ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (دوسری سند سے بیان کیا) امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا اور ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں شعیب نے خبر دی، انہیں زہری نے اور انہیں ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے خبر دی، وہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے تھے کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جب نماز کے لیے تکبیر کہی جائے تو دوڑتے ہوئے مت آؤ بلکہ (اپنی معمولی رفتار سے) آؤ پورے اطمینان کے ساتھ پھر نماز کا جو حصہ (امام کے ساتھ) پالو اسے پڑھ لو اور جو رہ جائے تو اسے بعد میں پورا کرو۔

اس حدیث میں اور اس کے بعد آنے والی حدیث میں جمعہ کا ذکر نہیں ہے بلکہ "صلوٰۃ" کا ذکر ہے اور صلوٰۃ کا لفظ عام ہے کہ جو جمعہ اور غیر جمعہ سب نمازوں کو شامل ہے۔

٩٠٩ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو قُتَيْبَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ لَا أَعْلَمُهُ إِلَّا، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «لَا تَقُومُوا حَتَّى تَرَوْنِي وَعَلَيْكُمُ السَّكِينَةُ».

ہم سے عمرو بن علی فلاس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابوقتیبہ بن قتیبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے علی بن مبارک نے یحییٰ بن ابی کثیر سے بیان کیا، ان سے عبداللہ بن ابی قتادہ نے (امام بخاری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مجھے یقین ہے کہ) عبداللہ نے اپنے باپ ابوقتادہ سے روایت کی ہے، وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک مجھے دیکھ نہ لو صف بندی کے لیے کھڑے نہ ہوا کرو اور آہستگی سے چلنا لازم کر لو۔

١٩- بَابُ لَا يُفَرَّقُ بَيْنَ اثْنَيْنِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ:

باب: جمعہ کے دن جہاں دو آدمی بیٹھے ہوئے ہوں ان کے بیچ میں نہ داخل ہو

٩١٠ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ وَدِيعَةَ، حَدَّثَنَا سَلْمَانُ الْفَارِسِيُّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَتَطَهَّرَ بِمَا اسْتَطَاعَ مِنْ طُهْرٍ، ثُمَّ ادَّهَنَ أَوْ مَسَّ مِنْ طِيبٍ، ثُمَّ رَاحَ فَلَمْ يُفَرِّقْ بَيْنَ اثْنَيْنِ فَصَلَّى مَا كُتِبَ لَهُ، ثُمَّ إِذَا

خَرَجَ الْإِمَامُ أَنْصَتَ غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْأُخْرَى».

ہم سے عبدان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی انہوں نے کہا کہ ہمیں ابن ابی ذئب نے خبر دی، انہیں سعید مقبری نے، انہیں ان کے باپ ابوسعید نے، انہیں عبداللہ بن ودیعہ نے، انہیں سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے جمعہ کے دن غسل کیا اور خوب پاکی حاصل کی اور تیل یا خوشبو استعمال کی، پھر جمعہ کے لیے چلا اور دو آدمیوں کے بیچ میں نہ گھسا اور جتنی اس کی قسمت میں تھی، نماز پڑھی، پھر جب امام باہر آیا اور خطبہ شروع کیا تو خاموش ہو گیا، اس کے اس جمعہ سے دوسرے جمعہ تک کے تمام گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

"لایفرق ای داخل المسجد" جمہور سے اس کی کراہت منقول ہے۔ اور نووی وغیرہ کے نزدیک اس کی تحریم مراد ہے۔ لہذا شریعت اسلامیہ میں تخطی سے روکا گیا ہے۔ کیونکہ اس سے لوگوں کے کندھوں اور گردنوں کو پھلانگنا اور اپنے پاؤں کی مٹی وغیرہ سے ان کے جسموں اور کپڑوں کو ملوث کرنا لازم آتا ہے جو کہ جائز نہیں ہے۔ ہاں انتہائی ضرورت کے لئے جائز ہے جیسا کہ وضوء کے لئے جانا۔ یا اگلی صف میں خلا ہے اور لوگ پچھلی صفوں میں بیٹھ گئے ہیں تو خالی جگہ تک جانے کے لئے تخطی جائز ہے یا امام ہے اور تخطی کے بغیر آگے جانا ممکن نہ ہو تو ایسی ضرورتوں کے لئے تخطی مکروہ نہیں ہے۔ جیسا کہ نبی اکرم ﷺ ایک دفعہ نماز سے فارغ ہو کر جلدی لوگوں کی گردنوں کو پھلانگتے ہوئے نکلے تھے۔ کیونکہ آپکی ضرورت درپیش تھی۔ لوگوں کی اجازت سے بھی تخطی ہو سکتی ہے جیسا کہ ابوداؤد، ترمذی اور مسند احمد میں ہے "ان رسول اللہ ﷺ قال: لایحل للرجل أن یفرق بین اثنین إلا بإذنهما[1]"۔

٢٠- بَابُ لَا يُقِيمُ الرَّجُلُ أَخَاهُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَيَقْعُدُ فِي مَكَانِهِ:

باب: جمعہ کے دن کسی مسلمان بھائی کو اس کی جگہ سے اٹھا کر خود وہاں نہ بیٹھے

٩١١ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَخْلَدُ بْنُ يَزِيدَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، قَالَ: سَمِعْتُ نَافِعًا، يَقُولُ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: «نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُقِيمَ الرَّجُلُ أَخَاهُ مِنْ مَقْعَدِهِ وَيَجْلِسَ فِيهِ»، قُلْتُ لِنَافِعٍ: الْجُمُعَةَ، قَالَ: الْجُمُعَةَ وَغَيْرَهَا.

ہم سے محمد بن سلام بیکندی رحمہ اللہ نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں مخلد بن یزید نے خبر دی، کہا کہ ہمیں ابن جریج نے خبر دی، کہا کہ میں نے نافع سے سنا، انہوں نے کہا میں نے عبداللہ بن عمر سے سنا، انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کو اٹھا کر اس کی جگہ خود بیٹھ جائے۔ میں نے نافع سے پوچھا کہ کیا یہ جمعہ کے لیے ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ جمعہ اور غیر جمعہ سب کے لیے یہی حکم ہے۔

---

(1) سنن أبي داود ٤٨٤٥۔ جامع ترمذی ٢٧٥٢۔

٢١-بَابُ الأَذَانِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ:

باب: جمعہ کے دن اذان کا بیان

٩١٢ حَدَّثَنَا آدَمُ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ، قَالَ: «كَانَ النِّدَاءُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ أَوَّلُهُ إِذَا جَلَسَ الإِمَامُ عَلَى الْمِنْبَرِ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ، وَعُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، فَلَمَّا كَانَ عُثْمَانُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَكَثُرَ النَّاسُ زَادَ النِّدَاءَ الثَّالِثَ عَلَى الزَّوْرَاءِ»، قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: الزَّوْرَاءُ مَوْضِعٌ بِالسُّوقِ بِالْمَدِينَةِ.

ہم سے آدم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابن ابی ذئب نے زہری کے واسطے سے بیان کیا، ان سے سائب بن یزید نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے زمانے میں جمعہ کی پہلی اذان اس وقت دی جاتی تھی جب امام منبر پر خطبہ کے لیے بیٹھتے لیکن عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جب مسلمانوں کی کثرت ہو گئی تو وہ مقام زوراء سے ایک اور اذان دلوانے لگے۔ ابوعبداللہ (امام بخاری رحمہ اللہ) فرماتے ہیں کہ زوراء مدینہ کے بازار میں ایک جگہ ہے۔

شرح بخاری

رسول اللہ ﷺ جب خطبہ دینے کے لئے منبر پر تشریف فرما ہوتے اس وقت وہی ایک اذان ہوتی تھی۔ پہلی اذان حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مقرر ہوئی تھی۔ حنفی کہتے ہیں کہ احکام پہلی اذان کے ساتھ معلق ہوں گے لیکن یہ بات درست نہیں ہے کیونکہ اصل مقصود دوسری اذان ہے جو نبی اکرم ﷺ کے دور میں ہوتی تھی تو احکام دوسری اذان سے معلق ہوں گے۔ اور دوسری اذان سے بیع وشراء اور کاروبار منع ہو گا۔ پہلی اذان سے نہیں۔ پہلی اذان لوگوں کی سہولت کے لئے مقرر کی گئی تھی لوگوں کی آبادی مدینہ میں بڑھ گئی تھی۔ اور دور سے آنا پڑتا تھا۔ کیونکہ اذان کی مشروعیت ضرورت کے لئے تھی اور اس میں اجتہاد کو دخل ہے۔ اس لئے شوافع کے نزدیک ضرورت ہو تو دو، تین مؤذن بھی ہو سکتے ہیں کہ وہ ضرورت کے وقت جامع مسجد کے چاروں طرف یا تین طرف اذان کہیں۔ اگرچہ اس میں اجتہاد کو دخل ہے۔ مگر جو مصلحت نبی کریم علیہ السلام کے زمانہ میں موجود تھی اور آپ کے زمانہ میں اس کے لئے اذان مقرر نہیں ہوئی تو اب بھی اس کے لئے اذان مقرر کرنا منع ہو گا جیسا کہ عیدین میں آپ نے باوجود داعی پائے جانے کے اذان نہیں کہلوائی۔ لہذا اب بھی اس کے لئے اذان کہنا جائز نہیں ہو گا۔ لیکن جمعہ میں داعی پایا گیا تھا کیونکہ آبادی دور تک پھیل گئی تھی۔ اس لئے جمعہ کے لئے دوسری اذان کی ضرورت پیش آئی۔

٢٢-بَابُ الْمُؤَذِّنِ الْوَاحِدِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ:

باب: جمعہ کے لیے ایک مؤذن مقرر کرنا

٩١٣ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ الْمَاجِشُونُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ، «أَنَّ الَّذِي زَادَ التَّأْذِينَ الثَّالِثَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ حِينَ كَثُرَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ وَلَمْ يَكُنْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُؤَذِّنٌ غَيْرَ وَاحِدٍ. وَكَانَ التَّأْذِينُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ حِينَ يَجْلِسُ الْإِمَامُ يَعْنِي عَلَى الْمِنْبَرِ».

ہم سے ابونعیم فضل بن دکین نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبد العزیز بن ابوسلمہ ماجشون نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے زہری نے بیان کیا، ان سے سائب بن یزید نے کہ جمعہ میں تیسری اذان عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے بڑھائی جبکہ مدینہ میں لوگ زیادہ ہو گئے تھے جب کہ نبی کریم ﷺ کے ایک ہی مؤذن تھے۔ (آپ ﷺ کے دور میں) جمعہ کی اذان اس وقت دی جاتی جب امام منبر پر بیٹھتا۔

٢٣-بَابُ يُؤَذِّنُ الْإِمَامُ عَلَى الْمِنْبَرِ إِذَا سَمِعَ النِّدَاءَ:

باب: امام منبر پر بیٹھے بیٹھے اذان سن کر اس کا جواب دے

٩١٤ حَدَّثَنَا ابْنُ مُقَاتِلٍ. قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ. قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ. عَنْ أَبِي أُمَامَةَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ. قَالَ: سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ وَهُوَ جَالِسٌ عَلَى الْمِنْبَرِ أَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ. قَالَ: اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ. قَالَ مُعَاوِيَةُ: اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ. قَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ. فَقَالَ مُعَاوِيَةُ: وَأَنَا. فَقَالَ: أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ. فَقَالَ مُعَاوِيَةُ: وَأَنَا. فَلَمَّا أَنْ قَضَى التَّأْذِينَ. قَالَ: «يَا أَيُّهَا النَّاسُ. إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى هَذَا الْمَجْلِسِ حِينَ أَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ يَقُولُ مَا سَمِعْتُمْ مِنِّي مِنْ مَقَالَتِي».

ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہمیں ابوبکر بن عثمان بن سہل بن حنیف نے خبر دی، انہیں ابوامامہ بن سہل بن حنیف نے، انہوں نے کہا میں نے معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کو دیکھا آپ منبر پر بیٹھے، مؤذن نے اذان دی «اللہ أکبر اللہ أکبر» معاویہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا «اللہ أکبر اللہ أکبر» مؤذن نے کہا «أشھد أن لا إلہ إلا اللہ» معاویہ نے جواب دیا «وأنا» اور میں بھی توحید کی گواہی دیتا ہوں مؤذن نے کہا «أشھد أن محمدا رسول اللہ» معاویہ نے جواب دیا «وأنا» اور میں بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی دیتا ہوں جب مؤذن اذان کہہ چکا تو آپ نے کہا حاضرین! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا اسی جگہ یعنی منبر پر آپ بیٹھے تھے مؤذن نے اذان دی تو آپ یہی فرما رہے تھے جو تم نے مجھ کو کہتے سنا۔

٢٤-بَابُ الْجُلُوسِ عَلَى الْمِنْبَرِ عِنْدَ التَّأْذِينِ:

باب: جمعہ کی اذان ختم ہونے تک امام منبر پر بیٹھا رہے

٩١٥ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ. قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ. عَنْ عُقَيْلٍ. عَنِ ابْنِ شِهَابٍ.

أَنَّ السَّائِبَ بْنَ يَزِيدَ أَخْبَرَهُ «أَنَّ التَّأْذِينَ الثَّانِيَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ أَمَرَ بِهِ عُثْمَانُ حِينَ كَثُرَ أَهْلُ الْمَسْجِدِ، وَكَانَ التَّأْذِينُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ حِينَ يَجْلِسُ الْإِمَامُ».

ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے عُقیل کے واسطے سے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے کہ سائب بن یزید نے انہیں خبر دی کہ جمعہ کی دوسری اذان کا حکم عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اس وقت دیا جب نمازی بہت زیادہ ہو گئے تھے اور جمعہ کے دن اذان اس وقت ہوتی جب امام منبر پر بیٹھا کرتا تھا۔

۲۵- بَابُ التَّأْذِينِ عِنْدَ الْخُطْبَةِ:

باب: جمعہ کی اذان خطبہ کے وقت دینا

٩١٦ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا يُونُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ السَّائِبَ بْنَ يَزِيدَ، يَقُولُ: «إِنَّ الْأَذَانَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ كَانَ أَوَّلُهُ حِينَ يَجْلِسُ الْإِمَامُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلَى الْمِنْبَرِ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ، وَعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، فَلَمَّا كَانَ فِي خِلَافَةِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَكَثُرُوا، أَمَرَ عُثْمَانُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ بِالْأَذَانِ الثَّالِثِ، فَأُذِّنَ بِهِ عَلَى الزَّوْرَاءِ فَثَبَتَ الْأَمْرُ عَلَى ذَلِكَ».

ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ ہمیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہم کو یونس بن یزید نے زہری سے خبر دی، انہوں نے کہا کہ میں نے سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے یہ سنا تھا کہ جمعہ کی پہلی اذان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے زمانے میں اس وقت دی جاتی تھی جب امام منبر پر بیٹھتا۔ جب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا دور آیا اور نمازیوں کی تعداد بڑھ گئی تو آپ نے جمعہ کے دن ایک تیسری اذان کا حکم دیا، یہ اذان مقام زوراء پر دی گئی اور بعد میں یہی دستور قائم رہا۔

۲۶- بَابُ الْخُطْبَةِ عَلَى الْمِنْبَرِ:

باب: خطبہ منبر پر پڑھنا

وَقَالَ أَنَسٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ خَطَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ.

اور انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر خطبہ پڑھا۔

٩١٧ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدٍ الْقَارِيُّ الْقُرَشِيُّ الْإِسْكَنْدَرَانِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو حَازِمِ بْنُ دِينَارٍ، أَنَّ رِجَالًا أَتَوْا سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ السَّاعِدِيَّ وَقَدِ امْتَرَوْا فِي الْمِنْبَرِ مِمَّ عُودُهُ فَسَأَلُوهُ

عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ: وَاللهِ إِنِّي لَأَعْرِفُ مِمَّا هُوَ وَلَقَدْ رَأَيْتُهُ أَوَّلَ يَوْمٍ وُضِعَ وَأَوَّلَ يَوْمٍ جَلَسَ عَلَيْهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَرْسَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى فُلَانَةَ امْرَأَةٍ قَدْ سَمَّاهَا سَهْلٌ مُرِي غُلَامَكِ النَّجَّارَ أَنْ يَعْمَلَ لِي أَعْوَادًا أَجْلِسُ عَلَيْهِنَّ إِذَا كَلَّمْتُ النَّاسَ، فَأَمَرَتْهُ فَعَمِلَهَا مِنْ طَرْفَاءِ الْغَابَةِ ثُمَّ جَاءَ بِهَا، فَأَرْسَلَتْ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَ بِهَا فَوُضِعَتْ هَاهُنَا.» ثُمَّ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى عَلَيْهَا وَكَبَّرَ وَهُوَ عَلَيْهَا، ثُمَّ رَكَعَ وَهُوَ عَلَيْهَا، ثُمَّ نَزَلَ الْقَهْقَرَى فَسَجَدَ فِي أَصْلِ الْمِنْبَرِ، ثُمَّ عَادَ فَلَمَّا فَرَغَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ، فَقَالَ: أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا صَنَعْتُ هَذَا لِتَأْتَمُّوا وَلِتَعَلَّمُوا صَلَاتِي».

ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے یعقوب بن عبدالرحمٰن بن محمد بن عبداللہ بن عبد القاری قرشی اسکندرانی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابوحازم بن دینار نے بیان کیا کہ کچھ لوگ سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ ان کا آپس میں اس پر اختلاف تھا کہ منبر نبوی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کی لکڑی کس درخت کی تھی۔ اس لیے سعد رضی اللہ عنہ سے اس کے متعلق دریافت کیا گیا آپ نے فرمایا اللہ گواہ ہے میں جانتا ہوں کہ منبر نبوی کس لکڑی کا تھا پہلے دن جب وہ رکھا گیا اور سب سے پہلے جب اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے تو میں اس کو بھی جانتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کی فلاں عورت کے پاس جن کا سعد رضی اللہ عنہ نے نام بھی بتایا تھا۔ آدمی بھیجا کہ وہ اپنے بڑھئی غلام سے میرے لیے لکڑی جوڑ دینے کے لیے کہیں۔ تاکہ جب مجھے لوگوں سے کچھ کہنا ہو تو اس پر بیٹھا کروں چنانچہ انہوں نے اپنے غلام سے کہا اور وہ غابہ کے جھاؤ کی لکڑی سے اسے بنا کر لایا۔ انصاری خاتون نے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیج دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے یہاں رکھوایا میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی پر (کھڑے ہو کر) نماز پڑھائی۔ اسی پر کھڑے کھڑے تکبیر کہی۔ اسی پر رکوع کیا۔ پھر الٹے پاؤں لوٹے اور منبر کی جڑ میں سجدہ کیا اور پھر دوبارہ اسی طرح کیا جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں کو خطاب فرمایا۔ لوگو! میں نے یہ اس لیے کیا کہ تم میری پیروی کرو اور میری طرح نماز پڑھنی سیکھ لو۔

٩١٨ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ أَنَسٍ، أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: «كَانَ جِذْعٌ يَقُومُ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا وُضِعَ لَهُ الْمِنْبَرُ سَمِعْنَا لِلْجِذْعِ مِثْلَ أَصْوَاتِ الْعِشَارِ حَتَّى نَزَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَيْهِ». قَالَ سُلَيْمَانُ: عَنْ يَحْيَى، أَخْبَرَنِي حَفْصُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَنَسٍ، أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرًا.

ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے محمد بن جعفر بن ابی کثیر نے بیان کیا، کہا کہ مجھے یحییٰ بن سعید نے خبر دی، کہا کہ مجھے حفص بن عبداللہ بن انس نے خبر دی، انہوں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا کہ ایک کھجور کا تنا تھا جس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ٹیک لگا کر کھڑے ہوا کرتے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے منبر بن گیا (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تنے پر ٹیک نہیں لگایا) تو ہم نے اس سے رونے کی آواز سنی جیسے دس مہینے کی گابھن اونٹنی آواز کرتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر سے اتر کر اپنا ہاتھ اس پر رکھا (تب وہ آواز موقوف ہوئی) اور سلیمان نے یحییٰ سے یوں حدیث بیان کی کہ مجھے حفص بن عبیداللہ بن انس نے خبر دی اور انہوں نے جابر سے سنا۔

٩١٩ حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ عَلَى الْمِنْبَرِ، فَقَالَ: «مَنْ جَاءَ إِلَى الْجُمُعَةِ فَلْيَغْتَسِلْ».

ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابن ابی ذئب نے بیان کیا، ان سے زہری نے، ان سے سالم نے، ان سے ان کے باپ (ابن عمر رضی اللہ عنہما) نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم صلی الہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ جو جمعہ کے لیے آئے وہ پہلے غسل کر لیا کرے۔



٢٧- بَابُ الْخُطْبَةِ قَائِمًا:

باب: خطبہ کھڑے ہو کر پڑھنا

وَقَالَ أَنَسٌ بَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ قَائِمًا.

اور انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر خطبہ دے رہے تھے۔

٩٢٠ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: «كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ قَائِمًا، ثُمَّ يَقْعُدُ، ثُمَّ يَقُومُ كَمَا تَفْعَلُونَ الْآنَ».

ہم سے عبیداللہ بن عمر قواریری نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے خالد بن حارث نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبیداللہ بن عمر نے نافع سے بیان کیا، ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے۔ پھر بیٹھ جاتے اور پھر کھڑے ہوتے جیسے تم لوگ بھی آج کل کرتے ہو۔

شافعیہ کے نزدیک کھڑے ہو کر خطبہ دینا فرض ہے۔ کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے کھڑے ہو کر ہی خطبہ دیا ہے۔ اور حدیث میں "صلوا كما رأيتموني أصلي" آیا ہے اور امر وجوب کے لئے ہے اور خطبہ بھی نماز ہے کیونکہ جمعہ ظہر کی



نماز کا بدل ہے اور ظہر کی چار رکعات فرض ہیں۔ دو رکعت جمعہ کی ادا کی جاتی ہیں اور دو رکعت کے بدلہ میں خطبہ ہے لہٰذا کھڑے ہوکر دینا چاہیے۔ حنفی کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے عورت سے کہا تھا کہ اپنے غلام کو حکم دے کہ وہ میرے لیے لکڑیاں جوڑ کر منبر بنادے تاکہ میں لوگوں سے کلام کرتے وقت اس پر بیٹھوں لہٰذا بیٹھنا ثابت ہوگیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے مراد وہ بیٹھنا ہے جو خطبہ شروع کرنے سے پہلے خطیب منبر پر بیٹھتا ہے اور پھر اٹھ کر کھڑے ہوکر خطبہ دیتا ہے یا اس سے مراد خطبہ کے علاوہ بیٹھنا ہے شوافع خطبہ کو نماز قرار دیکر کھڑے ہونے کو فرض کہتے ہیں۔

٢٨۔بَابُ يَسْتَقْبِلُ الإِمَامُ الْقَوْمَ وَاسْتِقْبَالِ النَّاسِ الإِمَامَ إِذَا خَطَبَ:

باب: امام جب خطبہ دے تو لوگ امام کی طرف رخ کریں

وَاسْتَقْبَلَ ابْنُ عُمَرَ، وَأَنَسٌ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمُ الإِمَامَ.

اور عبداللہ بن عمر اور انس رضی اللہ عنہم نے خطبہ میں امام کی طرف منہ کیا۔

٩٢١ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ هِلَالِ بْنِ أَبِي مَيْمُونَةَ، حَدَّثَنَا عَطَاءُ بْنُ يَسَارٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ، قَالَ: «إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَلَسَ ذَاتَ يَوْمٍ عَلَى الْمِنْبَرِ وَجَلَسْنَا حَوْلَهُ».

ہم سے معاذ بن فضالہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہشام دستوائی نے یحییٰ بن ابی کثیر سے بیان کیا، ان سے ہلال بن ابی میمونہ نے، انہوں نے کہا ہم سے عطاء بن یسار نے بیان کیا، انہوں نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن منبر پر تشریف فرما ہوئے اور ہم سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد بیٹھ گئے۔

٢٩۔بَابُ مَنْ قَالَ فِي الْخُطْبَةِ بَعْدَ الثَّنَاءِ أَمَّا بَعْدُ:

باب: خطبہ میں اللہ کی حمد و ثنا کے بعد اما بعد کہنا

رَوَاهُ عِكْرِمَةُ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس کو عکرمہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

٩٢٢ وَقَالَ مَحْمُودٌ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، قَالَ: أَخْبَرَتْنِي فَاطِمَةُ بِنْتُ الْمُنْذِرِ، عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ، قَالَتْ: دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا وَالنَّاسُ يُصَلُّونَ، قُلْتُ: مَا شَأْنُ النَّاسِ ؟ فَأَشَارَتْ بِرَأْسِهَا إِلَى السَّمَاءِ، فَقُلْتُ: آيَةٌ، فَأَشَارَتْ بِرَأْسِهَا أَيْ نَعَمْ، قَالَتْ: فَأَطَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جِدًّا حَتَّى تَجَلَّانِي الْغَشْيُ وَإِلَى جَنْبِي قِرْبَةٌ فِيهَا مَاءٌ فَفَتَحْتُهَا فَجَعَلْتُ أَصُبُّ مِنْهَا عَلَى رَأْسِي فَانْصَرَفَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَدْ تَجَلَّتِ

الشَّمْسُ فَخَطَبَ النَّاسَ وَحَمِدَ اللّٰهَ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ، ثُمَّ قَالَ: أَمَّا بَعْدُ. قَالَتْ: وَلَغَطَ نِسْوَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَانْكَفَأْتُ إِلَيْهِنَّ لِأُسَكِّتَهُنَّ فَقُلْتُ لِعَائِشَةَ مَا قَالَ. قَالَتْ: قَالَ: مَا مِنْ شَيْءٍ لَمْ أَكُنْ أُرِيتُهُ إِلَّا قَدْ رَأَيْتُهُ فِي مَقَامِي هَذَا حَتَّى الْجَنَّةَ وَالنَّارَ. وَإِنَّهُ قَدْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّكُمْ تُفْتَنُونَ فِي الْقُبُورِ مِثْلَ أَوْ قَرِيبَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ، يُؤْتَى أَحَدُكُمْ فَيُقَالُ لَهُ مَا عِلْمُكَ بِهَذَا الرَّجُلِ فَأَمَّا الْمُؤْمِنُ أَوْ قَالَ الْمُوقِنُ شَكَّ هِشَامٌ، فَيَقُولُ هُوَ رَسُولُ اللّٰهِ هُوَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: جَاءَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَى، فَآمَنَّا وَأَجَبْنَا وَاتَّبَعْنَا وَصَدَّقْنَا. فَيُقَالُ لَهُ: نَمْ صَالِحًا قَدْ كُنَّا نَعْلَمُ إِنْ كُنْتَ لَتُؤْمِنُ بِهِ، وَأَمَّا الْمُنَافِقُ أَوْ قَالَ الْمُرْتَابُ شَكَّ هِشَامٌ فَيُقَالُ لَهُ: مَا عِلْمُكَ بِهَذَا الرَّجُلِ، فَيَقُولُ: لَا أَدْرِي سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُولُونَ شَيْئًا، فَقُلْتُ: قَالَ هِشَامٌ: فَلَقَدْ قَالَتْ لِي فَاطِمَةُ فَأَوْعَيْتُهُ غَيْرَ أَنَّهَا ذَكَرَتْ مَا يُغَلِّظُ عَلَيْهِ.

اور محمود بن غیلان (امام بخاری رحمہ اللہ کے استاذ) نے کہا کہ ہم سے ابواسامہ نے بیان کیا کہ ہم سے ہشام بن عروہ نے بیان کیا، کہ مجھے فاطمہ بنت منذر نے خبر دی، ان سے اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما نے، انہوں نے کہا کہ میں عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئی۔ لوگ نماز پڑھ رہے تھے۔ میں نے (اس بے وقت نماز پر تعجب سے پوچھا کہ) یہ کیا ہے؟ عائشہ رضی اللہ عنہا نے سر سے آسمان کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے پوچھا کیا کوئی نشانی ہے؟ انہوں نے سر کے اشارہ سے ہاں کہا (کیونکہ سورج گہن ہو گیا تھا) اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دیر تک نماز پڑھتے رہے۔ یہاں تک کہ مجھ کو غشی آنے لگی۔ قریب ہی ایک مشک میں پانی بھرا رکھا تھا۔ میں اسے کھول کر اپنے سر پر پانی ڈالنے لگی۔ پھر جب سورج صاف ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ختم کر دی۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا۔ پہلے اللہ تعالیٰ کی اس کی شان کے مناسب تعریف بیان کی۔ اس کے بعد فرمایا «امابعد»! اتنا فرمانا تھا کہ کچھ انصاری عورتیں شور کرنے لگیں۔ اس لیے میں ان کی طرف بڑھی کہ انہیں چپ کراؤں (تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات اچھی طرح سن سکوں مگر میں آپ کا کلام نہ سن سکی) تو پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا؟ انہوں نے بتایا کہ آپ نے فرمایا کہ بہت سی چیزیں جو میں نے اس سے پہلے نہیں دیکھی تھیں، آج اپنی اس جگہ سے میں نے انہیں دیکھ لیا۔ یہاں تک کہ جنت اور دوزخ تک میں نے آج دیکھی۔ مجھے وحی کے ذریعہ یہ بھی بتایا گیا کہ قبروں میں تمہاری ایسی آزمائش ہو گی جیسے کانے دجال کے سامنے یا اس کے قریب قریب۔ تم میں سے ہر ایک کے پاس فرشتہ آئے گا اور پوچھے گا کہ تو اس شخص کے بارے میں کیا اعتقاد رکھتا تھا؟ مومن یا یہ کہا کہ یقین والا (ہشام کو شک تھا) کہے گا کہ وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، ہمارے پاس ہدایت اور واضح دلائل لے کر آئے، اس







لیے ہم ان پر ایمان لائے، ان کی دعوت قبول کی، ان کی اتباع کی اور ان کی تصدیق کی۔ اب اس سے کہا جائے گا کہ تو تو صالح ہے، آرام سے سو جا۔ ہم پہلے ہی جانتے تھے کہ تیرا ان پر ایمان ہے۔ ہشام نے شک کے اظہار کے ساتھ کہا کہ رہا منافق یا شک کرنے والا تو جب اس سے پوچھا جائے گا کہ تو اس شخص کے بارے میں کیا کہتا ہے تو وہ جواب دے گا کہ مجھے نہیں معلوم میں نے لوگوں کو ایک بات کہتے سنا اسی کے مطابق میں نے بھی کہا۔ ہشام نے بیان کیا کہ فاطمہ بنت منذر نے جو کچھ کہا تھا۔ میں نے وہ سب یاد رکھا۔ لیکن انہوں نے قبر میں منافقوں پر سخت عذاب کے بارے میں جو کچھ کہا وہ مجھے یاد نہیں رہا۔

٩٢٣ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَعْمَرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنْ جَرِيرِ بْنِ حَازِمٍ، قَالَ: سَمِعْتُ الْحَسَنَ يَقُولُ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ تَغْلِبَ، «أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُتِيَ بِمَالٍ أَوْ سَبْيٍ فَقَسَمَهُ فَأَعْطَى رِجَالًا وَتَرَكَ رِجَالًا، فَبَلَغَهُ أَنَّ الَّذِينَ تَرَكَ عَتَبُوا فَحَمِدَ اللهَ، ثُمَّ أَثْنَى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: أَمَّا بَعْدُ فَوَاللهِ إِنِّي لَأُعْطِي الرَّجُلَ وَأَدَعُ الرَّجُلَ، وَالَّذِي أَدَعُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الَّذِي أُعْطِي، وَلَكِنْ أُعْطِي أَقْوَامًا لِمَا أَرَى فِي قُلُوبِهِمْ مِنَ الْجَزَعِ وَالْهَلَعِ وَأَكِلُ أَقْوَامًا إِلَى مَا جَعَلَ اللهُ فِي قُلُوبِهِمْ مِنَ الْغِنَى وَالْخَيْرِ فِيهِمْ عَمْرُو بْنُ تَغْلِبَ». فَوَاللهِ مَا أُحِبُّ أَنَّ لِي بِكَلِمَةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُمْرَ النَّعَمِ. تَابَعَهُ يُونُسُ.

ہم سے محمد بن معمر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابوعاصم نے جریر بن حازم سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے امام حسن بصری سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ ہم نے عمرو بن تغلب رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ مال آیا یا کوئی چیز آئی۔ آپ نے بعض صحابہ کو اس میں سے عطا کیا اور بعض کو کچھ نہیں دیا۔ پھر آپ کو معلوم ہوا کہ جن لوگوں کو آپ نے نہیں دیا تھا انہیں اس کا رنج ہوا، اس لیے آپ نے اللہ کی حمد و تعریف کی پھر فرمایا «اما بعد» ! اللہ کی قسم! میں بعض لوگوں کو دیتا ہوں اور بعض کو نہیں دیتا لیکن میں جس کو نہیں دیتا وہ میرے نزدیک ان سے زیادہ محبوب ہیں جن کو میں دیتا ہوں۔ میں تو ان لوگوں کو دیتا ہوں جن کے دلوں میں بے صبری اور لالچ پاتا ہوں لیکن جن کے دل اللہ تعالیٰ نے خیر اور بے نیاز بنائے ہیں، میں ان پر بھروسہ کرتا ہوں۔ عمرو بن تغلب بھی ان ہی لوگوں میں سے ہیں۔ اللہ کی قسم! میرے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ایک کلمہ سرخ اونٹوں سے زیادہ محبوب ہے۔

٩٢٤ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ، أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ، «أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ ذَاتَ لَيْلَةٍ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ، فَصَلَّى فِي الْمَسْجِدِ فَصَلَّى رِجَالٌ بِصَلَاتِهِ، فَأَصْبَحَ النَّاسُ

فَتَحَدَّثُوا فَاجْتَمَعَ أَكْثَرُ مِنْهُمْ فَصَلَّوْا مَعَهُ. فَأَصْبَحَ النَّاسُ فَتَحَدَّثُوا فَكَثُرَ أَهْلُ الْمَسْجِدِ مِنَ اللَّيْلَةِ الثَّالِثَةِ، فَخَرَجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّوْا بِصَلَاتِهِ، فَلَمَّا كَانَتِ اللَّيْلَةُ الرَّابِعَةُ عَجَزَ الْمَسْجِدُ عَنْ أَهْلِهِ حَتَّى خَرَجَ لِصَلَاةِ الصُّبْحِ، فَلَمَّا قَضَى الْفَجْرَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَتَشَهَّدَ، ثُمَّ قَالَ: أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّهُ لَمْ يَخْفَ عَلَيَّ مَكَانُكُمْ لَكِنِّي خَشِيتُ أَنْ تُفْرَضَ عَلَيْكُمْ فَتَعْجِزُوا عَنْهَا»، تَابَعَهُ يُونُسُ.

ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث نے عقیل سے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، انہوں نے کہا کہ مجھے عروہ نے خبر دی کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے رات کے وقت اٹھ کر مسجد میں نماز پڑھی اور چند صحابہ بھی آپ ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھنے کھڑے ہو گئے۔ صبح کو ان صحابہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) نے دوسرے لوگوں سے اس کا ذکر کیا چنانچہ (دوسرے دن) اس سے بھی زیادہ جمع ہو گئے اور آپ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی۔ دوسری صبح کو اس کا چرچا اور زیادہ ہوا پھر کیا تھا تیسری رات بڑی تعداد میں لوگ جمع ہو گئے اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز شروع کر دی۔ چوتھی رات جو آئی تو مسجد میں نمازیوں کی کثرت سے تل رکھنے کی بھی جگہ نہیں تھی۔ لیکن آج رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نماز نہ پڑھائی اور فجر کی نماز کے بعد لوگوں سے فرمایا، پہلے آپ نے کلمہ شہادت پڑھا پھر فرمایا۔ «امابعد» ! مجھے تمہاری اس حاضری سے کوئی ڈر نہیں لیکن میں اس بات سے ڈرا کہ کہیں یہ نماز تم پر فرض نہ کر دی جائے، پھر تم سے یہ ادا نہ ہو سکے۔ اس روایت کی متابعت یونس نے کی ہے۔

٩٢٥ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ، عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ، أَنَّهُ أَخْبَرَهُ«أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ عَشِيَّةً بَعْدَ الصَّلَاةِ فَتَشَهَّدَ وَأَثْنَى عَلَى اللهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ، ثُمَّ قَالَ: أَمَّا بَعْدُ»، تَابَعَهُ أَبُو مُعَاوِيَةَ، وَأَبُو أُسَامَةَ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: أَمَّا بَعْدُ، تَابَعَهُ الْعَدَنِيُّ، عَنْ سُفْيَانَ فِي أَمَّا بَعْدُ.

ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں شعیب نے زہری سے خبر دی، انہوں نے کہا کہ مجھے عروہ نے ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے خبر دی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز عشاء کے بعد کھڑے ہوئے۔ پہلے آپ نے کلمہ شہادت پڑھا، پھر اللہ تعالیٰ کے لائق اس کی تعریف کی، پھر فرمایا «امابعد» ! زہری کے ساتھ اس روایت کی متابعت ابو معاویہ اور ابو اسامہ نے ہشام سے کی، انہوں نے اپنے والد عروہ سے اس کی روایت کی، انہوں نے ابو حمید سے اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ ﷺ نے فرمایا «امابعد» ! اور ابوالیمان کے ساتھ اس حدیث کو محمد بن یحییٰ نے بھی سفیان سے روایت کیا۔ اس میں

صرف «امابعد» ہے۔

٩٢٦ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ، عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ. قَالَ: «قَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمِعْتُهُ حِينَ تَشَهَّدَ يَقُولُ: أَمَّا بَعْدُ»، تَابَعَهُ الزُّبَيْدِيُّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ.

ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں شعیب نے زہری سے خبر دی، کہا کہ مجھ سے علی بن حسین نے مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما سے حدیث بیان کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے۔ میں نے سنا کہ کلمہ شہادت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا «امابعد» !شعیب کے ساتھ اس روایت کی متابعت محمد بن ولید زبیدی نے زہری سے کی ہے۔

٩٢٧ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ الْغَسِيلِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا. قَالَ: صَعِدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمِنْبَرَ. وَكَانَ آخِرَ مَجْلِسٍ جَلَسَهُ مُتَعَطِّفًا مِلْحَفَةً عَلَى مَنْكِبَيْهِ قَدْ عَصَبَ رَأْسَهُ بِعِصَابَةٍ دَسِمَةٍ فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: «أَيُّهَا النَّاسُ إِلَيَّ. فَثَابُوا إِلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّ هَذَا الْحَيَّ مِنَ الْأَنْصَارِ يَقِلُّونَ وَيَكْثُرُ النَّاسُ. فَمَنْ وَلِيَ شَيْئًا مِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَطَاعَ أَنْ يَضُرَّ فِيهِ أَحَدًا أَوْ يَنْفَعَ فِيهِ أَحَدًا فَلْيَقْبَلْ مِنْ مُحْسِنِهِمْ وَيَتَجَاوَزْ عَنْ مُسِيئِهِمْ».

ہم سے اسماعیل بن ابان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابن غسیل عبدالرحمٰن بن سلیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عکرمہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف لائے۔ منبر پر یہ آپ کی آخری بیٹھک تھی۔ آپ دونوں شانوں سے چادر لپیٹے ہوئے تھے اور سر مبارک پر ایک پٹی باندھ رکھی تھی۔ آپ نے حمد و ثنا کے بعد فرمایا لوگو! میری بات سنو۔ چنانچہ لوگ آپ کی طرف کلام مبارک سننے کے لیے متوجہ ہو گئے۔ پھر آپ نے فرمایا «امابعد» ! یہ قبیلہ انصار کے لوگ (آنے والے دور میں) تعداد میں بہت کم ہو جائیں گے پس محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا جو شخص بھی حاکم ہو اور اسے نفع و نقصان پہنچانے کی طاقت ہو تو انصار کے نیک لوگوں کی نیکی قبول کرے اور ان کے برے کی برائی سے درگزر کرے۔

خطبہ کے پانچ ارکان ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء۔ نبی اکرم ﷺ پر درود پڑھنا۔ قرآن کریم کی آیت یا چند آیات پڑھنا۔ اور دعاء کرنا۔ یہ چار چیزیں عربی زبان میں ہونی چاہئیں۔ پانچویں چیز وعظ و نصیحت اور ذکر ہے۔ اس میں اختلاف ہے احناف کے ہاں یہ حاضرین کی زبان میں ہونی چاہیئے۔ شوافع بھی اس کے قائل ہیں۔ امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک یہ بھی عربی زبان میں ہونا چاہیئے۔ مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ عربی زبان میں خطبہ دیا کرتے تھے۔ اس وقت حنفی اسے

بدعت کہتے تھے اور انہوں نے اہلحدیث کے مقابلہ میں الگ تقریر شروع کر دی جسے وہ خطبہ شمار نہیں کرتے۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ حنفی اذان خطبہ کے درمیان کہتے ہیں اور اہلحدیث خطبہ کے شروع میں اذان کہتے ہیں۔ حالانکہ حنفی بھی خطبہ سے پہلے اذان کہتے ہیں۔ اور وہ تقریر کو خطبہ نہیں کہتے۔ جمعہ کے دو خطبے ہیں اگر ایک خطبہ پڑھ لیا جائے تو جمعہ ادا ہو جاتا ہے۔ بہتر ہے کہ دو ہوں۔

٣٠-بَابُ الْقَعْدَةِ بَيْنَ الْخُطْبَتَيْنِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ:

باب: جمعہ کے دن دونوں خطبوں کے بیچ میں بیٹھنا

٩٢٨ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: «كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ خُطْبَتَيْنِ يَقْعُدُ بَيْنَهُمَا».

ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے بشر بن مفضل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبید اللہ عمری نے نافع سے بیان کیا، ان سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (جمعہ میں) دو خطبے دیتے اور دونوں کے بیچ میں بیٹھتے تھے۔ (خطبہ جمعہ کے بیچ میں یہ بیٹھنا بھی مسنون طریقہ ہے)۔

٣١-بَابُ الِاسْتِمَاعِ إِلَى الْخُطْبَةِ:

باب: جمعہ کے روز خطبہ کان لگا کر سننا

٩٢٩ حَدَّثَنَا آدَمُ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ الْأَغَرِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا كَانَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ وَقَفَتِ الْمَلَائِكَةُ عَلَى بَابِ الْمَسْجِدِ يَكْتُبُونَ الْأَوَّلَ فَالْأَوَّلَ، وَمَثَلُ الْمُهَجِّرِ كَمَثَلِ الَّذِي يُهْدِي بَدَنَةً ثُمَّ كَالَّذِي يُهْدِي بَقَرَةً ثُمَّ كَبْشًا ثُمَّ دَجَاجَةً ثُمَّ بَيْضَةً، فَإِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ طَوَوْا صُحُفَهُمْ وَيَسْتَمِعُونَ الذِّكْرَ».

ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے محمد بن عبد الرحمٰن بن ابی ذئب نے بیان کیا، ان سے زہری نے، ان سے ابو عبد اللہ سلیمان اغر نے، ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب جمعہ کا دن آتا ہے تو فرشتے جامع مسجد کے دروازے پر آنے والوں کے نام لکھتے ہیں، سب سے پہلے آنے والا اونٹ کی قربانی دینے والے کی طرح لکھا جاتا ہے۔ اس کے بعد آنے والا گائے کی قربانی دینے والے کی طرح پھر مینڈھے کی قربانی کا ثواب رہتا ہے۔ اس کے بعد مرغی کا، اس کے بعد انڈے کا۔ لیکن جب امام (خطبہ دینے کے لیے) باہر آجاتا ہے تو یہ فرشتے اپنے دفاتر بند کر دیتے ہیں اور خطبہ سننے میں مشغول ہو جاتے ہیں۔

٣٢۔ بَابُ إِذَا رَأَى الإِمَامُ رَجُلاً جَاءَ وَهُوَ يَخْطُبُ أَمَرَهُ أَنْ يُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ:

باب: امام خطبہ کی حالت میں کسی شخص کو جو آئے دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھنے کا حکم دے سکتا ہے

٩٣٠ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ النَّاسَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فَقَالَ: «أَصَلَّيْتَ يَا فُلَانُ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: قُمْ فَارْكَعْ».

ہم سے ابوالنعمان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے عمرو بن دینار نے، ان سے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ایک شخص آیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ اے فلاں! کیا تم نے (تحیۃ المسجد کی) نماز پڑھ لی۔ اس نے کہا کہ نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا اٹھ اور دو رکعت نماز پڑھ لے۔

یہ دو رکعتیں تحیۃ المسجد ہیں جو کہ ضروری ہیں مگر خطیب کو سنت پر عمل کرتے ہوئے آنے والے کو یہ دو رکعتیں پڑھنے کی ترغیب دینی چاہیئے۔ اگر ایک دفعہ کہنے سے وہ نہ اٹھے تو اب خطیب خاموش رہے کیونکہ یہ ضروری نہیں۔ اس بارہ میں سلیک غطفانی کی حدیث مسلم میں آتی ہے کہ آپ نے اسے فرمایا تھا "أصليت ركعتين فقال لا فقال: قم فاركعهما[1]" حنفی اس کے متعدد جواب دیتے ہیں۔ ایک یہ کہ نبی علیہ السلام نے اسے پھٹے پرانے کپڑوں میں دیکھا اس لئے دو رکعت نماز پڑھنے کا حکم دیا تاکہ لوگ اس کی حالت دیکھ لیں۔ پھر ان سے کہا جائے کہ اس پر صدقہ کرو۔ یہ نسائی کی روایت میں آتا ہے[2]۔ حافظ رحمہ اللہ نے اس کا جواب دیا ہے کہ یہ جزوِ علت ہے علت تامہ نہیں ہے اس سے قبل آپ نے دریافت کیا تھا۔ "أصليت قبل أن تجيئ ههنا" آپ نے فرمایا "قم فاركع" اور دوسرے جمعہ آکر بھی بیٹھ گیا اس نے سمجھا ہوگا کہ نبی علیہ السلام نے میری محتاجی دکھانے کے لئے مجھے کھڑا کیا ہوگا۔ لہٰذا دوبارہ بیٹھ گیا لیکن آپ نے پھر فرمایا اٹھ کر دو رکعتیں پڑھ۔ تیسری دفعہ پھر ایسے ہی کیا تو آپ نے اعلان کر دیا "إذا جاء أحدكم والامام يخطب فليصل ركعتين وليتجوز فيها[3]" آپ کا ارادہ اگرچہ اسکی حالت دکھانے کا تھا لیکن تحیۃ المسجد پڑھانا بھی مقصود تھا۔ دوسرا جواب یہ بھی دیتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت ابھی بیٹھے تھے۔ خطبہ ابھی شروع نہیں ہوا تھا۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ ایک حدیث میں آتا ہے اس کے

---

[1] مسلم (٥٨) ٨٧٥
[2] نسائی: ١٤٠٨۔
[3] مسلم (٥٩) ٨٧٥۔

آنے کے وقت آپ خطبہ دے رہے تھے حدیث میں ہے۔ "جاء رجل والنبی ﷺ یخطب[1]" جن روایات میں بیٹھنے کا ذکر آیا ہے اس سے مراد درمیان میں بیٹھنا ہے اور درمیان میں بیٹھنا طویل نہیں ہوتا۔ تیسرا یہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ خاموش ہوگئے تھے حالانکہ یہ حنفی مذہب کے بھی خلاف ہے کہ کسی آدمی کے آنے پر امام چپ ہو جائے۔ کئی کہتے ہیں کہ یہ "فاستمعوا له وأنصتوا" کے خلاف ہے۔ کیونکہ یہ فرض ہے اور وہ سنت ہے فرض کو چھوڑ کر سنت کو ادا کرنا درست نہیں ہے۔ لیکن یہ تخصیص بھی ہوسکتی ہے حافظ کا خیال ہے کہ یہ ذکر آہستہ کرتا ہے لہذا یہ منصت ہی ہوتا ہے اور انصات اور قراءت فی السر منافی نہیں ہیں۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک آدمی لوگوں کی گردنوں کو پھلانگتا ہوا آرہا تھا تو آپ نے اسے فرمایا "اجلس[2]" بیٹھ جا۔ لیکن اسے دو رکعتیں پڑھنے کا حکم نہیں دیا۔ حافظ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ نبی اکرم ﷺ یہ حکم پہلے دے چکے تھے۔ کہ مسجد میں آتے وقت دو رکعت پڑھنی چاہئیں اگرچہ خطبہ ہورہا ہو۔ یا ابھی وہ مشروع نہیں ہوئی ہوں گی یا خطبہ آخر میں پہنچا ہوگا۔ اگر وہ دو رکعتوں میں مشغول ہوجاتا تو اصل نماز رہ جاتی اس لئے اسے حکم نہیں دیا۔

پھر یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ طریقہ خلفاء راشدین کے خلاف ہے کیونکہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جب خطبہ دینے کے لئے نکلتے تھے تو لوگ نماز پڑھنا چھوڑ دیتے تھے لیکن حافظ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ جو لوگ مسجد میں ہوتے تھے وہ نماز چھوڑ دیتے تھے باہر سے آنیوالے تو دو رکعت پڑھتے تھے۔ وہ نہیں چھوڑتے تھے اور ان سے کہیں منع بھی نہیں آیا۔ بلکہ جب مروان خطیب تھا تو ابو سعید خدری نے آکر دو رکعتیں پڑھیں۔ سپاہی روکنے کے لئے آئے لیکن وہ نہیں رکے۔ حنفی یہ بھی کہتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام جب آتے تھے تو سیدھے منبر پر جاتے تھے۔ دو رکعات کہاں گئیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ استثناء ہوجائے گی کہ امام سیدھا منبر پر جاسکتا ہے۔



عینی نے ایک روایت نقل کی ہے کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ خطبہ دے رہے تھے ایک آدمی آیا اور وہ حجر اسود کو ہاتھ لگا کر بیٹھ گیا۔ عبداللہ بن زبیر نے اسے دو رکعتیں پڑھنے کا حکم نہیں دیا۔ معلوم ہوا کہ یہ رکعتیں منسوخ ہوگئی ہیں۔ اسکا جواب یہ دیا گیا ہے کہ مسجد حرام کا تحیۃ طواف ہے آنے والا لوگوں کی بھیڑ کی وجہ سے طواف نہیں کرسکتا تھا اس لئے وہ حجر اسود کو ہاتھ لگا کر بیٹھ گیا۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ دیر سے آیا ہو۔ اور تحیۃ المسجد سنت ہے فرض نہیں ہے۔ تحیۃ المسجد کے بارہ میں قولی حدیث بھی آتی ہے جس کا ان کے پاس کوئی جواب نہیں ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں "إذا جاء أحدكم والإمام يخطب فليصل ركعتين وليتجوز فيهما[3]" امام بخاری رحمہ اللہ اس حدیث کو یہاں نہیں لائے بلکہ نوافل میں لائے ہیں۔ اس کے لفظ یہ ہیں "إذا جاء أحدكم والإمام يخطب أو خرج" اگر یہ شک کے لئے ہو تو ہوسکتا ہے کہ ایک ہی لفظ بولا گیا ہو۔ لیکن احناف کے نزدیک تو خروج امام سے بھی نماز پڑھنا

---

(1) بخاری ۹۳۰۔

(2) سنن ابی داود ۱۱۱۸ ج ۱ ص ۲۹۲۔

(3) مسلم (۵۹) ۸۷۵ ج ۲ ص ۵۹۷۔ القراءة خلف الإمام للبخاری رقم ۱۰۲ ج ۱ ص ۴۲۔

منع ہوجاتا ہے۔ مولوی شبیر احمد نے "یخطب" کا معنی کیا ہے کہ امام خطبہ دینے کا ارادہ کرتا ہو۔ اگرچہ وہ گھر میں ہی بیٹھا ہو۔ پھر مولوی سرفراز نے عجیب بات کی اور مجھ پر اعتراض کیا۔ میں نے لکھا تھا کہ "والإمام یخطب" جملہ حالیہ ہے۔ اور ذوالحال کے عامل اور حال کا زمانہ ایک ہوتا ہے۔ یعنی جب وہ آئے تو یہی خطبے کا وقت ہو۔ یہ نہیں کہ خطبے کا وقت آنے کے بعد ہو۔ اس نے لکھا کہ دیکھو انہیں اتنا معلوم نہیں ہے کہ یہ مضارع ہے یا حال ہے۔ اس نے سمجھ لیا کہ "یخطب" مضارع ہے یہ حال نہیں بن سکتا۔ حالانکہ مضارع حال بن سکتا ہے، جس کا اسے علم نہیں ہے اس نے یہ سمجھا ہے کہ "یخطب" مضارع ہے اور مضارع میں دونوں زمانے ہوتے ہیں حال بھی اور استقبال بھی لہٰذا یخطب کا معنی ہے کہ خطبہ دے گا۔ اور یہ اس کی بہت بڑی غلطی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے عربی گرامر کا علم نہیں ہے۔ دوسری غلطی یہ کی کہ مولوی شبیر احمد کی تاویل کو اپنی تائید میں پیش کیا ہے۔ کیونکہ مولوی شبیر نے تاویل کی ہے اور کہا ہے کہ یخطب سے مراد ہے "یرید أن یخطب" اور یہ مجاز ہے کہ فعل بول کر مراد ارادہ لیا ہے۔ یہ حقیقت نہیں ہے لیکن اس نے اسے حقیقت بنایا ہے۔ کیونکہ مضارع کو زمانہ استقبال میں استعمال کرنا حقیقت ہے۔ اس نے مجاز بنایا ہے۔ اس پر الگ اعتراض آتا ہے کہ مجاز کے لئے بھی کوئی دلیل چاہیئے۔ جو دلالت کرے کہ یہاں حقیقت مراد نہیں لی جاسکتی۔ لیکن اسے یہ معلوم نہیں کہ مضارع کا صیغہ ایک ہی زمانہ پر دلالت کرتا ہے کیونکہ فعل کی تعریف ہی یہ ہے جو مستقل معنی پر دلالت کرے اور مقترن بأحد الازمنة الثلاثة "ہو اگرچہ مضارع دونوں زمانوں میں مشترک ہوتا ہے لیکن استعمال ایک زمانہ میں ہی ہوگا۔ اور یہاں بھی ایک زمانہ حال میں استعمال ہے اس لئے کہ حال واقع ہوا ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ حال کا زمانہ اور عامل ذوالحال کا زمانہ ایک ہو لہٰذا اس جملہ کا معنی یہ ہے کہ وہ آیا ہے اس حال میں کہ امام خطبہ دے رہا ہے۔ گویا مولوی صاحب نے تین بڑی غلطیاں کی ہیں ایک میرے متعلق کہنا کہ اسے اتنا بھی معلوم نہیں کہ صیغہ مضارع کا ہے یا حال ہے دوسری یہ کہ حال واقع ہو رہا ہے لیکن اس نے زمانہ استقبال مراد لیا ہے۔ تیسری یہ کہ مولوی شبیر احمد کی بات کو اپنی تائید میں پیش کیا حالانکہ وہ بات ہی غلط ہے۔

٣٣- بَابُ مَنْ جَاءَ وَالإِمَامُ يَخْطُبُ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ:

باب: جب امام خطبہ دے رہا ہو اور کوئی مسجد میں آئے تو ہلکی سی دو رکعت نماز پڑھ لے

٩٣١ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، سَمِعَ جَابِرًا، قَالَ: دَخَلَ رَجُلٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ، فَقَالَ «أَصَلَّيْتَ ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: قُمْ فَصَلِّ رَكْعَتَيْنِ».

ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے عمرو سے بیان کیا، انہوں نے جابر رضی اللہ عنہ سے سنا کہ ایک شخص جمعہ کے دن مسجد میں آیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ پڑھ رہے

تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا کہ کیا تم نے (تحیۃ المسجد کی) نماز پڑھ لی ہے؟ آنے والے نے جواب دیا کہ نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اٹھو اور دو رکعت نماز (تحیۃ المسجد) پڑھ لو۔

تخفیف سے مراد یہ ہے کہ دس دس تسبیحات نہ پڑھے بلکہ ایک تسبیح پر اکتفاء کر لے۔ کیونکہ یہ رکعتیں اور فجر کی سنتیں اور تہجد شروع کرتے وقت کی پہلی دو رکعتوں میں تخفیف ہونی چاہیئے۔

حدیث مذکور میں اگرچہ "خفیفتین" کا لفظ نہیں ہے لیکن مصنف اپنی عادت کے مطابق اس کے دوسرے طریق کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں جو حضرت جابر سے ہی سنن میں ان لفظوں کے ساتھ مروی ہے "قم فارکع رکعتین خفیفتین[1]" اور مسلم میں "وتجوز فیھما[2]" آتا ہے۔

اس باب کا بابِ مذکور سے فرق یہ ہے کہ اس باب سے مراد یہ ہے کہ اس وقت آنے والے کو دو رکعت نماز پڑھ کر بیٹھنا چاہیئے جبکہ بابِ سابق سے مقصود یہ تھا کہ خطیب کو چاہیئے کہ اس وقت آنے والے کو دو رکعتیں پڑھنے کی ترغیب دے۔

۳۴۔ بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ فِي الْخُطْبَةِ:

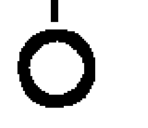
باب: خطبہ میں دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا



۹۳۲ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنْ أَنَسٍ، وَعَنْ يُونُسَ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: بَيْنَمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِذْ قَامَ رَجُلٌ، فَقَالَ: «يَا رَسُولَ اللهِ، هَلَكَ الْكُرَاعُ وَهَلَكَ الشَّاءُ فَادْعُ اللهَ أَنْ يَسْقِيَنَا، فَمَدَّ يَدَيْهِ وَدَعَا».

ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے عبد العزیز بن انس نے بیان کیا، ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے (دوسری سند) اور حماد بن یونس سے بھی روایت کی عبد العزیز اور یونس دونوں نے ثابت سے، انہوں نے انس رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے کہ ایک شخص کھڑا ہو گیا اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مویشی اور بکریاں ہلاک ہو گئیں (بارش نہ ہونے کی وجہ سے) آپ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ بارش برسائے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ پھیلائے اور دعا کی۔





رفع الیدین سے یہاں مراد یہ ہے کہ ہاتھ اٹھا کر (بارش وغیرہ کی) دعاء کرنا۔ ویسے منبر پر دونوں ہاتھوں کو ہلا کر اشارہ کرنا منع ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ منبر پر خطاب کے دوران ایک انگلی سے اشارہ کیا کرتے تھے[3]۔ ایک صحابی نے کسی



---

1. سنن ابی داؤد: ۱۱۱۶۔
2. سنن ابی داؤد: ۱۱۱۶۔ مسلم (۵۹) ۸۷۵۔
3. سنن ابی داؤد ۱۱۰۴۔

خطیب کو دونوں ہاتھوں سے اشارہ کرتے ہوئے دیکھ کر کہا تھا "قَبَّحَ اللهُ هاتين اليدين [1]" اور فرمایا کہ نبی کریم علیہ السلام اشارہ کے وقت ایک انگلی سے زیادہ نہیں کرتے تھے۔ جمعہ کے علاوہ باقی خطابات میں کرے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ کئی لوگ رانوں پر ہاتھ مارنا شروع کر دیتے ہیں۔ یہ دنیاوی چیز ہے دینی امور میں ایسا نہیں ہونا چاہیے۔

قولہ فَمَدَّيديه ترجمہ باب میں ذکر ہونے والے "رفع" سے مراد "مَدّ" ہے نماز میں ہونے والی رفع یدین یہاں مراد نہیں ہے۔ خطبہ میں دعا کے لئے ہاتھ اٹھانے کو عادت بنالینا بدعت ہے۔ ہاں اگر کبھی اسکی ضرورت پیش آجائے جیسے استسقاء کی ضرورت ہوتی ہے تو ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ جس پر باقی لوگ آمین کہیں گے۔

٣٥ - بَابُ الِاسْتِسْقَاءِ فِي الْخُطْبَةِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ:

باب: جمعہ کے خطبہ میں بارش کے لیے دعا کرنا

٩٣٣: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَمْرٍو الْأَوْزَاعِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: أَصَابَتِ النَّاسَ سَنَةٌ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَبَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ فِي يَوْمِ جُمُعَةٍ قَامَ أَعْرَابِيٌّ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، هَلَكَ الْمَالُ وَجَاعَ الْعِيَالُ فَادْعُ اللهَ لَنَا، «فَرَفَعَ يَدَيْهِ وَمَا نَرَى فِي السَّمَاءِ قَزَعَةً فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا وَضَعَهَا حَتَّى ثَارَ السَّحَابُ أَمْثَالَ الْجِبَالِ، ثُمَّ لَمْ يَنْزِلْ عَنْ مِنْبَرِهِ حَتَّى رَأَيْتُ الْمَطَرَ يَتَحَادَرُ عَلَى لِحْيَتِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَمُطِرْنَا يَوْمَنَا ذَلِكَ وَمِنَ الْغَدِ وَبَعْدَ الْغَدِ وَالَّذِي يَلِيهِ حَتَّى الْجُمُعَةِ الْأُخْرَى وَقَامَ ذَلِكَ الْأَعْرَابِيُّ أَوْ قَالَ غَيْرُهُ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، تَهَدَّمَ الْبِنَاءُ وَغَرِقَ الْمَالُ فَادْعُ اللهَ لَنَا، فَرَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ: اللَّهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا، فَمَا يُشِيرُ بِيَدِهِ إِلَى نَاحِيَةٍ مِنَ السَّحَابِ إِلَّا انْفَرَجَتْ وَصَارَتِ الْمَدِينَةُ مِثْلَ الْجَوْبَةِ وَسَالَ الْوَادِي قَنَاةُ شَهْرًا وَلَمْ يَجِئْ أَحَدٌ مِنْ نَاحِيَةٍ إِلَّا حَدَّثَ بِالْجَوْدِ».

ہم سے ابراہیم بن المنذر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ولید بن مسلم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے امام ابوعمرو اوزاعی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں قحط پڑا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے کہ ایک دیہاتی نے کہا یا رسول اللہ! جانور مر گئے اور اہل و عیال دانوں کو ترس گئے۔ آپ ہمارے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ اٹھائے، اس وقت بادل کا ایک ٹکڑا بھی آسمان پر نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس ذات کی قسم

[1] ترمذی ٥١٥۔

جس کے ہاتھ میری جان ہے ابھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھوں کو نیچے بھی نہیں کیا تھا کہ پہاڑوں کی طرح گھٹا امڈ آئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابھی منبر سے اترے بھی نہیں تھے کہ میں نے دیکھا کہ بارش کا پانی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ریش مبارک سے ٹپک رہا تھا۔ اس دن اس کے بعد اور متواتر اگلے جمعہ تک بارش ہوتی رہی۔ (دوسرے جمعہ کو) یہی دیہاتی پھر کھڑا ہوا یا کہا کہ کوئی دوسرا شخص کھڑا ہوا اور عرض کی کہ یارسول اللہ! عمارتیں منہدم ہو گئیں اور جانور ڈوب گئے۔ آپ ہمارے لیے اللہ سے دعا کیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور دعا کی کہ اے اللہ! اب دوسری طرف بارش برسا اور ہم سے روک دے۔ آپ ہاتھ سے بادل کے لیے جس طرف بھی اشارہ کرتے، ادھر مطلع صاف ہو جاتا۔ سارا مدینہ تالاب کی طرح بن گیا تھا اور قناۃ کا نالا مہینہ بھر بہتا رہا اور اردگرد سے آنے والے بھی اپنے یہاں بھرپور بارش کی خبر دیتے رہے۔

حنفی کہتے ہیں استسقاء کی صرف یہی ایک حدیث ہے۔ لہذا صلوٰۃ استسقاء ثابت نہیں ہے۔ یہ امام ابوحنیفہ کا قول ہے بعض اس کی تاویل کرتے ہیں کہ اس کے لئے کوئی مستقل شرط نہیں ہے کہ تب ہی بارش کی دعاء مانگے جبکہ اس سے پہلے استسقاء کی دو رکعتیں پڑھ لے۔ یہ تو درست ہے۔ بعض حنفی کہتے ہیں کہ استسقاء کی نماز آپ نے پڑھی ہی نہیں ہے۔ یہ بات درست نہیں ہے۔ مولوی حسین علی نے کہا ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کے بارہ میں جو آتا ہے کہ آپ نماز کے لئے نکلے وہ گھر سے نکلنا مراد ہے۔ راوی نے مدینے سے نکلنے کا ذکر کر دیا ہے۔ ایسی تاویلیں کرتے ہیں حالانکہ حدیث میں مدینے سے نکلنے کا ذکر آتا ہے۔

٣٦۔ بَابُ الإِنْصَاتِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالإِمَامُ يَخْطُبُ:

باب: جمعہ کے دن خطبہ کے وقت چپ رہنا

وَقَالَ سَلْمَانُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنْصِتُ إِذَا تَكَلَّمَ الإِمَامُ

اور یہ بھی لغو حرکت ہے کہ اپنے پاس بیٹھے ہوئے شخص سے کوئی کہے کہ چپ رہ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے بھی نبی کریم ﷺ سے نقل کیا کہ امام جب خطبہ شروع کرے تو خاموش ہو جانا چاہیے۔

قولہ فقد لغا اس سے مراد یہ ہے کہ جمعہ کے دن خطبہ کے دوران کلام کرنے والے کا جمعہ نہیں رہتا۔ حافظ رحمہ اللہ نے کہا ہے۔ "صارت جمعته ظهرًا" یعنی اسے جمعہ کا نہیں بلکہ ظہر کا اجر وثواب ملے گا۔ لیکن اسکا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ اب وہ چار رکعات پڑھے۔

٩٣٤: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ أَخْبَرَهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِذَا قُلْتَ لِصَاحِبِكَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ أَنْصِتْ وَالإِمَامُ يَخْطُبُ فَقَدْ لَغَوْتَ».

ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے عقیل سے بیان کیا، ان سے ابن شہاب

نے، انہوں نے کہا کہ مجھے سعید بن مسیب نے خبر دی اور انہیں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام جمعہ کا خطبہ دے رہا ہو اور تو اپنے پاس بیٹھے ہوئے آدمی سے کہے کہ چپ رہ تو تو نے خود ایک لغو حرکت کی۔

٣٧۔ بَابُ السَّاعَةِ الَّتِي فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ:

باب: جمعہ کے دن وہ گھڑی جس میں دعا قبول ہوتی ہے

٩٣٥ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فَقَالَ فِيهِ: «سَاعَةٌ لَا يُوَافِقُهَا عَبْدٌ مُسْلِمٌ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي يَسْأَلُ اللهَ تَعَالَى شَيْئًا إِلَّا أَعْطَاهُ إِيَّاهُ وَأَشَارَ بِيَدِهِ يُقَلِّلُهَا».

ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے امام مالک رحمہ اللہ سے بیان کیا، ان سے ابوالزناد نے، ان سے عبدالرحمٰن اعرج نے، ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے ذکر میں ایک دفعہ فرمایا کہ اس دن ایک ایسی گھڑی آتی ہے جس میں اگر کوئی مسلمان بندہ کھڑا نماز پڑھ رہا ہو اور کوئی چیز اللہ پاک سے مانگے تو اللہ پاک اسے وہ چیز ضرور دیتا ہے۔ ہاتھ کے اشارے سے آپ نے بتلایا کہ وہ ساعت بہت تھوڑی سی ہے۔

شرح بخاری

جمعہ کے دن آنے والی یہ گھڑی دعاء کی قبولیت کی گھڑی ہے۔ حافظ ابنِ حجر نے اس گھڑی کے بارہ میں چالیس سے زائد اقوال ذکر کئے ہیں[1]۔ ان میں سے اکثر اقوال کا تعلق زوال کے بعد یا جمعہ کا خطبہ ہونے کے دوران یا سورج غروب ہوتے وقت یا سورج طلوع ہوتے وقت سے ہے۔ مرفوع احادیث میں اس ساعت کے دو وقت آئے ہیں ایک یہ کہ خطبہ کے لئے کھڑے ہونے سے لے کر نماز سے فارغ ہونے تک اس وقت میں وہ ساعت آتی ہے۔ اور یہ مسلم کی حدیث میں آتا ہے[2] لیکن ترمذی میں آتا ہے کہ یہ ساعت عصر کے بعد ہوتی ہے[3]۔ اور ترمذی کی حدیث کو ترجیح حاصل ہے۔ کیونکہ مسلم کی روایت پر دارقطنی نے تنقید کی ہے کہ اسکی سند میں انقطاع ہے۔ راوی کا سماع ثابت نہیں ہے۔ لہٰذا جن احادیث پر تنقید ہو چکی ہے ان پر دیگر کتبِ حدیث کی روایت کو ترجیح دی جا سکتی ہے۔ اور ترمذی کی حدیث پر تنقید نہیں ہے۔ اس لئے اسے ترجیح دی جائے گی۔

حافظ ابن القیم رحمہ اللہ نے دونوں احادیث میں تطبیق دیتے ہوئے کہا ہے کہ یہ ساعت متبادل ہے کبھی خطبہ میں آجاتی ہے اور کبھی عصر کی نماز کے بعد۔

---

[1] فتح الباری ج ٢ ص ٤١٦۔

[2] مسلم (١٦) ٨٥٣۔

[3] ترمذی ٤٨٩۔

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ دراصل یہ ساعت عصر کے بعد آتی ہے۔ اور خطبہ والی ساعت تو اجتماع کی وجہ سے آتی ہے۔ جیسا کہ دوسری حدیث میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا "ماہِ رمضان میں عمرہ کرنا میرے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے۔ علماء نے اسکی وجہ بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ حج میں دو چیزیں پائی جاتی ہیں بیت اللہ کا طواف اور عرفات کا اجتماع، جو نزولِ رحمت کا سبب ہے اور عمرہ میں بھی دو چیزیں پائی جاتی ہیں ایک بیت اللہ کا طواف اور دوسری چیز ماہ رمضان ہے جو عرفات کے اجتماع کے قائم مقام ہے۔ اس لئے رمضان میں عمرہ کرنا حج کے برابر ہے۔ لہذا خطبہ کے دوران یہ ساعت لوگوں کے اجتماع کی وجہ سے آتی ہے۔ اور جمعہ کے دن کے ساتھ جس ساعت کا تعلق ہے وہ عصر کے بعد آتی ہے۔ لیکن حدیث میں آتا ہے کہ اس وقت انسان نماز پڑھ رہا ہوتا ہے تو اس کا جواب حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے یہ دیا ہے کہ اس سے مراد حکمی نماز ہے کیونکہ جب کوئی شخص باوضو ہو کر نماز کی انتظار میں بیٹھا ہو تو وہ حکماً نماز میں ہی ہوتا ہے اور اگر وہ ساعت خطبے میں ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان خطبے کی حالت میں دعا مانگ سکتا ہے۔

قولہ یقللہا یعنی آپ اس وقت کی قلت کی طرف اشارہ کر رہے تھے یعنی وہ ساعت اجابت قلیل وقت کے لئے ہوتی ہے یہ بات نہیں ہے کہ وہ ساعت خطبہ شروع ہونے سے لے کر اس کے خاتمہ تک ہو۔

٣٨ - بَابُ إِذَا نَفَرَ النَّاسُ عَنِ الإِمَامِ فِي صَلَاةِ الْجُمُعَةِ فَصَلَاةُ الإِمَامِ وَمَنْ بَقِيَ جَائِزَةٌ:

باب: اگر جمعہ کی نماز میں کچھ لوگ امام کو چھوڑ کر چلے جائیں تو امام اور باقی نمازیوں کی نماز صحیح ہو جائیگی

٩٣٦: حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو، قَالَ: حَدَّثَنَا زَائِدَةُ، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: «بَيْنَمَا نَحْنُ نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ أَقْبَلَتْ عِيرٌ تَحْمِلُ طَعَامًا فَالْتَفَتُوا إِلَيْهَا حَتَّى مَا بَقِيَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا اثْنَا عَشَرَ رَجُلًا. فَنَزَلَتْ هَذِهِ الآيَةُ وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انْفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا سورة الجمعة آية ١١».

ہم سے معاویہ بن عمرو نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے زائدہ نے حصین سے بیان کیا، ان سے سالم بن ابی جعد نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے، اتنے میں غلہ لادے ہوئے ایک تجارتی قافلہ ادھر سے گزرا۔ لوگ خطبہ چھوڑ کر ادھر چل دیئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کل بارہ آدمی رہ گئے۔ اس وقت سورۃ الجمعہ کی یہ آیت اتری «وإذا رأوا تجارة أو لهوا انفضوا إليها وتركوك قائما» اور جب یہ لوگ تجارت اور کھیل دیکھتے ہیں تو اس کی طرف دوڑ پڑتے ہیں اور آپ کو کھڑا چھوڑ دیتے ہیں۔

جمعہ کے انعقاد کے بارہ میں اختلاف ہے کہ کتنے افراد کے ساتھ منعقد ہوتا ہے۔ حافظ رحمہ اللہ نے اس بارہ میں علماء کے پندرہ اقوال ذکر کیے ہیں۔ ابن حزم رحمہ اللہ کے نزدیک ایک آدمی پر بھی جمعہ فرض ہے۔ اہل ظاہر وغیرہ کے نزدیک دو آدمی ہونا چاہئیں۔ جیسا کہ دلائل کا تقاضا ہے۔ ابویوسف اور محمد کے نزدیک امام کے ساتھ دو اور آدمی ہونے چاہئیں۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک امام کے علاوہ تین آدمی ہونا چاہئیں۔ عکرمہ پانچ کے قائل ہیں ربیعہ چھ افراد کے قائل ہیں۔ ایک روایت بارہ کی بھی آتی ہے جیسا کہ اس باب کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بارہ آدمی رہ گئے تھے۔ مالک سے مروی روایت کے مطابق بیس آدمی ہوں۔ ایک قول تیس کا ہے۔ امام شافعی کے نزدیک امام کے علاوہ چالیس آدمی ہونا چاہئیں کیونکہ مدینہ میں جو پہلا جمعہ پڑھا گیا ہے اس میں چالیس آدمی تھے۔ امام احمد کی روایت پچاس کی ہے مازری اسی کے قائل ہیں ایک جماعت جم غفیر کی قائل ہے۔ حافظ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ قول زیادہ قرین قیاس ہے کیونکہ جمعہ کی نماز باقی جماعتوں سے بڑی ہونی چاہیے۔ اہل حدیث کا موقف شوکانی رحمہ اللہ والا ہے کہ جمعہ کے لئے جماعت ہونی چاہیئے۔ اور حدیث میں ہے "اثنان فمافوقهما جماعة[1]" لہذا دو آدمی بھی ہوں تو جمعہ فرض ہے سنن ابی داوٗد میں ہے "الجمعة حق واجب علی کل مسلم فی جماعة[2]" جماعت کا لفظ دو کو بھی شامل ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے شاید امام شافعی کا مذھب اختیار کیا ہے۔ کہ شروع میں چالیس آدمی ہونا چاہئیں۔ بقاء میں یہ ضروری نہیں۔ بارہ آدمیوں سے کم بھی رہ جائیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔ جمعہ ادا ہو جائے گا۔

قولہ فالتفتوا إليها اسکا سبب یہ تھا کہ مدینہ میں یہودی رہتے تھے جو کہ متمول تھے لہذا صحابہ نے سمجھا کہ تجارتی قافلہ آیا ہے ایسا نہ ہو کہ یہودی سارا غلہ خرید لیں۔ اور پھر مسلمانوں کو مہنگا دیں یہ معاشی مسئلہ تھا اور معاشی مسائل کی اسلامی شریعت نے بڑی رعایت کی ہے اسی لیے اضطراری حالت میں مردار کھانے کی اجازت دیدی ہے۔ اس لئے صحابہ کرام نے جانے کو برا خیال نہیں کیا۔ بعض کہتے ہیں کہ اس وقت نماز پہلے ہوتی تھی اور خطبہ بعد میں ہوتا تھا اس لئے لوگوں نے سمجھا کہ خطبہ ضروری نہیں۔ لہذا چھوڑ کر چلے گئے۔

۳۹۔ بَابُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْجُمُعَةِ وَقَبْلَهَا:

جمعہ کے بعد اور اس سے پہلے سنت پڑھنا

۹۳۷: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، «أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي قَبْلَ الظُّهْرِ رَكْعَتَيْنِ وَبَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ، وَبَعْدَ الْمَغْرِبِ رَكْعَتَيْنِ فِي بَيْتِهِ، وَبَعْدَ الْعِشَاءِ رَكْعَتَيْنِ وَكَانَ لَا يُصَلِّي بَعْدَ الْجُمُعَةِ حَتَّى يَنْصَرِفَ فَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ»[3].

---

[1] سنن ابن ماجہ ۹۷۲، صحیح بخاری ترجمہ باب نمبر ۳۵۔

[2] سنن ابی داوٗد ۱۰۶۷ ج ۱ ص ۲۸۰۔

[3] امام بخاری رحمہ اللہ نے جمعہ کے بعد پڑھی جانے والی نماز پر حدیث ذکر کی ہے لیکن قبل از جمعہ کی نماز پر کوئی حدیث

ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک رحمہ اللہ نے نافع سے خبر دی، ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے پہلے دو رکعت، اس کے بعد دو رکعت اور مغرب کے بعد دو رکعت اپنے گھر میں پڑھتے اور عشاء کے بعد دو رکعتیں پڑھتے اور جمعہ کے بعد دو رکعتیں جب گھر واپس ہوتے تب پڑھا کرتے تھے۔

بخاری رحمہ اللہ کا استدلال ظہر سے ہے کیونکہ جمعہ بھی دراصل ظہر ہی ہے اور ظہر سے پہلے اور بعد میں سنتیں ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ ظہر سے پہلے دو ہیں اور بعد میں حدیث میں چار آتی ہیں نبی اکرم ﷺ دو پڑھتے تھے لیکن مسلم کی قولی حدیث میں چار کا ذکر ہے "من کان منکم مصلیاً بعد الجمعة فلیصل أربعًا[1]" گھر جا کر آپ دو

ذکر نہیں کی۔ حالانکہ ترجمہ باب دونوں پر قائم کیا ہے۔ یا تو انہوں نے ظہر اور جمعہ کو مساوی قرار دیا ہے۔ کیونکہ جمعہ ظہر کا بدل ہے اور ظہر سے پہلے دو رکعتوں کا ذکر حدیث میں موجود ہے۔ یا انہوں نے ترجمہ باب کے ساتھ اشارہ کیا ہے اس حدیث کی طرف جو ابوداؤد وغیرہ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے "کان یطیل الصلوة قبل الجمعة و یصلي بعدها رکعتین ویحدث أن رسول الله ﷺ کان یفعل ذلك" عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا کہ نبی اکرم ﷺ بھی ایسے کرتے تھے اگر یہ جمعہ کا وقت داخل ہونے کے بعد ہے تو اسکا مرفوع ہونا ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ نبی اکرم ﷺ تو زوال کے بعد گھر سے نکلتے تھے آتے ہی جمعہ کا خطبہ دیتے پھر نماز جمعہ ادا فرماتے۔ لہذا آپ سے یہ نماز ثابت نہیں ہو سکتی۔ اور اگر جمعہ کا وقت داخل ہونے سے پہلے اس نماز کا پڑھنا مراد ہے تو اسکا جمعہ کی سنت نماز سے کوئی تعلق نہیں ہو گا۔ ہاں یہ مطلق نفلی نماز ہو گی۔

نمازِ جمعہ کے بعد دو رکعتیں پڑھنے کی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے جو امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب کے تحت ذکر کی ہے اور صحیح مسلم میں جمعہ کے بعد چار رکعات پڑھنے کی حدیث حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے "عن النبی ﷺ قال: من کان منکم مصلیا بعد الجمعة فلیصل أربعًا" رقم ۸۸۱۔ اب عبداللہ بن عمر اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کی احادیث کی جمع و تطبیق کی کئی صورتیں ہیں۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ نمازی کو اختیار ہے کہ وہ دونوں احادیث میں سے ہر ایک پر عمل کرتے ہوئے نماز جمعہ کے بعد دو رکعت پڑھ لے یا چار رکعات ادا کر لے۔ یہ امام أحمد کا قول ہے۔ ان سے مروی ہے کہ وہ دو رکعت پڑھتے تھے اور چار پڑھنے والے پر انکار نہیں کرتے تھے۔

ایک جماعت نے کہا ہے کہ دونوں احادیث کو جمع کرتے ہوئے چھ رکعات پڑھی جائیں گی۔ اسے ابراہیم حربی نے امام احمد رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے۔ اس طرح نبی اکرم ﷺ کا امر اور فعل دونوں جمع ہو جائیں گے۔

علماء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ دونوں احادیث میں تطبیق یہ ہے کہ اگر مسجد میں یہ نماز پڑھی جائے تو چار رکعات پڑھی جائیں اور اگر گھر میں پڑھی جائیں تو دو رکعتیں ادا کی جائیں۔ یہ اسحاق کا قول ہے بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ دونوں احادیث میں تطبیق کی یہ صورت ہے کہ امام گھر میں دو رکعت ادا کرے گا اور مقتدی مسجد میں چار پڑھے گا۔ یہ قول ابو خیثمہ اور ابو اسحاق کا ہے۔ امام نسائی کی تبویب بھی اس پر دلالت کرتی ہے۔ (فتح الباری لابن رجب رحمہ اللہ ج ۵ ص ۵۴۳)

[1] مسلم ۸۸۱(۶۹) ج ۲ ص ۶۰۰۔

پڑھتے تھے عبداللہ بن عمر چھ پڑھتے تھے۔ اور نبی اکرم ﷺ سے نقل کرتے تھے۔

۴۰۔ بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى: ﴿فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ﴾

اللہ عزو جل کا (سورۃ الجمعہ میں) یہ فرمانا کہ جب جمعہ کی نماز ختم ہو جائے تو اپنے کام کاج کے لیے زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کے فضل (روزی، رزق یا علم) کو ڈھونڈو

۹۳۸: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ، عَنْ سَهْلٍ، قَالَ: «كَانَتْ فِينَا امْرَأَةٌ تَجْعَلُ عَلَى أَرْبِعَاءَ فِي مَزْرَعَةٍ لَهَا سِلْقًا، فَكَانَتْ إِذَا كَانَ يَوْمُ جُمُعَةٍ تَنْزِعُ أُصُولَ السِّلْقِ فَتَجْعَلُهُ فِي قِدْرٍ، ثُمَّ تَجْعَلُ عَلَيْهِ قَبْضَةً مِنْ شَعِيرٍ تَطْحَنُهَا فَتَكُونُ أُصُولُ السِّلْقِ عَرْقَهُ، وَكُنَّا نَنْصَرِفُ مِنْ صَلَاةِ الْجُمُعَةِ فَنُسَلِّمُ عَلَيْهَا فَتُقَرِّبُ ذَلِكَ الطَّعَامَ إِلَيْنَا فَنَلْعَقُهُ، وَكُنَّا نَتَمَنَّى يَوْمَ الْجُمُعَةِ لِطَعَامِهَا ذَلِكَ».

ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابوغسان محمد بن مطرمدنی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابوحازم سلمہ بن دینار نے سہل بن سعد کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے بیان کیا کہ ہمارے یہاں ایک عورت تھی جو نالوں پر اپنے ایک کھیت میں چقندر بوتی۔ جمعہ کا دن آتا تو وہ چقندر اکھاڑ لاتیں اور اسے ایک ہانڈی میں پکاتیں پھر اوپر سے ایک مٹھی جو کا آٹا چھڑک دیتیں۔ اس طرح یہ چقندر گوشت کی طرح ہو جاتے۔ جمعہ سے واپسی میں ہم انہیں سلام کرنے کے لیے حاضر ہوتے تو یہی پکوان ہمارے آگے کر دیتیں اور ہم اسے چاٹ جاتے۔ ہم لوگ ہر جمعہ کو ان کے اس کھانے کے آرزومند رہا کرتے تھے۔

شرح بخاری

آیت مذکورہ میں "فضل اللہ" سے مراد کھانا کھانا ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی یہی عادت مبارکہ تھی کہ وہ کھانا جمعہ پڑھنے کے بعد کھاتے تھے۔

بعض علماء کے نزدیک اذان کے بعد اور جمعہ ادا کرنے سے پہلے 'وذروا البیع" کے ساتھ تجارت اور بیع و شراء سے منع کر دیا گیا تھا۔ اب جمعہ ادا کر لینے کے بعد "وابتغوا من فضل اللہ" کہہ کر اس کی اجازت دے دی گئی۔ اگرچہ تجارت کرنا فرض نہیں ہے جیسا کہ اھل ظاہر کہتے ہیں۔ وہ امر کو وجوب کے لئے لیتے ہیں حالانکہ یہ "واذا حللتم فاصطادوا" کی طرح ہے۔ احرام کی حالت میں شکار کرنا منع تھا اب احرام کھولنے کے بعد حلال کر دیا گیا۔ ایسے ہی یہاں اذان جمعہ کے بعد جو تجارت حرام تھی اب جمعہ ادا کر لینے کے بعد اس کی اجازت دے دی گئی ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ اس باب کے تحت جو احادیث لائے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اسے کھانا کھانے پر محمول کرتے ہیں اور کھانا کھانا بھی فرض نہیں ہے کیونکہ بعض دفعہ انسان کا روزہ ہوتا ہے۔ لہٰذا امر وجوب کے لئے

نہیں ہے۔

۹۳۹: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ سَهْلٍ بِهَذَا، وَقَالَ: «مَا كُنَّا نَقِيلُ وَلَا نَتَغَدَّى إِلَّا بَعْدَ الْجُمُعَةِ».

ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالعزیز بن ابی حازم نے بیان کیا اپنے باپ سے اور ان سے سہل بن سعد نے یہی بیان کیا اور فرمایا کہ دوپہر کا سونا اور دوپہر کا کھانا جمعہ کی نماز کے بعد رکھتے تھے۔

۴۱۔ بَابُ الْقَائِلَةِ بَعْدَ الْجُمُعَةِ:

جمعہ کی نماز کے بعد سونا

۹۴۰: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُقْبَةَ الشَّيْبَانِيُّ الْكُوفِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْفَزَارِيُّ، عَنْ حُمَيْدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا، يَقُولُ: «كُنَّا نُبَكِّرُ إِلَى الْجُمُعَةِ ثُمَّ نَقِيلُ».

ہم سے محمد بن عقبہ شیبانی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابواسحاق فزاری ابراہیم بن محمد نے بیان کیا، ان سے حمید طویل نے، انہوں نے انس رضی اللہ عنہ سے سنا۔ آپ فرماتے تھے کہ ہم جمعہ سویرے پڑھتے، اس کے بعد دوپہر کی نیند لیتے تھے۔



۹۴۱: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ، عَنْ سَهْلٍ، قَالَ: «كُنَّا نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجُمُعَةَ ثُمَّ تَكُونُ الْقَائِلَةُ».

ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابوغسان نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ابوحازم نے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے بیان کیا، انہوں نے بتلایا کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جمعہ پڑھتے، پھر دوپہر کی نیند لیا کرتے تھے۔



كتاب صلاة الخوف

کتاب نماز خوف کا بیان

١ - بَابُ صَلَاةِ الْخَوْفِ

باب: خوف کی نماز کا بیان

وَقَوْلِ اللهِ تَعَالَى: وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلَاةِ إِنْ خِفْتُمْ أَنْ يَفْتِنَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنَّ الْكَافِرِينَ كَانُوا لَكُمْ عَدُوًّا مُبِينًا ١٠١ وَإِذَا كُنْتَ فِيهِمْ فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلَاةَ فَلْتَقُمْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ مَعَكَ وَلْيَأْخُذُوا أَسْلِحَتَهُمْ فَإِذَا سَجَدُوا فَلْيَكُونُوا مِنْ وَرَائِكُمْ وَلْتَأْتِ طَائِفَةٌ أُخْرَى لَمْ يُصَلُّوا فَلْيُصَلُّوا مَعَكَ وَلْيَأْخُذُوا حِذْرَهُمْ وَأَسْلِحَتَهُمْ وَدَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ تَغْفُلُونَ عَنْ أَسْلِحَتِكُمْ وَأَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيلُونَ عَلَيْكُمْ مَيْلَةً وَاحِدَةً وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ كَانَ بِكُمْ أَذًى مِنْ مَطَرٍ أَوْ كُنْتُمْ مَرْضَى أَنْ تَضَعُوا أَسْلِحَتَكُمْ وَخُذُوا حِذْرَكُمْ إِنَّ اللهَ أَعَدَّ لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُهِينًا ١٠٢ سورة النساء آية ١٠١-١٠٢.

اور اللہ پاک نے (سورۂ نساء) میں فرمایا اور جب تم مسافر ہو تو تم پر گناہ نہیں اگر تم نماز کم کر دو۔ فرمان الٰہی «عذابا مهينا» تک۔

شرح بخاری

امام بخاری رحمہ اللہ صلاۃ جمعہ کے بعد صلاۃ خوف کو لائے ہیں۔ کیونکہ یہ دونوں پانچ نمازوں میں سے ہیں۔ صلاۃ جمعہ میں پانچ نمازوں سے مخالفت کم پائی جاتی ہے۔ اس لئے اسے صلاۃ خوف سے مقدم لائے ہیں۔ اور صلاۃ خوف میں پانچ نمازوں سے مخالفت زیادہ پائی جاتی ہے۔ اس لئے اسے مؤخر کیا ہے۔ جیسا کہ حافظ رحمہ اللہ نے ابن المنیر رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے۔

ابن منذر نے کہا ہے کہ صلاۃ خوف کی آٹھ صورتیں ہیں۔ ابن حبان نے نو صورتیں ذکر کی ہیں۔ ابن حزم کے نزدیک اس کی چودہ صورتیں ہیں۔ ابن عربی نے کہا ہے کہ اس بارہ میں بہت سی روایات آئی ہیں لیکن صحیح سولہ ہیں۔ ابن القیم کے نزدیک اصل میں چھ ہی ہیں۔ حافظ رحمہ اللہ کہتا ہے کہ ابن القصار مالکی کا خیال ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے یہ نماز دس دفعہ پڑھی ہے۔ ابن العربی کہتا ہے کہ چوبیس دفعہ پڑھی ہے۔ مولوی حسین علی نے کہا ہے کہ ایک دفعہ ہی پڑھی ہے۔

قرآن مجید کی آیت سے دونوں فریق استدلال کرتے ہیں۔ احناف کے نزدیک پہلی جماعت امام کے ساتھ ایک

رکعت پڑھ کر چلی جائے اور دوسری جماعت آجائے وہ بھی ایک رکعت پڑھ کر دشمن کے مقابلہ میں چلی جائے اب جو جماعت دشمن کے مقابلہ میں تھی وہ آکر ایک رکعت پڑھ کر دشمن کے مقابلہ میں چلی جائے اور دوسری جماعت آکر ایک رکعت پڑھ کر دشمن کے مقابلہ میں چلی جائے۔ اس طرح دونوں کی رکعتوں میں فاصلہ ہو جائیگا۔

شافعیوں کے نزدیک پہلی جماعت امام کے ساتھ ایک رکعت پڑھ کر امام کے قیام کی حالت میں دوسری رکعت بھی پڑھ لے۔ یہ دشمن کے مقابلہ میں چلے جائیں اور دوسری جماعت آکر امام کے ساتھ ایک رکعت پڑھ کر امام کے التحیات میں بیٹھے ہوئے دوسری رکعت بھی پڑھ لیں۔ اس طرح ہر جماعت کی دو رکعتوں میں فاصلہ نہیں ہوگا اور زیادہ آمد و رفت بھی نہیں ہوگی اس لئے اس صورت کو ترجیح دی گئی ہے۔

احناف کے صلاۃ خوف کے بارہ میں دو قول ہیں ایک قول کے مطابق پہلی جماعت ایک رکعت پڑھ کر چلی جائے۔ لیکن جب دوسری جماعت آئے تو وہ دونوں رکعتیں پوری کر لے۔ بعض احادیث سے اس کی تائید ہوتی ہے احناف کا خیال ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے ہماری تائید کی ہے اور ہمارے قول کو ترجیح دی ہے حالانکہ بخاری رحمہ اللہ نے اس کی صراحت نہیں کی۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت پیش کی ہے۔ اسکی تفصیل اگر دیکھی جائے تو ان کی دلیل نہیں بنتی ہاں مجمل ہو تو ہو سکتا ہے۔



قرآن کریم میں آیت خوف آتی ہے "وإذا ضربتم فی الأرض فلیس علیکم جناح أن تقصروا من الصلوة ان خفتم أن یفتنکم الذین کفروا ان الکافرین کانوا لکم عدوا مبیناً۔ وإذا کنت فیهم فأقمت لهم الصلوة فلتقم طائفة منهم معك ولیأخذوا أسلحتهم فإذا سجدوا فلیکونوا من ورائکم ولتات طائفة أخری لم یصلوا فلیصلوا معك ولیأخذوا حذرهم وأسلحتهم"۔

شرح بخاری

اب اس میں اختلاف ہے کہ یہ قصر سفر ہے یا قصر خوف ہے۔ احناف کے ہاں یہ قصر خوف ہے کیونکہ اگر قصر سفر ہو تو معلوم ہوتا ہے کہ سفر کی نماز واقعی قصر ہے اور پوری بھی پڑھی جاسکتی ہے حالانکہ ان کے ہاں سفر میں دو رکعتین ہی پوری نماز ہے اس لئے وہ کہتے ہیں کہ یہ آیت خوف کے لئے ہے۔ سفر کے لئے نہیں ہے لیکن حدیث میں آتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کہ اللہ تعالی نے خوف کی قید ذکر کی ہے اور اب کوئی خوف نہیں ہے اب قصر کیوں کرتے ہیں تو آپ نے ان کے جواب میں فرمایا۔ کہ یہ اللہ تعالی کی طرف سے صدقہ ہے لہذا اسے قبول کرو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت جس طرح خوف کے لئے ہے سفر کے لئے بھی ہے۔ جیسا کہ حافظ ابن القیم کہتے ہیں کہ قرآن نے دو قیدیں لگائی ہیں ایک قید سفر کی ہے جو کہ "إذا ضربتم فی الأرض" ہے اور ایک قید خوف کی ہے جیسا کہ فرمایا "إن خفتم أن یفتنکم ...." گویا یہاں دو طرح کا قصر ہے ایک قصر رکعات ہے اور ایک قصر ھیاۃ ہے۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے پتہ چلتا ہے کہ قصر ھیاۃ کا تعلق خوف سے ہے۔ اور قصر رکعات کا تعلق سفر سے ہے یہ قصر بھی ثابت ہو گیا اور اس سے اتمام بھی جائز ہو گیا۔ بعض علماء نے



کہا ہے کہ "وإذا ضربتم في الأرض فليس عليكم جناح أن تقصروا من الصلوة[1]" یہ آیت سفر میں قصر کرنے کے بارہ میں ہے اور شروع میں اس قدر ہی یہ آیت نازل ہوئی تھی۔ آگے "إن خفتم أن يفتنكم الذين كفروا........." کا مذکور سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور یہ قصر خوف کے بارہ میں ہے۔ اور "ان الكافرين كانوا لكم عدوًا مبيناً" یہ جملہ معترضہ ہے اور "فاذا كنت فيهم" سے لیکر سارا جملہ شرط کی جزاء ہے۔ اور "فإذا سجدوا" سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلی جماعت کو ایک رکعت پڑھ کر چلے جانا چاہیئے۔ لیکن دیگر علماء کہتے ہیں کہ یہاں "سجدوا" کا معنی "صلوا" ہے۔ کیونکہ اس کے بعد "ولتأت طائفة أخرى لم يصلوا" اس پر دلالت کرتا ہے جبکہ حنفی "لم يصلوا" کا معنی "لم يسجدوا" کر لیتے ہیں لیکن اس کا مطلب تو یہ ہوگا کہ نماز سجدے سے شروع کی جائے ۔ حالانکہ نماز قیام سے شروع ہوتی ہے اس لئے "سجدوا" کا معنی "صلوا" کرنا چاہیئے۔

ایک مسئلہ یہ ہے کہ ایک رکعت پڑھیں گے یا دو؟ امام کی دو رکعتیں ہوں گی۔ جبکہ مقتدی ایک ایک امام کے ساتھ پڑھیں گے اور ایک ایک رکعت بعد میں پڑھیں گے۔ اگرچہ بعض احادیث میں ایک رکعت پڑھنے کا ذکر بھی آتا ہے قرآن کریم نے مقتدی کی امام کے ساتھ ایک ہی رکعت کو ذکر کیا ہے دوسری رکعت کا ذکر نہیں کیا اس سے بعض کا مذہب ایک رکعت پڑھنے کا ہی ہے۔ دو رکعت کے قائل کہتے ہیں کہ قرآن کریم میں ایک رکعت سے مراد امام کے ساتھ ایک رکعت پڑھنا ہے۔ اور صحابہ کرام کے عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسری رکعت بھی پڑھی جائیگی۔

باقی رہا یہ مسئلہ کہ صلوۃ قصر قرآن کریم میں مذکور ہے یا نہیں؟ احناف کا خیال ہے کہ قرآن میں اسکا ذکر نہیں ہے کیونکہ قرآن میں ہو تو قصر اور اتمام دونوں جائز ہو جائیں گے اور ان کے ہاں اتمام جائز نہیں ہے اگر اتمام کرے گا تو دو رکعت نفل ہوں گے اور فرضوں کے ساتھ نفل پڑھنا مکروہ ہے اور اگر درمیان والا تشہد رہ جائے تو نماز باطل ہو جاتی ہے کیونکہ ان کے ہاں وہ اسکی آخری رکعت تھی اور آخری تشہد فرض ہے۔

٩٤٢: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: سَأَلْتُهُ، هَلْ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْنِي صَلَاةَ الْخَوْفِ؟ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَالِمٌ، أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: «غَزَوْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِبَلَ نَجْدٍ فَوَازَيْنَا الْعَدُوَّ فَصَافَفْنَا لَهُمْ، فَقَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي لَنَا فَقَامَتْ طَائِفَةٌ مَعَهُ تُصَلِّي وَأَقْبَلَتْ طَائِفَةٌ عَلَى الْعَدُوِّ وَرَكَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَنْ مَعَهُ وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ، ثُمَّ انْصَرَفُوا مَكَانَ الطَّائِفَةِ الَّتِي لَمْ تُصَلِّ فَجَاءُوا فَرَكَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهِمْ رَكْعَةً وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ، فَقَامَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ فَرَكَعَ لِنَفْسِهِ رَكْعَةً وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ».

---

[1] النساء: ١٠٢، ١٠١۔

ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں شعیب نے زہری سے خبر دی، انہوں نے زہری سے پوچھا کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صلوۃ خوف پڑھی تھی؟ اس پر انہوں نے فرمایا کہ ہمیں سالم نے خبر دی کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بتلایا کہ میں نجد کی طرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ (ذات الرقاع) میں شریک تھا۔ دشمن سے مقابلہ کے وقت ہم نے صفیں باندھیں۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خوف کی نماز پڑھائی (تو ہم میں سے) ایک جماعت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھنے میں شریک ہو گئی اور دوسرا گروہ دشمن کے مقابلہ میں کھڑا رہا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اقتداء میں نماز پڑھنے والوں کے ساتھ ایک رکوع اور دو سجدے کئے۔ پھر یہ لوگ لوٹ کر اس جماعت کی جگہ آ گئے جس نے ابھی نماز نہیں پڑھی تھی۔ اب دوسری جماعت آئی۔ ان کے ساتھ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رکوع اور دو سجدے کئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیر دیا۔ اس گروہ میں سے ہر شخص کھڑا ہوا اور اس نے اکیلے اکیلے ایک رکوع اور دو سجدے ادا کئے۔

قولہ قال سألتہ "قال" سے مراد شعیب ہے اور مسئول عنہ زہری ہیں جنہوں نے "أخبرني سالم" کہا ہے "قولہ فقام کل واحد منهم فرکع لنفسه" اس حدیث میں تفصیل نہیں ہے کہ کس طرح باقی نماز پڑھی تھی بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اکٹھی پڑھی ہے لیکن جہاں تفصیل مذکور ہے وہاں آتا ہے کہ دوسری جماعت نے امام کے سلام پھیرنے سے پہلے اس کے تشہد پڑھتے ہوئے ایک رکعت پڑھ لی۔ پہلی جماعت نے چونکہ امام کے ساتھ ایک رکعت پڑھی تھی اس لئے انہوں نے بعد میں آ کر ایک رکعت پڑھ لی۔ احناف ظاہر پر محمول کرتے ہیں۔

٢۔ بَابُ صَلَاةِ الْخَوْفِ رِجَالًا وَرُكْبَانًا:

باب: خوف کی نماز پیدل اور سوار رہ کر پڑھنا قرآن شریف میں (رجالا) (راجل) کی جمع ہے (یعنی پاپیادہ)

٩٤٣: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ الْقُرَشِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، نَحْوًا مِنْ قَوْلِ مُجَاهِدٍ إِذَا اخْتَلَطُوا قِيَامًا، وَزَادَ ابْنُ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، «وَإِنْ كَانُوا أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ فَلْيُصَلُّوا قِيَامًا وَرُكْبَانًا».

ہم سے سعید بن یحییٰ بن سعید قرشی نے بیان کیا کہا کہ مجھ سے میرے باپ یحییٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابن جریج نے بیان کیا، ان سے موسیٰ بن عقبہ نے، ان سے نافع نے، ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے مجاہد کے قول کی طرح بیان کیا کہ جب جنگ میں لوگ ایک دوسرے سے گتھ جائیں تو کھڑے کھڑے نماز پڑھ لیں اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی روایت میں اضافہ اور کیا ہے کہ اگر کافر بہت سارے ہوں کہ مسلمانوں کو دم نہ لینے دیں تو کھڑے کھڑے اور سوار رہ

کر (جس طور ممکن ہو) اشاروں سے ہی سہی مگر نماز پڑھ لیں۔

قرآن کریم میں بھی آتا ہے "فإن خفتم فرجالا أو ركبانا" رجال جمع ہے "راجل" کی۔ اور مراد اس سے "قائم" ہے بمعنی ماشی نہیں ہے کیونکہ چلتے ہوئے نماز نہیں ہوتی۔ ہاں انتہائی ضرورت کے وقت ہوجاتی ہے۔ اور سورۃ حج میں "يأتوك رجالاً" میں رجالاً سے مراد "مشاة" یعنی چلنے والے ہیں۔

"قوله وان كانوا اكثر من ذلك" یعنی جب دشمن زیادہ تعداد میں ہوں یا دشمن کا خوف سخت ہو تو جیسے ممکن ہو نماز پڑھ لیں۔

"قوله عن نافع عن ابن عمر نحوًا من قول مجاهد" یعنی جس طرح مجاہد کا فتویٰ ہے اس کے مطابق عبداللہ بن عمر کا بھی فتویٰ ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہاں نافع مراد ہے یعنی نافع کی جو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ مجاہد کے قول کی طرح ہے۔ ایسا کہنے والوں نے یہ سمجھا کہ مجاہد تابعی ہے۔ اسکو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں پیش نہیں کیا جاسکتا۔ نافع کے مقابلہ میں ہونا چاہیئے۔ لیکن جو تصریح روایات میں آتی ہے وہ یہی ہے کہ مقابلہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ہے۔ یعنی مجاہد کے فتوے کے مطابق عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فتویٰ دیا ہے۔ اور اسکا فتویٰ یہ ہے کہ "إذا اختلطوا فإنما هو الإشارة بالرأس [1]" یعنی جب گتھم گتھا ہوجائیں تو اشارہ ہی کافی ہے کیونکہ اس وقت رکوع اور سجود تو نہیں ہوسکتا۔

قوله إذا اختلطوا قيامًا حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ "قيامًا" فإنما سے تصحیف ہے کیونکہ تفسیر ابن جریر وغیرہ میں "فإنما" آیا ہے۔ اور فإنما سے بگڑ کر قیامًا بن گیا ہے۔ اصل میں "إذا اختلطوا فإنما هو الإشارة بالرأس" تھا۔ لیکن قسطلانی نے اسکا معنیٰ "إذا اختلطوا فليصلوا قيامًا" کیا ہے یعنی اشارہ سے کھڑے کھڑے نماز پڑھ لیں رکوع اور سجدہ نہ کریں میری رائے یہ ہے کہ "إذا اختلطوا قيامًا" کو باقی رکھا جائے۔ آگے "فإنما هو الإشاره بالرأس" محذوف ہو۔ اسے تبدیل کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور یہ کہنا کہ کسی دوسری روایت میں "قيامًا" نہیں آتا۔ اسکا جواب یہ ہے کہ یہ روایت بالمعنیٰ کی صورت ہے اور "إذا اختلطوا" کا مفہوم یہ ہے کہ اختلاط قیام کی حالت میں ہے اور "فإنما هو الإشارة" جملہ بخاری نے حذف کر دیا ہے۔ سارا نقل نہیں کیا آدھا ذکر کیا ہے اور نہ ہی مجاہد کا قول ذکر کیا ہے اس لئے ابہام پیدا ہو گیا ہے اور جیسے قسطلانی نے ذکر کیا ہے اس طرح تو روایات میں کہیں نہیں آتا کہ فليصلوا کو بمع فا کے حذف کر دیا جائے لہٰذا میرا خیال یہ ہے کہ قیامًا "فانما" سے بگڑا ہوا نہیں ہے بلکہ بخاری کے لفظ ہیں۔ اسے روایت بالمعنی کی شکل میں بیان کیا ہے۔ یعنی جب اختلاط ہو۔ کب ہو؟ قیام کی حالت میں۔ اس کے بعد "فانما هو الذكر والإشارة بالرأس" شرط کی جزاء محذوف ہے۔

قوله وزاد ابن عمر عن النبي صلی اللہ علیہ وسلم یعنی مجاہد اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا "إذا اختلطوا قيامًا فانما هو

[1] مصنف عبدالرزاق ۴۲۶۴ ج ۲ ص ۵۱۴۔ والسنن الكبریٰ للبیہقی ۶۰۲۱ ج ۳ ص ۳۶۳۔

الذكر والإشارة بالرأس" میں اتفاق ہے اور یہ ایک ہی لفظ دونوں کا ہے۔ اس کے بعد عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے لفظ نقل کئے ہیں ان کا تعلق پہلی روایت سے ہے جو ابھی گذری ہے لہٰذا یہ اضافہ پہلی حدیث میں ہے اس قول میں نہیں ہے۔ کیونکہ اشارے کو ذکر کرنے کے بعد "وإن كانوا أكثر من ذلك" کا کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔

٣۔ بَابُ يَحْرُسُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا فِي صَلَاةِ الْخَوْفِ

خوف کی نماز میں نمازی ایک دوسرے کی حفاظت کرتے ہیں

٩٤٤: حَدَّثَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ، عَنِ الزُّبَيْدِيِّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: «قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَامَ النَّاسُ مَعَهُ فَكَبَّرَ وَكَبَّرُوا مَعَهُ، وَرَكَعَ وَرَكَعَ نَاسٌ مِنْهُمْ، ثُمَّ سَجَدَ وَسَجَدُوا مَعَهُ، ثُمَّ قَامَ لِلثَّانِيَةِ فَقَامَ الَّذِينَ سَجَدُوا وَحَرَسُوا إِخْوَانَهُمْ، وَأَتَتِ الطَّائِفَةُ الْأُخْرَى فَرَكَعُوا وَسَجَدُوا مَعَهُ وَالنَّاسُ كُلُّهُمْ فِي صَلَاةٍ وَلَكِنْ يَحْرُسُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا».



ہم سے حیوہ بن شریح نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن حرب نے زبیدی سے بیان کیا، ان سے زہری نے، ان سے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود نے، ان سے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور دوسرے لوگ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں کھڑے ہوئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر کہی تو لوگوں نے بھی تکبیر کہی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کیا تو لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رکوع اور سجدہ کر لیا تھا وہ کھڑے کھڑے اپنے بھائیوں کی نگرانی کرتے رہے۔ اور دوسرا گروہ آیا۔ (جو اب تک حفاظت کے لیے دشمن کے مقابلہ میں کھڑا رہا بعد میں) اس نے بھی رکوع اور سجدے کئے۔ سب لوگ نماز میں تھے لیکن لوگ ایک دوسرے کی حفاظت کر رہے تھے۔

شرح بخاری

حراسہ کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں۔ اگر دشمن قبلے کی طرف ہو تو حراسہ کی صورت یہ ہے کہ امام اور مقتدی رکوع اور قومہ اکٹھا کر لیں۔ لیکن امام کے ساتھ سجدے میں اگلی صف والے جائیں اور پچھلی صف والے پہرہ دیتے رہیں۔ جیسا کہ ایک حدیث میں اسکی تفصیل مذکور ہے۔ لیکن اگر دشمن قبلے کی طرف نہ ہو تو اس سے قبل ذکر ہونے والی حدیث کے مطابق صلاۃِ خوف ادا کی جائے گی اور حراسہ کی صورت بدل جائے گی۔ بہر حال دشمن سے غافل نہیں ہونا چاہیے۔



حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث مجمل سی ہے۔ اسکی تشریح دوسری آنے والی احادیث کی روشنی میں کی جائے گی۔ اگر دشمن قبلے کی طرف ہو تو "سجدوا معه" سے قریب والی جماعت مراد ہوگی۔ اور "أتت الطائفة الأخرى" سے مراد یہ ہے کہ وہ جماعت آگے ہوگئی ہے۔ اور اگر دشمن قبلے کی طرف نہیں ہے تو مطلب یہ ہے کہ وہ

ایک رکعت امام کے ساتھ پڑھ کر چلے گئے اور دوسرے آ گئے۔ پہلے وہ حراسہ کرتے رہے۔ دوسری رکعت میں دوسرے لوگ حراسہ کرتے رہے۔

۴۔ بَابُ الصَّلَاةِ عِنْدَ مُنَاهَضَةِ الْحُصُونِ وَلِقَاءِ الْعَدُوِّ

باب: اس بارے میں کہ اس وقت (جب دشمن کے) قلعوں کی فتح کے امکانات روشن ہوں اور جب دشمن سے مڈبھیڑ ہو رہی ہو تو اس وقت نماز پڑھنے کا حکم

وَقَالَ الْأَوْزَاعِيُّ: إِنْ كَانَ تَهَيَّأَ الْفَتْحُ وَلَمْ يَقْدِرُوا عَلَى الصَّلَاةِ صَلَّوْا إِيمَاءً كُلُّ امْرِئٍ لِنَفْسِهِ، فَإِنْ لَمْ يَقْدِرُوا عَلَى الْإِيمَاءِ أَخَّرُوا الصَّلَاةَ حَتَّى يَنْكَشِفَ الْقِتَالُ أَوْ يَأْمَنُوا فَيُصَلُّوا رَكْعَتَيْنِ، فَإِنْ لَمْ يَقْدِرُوا صَلَّوْا رَكْعَةً وَسَجْدَتَيْنِ، فَإِنْ لَمْ يَقْدِرُوا لَا يُجْزِئُهُمُ التَّكْبِيرُ وَيُؤَخِّرُوهَا حَتَّى يَأْمَنُوا وَبِهِ، قَالَ مَكْحُولٌ:

اور امام اوزاعی رحمہ اللہ نے کہا کہ جب فتح سامنے ہو اور نماز پڑھنی ممکن نہ رہے تو اشارہ سے نماز پڑھ لیں۔ ہر شخص اکیلے اکیلے اگر اشارہ بھی نہ کر سکیں تو لڑائی کے ختم ہونے تک یا امن ہونے تک نماز موقوف رکھیں، اس کے بعد دو رکعتیں پڑھ لیں۔ اگر دو رکعت نہ پڑھ سکیں تو ایک ہی رکوع اور دو سجدے کر لیں اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو صرف تکبیر تحریمہ کافی نہیں ہے، امن ہونے تک نماز میں دیر کریں۔ مکحول تابعی کا یہ قول ہے۔

وَقَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ: حَضَرْتُ عِنْدَ مُنَاهَضَةِ حِصْنِ تُسْتَرَ عِنْدَ إِضَاءَةِ الْفَجْرِ وَاشْتَدَّ اشْتِعَالُ الْقِتَالِ فَلَمْ يَقْدِرُوا عَلَى الصَّلَاةِ فَلَمْ نُصَلِّ إِلَّا بَعْدَ ارْتِفَاعِ النَّهَارِ فَصَلَّيْنَاهَا وَنَحْنُ مَعَ أَبِي مُوسَى فَفُتِحَ لَنَا، وَقَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ: وَمَا يَسُرُّنِي بِتِلْكَ الصَّلَاةِ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا.

اور انس بن مالک نے کہا کہ صبح روشنی میں تستر کے قلعہ پر جب چڑھائی ہو رہی تھی اس وقت میں موجود تھا۔ لڑائی کی آگ خوب بھڑک رہی تھی تو لوگ نماز نہ پڑھ سکے۔ جب دن چڑھ گیا اس وقت صبح کی نماز پڑھی گئی۔ ابو موسیٰ اشعری بھی ساتھ تھے پھر قلعہ فتح ہو گیا۔ انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس دن جو نماز ہم نے پڑھی (گو وہ سورج نکلنے کے بعد پڑھی) اس سے اتنی خوشی ہوئی کہ ساری دنیا ملنے سے اتنی خوشی نہ ہو گی۔

لقاء العدوّ کا عطف "مناهضة" پر ہے اور مناھضہ سے مراد مقابلہ کے لئے ایک دوسرے کی طرف کھڑے ہونا۔ اور یہ فتح کے قریب ہوتا ہے جبکہ لوگ گتھم گتھا ہو جاتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ قلعوں پر چڑھائی اور دشمن سے مقابلہ کے وقت نماز پڑھنے کا بیان۔ اگر ایسی صورت ہو کہ دونوں طرف تلوار چل رہی ہو جسے اگر نماز کی وجہ سے چھوڑ دیا جائے تو دشمن کو فتح حاصل ہونے کا اندیشہ ہو تو نماز کو مؤخر کر لیا جائیگا ثوری وغیرہ کا خیال ہے کہ ایسے وقت میں

اللہ اکبر کہنا ہی کافی ہے اور تکبیر کہنا نماز بن جائے گا۔ امام بخاری ؒ اس کے قائل نہیں ہیں۔ بلکہ بخاری ؒ کے نزدیک ایسی صورت میں نماز کو مؤخر کرلیا جائیگا تا کہ فتح حاصل کی جاسکے۔ گویا نماز کے وقت سے اس کے ارکان کو ادا کرنا اہم ہے۔

قولہ قال الأوزاعی إن کان تھیأ الفتح یعنی اگر فتح قریب ہو اور نماز پڑھنے پر قادر نہ ہوں۔ تو ہر مجاہد اشارے سے اپنی نماز پڑھ لے۔ اور اگر اشارے پر بھی قادر نہ ہوں بایں طور کہ نماز کی طرف توجہ نہ رہے بلکہ لڑائی کی طرف دھیان ہو تو نماز کو مؤخر کردیں۔ یہاں تک کہ لڑائی ختم ہوجائے۔

قولہ أو یأمنوا فیصلوا رکعتین یعنی علاقہ فتح کرکے مجاھدین امن میں ہوجائیں تو دو رکعت ادا کریں۔ انکشاف میں دشمن کے عود کا خطرہ ہوتا ہے کہ وہ وقتی طور پر پیچھے ہٹ جائیں اور لڑائی نہ کریں۔ لیکن امن سے مراد یہ ہے کہ دشمن کے عود کا خطرہ نہ ہو۔ قولہ صلوا رکعةً أی رکوعًا۔

قولہ بہ قال مکحول یہ بہت بڑے عالم تھے اور صاحب مذھب تھے۔

قولہ قال أنس ومایسُرنی یعنی اگرچہ ہم نے وقت پر نماز نہیں پڑھی مگر چونکہ اللہ تعالی کے حکم کی تعمیل کی لہذا یہ نماز دنیا و مافیہا سے بہتر تھی۔ اگرچہ بے وقت پڑھی گئی تھی۔

٩٤٥: حَدَّثَنَا يَحْيَى، قَالَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُبَارَكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: جَاءَ عُمَرُ يَوْمَ الْخَنْدَقِ فَجَعَلَ يَسُبُّ كُفَّارَ قُرَيْشٍ وَيَقُولُ: يَا رَسُولَ اللهِ مَا صَلَّيْتُ الْعَصْرَ حَتَّى كَادَتِ الشَّمْسُ أَنْ تَغِيبَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «وَأَنَا وَاللهِ مَا صَلَّيْتُهَا بَعْدُ. قَالَ: فَنَزَلَ إِلَى بُطْحَانَ فَتَوَضَّأَ وَصَلَّى الْعَصْرَ بَعْدَ مَا غَابَتِ الشَّمْسُ، ثُمَّ صَلَّى الْمَغْرِبَ بَعْدَهَا».

ہم سے یحییٰ بن جعفر نے بیان کیا کہ ہم سے وکیع نے علی بن مبارک سے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن ابی کثیر نے، ان سے ابوسلمہ نے، ان سے جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ نے کہ عمر رضی اللہ عنہ غزوہ خندق کے دن کفار کو برا بھلا کہتے ہوئے آئے اور عرض کرنے لگے کہ یا رسول اللہ! سورج ڈوبنے ہی کو ہے اور میں نے تو اب تک عصر کی نماز نہیں پڑھی۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بخدا میں نے بھی ابھی تک نہیں پڑھی انہوں نے بیان کیا کہ پھر آپ بطحان کی طرف گئے (جو مدینہ میں ایک میدان تھا) اور وضو کر کے آپ نے وہاں سورج غروب ہونے کے بعد عصر کی نماز پڑھی، پھر اس کے بعد نماز مغرب پڑھی۔

قولہ فنزل إلی بطحان آپ نے جنگ خندق کے موقع پر نماز قضا کردی اور بے وقت پڑھی۔ کیونکہ وقت پر پڑھ نہیں سکتے تھے۔ ایسے ہی اگر فتح کے قریب لوگ گتھم گتھا ہوں تو نماز نہیں پڑھ سکتے۔ لہذا وہ نماز کو مؤخر کرسکتے ہیں۔ اس پر اعتراض یہ آتا ہے کہ خندق کے موقع پر تو صلاۃ خوف کا حکم ابھی نازل نہیں ہوا تھا۔ تو اس حدیث سے مراد یہ

ہوگی کہ صلاۃِ خوف کا حکم نازل ہونے سے قبل جو نماز پڑھی جاتی تھی اسے جنگ کی وجہ سے مؤخر کرنا جائز تھا۔ اور حکم نازل ہونے کے بعد بھی یہی حکم ہوگا۔

٥ - بَابُ صَلَاةِ الطَّالِبِ وَالْمَطْلُوبِ رَاكِبًا وَإِيمَاءً:

باب: جو دشمن کے پیچھے لگا ہو یا دشمن اسکے پیچھے لگا ہو وہ سوار رہ کر اشارے ہی سے نماز پڑھ لے

وَقَالَ الْوَلِيدُ ذَكَرْتُ لِلْأَوْزَاعِيِّ صَلَاةَ شُرَحْبِيلَ بْنِ السِّمْطِ وَأَصْحَابِهِ عَلَى ظَهْرِ الدَّابَّةِ، فَقَالَ: كَذَلِكَ الْأَمْرُ عِنْدَنَا إِذَا تُخُوِّفَ الْفَوْتُ وَاحْتَجَّ الْوَلِيدُ بِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُصَلِّيَنَّ أَحَدٌ الْعَصْرَ إِلَّا فِي بَنِي قُرَيْظَةَ.

اور ولید بن مسلم نے کہا میں نے امام اوزاعی سے شرحبیل بن سمط اور ان کے ساتھیوں کی نماز کا ذکر کیا کہ انہوں نے سواری پر ہی نماز پڑھ لی، تو انہوں نے کہا ہمارا بھی یہی مذہب ہے جب نماز قضاء ہونے کا ڈر ہو۔ اور ولید نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اشارے سے دلیل لی کہ کوئی تم میں سے عصر کی نماز نہ پڑھے مگر بنی قریظہ کے پاس پہنچ کر۔

یعنی جو شخص دشمن کے تعاقب میں ہو یا دشمن اس کے تعاقب میں ہو تو وہ سواری پر ہی اشارے سے نماز پڑھ لے۔ مطلوب اشارے سے نماز پڑھ سکتا ہے طالب کے بارہ میں اختلاف ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ طالب بھی سوار ہو کر اشارے سے نماز پڑھ سکتا ہے۔ کیونکہ ایک مرتبہ نبی کریم علیہ السلام نے ایک آدمی کو روانہ کیا کہ معلوم ہوا ہے کہ فلاں شخص ہمارے خلاف لشکر کشی کرنا چاہتا ہے اور ہم سے لڑنے کے لئے لشکر جمع کر رہا ہے۔ اسکی خبر لو۔ وہ آدمی اس دشمن سے ملا اور اس سے کہا کہ مجھے پتہ چلا ہے کہ تو مسلمانوں کے نبی کے خلاف لشکر جمع کر رہا ہے۔ اس کام میں میں بھی تیری مدد کرنا چاہتا ہوں اس طرح اسے اعتماد میں لیکر اسے قتل کر دیا۔ جب یہ اسکی تلاش میں جا رہا تھا تو راستے میں نماز کا وقت ہو گیا تھا اس نے سوچا کہ اگر میں نے نماز شروع کر دی تو وہ نکل جائے گا۔ اس لئے اس نے نماز مؤخر کر دی تھی۔

قولہ صلاۃ شرحبیل بن السمط وأصحابہ اس نے اپنے ساتھیوں میں اعلان کر دیا تھا کہ تمام ساتھی نماز اپنی اپنی سواری پر ہی پڑھیں۔ کیونکہ ان کا دشمن قریب تھا اور خطرہ تھا کہ کہیں حملہ نہ کر دیں۔ اور سوار ہونے کا موقع ہی نہ ملے۔ اس لئے سواریوں پر ہی نماز پڑھنے کا حکم دیا۔ کیونکہ سواریوں پر ہوں گے تو حملہ کے وقت نماز چھوڑ کر دفاع کرلیں گے۔ لہذا سب نے نماز سواری پر پڑھی۔ صرف ایک شخص نے مخالفت کی تھی۔

قولہ واحتج الولید بقول النبی ﷺ کیونکہ آپ نے جنگِ احزاب سے واپس آکر حکم دیدیا تھا کہ تمام صحابہ نماز بنو قریظہ میں پہنچ کر ادا کریں[1]۔ اگرچہ وقت نہ رہے۔ خواہ سواریوں پر نماز پڑھیں حالانکہ سواری پر ہوتے ہوئے نماز

[1] مسلم ۱۷۷۰ (۶۹) ج ۳ ص ۱۳۹۱۔

پڑھی جائے تو ارکان نماز ادا نہیں ہوتے۔ تو بعض حالات میں بوقتِ ضرورت وقت کا لحاظ نہیں کیا جاتا تو اس طرح ارکان کا لحاظ بھی نہیں ہوگا۔ یہ قیاس کی صورت ہے۔

یا مطلب یہ ہے کہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام کے صحابہ کو نماز بنو قریظہ میں جا کر پڑھنے کا حکم دینے میں صحابہ کے دو فریق ہوگئے تھے ان میں سے ایک فریق نے اس سے یہ سمجھا کہ آپ کا مقصد وہاں جلدی پہنچنا ہے۔ نماز لیٹ کرنا مقصود نہیں ہے لہٰذا انہوں نے نماز راستہ میں ادا کرلی۔ اب جبکہ انہوں نے راستہ میں نماز پڑھی تو سواریوں پر ہی پڑھی ہوگی۔ ورنہ جلدی نہیں ہوگی جبکہ آپ نے وہاں جلدی پہنچنے کا حکم دیا ہے اگر سواریوں سے اتر کر نیچے نماز پڑھتے تو جلدی نہ ہوسکتی۔ یہ استدلال ہے۔

٩٤٦: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَسْمَاءَ، قَالَ: حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَنَا لَمَّا رَجَعَ مِنَ الأَحْزَابِ: «لَا يُصَلِّيَنَّ أَحَدٌ العَصْرَ إِلَّا فِي بَنِي قُرَيْظَةَ»، فَأَدْرَكَ بَعْضَهُمُ العَصْرُ فِي الطَّرِيقِ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَا نُصَلِّي حَتَّى نَأْتِيَهَا، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: بَلْ نُصَلِّي لَمْ يُرَدْ مِنَّا ذَلِكَ، فَذُكِرَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يُعَنِّفْ وَاحِدًا مِنْهُمْ.

ہم سے عبداللہ بن محمد بن اسماء نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے جویریہ بن اسماء نے نافع سے، ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ خندق سے فارغ ہوئے (ابوسفیان لوٹے) تو ہم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی شخص بنو قریظہ کے محلہ میں پہنچنے سے پہلے نماز عصر نہ پڑھے لیکن جب عصر کا وقت آیا تو بعض صحابہ نے راستہ ہی میں نماز پڑھ لی اور بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا کہ ہم بنو قریظہ کے محلہ میں پہنچنے پر نماز عصر پڑھیں گے اور کچھ حضرات کا خیال یہ ہوا کہ ہمیں نماز پڑھ لینی چاہیے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد یہ نہیں تھا کہ نماز قضاء کرلیں۔ پھر جب آپ سے اس کا ذکر کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی پر بھی ملامت نہیں فرمائی۔

قولہ لایصلین أحد العصر مسلم کی حدیث اسی سند کے ساتھ مروی ہے۔ اس میں ظہر کا لفظ آیا ہے یہاں حافظ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ میں کتاب المغازی میں اس کی وضاحت کروں گا۔ اور وہ وضاحت یہ کی ہے کہ سارے اصحاب المغازی اس بات پر متفق ہیں کہ یہ عصر کی نماز تھی لیکن سند کے اعتبار سے مسلم کی حدیث کو ترجیح ہے۔ کیونکہ اس سند کے ساتھ جتنی کتابوں میں یہ حدیث آئی ہے سب میں ظہر کا لفظ آیا ہے۔ بخاری رحمہ اللہ نے اصحابِ مغازی کی پیروی کرتے ہوئے عصر کا لفظ استعمال کیا ہے اور وہاں حافظ نے ذکر کیا ہے کہ اس کی متابعت موجود ہے اور ایک سند سے عصر کا لفظ آیا ہے اس لئے اس سے یہی سمجھا جائے گا کہ آپ نے دو دفعہ حکم دیا ہے۔ پہلے لوگوں کو وہاں ظہر کی نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ اور جو پیچھے رہ گئے تھے انہیں وہاں عصر کی نماز پڑھنے کا حکم دیا[1]۔

---

[1] اس حدیث سے امام بخاری رحمہ اللہ کا استدلال یہ ہے کہ صحابہ کرام، بنو قریظہ کے طالب تھے اور ان کا پیچھا کر رہے تھے

٦ ـ بَابُ التَّبْكِيرِ وَالْغَلَسِ بِالصُّبْحِ وَالصَّلَاةِ عِنْدَ الإِغَارَةِ وَالْحَرْبِ:

باب: حملہ کرنے سے پہلے صبح کی نماز اندھیرے میں جلدی پڑھ لینا اسی طرح لڑائی میں (طلوع فجر کے بعد فوراً ادا کرلینا)

٩٤٧: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ، وَثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، «أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الصُّبْحَ بِغَلَسٍ، ثُمَّ رَكِبَ فَقَالَ: اللهُ أَكْبَرُ خَرِبَتْ خَيْبَرُ، إِنَّا إِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ، فَخَرَجُوا يَسْعَوْنَ فِي السِّكَكِ وَيَقُولُونَ: مُحَمَّدٌ، وَالْخَمِيسُ، قَالَ: وَالْخَمِيسُ الْجَيْشُ فَظَهَرَ عَلَيْهِمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَتَلَ الْمُقَاتِلَةَ وَسَبَى الذَّرَارِيَّ، فَصَارَتْ صَفِيَّةُ لِدِحْيَةَ الْكَلْبِيِّ وَصَارَتْ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ تَزَوَّجَهَا وَجَعَلَ صَدَاقَهَا عِتْقَهَا، فَقَالَ عَبْدُ الْعَزِيزِ لِثَابِتٍ: يَا أَبَا مُحَمَّدٍ أَنْتَ سَأَلْتَ أَنَسًا مَا أَمْهَرَهَا؟ قَالَ: أَمْهَرَهَا نَفْسَهَا فَتَبَسَّمَ».

ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے عبدالعزیز بن صہیب اور ثابت بنانی نے، بیان کیا ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز اندھیرے ہی میں پڑھادی، پھر سوار ہوئے (پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر پہنچ گئے اور وہاں کے یہودیوں کو آپ کے آنے کی اطلاع ہوگئی) اور فرمایا «اللہ اکبر» خیبر پر بربادی آگئی۔ ہم توجب کسی قوم کے آنگن میں اتر جائیں تو ڈرائے ہوئے لوگوں کی صبح منحوس ہوگی۔ اس وقت خیبر کے یہودی گلیوں میں یہ کہتے ہوئے بھاگ رہے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم لشکر سمیت آ گئے۔ راوی نے کہا کہ (روایت میں) لفظ «خمیس» لشکر کے معنی میں ہے۔ آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح ہوئی۔ لڑنے والے جوان قتل کر دیئے گئے، عورتیں اور بچے قید ہوئے۔ اتفاق سے صفیہ، دحیہ کلبی

شرح بخاری

اور بنو قریظہ کے یہودی مطلوب تھے۔ اور نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام کو نمازِ عصر بنو قریظہ میں پہنچ کر ادا کرنے کا حکم دیا۔ اور راستے میں اس کے قضاء ہو جانے کی پرواہ نہ کی۔ تو جب طالب کے لئے نماز قضاء کرنا درست ہوا تو راستے میں سواری پر اشارہ سے پڑھنا بالاَولیٰ درست ہو گا۔ بنو قریظہ پہنچنے والے صحابہ میں سے ہر ایک نے اپنے اجتہاد پر عمل کیا۔ ان میں سے بعض نے یہ سمجھا کہ نبی کریم علیہ السلام کے فرمان کا مطلب یہ ہے کہ جلدی پہنچو، درمیان میں ٹھہرو نہیں تو خیال کیا کہ ہم نماز لیٹ کیوں کریں انہوں نے راستے میں سواریوں پر نماز پڑھ لی۔ بعض نے سمجھا کہ حکم کو بجالانا ضروری ہے۔ اور نماز بھی حکم کی تعمیل ہے تو آپ کے حکم کی تعمیل میں نماز لیٹ ہو جائے تو ہم گناہ گار نہیں ہوں گے۔ بہر حال فریقین کی نیت بخیر تھی اس لئے کوئی بھی قابلِ ملامت نہ ٹھہرا۔

کے حصہ میں آئیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا اور آزادی ان کا مہر قرار پایا۔ عبدالعزیز نے ثابت سے پوچھا: ابو محمد! کیا تم نے انس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا تھا کہ صفیہ کا مہر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر کیا تھا انہوں نے جواب دیا کہ خود انہیں کو ان کے مہر میں دے دیا تھا۔ کہا کہ ابو محمد اس پر مسکرا دیئے۔

یعنی فجر کی نماز اندھیرے میں جلدی پڑھنے اور لڑائی اور حملہ کرتے وقت نماز ادا کرنے کا بیان۔

قولہ محمد والخمیس. خمیس سے مراد لشکر ہے اور لشکر کو خمیس اس لئے کہتے ہیں کہ یہ پانچ حصوں پر مشتمل ہوتا ہے سب سے اگلے دستہ کو مقدمہ کہتے ہیں اور سب سے پچھلے دستے کو ساقہ۔ دائیں دستے کو میمنہ اور بائیں دستہ کو میسرہ کہتے ہیں اور درمیان والے دستے کو قلب کہا جاتا ہے۔

قولہ فصارت صفیۃ امہات المؤمنین میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا بلند مقام ہے۔ یہ صفیہ، حیی بن أخطب کی بیٹی تھیں اور بنو اسرائیل سے تھیں۔ یہ کنانہ بن ابی الحقیق کی بیوی تھیں جو جنگِ خیبر میں مارا گیا تھا۔ اور صفیہ قید ہو گئیں۔ پہلے حضرت دحیہ کلبی کے حصہ غنیمت میں تھیں۔ بعد میں رسول اللہ ﷺ نے اسے اپنے حرم میں لے لیا۔ اس کے بعد یہ برضا و رغبت اسلام لے آئیں۔ آپ نے اسے آزاد کر دیا اور اپنی زوجیت میں داخل کر لیا۔ یہ ۵۰ھ میں فوت ہوئیں۔ اور جنۃ البقیع میں دفن ہوئیں۔

قولہ فقال: اللہ اکبر، خربت خیبر۔ اس سے اس موضوع کے ختم ہونے کی طرف اشارہ ہے یا حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے نکاح سے اس باب کے ختم ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ نکاح کرنے کے بعد انسان ایک نئی زندگی شروع کرتا ہے جو کہ ازدواجی زندگی کہلاتی ہے۔ اور پہلی تجرّد کی زندگی ختم ہو جاتی ہے۔

کتاب العیدین

کتاب عیدین کے مسائل کے بیان میں

١- بَابٌ فِي الْعِيدَيْنِ وَالتَّجَمُّلِ فِيهِ:

باب: دونوں عیدوں اور ان میں زیب وزینت کرنے کا بیان

٩٤٨: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ: أَخَذَ عُمَرُ جُبَّةً مِنْ إِسْتَبْرَقٍ تُبَاعُ فِي السُّوقِ فَأَخَذَهَا، فَأَتَى بِهَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ ابْتَعْ هَذِهِ تَجَمَّلْ بِهَا لِلْعِيدِ وَالْوُفُودِ. فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّمَا هَذِهِ لِبَاسُ مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ فَلَبِثَ عُمَرُ مَا شَاءَ اللهُ أَنْ يَلْبَثَ، ثُمَّ أَرْسَلَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِجُبَّةِ دِيبَاجٍ، فَأَقْبَلَ بِهَا عُمَرُ، فَأَتَى بِهَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّكَ قُلْتَ إِنَّمَا هَذِهِ لِبَاسُ مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ وَأَرْسَلْتَ إِلَيَّ بِهَذِهِ الْجُبَّةِ. فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَبِيعُهَا أَوْ تُصِيبُ بِهَا حَاجَتَكَ».

ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں شعیب نے زہری سے خبر دی، انہوں نے کہا کہ مجھے سالم بن عبداللہ نے خبر دی کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ عمر رضی اللہ عنہ ایک موٹے ریشمی کپڑے کا چغہ لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے جو بازار میں بک رہا تھا کہنے لگے: یارسول اللہ! آپ اسے خرید لیجئے اور عید اور وفود کی پذیرائی کے لیے اسے پہن کر زینت فرمایا کیجئے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تو وہ پہنے گا جس کا (آخرت میں) کوئی حصہ نہیں۔ اس کے بعد جب تک اللہ نے چاہا عمر رہی پھر ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ان کے پاس ایک ریشمی چغہ تحفہ میں بھیجا۔ عمر رضی اللہ عنہ اسے لیے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ یارسول اللہ! آپ نے تو یہ فرمایا کہ اس کو وہ پہنے گا جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں پھر آپ نے یہ میرے پاس کیوں بھیجا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اسے تیرے پہننے کو نہیں بھیجا بلکہ اس لیے کہ تم اسے بیچ کر اس کی قیمت اپنے کام میں لاؤ۔

شرح بخاری

عیدین سے مراد عید الفطر اور عید الاضحیٰ۔ دو عیدیں ہیں۔ عید کی جمع اَعیاد ہے۔ اس جمع میں جمعہ بھی شمار ہوگا عید

اصل میں عود تھا۔ میزان کے قاعدے سے واؤ یا ہوگئی ہے۔ یہ عادَ یعودُ سے ہے جس کا معنی لوٹنا ہے۔ عیدین کے یکے بعد دیگرے لوٹ کر آنے کی وجہ سے انہیں یہ نام دیا گیا ہے یا اس لئے کہ یہ دونوں لوگوں پر خوشی اور سرور کے ساتھ لوٹتی ہیں اس لئے انہیں عیدین سے موسوم کرتے ہیں۔ عید کی جمع اَعیاد آتی ہے چونکہ یہ واوی ہے لہذا چاہیئے تھا کہ جمع اَعواد ہوتی۔ لیکن واحد (عید) میں یا کے لازم ہونے کی وجہ سے اسکی جمع اعیاد یا کے ساتھ آتی ہے یا اس لئے اعیاد جمع ہے تا کہ اسکا اَعواد سے فرق ہو سکے جو کہ عُود کی جمع ہے جو بمعنی لکڑی ہے۔ گویا اشتباہ سے بچنے کے لے عید کی جمع اعیاد لائی جاتی ہے۔

اس ترجمہ باب سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصود یہ ہے کہ عید کے دن آراستہ ہونا اور زینت لگانا جائز بلکہ مستحب ہے۔ اور وجہ استدلال یہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ریشمی جبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کیا اور فرمایا اے اللہ کے رسول اسے خرید لیں۔ اور عید کے دن اسے تجمل اور زینت کے لئے استعمال کیا کریں۔ تو آپ نے فرمایا "اِنماھذہ لباس من لاخلاق لہ" اسے وہی پہنے گا جس کا جنت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جبے کے ریشمی ہونے پر انکار کیا ہے لیکن عید کے دن تجمل اور زینت اختیار کرنے پر کوئی انکار نہیں کیا۔ جس سے معلوم ہوا کہ عید کے دن تجمل اور زیب وزینت اختیار کرنا مباح بلکہ مستحب ہے۔

قولہ تجمل بھا للعید والوفود سالم کی اس حدیث میں عید کا لفظ ذکر ہوا ہے۔ لیکن کتاب الجمعہ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے نافع کی حدیث میں عید کی بجائے جمعہ کا لفظ ذکر ہوا ہے۔ نافع کی روایت میں ہے "فلبستھا یوم الجمعة وللوفد" اور دونوں صحیح ہیں گویا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے دونوں لفظ ذکر کئے تھے ان سے روایت کرنے والے نافع اور سالم میں سے ہر ایک نے ایک لفظ کے ذکر کرنے پر اکتفاء کیا ہے۔ کرمانی نے کہا ہے کہ یوم الجمعۃ بھی یوم عید ہی ہوتا ہے۔ لہذا کوئی تعارض نہیں ہے۔

٢ ـ بَابُ الْحِرَابِ وَالدَّرَقِ يَوْمَ الْعِيدِ:

باب: عید کے دن برچھیوں اور ڈھالوں سے کھیلنا

٩٤٩: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عِيسَى، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَمْرٌو، أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَسَدِيَّ حَدَّثَهُ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: «دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدِي جَارِيَتَانِ تُغَنِّيَانِ بِغِنَاءِ بُعَاثَ، فَاضْطَجَعَ عَلَى الْفِرَاشِ وَحَوَّلَ وَجْهَهُ وَدَخَلَ أَبُو بَكْرٍ فَانْتَهَرَنِي وَقَالَ: مِزْمَارَةُ الشَّيْطَانِ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَقْبَلَ عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَام، فَقَالَ: دَعْهُمَا، فَلَمَّا غَفَلَ غَمَزْتُهُمَا فَخَرَجَتَا.

ہم سے احمد بن عیسیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبداللہ بن وہب نے بیان کیا، کہا کہ مجھے عمرو بن حارث نے خبر دی کہ محمد بن عبدالرحمٰن اسدی نے ان سے بیان کیا، ان سے عروہ نے، ان سے عائشہ رضی اللہ

عنہا نے، انہوں نے بتلایا کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر تشریف لائے اس وقت میرے پاس (انصار کی) دو لڑکیاں جنگ بعاث کے قصوں کی نظمیں پڑھ رہی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بستر پر لیٹ گئے اور اپنا چہرہ دوسری طرف پھیر لیا۔ اس کے بعد ابو بکر رضی اللہ عنہ آئے اور مجھے ڈانٹا اور فرمایا کہ یہ شیطانی باجہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں؟ آخر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ جانے دو خاموش رہو پھر جب ابو بکر رضی اللہ عنہ دوسرے کام میں لگ گئے تو میں نے انہیں اشارہ کیا اور وہ چلی گئیں۔

عید کے دن برچھیوں اور ڈھالوں سے کھیلنا جائز ہے اور یہ جنگی تیاری کے لئے ہوتا ہے۔ حراب، حربۃ سے ہے جس کا معنٰی برچھی ہے اور دَرَق ڈھال کو کہتے ہیں۔ عید کے دن ہتھیار لے کر نکلنا منع ہے۔ خصوصاً حرم میں حرام ہے اور مدینہ بھی حرم ہے۔ لیکن جنگ و جہاد کے لئے مشق کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

قولہ وحوّل وجھہ آپ چہرہ پھیر کر لیٹ گئے کیونکہ یہ کام آپ کو پسند نہیں تھا؟ اور یہ چیز آپکے مقام کے خلاف تھی لیکن ان کو روکا بھی نہیں۔ کیونکہ عید کا دن تھا۔ اور یہ ان کا پیشہ بھی نہیں تھا[1]۔

۹۵۰: وَكَانَ يَوْمَ عِيدٍ يَلْعَبُ السُّودَانُ بِالدَّرَقِ وَالْحِرَابِ فَإِمَّا سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِمَّا قَالَ: تَشْتَهِينَ تَنْظُرِينَ فَقُلْتُ: نَعَمْ، فَأَقَامَنِي وَرَاءَهُ خَدِّي عَلَى خَدِّهِ وَهُوَ يَقُولُ: دُونَكُمْ يَا بَنِي أَرْفِدَةَ حَتَّى إِذَا مَلِلْتُ، قَالَ: حَسْبُكِ، قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: فَاذْهَبِي».

اور یہ عید کا دن تھا۔ حبشہ کے کچھ لوگ ڈھالوں اور برچھوں سے کھیل رہے تھے۔ اب خود میں نے کہا یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم یہ کھیل دیکھو گی؟ میں نے کہا جی ہاں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے پیچھے کھڑا کر لیا۔ میرا رخسار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار پر تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے کھیلو کھیلو اے بنی ارفدہ یہ حبشہ کے لوگوں کا لقب تھا پھر جب میں تھک گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بس! میں نے کہا جی ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جاؤ۔

٣- بَابُ سُنَّةِ الْعِيدَيْنِ لِأَهْلِ الإِسْلَامِ:

باب: اس بارے میں کہ مسلمانوں کے لیے عید کے دن پہلی سنت کیا ہے؟

۹۵۱: حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: أَخْبَرَنِي زُبَيْدٌ، قَالَ: سَمِعْتُ الشَّعْبِيَّ،

---

[1] اس حدیث کا گلوکاری اور اداکاری سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ کیونکہ ترانہ گانے والی یہ دو بچیاں تھیں بالغہ عورتیں نہیں تھیں دوسرا یہ کہ یہ بچیاں جنگِ بعاث میں مرنے والے اپنے آباء و اجداد کے مفاخر سے متعلق جنگی ترانہ پڑھ رہی تھیں۔ اس پر حیاء سوز عشقیہ اشعار کو قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ تیسرا یہ کہ گانا ان کا پیشہ نہیں تھا بلکہ عید کے موقع پر خوشی کا اظہار تھا۔ گلوگاری یا اداکاری کو پیشہ بنالینے کا اس حدیث سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔

عَنِ الْبَرَاءِ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ، فَقَالَ: «إِنَّ أَوَّلَ مَا نَبْدَأُ مِنْ يَوْمِنَا هَذَا أَنْ نُصَلِّيَ، ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَنْحَرَ، فَمَنْ فَعَلَ فَقَدْ أَصَابَ سُنَّتَنَا».

ہم سے حجاج بن منہال نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، انہیں زبید بن حارث نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ میں نے شعبی سے سنا، ان سے براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کے دن خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ پہلا کام جو ہم آج کے دن (عید الاضحیٰ) میں کرتے ہیں، یہ ہے کہ پہلے ہم نماز پڑھیں پھر واپس آکر قربانی کریں۔ جس نے اس طرح کیا وہ ہمارے طریق پر چلا۔

۹۵۲: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: دَخَلَ أَبُو بَكْرٍ وَعِنْدِي جَارِيَتَانِ مِنْ جَوَارِي الْأَنْصَارِ تُغَنِّيَانِ بِمَا تَقَاوَلَتْ الْأَنْصَارُ يَوْمَ بُعَاثَ، قَالَتْ: وَلَيْسَتَا بِمُغَنِّيَتَيْنِ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: أَمَزَامِيرُ الشَّيْطَانِ فِي بَيْتِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَلِكَ فِي يَوْمِ عِيدٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يَا أَبَا بَكْرٍ إِنَّ لِكُلِّ قَوْمٍ عِيدًا وَهَذَا عِيدُنَا».

ہم سے عبید بن اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابواسامہ نے بیان کیا، ان سے ہشام بن عروہ نے، ان سے ان کے باپ (عروہ بن زبیر) نے، ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے، آپ نے بتلایا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو میرے پاس انصار کی دو لڑکیاں وہ اشعار گا رہی تھیں جو انصار نے بعاث کی جنگ کے موقع پر کہے تھے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ یہ گانے والیاں نہیں تھیں، ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں یہ شیطانی باجے اور یہ عید کا دن تھا آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے ابوبکر! ہر قوم کی عید ہوتی ہے اور آج یہ ہماری عید ہے۔

۴۔ بَابُ الْأَكْلِ يَوْمَ الْفِطْرِ قَبْلَ الْخُرُوجِ:

باب: عید الفطر میں نماز کے لیے جانے سے پہلے کچھ کھا لینا

۹۵۳: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: «كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَغْدُو يَوْمَ الْفِطْرِ حَتَّى يَأْكُلَ تَمَرَاتٍ»، وَقَالَ مُرَجَّى بْنُ رَجَاءٍ: حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنِي أَنَسٌ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَأْكُلُهُنَّ وِتْرًا.

ہم سے محمد بن عبدالرحیم نے بیان کیا کہ ہم کو سعید بن سلیمان نے خبر دی کہ ہمیں ہشیم بن بشیر نے خبر دی، کہا کہ ہمیں عبداللہ بن ابی بکر بن انس نے خبر دی اور انہیں انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے، آپ نے بتلایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے دن نہ نکلتے جب تک کہ آپ ﷺ چند کھجوریں نہ کھالیتے اور مرجی بن رجاء نے کہا کہ مجھ سے عبیداللہ بن ابی بکر نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے انس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے، پھر یہی حدیث بیان کی کہ آپ طاق عدد کھجوریں کھاتے تھے۔

عید الفطر کے دن کھانے کی ترغیب دی گئی ہے۔ کیونکہ اس عید کے دن سے پہلے ماہ رمضان کے روزے رکھے ہوتے ہیں۔ اس لئے عید الفطر کے دن کچھ کھالینا چاہیئے۔ نحر کے دن نہ کھانے کی چند روایات آتی ہیں لیکن ان کی اسانید صحیح نہیں ہیں اس لئے امام بخاری نے ان روایات کو نظر انداز کردیا ہے اور آگے "أكل يوم النحر" کا باب لائے ہیں۔

۵ - بَابُ الأَكْلِ يَوْمَ النَّحْرِ

باب: بقرہ عید کے دن کھانا

٩٥٤: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَلْيُعِدْ. فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ: هَذَا يَوْمٌ يُشْتَهَى فِيهِ اللَّحْمُ وَذَكَرَ مِنْ جِيرَانِهِ، فَكَأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَّقَهُ، قَالَ: وَعِنْدِي جَذَعَةٌ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ شَاتَيْ لَحْمٍ، فَرَخَّصَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَا أَدْرِي أَبَلَغَتِ الرُّخْصَةُ مَنْ سِوَاهُ أَمْ لَا».

ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اسماعیل بن علیہ نے ایوب سختیانی سے، انہوں نے محمد بن سیرین سے بیان کیا، ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص نماز سے پہلے قربانی کردے اسے دوبارہ کرنی چاہیے۔ اس پر ایک شخص (ابوبردہ) نے کھڑے ہو کر کہا کہ یہ ایسا دن ہے جس میں گوشت کی خواہش زیادہ ہوتی ہے اور اس نے اپنے پڑوسیوں کی تنگی کا حال بیان کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سچا سمجھا اس شخص نے کہا کہ میرے پاس ایک سال کی پٹھیا ہے جو گوشت کی دو بکریوں سے بھی مجھے زیادہ پیاری ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر اسے اجازت دے دی کہ وہی قربانی کرے۔ اب مجھے معلوم نہیں کہ یہ اجازت دوسروں کے لیے بھی ہے یا نہیں۔

"قوله فرخص له النبي ﷺ" نبی کریم علیہ السلام نے اسے جذعہ کرنے کی رخصت دیدی۔ اس سے اگلی روایت میں "ولن تجزي عن أحد بعدك" آیا ہے یعنی تیرے علاوہ کسی کو جذعہ کی قربانی کی رخصت اور اجازت نہیں ہے۔ ابن حزم رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ جذعہ منسوخ ہوچکا ہے۔ لہٰذا نہ ضأن کا جذعہ جائز ہے اور نہ ہی شاۃ کا۔ دیگر علماء

اسے جذعہ شاۃ پر محمول کرتے ہیں۔ اور مورد کی بنا پر تخصیص کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ جذعہ بکری کا تھا۔

نحر کے دن کھانے کی اجازت پر امام بخاری رحمہ اللہ کا استدلال یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے سائل کے نمازِ عید سے پہلے قربانی کا جانور ذبح کر لینے پر انکار کیا ہے۔ لیکن ان کے نماز سے پہلے کھانا کھانے پر انکار نہیں کیا۔ لہذا نمازِ عید سے پہلے ذبح کرنا تو منع ہے لیکن کھانا پینا منع نہیں ہے۔

٩٥٥: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: خَطَبَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْأَضْحَى بَعْدَ الصَّلَاةِ، فَقَالَ: «مَنْ صَلَّى صَلَاتَنَا وَنَسَكَ نُسُكَنَا فَقَدْ أَصَابَ النُّسُكَ، وَمَنْ نَسَكَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَإِنَّهُ قَبْلَ الصَّلَاةِ وَلَا نُسُكَ لَهُ، فَقَالَ أَبُو بُرْدَةَ بْنُ نِيَارٍ خَالُ الْبَرَاءِ: يَا رَسُولَ اللهِ فَإِنِّي نَسَكْتُ شَاتِي قَبْلَ الصَّلَاةِ وَعَرَفْتُ أَنَّ الْيَوْمَ يَوْمُ أَكْلٍ وَشُرْبٍ وَأَحْبَبْتُ أَنْ تَكُونَ شَاتِي أَوَّلَ مَا يُذْبَحُ فِي بَيْتِي فَذَبَحْتُ شَاتِي وَتَغَدَّيْتُ قَبْلَ أَنْ آتِيَ الصَّلَاةَ، قَالَ: شَاتُكَ شَاةُ لَحْمٍ، قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ فَإِنَّ عِنْدَنَا عَنَاقًا لَنَا جَذَعَةً هِيَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ شَاتَيْنِ أَفَتَجْزِي عَنِّي، قَالَ: نَعَمْ، وَلَنْ تَجْزِيَ عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ».

ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے جریر نے بیان کیا، ان سے منصور نے، ان سے شعبی نے، ان سے براء بن عازب رضی اللہ عنہما نے، آپ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الاضحی کی نماز کے بعد خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ جس شخص نے ہماری نماز کی طرح نماز پڑھی اور ہماری قربانی کی طرح قربانی کی اس کی قربانی صحیح ہوئی لیکن جو شخص نماز سے پہلے قربانی کرے وہ نماز سے پہلے ہی گوشت کھاتا ہے مگر وہ قربانی نہیں۔ براء کے ماموں ابو بردہ بن نیار یہ سن کر بولے کہ یارسول اللہ! میں نے اپنی بکری کی قربانی نماز سے پہلے کر دی میں نے سوچا کہ یہ کھانے پینے کا دن ہے میری بکری اگر گھر کا پہلا ذبیحہ بنے تو بہت اچھا ہو۔ اس خیال سے میں نے بکری ذبح کر دی اور نماز سے پہلے ہی اس کا گوشت بھی کھا لیا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر تمہاری بکری گوشت کی بکری ہوئی۔ ابو بردہ بن نیار نے عرض کیا کہ میرے پاس ایک سال کی پٹھیا ہے اور وہ مجھے گوشت کی دو بکریوں سے بھی عزیز ہے، کیا اس سے میری قربانی ہو جائے گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں لیکن تمہارے بعد کسی کی قربانی اس عمر کے بچے سے کافی نہ ہو گی۔

قوله ولن تجزی عن أحد بعدك یعنی تیرے علاوہ کسی کے لئے جذعہ کی اجازت نہیں ہے لیکن شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اسکا یہ معنی کیا ہے کہ اے مخاطب جس طرح تجھے عذر پیش آگیا ہے اور تجھے جذعہ کی اجازت ہے اسی طرح اگر کسی اور کو یہ عذر پیش آجائے تو وہ بھی جذعہ کر سکتا ہے اس طرح کی حدیث سفر کے بارہ میں بھی آتی ہے

کہ صحابہ کرام میں قربانی کے جانور تقسیم کئے گئے۔ اور قاسم کے پاس جذعہ رہ گیا۔ تونبی کریم علیہ السلام نے اس سے کہا اسے توذبح کرلے۔ لیکن تیرے علاوہ کسی کے لئے جائز نہیں ہے۔ لہذا ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس قسم کے عذر والے کے لئے اب بھی جذعہ جائز ہے۔ ابن حزم منسوخ مانتے ہیں کہ جذعہ جائز نہیں ہے۔

٦ ۔ بَابُ الْخُرُوجِ إِلَى الْمُصَلَّى بِغَيْرِ مِنْبَرٍ:

باب: عید گاہ میں خالی جانا منبر نہ لے جانا

٩٥٦: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ، عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي سَرْحٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: «كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَالْأَضْحَى إِلَى الْمُصَلَّى، فَأَوَّلُ شَيْءٍ يَبْدَأُ بِهِ الصَّلَاةُ، ثُمَّ يَنْصَرِفُ فَيَقُومُ مُقَابِلَ النَّاسِ وَالنَّاسُ جُلُوسٌ عَلَى صُفُوفِهِمْ فَيَعِظُهُمْ وَيُوصِيهِمْ وَيَأْمُرُهُمْ، فَإِنْ كَانَ يُرِيدُ أَنْ يَقْطَعَ بَعْثًا قَطَعَهُ أَوْ يَأْمُرَ بِشَيْءٍ أَمَرَ بِهِ، ثُمَّ يَنْصَرِفُ»، قَالَ أَبُو سَعِيدٍ: فَلَمْ يَزَلِ النَّاسُ عَلَى ذَلِكَ حَتَّى خَرَجْتُ مَعَ مَرْوَانَ وَهُوَ أَمِيرُ الْمَدِينَةِ فِي أَضْحًى أَوْ فِطْرٍ، فَلَمَّا أَتَيْنَا الْمُصَلَّى إِذَا مِنْبَرٌ بَنَاهُ كَثِيرُ بْنُ الصَّلْتِ، فَإِذَا مَرْوَانُ يُرِيدُ أَنْ يَرْتَقِيَهُ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ فَجَبَذْتُ بِثَوْبِهِ فَجَبَذَنِي، فَارْتَفَعَ فَخَطَبَ قَبْلَ الصَّلَاةِ، فَقُلْتُ لَهُ: غَيَّرْتُمْ وَاللهِ، فَقَالَ أَبَا سَعِيدٍ: قَدْ ذَهَبَ مَا تَعْلَمُ، فَقُلْتُ: مَا أَعْلَمُ وَاللهِ خَيْرٌ مِمَّا لَا أَعْلَمُ، فَقَالَ: إِنَّ النَّاسَ لَمْ يَكُونُوا يَجْلِسُونَ لَنَا بَعْدَ الصَّلَاةِ فَجَعَلْتُهَا قَبْلَ الصَّلَاةِ.

ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن جعفر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے زید بن اسلم نے خبر دی، انہیں عیاض بن عبداللہ بن ابی سرح نے، انہیں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے، آپ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلمعید الفطر اور عید الاضحی کے دن (مدینہ کے باہر) عید گاہ تشریف لے جاتے توسب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھاتے، نماز سے فارغ ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے سامنے کھڑے ہوتے۔ تمام لوگ اپنی صفوں میں بیٹھے رہتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں وعظ و نصیحت فرماتے، اچھی باتوں کا حکم دیتے۔ اگر جہاد کے لیے کہیں لشکر بھیجنے کا ارادہ ہوتا تو اس کو الگ کرتے۔ کسی اور بات کا حکم دینا ہوتا تو وہ حکم دیتے۔ اس کے بعد شہر کو واپس تشریف لاتے۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ لوگ برابر اسی سنت پر قائم رہے لیکن معاویہ کے زمانہ میں مروان جو مدینہ کا حاکم تھا پھر میں اس کے ساتھ عید الفطر یا عید الاضحی کی نماز کے لیے نکلا ہم جب عید گاہ پہنچے تو وہاں میں نے کثیر بن صلت کا بنا ہوا ایک منبر دیکھا۔ جاتے ہی مروان نے چاہا کہ اس پر نماز سے پہلے (خطبہ دینے کے لیے) چڑھے اس لیے میں نے ان کا دامن پکڑ کر کھینچا اور لیکن وہ جھٹک کر اوپر چڑھ گیا

اور نماز سے پہلے خطبہ دیا۔ میں نے اس سے کہا کہ واللہ تم نے (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو) بدل دیا۔ مروان نے کہا کہ اے ابوسعید! اب وہ زمانہ گزر گیا جس کو تم جانتے ہو۔ ابوسعید نے کہا کہ بخدا میں جس زمانہ کو جانتا ہوں اس زمانہ سے بہتر ہے جو میں نہیں جانتا۔ مروان نے کہا کہ ہمارے دور میں لوگ نماز کے بعد نہیں بیٹھتے، اس لیے میں نے نماز سے پہلے خطبہ کو کر دیا۔

"قوله فلم يزل الناس على ذلك" بخاری رحمہ اللہ کا استدلال "ثم ينصرف فيقوم مقابل الناس" سے ہے کہ آپ نماز سے فارغ ہوکر لوگوں کے سامنے کھڑے ہوتے کیونکہ اگر منبر ہوتا تو "يرتقى" کا لفظ ہوتا۔ لہذا آپ عید کا خطبہ بغیر منبر کے دیتے تھے جبکہ ابن خزیمہ میں ہے "خطب يوم عيد على رجليه" اور یہ منبر کے نہ ہونے کے بارہ میں بالکل صریح ہے۔ اور اسی پر عمل جاری رہا۔ یہاں تک کہ مروان نے منبر استعمال کیا جو کہ بدعت تھی بعض کہتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی منبر پر خطبہ دیا تھا۔ لیکن یہ روایت معضل ہے۔ ہوسکتا ہے کہ انہوں نے ایک دفعہ ایسا کیا ہو پھر چھوڑ دیا ہو۔ جبکہ بنوامیہ نے اسے عادت ہی بنالیا تھا۔

٧- بَابُ الْمَشْيِ وَالرُّكُوبِ إِلَى الْعِيدِ بِغَيْرِ أَذَانٍ وَلَا إِقَامَةٍ:

باب: نماز عید کیلئے پیدل یا سوار ہو کر جانا اور نماز کا خطبہ سے پہلے، اذان اور اقامت کے بغیر ہونا



٩٥٧: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَنَسٌ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، «أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي فِي الْأَضْحَى وَالْفِطْرِ ثُمَّ يَخْطُبُ بَعْدَ الصَّلَاةِ».

شرح بخاری

ہم سے ابراہیم بن المنذر حزامی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے انس بن عیاض نے بیان کیا، انہوں نے عبیداللہ بن عمر سے بیان کیا، ان سے نافع نے، ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الاضحی اور عید الفطر کی نماز پہلے پڑھتے پھر نماز کے بعد خطبہ دیتے۔

یہ ترجمہ باب تین مسائل پر مشتمل ہے۔ ایک عید گاہ کی طرف جانے کی صفت، کہ پیدل جائیں یا سوار ہوکر۔ دوسرا خطبہ، نمازِ عید کے بعد ہونا چاہیئے۔ تیسرا اذان اور نداء وغیرہ نہیں ہونی چاہیئے۔ دوسرا مسئلہ حضرت جابر سے مروی حدیث سے ثابت ہے اور "فبدأ بالصلوة قبل الخطبة"[1] اس بارہ میں صریح ہے۔ اور ابن عباس اور جابر کی حدیث: "لم يكن يؤذن يوم الفطر ولا يوم الأضحى"[2] سے تیسرا مسئلہ بھی ثابت ہے۔ لیکن پہلا مسئلہ آنے والی احادیث میں ذکر نہیں ہوا۔ جس سے امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ سمجھا ہے کہ پیدل جانے یا سوار ہوکر جانے کی کوئی پابندی نہیں ہے۔ لہذا پیدل جائے یا سوار ہوکر کوئی تخصیص نہیں ہے۔ ایک حدیث میں ہے "وهو يتوكأ على يد



(1) صحیح بخاری ٩٥٨ ج ٢ ص ١٨۔

(2) صحیح بخاری ٩٦٠ ج ٢ ص ٤٥١۔ مع الفتح۔

بلالؓ" آپ بلال کے ہاتھ پر ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ اس سے بعض نے استدلال کیا ہے کہ سواری استعمال کرنا درست ہے لیکن یہ تکلفات ہی ہیں۔ عیدگاہ کی طرف پیدل جانے کے بارہ میں چند روایات آتی ہیں۔ ترمذی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے "من السنة أن تخرج إلی العید ماشیًا[1]" اور ابن ماجہ میں سعد قرظ سے مروی ہے "ان النبی ﷺ کان یأتی العید ماشیًا[2]" اور اس بارہ میں ابورافع سے بھی روایت آتی ہے[3]۔ لیکن اسانید کے اعتبار سے تینوں روایات ضعیف ہیں جیسا کہ حافظ رحمہ اللہ نے کہا ہے۔

٩٥٨: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، قَالَ: أَخْبَرَنَا هِشَامٌ، أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: سَمِعْتُهُ يَقُولُ «إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمَ الْفِطْرِ فَبَدَأَ بِالصَّلَاةِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ».

ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں ہشام نے خبر دی کہ ابن جریج نے انہیں خبر دی، انہوں نے کہا کہ مجھے عطاء بن ابی رباح نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے خبر دی کہ آپ کو میں نے یہ کہتے ہوئے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عیدالفطر کے دن عیدگاہ تشریف لے گئے تو پہلے نماز پڑھی پھر خطبہ سنایا۔

٩٥٩: قَالَ قَالَ وَأَخْبَرَنِي عَطَاءٌ، أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ أَرْسَلَ إِلَى ابْنِ الزُّبَيْرِ فِي أَوَّلِ مَا بُويِعَ لَهُ «إِنَّهُ لَمْ يَكُنْ يُؤَذَّنُ بِالصَّلَاةِ يَوْمَ الْفِطْرِ إِنَّمَا الْخُطْبَةُ بَعْدَ الصَّلَاةِ».

پھر ابن جریج نے کہا کہ مجھے عطاء نے خبر دی کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص کو اس زمانہ میں بھیجا جب (شروع شروع ان کی خلافت کا زمانہ تھا آپ نے کہلایا کہ) عیدالفطر کی نماز کے لیے اذان نہیں دی جاتی تھی اور خطبہ نماز کے بعد ہوتا تھا۔

٩٦٠: وأَخْبَرَنِي عَطَاءٌ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَا: «لَمْ يَكُنْ يُؤَذَّنُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَلَا يَوْمَ الْأَضْحَى».

اور مجھے عطاء نے ابن عباس اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے واسطہ سے خبر دی کہ عیدالفطر اور عید الاضحی کی نماز کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے عہد میں اذان نہیں دی جاتی تھی۔

٩٦١: وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: سَمِعْتُهُ يَقُولُ: «إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ فَبَدَأَ بِالصَّلَاةِ، ثُمَّ خَطَبَ النَّاسَ بَعْدُ. فَلَمَّا فَرَغَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

1. ترمذی: ٥٣٠۔
2. سنن ابن ماجہ ١٢٩٧۔ ضعیف۔
3. سنن ابن ماجہ ١٣٠٠۔

نَزَلَ فَأَتَى النِّسَاءَ فَذَكَّرَهُنَّ وَهُوَ يَتَوَكَّأُ عَلَى يَدِ بِلَالٍ، وَبِلَالٌ بَاسِطٌ ثَوْبَهُ يُلْقِي فِيهِ النِّسَاءُ صَدَقَةً»، قُلْتُ لِعَطَاءٍ: أَتَرَى حَقًّا عَلَى الْإِمَامِ الْآنَ أَنْ يَأْتِيَ النِّسَاءَ فَيُذَكِّرَهُنَّ حِينَ يَفْرُغُ، قَالَ: إِنَّ ذَلِكَ لَحَقٌّ عَلَيْهِمْ وَمَا لَهُمْ أَنْ لَا يَفْعَلُوا.

اور جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ (عید کے دن) نبی کریم ﷺ کھڑے ہوئے، پہلے آپ ﷺ نے نماز پڑھی پھر خطبہ دیا، اس سے فارغ ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کی طرف گئے اور انہیں نصیحت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بلال رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کا سہارا لیے ہوئے تھے اور بلال رضی اللہ عنہ نے اپنا کپڑا پھیلا رکھا تھا، عورتیں اس میں خیرات ڈال رہی تھیں۔ میں نے اس پر عطاء سے پوچھا کہ کیا اس زمانہ میں بھی آپ امام پر یہ حق سمجھتے ہیں کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد وہ عورتوں کے پاس آکر انہیں نصیحت کرے۔ انہوں نے فرمایا کہ بیشک یہ ان پر حق ہے اور سبب کیا جو وہ ایسا نہ کریں۔

٨ - بَابُ الْخُطْبَةِ بَعْدَ الْعِيدِ:

باب: عید میں نماز کے بعد خطبہ پڑھنا

٩٦٢: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي الْحَسَنُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: «شَهِدْتُ الْعِيدَ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَبِي بَكْرٍ، وَعُمَرَ، وَعُثْمَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ فَكُلُّهُمْ كَانُوا يُصَلُّونَ قَبْلَ الْخُطْبَةِ».



ہم سے ابو عاصم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں ابن جریج نے خبر دی، انہوں نے کہا مجھے حسن بن مسلم نے خبر دی، انہیں طاؤس نے، انہیں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے آپ نے فرمایا کہ میں عید کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر اور عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم سب کے ساتھ گیا ہوں یہ لوگ پہلے نماز پڑھتے، پھر خطبہ دیا کرتے تھے۔

یہ مسئلہ اگرچہ اس سے قبل تبعاً آچکا ہے لیکن یہاں بخاری رحمہ اللہ اسے مستقل ترجمہ باب کی صورت میں ذکر کرنا چاہتے ہیں۔

"قوله لم يصل قبلها ولا بعدها" اس سے مراد یہ ہے کہ وہاں عید کے میدان میں سوائے صلوۃِ عید کے کوئی نماز نہیں پڑھی۔ بعض روایات میں گھر آکر پڑھنے کا ذکر آتا ہے۔ ویسے اس میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں نمازِ عید سے پہلے کوئی نماز نہیں پڑھنی چاہیئے۔ بعض کہتے ہیں پڑھ سکتا ہے کیونکہ منع نہیں آیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک آدمی کو نماز پڑھتے دیکھا۔ تو کہا کہ اگر میں اسے منع کروں تو اس آیت کی وعید میں داخل نہ ہو جاؤں "أرأيت الذي ينهى عبدًا إذا صلّى"[1] اور ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے اس آدمی سے کہا کہ



[1] مصنف عبدالرزاق ۵۶۲۶۔

تو نے یہ نماز پڑھی ہے جبکہ نبی اکرم ﷺ سے یہ ثابت نہیں ہے تو مجھے ڈر ہے کہ کہیں تجھے اللہ تعالیٰ عذاب نہ کرے۔

٩٦٣: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: «كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يُصَلُّونَ الْعِيدَيْنِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ».

ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابواسامہ حماد بن ابواسامہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبیداللہ نے نافع سے بیان کیا، ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما عیدین کی نماز خطبہ سے پہلے پڑھا کرتے تھے۔

٩٦٤: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى يَوْمَ الْفِطْرِ رَكْعَتَيْنِ لَمْ يُصَلِّ قَبْلَهَا وَلَا بَعْدَهَا، ثُمَّ أَتَى النِّسَاءَ وَمَعَهُ بِلَالٌ فَأَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ، فَجَعَلْنَ يُلْقِينَ تُلْقِي الْمَرْأَةُ خُرْصَهَا وَسِخَابَهَا».

ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے، انہوں نے عدی بن ثابت سے، انہوں نے سعید بن جبیر سے، انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عیدالفطر کے دن دو رکعتیں پڑھیں نہ ان سے پہلے کوئی نفل پڑھا نہ ان کے بعد۔ پھر (خطبہ پڑھ کر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کے پاس آئے اور بلال آپ کے ساتھ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے فرمایا خیرات کرو۔ وہ خیرات دینے لگیں کوئی اپنی بالی پیش کرنے لگی کوئی اپنا ہار دینے لگی۔



٩٦٥: حَدَّثَنَا آدَمُ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا زُبَيْدٌ، قَالَ: سَمِعْتُ الشَّعْبِيَّ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ أَوَّلَ مَا نَبْدَأُ فِي يَوْمِنَا هَذَا أَنْ نُصَلِّيَ، ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَنْحَرَ، فَمَنْ فَعَلَ ذَلِكَ فَقَدْ أَصَابَ سُنَّتَنَا، وَمَنْ نَحَرَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَإِنَّمَا هُوَ لَحْمٌ قَدَّمَهُ لِأَهْلِهِ لَيْسَ مِنَ النُّسُكِ فِي شَيْءٍ»، فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ يُقَالُ لَهُ أَبُو بُرْدَةَ بْنُ نِيَارٍ: يَا رَسُولَ اللهِ ذَبَحْتُ وَعِنْدِي جَذَعَةٌ خَيْرٌ مِنْ مُسِنَّةٍ، فَقَالَ: اجْعَلْهُ مَكَانَهُ، وَلَنْ تُوفِيَ أَوْ تَجْزِيَ عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ.

ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے زبید نے بیان کیا، کہا کہ میں نے شعبی سے سنا، ان سے براء بن عازب نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم اس دن پہلے نماز پڑھیں گے پھر خطبہ کے بعد واپس ہو کر قربانی کریں گے۔ جس نے اس طرح کیا اس نے ہماری سنت کے مطابق عمل کیا اور جس نے نماز سے پہلے قربانی کی تو اس کا ذبیحہ گوشت کا جانور ہے جسے وہ گھر والوں کے لیے لایا ہے، قربانی سے اس کا کوئی بھی تعلق نہیں۔ ایک انصاری رضی اللہ عنہ جن کا نام



ابو بردہ بن نیار تھا بولے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے تو (نماز سے پہلے ہی) قربانی کر دی لیکن میرے پاس ایک سال کی پٹھیا ہے جو دوندی ہوئی بکری سے بھی اچھی ہے۔ آپ نے صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کہ اچھا اسی کو بکری کے بدلہ میں قربانی کر لو اور تمہارے بعد یہ کسی اور کے لیے کافی نہ ہو گی۔

۹ - بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنْ حَمْلِ السِّلَاحِ فِي الْعِيدِ وَالْحَرَمِ:

باب: عید کے دن اور حرم کے اندر ہتھیار باندھنا مکروہ ہے

وَقَالَ الْحَسَنُ نُهُوا أَنْ يَحْمِلُوا السِّلَاحَ يَوْمَ عِيدٍ إِلَّا أَنْ يَخَافُوا عَدُوًّا.

اور امام حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ عید کے دن ہتھیار لے جانے کی ممانعت تھی مگر جب دشمن کا خوف ہوتا۔

٩٦٦: حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ يَحْيَى أَبُو السُّكَيْنِ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْمُحَارِبِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُوقَةَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، قَالَ: «كُنْتُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ حِينَ أَصَابَهُ سِنَانُ الرُّمْحِ فِي أَخْمَصِ قَدَمِهِ، فَلَزِقَتْ قَدَمُهُ بِالرِّكَابِ فَنَزَلْتُ فَنَزَعْتُهَا وَذَلِكَ بِمِنًى فَبَلَغَ الْحَجَّاجَ فَجَعَلَ يَعُودُهُ. فَقَالَ الْحَجَّاجُ: لَوْ نَعْلَمُ مَنْ أَصَابَكَ. فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: أَنْتَ أَصَبْتَنِي، قَالَ: وَكَيْفَ ؟ قَالَ: حَمَلْتَ السِّلَاحَ فِي يَوْمٍ لَمْ يَكُنْ يُحْمَلُ فِيهِ، وَأَدْخَلْتَ السِّلَاحَ الْحَرَمَ وَلَمْ يَكُنِ السِّلَاحُ يُدْخَلُ الْحَرَمَ».

ہم سے زکریا بن یحییٰ ابو السکین نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالرحمٰن محاربی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے محمد بن سوقہ نے سعید بن جبیر سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں (حج کے دن) ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھا جب نیزے کی انی آپ کے تلوے میں چبھ گئی جس کی وجہ سے آپ کا پاؤں رکاب سے چپک گیا۔ تب میں نے اتر کر اسے نکالا۔ یہ واقعہ منیٰ میں پیش آیا تھا۔ جب حجاج کو معلوم ہوا جو اس زمانہ میں ابن زبیر رضی اللہ عنہما کے قتل کے بعد حجاج کا امیر تھا تو وہ بیمار پرسی کے لیے آیا۔ حجاج نے کہا کہ کاش ہمیں معلوم ہو جاتا کہ کس نے آپ کو زخمی کیا ہے۔ اس پر ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ تو نے ہی تو مجھ کو نیزہ مارا ہے۔ حجاج نے پوچھا کہ وہ کیسے؟ آپ نے فرمایا کہ تم اس دن ہتھیار اپنے ساتھ لائے جس دن پہلے کبھی ہتھیار ساتھ نہیں لایا جاتا تھا (عیدین کے دن) تم ہتھیار حرم میں لائے حالانکہ حرم میں ہتھیار نہیں لایا جاتا تھا۔

قولہ أنت أصبتني عبدالملک بن مروان نے حجاج کو حکم دیا تھا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی مخالفت ہرگز نہ کرنا۔ لیکن اسے یہ بات پسند نہ آئی۔ بظاہر یہ مخالفت نہیں کرتا تھا۔ لیکن اس لعین نے ایک اعرابی کو کہا اس نے حربہ لیکر زہر میں بجھا کر ان کے تلوے میں مار دیا۔ خود ہی مروا کر پھر ان کی عیادت کے لئے بھی آ گیا۔ اور کہا کہ کاش کہ مجھے معلوم ہو جائے کہ آپ کو یہ حربہ کس نے مارا۔ آپ نے جواب دیا: "أنت أصبتني" تو نے ہی مارا ہے اگرچہ انہوں

نے اسے صراحتًا نہیں کہا۔ بلکہ یہی کہا ہے کہ تو نے حرم میں ہتھیار اٹھانے کی اجازت دے رکھی ہے۔

٩٦٧: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يَعْقُوبَ، قَالَ: حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: «دَخَلَ الْحَجَّاجُ عَلَى ابْنِ عُمَرَ وَأَنَا عِنْدَهُ فَقَالَ: كَيْفَ هُوَ؟ فَقَالَ: صَالِحٌ، فَقَالَ: مَنْ أَصَابَكَ؟ قَالَ: أَصَابَنِي مَنْ أَمَرَ بِحَمْلِ السِّلَاحِ فِي يَوْمٍ لَا يَحِلُّ فِيهِ حَمْلُهُ يَعْنِي الْحَجَّاجَ».

ہم سے احمد بن یعقوب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اسحاق بن سعید بن عمرو بن سعید بن عاص نے اپنے باپ سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ حجاج عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا میں بھی آپ کی خدمت میں موجود تھا۔ حجاج نے مزاج پوچھا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اچھا ہوں۔ اس نے پوچھا کہ آپ کو یہ برچھا کس نے مارا؟ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ مجھے اس شخص نے مارا جس نے اس دن ہتھیار ساتھ لے جانے کی اجازت دی جس دن ہتھیار ساتھ نہیں لے جایا جاتا تھا۔ آپ کی مراد حجاج ہی سے تھی۔

١٠ - بَابُ التَّبْكِيرِ إِلَى الْعِيدِ

باب: عید کی نماز کے لیے سویرے جانا

وَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ بُسْرٍ إِنْ كُنَّا فَرَغْنَا فِي هَذِهِ السَّاعَةِ وَذَلِكَ حِينَ التَّسْبِيحِ.

اور عبداللہ بن بسر صحابی نے (ملک شام میں امام کے دیر سے نکلنے پر اعتراض کیا اور) فرمایا کہ ہم تو نماز سے اس وقت فارغ ہو جایا کرتے تھے۔ یعنی جس وقت نفل نماز پڑھنا درست ہوتا ہے۔

٩٦٨: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ زُبَيْدٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ الْبَرَاءِ، قَالَ: خَطَبَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ، قَالَ: «إِنَّ أَوَّلَ مَا نَبْدَأُ بِهِ فِي يَوْمِنَا هَذَا أَنْ نُصَلِّيَ، ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَنْحَرَ، فَمَنْ فَعَلَ ذَلِكَ فَقَدْ أَصَابَ سُنَّتَنَا وَمَنْ ذَبَحَ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ فَإِنَّمَا هُوَ لَحْمٌ عَجَّلَهُ لِأَهْلِهِ لَيْسَ مِنَ النُّسُكِ فِي شَيْءٍ، فَقَامَ خَالِي أَبُو بُرْدَةَ بْنُ نِيَارٍ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ أَنَا ذَبَحْتُ قَبْلَ أَنْ أُصَلِّيَ وَعِنْدِي جَذَعَةٌ خَيْرٌ مِنْ مُسِنَّةٍ، قَالَ: اجْعَلْهَا مَكَانَهَا أَوْ قَالَ اذْبَحْهَا، وَلَنْ تَجْزِيَ جَذَعَةٌ عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ».

ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے زبید سے بیان کیا، ان سے شعبی نے، ان سے براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے، انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے دن خطبہ دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس دن سب سے پہلے ہمیں نماز پڑھنی چاہیے پھر (خطبہ کے بعد) واپس آ کر قربانی کرنی چاہیے جس نے اس طرح کیا اس نے ہماری سنت کے مطابق کیا اور جس نے

نماز سے پہلے ذبح کر دیا تو یہ ایک ایسا گوشت ہو گا جسے اس نے اپنے گھر والوں کے لیے جلدی سے تیار کر لیا ہے، یہ قربانی قطعاً نہیں۔ اس پر میرے ماموں ابو بردہ بن نیار نے کھڑے ہو کر کہا کہ یارسول اللہ! میں نے تو نماز کے پڑھنے سے پہلے ہی ذبح کر دیا۔ البتہ میرے پاس ایک سال کی ایک پٹھیا ہے جو دانت نکلی بکری سے بھی زیادہ بہتر ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے بدلہ میں اسے سمجھ لو یا یہ فرمایا کہ اسے ذبح کر لو اور تمہارے بعد یہ ایک سال کی پٹھیا کسی کے لیے کافی نہیں ہو گی۔

١١ ـ بَابُ فَضْلِ الْعَمَلِ فِي أَيَّامِ التَّشْرِيقِ [1]

باب: ایام تشریق میں عمل کی فضیلت کا بیان

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَاذْكُرُوا اللهَ فِي أَيَّامٍ مَعْلُومَاتٍ أَيَّامُ الْعَشْرِ وَالْأَيَّامُ الْمَعْدُودَاتُ أَيَّامُ التَّشْرِيقِ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ، وَأَبُو هُرَيْرَةَ يَخْرُجَانِ إِلَى السُّوقِ فِي أَيَّامِ الْعَشْرِ يُكَبِّرَانِ وَيُكَبِّرُ النَّاسُ بِتَكْبِيرِهِمَا وَكَبَّرَ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ خَلْفَ النَّافِلَةِ.

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ (اس آیت) اور اللہ تعالیٰ کا ذکر معلوم دنوں میں کرو میں ایام معلومات سے مراد ذی الحجہ کے دس دن ہیں اور «الأيام المعدودات» سے مراد ایام تشریق ہیں۔ ابن عمر اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما ان دس دنوں میں بازار کی طرف نکل جاتے اور لوگ ان بزرگوں کی تکبیر (تکبیرات) سن کر تکبیر کہتے اور محمد بن باقر رحمہ اللہ نفل نمازوں کے بعد بھی تکبیر کہتے تھے۔

٩٦٩: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ مُسْلِمٍ الْبَطِينِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ قَالَ: «مَا الْعَمَلُ فِي أَيَّامِ الْعَشْرِ أَفْضَلَ مِنْهَا فِي هَذِهِ» قَالُوا: وَلَا الْجِهَادُ، قَالَ: وَلَا الْجِهَادُ، إِلَّا

---

[1] امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمہ باب ایام تشریق کے ساتھ قائم کیا ہے لیکن اس کے تحت حدیث ایام عشر کی لائے ہیں۔ حافظ رحمہ اللہ نے اس کے کئی جواب دیئے ہیں ایک یہ کہ کسی چیز کی فضیلت اس کے پڑوسی کی فضیلت کے ساتھ ہوتی ہے۔ اور ایام تشریق ایام عشر کے پیچھے آتے ہیں۔ اور ایام عشر کی فضیلت حدیث مذکور سے ثابت ہے۔ تو ایام تشریق کی فضیلت اس کے پڑوس کی وجہ سے ہے۔ دوسرا یہ کہ ایام عشر کی فضیلت اس میں اعمال حج کے ادا کرنے کی وجہ سے ہے۔ اور کچھ اعمال حج ایام تشریق میں بھی ادا ہوتے ہیں جیسے رمی کرنا اور طواف افاضہ کرنا۔ لہٰذا یہ اس کے ساتھ فضیلت میں بھی شریک ہے اور ایام تشریق میں تکبیریں بھی پڑھی جاتی ہیں اس سے شروع ترجمہ باب میں ذکر ہونے والے آثار کی ترجمہ باب کے ساتھ مناسبت بھی ظاہر ہو جاتی ہے تیسرا یہ کہ ایام تشریق کا بعض (یعنی یوم النحر) ایام عشر کا بھی بعض ہے۔ کیونکہ یہ دن ایام عشر کی انتہاء اور ایام تشریق کی ابتداء ہے۔ بلکہ یہ دن تمام دنوں کا اصل اور افضل و اشرف ہے اور وہ حج اکبر کا دن ہے۔ تو جب ایام عشر کی فضیلت ثابت ہے تو ایام تشریق بھی اس فضیلت میں ایام عشر کے ساتھ شریک ہیں۔ (فتح الباری لابن حجر رحمہ اللہ ج ٢ ص ٤٥٩)

رَجُلٌ خَرَجَ يُخَاطِرُ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ فَلَمْ يَرْجِعْ بِشَيْءٍ».

ہم سے محمد بن عرعرہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے شعبہ نے سلیمان کے واسطے سے بیان کیا، ان سے مسلم بطین نے، ان سے سعید بن جبیر نے، ان سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ان دنوں کے عمل سے زیادہ کسی دن کے عمل میں فضیلت نہیں۔ لوگوں نے پوچھا اور جہاد میں بھی نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں جہاد میں بھی نہیں سوا اس شخص کے جو اپنی جان ومال خطرہ میں ڈال کر نکلا اور واپس آیا تو ساتھ کچھ بھی نہ لایا (سب کچھ اللہ کی راہ میں قربان کر دیا)۔

عمل سے مراد تکبیریں ہیں اور تکبیریں کہنے کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ ہیں جیسے نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ چاند دیکھ کر تکبیر، تحمید، تہلیل کہا کرو۔ اس کے لئے کوئی معین وقت نہیں ہے۔ یہ ذکر کثرت سے ہونا چاہیئے۔ دوسری قسم وہ ہے جو نمازوں کے بعد تکبیریں کہی جاتی ہیں۔ اس بارہ میں مرفوع حدیث نہیں ہے۔ صحابہ کرام کے فتاویٰ ہیں یا قرآن کریم کی آیت "واذكروا الله فى أيام معدودات[1]" ہے بعض اس سے رمی جمار مراد لیتے ہیں لیکن اسے عام رکھنا درست ہے۔ احناف کے نزدیک نماز کے بعد ایک دفعہ تکبیر کہنا واجب ہے۔ اس کے بعد ان کا اختلاف ہے۔ ہدایہ میں ہے کہ نویں کی فجر سے لیکر دسویں کی عصر تک ہے۔ دوسرا قول ہے کہ تیرہ تاریخ کی عصر تک ہے۔ اور ان کے نزدیک تکبیریں شہروں کے لئے ہیں کہ مرد باجماعت نماز پڑھیں پھر ایک دفعہ اونچی تکبیر کہنا واجب ہے۔ اور لا جمعة ولا تشريق إلا فى مصر جامع سے استدلال کرتے ہیں۔ اور تشریق سے مراد تکبیر لیتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے یہ معنی نامعلوم کہاں سے کیا ہے دیگر علماء نے تردید بھی کی ہے کہ تشریق کا معنی تکبیر لغت میں کہیں نہیں آتا۔ تشریق کا معنی دھوپ ہونا ہے۔ اس سے عید کی نماز پڑھنا مراد ہو سکتا ہے۔ اور لا جمعة و لا تشريق إلا فى مصر جامع سے گاؤں مراد نہیں ہے لیکن وہ گاؤں میں تکبیروں کو منع نہیں سمجھتے۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ فرض نہیں ہیں۔ عرفہ کی صبح سے لیکر تیرہ تاریخ کی عصر تک واجب کہتے ہیں ایک دفعہ اونچی کہنے کے قائل ہیں باقی اونچی نہیں ہیں۔ ہدایہ والے نے کہا ہے کہ اونچی ذکر کرنا بدعت ہے اس لئے تھوڑے دن ہونا چاہیئے۔

قوله وقال ابن عباس رضی اللہ عنہ ويذكروا اسم الله فى أيام معلومات حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے حاجیوں کے بارہ میں ابراہیم علیہ السلام سے فرمایا "وأذن فى الناس بالحج - إلي قوله ليشهدوا منافع لهم[2]"۔

منافع سے مراد تجارت بھی ہے کیونکہ ان دنوں میں لوگ تجارت بھی کرتے تھے۔ اور اَیام معلومات کا معنی عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے ایام عشر کیا ہے۔ جبکہ اس کے بعد "علىٰ مارزقهم من بهيمة الأنعام" آتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایام تشریق مراد ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ایام عشر کو ذکر کیا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ حدیث "اَیام

---

1. البقرۃ ۲۰۳
2. الحج آیت: ۲۷، ۲۸

عشر" کی لائے ہیں لیکن باب "أیام تشریق" کا قائم کیا ہے۔ حافظ رحمہ اللہ نے اسکا جواب دیتے ہوئے کہا ہے کہ ایام عشر میں یوم النحر آتا ہے جو کہ ایام عشر کی انتہاء اور ایام تشریق کے شروع میں آتا ہے۔ اور عید کا دن ایام تشریق کا دن ہے۔ بلکہ باقی دنوں کو ایام تشریق کہنا عید کے دن کی بنا پر ہے۔ لہذا اس سے ایام تشریق سے ایک دن کی فضیلت ثابت ہوگئی۔ اور باقی دن اس کے تابع ہیں۔ ان کی فضیلت بھی ثابت ہوگئی۔

"قوله و کان ابن عمر و ابوهريرة يخرجان إلي السوق ①" اس سے معلوم ہوا کہ احناف کا یہ کہنا کہ

---

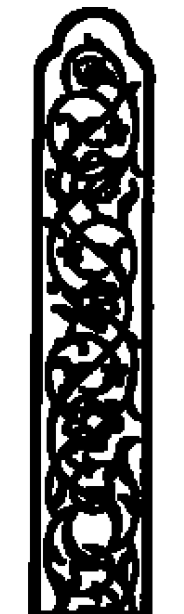
① تکبیرات عیدین کے بارہ میں صحیح مرفوع حدیث بخاری شریف میں حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے "قالت كنا نؤمر أن نخرج يوم العيد حتى نخرج البكر من خدرها حتى نخرج الحيض فيكن خلف الناس فيكبرن بتكبيرهم ويدعون بدعائهم يرجون بركة ذلك اليوم وطهرته" صحیح بخاری مع الفتح ج۲ ص۴۹۱۔ حدیث ۹۷۱ حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالی عنہا نے فرمایا ہمیں (بارگاہ رسالت سے) حکم دیا جاتا تھا کہ عید کے دن ہم خود بھی گھر سے نکلیں، اور کنواری لڑکیوں کو نیز حائضہ عورتوں کو بھی (عید گاہ میں لے جانے کے لئے) گھروں سے نکالیں حیض والی عورتیں لوگوں سے پیچھے رہیں۔ اور ان کی تکبیروں کے ساتھ وہ بھی تکبیریں پڑھیں اور ان کی دعاء کے ساتھ وہ بھی دعاء کریں اور اس دن کی برکت اور گناہوں سے طہارت کی امید رکھیں۔



الفاظ تکبیر کے بارہ میں صحابہ کرام کے آثار صحیح ثابت ہیں جو کسی مسئلہ میں مرفوع حدیث نہ ہونے کی صورت میں قابل حجت اور قابل عمل ہوتے ہیں۔ چنانچہ مصنف ابن ابی شیبہ میں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے جو الفاظ تکبیر صحت کے ساتھ ثابت ہیں وہ اس سند کے ساتھ مروی ہیں "حدثنا يحي بن سعيد القطان عن أبي بكار عن عكرمة عن ابن عباس أنه كان يكبر من صلوة الفجر يوم عرفة إلي أخر ايام التشريق يقول: الله اكبر كبيرًا ـ الله اكبر كبيرًا ـ الله أكبر وأجل الله اكبر ولله الحمد" مصنف ابن أبي شيبہ ج۲ ص۱۶۷۔ اس سند میں یحی بن سعید القطان اور عکرمہ صحیح بخاری کے رجال ہیں۔ اور أبو بکار الغزال کا نام حکم بن فروخ ہے۔ جسے علی بن مدینی اور امام نسائی نے ثقہ کہا ہے۔ اور ابن حبان نے اسے الثقات میں ذکر کیا ہے۔ (تہذیب التہذیب ج۲ ص۴۳۷)

مصنف عبد الرزاق میں صحیح سند کے ساتھ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے یہ الفاظ تکبیر منقول ہیں "الله اكبر الله أكبر، الله اكبر كبيرًا" حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو صحیح ترین قرار دیا ہے۔ (فتح الباری ج۲ ص۴۶۲، سنن کبریٰ للبیہقی ج۳ ص۳۱۶)

امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمہ باب میں ذکر کیا ہے "كان عمر رضي الله تعالي عنه يكبر في قبته بمنى فيسمعه أهل المسجد فيكبرون ويكبر أهل الأسواق حتى ترتج منى تكبيرًا" حضرت عمر رضی اللہ عنہ منی کے دنوں میں اپنے خیمہ میں تکبیریں کہتے۔ اہل مسجد سنتے اور وہ بھی تکبیریں کہتے۔ اور بازاروں والے بھی تکبیریں کہتے۔ یہاں تک کہ وادی منی تکبیروں کی صدا سے گونج اٹھتی تھی۔ نیز فرماتے ہیں "وكان ابن عمر رضی اللہ عنہ يكبر بمنى تلك الأيام وخلف الصلوات وعلى فراشه وفي فسطاطه ومجلسه وممشاه وتلك الأيام جميعًا" حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بھی ان دنوں نمازوں کے بعد اپنے بستر پر۔ اپنے خیمہ میں۔ اپنی مجلس میں اور راستے میں چلتے وقت ان



شہروں میں باجماعت نماز کے بعد مرد ایک دفعہ تکبیر اونچی کہیں۔ اور عورتیں نہ کہیں۔ اور نہ ہی گاؤں ہو اور نہ فرض نماز کے علاوہ کہیں یہ ان کا کہنا درست نہیں ہے۔ یہ اثر لاکر بخاری رحمہ اللہ ان کی تردید کرنا چاہتے ہیں۔ اور بتانا چاہتے ہیں کہ ان دنوں کی تکبیروں کے لئے نماز کی خصوصیت نہیں ہے۔ زین العابدین کے لڑکے محمد نے نفلی نماز کے بعد بھی تکبیریں کہی ہیں۔ آئندہ باب میں عورتوں کے تکبیریں پڑھنے کا ذکر بھی آتا ہے۔ لیکن وہ آہستہ تکبیریں کہیں گی۔ "قولہ یخاطر بنفسہ ومالہ" یعنی وہ اپنے مال اور جان کو خطرے میں ڈالتا ہے۔ اور دونوں کو قربان کر دیتا ہے۔

١٢ ۔ بَابُ التَّكْبِيرِ أَيَّامَ مِنًى وَإِذَا غَدَا إِلَى عَرَفَةَ:

باب: تکبیر منیٰ کے دنوں میں اور جب نویں تاریخ کو عرفات میں جائے

وَكَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يُكَبِّرُ فِي قُبَّتِهِ بِمِنًى فَيَسْمَعُهُ أَهْلُ الْمَسْجِدِ فَيُكَبِّرُونَ

تمام دنوں میں تکبیریں کہا کرتے تھے (صحیح بخاری ج ٢ ص ٤٦١ مع الفتح)

الفاظ تکبیر کے بارہ میں ابراہیم نخعی سے صحیح ثابت اثر حسب ذیل سند کے ساتھ مروی ہے۔ "حدثنا أبو بكر حدثنا جرير عن منصور عن إبراهيم كانوا يكبرون يوم عرفة وأحدهم مستقبل القبلة فى دبر الصلاة الله أكبر الله أكبر لا إله إلا الله والله أكبر ۔ الله أكبر ولله الحمد" مصنف ابن أبی شیبہ ج ٢ ص ١٦٧ رقم ٥٦٤٩ وسندہ صحیح (فتاوی علمیہ ج ١ ص ٤٨٠)

شیخ محمد بن صالح العثیمین سے جب الفاظ تکبیر کے بارہ میں سوال کیا گیا۔ تو انہوں نے جواب دیا "وصفته أن يقول: الله اكبر، الله اكبر، لا إله إلا الله والله اكبر، الله أكبر ولله الحمد، أو يقول: الله أكبر، الله أكبر، الله أكبر، لا إله إلا الله والله أكبر، الله اكبر ولله الحمد" الأمر فى هذا واسع" یعنی الفاظ تکبیر میں وسعت ہے۔ (فتاویٰ نور علی الدرب ج ٥ ص ٦٠٧)

نماز پنجگانہ کے بعد تکبیرات کے جواز کے بارہ میں السعودیہ کی "اللجنة الدائمة" کا فتویٰ حسب ذیل ہے "ويشرع فى عيد الأضحىٰ التكبير المطلق والمقيد. فالتكبير المطلق فى جميع الأوقات من أول دخول شهر ذى الحجة إلي أخر أيام التشريق، وأما التكبير المقيد فيكون فى أدبار الصلوات المفروضة من صلوٰة الصبح يوم عرفة إلي صلوٰة العصر من اخر أيام التشريق و قد دل على مشروعية ذلك الإجماع وفعل الصحابة رضي الله عنهم وبالله التوفيق"۔ یعنی عید الأضحیٰ میں تکبیر مطلق اور تکبیر مقید دونوں مشروع اور جائز ہیں۔ ذوالحجہ کے مہینے کے شروع سے ایام تشریق کے آخر تک تکبیریں پڑھنے کو تکبیر مطلق کہا جاتا ہے، اور عرفہ کے دن فجر کی نماز سے لے کر ایام تشریق کے آخری دن عصر کی نماز تک فرض نمازوں کے بعد تکبیرات پڑھنے کو تکبیر مقید سے موسوم کیا جاتا ہے اور اس عمل کے جواز پر اجماع اور صحابہ کرام کا عمل ہے"۔ (فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء ج ٨ ص ٣١٢) تکبیرات عید بخاری شریف کی حدیث مذکور سے ثابت ہیں اور ان کے الفاظ کے بارہ میں وسعت ہے۔ بعض لوگ اس بارہ میں ایک، دو ضعیف روایات پیش کر کے لوگوں کو اس عمل سے متنفر کرنے کی کوشش شروع کر دیتے ہیں جو غلط طریقہ کار ہے۔

وَيُكَبِّرُ أَهْلُ الْأَسْوَاقِ حَتَّى تَرْتَجَّ مِنًى تَكْبِيرًا وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُكَبِّرُ بِمِنًى تِلْكَ الْأَيَّامَ وَخَلْفَ الصَّلَوَاتِ وَعَلَى فِرَاشِهِ وَفِي فُسْطَاطِهِ وَمَجْلِسِهِ وَمَمْشَاهُ تِلْكَ الْأَيَّامَ جَمِيعًا وَكَانَتْ مَيْمُونَةُ تُكَبِّرُ يَوْمَ النَّحْرِ وَكُنَّ النِّسَاءُ يُكَبِّرْنَ خَلْفَ أَبَانَ بْنِ عُثْمَانَ، وَعُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ لَيَالِيَ التَّشْرِيقِ مَعَ الرِّجَالِ فِي الْمَسْجِدِ.

اور عمر رضی اللہ عنہ منیٰ میں اپنے ڈیرے کے اندر تکبیر کہتے تو مسجد میں موجود لوگ اسے سنتے اور وہ بھی تکبیر کہنے لگتے پھر بازار میں موجود لوگ بھی تکبیر کہنے لگتے اور سارا منیٰ تکبیر سے گونج اٹھتا۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما منیٰ میں ان دنوں میں نمازوں کے بعد، بستر پر، خیمہ میں، مجلس میں، راستے میں اور دن کے تمام ہی حصوں میں تکبیر کہتے تھے اور ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا دسویں تاریخ میں تکبیر کہتی تھیں اور عورتیں ابان بن عثمان اور عبدالعزیز کے پیچھے مسجد میں مردوں کے ساتھ تکبیر کہا کرتی تھیں۔

٩٧٠: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الثَّقَفِيُّ، قَالَ: سَأَلْتُ أَنَسًا وَنَحْنُ غَادِيَانِ مِنْ مِنًى إِلَى عَرَفَاتٍ عَنِ التَّلْبِيَةِ، كَيْفَ كُنْتُمْ تَصْنَعُونَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: «كَانَ يُلَبِّي الْمُلَبِّي لَا يُنْكَرُ عَلَيْهِ وَيُكَبِّرُ الْمُكَبِّرُ فَلَا يُنْكَرُ عَلَيْهِ».



ہم سے ابونعیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے امام مالک بن انس نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے محمد بن ابی بکر ثقفی نے بیان کیا، کہا کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے تلبیہ کے متعلق دریافت کیا کہ آپ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اسے کس طرح کہتے تھے۔ اس وقت ہم منیٰ سے عرفات کی طرف جارہے تھے، انہوں نے فرمایا کہ تلبیہ کہنے والے تلبیہ کہتے اور تکبیر کہنے والے تکبیر۔ اس پر کوئی اعتراض نہ کرتا۔

٩٧١: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ، حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ حَفْصَةَ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ، قَالَتْ: «كُنَّا نُؤْمَرُ أَنْ نَخْرُجَ يَوْمَ الْعِيدِ حَتَّى نُخْرِجَ الْبِكْرَ مِنْ خِدْرِهَا حَتَّى نُخْرِجَ الْحُيَّضَ فَيَكُنَّ خَلْفَ النَّاسِ، فَيُكَبِّرْنَ بِتَكْبِيرِهِمْ وَيَدْعُونَ بِدُعَائِهِمْ يَرْجُونَ بَرَكَةَ ذَلِكَ الْيَوْمِ وَطُهْرَتَهُ».



ہم سے محمد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عمر بن حفص بن غیاث نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے میرے باپ نے عاصم بن سلیمان سے بیان کیا، ان سے حفصہ بنت سیرین نے، ان سے ام عطیہ نے، انہوں نے فرمایا کہ (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ) میں ہمیں عید کے دن عیدگاہ میں جانے کا حکم تھا۔ کنواری لڑکیاں اور حائضہ عورتیں بھی پردہ میں باہر آتی تھیں۔ یہ سب مردوں کے پیچھے پردہ میں رہتیں۔ جب مرد تکبیر کہتے تو یہ بھی کہتیں اور جب وہ دعا کرتے تو یہ بھی کرتیں۔ اس دن کی برکت اور پاکیزگی حاصل

کرنے کی امید رکھتیں۔

ایام منیٰ سے مراد یوم العید اور تین دن اس کے بعد ہیں۔ اور "إذا غدا إلي عرفة" سے مراد نوذوالحجہ کی صبح ہے جاہلیت میں لوگ ان دنوں میں اپنے شریکوں کے لئے جانور ذبح کیا کرتے تھے۔ شریعت اسلامیہ نے ان دنوں میں تکبیرات کو مشروع کیا تا کہ اشارہ ہو جائے کہ ذبح اللہ تعالیٰ کے لئے اور اس کے نام پر ہونا چاہیئے۔

"قوله و كانت ميمونه تكبر" یہ ام المؤمنین حضرت میمونہ بنت حارث ہیں۔

"قوله و كن النساء يكبرن" عورتیں بھی آہستہ تکبیرات پڑھیں گی۔ لہذا تکبیرات مردوں کے ساتھ خاص نہیں ہیں حافظ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ علماء کا کئی مقامات میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ تکبیرات نمازوں کے بعد ہی کہی جائیں گی بعض نے کہا ہے فرضی نمازوں کے بعد کہی جائیں گی۔ نوافل کے بعد نہیں۔ بعض نے ان کو مردوں سے خاص کیا ہے گویا عورتیں تکبیریں نہیں پڑھیں گی۔ بعض نے جماعت سے خاص کیا۔ لہذا منفرد نہیں کہے گا۔ بعض نے مقیم کی تخصیص کی۔ بعض کہتے ہیں شہر والے تکبیرات کہیں گے دیہات والے نہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ یہ تمام لوگ تکبیرات پڑھیں گے۔ کسی کی تخصیص نہیں ہے۔ اور آثار اسی پر دلالت کرتے ہیں۔

تکبیرات کی ابتدا اور انتہاء میں بھی اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں یوم عرفہ کی صبح سے شروع ہوں گی اور بعض کے نزدیک نوذوالحج کی ظہر سے۔ بعض کے نزدیک عصر سے۔ بعض کے نزدیک یوم النحر کی صبح سے اور کہا گیا ہے کہ دسویں کی ظہر سے۔ اور انتہاء میں بھی اختلاف ہے بعض کے نزدیک یوم النحر کی ظہر تک تکبیریں ہیں۔ کہا گیا ہے عصر تک یہ بھی کہا گیا ہے کہ بارہ کی ظہر تک بعض کہتے ہیں کہ ایام تشریق کے آخری دن کی صبح تک ہیں۔ اس کے بعد حافظ رحمہ اللہ نے الفاظ تکبیر کے بارہ میں آثار کو ذکر کیا ہے۔

۱۳ ۔ بَابُ الصَّلَاةِ إِلَى الْحَرْبَةِ يَوْمَ الْعِيدِ:

باب: عید کے دن برچھی کو سترہ بنا کر نماز پڑھنا

۹۷۲: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ تُرْكَزُ الْحَرْبَةُ قُدَّامَهُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَالنَّحْرِ ثُمَّ يُصَلِّي».

ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالوہاب ثقفی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبیداللہ عمری نے بیان کیا، ان سے نافع نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے عیدالفطر اور عیدالاضحی کی نماز کے لیے برچھی آگے آگے اٹھائی جاتی اور وہ عیدگاہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے گاڑ دی جاتی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی کی آڑ میں نماز پڑھتے۔

عید کے دن ہتھیار لے جانا جائز نہیں ہے۔ ہاں سترہ بنانے کے لئے حربہ لے جانے میں کوئی حرج نہیں ہے وہ مجمع کے درمیان نہیں ہونا چاہیئے بلکہ امام سے آگے لے کر چلنا چاہیئے۔ جیسا کہ آئندہ باب سے معلوم ہوتا ہے۔

١٤ - بَابُ حَمْلِ الْعَنَزَةِ أَوِ الْحَرْبَةِ بَيْنَ يَدَيِ الإِمَامِ يَوْمَ الْعِيدِ:

باب: امام کے آگے آگے عید کے دن عنزہ یا حربہ لے کر چلنا

٩٧٣: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ الْحِزَامِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَمْرٍو الْأَوْزَاعِيُّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: «كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْدُو إِلَى الْمُصَلَّى وَالْعَنَزَةُ بَيْنَ يَدَيْهِ تُحْمَلُ، وَتُنْصَبُ بِالْمُصَلَّى بَيْنَ يَدَيْهِ فَيُصَلِّي إِلَيْهَا».

ہم سے ابراہیم بن المنذر حزامی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ولید بن مسلم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابوعمرو اوزاعی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے نافع نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عید گاہ جاتے تو برچھا (ڈنڈا جس کے نیچے لوہے کا پھل لگا ہوا ہو) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے آگے لے جایا جاتا تھا پھر یہ عید گاہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے گاڑ دیا جاتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی آڑ میں نماز پڑھتے۔

١٥ - بَابُ خُرُوجِ النِّسَاءِ وَالْحُيَّضِ إِلَى الْمُصَلَّى:

باب: عورتوں اور حیض والیوں کا عید گاہ میں جانا

٩٧٤: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ، قَالَتْ: «أَمَرَنَا أَنْ نُخْرِجَ الْعَوَاتِقَ وَذَوَاتِ الْخُدُورِ»، وَعَنْ أَيُّوبَ، عَنْ حَفْصَةَ بِنَحْوِهِ، وَزَادَ فِي حَدِيثِ حَفْصَةَ قَالَ أَوْ قَالَتِ الْعَوَاتِقَ: وَذَوَاتِ الْخُدُورِ وَيَعْتَزِلْنَ الْحُيَّضُ الْمُصَلَّى.

ہم سے عبداللہ بن عبدالوہاب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے ایوب سختیانی نے، ان سے محمد نے، ان سے ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے، آپ نے فرمایا کہ ہمیں حکم تھا کہ پردہ والی دوشیزاؤں کو عید گاہ کے لیے نکالیں اور ایوب سختیانی نے حفصہ رضی اللہ عنہا سے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔ حفصہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں یہ زیادتی ہے کہ دوشیزائیں اور پردہ والیاں ضرور (عید گاہ جائیں) اور حائضہ نماز کی جگہ سے علیحدہ رہیں۔

١٦ - بَابُ خُرُوجِ الصِّبْيَانِ إِلَى الْمُصَلَّى

باب: بچوں کا عید گاہ جانا

٩٧٥: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَابِسٍ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ، قَالَ: «خَرَجْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ فِطْرٍ أَوْ أَضْحَى فَصَلَّى، ثُمَّ خَطَبَ، ثُمَّ أَتَى النِّسَاءَ فَوَعَظَهُنَّ وَذَكَّرَهُنَّ وَأَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ».

ہم سے عمرو بن عباس نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالرحمٰن بن مہدی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے عبدالرحمٰن بن عابس سے بیان کیا، انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا، انہوں نے فرمایا کہ میں نے عیدالفطر یا عیدالاضحی کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھنے کے بعد خطبہ دیا پھر عورتوں کی طرف آئے اور انہیں نصیحت فرمائی اور صدقہ کے لیے حکم فرمایا۔

بچوں کو بھی عید کی نماز کے لئے جانا چاہیئے تاکہ انہیں بھی عبادت کا طریقہ معلوم ہو۔ حدیث میں اگرچہ ابن عباس کے بچہ ہونے کی صراحت نہیں ہے لیکن مصنف اپنی عادت کے مطابق اس کے دوسرے طریق کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں جس میں اس کی صراحت یوں وارد ہے "ولولا مكاني من الصغر ماشهدته" اور یہ حدیث عنقریب امام بخاری رحمہ اللہ لا رہے ہیں۔

١٧۔ بَابُ اسْتِقْبَالِ الإِمَامِ النَّاسَ فِي خُطْبَةِ الْعِيدِ:

باب: امام عید کے خطبے میں لوگوں کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو

قَالَ أَبُو سَعِيدٍ: قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُقَابِلَ النَّاسِ.

ابو سعید فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے سامنے کھڑے ہوئے۔

٩٧٦: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَلْحَةَ، عَنْ زُبَيْدٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ الْبَرَاءِ، قَالَ: «خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ أَضْحَى إِلَى الْبَقِيعِ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ، وَقَالَ: إِنَّ أَوَّلَ نُسُكِنَا فِي يَوْمِنَا هَذَا أَنْ نَبْدَأَ بِالصَّلَاةِ، ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَنْحَرَ، فَمَنْ فَعَلَ ذَلِكَ فَقَدْ وَافَقَ سُنَّتَنَا، وَمَنْ ذَبَحَ قَبْلَ ذَلِكَ فَإِنَّمَا هُوَ شَيْءٌ عَجَّلَهُ لِأَهْلِهِ لَيْسَ مِنَ النُّسُكِ فِي شَيْءٍ، فَقَامَ رَجُلٌ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي ذَبَحْتُ وَعِنْدِي جَذَعَةٌ خَيْرٌ مِنْ مُسِنَّةٍ، قَالَ: اذْبَحْهَا وَلَا تَفِي عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ».

ہم سے ابو نعیم فضل بن دکین نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے محمد بن طلحہ نے بیان کیا، ان سے زبید نے، ان سے شعبی نے، ان سے براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے، انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عید الاضحی کے دن بقیع کی طرف تشریف لے گئے اور دو رکعت عید کی نماز پڑھائی۔ پھر ہماری طرف چہرہ مبارک کر کے فرمایا کہ سب سے مقدم عبادت ہمارے اس دن کی یہ ہے کہ پہلے ہم نماز پڑھیں پھر (نماز اور خطبے سے) لوٹ کر قربانی کریں۔ اس لیے جس نے اس طرح کیا اس نے ہماری سنت کے مطابق کیا

اور جس نے نماز سے پہلے ذبح کر دیا تو وہ ایسی چیز ہے جسے اس نے اپنے گھر والوں کے کھلانے کے لیے جلدی سے مہیا کر دیا ہے اور اس کا قربانی سے کوئی تعلق نہیں۔ اس پر ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں نے تو پہلے ہی ذبح کر دیا۔ لیکن میرے پاس ایک سال کی پٹھیا ہے اور وہ دوندی بکری سے زیادہ بہتر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خیر تم اسی کو ذبح کر لو لیکن تمہارے بعد کسی کی طرف سے ایسی پٹھیا جائز نہ ہو گی۔

قولہ ثم أقبل علینا بوجھه "جبکہ امام لوگوں کی طرف متوجہ ہو گا تو لوگ بھی امام کی طرف متوجہ ہوں گے"۔

١٨ ۔ بَابُ الْعَلَمِ الَّذِي بِالْمُصَلَّى:

باب: عید گاہ میں نشان لگانا

٩٧٧: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ سُفْيَانَ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَابِسٍ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ، قِيلَ لَهُ: «أَشَهِدْتَ الْعِيدَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: نَعَمْ، وَلَوْلَا مَكَانِي مِنَ الصِّغَرِ مَا شَهِدْتُهُ حَتَّى أَتَى الْعَلَمَ الَّذِي عِنْدَ دَارِ كَثِيرِ بْنِ الصَّلْتِ، فَصَلَّى، ثُمَّ خَطَبَ، ثُمَّ أَتَى النِّسَاءَ وَمَعَهُ بِلَالٌ فَوَعَظَهُنَّ وَذَكَّرَهُنَّ وَأَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ، فَرَأَيْتُهُنَّ يَهْوِينَ بِأَيْدِيهِنَّ يَقْذِفْنَهُ فِي ثَوْبِ بِلَالٍ، ثُمَّ انْطَلَقَ هُوَ وَبِلَالٌ إِلَى بَيْتِهِ».



ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے سفیان ثوری سے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عبدالرحمٰن بن عابس نے بیان کیا، کہا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا، ان سے دریافت کیا گیا تھا کہ کیا آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عید گاہ گئے تھے؟ انہوں نے فرمایا کہ ہاں اور اگر باوجود کم عمری کے میری قدر و منزلت آپ کے یہاں نہ ہوتی تو میں جا نہیں سکتا تھا۔ آپ اس نشان پر آئے جو کثیر بن صلت کے گھر کے قریب ہے۔ آپ نے وہاں نماز پڑھائی پھر خطبہ دیا۔ اس کے بعد عورتوں کی طرف آئے۔ آپ کے ساتھ بلال رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ آپ نے انہیں وعظ اور نصیحت کی اور صدقہ کے لیے کہا۔ چنانچہ میں نے دیکھا کہ عورتیں اپنے ہاتھوں سے بلال رضی اللہ عنہ کے کپڑے میں ڈالے جا رہی تھیں۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور بلال رضی اللہ عنہ گھر واپس ہوئے۔



١٩ ۔ بَابُ مَوْعِظَةِ الْإِمَامِ النِّسَاءَ يَوْمَ الْعِيدِ:



باب: امام کا عید کے دن عورتوں کو نصیحت کرنا



٩٧٨: حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ نَصْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: سَمِعْتُهُ يَقُولُ: «قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْفِطْرِ فَصَلَّى فَبَدَأَ بِالصَّلَاةِ، ثُمَّ خَطَبَ فَلَمَّا فَرَغَ نَزَلَ

فَأَتَى النِّسَاءَ فَذَكَّرَهُنَّ وَهُوَ يَتَوَكَّأُ عَلَى يَدِ بِلَالٍ، وَبِلَالٌ بَاسِطٌ ثَوْبَهُ يُلْقِي فِيهِ النِّسَاءُ الصَّدَقَةَ»، قُلْتُ لِعَطَاءٍ: زَكَاةَ يَوْمِ الْفِطْرِ، قَالَ: لَا، وَلَكِنْ صَدَقَةً يَتَصَدَّقْنَ حِينَئِذٍ تُلْقِي فَتَخَهَا وَيُلْقِينَ، قُلْتُ: أَتُرَى حَقًّا عَلَى الْإِمَامِ ذَلِكَ وَيُذَكِّرُهُنَّ، قَالَ: إِنَّهُ لَحَقٌّ عَلَيْهِمْ وَمَا لَهُمْ لَا يَفْعَلُونَهُ.

ہم سے اسحاق بن ابراہیم بن نصر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالرزاق نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں ابن جریج نے خبر دی، کہا کہ مجھے عطاء نے خبر دی کہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کو میں نے یہ کہتے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عیدالفطر کی نماز پڑھی۔ پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی اس کے بعد خطبہ دیا۔ جب آپ ﷺ خطبہ سے فارغ ہو گئے تو اترے (نبی کریم ﷺ عیدگاہ میں منبر نہیں لے کر جاتے تھے۔ تو اس اترے سے مراد بلند جگہ سے اترے) اور عورتوں کی طرف آئے۔ پھر انہیں نصیحت فرمائی۔ آپ اس وقت بلال رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کا سہارا لیے ہوئے تھے۔ بلال رضی اللہ عنہ نے اپنا کپڑا پھیلا رکھا تھا جس میں عورتیں صدقہ ڈال رہی تھیں۔ میں نے عطاء سے پوچھا کیا یہ صدقہ فطر دے رہی تھیں۔ انہوں نے فرمایا کہ نہیں بلکہ صدقہ کے طور پر دے رہی تھیں۔ اس وقت عورتیں اپنے چھلے (وغیرہ) برابر ڈال رہی تھیں۔ پھر میں نے عطاء سے پوچھا کہ کیا آپ اب بھی امام پر اس کا حق سمجھتے ہیں کہ وہ عورتوں کو نصیحت کرے؟ انہوں نے فرمایا ہاں ان پر یہ حق ہے اور کیا وجہ ہے کہ وہ ایسا نہیں کرتے۔

٩٧٩: قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ، وَأَخْبَرَنِي الْحَسَنُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: «شَهِدْتُ الْفِطْرَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَبِي بَكْرٍ، وَعُمَرَ، وَعُثْمَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ يُصَلُّونَهَا قَبْلَ الْخُطْبَةِ، ثُمَّ يُخْطَبُ بَعْدُ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ حِينَ يُجَلِّسُ بِيَدِهِ، ثُمَّ أَقْبَلَ يَشُقُّهُمْ حَتَّى جَاءَ النِّسَاءَ مَعَهُ بِلَالٌ، فَقَالَ: يَأَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ سورة الممتحنة آية ١٢ الْآيَةَ، ثُمَّ قَالَ حِينَ فَرَغَ مِنْهَا: أَنْتُنَّ عَلَى ذَلِكِ قَالَتِ امْرَأَةٌ وَاحِدَةٌ مِنْهُنَّ: لَمْ يُجِبْهُ غَيْرُهَا، نَعَمْ لَا يَدْرِي حَسَنٌ مَنْ هِيَ قَالَ: فَتَصَدَّقْنَ، فَبَسَطَ بِلَالٌ ثَوْبَهُ ثُمَّ قَالَ: هَلُمَّ لَكُنَّ فِدَاءٌ أَبِي وَأُمِّي فَيُلْقِينَ الْفَتَخَ وَالْخَوَاتِيمَ فِي ثَوْبِ بِلَالٍ، قَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ: الْفَتَخُ الْخَوَاتِيمُ الْعِظَامُ كَانَتْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ».

ابن جریج نے کہا کہ حسن بن مسلم نے مجھے خبر دی، انہیں طاؤس نے، انہیں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہمانے، انہوں نے فرمایا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ عیدالفطر کی نماز پڑھنے گیا ہوں۔ یہ سب حضرات خطبہ سے پہلے نماز پڑھتے اور بعد میں خطبہ دیتے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے، میری نظروں کے سامنے وہ منظر ہے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم

لوگوں کو ہاتھ کے اشارے سے بٹھا رہے تھے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم صفوں سے گزرتے ہوئے عورتوں کی طرف آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بلال تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی اے نبی! جب تمہارے پاس مومن عورتیں بیعت کے لیے آئیں الآیہ۔ پھر جب خطبہ سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ کیا تم ان باتوں پر قائم ہو؟ ایک عورت نے جواب دیا کہ ہاں۔ ان کے علاوہ کوئی عورت نہ بولی، حسن کو معلوم نہیں کہ بولنے والی خاتون کون تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیرات کے لیے حکم فرمایا اور بلال رضی اللہ عنہ نے اپنا کپڑا پھیلا دیا اور کہا کہ لاؤ تم پر میرے ماں باپ فدا ہوں۔ چنانچہ عورتیں چھلے اور انگوٹھیاں بلال رضی اللہ عنہ کے کپڑے میں ڈالنے لگیں۔ عبدالرزاق نے کہا «فتخ» بڑے (چھلے) کو کہتے ہیں جس کا جاہلیت کے زمانہ میں استعمال تھا۔

۲۰ ـ بَابُ إِذَا لَمْ يَكُنْ لَهَا جِلْبَابٌ فِي الْعِيدِ:

باب: اگر کسی عورت کے پاس عید کے دن دوپٹہ (یا چادر) نہ ہو

۹۸۰: حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ، قَالَتْ: كُنَّا نَمْنَعُ جَوَارِيَنَا أَنْ يَخْرُجْنَ يَوْمَ الْعِيدِ، فَجَاءَتِ امْرَأَةٌ فَنَزَلَتْ قَصْرَ بَنِي خَلَفٍ فَأَتَيْتُهَا، فَحَدَّثَتْ أَنَّ زَوْجَ أُخْتِهَا غَزَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ غَزْوَةً فَكَانَتْ أُخْتُهَا مَعَهُ فِي سِتِّ غَزَوَاتٍ، فَقَالَتْ: فَكُنَّا نَقُومُ عَلَى الْمَرْضَى وَنُدَاوِي الْكَلْمَى، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ أَعَلَى إِحْدَانَا بَأْسٌ إِذَا لَمْ يَكُنْ لَهَا جِلْبَابٌ أَنْ لَا تَخْرُجَ، فَقَالَ: «لِتُلْبِسْهَا صَاحِبَتُهَا مِنْ جِلْبَابِهَا، فَلْيَشْهَدْنَ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُؤْمِنِينَ». قَالَتْ حَفْصَةُ: فَلَمَّا قَدِمَتْ أُمُّ عَطِيَّةَ أَتَيْتُهَا فَسَأَلْتُهَا، أَسَمِعْتِ فِي كَذَا وَكَذَا؟ قَالَتْ: نَعَمْ، بِأَبِي وَقَلَّمَا ذَكَرَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا قَالَتْ بِأَبِي، قَالَ: لِيَخْرُجِ الْعَوَاتِقُ ذَوَاتُ الْخُدُورِ أَوْ قَالَ الْعَوَاتِقُ وَذَوَاتُ الْخُدُورِ شَكَّ أَيُّوبُ، وَالْحُيَّضُ، وَيَعْتَزِلُ الْحُيَّضُ الْمُصَلَّى وَلْيَشْهَدْنَ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُؤْمِنِينَ، قَالَتْ: فَقُلْتُ لَهَا: الْحُيَّضُ، قَالَتْ: نَعَمْ، أَلَيْسَ الْحَائِضُ تَشْهَدُ عَرَفَاتٍ وَتَشْهَدُ كَذَا وَتَشْهَدُ كَذَا؟».



ہم سے ابو معمر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالوارث نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ایوب سختیانی نے حفصہ بن سیرین کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم اپنی لڑکیوں کو عید گاہ جانے سے منع کرتے تھے۔ پھر ایک خاتون باہر سے آئی اور قصر بنو خلف میں انہوں نے قیام کیا میں ان سے ملنے کے لیے حاضر ہوئی تو انہوں نے بیان کیا کہ ان کی بہن کے شوہر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بارہ لڑائیوں میں شریک رہے اور خود ان کی بہن اپنے شوہر کے ساتھ چھ لڑائیوں میں شریک ہوئی



تھیں، ان کا بیان تھا کہ ہم مریضوں کی خدمت کیا کرتے تھے اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرتے تھے۔ انہوں نے پوچھا کہ یارسول اللہ! کیا ہم میں سے اگر کسی کے پاس چادر نہ ہو اور اس وجہ سے وہ عید کے دن (عید گاہ) نہ جاسکے تو کوئی حرج ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی سہیلی اپنی چادر کا ایک حصہ اسے اڑھادے اور پھر وہ خیر اور مسلمانوں کی دعامیں شریک ہوں۔ حفصہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ پھر جب ام عطیہ رضی اللہ عنہا یہاں تشریف لائیں تو میں ان کی خدمت میں بھی حاضر ہوئی اور دریافت کیا کہ آپ نے فلاں فلاں بات سنی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ ہاں میرے باپ آپ پر فدا ہوں۔ ام عطیہ رضی اللہ عنہا جب بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتیں تو یہ ضرور کہتیں کہ میرے باپ آپ پر فدا ہوں، ہاں تو انہوں نے بتلایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جوان پردہ والی یا جوان اور پردہ والی باہر نکلیں۔ شبہ ایوب کو تھا۔ البتہ حائضہ عورتیں عید گاہ سے علیحدہ ہو کر بیٹھیں انہیں خیر اور مسلمانوں کی دعامیں ضرور شریک ہونا چاہیے۔ حفصہ نے کہا کہ میں نے ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ حائضہ عورتیں بھی؟ انہوں نے فرمایا کیا حائضہ عورتیں عرفات نہیں جاتیں اور کیا وہ فلاں فلاں جگہوں میں شریک نہیں ہوتیں (پھر اجتماع عید ہی کی شرکت میں کون سی قباحت ہے)۔

٢١۔ بَابُ اعْتِزَالِ الْحُيَّضِ الْمُصَلَّى:

باب: حائضہ عورتیں عید گاہ سے علیحدہ رہیں

٩٨١ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنِ ابْنِ عَوْنٍ، عَنْ مُحَمَّدٍ، قَالَ: قَالَتْ أُمُّ عَطِيَّةَ: «أُمِرْنَا أَنْ نَخْرُجَ فَنُخْرِجَ الْحُيَّضَ وَالْعَوَاتِقَ وَذَوَاتِ الْخُدُورِ، قَالَ ابْنُ عَوْنٍ: أَوِ الْعَوَاتِقَ ذَوَاتِ الْخُدُورِ، فَأَمَّا الْحُيَّضُ فَيَشْهَدْنَ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِينَ وَدَعْوَتَهُمْ وَيَعْتَزِلْنَ مُصَلَّاهُمْ».

ہم سے محمد بن مثنی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن ابراہیم ابن ابی عدی نے بیان کیا، ان سے عبداللہ بن عون نے بیان کیا، ان سے محمد بن سیرین نے کہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ہمیں حکم تھا کہ حائضہ عورتوں، دوشیزاؤں اور پردہ والیوں کو عید گاہ لے جائیں ابن عون نے کہا کہ یا (حدیث میں) پردہ والی دوشیزائیں ہے البتہ حائضہ عورتیں مسلمانوں کی جماعت اور دعاؤں میں شریک ہوں اور (نماز سے) الگ رہیں۔

٢٢۔ بَابُ النَّحْرِ وَالذَّبْحِ يَوْمَ النَّحْرِ بِالْمُصَلَّى:

باب: عید الاضحی کے دن عید گاہ میں نحر اور ذبح کرنا

٩٨٢: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، قَالَ: حَدَّثَنِي كَثِيرُ بْنُ فَرْقَدٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَنْحَرُ أَوْ يَذْبَحُ

بِالْمُصَلَّى».

ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے کثیر بن فرقد نے نافع سے بیان کیا، ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عیدگاہ ہی میں نحر اور ذبح کیا کرتے۔

نحر کا اطلاق اونٹ پر ہوتا ہے اور یہ لبّہ میں ہوتا ہے۔ اور ذبح لبہ اور حلق کے درمیان ہوتا ہے۔ حلق گھنڈی کو کہتے ہیں۔ اور لبّہ گڑھے کو کہتے ہیں۔ اونٹ کے لئے نحر اس لئے ہے کیونکہ اونٹ کی زیادہ رگیں لبّہ میں ہوتی ہیں اگر نحر کی جگہ ذبح اور ذبح کی جگہ نحر کرلیا جائے تو جانور حلال ہوجاتا ہے۔

۲۳ ـ بَابُ كَلَامِ الإِمَامِ وَالنَّاسِ فِي خُطْبَةِ الْعِيدِ، وَإِذَا سُئِلَ الإِمَامُ عَنْ شَيْءٍ وَهُوَ يَخْطُبُ:

باب: عید کے خطبہ میں امام کا اور لوگوں کا باتیں کرنا

وَإِذَا سُئِلَ الْإِمَامُ عَنْ شَيْءٍ وَهُوَ يَخْطُبُ.

اور امام کا جواب دینا جب خطبے میں اس سے کچھ پوچھا جائے۔



۹۸۳: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الأَحْوَصِ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَنْصُورُ بْنُ الْمُعْتَمِرِ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: خَطَبَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ بَعْدَ الصَّلَاةِ، فَقَالَ: «مَنْ صَلَّى صَلَاتَنَا وَنَسَكَ نُسُكَنَا فَقَدْ أَصَابَ النُّسُكَ، وَمَنْ نَسَكَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَتِلْكَ شَاةُ لَحْمٍ، فَقَامَ أَبُو بُرْدَةَ بْنُ نِيَارٍ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ وَاللهِ لَقَدْ نَسَكْتُ قَبْلَ أَنْ أَخْرُجَ إِلَى الصَّلَاةِ وَعَرَفْتُ أَنَّ الْيَوْمَ يَوْمُ أَكْلٍ وَشُرْبٍ فَتَعَجَّلْتُ وَأَكَلْتُ وَأَطْعَمْتُ أَهْلِي وَجِيرَانِي، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تِلْكَ شَاةُ لَحْمٍ، قَالَ: فَإِنَّ عِنْدِي عَنَاقَ جَذَعَةٍ هِيَ خَيْرٌ مِنْ شَاتَيْ لَحْمٍ فَهَلْ تَجْزِي عَنِّي، قَالَ: نَعَمْ، وَلَنْ تَجْزِيَ عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ».

ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابوالاحوص سلام بن سلیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے منصور بن معتمر نے بیان کیا کہ ان سے عامر شعبی نے، ان سے براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے، انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بقر عید کے دن نماز کے بعد خطبہ دیا اور فرمایا کہ جس نے ہماری طرح کی نماز پڑھی اور ہماری طرح کی قربانی کی، اس کی قربانی درست ہوئی۔ لیکن جس نے نماز سے پہلے قربانی کی تو وہ ذبیحہ صرف گوشت کھانے کے لیے ہوگا۔ اس پر ابو بردہ بن نیار نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قسم اللہ کی میں نے تو نماز کے لیے آنے سے پہلے قربانی کرلی میں نے یہ سمجھا کہ آج کا دن کھانے پینے کا دن ہے۔ اسی لیے میں نے جلدی کی اور خود بھی کھایا اور گھر والوں کو اور پڑوسیوں کو بھی



کھلایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہر حال یہ گوشت (کھانے کا) ہوا (قربانی نہیں) انہوں نے عرض کیا کہ میرے پاس ایک بکری کا سال بھر کا بچہ ہے وہ دو بکریوں کے گوشت سے زیادہ بہتر ہے۔ کیا میری (طرف سے اس کی) قربانی درست ہو گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں مگر تمہارے بعد کسی کی طرف سے ایسے بچے کی قربانی کافی نہ ہو گی۔

بعض علماء نے سمجھ لیا ہے کہ ترجمہ باب کے دونوں اجزاء میں تکرار پایا جاتا ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ اس ترجمہ میں دو حکم پائے جاتے ہیں۔ اور پہلا حکم دوسرے سے عام ہے۔ حدیث میں جو تکرار ابو بردہ اور نبی اکرم ﷺ کے درمیان ہوئی ہے وہ پہلے حکم پر دلالت کرتی ہے۔ اور ابو بردہ کا آپ سے عناق کے بارہ میں سوال کرنا دوسرے حکم پر دلالت کرتا ہے۔

٩٨٤: حَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ عُمَرَ، عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ: «إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى يَوْمَ النَّحْرِ، ثُمَّ خَطَبَ، فَأَمَرَ مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ أَنْ يُعِيدَ ذَبْحَهُ، فَقَامَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ جِيرَانٌ لِي إِمَّا قَالَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَإِمَّا قَالَ بِهِمْ فَقْرٌ وَإِنِّي ذَبَحْتُ قَبْلَ الصَّلَاةِ وَعِنْدِي عَنَاقٌ لِي أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ شَاتَيْ لَحْمٍ، فَرَخَّصَ لَهُ فِيهَا».

ہم سے حامد بن عمر نے بیان کیا، ان سے حماد بن زید نے، ان سے ایوب سختیانی نے، ان سے محمد نے، ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بقر عید کے دن نماز پڑھ کر خطبہ دیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے نماز سے پہلے جانور ذبح کر لیا اسے دوبارہ قربانی کرنی ہو گی۔ اس پر انصار میں سے ایک صاحب اٹھے کہ یا رسول اللہ! میرے کچھ غریب بھوکے پڑوسی ہیں یا یوں کہا وہ محتاج ہیں۔ اس لیے میں نے نماز سے پہلے ذبح کر دیا البتہ میرے پاس ایک سال کی ایک پٹھیا ہے جو دو بکریوں کے گوشت سے بھی زیادہ مجھے پسند ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اجازت دے دی۔

٩٨٥: حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ جُنْدَبٍ، قَالَ: «صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ، ثُمَّ خَطَبَ، ثُمَّ ذَبَحَ، فَقَالَ: مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ فَلْيَذْبَحْ أُخْرَى مَكَانَهَا، وَمَنْ لَمْ يَذْبَحْ فَلْيَذْبَحْ بِاسْمِ اللهِ».

ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے اسود بن قیس نے، ان سے جندب نے، انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بقر عید کے دن نماز پڑھنے کے بعد خطبہ دیا پھر قربانی کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے نماز سے پہلے ذبح کر لیا ہو تو اسے دوسرا جانور بدلہ میں قربانی کرنا چاہیے اور جس نے نماز سے پہلے ذبح نہ کیا ہو وہ اللہ کے نام پر ذبح کرے۔

۲۴ - بَابُ مَنْ خَالَفَ الطَّرِيقَ إِذَا رَجَعَ يَوْمَ الْعِيدِ:

باب: جو شخص عید گاہ کو ایک راستے سے جائے وہ گھر کو دوسرے راستے سے آئے

۹۸۶: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو تُمَيْلَةَ يَحْيَى بْنُ وَاضِحٍ، عَنْ فُلَيْحِ بْنِ سُلَيْمَانَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: «كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ يَوْمُ عِيدٍ خَالَفَ الطَّرِيقَ»، تَابَعَهُ يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ فُلَيْحٍ، وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الصَّلْتِ، عَنْ فُلَيْحٍ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَحَدِيثُ جَابِرٍ أَصَحُّ.

ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں ابو تمیلہ یحییٰ بن واضح نے خبر دی، انہیں فلیح بن سلیمان نے، انہیں سعید بن حارث نے، انہیں جابر رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عید کے دن ایک راستہ سے جاتے پھر دوسرا راستہ بدل کر آتے۔ اس روایت کی متابعت یونس بن محمد نے فلیح سے کی، ان سے سعید نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا لیکن جابر کی روایت زیادہ صحیح ہے۔

عید کے دن راستہ بدلنے کی حافظ رحمہ اللہ نے قریباً بیس حکمتیں بیان کی ہیں۔ ایک یہ کہ دونوں راستوں میں عبادت کے لئے جانے اور آنے کے پاؤں پڑ جائیں۔ اور وہ دو راستے قیامت کے دن دو گواہ بن جائیں۔ یا تا کہ دونوں راستوں کے لوگوں سے ملاقات ہو جائے۔ یا تا کہ دونوں راستوں کے لوگ آپ سے استفادہ کر لیں۔ یا تا کہ شعار اسلام کا اظہار ہو جائے۔ یا ذکر اللہ کے اظہار کے لئے۔ یا تا کہ زیادہ قدم پڑنے سے اجر زیادہ ہو جائے۔ یہ حکمتیں حافظ نے ذکر کی ہیں اگر چہ احادیث میں ان کا ذکر نہیں ہے۔

"قوله حدثنا محمد قال أخبرنا أبوتميلة" یہ محمد بن سلام ہے۔ یا محمد بن مقاتل۔ حافظ نے کہا ہے کہ ابو تمیلہ راوی میں ضعف پایا جاتا ہے۔ لیکن یہ منفرد نہیں ہے بلکہ دوسری سند اسکی متابعت میں آگئی ہے۔ اس لئے کوئی حرج نہیں ہے۔ فلیح کے بارہ میں بھی کلام کی گئی ہے۔ بعض نے اسے ثقہ کہا ہے۔ ایسے راوی کی سند حسن ہوتی ہے۔ یہ تب ہے جبکہ جرح مفسر نہ ہو۔ اگر جرح مفسَّر ہو پھر تو وہ راوی ضعیف ہوتا ہے۔ ہاں اگر جرح ہی ہو اور اختلاف نہ ہو۔ جرح اگر چہ مفسَّر نہ ہو تو ضعیف بھی ہو جاتا ہے جبکہ توثیق نہ ہو۔

"قوله تابعه يونس بن محمد عن فليح عن سعيد عن ابى هريرة" متابعت تب ہوتی ہے جبکہ راوی ایک ہو جبکہ اس حدیث کی سند ابوہریرۃ تک پہنچتی ہے۔ اور پہلی حدیث جابر کی ہے اس لئے بخاری نے کہا ہے "و حديث جابر أصح" تابعہ پر اعتراض ہے کہ سند ایک راوی کی چاہیئے۔ اس لئے کہتے ہیں کہ کچھ عبارت رہ گئی ہے۔ اصل میں ہے "تابعه يونس بن محمد عن فليح عن سعيد عن جابر" اس کے بعد ہے "قال محمد بن الصلت عن فليح عن سعيد عن أبى هريرة" اصل میں یہ عبارت ہے۔

۲۵۔ بَابُ إِذَا فَاتَهُ الْعِيدُ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ:

باب: اگر کسی کو جماعت سے عید کی نماز نہ ملے تو پھر دو رکعت پڑھ لے

جس شخص سے عید کی نماز رہ جائے یعنی وہ بعد میں آیا ہو یا گھر میں بیمار پڑا ہے، عید گاہ نہیں پہنچ سکا تو وہ گھر میں ہی دو رکعت نماز پڑھ لے۔ بعض جمعہ پر قیاس کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ چار رکعتیں پڑھے کیونکہ جمعہ رہ جائے تو ظہر کی چار رکعتیں پڑھی جاتی ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ دو یا چار پڑھنے میں اختیار ہے۔ حدیث کی باب سے مناسبت انہا ایام عید سے ہے۔ یا اہل اسلام کے لفظ سے ہے جو عورتوں، مردوں، منفرد، جماعت سب کو شامل ہے۔

لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذَا عِيدُنَا أَهْلَ الْإِسْلَامِ وَأَمَرَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ مَوْلَاهُمُ ابْنَ أَبِي عُتْبَةَ بِالزَّاوِيَةِ فَجَمَعَ أَهْلَهُ وَبَنِيهِ وَصَلَّى كَصَلَاةِ أَهْلِ الْمِصْرِ وَتَكْبِيرِهِمْ، وَقَالَ عِكْرِمَةُ: أَهْلُ السَّوَادِ يَجْتَمِعُونَ فِي الْعِيدِ يُصَلُّونَ رَكْعَتَيْنِ كَمَا يَصْنَعُ الْإِمَامُ، وَقَالَ عَطَاءٌ: إِذَا فَاتَهُ الْعِيدُ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ.

اور عورتیں بھی ایسا ہی کریں اور وہ لوگ بھی جو گھروں اور دیہاتوں وغیرہ میں ہوں اور جماعت میں نہ آسکیں (وہ بھی ایسا ہی کریں) کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ اسلام والو! یہ ہماری عید ہے۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے غلام ابن ابی عتبہ زاویہ نامی گاؤں میں رہتے تھے۔ انہیں آپ نے حکم دیا تھا کہ وہ اپنے گھر والوں اور بچوں کو جمع کر کے شہر والوں کی طرح نماز عید پڑھیں اور تکبیر کہیں۔ عکرمہ نے شہر کے قرب وجوار میں آباد لوگوں کے لیے فرمایا کہ جس طرح امام کرتا ہے یہ لوگ بھی عید کے دن جمع ہو کر دو رکعت نماز پڑھیں۔ عطاء نے کہا کہ اگر کسی کی عید کی نماز (جماعت) چھوٹ جائے تو دو رکعت (تنہا) پڑھ لے۔

۹۸۷: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، «أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ دَخَلَ عَلَيْهَا وَعِنْدَهَا جَارِيَتَانِ فِي أَيَّامِ مِنًى تُدَفِّفَانِ وَتَضْرِبَانِ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَغَشٍّ بِثَوْبِهِ، فَانْتَهَرَهُمَا أَبُو بَكْرٍ فَكَشَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ وَجْهِهِ، فَقَالَ: دَعْهُمَا يَا أَبَا بَكْرٍ، فَإِنَّهَا أَيَّامُ عِيدٍ وَتِلْكَ الْأَيَّامُ أَيَّامُ مِنًى.

ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا کہ ان سے لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے عقیل نے، ان سے ابن شہاب نے، ان سے عروہ نے، ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کے یہاں (منیٰ کے دنوں میں) تشریف لائے اس وقت گھر میں دو لڑکیاں دف بجا رہی تھیں اور بعاث کی لڑائی کی نظمیں گا رہی تھیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چہرہ مبارک پر کپڑا اوڑھے ہوئے تشریف فرما تھے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کو ڈانٹا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چہرہ مبارک سے کپڑا ہٹا کر فرمایا کہ

ابوبکر جانے بھی دو یہ عید کے دن ہیں (اور وہ بھی منیٰ میں)۔

۹۸۸: وَقَالَتْ عَائِشَةُ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتُرُنِي وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَى الْحَبَشَةِ وَهُمْ يَلْعَبُونَ فِي الْمَسْجِدِ فَزَجَرَهُمْ عُمَرُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: دَعْهُمْ أَمْنًا بَنِي أَرْفِدَةَ يَعْنِي مِنَ الْأَمْنِ».

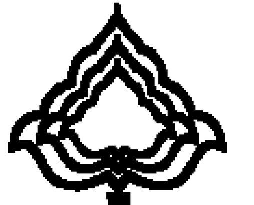
اور عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں نے (ایک دفعہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے چھپا رکھا تھا اور میں حبشہ کے لوگوں کو دیکھ رہی تھی جو مسجد میں تیروں سے کھیل رہے تھے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں ڈانٹا لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جانے دو اور ان سے فرمایا اے بنوارفدہ! تم بے فکر ہو کر کھیل دکھاؤ۔

۲۶ ـ بَابُ الصَّلَاةِ قَبْلَ الْعِيدِ وَبَعْدَهَا:

باب: عید گاہ میں عید کی نماز سے پہلے یا اس کے بعد نفل نماز پڑھنا کیسا ہے

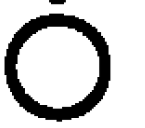
وَقَالَ أَبُو الْمُعَلَّى: سَمِعْتُ سَعِيدًا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ كَرِهَ الصَّلَاةَ قَبْلَ الْعِيدِ.

اور ابو معلی یحییٰ بن میمون نے کہا کہ میں نے سعید سے سنا، وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے تھے کہ آپ عید سے پہلے نفل نماز پڑھنا مکروہ جانتے تھے۔



۹۸۹: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ، قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمَ الْفِطْرِ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ لَمْ يُصَلِّ قَبْلَهَا وَلَا بَعْدَهَا وَمَعَهُ بِلَالٌ».

ہم سے ابوولید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھے عدی بن ثابت نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ میں نے سعید بن جبیر سے سنا، وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے دن نکلے اور (عید گاہ) میں دو رکعت نماز عید پڑھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ اس سے پہلے نفل نماز پڑھی اور نہ اس کے بعد۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بلال رضی اللہ عنہ بھی تھے۔







کتاب الوتر

کتاب نماز وتر کے مسائل کا بیان

۱۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي الْوِتْرِ

باب: وتر کا بیان

۹۹۰: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، وَعَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَلَاةِ اللَّيْلِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَام: «صَلَاةُ اللَّيْلِ مَثْنَى مَثْنَى، فَإِذَا خَشِيَ أَحَدُكُمُ الصُّبْحَ صَلَّى رَكْعَةً وَاحِدَةً تُوتِرُ لَهُ مَا قَدْ صَلَّى».

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک رحمہ اللہ نے نافع اور عبداللہ ابن دینار سے خبر دی اور انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے رات میں نماز کے متعلق معلوم کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رات کی نماز دو دو رکعت ہے پھر جب کوئی صبح ہو جانے سے ڈرے تو ایک رکعت پڑھ لے، وہ اس کی ساری نماز کو طاق بنا دے گی۔

شرح بخاری

وتر سے متعلق سات چیزوں میں اختلاف ہے۔ ایک اس کے فرض ہونے میں۔ حنفی کہتے ہیں کہ وتر واجب ہے۔ دیگر ائمہ کے نزدیک وتر سنتِ مؤکدہ ہے۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اس میں نیت چاہیئے یا نہیں۔ تیسرا اس میں کوئی مخصوص قراءت ہے یا نہیں۔ چوتھا وتر سے پہلے شفع ضروری ہے یا نہیں۔ اور اس کا آخری وقت کیا ہے۔ اور سفر میں سواری پر جائز ہے یا نہیں۔ قضاء اور قنوت میں بھی اختلاف ہے۔ محلِ قنوت اور فصل و وَصل میں بھی اختلاف ہے۔ وتر کے بعد بیٹھ کر دو رکعت پڑھ سکتا ہے یا نہیں۔ اس کے اول وقت میں بھی اختلاف ہے۔ اس بارہ میں بھی اختلاف ہے کہ یہ سارے نوافل سے بہتر ہے یا مؤکدہ سنتیں بہتر ہیں یا فجر کی مخصوص رکعتیں افضل ہیں۔ ان مسائل میں سے اکثر پر بخاری کا ترجمہ باب آ گیا ہے۔

"قوله صلوٰة الليل مثنى مثنى" اس کے مفہوم سے معلوم ہوتا ہے کہ دن کی نفلی نماز چار رکعات پڑھی جا سکتی ہے۔ جیسا کہ شرح معانی الآثار اور مصنف عبدالرزاق میں نافع سے مروی ہے "ان ابن عمر رضی اللہ عنہ كان يتطوع بالنهار بأربع لايفصل بينهن"۔ ترمذی، ابوداؤد وغیرہ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوع مروی ہے "عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: صلوٰة الليل والنهار مثنى مثنى[1]"۔ لیکن اس میں علی ازدی متفرد ہے اور اس کا تفرد

---

[1] جامع ترمذی ۵۹۷ ج ۲ ص ۴۹۱ سنن ابی داؤد ۱۲۹۵ ج ۲ ص ۲۹۔

ناقابل قبول ہے۔

ابن ہمام نے مثنیٰ مثنیٰ کا معنی چار چار کیا ہے۔ کیونکہ امام ابوحنیفہ رات کی نماز چار چار پڑھنے کو جائز سمجھتے ہیں۔ لیکن انور شاہ نے کہا ہے کہ یہ معنیٰ تب ہوسکتا ہے جبکہ مثنیٰ ایک دفعہ ہو جیسے قرآن مجید میں ہے ”فانکحوا ماطاب لکم من النساء مثنی“ یہ لفظ دراصل تقسیم کے لئے ہے یہ نہیں کہ دونوں کو جمع کر کے چار کا معنیٰ بنا لیا جائے جبکہ یہ تقسیم کے لئے ہے اور تقسیم میں تکرار آجاتا ہے جیسے کوئی شخص اپنے غلام سے کہے۔ ان فقراء میں سے ہرایک کو دو، دو روپے دے دو۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ چار چار دیدو۔ اور کہا ہے کہ یہ حدیث ہمارے خلاف پڑتی ہے کیونکہ اس کے اخیر میں آتا ہے ”فاذا خشي أحدكم الصبح صلي ركعة واحدة توترله ماقد صلي“ یعنی جب صبح ہونے کا ڈر ہو تو ایک رکعت پڑھے۔ اب اگر یہ ایک رکعت، چار سے ملائے گا تو پانچ وتر ثابت ہوجائیں گے جبکہ ہمارے ہاں وتر تین ہی ہیں۔ لہٰذا حدیث کا معنی دو، دو کرنا چاہیئے۔ کیونکہ ہم رات کی نماز دو، دو جائز سمجھتے ہیں اگرچہ بہتر چار کو سمجھتے ہیں۔ دوسرے کہتے ہیں کہ دو، دو بہتر ہیں اگرچہ چار بھی پڑھ سکتا ہے۔ امام مالک کہتے ہیں کہ دو، دو ہی پڑھنی چاہیئے۔ اس سے زیادہ نہ کرے۔ یہ خطرہ اگر دو پڑھنے کے بعد پیدا ہوا ہے تو ایک وتر ثابت ہوگیا۔ اگر یہ خطرہ پہلے پیدا ہوا ہے تو وتروں کا وجوب نہ رہا۔ کیونکہ پہلے نفل پڑھے اور اب ایک رکعت نفلوں سے جوڑے تو واجب نہیں بنے گا۔

”قوله كان يسلم بين الركعة والركعتين فى الوتر“ مولوی محمود الحسن نے اسکا معنی کیا ہے کہ جو دو رکعتین بیٹھ کر پڑھتے تھے ان کے اور وتروں کے درمیان سلام پھیرتے تھے۔ پہلی دو رکعتوں اور وتر کے درمیان نہیں۔ انور شاہ نے کہا کہ یہ معنیٰ نہیں کرنا چاہیئے۔ اور نہ ہی یہ معنیٰ یہاں بنتا ہے۔ کیونکہ دوسری حدیث میں تفصیل آتی ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ دو رکعتیں پڑھ کر غلام کو اپنی بعض حاجات کا حکم دیتے[1]۔ اس کے بعد ایک رکعت وتر پڑھتے۔ یہ صراحت آگئی ہے۔ انور شاہ نے کہا ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ نے نبی کریم علیہ السلام کو وتر پڑھتے دیکھا نہیں ہوگا۔ قولی حدیث ”صلوٰة الليل مثنى مثنى فإذا خشي احدكم......“ انہوں نے سنی تھی۔ اس سے انہوں نے فصل سمجھ لیا۔ حالانکہ بخاری میں عبداللہ بن عمرؓ کی کئی احادیث ہیں۔ جن میں انہوں نے نبی کریم علیہ السلام کی نمازِ تہجد کا فعل نقل کیا ہے۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے آپ کی نماز کو دیکھا بھی ہے۔



بعض نے کہا ہے کہ ”یسلم“ سے ”السلام علينا وعلى عباده الصالحين“ پڑھنا مراد ہے۔ آخری سلام مراد نہیں ہے۔ لیکن بات ان کے دو رکعتیں پڑھ کر غلام کو بعض حاجات کا حکم دینے کے خلاف ہے۔ کیونکہ نماز کے درمیان کلام نہیں ہوسکتی۔ اس سے اگلی حدیث میں ”ثم أوتر“ آرہا ہے۔ اور ثم سے معلوم ہوتا ہے کہ دو رکعتوں سے سلام پھیر کر وتر پڑھا ہے۔ اور ثم أوتر سے ایک وتر ہی مراد ہے۔ تین وتر مراد نہیں ہوسکتے۔ کیونکہ اس سے قبل بارہ رکعت ذکر ہوگئی ہیں۔ وتر کی ایک رکعت ملانے سے تیرہ رکعتیں پوری ہوجاتی ہیں۔

---

[1] صحیح بخاری ۹۹۱۔

۹۹۱: وَعَنْ نَافِعٍ، أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ يُسَلِّمُ بَيْنَ الرَّكْعَةِ وَالرَّكْعَتَيْنِ فِي الْوِتْرِ حَتَّى يَأْمُرَ بِبَعْضِ حَاجَتِهِ.

اور اسی سند کے ساتھ نافع سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وتر کی جب تین رکعتیں پڑھتے تو دو رکعت پڑھ کر سلام پھیرتے یہاں تک کہ ضرورت سے بات بھی کرتے۔

۹۹۲: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ مَخْرَمَةَ بْنِ سُلَيْمَانَ، عَنْ كُرَيْبٍ، أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ، أَنَّهُ بَاتَ عِنْدَ مَيْمُونَةَ وَهِيَ خَالَتُهُ فَاضْطَجَعْتُ فِي عَرْضِ وِسَادَةٍ، وَاضْطَجَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَهْلُهُ فِي طُولِهَا فَنَامَ حَتَّى انْتَصَفَ اللَّيْلُ أَوْ قَرِيبًا مِنْهُ فَاسْتَيْقَظَ يَمْسَحُ النَّوْمَ عَنْ وَجْهِهِ، ثُمَّ قَرَأَ عَشْرَ آيَاتٍ مِنْ آلِ عِمْرَانَ، «ثُمَّ قَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى شَنٍّ مُعَلَّقَةٍ فَتَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ، ثُمَّ قَامَ يُصَلِّي. فَصَنَعْتُ مِثْلَهُ. فَقُمْتُ إِلَى جَنْبِهِ فَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى رَأْسِي وَأَخَذَ بِأُذُنِي يَفْتِلُهَا، ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ أَوْتَرَ، ثُمَّ اضْطَجَعَ حَتَّى جَاءَهُ الْمُؤَذِّنُ فَقَامَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى الصُّبْحَ».

ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، ان سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے مخرمہ بن سلیمان نے بیان کیا، ان سے کریب نے اور انہیں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ آپ ایک رات اپنی خالہ ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے یہاں سوئے (آپ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ) میں تکیہ کے عرض میں لیٹ گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی بیوی لمبائی میں لیٹیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے جب آدھی رات گزر گئی یا اس کے لگ بھگ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے نیند کے اثر کو چہرہ مبارک پر ہاتھ پھیر کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دور کیا۔ اس کے بعد آل عمران کی دس آیتیں پڑھیں۔ پھر ایک پرانی مشک پانی کی بھری ہوئی لٹک رہی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس گئے اور اچھی طرح وضو کیا اور نماز کے لیے کھڑے ہو گئے۔ میں نے بھی ایسا ہی کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیار سے اپنا داہنا ہاتھ میرے سر رکھ کر اور میرا کان پکڑ کر اسے ملنے لگے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت نماز پڑھی، پھر دو رکعت، پھر دو رکعت، پھر دو رکعت، پھر دو رکعت، پھر دو رکعت سب بارہ رکعتیں پھر ایک رکعت وتر پڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم لیٹ گئے، یہاں تک کہ مؤذن صبح صادق کی اطلاع دینے آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر کھڑے ہو کر دو رکعت سنت نماز پڑھی۔ پھر باہر تشریف لائے اور صبح کی نماز پڑھائی۔

۹۹۳: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرٌو، أَنَّ عَبْدَ

الرَّحْمَنِ بْنَ الْقَاسِمِ حَدَّثَهُ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «صَلاَةُ اللَّيْلِ مَثْنَى مَثْنَى، فَإِذَا أَرَدْتَ أَنْ تَنْصَرِفَ فَارْكَعْ رَكْعَةً تُوتِرُ لَكَ مَا صَلَّيْتَ»، قَالَ الْقَاسِمُ: وَرَأَيْنَا أُنَاسًا مُنْذُ أَدْرَكْنَا يُوتِرُونَ بِثَلاَثٍ وَإِنَّ كُلًّا لَوَاسِعٌ أَرْجُو أَنْ لاَ يَكُونَ بِشَيْءٍ مِنْهُ بَأْسٌ.

ہم سے یحیٰ بن سلیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبداللہ بن وہب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں عمرو بن حارث نے خبر دی، ان سے عبدالرحمٰن بن قاسم نے اپنے باپ قاسم سے بیان کیا اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، رات کی نماز دو، دو رکعتیں ہے اور جب تو ختم کرنا چاہے تو ایک رکعت وتر پڑھ لے جو ساری نماز کو طاق بنا دے گی۔ قاسم بن محمد نے بیان کیا کہ ہم نے بہت سوں کو تین رکعت وتر پڑھتے بھی پایا ہے اور تین یا ایک (رکعت وتر) سب جائز اور مجھ کو امید ہے کہ کسی میں قباحت نہ ہو گی۔

"قولہ وإن کلًّا واسع" یعنی ایک رکعت وتر بھی پڑھ سکتا ہے اور تین بھی۔ حنفی کہتے ہیں کہ ایک رکعت پڑھنا بتیراء ہے۔ حافظ ابن القیم رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ بتیراء کی کراہت والی روایت صحیح ثابت نہیں ہے [1]۔ اور اگر صحیح ہو تو مراد اس سے یہ ہے کہ رکوع و سجود مکمل نہ ہو تو وہ بتیراء ہے کیونکہ ایک رکعت وتر پڑھنا نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام سے ثابت ہے۔ شوافع اور حنابلہ ایک رکعت پڑھنے کے قائل ہیں۔

ایک حدیث میں "لاتوتروا بثلاث [2]" آتا ہے اس کے متعلق احناف کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ تین پر اقتصار نہ کرو۔ بلکہ اس سے پہلے دو نفل پڑھ لو ورنہ مغرب کی نماز سے مشابہت ہو جائے گی۔ کیونکہ مغرب سے پہلے نماز پڑھنا منع ہے۔ حالانکہ مغرب کی نماز سے پہلی دو رکعت پڑھنا صحیح حدیث سے ثابت ہے۔ لیکن وہ کہتے ہیں کہ اس سے کنایۃً معلوم ہوتا ہے کہ نہیں پڑھنا چاہیئے۔ اور "الکنایة أبلغ من التصریح" حافظ نے کہا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ تین رکعات، دو تشہد سے نہ پڑھو، کیونکہ اس طرح مغرب کی نماز سے مشابہت ہو جائے گی۔

اس لئے تین وتر ایک تشہد سے پڑھے جائیں گے تاکہ مغرب سے مشابہت نہ ہو۔ شوکانی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اس حدیث کو اپنے اپنے مذہب کی طرف کھینچ کر لے گئے ہیں۔ اصل میں مراد یہ ہے کہ تین وتر دو سلام سے پڑھے جائیں۔ بایں طور کہ دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیا جائے پھر ایک رکعت پڑھی جائے۔ جیسا کہ امام مالک رحمہ اللہ کا مذہب ہے امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے نزدیک بھی بہتر یہ ہے کہ دو رکعتیں پڑھ کر سلام پھیر دے پھر ایک رکعت پڑھے۔ مگر یہ ائمہ تین رکعت کو ایک تشہد کے ساتھ پڑھنا جائز سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ حاکم نے

---

[1] المعجم الکبیر للطبرانی ۱۳۴۳۱ ج ۱۲ ص ۳۸۷۔

[2] شرح معانی الآثار ۱۷۳۸ ج ۱ ص ۲۹۲۔

کہا ہے۔ ویسے سارے امام کہتے ہیں کہ جس طرح چاہے پڑھ سکتا ہے۔

۹۹۴: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: عَنْ عُرْوَةُ، أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ، «أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً، كَانَتْ تِلْكَ صَلَاتَهُ تَعْنِي بِاللَّيْلِ فَيَسْجُدُ السَّجْدَةَ مِنْ ذَلِكَ قَدْرَ مَا يَقْرَأُ أَحَدُكُمْ خَمْسِينَ آيَةً قَبْلَ أَنْ يَرْفَعَ رَأْسَهُ وَيَرْكَعُ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْفَجْرِ، ثُمَّ يَضْطَجِعُ عَلَى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ حَتَّى يَأْتِيَهُ الْمُؤَذِّنُ لِلصَّلَاةِ».

ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں شعیب نے زہری سے خبر دی، انہوں نے کہا کہ مجھ سے عروہ بن زبیر نے بیان کیا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گیارہ رکعتیں (وتر اور تہجد کی) پڑھتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی نماز تھی۔ مراد ان کی رات کی نماز تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سجدہ ان رکعتوں میں اتنا لمبا ہوتا تھا کہ سر اٹھانے سے پہلے تم میں سے کوئی شخص بھی پچاس آیتیں پڑھ سکتا اور فجر کی نماز فرض سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سنت دو رکعتیں پڑھتے تھے اس کے بعد (ذرا دیر) داہنے پہلو پر لیٹ رہتے یہاں تک کہ مؤذن بلانے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتا۔

۲۔ بَابُ سَاعَاتِ الْوِتْرِ:

باب: وتر پڑھنے کے اوقات کا بیان

قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: أَوْصَانِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْوِتْرِ قَبْلَ النَّوْمِ.

اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ وصیت فرمائی کہ سونے سے پہلے وتر پڑھ لیا کرو۔

۹۹۵: حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ سِيرِينَ، قَالَ: قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ: «أَرَأَيْتَ الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْغَدَاةِ أُطِيلُ فِيهِمَا الْقِرَاءَةَ، فَقَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ مَثْنَى مَثْنَى وَيُوتِرُ بِرَكْعَةٍ وَيُصَلِّي الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْغَدَاةِ، وَكَأَنَّ الْأَذَانَ بِأُذُنَيْهِ»، قَالَ حَمَّادٌ: أَيْ سُرْعَةً.

ہم سے ابونعمان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے انس بن سیرین نے بیان کیا، کہا کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ نماز صبح سے پہلے کی دو رکعتوں کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟ کیا میں ان میں لمبی قرأت کر سکتا ہوں؟ انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو رات کی نماز (تہجد) دو، دو رکعت کر کے پڑھتے تھے پھر ایک رکعت پڑھ کر ان کو طاق بنا لیتے اور صبح کی نماز سے پہلے کی دو رکعتیں (سنت فجر تو) اس طرح پڑھتے گویا اذان (اقامت) کی آواز آپ کے کان میں پڑ

رہی ہے۔ حماد کی اس سے مراد یہ ہے کہ آپ جلدی پڑھ لیتے۔

ساعات سے مراد اوقاتِ وتر ہیں۔ ساری رات میں جب چاہے وتر پڑھ سکتا ہے۔ لیکن اس بات پر علماء کا اتفاق ہے کہ اس کا اول وقت شفق غائب ہوجانے پر عشاء کی نماز کے بعد ہے۔ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے احتیاطًا سونے سے پہلے وتر پڑھنے کی وصیت کی [1]۔ ورنہ جو شخص آخر رات اٹھنے کی قوت رکھتا ہو وہ آخر رات وتر پڑھے جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے۔ لہذا جو شخص آخر رات بیدار ہوسکتا ہے وہ بعد میں پڑھ لے ورنہ پہلے پڑھ کر سوئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وتر پہلے پڑھ لیتے اور تہجد بعد میں پڑھتے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پچھلی رات پڑھتے تھے۔ آپ نے فرمایا ایک نے قوت پر عمل کیا اور ایک نے احتیاط پر۔ گویا دونوں طرح جائز ہے۔ اگر وتر پہلی رات پڑھ لیا ہو۔ اور آخر رات بیدار ہوجائے تو حدیث میں آتا ہے کہ دو رکعت پڑھ لے اگر بیداری نہ ہوئی ہو تو وہ تہجد کے قائم مقام ہوجائیں گی۔ جیسا کہ دارمی میں ہے [2]۔

قولی روایت دو رکعتوں کی ہے اگر پچھلی رات پڑھے تو اس بارہ میں قولی روایت نہیں ہے۔ فعلی ہے بعض کہتے ہیں کہ آپ دو رکعتیں بیٹھ کر پڑھتے تھے۔ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا تھا کہ آپ نے فرمایا ہے: بیٹھ کر پڑھنے سے آدھا اجر ملتا ہے لیکن آپ بیٹھ کر پڑھتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا مجھے پورا اجر ملتا ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے بعض کہتے ہیں کہ خصوصیت نہیں ہے بلکہ آپ تھک جاتے تھے۔ اس لئے بیٹھ کر پڑھتے تھے۔ اگر کوئی شخص تھک جائے تو وہ بھی بیٹھ کر پڑھ سکتا ہے۔ ویسے بیٹھ کر پڑھنا سنت نہیں ہے۔ جیسا کہ بعض علماء نے اس سے یہی سمجھا ہے کہ بیٹھ کر پڑھے تاکہ سنت پر عمل ہوجائے پہلی رات دو رکعت پڑھنا تو قولی حدیث سے ثابت ہے۔ لیکن شوکانی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ پچھلی رات وتر اخیر میں ہونا چاہیئے۔ کیونکہ حدیث میں ہے "اجعلوا اخر صلوتکم باللیل وترًا [3]" امام ابن القیم رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اخیر میں دو رکعت پڑھ لی جائیں تو وتر پھر بھی اخیر میں رہتے ہیں۔ جیسا کہ نمازِ مغرب وتر النہار ہے حالانکہ اس کے بعد دو رکعتیں پڑھی جاتی ہیں۔ گویا یہ دو رکعتیں الگ نماز نہیں ہے بلکہ وتروں کا تتمّہ ہے۔ بظاہر شوکانی رحمہ اللہ کی بات صحیح معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ پچھلی رات کے بارہ میں قولی حدیث نہیں ہے۔

٩٩٦: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي، قَالَ: حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ، قَالَ: حَدَّثَنِي مُسْلِمٌ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: «كُلَّ اللَّيْلِ أَوْتَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَانْتَهَى وِتْرُهُ إِلَى السَّحَرِ».

ہم سے عمر بن حفص بن غیاث نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ

[1] صحیح بخاری۔ باب ساعات الوتر و سنن ابی داؤد ١٤٣٢۔

[2] سنن دارمی ١٦٠٢۔

[3] سنن ابی داؤد ١٤٣٨۔

ہم سے اعمش نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے مسلم بن کیسان نے بیان کیا، ان سے مسروق نے، ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کے ہر حصہ میں بھی وتر پڑھی ہے اور آخیر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وتر صبح کے قریب پہنچا۔

٣۔ بَابُ إِيقَاظِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَهْلَهُ بِالْوِتْرِ:

باب: وتر کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر والوں کو جگانا

اگر کسی شخص پر اعتماد ہو کہ وہ مجھے نیند سے بیدار کر دے گا تو وتر موٴخر کیا جاسکتا ہے۔ ورنہ پہلی رات ہی پڑھنا بہتر ہے۔ سونے والے کو نماز کے لئے اٹھانا مستحب عمل ہے۔ اور یہ عمل فرضی نماز کے ساتھ خاص نہیں ہے اور نہ ہی نماز کا وقت نکلنے سے خاص ہے بلکہ نماز باجماعت کے لئے اور نماز کا اول وقت پانے کے لئے بھی کسی کو جگا دینا مشروع ہے۔ قرطبی نے کہا ہے کہ یہ عمل واجب کے لئے کرنا واجب ہے اور مندوب کے لئے مستحب ہے۔

٩٩٧: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: «كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي وَأَنَا رَاقِدَةٌ مُعْتَرِضَةً عَلَى فِرَاشِهِ، فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يُوتِرَ أَيْقَظَنِي فَأَوْتَرْتُ».

ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہشام بن عروہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے میرے باپ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا کہ آپ نے فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (تہجد کی) نماز پڑھتے رہتے اور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر عرض میں لیٹی رہتی۔ جب وتر پڑھنے لگتے تو مجھے بھی جگا دیتے اور میں بھی وتر پڑھ لیتی۔

شرح بخاری

"قوله أيقظني فأوترت" صدیقہ کائنات کے اس عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز وتر کو آخر رات پڑھنا مستحب ہے خواہ نمازِ تہجد پڑھنی ہو یا نہیں۔ خواہ خود بیدار ہو یا کوئی دوسرا اسے جگائے۔

٤۔ بَابُ لِيَجْعَلْ آخِرَ صَلَاتِهِ وِتْرًا:

باب: نماز وتر رات کی تمام نمازوں کے بعد پڑھی جائے

٩٩٨: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنِي نَافِعٌ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «اجْعَلُوا آخِرَ صَلَاتِكُمْ بِاللَّيْلِ وِتْرًا».

ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید نے بیان کیا، ان سے عبید اللہ عمری نے ان سے نافع نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کیا اور ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وتر رات کی تمام نمازوں کے بعد پڑھا کرو۔

اگر پہلی رات وتر پڑھ لے تو دارمی میں ہے کہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ وہ دو رکعتیں پڑھ لے اس کے بعد اگر

نیند سے بیدار ہوجائے تو قیام کرلے جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پہلی رات وتر پڑھ لیتے تھے۔ اور پچھلی رات اٹھ کر نفل پڑھ لیتے۔ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پچھلی رات وتر پڑھتے تھے آپ نے فرمایا "أما انت یاأبابکر فقد أخذت بالوثقی وأما أنت یاعمر فقد أخذت بالقوة[1]" ابوبکر نے احتیاط پر عمل کیا ہے کہ شاید جاگ نہ آئے اور عمر رضی اللہ عنہ نے قوت پر عمل کیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اگر پہلے وتر پڑھ لئے جائیں تو پچھلی رات پھر وتر پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور اگر پچھلی رات وتر پڑھنا چاہے تو پھر نماز وتر اخیر میں ہونی چاہیئے۔ ابن القیم رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ دو رکعتیں جو ثابت ہیں وہ پڑھ سکتا ہے ان سے وتر کی آخریت میں خلل نہیں پڑتا۔

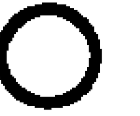
٥۔ بَابُ الْوِتْرِ عَلَى الدَّابَّةِ:

باب: نماز وتر سواری پر پڑھنے کا بیان

٩٩٩: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الخَطَّابِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ يَسَارٍ، أَنَّهُ قَالَ: كُنْتُ أَسِيرُ مَعَ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ بِطَرِيقِ مَكَّةَ، فَقَالَ سَعِيدٌ: «فَلَمَّا خَشِيتُ الصُّبْحَ نَزَلْتُ فَأَوْتَرْتُ، ثُمَّ لَحِقْتُهُ، فَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ: أَيْنَ كُنْتَ؟ فَقُلْتُ: خَشِيتُ الصُّبْحَ فَنَزَلْتُ فَأَوْتَرْتُ، فَقَالَ عَبْدُ اللهِ: أَلَيْسَ لَكَ فِي رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِسْوَةٌ حَسَنَةٌ؟ فَقُلْتُ: بَلَى وَاللهِ، قَالَ: فَإِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُوتِرُ عَلَى الْبَعِيرِ».



ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے امام مالک نے بیان کیا، انہوں نے ابوبکر بن عمر بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عمر بن خطاب سے بیان کیا اور ان کو سعید بن یسار نے بتلایا کہ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ مکہ کے راستے میں تھا۔ سعید نے کہا کہ جب راستے میں مجھے طلوع فجر کا خطرہ ہوا تو سواری سے اتر کر میں نے وتر پڑھ لیا اور پھر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے جاملا۔ آپ نے پوچھا کہ کہاں رک گئے تھے؟ میں نے کہا کہ اب صبح کا وقت ہونے ہی والا تھا اس لیے میں سواری سے اتر کر وتر پڑھنے لگا۔ اس پر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ کیا تمہارے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل اچھا نمونہ نہیں ہے۔ میں نے عرض کیا کیوں نہیں بیشک ہے۔ آپ نے بتلایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو اونٹ ہی پر وتر پڑھ لیا کرتے تھے۔



"قوله کان یوتر علی البعیر" امام بخاری رحمہ اللہ اگر یہ باب نہ لاتے تو معلوم ہوتا کہ شاید بخاری رحمہ اللہ وتر کو واجب سمجھتے ہیں۔ کیونکہ وتر کا باب، تہجد سے الگ قائم کیا ہے۔ لیکن اس باب سے معلوم ہوتا ہے کہ بخاری وتر کو واجب نہیں سمجھتے۔ بلکہ ان کے ہاں بھی نماز وتر نفلی عبادت ہے۔ انور شاہ نے کہا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ بخاری رحمہ اللہ وتر کو واجب



(1) سنن ابن ماجہ ١٢٠٢۔ ج ١ ص ٣٧٩ و مسند احمد ١٤٥٣٥ ج ٢٢ ص ٤٠٥۔

بھی سمجھتے ہوں اور سواری پر جائز بھی سمجھتے ہوں۔ حالانکہ نبی اکرم ﷺ فرض نماز کے لئے سواری سے نیچے اترا کرتے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک وتر فرض یا واجب نہیں ہے۔ بلحاظ صیغہ احناف کے ہاں فرض اور واجب ایک ہی ہیں۔ ان دونوں میں سند کا فرق ہوتا ہے۔

بعض لوگ حدیث " اجعلوا أخر صلاتکم باللیل وترًا " سے اور نبی اکرم ﷺ کے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو وتر کے لئے جگانے سے اس کے وجوب پر استدلال کرتے ہیں۔ اس لئے بخاری اس بارہ میں یہ حدیث لا کر بتانا چاہتے ہیں کہ وتر واجب نہیں بلکہ نفل ہے ہاں نفلی عبادت کے باوجود وتر مؤکد ضرور ہے۔

مسند احمد میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے سواری سے اتر کر وتر پڑھنے کا ذکر بھی آتا ہے۔" ان ابن عمر کان یصلي علی راحلته تطوعًا فإذا أراد أن یوتر نزل فأوتر علی الارض [1]" حالانکہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے وتر نیچے اتر کر استحباب پر عمل کرتے ہوئے پڑھے ہیں۔ کیونکہ نفلی نماز سواری سے نیچے اتر کر پڑھنا منع نہیں ہے۔ اس سے وتر کا وجوب ثابت نہیں ہوتا۔

٦ ـ بَابُ الْوِتْرِ فِي السَّفَرِ:

باب: نماز وتر سفر میں بھی پڑھنا

١٠٠٠: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ بْنُ أَسْمَاءَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: «كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي السَّفَرِ عَلَى رَاحِلَتِهِ حَيْثُ تَوَجَّهَتْ بِهِ يُومِئُ إِيمَاءً صَلَاةَ اللَّيْلِ إِلَّا الْفَرَائِضَ وَيُوتِرُ عَلَى رَاحِلَتِهِ».

ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے جویریہ بن اسماء نے بیان کیا، ان سے نافع نے اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں اپنی سواری ہی پر رات کی نماز اشاروں سے پڑھ لیتے تھے خواہ سواری کا رخ کسی طرف ہو جاتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اشاروں سے پڑھتے رہتے مگر فرائض اس طرح نہیں پڑھتے تھے اور وتر اپنی اونٹنی پر پڑھ لیتے۔

شرح بخاری

ضحاک وغیرہ کا خیال تھا کہ وتر سفر میں پڑھنا سنت نہیں ہے۔ اس پر رد کے لئے بخاری یہ باب لائے ہیں۔ کہ نبی اکرم ﷺ سفر میں نماز وتر ادا کیا کرتے تھے۔ اور سواری پر ہی پڑھ لیا کرتے تھے۔ لیکن فرضی نماز سواری سے اتر کر زمین پر ادا فرمایا کرتے تھے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان "لو کنت مسبحًا فی السفر لأتممت [2]" مسلم وغیرہ میں ہے تو اس سے مراد فرضی نمازوں کے ساتھ پڑھی جانے والی سنن اور نوافل ہیں وتر مراد نہیں ہے۔ کیونکہ سفر میں وتر ادا کرنا نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہے

---

(1) مسند احمد ٤٤٧٦ ج ٨ ص ٥٢۔

(2) مسلم (٩) ٦٨٩ ج ١ ص ٤٨٠۔

۷۔ بَابُ الْقُنُوتِ قَبْلَ الرُّكُوعِ وَبَعْدَهُ:

باب:(وتر اور ہر نماز میں) قنوت رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد پڑھ سکتے ہیں

۱۰۰۱: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، قَالَ: «سُئِلَ أَنَسٌ، أَقَنَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصُّبْحِ؟ قَالَ: نَعَمْ، فَقِيلَ لَهُ: أَوَقَنَتَ قَبْلَ الرُّكُوعِ؟ قَالَ: بَعْدَ الرُّكُوعِ يَسِيرًا».

ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے ایوب سختیانی نے ان سے محمد بن سیرین نے، انہوں نے کہا کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز میں قنوت پڑھا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں پھر پوچھا گیا کہ کیا رکوع سے پہلے؟ تو آپ نے فرمایا کہ رکوع کے بعد تھوڑے دنوں تک۔

امام مالک وتروں میں قنوت پڑھنے کے قائل نہیں ہیں۔ ان کے ہاں وتروں میں جو قنوت آئی ہے وہ قنوت نازلہ ہے اس سے وتروں کی قنوت مراد نہیں ہے۔ اور جو علماء وتروں کی قنوت کے قائل ہیں۔ ان میں اختلاف ہے ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ رکوع سے پہلے پڑھی جائے اور بعض بعد میں پڑھنے کے قائل ہیں۔ رکوع سے پہلے پڑھنے کی احادیث سنن ابن ماجہ [1] اور سنن ابی داؤد میں آتی ہیں۔ مگر امام ابوداؤد نے "قبل الرکوع" کے لفظ پر اعتراض کرتے ہوئے کہا ہے کہ بعض راوی اسے بیان کرتے ہیں اور بعض نہیں کرتے۔ گویا انہوں نے اسے شاذ بنایا ہے۔ ورنہ "قبل الرکوع" روایت کے راوی ثقہ ہیں۔



ایک معارضہ یہ بھی قائم کیا گیا ہے کہ اس روایت کا راوی اُبی بن کعب ہے۔ اس کے متعلق آتا ہے کہ اس نے نصف رمضان دعاء قنوت نہیں پڑھی۔ نصف کے بعد شروع کی ہے [2]۔ اگر نبی اکرم ﷺ کی حدیث میں "یقنت قبل الرکوع" ہوتا تو وہ ضرور پڑھتے۔ لیکن اس معارضہ کی کوئی حیثیت نہیں ہے کیونکہ اس کی سند منقطع ہے۔ گویا راوی نے ابی بن کعب کا زمانہ نہیں پایا۔ امام حسن کی روایت میں "قبل الرکوع" کا لفظ آتا ہے۔ ایک جگہ بعد الرکوع بھی آیا ہے۔ وہ کہتے ہیں "علمنی رسول اللہ ﷺ دعاء أقوله فی الوتر بعد الرکوع" اس لئے امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ رکوع کے بعد ہونی چاہیئے۔ قبل الرکوع کی عادت پہلے تھی۔ اور حضرت انس کی رویت میں اختلاف آتا ہے کہیں قبل الرکوع اور کہیں بعد الرکوع آتا ہے۔ بعد الرکوع کے متعلق انہوں نے کہا ہے کہ یہ قنوت نازلہ تھی۔ اور قبل الرکوع کبھی پڑھ لیتے تھے۔ ابن القیم رحمہ اللہ نے یہ تطبیق دی ہے کہ قنوت کے متعلق "قبل الرکوع" سے مراد طول قیام ہے کیونکہ طول قیام رکوع سے پہلے ہوتا ہے۔ اور قومہ کا لمبا ہونا دعاء کی وجہ سے ہوتا ہے۔ لیکن اس پر یہ اعتراض ہے



1. سنن ابن ماجہ ۱۱۸۲ ج۱ ص ۳۷۴۔
2. سنن ابی داؤد ۱۴۲۷۔

کہ ایک روایت میں بعد القراءۃ کالفظ بھی آیا ہے لہذا بعد القراءت دعاء ہوئی ہے اس لئے امام مالک رحمہ اللہ کی تطبیق ہی درست ہوگی کہ قنوت نازلہ بعد میں ہے۔ اگر اتفاقاً پہلے دعاء کرنا چاہے تو کی جاسکتی ہے۔

"قوله كان القنوت في المغرب والفجر [1]" اور مغرب کی نماز وتر النہار ہے۔ اس سے رات کے وتروں میں قنوت پڑھنا ثابت ہوتا ہے۔

"قوله إلي قوم من المشركين دون أولئك" حافظ نے کتاب المغازی میں اس کا مفہوم بیان کرتے ہوئے کہا ہے۔ "فظهر أن الذين كان بينهم وبين رسول الله ﷺ العهد، غير الذين قتلوا المسلمين" یعنی ان ستر صحابہ کرام کو قتل کرنے والے مشرک ان مشرکوں کے علاوہ تھے جن کا رسول اللہ ﷺ سے صلح کا معاہدہ ہوا تھا۔

۱۰۰۲: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَاصِمٌ، قَالَ: «سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ عَنِ الْقُنُوتِ، فَقَالَ: قَدْ كَانَ الْقُنُوتُ، قُلْتُ: قَبْلَ الرُّكُوعِ أَوْ بَعْدَهُ؟، قَالَ: قَبْلَهُ، قَالَ: فَإِنَّ فُلَانًا أَخْبَرَنِي عَنْكَ أَنَّكَ قُلْتَ بَعْدَ الرُّكُوعِ، فَقَالَ: كَذَبَ، إِنَّمَا» قَنَتَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الرُّكُوعِ شَهْرًا أُرَاهُ كَانَ بَعَثَ قَوْمًا يُقَالُ لَهُمْ: الْقُرَّاءُ زُهَاءَ سَبْعِينَ رَجُلًا إِلَى قَوْمٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ دُونَ أُولَئِكَ، وَكَانَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَهْدٌ، فَقَنَتَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهْرًا يَدْعُو عَلَيْهِمْ».

ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالواحد بن زیاد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عاصم بن سلیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے قنوت کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ دعائے قنوت (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں) پڑھی جاتی تھی۔ میں نے پوچھا کہ رکوع سے پہلے یا اس کے بعد؟ آپ نے فرمایا کہ رکوع سے پہلے۔ عاصم نے کہا کہ آپ ہی کے حوالے سے فلاں شخص نے خبر دی ہے کہ آپ نے رکوع کے بعد فرمایا تھا۔ اس کا جواب انس نے یہ دیا کہ انہوں نے غلط سمجھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کے بعد صرف ایک مہینہ دعائے قنوت پڑھی تھی۔ ہوا یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ میں سے ستر قاریوں کے قریب مشرکوں کی ایک قوم (بنی عامر) کی طرف سے ان کو تعلیم دینے کے لیے بھیجے تھے، یہ لوگ ان کے سوا تھے جن پر آپ

---

[1] قنوت نماز کی آخری رکعت میں پڑھی جاتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ باب بھی کتاب الوتر کا آخری باب ہے۔ اور اس باب کی احادیث میں سے کسی میں بھی وتر میں قنوت پڑھنے کا ذکر نہیں ہے۔ فرض نمازوں میں قنوت پڑھنے کا ذکر ہے۔ مگر جبکہ فرض نمازوں کی آخری رکعت میں قنوت پڑھنا جائز ہے تو نمازِ وتر میں قنوت پڑھنا بالاولی جائز ہے۔

شوافع کے نزدیک قنوت رکوع کے بعد پڑھی جائے گی۔ اور حنفیہ ہمیشہ رکوع سے پہلے قنوت پڑھنے کے قائل ہیں۔ جبکہ اہلحدیث کے نزدیک رکوع سے پہلے اور بعد میں دونوں طرح جائز ہے۔

نے بددعا کی تھی۔ ان میں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان عہد تھا، لیکن انہوں نے عہد شکنی کی (اور قاریوں کو مار ڈالا) تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مہینہ تک (رکوع کے بعد) قنوت پڑھتے رہے ان پر بددعا کرتے رہے۔

١٠٠٣: أخبرنا أَحْمَدُ بْنُ يُونُس، قَالَ: حَدَّثَنَا زَائِدَةُ، عَنِ التَّيْمِيِّ، عَنْ أَبِي مِجْلَزٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: «قَنَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهْرًا يَدْعُو عَلَى رِعْلٍ، وَذَكْوَانَ».

ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے زائدہ نے بیان کیا، ان سے تیمی نے، ان سے ابو مجلز نے، ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینہ تک دعا قنوت پڑھی اور اس میں قبائل رعل وذکوان پر بددعا کی تھی۔

١٠٠٤: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: «كَانَ الْقُنُوتُ فِي الْمَغْرِبِ وَالْفَجْرِ».

ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں اسماعیل بن علیہ نے خبر دی، کہا کہ ہمیں خالد حذاء نے خبر دی، انہیں ابوقلابہ نے، انہیں انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے، آپ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں قنوت مغرب اور فجر میں پڑھی جاتی تھی۔

کتاب الاستسقاء

کتاب استسقاء یعنی پانی مانگنے کا بیان

۱۔ بَابُ الِاسْتِسْقَاءِ وَخُرُوجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الِاسْتِسْقَاءِ:

باب: پانی مانگنا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پانی کے لیے (جنگل میں) نکلنا

۱۰۰۵۔حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ، عَنْ عَمِّهِ، قَالَ: «خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَسْقِي وَحَوَّلَ رِدَاءَهُ».

ہم سے ابونعیم فضل بن دکین نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے عبداللہ بن ابی بکر سے بیان کیا، ان سے عباد بن تمیم نے اور ان سے ان کے چچا عبداللہ بن زید نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پانی کی دعا کرنے کے لیے تشریف لے گئے اور اپنی چادر الٹائی۔

استسقاء کا معنی طلبِ سقیا ہے اور سقیا بارش کو کہتے ہیں۔ یعنی قحط کے زمانہ میں اللہ تعالی سے مخصوص طریقے سے بارش طلب کرنا[1]۔ اس کے متعلق حدیث میں آتا ہے کہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام نے مدینے سے باہر جاکر دو رکعت نماز ادا کی تھی۔ اور بارش کی دعاء کی تھی۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا خیال ہے کہ اس کے لئے نماز نہیں ہے۔ صاحبین نماز کے قائل ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مقصد یہ تھا کہ نماز ضروری نہیں ہے۔ اس کے بغیر بھی دعاء کی جاسکتی ہے۔ کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ باہر جاکر صرف دعاء کی تھی۔

شرح بخاری

۲۔ بَابُ دُعَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «اجْعَلْهَا عَلَيْهِمْ سِنِينَ كَسِنِي يُوسُفَ»:

باب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قریش کے کافروں پر بد دعا کرنا کہ الٰہی انکے سال ایسے

---

[1] نواب صدیق حسن خاں رحمہ اللہ نے کہا ہے "الاستسقاء ثلاثۃ انواع" بارش طلب کرنے کی تین قسمیں ہیں ایک یہ کہ مطلق بارش کی دعاء کی جائے۔ اجتماعی صورت میں ہو یا اکیلے اکیلے دُعا کی جائے، دوسری یہ کہ فرضی یا نفلی نمازوں کے بعد یا خطبہ جمعہ میں بارش کی دعا کی جائے۔ لیکن امام نووی رحمہ اللہ نے اسے فرضی نمازوں اور خطبہ جمعہ کے ساتھ مقید کیا ہے۔ تیسری قسم یہ ہے کہ امام دیگر مسلمانوں کو ساتھ لیکر باہر میدان میں جائے وہاں دو رکعت نماز اور دو خطبوں سے فارغ ہو کر بارش کے لئے اجتماعی دعاء کی جائے۔ یہ صورت افضل ہے۔ اور جمہور صلوٰۃ استسقاء کے سنت ہونے کے قائل ہیں۔ امام ابوحنیفہ اس کے قائل نہیں ہیں۔ (عون الباری ج۳ ص۲۹۱)

کر دے جیسے یوسف علیہ السلام کے سال (قحط) کے گزرے ہیں

١٠٠٦: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا مُغِيرَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرَّكْعَةِ الآخِرَةِ يَقُولُ: «اللّٰهُمَّ أَنْجِ عَيَّاشَ بْنَ أَبِي رَبِيعَةَ، اللّٰهُمَّ أَنْجِ سَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ، اللّٰهُمَّ أَنْجِ الْوَلِيدَ بْنَ الْوَلِيدِ، اللّٰهُمَّ أَنْجِ الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ، اللّٰهُمَّ اشْدُدْ وَطْأَتَكَ عَلَى مُضَرَ، اللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا سِنِينَ كَسِنِي يُوسُفَ، وَأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: غِفَارُ غَفَرَ اللهُ لَهَا وَأَسْلَمُ سَالَمَهَا اللهُ»، قَالَ ابْنُ أَبِي الزِّنَادِ: عَنْ أَبِيهِ هَذَا كُلُّهُ فِي الصُّبْحِ.

ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ ہم سے مغیرہ بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا، ان سے ابوالزناد نے بیان کیا، ان سے اعرج نے بیان کیا، ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب سر مبارک آخری رکعت (کے رکوع) سے اٹھاتے تو یوں فرماتے «اللهم أنج عياش بن أبي ربيعة، اللهم أنج سلمة بن هشام، اللهم أنج الوليد بن الوليد، اللهم أنج المستضعفين من المؤمنين، اللهم اشدد وطأتك على مضر، اللهم اجعلها سنين كسني يوسف» کہ یا اللہ! عیاش بن ابی ربیعہ کو نجات دے۔ یا اللہ! سلمہ بن ہشام کو نجات دے۔ یا اللہ! ولید بن ولید کو نجات دے۔ یا اللہ! بے بس ناتواں مسلمانوں کو نجات دے۔ یا اللہ! مضر کے کافروں کو سخت پکڑ۔ یا اللہ! ان کے سال یوسف علیہ السلام کے سے سال کر دے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غفار کی قوم کو اللہ نے بخش دیا اور اسلم کی قوم کو اللہ نے سلامت رکھا۔ ابن ابی الزناد نے اپنے باپ سے صبح کی نماز میں یہی دعا نقل کی۔

شرح بخاری

اس باب سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصود یہ بیان کرنا ہے کہ جس طرح قحط کے زمانہ میں مسلمانوں کے لئے بارش کی دعاء کرنا جائز ہے۔ اسی طرح کافروں پر قحط کی بددعاء کرنا بھی جائز ہے۔ تاکہ وہ کمزور ہوکر مسلمانوں کے لئے نرم رویہ اختیار کریں۔ اس طرح ان کے قحط میں اہل اسلام کا فائدہ ہوتا ہے۔

"قوله قال ابن ابی الزناد عن أبيه" یعنی عبدالرحمن بن أبی الزناد نے اس حدیث کو اپنے باپ سے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ دعاء صبح کی نماز میں تھی۔ عبدالرحمن بن أبی الزناد پر اعتراض ہے کہ جب وہ کوفہ میں گیا تو اس کے حافظہ میں تغیر پیدا ہوگیا تھا۔ لیکن اسکی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے رفع یدین کی روایت میں یہ اعتراض نہیں ہے۔ کیونکہ اس کے کوفہ جانے کے بعد تغیر پیدا ہوا تھا۔ لہذا جب اس کے شاگرد کوفی ہوں تو یہ اعتراض وارد ہوتا ہے۔ امام بخاری تو اسے معلق لائے ہیں۔

"قوله قد مضت الدخان" ابن کثیر نے قیامت کے قریب آنیوالے دھواں کو یہاں ترجیح دی ہے۔ لیکن ابن

مسعود نے یہ معنیٰ کیا ہے جو آئندہ حدیث میں ذکر ہوا ہے۔

۱۰۰۷: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ أَبِي الضُّحَى، عَنْ مَسْرُوقٍ، قَالَ: كُنَّا عِنْدَ عَبْدِ اللهِ، فَقَالَ: إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا رَأَى مِنَ النَّاسِ إِدْبَارًا، قَالَ: «اللهُمَّ سَبْعٌ كَسَبْعِ يُوسُفَ، فَأَخَذَتْهُمْ سَنَةٌ حَصَّتْ كُلَّ شَيْءٍ حَتَّى أَكَلُوا الْجُلُودَ وَالْمَيْتَةَ وَالْجِيَفَ وَيَنْظُرَ أَحَدُهُمْ إِلَى السَّمَاءِ فَيَرَى الدُّخَانَ مِنَ الْجُوعِ»، فَأَتَاهُ أَبُو سُفْيَانَ، فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ إِنَّكَ تَأْمُرُ بِطَاعَةِ اللهِ وَبِصِلَةِ الرَّحِمِ، وَإِنَّ قَوْمَكَ قَدْ هَلَكُوا فَادْعُ اللهَ لَهُمْ، قَالَ اللهُ تَعَالَى: فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُبِينٍ إِلَى قَوْلِهِ إِنَّكُمْ عَائِدُونَ يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرَى سورة الدخان آية ١٠ - ١٦، فَالْبَطْشَةُ: يَوْمَ بَدْرٍ وَقَدْ مَضَتِ الدُّخَانُ وَالْبَطْشَةُ وَاللِّزَامُ وَآيَةُ الرُّومِ.

ہم سے امام حمیدی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا، ان سے سلیمان اعمش نے، ان سے ابوالضحی نے، ان سے مسروق نے، ان سے عبداللہ بن مسعود نے (دوسری سند) ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے جریر بن عبدالحمید نے منصور بن مسعود بن معتمر سے بیان کیا، اور ان سے ابوالضحی نے، ان سے مسروق نے، انہوں نے بیان کیا کہ ہم عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کفار قریش کی سرکشی دیکھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بددعا کی «اللهم سبع كسبع يوسف» کہ اے اللہ! سات برس کا قحط ان پر بھیج جیسے یوسف علیہ السلام کے وقت میں بھیجا تھا چنانچہ ایسا قحط پڑا کہ ہر چیز تباہ ہو گئی اور لوگوں نے چمڑے اور مردار تک کھا لیے۔ بھوک کی شدت کا یہ عالم تھا کہ آسمان کی طرف نظر اٹھائی جاتی تو دھویں کی طرح معلوم ہوتا تھا آخر مجبور ہو کر ابوسفیان حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ لوگوں کو اللہ کی اطاعت اور صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں۔ اب تو آپ ہی کی قوم برباد ہو رہی ہے، اس لیے آپ اللہ سے ان کے حق میں دعا کیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس دن کا انتظار کر جب آسمان صاف دھواں نظر آئے گا آیت «انكم عائدون» تک (نیز) جب ہم سختی سے ان کی گرفت کریں گے (کفار کی) سخت گرفت بدر کی لڑائی میں ہوئی۔ دھویں کا بھی معاملہ گزر چکا (جب سخت قحط پڑا تھا) جس میں پکڑ اور قید کا ذکر ہے وہ سب ہو چکے اسی طرح سورۃ الروم کی آیت میں جو ذکر ہے وہ بھی ہو چکا۔

۳- بَابُ سُؤَالِ النَّاسِ الإِمَامَ الاِسْتِسْقَاءَ إِذَا قَحَطُوا:

باب: قحط کے وقت لوگ امام سے پانی کی دعا کرنے کے لیے کہہ سکتے ہیں

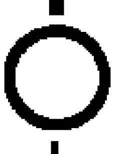
۱۰۰۸: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو قُتَيْبَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ

عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَتَمَثَّلُ بِشِعْرِ أَبِي طَالِبٍ» وَأَبْيَضَ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهِ ثِمَالُ الْيَتَامَى عِصْمَةٌ لِلْأَرَامِلِ».

ہم سے عمرو بن علی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو قتیبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن دینار نے، ان سے ان کے والد نے، کہا کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کو ابوطالب کا یہ شعر پڑھتے سنا تھا (ترجمہ) گوراان کا رنگ ان کے منہ کے واسطہ سے بارش کی (اللہ سے) دعا کی جاتی ہے۔ یتیموں کی پناہ اور بیواؤں کے سہارے۔



کسی نیک شخص سے دعاء کروانا توکل کے منافی نہیں ہے۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ خود دعاء کرنی چاہیئے۔ کسی سے دعاء کرانا اعلیٰ صورت نہیں ہے۔ حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کہا تھا[1]۔ "لاتنسنا یا أخي من دعائك" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی سے دعاء کرانا بہتر صورت ہے۔ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ آپ نے اسے دعاء کا اس لئے کہا تھا کہ اسے نبی کریم علیہ السلام کے لئے دعاء کرنے میں فائدہ تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فائدے کے لئے اسے دعاء کا کہا تھا۔ جیسا کہ اذان کے بعد آپ کے لئے وسیلہ کی دعاء کی جاتی ہے۔ اسکا فائدہ دعاء کرنے والے کے لئے ہے کہ اس کے لئے آپ کی سفارش لازم ہوجائے گی۔ اسی طرح آپ پر درود پڑھنے کا فائدہ پڑھنے والے کے لئے ہے لہٰذا یہ حکم لوگوں کے فائدے کے لئے دیا گیا ہے۔ اس لئے دعاء کرانا بہتر چیز نہیں ہے۔ اسی لئے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کبھی آپ سے دعاء کی درخواست نہیں کی۔ اگر اس کی اجازت دے دی جائے تو بزرگوں سے دعاء کرانے کا راہ کھل جائے گا۔ جیسا کہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے آپ سے کہا میرے لئے اور میری ماں کے لئے دعاء کریں۔ کہا اللہ تعالی تجھے اور تیری ماں کو بخشے۔ پھر دوسرے کے لئے بھی دعاء کی۔ اس کے بعد تیسرے شخص نے بھی دعاء کا کہہ دیا۔ تو کہا نہ تجھے بخشے اور نہ تیری ماں کو۔ اور کہا میں پیغمبر تو نہیں ہوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ پیغمبر سے دعاء کرائی جاسکتی ہے۔ قرآن کریم میں ہے "إذا قيل لهم تعالوا يستغفرلكم رسول الله لوّوا رؤسهم[2]" لہٰذا پیغمبر سے دعاء کرانا بہتر چیز ہے۔ صحابہ کرام نبی کریم علیہ السلام سے دعاء کراتے تھے۔ جیسا کہ جب حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے آپ کی دعوت کی تو ان کی بیوی نے ان سے کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دعاء ضرور کروانا۔ کہا ٹھیک ہے میں دعاء کے بغیر نہیں جانے دوں گا۔ اسی طرح حضرت ابوعامر نے حضرت ابوموسی اشعری سے کہا تھا کہ نبی کریم علیہ السلام سے کہنا میرے لئے دعاء کردیں۔ اُویس قرنی کے بارہ میں بھی مرفوع روایت آتی ہے۔ شاید یہ روایات ان کے ذہن میں نہیں ہوں گی۔



"قوله وأبيض يستسقى الغمام بوجهه" أبيض، رُبَّ مقدر کے ساتھ مجرور ہے اور اگر مرفوع پڑھا جائے تو اس سے قبل مبتدا محذوف ہے ای وهو أبيض "يستقى الغمام بوجهه" سے ہی باب کے ساتھ



---

1. سنن ابی داود ۱۴۹۸ ج ۲ ص ۸۰۔
2. المنافقون: ۵

مطابقت ہے۔ اگرچہ ابوطالب نے آپ کوبارش کی دعاء کرتے ہوئے دیکھا نہیں ہے کیونکہ یہ ہجرت کے بعدا ہوا ہے۔ لیکن ابوطالب نے اس واقعہ کی طرف اشارہ کیاہے جوآپ کے داداعبدالمطلب سے واقع ہواتھاجبکہ عبدالمطلب نے آپ کوساتھ لیکر قریش کے لئے بارش کی دعاء کی تھی۔ جبکہ آپ ابھی بچے ہی تھے۔ یاپھر ابوطالب نے آپ کے چہرے میں قبولیت دعاء کے آثار دیکھ کر آپ کی تعریف کی ہے اگرچہ آپ کودعاء کرتے ہوئے دیکھا نہیں ہے۔

۱۰۱۰: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْأَنْصَارِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُثَنَّى، عَنْ ثُمَامَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كَانَ إِذَا قَحَطُوا اسْتَسْقَى بِالْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، فَقَالَ: «اللهُمَّ إِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا فَتَسْقِينَا، وَإِنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا، قَالَ: فَيُسْقَوْنَ».

ہم سے حسن بن محمد بن صباح نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے محمد بن عبداللہ بن مثنی انصاری نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے میرے باپ عبداللہ بن مثنی نے بیان کیا، ان سے ثمامہ بن عبداللہ بن انس رضی اللہ عنہ نے، ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ جب کبھی عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں قحط پڑتا تو عمر رضی اللہ عنہ عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے دعا کرتے اور فرماتے کہ اے اللہ! پہلے ہم تیرے پاس اپنے نبی کریم ﷺ کا وسیلہ لایا کرتے تھے۔ تو، تو پانی برساتا تھا۔ اب ہم اپنے نبی کریم ﷺ کے چچا کو وسیلہ بناتے ہیں تو، تو ہم پر پانی برسا۔ انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ چنانچہ بارش خوب ہی برسی۔

شرح بخاری

حافظ رحمہ اللہ نے حضرت عمر فاروق کی حدیث سے استشفاع بالذات کی جوبات بنائی ہے بالکل غلط ہے بلکہ یہ استشفاع بالدعاء ہی ہے۔ کہ جب نبی کریم ﷺ زندہ تھے توہم آپ سے دعاء کرواتے تھے۔ اب آپکی وفات کے بعد آپکے چچا عباس رضی اللہ عنہ کولائے ہیں۔ اگر استشفاع بالذات جائز ہوتا توحضرت عباس رضی اللہ عنہ کولانے کی کیاضرورت تھی۔ بلکہ یہ استشفاع بالدعاء ہے کہ پہلے نبی اکرم ﷺ بارش کی دعاء کیاکرتے تھے۔ اب آپ کی وفات کے بعد حضرت عباس رضی اللہ عنہ کودعاء کے لئے لائے ہیں۔ بریلوی کہتے ہیں کہ اس سے ذات کووسیلہ بنانے کاجواز ثابت ہوتاہے امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ کسی کی ذات کووسیلہ بنانے کاکوئی ثبوت نہیں ہے۔ اس بارہ میں ایک ضعیف روایت پیش کی جاتی ہے۔ "إذا سألتموا الله فاسئلوه بجاهي فإن جاهي عند الله عريض" بعض لوگ اس روایت کی وجہ سے توسّل بالذات کے قائل ہیں۔ حالانکہ یہ ضعیف روایت ہے۔ حافظ ابن القیم رحمہ اللہ نے مستدرک حاکم وغیرہ سے ایسی ضعیف روایات ذکر کی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ کی وفات کے وقت "بحق موسیٰ" کے ساتھ دعاء کی گئی تھی لہذا "بحق محمد" کہنا بھی جائز ہے۔ حالانکہ ایسی روایات ثابت نہیں ہیں۔ ھدایہ میں ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک "بحق فلان" کہنامنع ہے۔ کیونکہ اللہ تعالی پر کسی کاکوئی حق نہیں ہے۔ شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ نے کہاہے دراصل "حق" کے معنیٰ میں اختلاف ہے۔ معتزلہ کے نزدیک نیک لوگ جنت میں جانے کاحق

رکھتے ہیں۔ لیکن اہل سنت کے نزدیک کسی کا کوئی حق نہیں ہے، نیک لوگ جو عبادت سرانجام دیتے ہیں ان سے تو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکریہ بھی ادا نہیں ہو سکتا۔ ان سے استحقاق کیسے ثابت ہو سکتا ہے۔ جنت میں جو لوگ جائیں گے وہ اپنے اعمال کی بناء پر نہیں جائیں گے بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت سے ہی جائیں گے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے "لن یدخل الجنة أحدکم عمله" لوگوں نے کہا" ولا أنت یارسول الله قال ولا أنا إلا أن یتغمدنی الله برحمته[1]" میں بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہی جاؤں گا۔ معتزلہ کے قول کے مطابق حق کے معنی کا اہل سنت نے انکار کیا ہے لیکن بحسبِ وعدہ اسے لیا جائے تو انکار نہیں ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے وعدے کے مطابق حق ہے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے کہا تھا "ماحق الله علی العباد[2]" اور "ماحق العباد علی الله" یہ حق بحسبِ وعدہ ہے۔ معتزلہ کی طرح استحقاق نہیں ہے۔

اور "بحق موسیٰ" کہنے کی روایت ضعیف ہے۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ آپ کی جاہ کی بناپر سوال کرنے کا کوئی ثبوت نہیں ہے[3] لیکن اگر کوئی شخص آپ کی جاہ کے ساتھ سوال کرے تو ابن تیمیہ رحمہ اللہ اسے مشرک بھی

---

(1) صحیح بخاری ۵۶۷۳ ج ۷ ص ۱۲۱۔

(2) صحیح بخاری ۶۲۶۷ ج ۸ ص ۶۰۔

(3) الاستشفاع یعنی توسل کی صورتیں متعدد ہیں ان میں سے بعض دلائل کی بناپر جائز ہیں اور بعض منع ہیں۔ جائز صورتیں حسبِ ذیل ہیں ا:۔ الاستشفاع بدعاء الحی۔ یعنی نیک زندہ شخص سے دعاء کرائی جاسکتی ہے۔ جیسا کہ ترجمہ باب کی حدیث میں ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ قحط کے زمانہ میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے بارش کی دعا کروایا کرتے تھے۔ ۲:۔ الاستشفاع بالعمل الصالح، یعنی شدت کے وقت اپنے نیک عمل کو بطور وسیلہ اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کیا جاسکتا ہے۔ جیسا کہ بخاری شریف میں ہے کہ تین اصحاب غار نے اپنے اپنے نیک اعمال کو اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کر کے نجات کی دعاء کی تھی جبکہ وہ غار میں پناہ پکڑے ہوئے تھے اور بھاری چٹان ان کی غار کے منہ پر آن پڑی تھی۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کی دعاء قبول کر کے چٹان کو ان کی غار سے ہٹا دیا تھا۔ ۳:۔ الاستشفاع باتباع الرسول و محبته کسی بھی امتی کا نبی اکرم ﷺ کی محبت کو اپنے دل میں بسا کر آپ کی فرمانبرداری میں زندگی گزارنا بھی چونکہ عمل صالح ہے لہذا آپ کی محبت اور اتباع کو دعاء میں وسیلہ بنایا جاسکتا ہے۔ استشفاع کی ممنوع صورتیں حسبِ ذیل ہیں ا۔ الاستشفاع بالمیت: کسی فوت ہونے والے کا وسیلہ پیش کرنا جائز نہیں ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، نبی اکرم ﷺ کی وفات کے بعد حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے دعاء کراتے تھے اگر فوت ہونے والے کا توسل جائز ہوتا تو وہ کبھی بھی نبی اکرم ﷺ کو چھوڑ کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو دعاء کے لئے نہ لاتے۔ ۲۔ الاستشفاع بذات الحی: زندہ نیک آدمی سے دعاء کرائی جاسکتی ہے لیکن اس کی ذات کو وسیلہ نہیں بنایا جاسکتا، کیونکہ زندہ کی ذات کو بطور توسل پیش کرنے والا یا تو اس کا حق اللہ تعالیٰ پر پیش کرنا چاہتا ہے یا اس کی قسم ڈالنا چاہتا ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ پر مخلوق میں سے کسی کا حق نہیں ہے کہ اسے وسیلہ بنایا جاسکے مگر وہ جو اللہ تعالیٰ نے خود حق بنایا ہے۔ جیسا کہ بعض احادیث میں ہے اور غیر اللہ کی قسم اٹھانا یا اسے اللہ تعالیٰ پر پیش کرنا بھی شرک ہے ۳۔ الاستشفاع بجاه فلان و کرامته کسی کی جاہ و عظمت اور اس کی بزرگی اور کرامت کو بھی وسیلہ نہیں بنا سکتے، کیونکہ اس بارہ میں ذکر کی

نہیں کہتے۔ شاہ ولی اللہ اور غزنوی خاندان "بحرمة محمد والہ" کہنے کے قائل ہیں۔ ابن تیمیہ رحمہ اللہ اسے منع سمجھتے ہیں۔ اگر کوئی کہے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ گویا یہ مسئلہ متوسط درجے کا ہے۔ شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ نے وجاہت کے مسئلہ کے تحت ذکر کیا ہے کہ أهل اللہ کی اللہ تعالی کے ہاں اتنی وجاہت ہوتی ہے کہ ان کے نام سے اگر سوال کیا جائے تو اللہ تعالی قبول کر لیتے ہیں۔ بعض شافعی علماء بھی جائز سمجھتے ہیں لہذا یہ ایسا مسئلہ نہیں ہے جس سے شرک لازم آتا ہو۔ قرآن کریم میں ہے "وكان أبوهما صالحا[1]" ان کے باپ کی نیکی کالحاظ رکھا ہے، لیکن حافظ کا توسل بالذات کا خیال درست نہیں ہے۔

۴۔ بَابُ تَحْوِيلِ الرِّدَاءِ فِي الاِسْتِسْقَاءِ:

باب: استسقاء میں چادر الٹنا

١٠١١: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ، قَالَ: حَدَّثَنَا وَهْبٌ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ زَيْدٍ، «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَسْقَى فَقَلَبَ رِدَاءَهُ».

ہم سے اسحاق بن ابراہیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے وہب بن جریر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں شعبہ نے خبر دی، انہیں محمد بن ابی بکر نے، انہیں عباد بن تمیم نے، انہیں عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا استسقاء کی تو اپنی چادر کو بھی الٹا۔

قولہ استسقى فقلب رداءہ چادر کو پلٹنا فعلی دعاء ہے جس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالی زمانے کو اس چادر کی طرح بدل دے، اور قحط کے بعد خوشحالی آجائے۔

"قولہ قال ابو عبداللہ كان ابن عيينة يقول هو صاحب الأذان" ابو عبداللہ امام بخاری رحمہ اللہ ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اس حدیث میں مذکور عبداللہ بن زید کے بارہ میں سفیان بن عیینہ کو وہم ہوا ہے کیونکہ انہوں نے اس عبداللہ بن زید کو صاحبِ اذان سمجھ لیا ہے، حالانکہ حدیث میں مذکور عبداللہ بن زید بن عاصم مازنی ہے جبکہ صاحبِ اذان عبداللہ بن زید بن عبد ربہ ہے، دونوں اپنے نام اور باپ کے نام میں متفق ہیں لیکن جد میں مختلف ہیں۔

جانے والی روایات ضعیف ہیں اور نبی اکرم ﷺ سے ثابت نہیں ہیں۔ قولہ وأبيض يستسقى الغمام بوجهه "جب مکہ میں قحط پڑ گیا تھا تو قریش نے ابو طالب سے کہا۔ وادی میں قحط پڑ گیا ہے لہذا آئیں بارش کی دعاء کریں تو ابو طالب ایک بچے کو ساتھ لیکر نکلے۔ اور یہ بچہ نبی اکرم ﷺ تھے اور وہ ایسے معلوم ہوتے تھے جیسے سیاہ بادل سے چمکتا ہوا سورج نمودار ہو گیا ہے۔ ابو طالب نے انہیں خانہ کعبہ سے لگا دیا۔ اور یہ اشعار پڑھے۔ اس سے قبل آسمان پر کوئی بادل کا ٹکڑا تک نہ تھا۔ اچانک ادھر اور ادھر سے بادل آنے شروع ہو گئے اور وادی مکہ بہنے لگی اور جل تھل ہو گیا اور وادی سرسبز وشاداب ہو گئی" عون الباری جلد ۳۔ ص ۳۰۰۔

[1] الکہف: ۸۲۔

١٠١٢: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، أَنَّهُ سَمِعَ عَبَّادَ بْنَ تَمِيمٍ يُحَدِّثُ أَبَاهُ عَنْ عَمِّهِ عَبْدِ اللهِ بْنِ زَيْدٍ، «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ إِلَى الْمُصَلَّى فَاسْتَسْقَى فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَقَلَبَ رِدَاءَهُ، وَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ»، قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: كَانَ ابْنُ عُيَيْنَةَ يَقُولُ: هُوَ صَاحِبُ الْأَذَانِ وَلَكِنَّهُ وَهْمٌ لِأَنَّ هَذَا عَبْدُ اللهِ بْنُ زَيْدِ بْنِ عَاصِمٍ الْمَازِنِيُّ مَازِنُ الْأَنْصَارِ.

ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے عبداللہ بن ابی بکر سے بیان کیا، انہوں نے عباد بن تمیم سے سنا، وہ اپنے باپ سے بیان کرتے تھے کہ ان سے ان کے چچا عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عیدگاہ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں دعائے استسقاء قبلہ رو ہو کر کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر بھی پلٹی اور دو رکعت نماز پڑھی۔ ابوعبداللہ (امام بخاری رحمہ اللہ) کہتے ہیں کہ ابن عیینہ کہتے تھے کہ (حدیث کے راوی عبداللہ بن زید) وہی ہیں جنہوں نے اذان خواب میں دیکھی تھی لیکن یہ ان کی غلطی ہے کیونکہ یہ عبداللہ ابن زید بن عاصم مازنی ہے جو انصار کے قبیلہ مازن سے تھے۔

٥ ـ بَابُ انْتِقَامِ الرَّبِّ جَلَّ وَعَزَّ مِنْ خَلْقِهِ بِالْقَحْطِ إِذَا انْتُهِكَ مَحَارِمُ اللهِ:

باب: جب لوگ اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں کا خیال نہیں رکھتے تو اللہ تعالیٰ قحط بھیج کر ان سے بدلہ لیتا ہے



(امام صاحب نے اس باب میں کوئی حدیث ذکر نہیں کی۔ شاید کرنا چاہتے ہوں لیکن موقع نہ ملا ہو یا اس باب کا تعلق بھی حدیث نمبر ١٠٠٧ سے ہے۔)

٦ ـ بَابُ الِاسْتِسْقَاءِ فِي الْمَسْجِدِ الْجَامِعِ:

باب: جامع مسجد میں استسقاء یعنی پانی کی دعا کرنا

١٠١٣: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو ضَمْرَةَ أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شَرِيكُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي نَمِرٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَذْكُرُ أَنَّ رَجُلًا دَخَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ مِنْ بَابٍ كَانَ وِجَاهَ الْمِنْبَرِ وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمٌ يَخْطُبُ، فَاسْتَقْبَلَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمًا، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ هَلَكَتِ الْمَوَاشِي وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ فَادْعُ اللهَ يُغِيثُنَا، قَالَ: فَرَفَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ، فَقَالَ: اللَّهُمَّ اسْقِنَا، اللَّهُمَّ اسْقِنَا، اللَّهُمَّ اسْقِنَا، قَالَ أَنَسٌ: وَلَا وَاللهِ مَا نَرَى فِي



السَّمَاءِ مِنْ سَحَابٍ وَلَا قَزَعَةً وَلَا شَيْئًا، وَمَا بَيْنَنَا وَبَيْنَ سَلْعٍ مِنْ بَيْتٍ وَلَا دَارٍ، قَالَ: فَطَلَعَتْ مِنْ وَرَائِهِ سَحَابَةٌ مِثْلُ التُّرْسِ، فَلَمَّا تَوَسَّطَتِ السَّمَاءَ انْتَشَرَتْ ثُمَّ أَمْطَرَتْ، قَالَ: وَاللهِ مَا رَأَيْنَا الشَّمْسَ سِتًّا، ثُمَّ دَخَلَ رَجُلٌ مِنْ ذٰلِكَ الْبَابِ فِي الْجُمُعَةِ الْمُقْبِلَةِ وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمٌ يَخْطُبُ فَاسْتَقْبَلَهُ قَائِمًا، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ هَلَكَتِ الْأَمْوَالُ وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ فَادْعُ اللهَ يُمْسِكْهَا، قَالَ: فَرَفَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ: «اللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا اللّٰهُمَّ عَلَى الْآكَامِ وَالْجِبَالِ وَالْآجَامِ وَالظِّرَابِ وَالْأَوْدِيَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ، قَالَ: فَانْقَطَعَتْ وَخَرَجْنَا نَمْشِي فِي الشَّمْسِ»، قَالَ شَرِيكٌ: فَسَأَلْتُ أَنَسًا أَهُوَ الرَّجُلُ الْأَوَّلُ؟ قَالَ: لَا أَدْرِي.

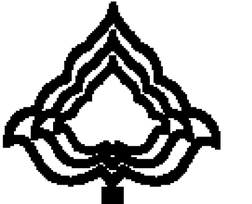
ہم سے محمد بن مرحوم بیکندی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابوضمرہ انس بن عیاض نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے شریک بن عبداللہ بن ابی نمر نے بیان کیا کہ انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا آپ نے ایک شخص (کعب بن مرہ یا ابوسفیان) کا ذکر کیا جو منبر کے سامنے والے دروازے سے جمعہ کے دن مسجد نبوی میں آیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے خطبہ دے رہے تھے، اس نے بھی کھڑے کھڑے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا یارسول اللہ! (بارش نہ ہونے سے) جانور مر گئے اور راستے بند ہو گئے آپ اللہ تعالیٰ سے بارش کی دعا فرمایئے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہتے ہی ہاتھ اٹھا دیئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی «اللھم اسقنا، اللھم اسقنا، اللھم اسقنا» کہ اے اللہ! ہمیں سیراب کر۔ اے اللہ! ہمیں سیراب کر۔ اے اللہ! ہمیں سیراب کر۔ انس رضی اللہ عنہ نے کہا بخدا کہیں دور دور تک آسمان پر بادل کا کوئی ٹکڑا نظر نہیں آتا تھا اور نہ کوئی اور چیز (ہوا وغیرہ جس سے معلوم ہو کہ بارش آئے گی) اور ہمارے اور سلع پہاڑ کے درمیان کوئی مکان بھی نہ تھا (کہ ہم بادل ہونے کے باوجود نہ دیکھ سکتے ہوں) پہاڑ کے پیچھے سے ڈھال کے برابر بادل نمودار ہوا اور بیچ آسمان تک پہنچ کر چاروں طرف پھیل گیا اور بارش شروع ہو گئی، اللہ کی قسم! ہم نے سورج ایک ہفتہ تک نہیں دیکھا۔ پھر ایک شخص دوسرے جمعہ کو اسی دروازے سے آیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے خطبہ دے رہے تھے، اس شخص نے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڑے کھڑے ہی مخاطب کیا کہ یا رسول اللہ! (بارش کی کثرت سے) مال و منال پر تباہی آ گئی اور راستے بند ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ بارش روک دے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اٹھائے اور دعا کی «اللھم حوالینا ولا علینا، اللھم علی الآکام والجبال والآجام والظراب والأودیۃ ومنابت الشجر» کہ یا اللہ اب ہمارے اردگرد بارش برسا ہم سے اسے روک دے۔ ٹیلوں، پہاڑوں، پہاڑیوں، وادیوں اور باغوں کو سیراب کر۔ انہوں نے کہا کہ اس دعا

سے بارش ختم ہو گئی اور ہم نکلے تو دھوپ نکل چکی تھی۔ شریک نے کہا کہ میں نے انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ یہ وہی پہلا شخص تھا تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے معلوم نہیں۔

٧۔ بَابُ الاِسْتِسْقَاءِ فِي خُطْبَةِ الْجُمُعَةِ غَيْرَ مُسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةِ:

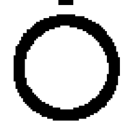
باب: جمعہ کا خطبہ پڑھتے وقت جب منہ قبلہ کی طرف نہ ہو پانی کے لیے دعا کرنا

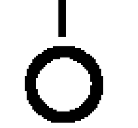
١٠١٤: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ شَرِيكٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَجُلًا دَخَلَ الْمَسْجِدَ يَوْمَ جُمُعَةٍ مِنْ بَابٍ كَانَ نَحْوَ دَارِ الْقَضَاءِ وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمٌ يَخْطُبُ، فَاسْتَقْبَلَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمًا، ثُمَّ قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ هَلَكَتِ الْأَمْوَالُ وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ فَادْعُ اللهَ يُغِيثُنَا، فَرَفَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ: اللّٰهُمَّ أَغِثْنَا، اللّٰهُمَّ أَغِثْنَا، اللّٰهُمَّ أَغِثْنَا، قَالَ أَنَسٌ: وَلَا وَاللهِ مَا نَرَى فِي السَّمَاءِ مِنْ سَحَابٍ وَلَا قَزَعَةً، وَمَا بَيْنَنَا وَبَيْنَ سَلْعٍ مِنْ بَيْتٍ وَلَا دَارٍ، قَالَ: فَطَلَعَتْ مِنْ وَرَائِهِ سَحَابَةٌ مِثْلُ التُّرْسِ فَلَمَّا تَوَسَّطَتِ السَّمَاءَ انْتَشَرَتْ ثُمَّ أَمْطَرَتْ، فَلَا وَاللهِ مَا رَأَيْنَا الشَّمْسَ سِتًّا، ثُمَّ دَخَلَ رَجُلٌ مِنْ ذَلِكَ الْبَابِ فِي الْجُمُعَةِ وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمٌ يَخْطُبُ فَاسْتَقْبَلَهُ قَائِمًا فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ هَلَكَتِ الْأَمْوَالُ وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ فَادْعُ اللهَ يُمْسِكُهَا عَنَّا، قَالَ: فَرَفَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ: «اللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا اللّٰهُمَّ عَلَى الْآكَامِ وَالظِّرَابِ وَبُطُونِ الْأَوْدِيَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ»، قَالَ: فَأَقْلَعَتْ وَخَرَجْنَا نَمْشِي فِي الشَّمْسِ، قَالَ شَرِيكٌ: سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ أَهُوَ الرَّجُلُ الْأَوَّلُ؟ فَقَالَ: مَا أَدْرِي.



شرح بخاری

ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے اسماعیل بن جعفر نے بیان کیا، ان سے شریک نے بیان کیا، ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ ایک شخص جمعہ کے دن مسجد میں داخل ہوا۔ اب جہاں دار القضاء ہے اسی طرف کے دروازے سے وہ آیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے خطبہ دے رہے تھے، اس نے بھی کھڑے کھڑے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کیا کہا کہ یارسول اللہ! جانور مر گئے اور راستے بند ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ ہم پر پانی برسائے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی «اللهم أغثنا، اللهم أغثنا، اللهم أغثنا» اے اللہ! ہم پر پانی برسا۔ اے اللہ! ہمیں سیراب کر۔ انس رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کی قسم! آسمان پر بادل کا کہیں نشان بھی نہ تھا اور ہمارے اور سلع پہاڑ کے بیچ میں مکانات بھی نہیں تھے، اتنے میں پہاڑ کے پیچھے سے بادل نمودار ہوا ڈھال کی طرح اور آسمان کے بیچ میں پہنچ کر چاروں طرف پھیل گیا اور برسنے لگا۔







اللہ کی قسم! ہم نے ایک ہفتہ تک سورج نہیں دیکھا۔ پھر دوسرے جمعہ کو ایک شخص اسی دروازے سے داخل ہوا۔ رسول اللہ ﷺ کھڑے خطبہ دے رہے تھے، اس لیے اس نے کھڑے کھڑے کہا کہ یارسول اللہ! (کثرت بارش سے) جانور تباہ ہو گئے اور راستے بند ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ بارش بند ہو جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کی «اللهم حوالينا ولا علينا، اللهم على الآكام والظراب وبطون الأودية ومنابت الشجر» اے اللہ! ہمارے اطراف میں بارش برسا (جہاں ضرورت ہے) ہم پر نہ برسا۔ اے اللہ! ٹیلوں پہاڑیوں وادیوں اور باغوں کو سیراب کر۔ چنانچہ بارش کا سلسلہ بند ہو گیا اور ہم باہر آئے تو دھوپ نکل چکی تھی۔ شریک نے بیان کیا کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ کیا یہ پہلا ہی شخص تھا؟ انہوں نے جواب دیا مجھے معلوم نہیں۔

آدابِ دُعاء میں سے یہ ہے کہ قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر دعاء کی جائے۔ لیکن اگر جمعہ کے خطبہ میں دعاء کی جائے تو خطیب کا دعاء کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنا ضروری نہیں ہے۔ کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے اگر دعاء کے وقت قبلہ کی طرف چہرہ مبارک کیا ہوتا تو کسی پر مخفی نہ رہتا۔ ضرور بیان ہوتا۔ لیکن کسی نے اسے ذکر نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ آپ نے دعاء کے وقت چہرہ قبلے کی طرف نہیں کیا۔

٨ ـ بَابُ الِاسْتِسْقَاءِ عَلَى الْمِنْبَرِ:

باب: منبر پر پانی کے لیے دعا کرنا

١٠١٥: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: بَيْنَمَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِذْ جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ قَحَطَ الْمَطَرُ فَادْعُ اللَّهَ أَنْ يَسْقِيَنَا، فَدَعَا فَمُطِرْنَا فَمَا كِدْنَا أَنْ نَصِلَ إِلَى مَنَازِلِنَا فَمَا زِلْنَا نُمْطَرُ إِلَى الْجُمُعَةِ الْمُقْبِلَةِ، قَالَ: فَقَامَ ذَلِكَ الرَّجُلُ أَوْ غَيْرُهُ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ ادْعُ اللَّهَ أَنْ يَصْرِفَهُ عَنَّا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «اللَّهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا، قَالَ: فَلَقَدْ رَأَيْتُ السَّحَابَ يَتَقَطَّعُ يَمِينًا وَشِمَالًا يُمْطَرُونَ وَلَا يُمْطَرُ أَهْلُ الْمَدِينَةِ».

ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابوعوانہ نے بیان کیا، ان سے قتادہ نے بیان کیا، ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے کہ ایک شخص آیا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! پانی کا قحط پڑ گیا ہے، اللہ سے دعا کیجئے کہ ہمیں سیراب کر دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی اور بارش اس طرح شروع ہوئی کہ گھروں تک پہنچنا مشکل ہو گیا، دوسرے جمعہ تک برابر بارش ہوتی رہی۔ انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پھر (دوسرے جمعہ میں) وہی شخص یا کوئی اور کھڑا ہوا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ بارش کا رخ کسی اور طرف موڑ

دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ «اللّٰھم حوالینا ولا علینا» اے اللہ ہمارے اردگرد بارش برسا ہم پر نہ برسا۔ انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ بادل ٹکڑے ٹکڑے ہو کر دائیں بائیں طرف چلے گئے پھر وہاں بارش شروع ہو گئی اور مدینہ میں اس کا سلسلہ بند ہوا۔

٩ ـ بَابُ مَنِ اكْتَفَى بِصَلَاةِ الْجُمُعَةِ فِي الِاسْتِسْقَاءِ:

باب: پانی کی دعا کرنے میں جمعہ کی نماز کو کافی سمجھنا

(یعنی علیحدہ استسقاء کی نماز نہ پڑھنا اور اسکی نیت کرنا یہ بھی استسقاء کی ایک شکل ہے)

اگرچہ نبی اکرم ﷺ نے صلاۃِ استسقاء پڑھی ہے۔ لیکن کبھی آپ نے نمازِ جمعہ کو ہی اس کے قائم مقام قرار دیا ہے۔ جیسا کہ جب عید اور جمعہ جمع ہو جائیں تو جمعہ، عید میں ضم ہو جاتا ہے۔

١٠١٦: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ شَرِيكِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: هَلَكَتِ الْمَوَاشِي وَتَقَطَّعَتِ السُّبُلُ، فَدَعَا فَمُطِرْنَا مِنَ الْجُمُعَةِ إِلَى الْجُمُعَةِ، ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ: تَهَدَّمَتِ الْبُيُوتُ وَتَقَطَّعَتِ السُّبُلُ وَهَلَكَتِ الْمَوَاشِي فَادْعُ اللَّهَ يُمْسِكْهَا، فَقَامَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: «اللَّهُمَّ عَلَى الْآكَامِ وَالظِّرَابِ وَالْأَوْدِيَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ فَانْجَابَتْ عَنِ الْمَدِينَةِ انْجِيَابَ الثَّوْبِ».



ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا، ان سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے شریک بن عبداللہ بن ابی نمر نے، ان کو انس رضی اللہ عنہ نے بتلایا کہ ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ جانور ہلاک ہو گئے اور راستے بند ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی اور ایک ہفتہ تک بارش ہوتی رہی پھر ایک شخص آیا اور عرض کیا کہ (بارش کی کثرت سے) گھر گر گئے راستے بند ہو گئے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر کھڑے ہو کر دعا کی «اللّٰھم علی الآکام والظراب والأودیۃ ومنابت الشجر» کہ اے اللہ! بارش ٹیلوں، پہاڑوں، وادیوں اور باغوں میں برسا (دعا کے نتیجہ میں) بادل مدینہ سے اس طرح پھٹ گئے جیسے کپڑا پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے۔

١٠ ـ بَابُ الدُّعَاءِ إِذَا تَقَطَّعَتِ السُّبُلُ مِنْ كَثْرَةِ الْمَطَرِ:

باب: اگر بارش کی کثرت سے راستے بند ہو جائیں تو پانی تھمنے کی دعا کر سکتے ہیں

١٠١٧: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ شَرِيكِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي نَمِرٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلَكَتِ الْمَوَاشِي وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ فَادْعُ اللَّهَ، فَدَعَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى



اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمُطِرُوا مِنْ جُمُعَةٍ إِلَى جُمُعَةٍ، فَجَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ تَهَدَّمَتِ الْبُيُوتُ وَتَقَطَّعَتِ السُّبُلُ وَهَلَكَتِ الْمَوَاشِي، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اللّٰهُمَّ عَلَى رُءُوسِ الْجِبَالِ وَالْآكَامِ وَبُطُونِ الْأَوْدِيَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ فَانْجَابَتْ عَنِ الْمَدِينَةِ انْجِيَابَ الثَّوْبِ».

ہم سے اسماعیل بن ابی ایوب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے امام مالک نے بیان کیا، انہوں نے شریک بن عبداللہ بن ابی نمر کے واسطے سے بیان کیا، ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مویشی ہلاک ہوگئے اور راستے بند ہو گئے۔ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی تو ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک بارش ہوتی رہی پھر دوسرے جمعہ کو ایک شخص حاضر خدمت ہوا اور کہا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! (کثرت باراں سے بہت سے) مکانات گر گئے، راستے بند ہو گئے اور مویشی ہلاک ہو گئے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی «اللھم علی رءوس الجبال والآکام وبطون الاَودیة ومنابت الشجر» کہ اے اللہ! پہاڑوں ٹیلوں وادیوں اور باغات کی طرف بارش کا رخ کر دے۔ (جہاں بارش کی کمی ہے) چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے بادل کپڑے کی طرح پھٹ گیا۔

۱۱۔ بَابُ مَا قِيلَ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يُحَوِّلْ رِدَاءَهُ فِي الاِسْتِسْقَاءِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ:

باب: جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن مسجد ہی میں پانی کی دعا کی تو چادر نہیں الٹائی

۱۰۱۸: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ بِشْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُعَافَى بْنُ عِمْرَانَ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَجُلًا شَكَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلَاكَ الْمَالِ وَجَهْدَ الْعِيَالِ، «فَدَعَا اللّٰهَ يَسْتَسْقِي وَلَمْ يَذْكُرْ أَنَّهُ حَوَّلَ رِدَاءَهُ وَلَا اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ».

ہم سے حسن بن بشر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے معافی بن عمران نے بیان کیا کہ ان سے امام اوزاعی نے، ان سے اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ نے، ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے (قحط سے) مال کی بربادی اور اہل وعیال کی بھوک کی شکایت کی۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعائے استسقاء کی۔ راوی نے اس موقع پر نہ چادر پلٹنے کا ذکر کیا اور نہ قبلہ کی طرف منہ کرنے کا۔

اس موقع پر اگر آپ نے چادر پھیری ہوتی تو ضرور ذکر ہوتا۔ گویا عدم ذکر سے نفی پر استدلال کیا گیا ہے۔ جب کسی چیز

کے نقل کرنے کے اسباب اور دواعی متوفر ہوں وہاں عدمِ نقل ہی نفی کی دلیل ہوتا ہے۔

١٢ ۔ بَابُ إِذَا اسْتَشْفَعُوا إِلَى الإِمَامِ لِيَسْتَسْقِيَ لَهُمْ لَمْ يَرُدُّهُمْ:

باب: جب لوگ امام سے دعائے استسقاء کی درخواست کریں تو رد نہ کرے

١٠١٩: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ شَرِيكِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي نَمِرٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّهُ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: «يَا رَسُولَ اللهِ هَلَكَتِ الْمَوَاشِي وَتَقَطَّعَتِ السُّبُلُ فَادْعُ اللهَ، فَدَعَا اللهَ فَمُطِرْنَا مِنَ الْجُمُعَةِ إِلَى الْجُمُعَةِ، فَجَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ تَهَدَّمَتِ الْبُيُوتُ وَتَقَطَّعَتِ السُّبُلُ وَهَلَكَتِ الْمَوَاشِي، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اللهُمَّ عَلَى ظُهُورِ الْجِبَالِ وَالآكَامِ وَبُطُونِ الأَوْدِيَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ فَانْجَابَتْ عَنِ الْمَدِينَةِ انْجِيَابَ الثَّوْبِ».

ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک رحمہ اللہ نے شریک بن عبداللہ بن ابی نمر کے واسطے سے خبر دی اور انہیں انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عرض کیا یارسول اللہ! (قحط سے) جانور ہلاک ہو گئے اور راستے بند، اللہ سے دعا کیجئے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی اور ایک جمعہ سے اگلے جمعہ تک ایک ہفتہ بارش ہوتی رہی۔ پھر ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! (بارش کی کثرت سے) راستے بند ہو گئے اور مویشی ہلاک ہو گئے۔ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا کی «اللهم على ظهور الجبال والآكام وبطون الأودية ومنابت الشجر» کہ اے اللہ! بارش کا رخ پہاڑوں، ٹیلوں، وادیوں اور باغات کی طرف موڑ دے، چنانچہ بادل مدینہ سے اس طرح چھٹ گیا جیسے کپڑا پھٹ جایا کرتا ہے۔



حدیث میں اگرچہ استشفاع کا ذکر نہیں ہے لیکن لوگوں نے خود ہی نبی اکرم ﷺ سے بارش کی دعاء کی التماس کی تھی اسی کا نام سفارش رکھ دیا ہے۔ کیونکہ وہ غیر موجود لوگوں کی طرف سے سفارشی بن گئے ہیں۔

١٣ ۔ بَابُ إِذَا اسْتَشْفَعَ الْمُشْرِكُونَ بِالْمُسْلِمِينَ عِنْدَ الْقَحْطِ:

باب: اس بارے میں کہ اگر قحط میں مشرکین مسلمانوں سے دعا کی درخواست کریں؟

١٠٢٠: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، عَنْ سُفْيَانَ، حَدَّثَنَا مَنْصُورٌ، وَالأَعْمَشُ، عَنْ أَبِي الضُّحَى، عَنْ مَسْرُوقٍ، قَالَ: أَتَيْتُ ابْنَ مَسْعُودٍ فَقَالَ: إِنَّ قُرَيْشًا أَبْطَئُوا عَنِ الإِسْلَامِ فَدَعَا عَلَيْهِمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخَذَتْهُمْ سَنَةٌ حَتَّى هَلَكُوا فِيهَا وَأَكَلُوا الْمَيْتَةَ وَالْعِظَامَ، فَجَاءَهُ أَبُو سُفْيَانَ، فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ جِئْتَ تَأْمُرُ بِصِلَةِ الرَّحِمِ وَإِنَّ



قَوْمَكَ هَلَكُوا فَادْعُ اللهَ. فَقَرَأَ: فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُبِينٍ سورة الدخان آية ١٠ ثُمَّ عَادُوا إِلَى كُفْرِهِمْ فَذَلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرَى سورة الدخان آية ١٦ يَوْمَ بَدْرٍ قَالَ وَزَادَ أَسْبَاطٌ: عَنْ مَنْصُورٍ، فَدَعَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسُقُوا الْغَيْثَ فَأَطْبَقَتْ عَلَيْهِمْ سَبْعًا وَشَكَا النَّاسُ كَثْرَةَ الْمَطَرِ قَالَ: «اللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا فَانْحَدَرَتِ السَّحَابَةُ عَنْ رَأْسِهِ فَسُقُوا النَّاسُ حَوْلَهُمْ».

ہم سے محمد بن کثیر نے بیان کیا، ان سے سفیان ثوری نے، انہوں نے بیان کیا کہ ہم سے منصور اور اعمش نے بیان کیا، ان سے ابوالضحی نے، ان سے مسروق نے، آپ نے کہا کہ میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ نے فرمایا کہ قریش کا اسلام سے اعراض بڑھتا گیا تو نبی کریم ﷺ نے ان کے حق میں بددعا کی۔ اس بددعا کے نتیجے میں ایسا قحط پڑا کہ کفار مرنے لگے اور مردار اور ہڈیاں کھانے لگے۔ آخر ابوسفیان آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں لیکن آپ کی قوم مر رہی ہے۔ اللہ عزوجل سے دعا کیجئے۔ آپ نے اس آیت کی تلاوت کی (ترجمہ) اس دن کا انتظار کر جب آسمان پر صاف کھلا ہوا دھواں نمودار ہو گا الآیہ (خیر آپ نے دعا کی بارش ہوئی قحط جاتا رہا) لیکن وہ پھر کفر کرنے لگے اس پر اللہ پاک کا یہ فرمان نازل ہوا (ترجمہ) جس دن ہم انہیں سختی کے ساتھ پکڑ کریں گے اور یہ پکڑ بدر کی لڑائی میں ہوئی اور اسباط بن محمد نے منصور سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعائے استسقاء کی (مدینہ میں) جس کے نتیجہ میں خوب بارش ہوئی کہ سات دن تک وہ برابر جاری رہی۔ آخر لوگوں نے بارش کی زیادتی کی شکایت کی تو رسول اللہ ﷺ نے دعا کی «اللهم حوالينا ولا علينا» کہ اے اللہ! ہمارے اطراف و جوانب میں بارش برسا، مدینہ میں بارش کا سلسلہ ختم کر۔ چنانچہ بادل آسمان سے چھٹ گیا اور مدینہ کے اردگرد خوب بارش ہوئی۔

جب مشرک لوگ مسلمانوں کو ساتھ لیکر قحط کے زمانے میں دعاء کے لئے آجائیں تو دعاء کر لینی چاہیئے۔ دعاء کی درخواست لیکر آنے والا ابوسفیان تھا جو کہ مشرک تھا۔ لوگوں نے بھی اسکی تائید کر دی اس طرح مسلمان بھی شامل ہو گئے۔

قوله فجاءه أبوسفيان یہ واقعہ مکہ کا ہے کیونکہ سورۃ دخان کا ذکر ہو رہا ہے اور سورۃ دخان مکی ہے اور فارتقب يوم تأتي السماء بدخان مبين سے قحط کا زمانہ مراد ہے۔ اور "يوم نبطش البطشة الكبرىٰ" سے مراد جنگِ بدر ہے۔ مکہ میں آپ نے کفار پر بددعاء کی تھی۔ اور قحط سے تنگ ہو کر ابوسفیان دعاء کرانے کے لئے آ گیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کافر ہونے کے باوجود کفار سمجھتے تھے کہ محمد ﷺ جو بات کریں وہ سچ ہوتی ہے۔

قوله اللهم حوالينا ولاعلينا اس پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ سے ایک واقعہ میں دوسرا واقعہ

مندرج ہوگیا ہے کیونکہ ابوسفیان کے واقعہ کا تعلق مکہ سے ہے۔ اور "حوالینا ولاعلینا" کا ذکر حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے، جو مدینہ سے متعلق ہے۔ دمیاطی نے یہ اعتراض کیا ہے اور بعض لوگ خوش ہوتے ہیں کہ بخاری پر بھی اعتراض ہو گیا ہے۔ حافظ رحمہ اللہ نے مفصل جواب بھی دیا ہے۔ کہ "اللہم حوالینا ولاعلینا" کا ذکر اگرچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بھی آتا ہے لیکن اس حدیث میں بھی اس کا ذکر ہے۔ اور یہ بھی احتمال بیان کیا ہے کہ یہ واقعہ ہی مدینہ کا ہو۔

۱۴ ۔ بَابُ الدُّعَاءِ إِذَا كَثُرَ الْمَطَرُ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا:

باب: جب بارش حد سے زیادہ ہو تو اس بات کی دعا کہ ہمارے یہاں بارش بند ہو جائے اور ارد گرد برسے

۱۰۲۱: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ، حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: «كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ يَوْمَ جُمُعَةٍ، فَقَامَ النَّاسُ فَصَاحُوا، فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ قَحَطَ الْمَطَرُ وَاحْمَرَّتِ الشَّجَرُ وَهَلَكَتِ الْبَهَائِمُ فَادْعُ اللهَ يَسْقِينَا، فَقَالَ: اللّٰهُمَّ اسْقِنَا مَرَّتَيْنِ وَايْمُ اللهِ مَا نَرَى فِي السَّمَاءِ قَزَعَةً مِنْ سَحَابٍ فَنَشَأَتْ سَحَابَةٌ وَأَمْطَرَتْ وَنَزَلَ عَنِ الْمِنْبَرِ فَصَلَّى فَلَمَّا انْصَرَفَ لَمْ تَزَلْ تُمْطِرُ إِلَى الْجُمُعَةِ الَّتِي تَلِيهَا، فَلَمَّا قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ صَاحُوا إِلَيْهِ تَهَدَّمَتِ الْبُيُوتُ وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ فَادْعُ اللهَ يَحْبِسْهَا عَنَّا، فَتَبَسَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ: اللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا فَكَشَطَتِ الْمَدِينَةُ فَجَعَلَتْ تَمْطُرُ حَوْلَهَا وَلَا تَمْطُرُ بِالْمَدِينَةِ قَطْرَةً، فَنَظَرْتُ إِلَى الْمَدِينَةِ وَإِنَّهَا لَفِي مِثْلِ الْإِكْلِيلِ».

مجھ سے محمد بن ابی بکر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے معتمر بن سلیمان نے عبیداللہ عمری سے بیان کیا، ان سے ثابت نے، ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے کہ اتنے میں لوگوں نے کھڑے ہو کر غل مچایا، کہنے لگے کہ یارسول اللہ! بارش کے نام بوند بھی نہیں درخت سرخ ہو چکے (یعنی تمام پتے خشک ہو گئے) اور جانور تباہ ہو رہے ہیں، آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ ہمیں سیراب کرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی «اللھم اسقنا» اے اللہ! ہمیں سیراب کر۔ دو مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کہا، قسم اللہ کی اس وقت آسمان پر بادل کہیں دور دور نظر نہیں آتا تھا لیکن دعا کے بعد اچانک ایک بادل آیا اور بارش شروع ہو گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اترے اور نماز پڑھائی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو بارش ہو رہی تھی اور دوسرے جمعہ تک بارش برابر ہوتی رہی پھر جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے جمعہ میں خطبہ کے لیے کھڑے ہوئے تو لوگوں نے بتایا کہ مکانات منہدم ہو گئے اور راستے بند ہو گئے، اللہ سے دعا کیجئے کہ بارش بند کر دے۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور دعا کی «اللھم حوالینا

ولا علینا» اے اللہ! ہمارے اطراف میں اب بارش برسا، مدینہ میں اس کا سلسلہ بند کر۔ آپ ﷺ کی دعا سے مدینہ سے بادل چھٹ گئے اور بارش ہمارے ارد گرد ہونے لگی۔ اس شان سے کہ اب مدینہ میں ایک بوند بھی نہ پڑتی تھی میں نے مدینہ کو دیکھا ابر تاج کی طرح گرداگرد تھا اور مدینہ اس کے بیچ میں۔

١٥ - بَابُ الدُّعَاءِ فِي الِاسْتِسْقَاءِ قَائِمًا:

باب: استسقاء میں کھڑے ہو کر خطبہ میں دعا مانگنا

١٠٢٢: وَقَالَ لَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، عَنْ زُهَيْرٍ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، «خَرَجَ عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيدَ الْأَنْصَارِيُّ، وَخَرَجَ مَعَهُ الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ، وَزَيْدُ بْنُ أَرْقَمَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ، فَاسْتَسْقَى فَقَامَ بِهِمْ عَلَى رِجْلَيْهِ عَلَى غَيْرِ مِنْبَرٍ، فَاسْتَغْفَرَ ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ يَجْهَرُ بِالْقِرَاءَةِ وَلَمْ يُؤَذِّنْ وَلَمْ يُقِمْ»، قَالَ أَبُو إِسْحَاقَ: وَرَأَى عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيدَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ہم سے ابو نعیم فضل بن دکین نے بیان کیا، ان سے زہیر نے، ان سے ابو اسحاق نے کہ عبداللہ بن یزید انصاری رضی اللہ عنہ استسقاء کے لیے باہر نکلے۔ ان کے ساتھ براء بن عازب اور زید بن ارقم رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ انہوں نے پانی کے لیے دعا کی تو پاؤں پر کھڑے رہے، منبر نہ تھا۔ اسی طرح آپ نے دعا کی پھر دو رکعت نماز پڑھی جس میں قرآت بلند آواز سے کی، نہ اذان کہی اور نہ اقامت ابو اسحاق نے کہا عبداللہ بن یزید نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا۔

١٠٢٣: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبَّادُ بْنُ تَمِيمٍ، أَنَّ عَمَّهُ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَهُ «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ بِالنَّاسِ يَسْتَسْقِي لَهُمْ فَقَامَ فَدَعَا اللهَ قَائِمًا، ثُمَّ تَوَجَّهَ قِبَلَ الْقِبْلَةِ وَحَوَّلَ رِدَاءَهُ فَأُسْقُوا».

ہم سے ابو الیمان حکیم بن نافع نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں شعیب نے خبر دی، انہیں زہری نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے عباد بن تمیم نے بیان کیا کہ ان کے چچا عبداللہ بن زید نے جو صحابی تھے، انہیں خبر دی کہ نبی کریم ﷺ لوگوں کو ساتھ لے کر استسقاء کے لیے نکلے اور آپ کھڑے ہوئے اور کھڑے ہی کھڑے اللہ تعالیٰ سے دعا کی، پھر قبلہ کی طرف منہ کر کے اپنی چادر پلٹی چنانچہ بارش خوب ہوئی۔

١٦ - بَابُ الْجَهْرِ بِالْقِرَاءَةِ فِي الِاسْتِسْقَاءِ:

باب: استسقاء کی نماز میں بلند آواز سے قرآت کرنا

١٠٢٤: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ، عَنْ عَمِّهِ، قَالَ: «خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَسْقِي فَتَوَجَّهَ إِلَى الْقِبْلَةِ يَدْعُو

وَحَوَّلَ رِدَاءَهُ، ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ جَهَرَ فِيهِمَا بِالْقِرَاءَةِ».

ہم سے ابو نعیم فضل بن دکین نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابن ابی ذئب نے زہری سے بیان کیا، ان سے عباد بن تمیم نے اور ان سے ان کے چچا (عبداللہ بن زید) نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم استسقاء کے لیے باہر نکلے تو قبلہ رو ہو کر دعا کی۔ پھر اپنی چادر پلٹی اور دو رکعت نماز پڑھی۔ نماز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآت بلند آواز سے کی۔

١٧ ۔ بَابٌ كَيْفَ حَوَّلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ظَهْرَهُ إِلَى النَّاسِ:

باب: استسقاء میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کی طرف پشت مبارک کس طرح موڑی تھی؟

١٠٢٥: حَدَّثَنَا آدَمُ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ، عَنْ عَمِّهِ، قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ خَرَجَ يَسْتَسْقِي، قَالَ: «فَحَوَّلَ إِلَى النَّاسِ ظَهْرَهُ وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ يَدْعُو، ثُمَّ حَوَّلَ رِدَاءَهُ، ثُمَّ صَلَّى لَنَا رَكْعَتَيْنِ جَهَرَ فِيهِمَا بِالْقِرَاءَةِ».

ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابن ابی ذئب نے زہری سے بیان کیا، ان سے عباد بن تمیم نے، ان سے ان کے چچا عبداللہ بن زید نے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم استسقاء کے لیے باہر نکلے، دیکھا تھا۔ انہوں نے بیان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پیٹھ صحابہ کی طرف کر دی اور قبلہ رخ ہو کر دعا کی۔ پھر چادر پلٹی اور دو رکعت نماز پڑھائی جس کی قرآت قرآن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہر کیا تھا۔

١٨ ۔ بَابُ صَلَاةِ الِاسْتِسْقَاءِ رَكْعَتَيْنِ:

باب: استسقاء کی نماز دو رکعتیں پڑھنا

١٠٢٦: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، سَمِعَ عَبَّادَ بْنَ تَمِيمٍ، عَنْ عَمِّهِ، «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَسْقَى فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ وَقَلَبَ رِدَاءَهُ».

مجھ سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے عبداللہ بن ابی بکر سے بیان کیا، ان سے عباد بن تمیم نے، ان سے ان کے چچا عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعائے استسقاء کی تو دو رکعت نماز پڑھی اور چادر پلٹی۔

۱۹ - بَابُ الِاسْتِسْقَاءِ فِي الْمُصَلَّى:

باب: عید گاہ میں بارش کی دعا کرنا

۱۰۲۷: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، سَمِعَ عَبَّادَ بْنَ تَمِيمٍ، عَنْ عَمِّهِ، قَالَ: «خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمُصَلَّى يَسْتَسْقِي وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ وَقَلَبَ رِدَاءَهُ»، قَالَ سُفْيَانُ: فَأَخْبَرَنِي الْمَسْعُودِيُّ، عَنْ أَبِي بَكْرٍ، قَالَ: جَعَلَ الْيَمِينَ عَلَى الشِّمَالِ.

ہم سے عبداللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے عبداللہ بن ابی بکر سے بیان کیا، انہوں نے عباد بن تمیم سے سنا اور عباد اپنے چچا عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دعائے استسقاء کے لیے عید گاہ کو نکلے اور قبلہ رخ ہو کر دو رکعت نماز پڑھی پھر چادر پلٹی۔ سفیان ثوری نے کہا مجھے عبدالرحمٰن بن عبداللہ مسعودی نے ابو بکر کے حوالے سے خبر دی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر کا داہنا کونا بائیں کندھے پر ڈالا۔

۲۰ - بَابُ اسْتِقْبَالِ الْقِبْلَةِ فِي الِاسْتِسْقَاءِ:

باب: استسقاء میں قبلہ کی طرف منہ کرنا

۱۰۲۸: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَنَّ عَبَّادَ بْنَ تَمِيمٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ زَيْدٍ الْأَنْصَارِيَّ أَخْبَرَهُ «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ إِلَى الْمُصَلَّى يُصَلِّي، وَأَنَّهُ لَمَّا دَعَا أَوْ أَرَادَ أَنْ يَدْعُوَ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَحَوَّلَ رِدَاءَهُ»، قَالَ أَبُو عَبْد اللهِ: عَبْدُ اللهِ بْنُ زَيْدٍ هَذَا مَازِنِيٌّ، وَالْأَوَّلُ كُوفِيٌّ هُوَ ابْنُ يَزِيدَ.

ہم سے محمد بن سلام بیکندی نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں عبدالوہاب ثقفی نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہمیں یحییٰ بن سعید انصاری نے حدیث بیان کی، کہا کہ مجھے ابو بکر بن محمد بن عمرو بن حزم نے خبر دی کہ عباد بن تمیم نے انہیں خبر دی اور انہیں عبداللہ بن زید انصاری نے بتایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (استسقاء کے لیے) عید گاہ کی طرف نکلے وہاں نماز پڑھنے کو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم دعا کرنے لگے یا راوی نے یہ کہا دعا کا ارادہ کیا تو قبلہ رو ہو کر چادر مبارک پلٹی۔ ابو عبداللہ (امام بخاری رحمہ اللہ) کہتے ہیں کہ اس حدیث کے راوی عبداللہ بن زید مازنی ہیں اور اس سے پہلے باب «الدعا فی الاستسقاء» میں جن کا ذکر گزرا اور وہ عبداللہ بن یزید ہیں کوفہ کے رہنے والے۔

۲۱ ـ بَابُ رَفْعِ النَّاسِ أَيْدِيَهُمْ مَعَ الإِمَامِ فِي الاِسْتِسْقَاءِ:

باب: استسقاء میں امام کے ساتھ لوگوں کا بھی ہاتھ اٹھانا

۱۰۲۹: قَالَ أَيُّوبُ بْنُ سُلَيْمَانَ: حَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ، قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، قَالَ: أَتَى رَجُلٌ أَعْرَابِيٌّ مِنْ أَهْلِ الْبَدْوِ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ هَلَكَتِ الْمَاشِيَةُ هَلَكَ الْعِيَالُ هَلَكَ النَّاسُ، فَرَفَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ يَدْعُو، وَرَفَعَ النَّاسُ أَيْدِيَهُمْ مَعَهُ يَدْعُونَ، قَالَ: فَمَا خَرَجْنَا مِنَ الْمَسْجِدِ حَتَّى مُطِرْنَا فَمَا زِلْنَا نُمْطَرُ حَتَّى كَانَتِ الْجُمُعَةُ الأُخْرَى، فَأَتَى الرَّجُلُ إِلَى نَبِيِّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ بَشِقَ الْمُسَافِرُ وَمُنِعَ الطَّرِيقُ.

ایوب بن سلیمان نے کہا کہ مجھ سے ابوبکر بن ابی اویس نے بیان کیا، انہوں نے سلیمان بن بلال سے بیان کیا کہ یحییٰ بن سعید نے کہا کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا انہوں نے کہا کہ ایک بدوی (گاؤں کا رہنے والا) جمعہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا یارسول اللہ! بھوک سے مویشی تباہ ہوگئے، اہل وعیال اور تمام لوگ مر رہے ہیں۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اٹھائے، اور لوگوں نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنے ہاتھ اٹھائے، دعا کرنے لگے، انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ابھی ہم مسجد سے باہر نکلے بھی نہ تھے کہ بارش شروع ہوگئی اور ایک ہفتہ برابر بارش ہوتی رہی۔ دوسرے جمعہ میں پھر وہی شخص آیا اور عرض کی کہ یارسول اللہ! (بارش بہت ہونے سے) مسافر گھبرا گئے اور راستے بند ہوگئے۔



۱۰۳۰: وَقَالَ الأُوَيْسِيُّ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ وَشَرِيكٍ، سَمِعَا أَنَسًا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى رَأَيْتُ بَيَاضَ إِبْطَيْهِ.

عبدالعزیز اویسی نے کہا کہ مجھ سے محمد بن جعفر نے بیان کیا ان سے یحییٰ بن سعید اور شریک نے، انہوں نے کہا کہ ہم نے انس رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (نے استسقاء میں دعا کرنے کے لیے) اس طرح ہاتھ اٹھائے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بغلوں کی سفیدی دیکھ لی۔



۲۲ ـ بَابُ رَفْعِ الإِمَامِ يَدَهُ فِي الاِسْتِسْقَاءِ:



باب: امام کا استسقاء میں دعا کے لیے ہاتھ اٹھانا



۱۰۳۱: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، وَابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: «كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي شَيْءٍ مِنْ دُعَائِهِ إِلَّا فِي الاِسْتِسْقَاءِ، وَإِنَّهُ يَرْفَعُ حَتَّى يُرَى بَيَاضُ إِبْطَيْهِ».

ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے یحیٰی بن سعید قطان اور محمد بن ابراہیم بن عدی بن عروبہ نے بیان کیا، ان سے سعید نے، ان سے قتادہ اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دعائے استسقاء کے سوا اور کسی دعا کے لیے ہاتھ (زیادہ) نہیں اٹھاتے تھے اور استسقاء میں ہاتھ اتنا اٹھاتے کہ بغلوں کی سفیدی نظر آجاتی۔

۲۳۔ بَابُ مَا يُقَالُ إِذَا أُمْطِرَتْ:

باب: مینہ برستے وقت کیا کہے

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: كَصَيِّبٍ الْمَطَرُ، وَقَالَ غَيْرُهُ: صَابَ وَأَصَابَ يَصُوبُ.

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے (سورۃ البقرہ میں) «کصیب» (کے لفظ «صیب») سے مینہ کے معنی لیے ہیں اور دوسروں نے کہا کہ «صیب صاب یصوب» سے مشتق ہے اسی سے ہے «اصاب»۔

۱۰۳۲: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ هُوَ ابْنُ مُقَاتِلٍ أَبُو الْحَسَنِ الْمَرْوَزِيُّ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ، «أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا رَأَى الْمَطَرَ، قَالَ: اللّٰهُمَّ صَيِّبًا نَافِعًا»، تَابَعَهُ الْقَاسِمُ بْنُ يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، وَعُقَيْلٌ، وَرَوَاهُ الْأَوْزَاعِيُّ عَنْ نَافِعٍ.

ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، کہا کہ ہمیں عبیداللہ عمری نے نافع سے خبر دی، انہیں قاسم بن محمد نے، انہیں عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ ﷺ جب بارش ہوتی دیکھتے تو یہ دعا کرتے «صیبا نافعا» اے اللہ! نفع بخشنے والی بارش برسا۔ اس روایت کی متابعت قاسم بن یحیٰی نے عبیداللہ عمری سے کی ہے اور اس کی روایت اوزاعی اور عقیل نے نافع سے کی ہے۔

۲۴۔ بَابُ مَنْ تَمَطَّرَ فِي الْمَطَرِ حَتَّى يَتَحَادَرَ عَلَى لِحْيَتِهِ:

باب: اس شخص کے بارے میں جو بارش میں قصداً اتنی دیر ٹھہرا کہ بارش سے اسکی داڑھی (بھیگ گئی اور اس) سے پانی بہنے لگا

۱۰۳۳: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ الْأَنْصَارِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، قَالَ: أَصَابَتِ النَّاسَ سَنَةٌ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَبَيْنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ عَلَى الْمِنْبَرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ قَامَ أَعْرَابِيٌّ، فَقَالَ: «يَا رَسُولَ اللهِ هَلَكَ الْمَالُ وَجَاعَ الْعِيَالُ فَادْعُ اللهَ لَنَا أَنْ يَسْقِيَنَا، قَالَ: فَرَفَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ وَمَا فِي السَّمَاءِ قَزَعَةٌ، قَالَ: فَثَارَ

سَحَابٌ أَمْثَالُ الْجِبَالِ، ثُمَّ لَمْ يَنْزِلْ عَنْ مِنْبَرِهِ حَتَّى رَأَيْتُ الْمَطَرَ يَتَحَادَرُ عَلَى لِحْيَتِهِ، قَالَ: فَمُطِرْنَا يَوْمَنَا ذَلِكَ وَفِي الْغَدِ وَمِنْ بَعْدِ الْغَدِ وَالَّذِي يَلِيهِ إِلَى الْجُمُعَةِ الْأُخْرَى، فَقَامَ ذَلِكَ الْأَعْرَابِيُّ أَوْ رَجُلٌ غَيْرُهُ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ تَهَدَّمَ الْبِنَاءُ وَغَرِقَ الْمَالُ فَادْعُ اللهَ لَنَا، فَرَفَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ وَقَالَ: اللهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا، قَالَ: فَمَا جَعَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُشِيرُ بِيَدِهِ إِلَى نَاحِيَةٍ مِنَ السَّمَاءِ إِلَّا تَفَرَّجَتْ حَتَّى صَارَتِ الْمَدِينَةُ فِي مِثْلِ الْجَوْبَةِ حَتَّى سَالَ الْوَادِي وَادِي قَنَاةَ شَهْرًا»، قَالَ: فَلَمْ يَجِئْ أَحَدٌ مِنْ نَاحِيَةٍ إِلَّا حَدَّثَ بِالْجَوْدِ.

ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام اوزاعی نے خبر دی، کہا کہ ہم سے اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ انصاری نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھ سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں لوگوں پر ایک دفعہ قحط پڑا۔ انہی دنوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن منبر پر خطبہ دے رہے تھے کہ ایک دیہاتی نے کھڑے ہو کر کہا یارسول اللہ! جانور مر گئے اور بال بچے فاقے پر فاقے کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ پانی برسائے۔ انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر دعا کے لیے دونوں ہاتھ اٹھا دیئے۔ آسمان پر دور دور تک ابر کا پتہ تک نہیں تھا۔ لیکن (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے) پہاڑوں کے برابر بادل گرجتے ہوئے آ گئے ابھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اترے بھی نہیں تھے کہ میں نے دیکھا کہ بارش کا پانی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی سے بہہ رہا ہے۔ انس نے کہا کہ اس روز بارش دن بھر ہوتی رہی۔ دوسرے دن تیسرے دن، بھی اور برابر اسی طرح ہوتی رہی۔ اس طرح دوسرا جمعہ آ گیا۔ پھر یہی بدوی یا کوئی دوسرا شخص کھڑا ہوا اور کہا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! (کثرت باراں سے) عمارتیں گر گئیں اور جانور ڈوب گئے، ہمارے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر دونوں ہاتھ اٹھائے اور دعا کی «اللّٰھم حوالینا ولا علینا» کہ اے اللہ! ہمارے اطراف میں برسا اور ہم پر نہ برسا۔ انس نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھوں سے آسمان کی جس طرف بھی اشارہ کر دیتے ابر ادھر سے پھٹ جاتا، اب مدینہ حوض کی طرح بن چکا تھا اور اسی کے بعد وادی قناۃ کا نالہ ایک مہینہ تک بہتا رہا۔ انس نے بیان کیا کہ اس کے بعد مدینہ کے اردگرد سے جو بھی آیا اس نے خوب سیرابی کی خبر لائی۔



شرح بخاری







جو شخص بارش میں اتنی دیر ٹھہرے کہ اسکی داڑھی سے پانی ٹپکنے لگے، گویا بارش کا پانی برکت کے لئے اپنے جسم سے لگانا سنت نبوی ہے۔

"قولہ وادی قناۃ" قناۃ ایک وادی کا نام ہے ویسے قناۃ مصنوعی چشمہ کو کہتے ہیں جسے ایسے کھودتے ہیں کہ پانی زمین

کی سطح پر آجاتا ہے آگے اسے جہاں چاہیں لے جائیں۔

٢٥ ـ بَابُ إِذَا هَبَّتِ الرِّيحُ:

باب: جب ہوا چلتی

١٠٣٤: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي حُمَيْدٌ، أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسًا، يَقُولُ: «كَانَتْ الرِّيحُ الشَّدِيدَةُ إِذَا هَبَّتْ عُرِفَ ذَلِكَ فِي وَجْهِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ».

ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں محمد بن جعفر نے خبر دی، انہوں نے کہا مجھے حمید طویل نے خبر دی اور انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ جب تیز ہوا چلتی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر ڈر محسوس ہوتا تھا۔

عام طور پر بارش کے وقت ہوا چلتی ہے اس لئے صلاۃ الاستسقاء کے تحت یہ باب لائے ہیں۔ اذاھبت الریح کا جواب محذوف ہے "ای مایصنع من قول أو فعل" حدیث میں آتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ ایسے وقت میں " اللھم إنی أسألك من خير ماأمرت به وأعوذبك من شر ماأمرت به[1]" پڑھا کرتے تھے لہذا حالات کی تبدیلی کے وقت اللہ تعالیٰ کی طرف گڑگڑانا چاہیئے۔

٢٦ ـ بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «نُصِرْتُ بِالصَّبَا»:

باب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ پروا ہوا کے ذریعہ مجھے مدد پہنچائی گئی

١٠٣٥: حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «نُصِرْتُ بِالصَّبَا وَأُهْلِكَتْ عَادٌ بِالدَّبُورِ».

ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے حکم سے بیان کیا، ان سے مجاہد نے، ان سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے پروا ہوا کے ذریعہ مدد پہنچائی گئی اور قوم عاد پچھوا کے ذریعہ ہلاک کر دی گئی تھی۔

"قوله نصرت بالصبا وأهلكت عاد بالدبور" بادِ صبا پُروا ہوا کو کہتے ہیں جو مشرق کی طرف سے چلتی ہے اور "الدبور" "پچھوا" ہوا کو کہتے ہیں جو مغرب کی طرف سے چلتی ہے۔ جنگِ خندق کے موقع پر کفار نے مدینہ کو ہر طرف سے گھیر لیا تھا۔ تب اللہ تعالیٰ نے پروا ہوا بھیجی۔ وہ اس قدر زور دار تھی کہ کافروں کے خیمے اکھڑ گئے ان کی جلائی ہوئی آگ بجھ گئی، ان کی آنکھوں میں خاک ایسی گھسی کہ وہ پریشان ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ اس حدیث میں اسی ہوا کی طرف اشارہ ہے۔

---

[1] مسند أبي يعلیٰ ٢٩٠٥ ج ٥ ص ٢٨٤۔

۲۷ ۔ بَابُ مَا قِيلَ فِي الزَّلَازِلِ وَالآيَاتِ:

باب: بھونچال اور قیامت کی نشانیوں کے بیان میں

۱۰۳۶: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو الزِّنَادِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يُقْبَضَ الْعِلْمُ وَتَكْثُرَ الزَّلَازِلُ وَيَتَقَارَبَ الزَّمَانُ وَتَظْهَرَ الْفِتَنُ وَيَكْثُرَ الْهَرْجُ وَهُوَ الْقَتْلُ حَتَّى يَكْثُرَ فِيكُمُ الْمَالُ فَيَفِيضُ».

ہم سے ابوالیمان حکم بن نافع نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں شعیب نے خبر دی، کہا کہ ہم سے ابوالزناد (عبداللہ بن ذکوان) نے بیان کیا، ان سے عبدالرحمٰن بن ہرمز اعرج نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت اس وقت تک نہ آئے گی جب تک علم دین نہ اٹھ جائے گا اور زلزلوں کی کثرت نہ ہو جائے گی اور زمانہ جلدی جلدی نہ گزرے گا اور فتنے فساد پھوٹ پڑیں گے اور «ھرج» کی کثرت ہو جائے گی اور «ھرج» سے مراد قتل ہے۔ قتل اور تمہارے درمیان دولت ومال کی اتنی کثرت ہو گی کہ وہ ابل پڑے گا۔



۱۰۳۷: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، قَالَ: حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ الْحَسَنِ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ: «اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي شَامِنَا وَفِي يَمَنِنَا، قَالَ: قَالُوا: وَفِي نَجْدِنَا، قَالَ: قَالَ: اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي شَامِنَا وَفِي يَمَنِنَا، قَالَ: قَالُوا: وَفِي نَجْدِنَا، قَالَ: قَالَ: هُنَاكَ الزَّلَازِلُ وَالْفِتَنُ وَبِهَا يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ».

مجھ سے محمد بن مثنی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے حسین بن حسن نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبداللہ بن عون نے بیان کیا، ان سے نافع نے بیان کیا، ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا، آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! ہمارے شام اور یمن پر برکت نازل فرما۔ اس پر لوگوں نے کہا اور ہمارے نجد کے لیے بھی برکت کی دعا کیجئے لیکن آپ نے پھر وہی کہا اے اللہ! ہمارے شام اور یمن پر برکت نازل فرما پھر لوگوں نے کہا اور ہمارے نجد میں؟ تو آپ نے فرمایا کہ وہاں تو زلزلے اور فتنے ہوں گے اور شیطان کا سینگ وہیں سے طلوع ہو گا۔



اس سے قبل سخت ہوا اور آندھی کا ذکر ہوا تو اس کے ساتھ زلزلوں اور بھونچال کا بھی ذکر کر دیا دونوں آفتیں ہیں۔

۲۸ ۔ بَابُ قَوْلِ اللهِ تَعَالَى: {وَتَجْعَلُونَ رِزْقَكُمْ أَنَّكُمْ تُكَذِّبُونَ}:

باب: اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی «وتجعلون رزقكم أنكم تكذبون»

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ شُكْرَكُمْ.

یعنی تمہارا شکر یہی ہے کہ تم اللہ کو جھٹلاتے ہو (یعنی تمہارے حصہ میں جھٹلانے کے سوا اور کچھ آیا ہی

نہیں) عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ہمارے رزق سے مراد شکر ہے۔

١٠٣٨: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ، أَنَّهُ قَالَ: صَلَّى لَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ الصُّبْحِ بِالْحُدَيْبِيَةِ عَلَى إِثْرِ سَمَاءٍ كَانَتْ مِنَ اللَّيْلَةِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ: هَلْ تَدْرُونَ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ؟ قَالُوا: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: «أَصْبَحَ مِنْ عِبَادِي مُؤْمِنٌ بِي وَكَافِرٌ، فَأَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللهِ وَرَحْمَتِهِ فَذَلِكَ مُؤْمِنٌ بِي كَافِرٌ بِالْكَوْكَبِ، وَأَمَّا مَنْ قَالَ بِنَوْءِ كَذَا وَكَذَا فَذَلِكَ كَافِرٌ بِي مُؤْمِنٌ بِالْكَوْكَبِ».

ہم سے اسماعیل بن ایوب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے امام مالک نے بیان کیا، انہوں نے صالح بن کیسان سے بیان کیا، ان سے عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود نے بیان کیا، ان سے زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ میں ہم کو صبح کی نماز پڑھائی۔ رات کو بارش ہو چکی تھی نماز کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا معلوم ہے تمہارے رب نے کیا فیصلہ کیا ہے؟ لوگ بولے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول خوب جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پروردگار فرماتا ہے آج میرے دو طرح کے بندوں نے صبح کی۔ ایک مومن ہے ایک کافر۔ جس نے کہا اللہ کے فضل ورحم سے پانی پڑا وہ تو مجھ پر ایمان لایا اور ستاروں کا منکر ہوا اور جس نے کہا فلاں تارے کے فلاں جگہ آنے سے پانی پڑا اس نے میرا کفر کیا، تاروں پر ایمان لایا۔

شرح بخاری

قولہ قال ابن عباس "شکرکم" یعنی رزق بول کر اسکا لازم مراد ہے اور وہ شکر ہے۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ رزقکم کی جگہ "شکرکم" پڑھتے ہوں، جس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جو سعید بن منصور نے روایت کی ہے "عن ابن عباس أنه كان يقرء "و تجعلون شكركم أنكم تكذبون"[1]

قولہ فذالك كافر بي مؤمن بالكوكب حادثات کی ستاروں کی طرف نسبت کرنا درست نہیں ہے، ویسے وہ بعض چیزوں کے اسباب بن سکتے ہیں، جیسے بادل کا آنا، بارش کا سبب ہوتا ہے، صابی فرقے کی طرح ان کو مستقل مدبرات کہنا واقعی شرک ہے۔ جاہلیت میں لوگ گمان کرتے تھے کہ بارش ستاروں کی گردش سے منسلک ہے۔ اسلامی شریعت نے اسے کفر قرار دیا۔

٢٩ ـ بَابُ لَا يَدْرِي مَتَى يَجِيءُ الْمَطَرُ إِلَّا اللهُ:

باب: اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کو معلوم نہیں کہ بارش کب ہو گی

وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسٌ لَا يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا اللهُ.

[1] شرح مشکل الآثار ٥٢١٧ ج ١٣ ص ٢١٢۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا پانچ چیزیں ایسی ہیں جنہیں اللہ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔

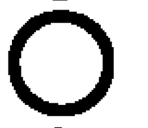
١٠٣٩: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مِفْتَاحُ الْغَيْبِ خَمْسٌ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا اللهُ، لَا يَعْلَمُ أَحَدٌ مَا يَكُونُ فِي غَدٍ، وَلَا يَعْلَمُ أَحَدٌ مَا يَكُونُ فِي الْأَرْحَامِ، وَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا، وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ، وَمَا يَدْرِي أَحَدٌ مَتَى يَجِيءُ الْمَطَرُ».

ہم سے محمد بن یوسف فریابی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبداللہ بن دینار نے بیان کیا، اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غیب کی پانچ کنجیاں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ کسی کو نہیں معلوم کہ کل کیا ہونے والا ہے، کوئی نہیں جانتا کہ ماں کے پیٹ میں کیا ہے، کل کیا کرنا ہو گا، اس کا کسی کو علم نہیں۔ نہ کوئی یہ جانتا ہے کہ اسے موت کس جگہ آئے گی اور نہ کسی کو یہ معلوم کہ بارش کب ہو گی۔



اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ بارش کب ہو گی۔ آجکل لوگ جو بارش کا حساب لگاتے ہیں وہ ہوا میں برودت سے لگاتے ہیں اور اسے قرآن کریم میں ذکر کیا گیا ہے "یرسل الریاح مبشرات" لہذا ہوائیں چلنے سے اندازہ لگانا کہ بارش ہو گی یہ علم غیب سے نہیں ہے۔ ظاہری اسباب کے بغیر بارش ہونے کا وقت سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو معلوم نہیں ہے۔ مؤطا میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے "إذا أنشأت بحرية فتشاءمت فتلك عين غديقة [1]" ایسے کئی لوگ بھی اندازے لگاتے ہیں کہ بیرامیٹر میں پارہ اتنا نیچے آگیا ہے لہذا بارش ہونے کا امکان ہے وہ بھی قطعاً نہیں کہتے۔

"قوله مفتاح الغيب خمس" یعنی کلیات کا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو علم غیب نہیں ہے۔ قیامت غیبیات کی ایک جزئی ہے۔ اس کے وقوع کا وقت اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا اللہ تعالیٰ کے بتانے سے سب کو معلوم ہے کہ قیامت آئے گی۔ کلی علم کسی کو نہیں۔ وحی وغیرہ سے جزئی علم ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اپنا خواب بیان کیا تھا کہ تیری دو بہنیں اور دو بھائی ہیں۔ کہا ایک بہن ہے دوسری کونسی؟ کہا میرا خیال ہے کہ لڑکی پیدا ہو گی۔ اور لڑکی ہی ہوئی۔ لہذا خواب کے ذریعے بھی علم ہو سکتا ہے۔ یہ جزئی علم ہے ورنہ کلی علم تو اللہ تعالیٰ کو ہی ہے۔

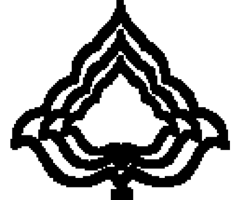


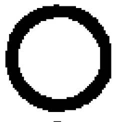


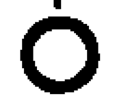
بعض علماء کہتے ہیں کہ ان پانچ چیزوں کے ذکر سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو کسی چیز کا علم غیب نہیں ہے۔ اس لئے کہ جہان تین ہیں۔ عالم دنیا، عالم برزخ، عالم آخرت۔ عالم دنیا کی ابتدا ماں کے پیٹ

[1] مؤطا امام مالک ۶۵۴ ج ۲ ص ۲۶۹۔

سے ہوتی ہے اس کا کسی کو علم نہیں ہوتا کہ نر ہے یا مادہ، ناقص ہے یا کامل۔ تو بعد کے حالات کو کوئی شخص کیسے جان سکتا ہے۔ باقی رہا آلات کے ذریعے سے معلوم کرنا تو یہ غیب نہیں ہے۔ اور عالم برزخ سے پہلے موت ہے موت کے وقت کا بھی کسی کو اللہ تعالیٰ کے سوا علم نہیں تو بعد کے برزخی حالات کا کیسے علم ہو سکتا ہے۔ عالمِ آخرت سے پہلے قیامت ہے۔ اس کا بھی کسی کو علم نہیں ہے کہ قیامت کب آئے گی۔ جبکہ عالمِ آخرت کی ابتدا کا علم نہیں تو باقی غیبیات کو کیسے جانا جا سکتا ہے پھر اس جہان کی قریب ترین چیز بادل ہے اس کے متعلق بھی کسی کو علم نہیں کہ بادل برسے گا یا نہیں۔ باقی عالمِ بالا کی چیزوں کو کیسے کوئی جان سکتا ہے پھر انسان کے اپنے اعمال اس کے زیادہ قریب ہوتے ہیں ان کا اسے علم نہیں کہ کل کیا ہونے والا ہے۔ تو دوسروں کے حالات کو کیسے جان سکتا ہے۔ یہ پانچ چیزیں ابتدائی ذکر کر دی ہیں ان کا کسی کو علم نہیں تو ان کے علاوہ باقی غیبیات کا کسی کو اللہ تعالیٰ کے سوا علم بالاَولیٰ نہیں ہے۔





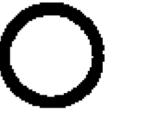




کتاب الکسوف

کتاب سورج گہن کے متعلق بیان

کسوف کے معنی لغۃً تغیر کے ہوتے ہیں اور خسوف کے معنی ذلت کے ہوتے ہیں۔ گہن کے وقت یہ دونوں چیزیں پیدا ہوتی ہیں۔ گہن کے وقت سورج، چاند میں تغیر بھی پیدا ہوتا ہے اور ذلت بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور پہلے کی طرح آب و تاب نہیں رہتی۔ علم ھیأۃ سے معلوم ہوتا ہے کہ سورج کا کسوف چاند کے حائل ہونے کی بناپر ہوتا ہے۔ اس لئے سورج کو طبعًا گہن ستائیس۔ اٹھائیس اور انیتس کو لگتا ہے۔ اور ان اوقات میں چاند سامنے آتا ہے۔ اور چاند کو گہن تب لگتا ہے جبکہ وہ ظلّ ارض میں آجائے۔ یعنی چاند، زمین کے سائے میں آجاتا ہے جس کی وجہ سے چاند پر سورج کی روشنی نہیں پڑتی۔ سعدی کہتا ہے "ز مہر پر تو بود ماہرا" سورج کا اس پر پرتو ہوتا ہے۔ جب اس کا پرتو نہیں پڑتا تو گہن لگ جاتا ہے۔ جب سورج اور چاند بالمقابل ہوں اس وقت گہن لگتا ہے اس وقت ظلّ ارض میں آجاتا ہے کسوف اور خسوف کی یہ طبعی تاریخیں ہیں۔ ۱۳، ۱۴، ۱۵۔ تواریخ چاند کے لئے۔ اور ۲۷، ۲۸، ۲۹ یہ تواریخ سورج کے لئے ہیں۔ علم ھیأۃ والوں نے ان کے دورِ کبیر اور دورِ صغیر مقرر کئے ہیں، اٹھارہ سال اور گیارہ ماہ میں ستر دفعہ بھی گہن لگ سکتا ہے اور کم از کم دو، تین دفعہ بھی لگ سکتا ہے۔ اور کبھی سات دفعہ بھی لگتا ہے۔ اگر ستر دفعہ لگے تو اکتالیس دفعہ سورج کو اور انیتس دفعہ چاند کو لگتا ہے۔ اور اگر تین دفعہ ہی لگے تو صرف سورج کو ہی لگتا ہے۔ اور اگر سات دفعہ لگے تو ان میں سے دو، تین دفعہ چاند کو اور باقی چار پانچ دفعہ سورج کو لگتا ہے۔ انہوں نے یہ حساب دوروں کے لحاظ سے لگایا ہے۔ کسی دور میں ستر دفعہ ہوا، کسی میں تین دفعہ ہوگیا، کسی میں سات دفعہ، کسی میں کم و بیش، اسکا حساب انہوں نے سو، سوا سو سال کے اندر لگایا ہے، پھر آگے دوسرا دور شروع ہو جاتا ہے۔ آگے پھر پچھلے سالوں کی طرح لگنا شروع ہو جاتا ہے۔ اس لئے کسوف کے پچھلے حساب سے آدمی بتا سکتا ہے کہ فلاں تاریخ کو گہن لگے گا۔ کیونکہ انہوں نے پچھلے سالوں کا حساب لگایا ہوتا ہے یہ غیبی چیزیں نہیں ہیں۔ جس طرح کے سورج کا حساب ہے کہ ۳۱۳ یا ۳۱۴ دنوں میں سورج کی گردش ختم ہوتی ہے پھر نئے سرے سے شروع ہوتی ہے۔ اس گردش کے اعتبار سے سورج کبھی اس طرف اور کبھی اس طرف چلا جاتا ہے۔ اور اس کے لئے معین وقت ہوتے ہیں۔ جیسا کہ انہوں نے دائرہ اعتدال کا کھینچا ہے۔ اس دائرے کے چھ ماہ ادھر اور چھ ماہ ادھر ہوتا ہے۔ لہذا یہ غیبی چیزیں نہیں ہیں۔ بلکہ قواعد اور مشاہدات ہیں اور مشاہدات کے خلاف بات نہیں سنی جاتی۔ ہاں یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جیسے چاند کے آگے آنے سے سورج کو گہن لگتا ہے ویسے کسی دیگر سیارے کے آگے آنے سے بھی ہوسکتا ہے۔ اسکا نام کسوف غیر طبعی رکھ لیا جائے۔ کسوف طبعی سے مراد یہ ہے کہ انہیں کسوف و خسوف کا جتنا علم ہوا ہے اس کا انہوں نے طبعی نام رکھ لیا ہے اس کے بغیر کسوف ہو تو غیر طبعی ہوگا۔ ہوسکتا ہے وہ بھی طبعی ہوتا ہو جیسا کہ کہتے ہیں۔ ۱۵۰۰ عیسوی میں سورج کو گہن پندرہ تاریخ کو لگا تھا۔ اگر ایسا ہے


توستائیس، اٹھائیس اور انیتس تواریخ کہاں گئیں ؟امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اگر عید کے دن کسوف ہوجائے تو کیا کرنا چاہیئے۔ نماز، عید کی طرح پڑھی جائے یا نماز کسوف کی طرح دو رکوع والی پڑھی جائے۔ ہوسکتا ہے ہے کہ انہیں علم ھیأۃ کا پتہ نہ ہو۔ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں۔ یکم شوال اور دس ذوالحج کو سورج کو کسوف لگ ہی نہیں سکتا۔ اور طبعی کسوف ستائیس، اٹھائیس انیتس کو ہوتا ہے۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے علم ھیأۃ پر زیادہ اعتماد کرلیا ہے۔ کیونکہ گہن لگ سکتا ہے اگرچہ غیر طبعی ہو جیسا کہ ۱۵۰۰ عیسوی میں پندرہ تاریخ کو لگا تھا لہٰذا غیر طبعی لگ سکتا ہے۔ کیونکہ بعض سیارے ایسے بھی ہوتے ہیں جن کی رفتار کا ہمیں علم نہیں ہے۔ ایسی رفتار سے ہوسکتا ہے کہ کوئی سیارہ سورج کے سامنے آجائے۔ ان کو علم ھیأۃ والے ضوال کہتے ہیں۔ اور ضوال سے مراد یہ ہے کہ وہ سیارے گم ہیں نظر نہیں آتے کیونکہ ان کی روشنی زیادہ نہیں ہوتی۔ جیسا کہ دمدار ستارے ہوتے ہیں۔ گویا ستارے اس طرح سیارے ہوجاتے ہیں۔ لیکن یہ بات نہیں ہے کہ بخارات چڑھ کروہ جلنے لگ جائیں۔ جیسا کہ پرانے علم ھیأۃ والے کہتے تھے۔ یہ بھی سیارے ہی ہوتے ہیں ان کا سورج کے گرد دائرہ بیضوی شکل کا ہوتا ہے۔ بیضوی ہونے کی وجہ سے جب دور چلے جاتے ہیں تو نظر نہیں آتے۔ نزدیک آجائیں تو نظر آجاتے ہیں نظر نہ آنے کی صورت میں زمین کے قریب آجاتے ہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے علم ھیأۃ نہیں پڑھا ہوگا۔ لہٰذا انہوں نے جو کہا ہے وہ علم ھیأۃ کی بنا پر نہیں بلکہ قدرتی طور پر کہا ہوگا۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ علم ھیأۃ سے خوب واقف ہیں۔ لیکن انہوں نے اس پر زیادہ ہی اعتماد کرلیا ہے۔ علم ھیأۃ جاننے والے جیسے ابن تیمیہ رحمہ اللہ، غزالی رحمہ اللہ، ابن القیم رحمہ اللہ، اور ابن دقیق العید۔ کوئی حدیث آجائے تو اسکی توجیح کرتے ہیں۔ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ جو لوگ حدیث پر پورا اعتماد کرنے والے ہیں وہ جاھل تو ہوسکتے ہیں لیکن انکار نہیں کرسکتے۔ یعنی انہیں غلطی لگ سکتی ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ گہن اللہ تعالی کی طرف سے لگتا ہے۔ سورج کو چاند کے آگے آنے سے یا ظل ارضی میں آنے سے چاند کو نہیں لگتا۔ کیونکہ سورج بہت بڑا ہے اور چاند اس کے مقابلہ میں چھوٹا سا ہے۔ لہٰذا وہ کس طرح حاجب بن سکتا ہے۔ اور یہ فضول سی بات ہے۔ سورج اگرچہ بہت بڑا ہے لیکن آپ اس کے آگے اپنا ہاتھ بھی کرلیں تو نظر نہیں آئے گا۔ کہا کہ علم ھیأۃ والے غلط کہتے ہیں۔ برق بھی اس حدیث کا انکار کرتا ہے جس میں آتا ہے کہ سورج طلوع ہوتے وقت شیطان اپنا سر اس کے آگے کرلیتا ہے۔ کہتا ہے سورج بہت موٹا ہے اور اس کا قطر بہت زیادہ ہے کیا شیطان کا سر اتنا ہی بڑا ہے کہ وہ سورج کے آگے لے آئے۔ حالانکہ "بین قرنی الشیطٰن" نکلنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اسکا سر بڑا ہو۔ اگرچہ سورج کی جسامت بہت بڑی ہے لیکن آپ کمرے کے اندر بیٹھے ہوئے اسے چھوٹے سے روشندان سے دیکھ لیتے ہیں۔ یہ فرق قرب و بعد کی وجہ سے ہوتا ہے۔ لہٰذا حافظ کا انکار کرنا درست نہیں ہے۔

کسوف کے بارہ میں حدیث میں آتا ہے "یخوف اللہ بہ عبادہ"[1] اس پر برق کہتا ہے کہ کسوف طبعی چیز ہے۔ اس سے کیا خوف ہوسکتا ہے۔ سورج ہر روز طلوع ہوتا ہے اور کبھی اسے گہن لگ جاتا ہے۔ اس میں خوف والی

---

[1] السنن الکبری للنسائی ۱۸۸۹ ج ۲ ص ۳۴۸۔

کون سی بات ہے؟ اسکا جواب شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے دیا ہے کہ طبعی چیز سے بھی بعض دفعہ خطرہ پیدا ہو جاتا ہے جیسا کہ آندھی آنا، بارش برسنا، ژالہ باری ہونا یہ سب طبعی چیزیں ہیں۔ لیکن ان کی وجہ سے لوگ سہم جاتے اور خوف زدہ ہو جاتے ہیں کہ کہیں باعث نقصان نہ ہوں۔ کسوف بھی اگرچہ طبعی چیز ہے مگر اس سے عناصر میں کچھ تغیرات پیدا ہوتے ہیں۔ ان تغیرات کی وجہ سے زلزلہ آنے کا ڈر ہوتا ہے۔

لیکن یہ بات نہیں کہ گہن زدہ سورج ماتم کرتا ہے جیسا کہ لوگوں کا خیال تھا کہ کوئی بڑا آدمی پیدا ہوا ہے یا بڑا آدمی مرگیا ہے۔ اس لئے گہن لگا ہے اسکا نبی ﷺ نے رد کیا ہے آپ نے فرمایا "لاينخسفان لموت أحد ولا لحياته[1]" جیسا کہ لوگوں نے آپ کے بیٹے ابراھیم کی وفات پر ایسا سمجھ لیا تھا تو آپ نے اس کی نفی کی۔ لیکن تخویف کا آپ نے اثبات کیا ہے۔

نسائی کی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ تجلی فرماتا ہے "تجلي لشيئ من خلقه خشع له[2]" تو وہ چیز خاضع اور عاجز ہو جاتی ہے اس سے حافظ رحمہ اللہ نے سمجھا ہے کہ تجلی کسوف کا سبب ہے۔ علم ھیأۃ والے جو کہتے ہیں کہ ظلّ ارضی کی وجہ سے کسوف ہوتا ہے غلط کہتے ہیں۔ ادھر غزالی چونکہ علم ھیأۃ میں بڑا پختہ تھا وہ کہتا ہے کہ تجلی والی بات قواعد قطعیہ کے خلاف ہے۔ لہذا اس کے قائل کو کاذب کہنا چاہیئے۔ جبکہ حدیث کی سند صحیح ثابت اور حدیث صحیح ہے۔ امام ابن القیم رحمہ اللہ چونکہ دونوں چیزوں کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ اس حدیث کا مفہوم غلط سمجھا گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ تجلی کسوف کا سبب ہے۔ بلکہ کسوف بوقت تجلی ہوتا ہے یعنی جب کسوف ہوتا ہے اس وقت اللہ تعالیٰ کی سورج کے سامنے تجلی ہوتی ہے۔ اور اس وقت سورج میں خضوع پیدا ہوتا ہے اور اس کی قوت مدھم پڑجاتی ہے گویا کسوف، خضوع نہیں ہے بلکہ جب کسوف ہوتا ہے تو اس وقت اللہ تعالیٰ کی تجلی ہوتی ہے اور سورج میں خضوع پیدا ہو جاتا ہے لیکن یہ معنی ظاہر کے خلاف ہے ظاہر تو یہی ہے کہ "اذا تجلي لشيئ خضع له" تجلی کسوف کا سبب ہے۔ مگر جو علماء علم ھیأۃ میں ماہر تھے انہوں نے کہا ہے کہ کسوف چاند کے ظل ارضی میں آنے سے ہوتا ہے لہذا حدیث کا ایسا معنی لینا چاہیئے جو قواعد قطعیہ کے خلاف نہ ہو۔ ویسے اگر ظاہر پر محمول کیا جائے تو مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کسوف تب ہوتا ہے جبکہ سورج اور چاند عُقْدَتَيْن میں آجائیں اور عقدتین سے مراد یہ ہے کہ سورج کا زمین کے گرد ایک دائرہ پیدا ہوتا ہے۔ جو لوگ سورج کی حرکت نہیں مانتے وہ بھی یہاں پہنچ کر کسوف کا تصور بنانے کے لئے اسے مانتے ہیں۔ ویسے وہ کہتے ہیں کہ زمین حرکت کرتی ہے۔ اور سورج کی حرکت فرض کرنے سے زمین کے گرد دائرہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اور وہ دائرہ دراصل فلک پر پیدا ہوتا ہے۔ اور وہ لگاتار ساتوں زمینوں تک چلا جاتا ہے۔ اور زمین اس دائرے سے کٹ جاتی ہے۔ اور ایک خطِ اعتدال ہوتا ہے۔ اور تقاطع دو جگہ ہوتا ہے۔ جب سورج سیال کی طرف مائل ہوگا تو اس وقت موسم خریف کا آئیگا۔ نیچے سے بھی اس نے کاٹنا ہے۔ تو موسم ربیع کا آنیوالا ہوگا۔ چھ ماہ گرمی اور چھ ماہ

---

[1] مسلم ۹۰۱(۱) ج ۲ ص ۶۱۸ صحیح بخاری ۱۰۴۲۔

[2] صحیح ابن خزیمہ ۱۴۰۲ ج ۲ ص ۳۲۹۔ سنن نسائی ۱۴۸۷ ج ۳ ص ۱۴۴۔

سردی ہوگی۔ جس طرح انہوں نے زمین کے گرد سورج کی رفتار کا دائرہ کھینچا ہے۔ اسی طرح چاند کا دائرہ بھی کھینچا ہے، چاند کے دائرے کا سورج کے دائرے سے تقاطع پیدا ہو جاتا ہے۔ جہاں جہاں یہ تقاطع ہوتا ہے اسکا نام عقد تین رکھتے ہیں۔ جب سورج اور چاند عقد تین میں آجائیں اور زمین کے مرکز سے ایک ایسا خط کھینچا جائے جو چاند اور سورج کے بیچ سے گذر جائے اور تینوں ایک ہی خط میں آجائیں تو اس وقت گہن لگتا ہے۔ ستائیس۔ اٹھائیس۔ انیتس کو یا تیرہ، چودہ پندرہ کو یہ عقد تین میں ہوتے ہیں۔ لیکن چاند کو ہمیشہ ۱۳، ۱۴، ۱۵ کو نہیں لگتا۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالی نے جو رفتار مقرر کی ہے۔ اس رفتار کی بنا پر جب وہاں سے گذرے گا اس وقت عقد تین میں ہوگا۔ ہمیشہ عقد تین میں نہیں آتا۔ حالانکہ وہ گزرتا ہر روز ہے۔ اس کے لئے اللہ تعالی نے ایسا حساب مقرر کیا ہے جس میں کوئی کمی۔ بیشی نہیں ہوتی۔ اس کے لئے ادوار متعین کر دیئے ہیں۔ جن کی بنا پر حساب لگ سکتا ہے۔ اس لئے سورج اور چاند کے طبعی کسوف میں بھی تخویف ہو سکتی ہے۔

قاضی سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ آپ کی نبوت کی زندگی میں بیس دفعہ گہن لگا ہے۔ اور مدنی زندگی میں دس دفعہ لگا ہے۔ یعنی اس حساب کے اعتبار سے بات بنائی ہے حالانکہ علم ھیاۃ والوں کے حساب میں کسوف مرئی نہیں ہوتا۔ سورج کو گہن کبھی کم، کبھی زیادہ اور کبھی سارے کو لگتا ہے لیکن رہتا پانچ، دس منٹ تک ہی ہے۔ اور تھوڑے حصے میں نظر آتا ہے۔ بعض دفعہ ایک سو، پینسٹھ میل تک رہتا ہے۔ منصور پوری صاحب نے بیس دفعہ گہن لگنے کا ذکر کیا ہے لیکن احادیث میں آپ کے بیٹے ابراہیم کی وفات کے وقت ایک دفعہ گہن لگنے کا ذکر آتا ہے۔ اس وقت آپ نے فرمایا تھا "لاینخسفان لموت أحد ولا لحیاته" یعنی کسی کی موت وحیات سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور نہ ہی یہ کسی کی موت پر ماتم کرتا ہے۔ اور یہ بھی نہیں کہ غیر طبعی ہوتا ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر نے سمجھا ہے۔ ویسے غیر طبعی لگ سکتا ہے۔ اس لئے ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا اس علم پر زیادہ اعتماد کر کے امام شافعی رحمہ اللہ پر تنقید کرنا بھی درست نہیں ہے۔

سنن دار قطنی کی ایک روایت بھی پیش کرتے ہیں جو کہ موضوع ہے "إن لمھدینا أیتین [1]" کہ یہ امام باقر نے کہا ہے۔ اس میں امام باقر سے روایت کرنے والا ابن شمر "کذاب ہے اسی نے یہ روایت گھڑی ہے ایک موقوف روایت پیش کرتے ہیں "إن لمھدینا أیتین لم تکونا منذ خلق الله السموت والأرض ولا تکونان إلي یوم القیامة" یعنی نہ کبھی لگا ہے اور نہ لگے گا، اسی وقت ہی لگے گا۔ اسکی صورت یہ ہوگی "خسوف القمر فی أول لیلة من رمضان و کسوف الشمس وسطه" یہ غیر طبعی چیزیں ہیں کہ چاند کو پہلی تاریخ کو لگے۔ حالانکہ چاند کو تیرہ، چودہ، پندرہ کو لگتا ہے۔ قادیانی نے کہا یہ لوگ معنیٰ صحیح نہیں کرتے۔ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ چاند کو گہن لگنے کی جو تواریخ ہیں ان میں سے پہلی کو لگے گا۔ یعنی تیرہ کو چاند اور سورج کو اٹھائیس کو لگے گا۔ کیونکہ یہ ستائیس اور انیتس کا وسط ہے۔ اور یہ غیر طبعی نہیں ہے۔ حالانکہ یہ تاویل صریح لفظوں کے خلاف ہے۔ غیر طبعی لگ سکتا ہے جیسا کہ پندرھویں صدی عیسوی میں سورج کو پندرہ تاریخ کو لگا تھا۔ مطلب یہ ہے کہ کوئی اور سیارہ آگے آجائے تو لگ سکتا

---

[1] سنن دار قطنی ۱۷۹۵ ج ۲ ص ۴۱۹۔

ہے۔ ویسے بھی مذکور الفاظ کوئی حدیث نہیں ہے۔ بلکہ امام باقر کا قول ہے۔ اور اس میں راوی شمر کذاب ہے۔ اگر سند صحیح ہوتی تو اس پر غور ہو سکتا تھا۔ قادیانی نے اسے اپنی سچائی کی دلیل بنایا ہے۔

ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالہ کا پہلے مرزے کا معتقد تھا وہ سمجھتا تھا کہ یہ آریہ اور عیسائیوں کو جواب دیتا ہے لہذا یہ دین کی خدمت کرتا ہے۔ لیکن جب قادیانی نے فتویٰ دیا کہ جو مجھے نہیں مانتا وہ کافر ہے۔ تو عبدالحکیم اس سے الگ ہو گیا۔ اور اسے اس کے خلاف الہام شروع ہو گئے۔ اس نے کہا کہ مجھے الہام ہوا ہے کہ مرزا آٹھ اگست کو ھاویہ میں گرایا جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ وہ تو مٹی میں مردار ہوا ہے۔ تو اس نے جواب دیا کہ میں نے کہا ہے کہ وہ آٹھ اگست تک جہنم میں گرایا جائے گا۔ اس سے پہلے نہیں گرایا جائے گا۔ قادیانی نے اسے جواب دیا تھا کہ دشمن کی پیشگوئی سچی نہیں ہوگی۔ میری عمر اللہ تعالیٰ بڑھاوے گا۔ لیکن قادیانی مر ہی گیا۔ وہ ڈاکٹر تھا اسے معلوم ہو گیا تھا کہ اسے ایسی مرض لاحق ہے جو اسے ایک سال کے اندر لے بیٹھے گی۔

اس نے ایک رسالہ نشان آسمانی لکھا تھا اس میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ اس طرح کا گہن، تیرہ چاند کو اور اٹھائیس سورج کو نبی اکرم ﷺ کے بعد اٹھارہ دفعہ لگا ہے۔ بعد میں اسے ہوش آئی کہ میں نے کیا کہہ دیا۔ پھر کہا کہ یہ بات کسی کی نہیں۔ اور نہ کوئی ان اٹھارہ برس میں مدعی مہدیت پیدا ہوا ہے۔ پھر یہ بھی کہا "لم تكونا منذ خلق الله السموت والأرض" کہ پہلے نہیں لگا۔ حالانکہ اس کے بقول اٹھارہ دفعہ لگ بھی چکا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے لئے چاند پھٹنے کو گہن سے تعبیر کرتا ہے۔ کہتا ہے " له خسف القمر المنير ولي خسف القمران المشرقان أتنكرون" یعنی میرے لئے سورج اور چاند دونوں گہنا گئے۔ کہتا ہے حدیث میں آتا ہے کہ جب مہدی آئے گا تو آسمان سے آواز آئے گی۔ اور یہ آسمان سے آواز آگئی ہے۔ کیونکہ قرآن میں ہے "خسف القمر وجمع الشمس والقمر" کہتا ہے یہ سورج، چاند دونوں کو گہن لگنے کی طرف اشارہ ہے "يقول الإنسان يومئذ أين المفر" مولوی کہیں گے اب کہاں جائیں۔ یہ شیطان لعین اپنے پاس سے معانی گھڑ لیا کرتا تھا۔

۱۔ بَابُ الصَّلَاةِ فِي كُسُوفِ الشَّمْسِ:

باب: سورج گرہن کی نماز کا بیان

۱۰۴۰: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أَبِي بَكْرَةَ، قَالَ: «كُنَّا عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَانْكَسَفَتِ الشَّمْسُ، فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجُرُّ رِدَاءَهُ حَتَّى دَخَلَ الْمَسْجِدَ، فَدَخَلْنَا فَصَلَّى بِنَا رَكْعَتَيْنِ حَتَّى انْجَلَتِ الشَّمْسُ، فَقَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ، فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُمَا فَصَلُّوا وَادْعُوا حَتَّى يُكْشَفَ مَا بِكُمْ».

ہم سے عمرو بن عون نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے خالد بن عبداللہ نے یونس سے بیان کیا، ان سے امام حسن بصری نے بیان کیا، ان سے ابو بکرہ نفیع بن حارث رضی اللہ عنہ نے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ سورج کو گرہن لگنا شروع ہوا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (اٹھ کر جلدی میں) چادر گھسیٹتے ہوئے مسجد میں گئے۔ ساتھ ہی ہم بھی گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دو رکعت نماز پڑھائی تاآنکہ سورج صاف ہو گیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سورج اور چاند میں گرہن کسی کی موت و ہلاکت سے نہیں لگتا لیکن جب تم گرہن دیکھو تو اس وقت نماز اور دعا کرتے رہو جب تک گرہن کھل نہ جائے۔

ابوبکرہ رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوئے۔ بکرہ چرخی کو کہتے ہیں۔ یہ طائف کے قلعہ سے چرخی کے ذریعے نکل کر آئے تھے۔ چرخی کے ساتھ رسی ڈال کر اوپر چڑھ آئے۔ اس وجہ سے ان کا نام ابوبکرہ پڑ گیا۔ اصل میں ان کا نام نفیع بن حارث ہے۔

"قوله فصلي بنار كعتين "صلاۃ کسوف کے بارہ میں احادیث مختلف آتی ہیں۔ بخاری شریف میں ہر رکعت میں دو رکوع کی حدیث آتی ہے۔ [1] مسلم میں تین رکوع کی [2] اور چار رکوع کی حدیث آتی ہے [3]۔ ابوداؤد میں پانچ رکوع کی حدیث ہے [4]۔ قاضی سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ کی بات کو لیا جائے تو تمام احادیث میں تطبیق ہو جاتی ہے۔ اور ان احادیث کو تعدد واقعہ پر محمول کیا جائے گا۔ ائمہ اربعہ میں سے کوئی بھی ایک رکعت میں دو رکوع سے زائد کا قائل نہیں ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک عام نمازوں کی طرح ایک رکوع سے پڑھی جائے گی۔ تین ائمہ کہتے ہیں کہ ہر رکعت میں دو رکوع کیئے جائیں گے۔ اسحق بن راھویہ رحمہ اللہ کے نزدیک مسلم کی حدیث کے مطابق دو رکوع اور تین اور چار رکوع بھی کیئے جاسکتے ہیں۔ ابوداؤد کی پانچ رکوع والی حدیث پر ان میں سے کسی نے عمل نہیں کیا۔

امام نووی رحمہ اللہ اور ابن منذر کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے لہذا اس پر عمل کرنا چاہیئے حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ دو رکوع والی حدیث صحیح ہے۔ باقی صحابہ کے افعال ہیں بعض راویوں سے غلطی کی بنا پر مرفوع ہو گئی ہیں مسلم کی حدیث میں حبیب پر تدلیس کا اعتراض ہے۔ تین رکوع والی حدیث میں بھی ابراہیم کے فوت ہونے کا ذکر آتا ہے۔ حالانکہ ابراھیم کی وفات ایک ہی دفعہ ہوئی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ایک ہی کسوف میں مختلف نمازیں پڑھی گئی ہیں۔ دو رکوع والی نماز بھی پڑھی گئی اور تین رکوع والی بھی اور چار والی بھی پڑھی گئی ہے۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ دو، دو رکعت پڑھ کر گہن دیکھنے کے لئے کسی آدمی کو بھیج دیتے تھے۔ حافظ نے اسکی تاویل کی ہے اور کہا ہے کہ دو رکوع کر کے بھیجتے تھے۔ ہوسکتا ہے کہ وہ آدمی نماز میں نہ ہو۔ اور آپ اسے اشارے سے بھیجتے ہوں گے ظاہر یہ ہے کہ دو، دو رکعت پڑھ کر بھیجتے تھے۔

---

1. صحیح بخاری ۱۰۴۶۔ مسلم (۳) ۹۰۱۔
2. مسلم (۱۰) ۹۰۴۔
3. مسلم (۱۸) ۹۰۸، ۹۰۹۔
4. سنن أبي داؤد ۱۱۸۲۔

١٠٤١: حَدَّثَنَا شِهَابُ بْنُ عَبَّادٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ حُمَيْدٍ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ قَيْسٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا مَسْعُودٍ، يَقُولُ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ مِنَ النَّاسِ وَلَكِنَّهُمَا آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللهِ، فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُمَا فَقُومُوا فَصَلُّوا».

ہم سے شہاب بن عباد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں ابراہیم بن حمید نے خبر دی، انہیں اسماعیل بن ابی خالد نے، انہیں قیس بن ابی حازم نے اور انہوں نے کہا کہ میں نے ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سورج اور چاند میں گرہن کسی شخص کی موت سے نہیں لگتا۔ یہ دونوں تو اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔ اس لیے اسے دیکھتے ہی کھڑے ہو جاؤ اور نماز پڑھو۔

١٠٤٢: حَدَّثَنَا أَصْبَغُ، قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرٌو، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ حَدَّثَهُ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّهُ كَانَ يُخْبِرُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ وَلَكِنَّهُمَا آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللهِ، فَإِذَا رَأَيْتُمُوهَا فَصَلُّوا».

ہم سے اصبغ بن فرح نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے عبداللہ بن وہب نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ مجھے عمرو بن حارث نے عبدالرحمٰن بن قاسم سے خبر دی، انہیں ان کے باپ قاسم بن محمد نے اور انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خبر دی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سورج اور چاند میں گرہن کسی کی موت و زندگی سے نہیں لگتا بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں، اس لیے جب تم یہ دیکھو تو نماز پڑھو۔



١٠٤٣: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ، قَالَ: حَدَّثَنَا شَيْبَانُ أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، قَالَ: كَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ مَاتَ إِبْرَاهِيمُ، فَقَالَ النَّاسُ: كَسَفَتِ الشَّمْسُ لِمَوْتِ إِبْرَاهِيمَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ، فَإِذَا رَأَيْتُمْ فَصَلُّوا وَادْعُوا اللهَ».

ہم سے عبداللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ہاشم بن قاسم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے شیبان ابومعاویہ نے بیان کیا، ان سے زیاد بن علاقہ نے بیان کیا، ان سے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سورج گرہن اس دن لگا جس دن (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے) ابراہیم رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا بعض لوگ کہنے لگے کہ گرہن ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات کی وجہ سے لگا ہے۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گرہن کسی کی موت





وحیات سے نہیں لگتا۔ البتہ تم جب اسے دیکھو تو نماز پڑھا کرو اور دعا کیا کرو۔

"قوله فصلوا وادعوا الله" بعض علماء کے نزدیک کسوف کی نماز اتنی لمبی پڑھنی چاہیئے کہ نماز پڑھتے ہوئے کسوف دور ہو جائے۔ اور بعض علماء کہتے ہیں کہ حدیث میں "صلوا" کے ساتھ "وادعوا" بھی آیا ہے۔ لہذا نماز سے فارغ ہو کر دعاء میں مشغول ہو جانا چاہیئے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ کسوف کا سارا عرصہ نماز میں ہی لگا دے۔ ہاں سورۃ بقرہ کے بقدر نماز کو لمبا کر دے جیسے نبی اکرم ﷺ نے لمبا کیا تھا۔ اس طرح قدرے تخفیف ہو جائے گی۔

"قوله فصلوا" اس سے احناف استدلال کرتے ہیں کہ یہ مطلق ہے اور اس سے نماز کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ نہیں کہا گیا کہ دو رکوع والی نماز ہونی چاہیئے۔ عام نمازوں کی طرح کسوف کی نماز پڑھ لی جائے گی۔ باقی رہا کہ نبی کریم علیہ السلام نے دو رکوع والی نماز پڑھی ہے تو وہ کسی عارضے کی وجہ سے پڑھی ہوگی۔ لیکن ان کا اس سے انکار کرنا لغو ہے کیونکہ آپ کی اتباع کرتے ہوئے صحابہ کرام سے بھی کسوف کی نماز میں دو، دو، اور تین، تین رکوع کرنا ثابت ہیں۔ اس کا جواز نبی اکرم ﷺ سے ثابت تھا تب ہی تو صحابہ کرام نے دو، دو، تین، تین رکوع والی نماز پڑھی ہے۔ شوکانی رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ جیسے نئی نماز پڑھی ہو ویسے کسوف کی نماز پڑھنی چاہیئے۔ کیونکہ حدیث میں آتا ہے "صلوا كأحدث صلوة صليتموها من المكتوبة[1]" جو نئی نماز پڑھی ہو اس طرح صلوۃ کسوف پڑھو۔ لیکن اس حدیث سے یہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ رکعات کے اعتبار سے نئی نماز کی طرح پڑھو، مثلاً اگر صبح کی نماز کے بعد کسوف ہوا ہے تو کسوف کی نماز دو رکعت پڑھو۔ اور اگر ظہر کی نماز کے بعد کسوف ہوا ہے تو صلاۃِ کسوف چار رکعت ادا کرو۔ اور اگر مغرب کے بعد چاند کا کسوف ہو تو تین رکعت گہن کی نماز پڑھی جائے گی۔ مگر نماز کی ھیأۃ دو رکوع یا اس سے زائد رکوع والی ہوگی۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی دو رکوع یا زائد کا باب قائم نہیں کیا حالانکہ دو رکوع کی احادیث بخاری کثرت سے لائے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ بخاری رحمہ اللہ بھی اس بات کے قائل ہیں کہ نماز کسوف دو رکوع والی بھی ہو سکتی ہے اور ایک رکوع والی بھی ہو سکتی ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ یہاں حدیث بھی مطلق نماز کی لائے ہیں۔

حنفی کہتے ہیں کہ نبی علیہ السلام یہ دیکھنے کے لئے بار بار کھڑے ہوتے تھے کہ سورج صاف ہوا ہے یا نہیں تو پچھلے لوگ بھی آپ کے ساتھ کھڑے ہو جاتے تھے، ورنہ رکوع ایک ہی تھا۔ اس سے وہم پڑ گیا کہ رکوع دو ہوئے ہیں۔ حالانکہ رکوع ایک تھا۔ دیکھ کر وہ پھر رکوع میں چلے جاتے تھے۔ احناف کی یہ بات بالکل لغو ہے اس کا مطلب تو یہ ہے کہ صحابہ کرام کو سمجھ نہیں تھی۔ حالانکہ وہ سب سے بڑھ کر عقل مند اور سمجھدار تھے۔ اس بارہ میں قولی حدیث لا رہے ہیں وہ ہر طرح کی نماز کو شامل ہے۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے ایک رکوع کے ساتھ نماز کسوف پڑھائی تھی۔ عروہ نے اعتراض کیا کہ یہ سنت کے خلاف ہوا ہے دیگر لوگوں نے اعتراض نہیں کیا اور نہ ہی یہ کہا کہ دوبارہ نماز پڑھو۔

"قوله لموت أحد" یعنی کسی کی موت کسوف کا سبب نہیں ہوتی۔ ورنہ کسوف سے تغیرات پیدا ہوتے ہیں۔ اس لئے وہ باعث تخویف ہے۔

---

[1] سنن ابی داود ۱۱۸۵، جلد ا ص ۳۰۸ (ضعیف)

٢ ـ بَابُ الصَّدَقَةِ فِي الْكُسُوفِ:

باب: سورج گرہن میں صدقہ خیرات کرنا

١٠٤٤: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّهَا قَالَتْ: «خَسَفَتِ الشَّمْسُ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّاسِ، فَقَامَ فَأَطَالَ الْقِيَامَ، ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ الرُّكُوعَ، ثُمَّ قَامَ فَأَطَالَ الْقِيَامَ وَهُوَ دُونَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ الرُّكُوعَ وَهُوَ دُونَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ سَجَدَ فَأَطَالَ السُّجُودَ، ثُمَّ فَعَلَ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ مِثْلَ مَا فَعَلَ فِي الْأُولَى، ثُمَّ انْصَرَفَ وَقَدِ انْجَلَتِ الشَّمْسُ، فَخَطَبَ النَّاسَ فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللهِ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ، فَإِذَا رَأَيْتُمْ ذَلِكَ فَادْعُوا اللهَ وَكَبِّرُوا وَصَلُّوا وَتَصَدَّقُوا، ثُمَّ قَالَ: يَا أُمَّةَ مُحَمَّدٍ وَاللهِ مَا مِنْ أَحَدٍ أَغْيَرُ مِنَ اللهِ أَنْ يَزْنِيَ عَبْدُهُ أَوْ تَزْنِيَ أَمَتُهُ، يَا أُمَّةَ مُحَمَّدٍ وَاللهِ لَوْ تَعْلَمُونَ مَا أَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيلًا وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيرًا».

ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا، ان سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے ہشام بن عروہ نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، ان سے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سورج گرہن ہوا تو آپ نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔ پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے تو بڑی دیر تک کھڑے رہے، قیام کے بعد رکوع کیا اور رکوع میں بہت دیر تک رہے۔ پھر رکوع سے اٹھنے کے بعد دیر تک دوبارہ کھڑے رہے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے قیام سے کچھ کم، پھر رکوع کیا تو بڑی دیر تک رکوع میں رہے لیکن پہلے سے مختصر، پھر سجدہ میں گئے اور دیر تک سجدہ کی حالت میں رہے۔ دوسری رکعت میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح کیا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم فارغ ہوئے تو گرہن کھل چکا تھا۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا کہ سورج اور چاند دونوں اللہ کی نشانیاں ہیں اور کسی کی موت و حیات سے ان میں گرہن نہیں لگتا۔ جب تم گرہن لگا ہوا دیکھو تو اللہ سے دعا کرو تکبیر کہو اور نماز پڑھو اور صدقہ کرو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے محمد کی امت کے لوگو! دیکھو اس بات پر اللہ تعالیٰ سے زیادہ غیرت اور کسی کو نہیں آتی کہ اس کا کوئی بندہ یا بندی زنا کرے، اے امت محمد! واللہ جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تمہیں بھی معلوم ہو جائے تو تم ہنستے کم اور روتے زیادہ۔

٣۔ بَابُ النِّدَاءِ بِالصَّلَاةُ جَامِعَةٌ فِي الْكُسُوفِ:

باب: گرہن کے وقت یوں پکارنا کہ نماز کے لیے اکٹھے ہو جاؤ، جماعت سے نماز پڑھو

١٠٤٥: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ سَلَّامِ بْنِ أَبِي سَلَّامٍ الْحَبَشِيُّ الدِّمَشْقِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ الزُّهْرِيُّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: «لَمَّا كَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُودِيَ إِنَّ الصَّلَاةَ جَامِعَةٌ».

ہم سے اسحاق بن منصور نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں یحییٰ بن صالح نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہم سے معاویہ بن سلام بن ابی سلام رحمہ اللہ تعالیٰ حبشی دمشقی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے یحییٰ بن ابی کثیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف زہری نے خبر دی، ان سے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سورج گرہن لگا تو یہ اعلان کیا گیا کہ نماز ہونے والی ہے۔

٤۔ بَاب خُطْبَةِ الإِمَامِ فِي الْكُسُوفِ:

باب: گرہن کی نماز میں امام کا خطبہ پڑھنا

وَقَالَتْ عَائِشَةُ، وَأَسْمَاءُ خَطَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

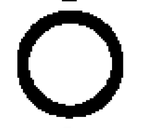
اور عائشہ رضی اللہ عنہا اور اسماء رضی اللہ عنہا نے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج گرہن میں خطبہ دیا۔

١٠٤٦: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، ح وحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، حَدَّثَنِي عُرْوَةُ، عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَتْ: «خَسَفَتِ الشَّمْسُ فِي حَيَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ إِلَى الْمَسْجِدِ فَصَفَّ النَّاسُ وَرَاءَهُ فَكَبَّرَ. فَاقْتَرَأَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِرَاءَةً طَوِيلَةً، ثُمَّ كَبَّرَ فَرَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا، ثُمَّ قَالَ: سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، فَقَامَ وَلَمْ يَسْجُدْ وَقَرَأَ قِرَاءَةً طَوِيلَةً هِيَ أَدْنَى مِنَ الْقِرَاءَةِ الْأُولَى، ثُمَّ كَبَّرَ وَرَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا وَهُوَ أَدْنَى مِنَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ قَالَ: سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ، ثُمَّ سَجَدَ، ثُمَّ قَالَ: فِي الرَّكْعَةِ الْآخِرَةِ مِثْلَ ذَلِكَ. فَاسْتَكْمَلَ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فِي أَرْبَعِ سَجَدَاتٍ وَانْجَلَتِ الشَّمْسُ قَبْلَ أَنْ يَنْصَرِفَ، ثُمَّ قَامَ فَأَثْنَى عَلَى اللهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ، ثُمَّ قَالَ هُمَا آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللهِ

لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ، فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُمَا فَافْزَعُوا إِلَى الصَّلَاةِ». وَكَانَ يُحَدِّثُ كَثِيرُ بْنُ عَبَّاسٍ، أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا كَانَ يُحَدِّثُ يَوْمَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ بِمِثْلِ حَدِيثِ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، فَقُلْتُ لِعُرْوَةَ: إِنَّ أَخَاكَ يَوْمَ خَسَفَتْ بِالْمَدِينَةِ لَمْ يَزِدْ عَلَى رَكْعَتَيْنِ مِثْلَ الصُّبْحِ، قَالَ: أَجَلْ لِأَنَّهُ أَخْطَأَ السُّنَّةَ.

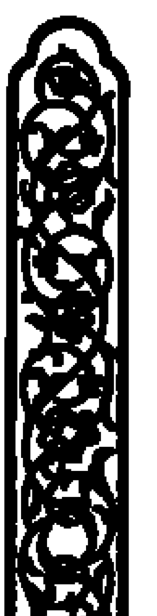
ہم سے یحیٰ بن بکیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے عقیل نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے (دوسری سند) اور مجھ سے احمد بن صالح نے بیان کیا کہ ہم سے عنبسہ بن خالد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یونس بن یزید نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے عروہ نے نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ کی زندگی میں سورج گرہن لگا، اسی وقت آپ ﷺ مسجد میں تشریف لے گئے۔ انہوں نے بیان کیا کہ لوگوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے صف باندھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر کہی اور بہت دیر قرآن مجید پڑھتے رہے پھر تکبیر کہی اور بہت لمبا رکوع کیا پھر «سمع اللہ لمن حمدہ» کہہ کر کھڑے ہو گئے اور سجدہ نہیں کیا (رکوع سے اٹھنے کے بعد) پھر بہت دیر تک قرآن مجید پڑھتے رہے۔ لیکن پہلی قرآت سے کم، پھر تکبیر کے ساتھ رکوع میں چلے گئے اور دیر تک رکوع میں رہے، یہ رکوع بھی پہلے رکوع سے کم تھا۔ اب «سمع اللہ لمن حمدہ» اور «ربنا ولک الحمد» کہا پھر سجدہ میں گئے۔ آپ ﷺ نے دوسری رکعت میں بھی اسی طرح کیا (ان دونوں رکعتوں میں) پورے چار رکوع اور چار سجدے کئے۔ نماز سے فارغ ہونے سے پہلے ہی سورج صاف ہو چکا تھا۔ نماز کے بعد آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر خطبہ فرمایا اور پہلے اللہ تعالیٰ کی اس کی شان کے مطابق تعریف کی پھر فرمایا کہ سورج اور چاند اللہ کی دو نشانیاں ہیں ان میں گرہن کسی کی موت و حیات کی وجہ سے نہیں لگتا لیکن جب تم گرہن دیکھا کرو تو فوراً نماز کی طرف لپکو۔ زہری نے کہا کہ کثیر بن عباس اپنے بھائی عبداللہ بن عباس سے روایت کرتے تھے وہ سورج گرہن کا قصہ اس طرح بیان کرتے تھے جیسے عروہ نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا۔ زہری نے کہا میں نے عروہ سے کہا تمہارے بھائی عبداللہ بن زبیر نے جس دن مدینہ میں سورج گرہن ہوا صبح کی نماز کی طرح دو رکعت پڑھی اور کچھ زیادہ نہیں کیا۔ انہوں نے کہا ہاں مگر وہ سنت کے طریق سے چوک گئے۔





222

قولہ "ثم قال سمع اللہ لمن حمدہ" اس سے معلوم ہوا کہ کسوف کی نماز میں رکوع سے "سمع اللہ لمن حمدہ" کہہ کر اٹھنا چاہیئے امام شافعی کہتے ہیں کہ پہلے رکوع سے "اللہ اکبر" کہہ کر کھڑے ہونا چاہیئے۔ لیکن ان کی یہ بات درست نہیں ہے۔ حنفی کہتے ہیں کہ آپ نیچے سجدے کے لئے گئے تھے اسکا نام رکوع رکھ لیا گیا ہے۔ اور دو رکوع کہہ دیا۔ ایسی تاویلیں کرتے ہیں جو حدیث کے ظاہر کے خلاف ہیں۔ ان میں سے مولوی حسین علی احادیث کو مسخ کرنے کی بڑی کوشش کیا کرتا تھا۔



٥ - بَابُ هَلْ يَقُولُ كَسَفَتِ الشَّمْسُ أَوْ خَسَفَتْ:

باب: سورج کا کسوف و خسوف دونوں کہہ سکتے ہیں

وَقَالَ اللهُ تَعَالَى: وَخَسَفَ الْقَمَرُ:

اور اللہ تعالیٰ نے (سورۃ القیامہ میں) فرمایا: «وخسف القمر»۔

عروہ کا قول ہے "لاتقولوا کسفت الشمس ولکن قولوا خسفت" اس لئے بخاری رحمہ اللہ یہ باب لائے ہیں۔ ان کا خیال تھا کہ قرآن کریم میں "خسف القمر" آیا ہے لہذا قرآنی الفاظ استعمال کرنا چاہیئے اسے وہ بہتر سمجھتے تھے یہ نہیں کہ منع سمجھتے ہوں لیکن امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ احادیث میں کسفت کا لفظ سورج کے لئے ثابت ہے۔ اس لئے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ فقہاء کے ہاں مشہور یہ ہے کہ کسوف سورج کے لئے ہے اور خسوف چاند کے لئے ہے۔ امام بخاری کی رائے یہ ہے کہ دونوں لفظ دونوں کے لئے استعمال ہو سکتے ہیں۔

١٠٤٧: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهُ «أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى يَوْمَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ فَقَامَ فَكَبَّرَ فَقَرَأَ قِرَاءَةً طَوِيلَةً ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ، فَقَالَ: سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ وَقَامَ كَمَا هُوَ ثُمَّ قَرَأَ قِرَاءَةً طَوِيلَةً وَهِيَ أَدْنَى مِنَ الْقِرَاءَةِ الْأُولَى ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا وَهِيَ أَدْنَى مِنَ الرَّكْعَةِ الْأُولَى ثُمَّ سَجَدَ سُجُودًا طَوِيلًا ثُمَّ فَعَلَ فِي الرَّكْعَةِ الْآخِرَةِ مِثْلَ ذَلِكَ ثُمَّ سَلَّمَ وَقَدْ تَجَلَّتِ الشَّمْسُ فَخَطَبَ النَّاسَ، فَقَالَ: فِي كُسُوفِ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ إِنَّهُمَا آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللهِ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُمَا فَافْزَعُوا إِلَى الصَّلَاةِ».

ہم سے سعید بن عفیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے عقیل نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے عروہ بن زبیر نے خبر دی اور انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ جس دن سورج میں خسوف (گرہن) لگا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے تکبیر کہی پھر دیر تک قرآن مجید پڑھتے رہے۔ لیکن اس کے بعد ایک طویل رکوع کیا۔ رکوع سے سر اٹھایا تو کہا «سمع اللہ لمن حمدہ» پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے ہی کی طرح کھڑے ہو گئے اور دیر تک قرآن مجید پڑھتے رہے لیکن اس مرتبہ کی قرآت پہلے سے کچھ کم تھی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں گئے اور بہت دیر تک سجدہ میں رہے پھر دوسری رکعت میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح کیا پھر جب آپ ﷺ نے سلام پھیرا تو سورج صاف ہو چکا تھا۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ ﷺ نے خطبہ

دیا اور فرمایا کہ سورج اور چاند کا «کسوف» (گرہن) اللہ تعالیٰ کی ایک نشانی ہے اور ان میں «خسوف» (گرہن) کسی کی موت و زندگی پر نہیں لگتا۔ لیکن جب تم سے دیکھو تو فوراً نماز کے لیے لپکو۔

٦ ـ بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يُخَوِّفُ اللهُ عِبَادَهُ بِالْكُسُوفِ»:

باب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو سورج گرہن کے ذریعہ ڈراتا ہے

وَقَالَ أَبُو مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

یہ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

١٠٤٨: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أَبِي بَكْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللهِ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ، وَلَكِنَّ اللهَ تَعَالَى يُخَوِّفُ بِهَا عِبَادَهُ»، وَقَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: وَلَمْ يَذْكُرْ عَبْدُ الْوَارِثِ، وَشُعْبَةُ، وَخَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، وَحَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ يُونُسَ يُخَوِّفُ اللهُ بِهَا عِبَادَهُ، وَتَابَعَهُ مُوسَى، عَنْ مُبَارَكٍ، عَنِ الْحَسَنِ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللهَ تَعَالَى يُخَوِّفُ بِهِمَا عِبَادَهُ، وَتَابَعَهُ أَشْعَثُ، عَنِ الْحَسَنِ.

ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے یونس بن عبید نے، ان سے امام حسن بصری نے، ان سے ابو بکرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سورج اور چاند دونوں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں اور کسی کی موت و حیات سے ان میں گرہن نہیں لگتا بلکہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے۔ عبدالوارث، شعبہ، خالد بن عبداللہ اور حماد بن سلمہ ان سب حافظوں نے یونس سے یہ جملہ کہ اللہ تعالیٰ ان کو گرہن کر کے اپنے بندوں کو ڈراتا ہے بیان نہیں کیا اور یونس کے ساتھ اس حدیث کو موسیٰ نے مبارک بن فضالہ سے، انہوں نے امام حسن بصری سے روایت کیا۔ اس میں یوں ہے کہ ابو بکرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے سن کر مجھ کو خبر دی کہ اللہ تعالیٰ ان کو گرہن کر کے اپنے بندوں کو ڈراتا ہے اور یونس کے ساتھ اس حدیث کو اشعث بن عبداللہ نے بھی امام حسن بصری سے روایت کیا۔

٧ ـ بَابُ التَّعَوُّذِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ فِي الْكُسُوفِ:

باب: سورج گرہن میں عذاب قبر سے اللہ کی پناہ مانگنا

١٠٤٩: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ

عَبْدِ الرَّحْمنِ، عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّ يَهُودِيَّةً جَاءَتْ تَسْأَلُهَا، فَقَالَتْ لَهَا: أَعَاذَكِ اللهُ مِنْ عَذَابِ القَبْرِ، فَسَأَلَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُعَذَّبُ النَّاسُ فِي قُبُورِهِمْ ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «عَائِذًا بِاللهِ مِنْ ذٰلِكَ.

ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا، ان سے امام مالک رحمہ اللہ نے، ان سے یحیٰی بن سعید نے، ان سے عمرہ بنت عبدالرحمٰن نے اور ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ ایک یہودی عورت ان کے پاس مانگنے کے لیے آئی اور اس نے دعا دی کہ اللہ آپ کو قبر کے عذاب سے بچائے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا لوگوں کو قبر میں عذاب ہو گا؟ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کی اس سے پناہ مانگتا ہوں۔

کسوف کے وقت عالم مثال سے کچھ تعلقات پیدا ہو جاتے ہیں اس لئے بعض لوگ ایسے وقت چلے کرتے ہیں کیونکہ ان کے بقول وہ اس وقت مفید رہتے ہیں۔ چونکہ اس وقت عالم مثال سے تعلق ہوتا ہے اس لئے آپ نے نماز کسوف میں جنت اور دوزخ کا مشاہدہ کیا۔ اور آپ نے اس وقت عذابِ قبر بھی دیکھا کیونکہ اسکا بھی عالم مثال سے تعلق ہوتا ہے۔

"قوله عائذًا بالله من ذلك" اسکا مطلب یہ ہے کہ اس وقت آپ کو اس کا علم نہیں تھا۔ حافظ ابن حجر نے مسند احمد کے حوالہ سے ایک روایت نقل کی ہے جس میں یہود کی تکذیب کی ہے پھر کسوف کے وقت آپ کو اس کا علم ہوا۔ پھر وہ عورت آئی تو آپ نے اس کی تصدیق کی۔ گویا ۱۰ ہجری میں معلوم ہوا مگر اس پر اعتراض آتا ہے کہ جن آیات میں تعذیب و تنعیم کا ذکر ہے وہ مکی ہیں۔ ان کا آپ کو علم تھا۔ تو اس کے بارہ میں کہا ہے کہ جو قبر میں سوال وجواب کے بعد عذاب ہوتا ہے وہ یہاں مراد ہے۔ "إنكم تفتنون في قبوركم مثل فتنة المسيح الدجال" اس فتنہ کا علم اس وقت ہوا تھا۔

۱۰۵۰: ثُمَّ رَكِبَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ غَدَاةٍ مَرْكَبًا، فَخَسَفَتِ الشَّمْسُ فَرَجَعَ ضُحًى فَمَرَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ ظَهْرَانَيِ الْحُجَرِ، ثُمَّ قَامَ يُصَلِّي وَقَامَ النَّاسُ وَرَاءَهُ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلًا، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا، ثُمَّ رَفَعَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلًا وَهُوَ دُونَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا وَهُوَ دُونَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَفَعَ فَسَجَدَ، ثُمَّ قَامَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلًا وَهُوَ دُونَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا وَهُوَ دُونَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ قَامَ قِيَامًا طَوِيلًا وَهُوَ دُونَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا وَهُوَ دُونَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَفَعَ فَسَجَدَ وَانْصَرَفَ، فَقَالَ مَا شَاءَ اللهُ أَنْ يَقُولَ، ثُمَّ أَمَرَهُمْ أَنْ يَتَعَوَّذُوا مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ».

پھر ایک مرتبہ صبح کو (کہیں جانے کے لیے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوئے اس کے بعد سورج گرہن لگا۔ آپ ﷺ دن چڑھے واپس ہوئے اور اپنی بیویوں کے حجروں سے گزرتے ہوئے (مسجد میں) نماز کے لیے کھڑے ہو گئے صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی آپ ﷺ کی اقتداء میں نیت باندھ لی۔ آپ ﷺ نے بہت ہی لمبا قیام کیا پھر رکوع بھی بہت طویل کیا، اس کے بعد کھڑے ہوئے اور اب کی دفعہ قیام پھر لمبا کیا لیکن پہلے سے کچھ کم، پھر رکوع کیا اور اس دفعہ بھی دیر تک رکوع میں رہے لیکن پہلے رکوع سے کچھ کم، پھر رکوع سے سر اٹھایا اور سجدہ میں گئے۔ اب آپ ﷺ پھر دوبارہ کھڑے ہوئے اور بہت دیر تک قیام کیا لیکن پہلے قیام سے کچھ کم، پھر ایک لمبا رکوع کیا لیکن پہلے رکوع سے کچھ کم، پھر رکوع سے سر اٹھایا اور قیام میں اب کی دفعہ بھی بہت دیر تک رہے لیکن پہلے سے کم دیر تک (چوتھی مرتبہ) پھر رکوع کیا اور بہت دیر تک رکوع میں رہے لیکن پہلے سے مختصر۔ رکوع سے سر اٹھایا تو سجدہ میں چلے گئے آخر آپ ﷺ نے اس طرح نماز پوری کر لی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے جو چاہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسی خطبہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو ہدایت فرمائی کہ عذاب قبر سے اللہ کی پناہ مانگیں۔

٨ - بَابُ طُولِ السُّجُودِ فِي الْكُسُوفِ:



باب: گرہن کی نماز میں لمبا سجدہ کرنا

١٠٥١: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، أَنَّهُ قَالَ: «لَمَّا كَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُودِيَ إِنَّ الصَّلَاةَ جَامِعَةٌ فَرَكَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ فِي سَجْدَةٍ، ثُمَّ قَامَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ فِي سَجْدَةٍ، ثُمَّ جَلَسَ، ثُمَّ جُلِّيَ عَنِ الشَّمْسِ»، قَالَ: وَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: مَا سَجَدْتُ سُجُودًا قَطُّ كَانَ أَطْوَلَ مِنْهَا.

ہم سے ابو نعیم فضل بن دکین کوفی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے شیبان بن عبد الرحمٰن نے یحییٰ بن ابی کثیر سے بیان کیا، ان سے ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن بن عوف نے، ان سے عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں سورج کو گرہن لگا تو اعلان ہوا کہ نماز ہونے والی ہے (اس نماز میں) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رکعت میں دو رکوع کئے اور پھر دوسری رکعت میں بھی دو رکوع کئے، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے رہے (قعدہ میں) یہاں تک کہ سورج صاف ہو گیا۔ عبد اللہ نے کہا عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے اس سے زیادہ لمبا سجدہ اور کبھی نہیں کیا۔



٩ - بَابُ صَلَاةِ الْكُسُوفِ جَمَاعَةً:



باب: سورج گرہن کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کرنا

وَصَلَّى ابْنُ عَبَّاسٍ لَهُمْ فِي صُفَّةِ زَمْزَمَ وَجَمَعَ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ وَصَلَّى ابْنُ

عُمَرَ.

اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے زمزم کے چبوترہ میں لوگوں کو یہ نماز پڑھائی تھی اور علی بن عبداللہ بن عباس نے اس کے لیے لوگوں کو جمع کیا اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے نماز پڑھائی۔

١٠٥٢: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: «انْخَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلًا نَحْوًا مِنْ قِرَاءَةِ سُورَةِ الْبَقَرَةِ، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا، ثُمَّ رَفَعَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلًا وَهُوَ دُونَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا وَهُوَ دُونَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ سَجَدَ، ثُمَّ قَامَ قِيَامًا طَوِيلًا وَهُوَ دُونَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا وَهُوَ دُونَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَفَعَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلًا وَهُوَ دُونَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا وَهُوَ دُونَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ سَجَدَ، ثُمَّ انْصَرَفَ وَقَدْ تَجَلَّتِ الشَّمْسُ، فَقَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللهِ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ، فَإِذَا رَأَيْتُمْ ذَلِكَ فَاذْكُرُوا اللهَ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ رَأَيْنَاكَ تَنَاوَلْتَ شَيْئًا فِي مَقَامِكَ، ثُمَّ رَأَيْنَاكَ كَعْكَعْتَ، قَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنِّي رَأَيْتُ الْجَنَّةَ فَتَنَاوَلْتُ عُنْقُودًا وَلَوْ أَصَبْتُهُ لَأَكَلْتُمْ مِنْهُ مَا بَقِيَتِ الدُّنْيَا، وَأُرِيتُ النَّارَ فَلَمْ أَرَ مَنْظَرًا كَالْيَوْمِ قَطُّ أَفْظَعَ، وَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا النِّسَاءَ، قَالُوا: بِمَ يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: بِكُفْرِهِنَّ، قِيلَ: يَكْفُرْنَ بِاللهِ، قَالَ: يَكْفُرْنَ الْعَشِيرَ وَيَكْفُرْنَ الْإِحْسَانَ لَوْ أَحْسَنْتَ إِلَى إِحْدَاهُنَّ الدَّهْرَ كُلَّهُ، ثُمَّ رَأَتْ مِنْكَ شَيْئًا قَالَتْ مَا رَأَيْتُ مِنْكَ خَيْرًا قَطُّ».

ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا، ان سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے زید بن اسلم نے بیان کیا، ان سے عطاء بن یسار نے بیان کیا، ان سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں سورج کو گرہن لگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا لمبا قیام کیا کہ اتنی دیر میں سورۃ البقرہ پڑھی جا سکتی تھی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع لمبا کیا اور اس کے بعد کھڑے ہوئے تو اب کی مرتبہ بھی قیام بہت لمبا تھا لیکن پہلے سے کچھ کم پھر ایک دوسرا لمبا رکوع کیا جو پہلے رکوع سے کچھ کم تھا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں گئے، سجدہ سے اٹھ کر پھر لمبا قیام کیا لیکن پہلے قیام کے مقابلے میں کم لمبا تھا پھر ایک لمبا رکوع کیا۔ یہ رکوع بھی پہلے رکوع کے مقابلہ میں کم تھا رکوع سے سر اٹھانے کے بعد پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت دیر تک کھڑے رہے اور یہ قیام بھی پہلے

سے مختصر تھا۔ پھر (چوتھا) رکوع کیا یہ بھی بہت لمبا تھا لیکن پہلے سے کچھ کم۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا اور نماز سے فارغ ہوئے تو سورج صاف ہو چکا تھا۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ میں فرمایا کہ سورج اور چاند دونوں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں اور کسی کی موت وزندگی کی وجہ سے ان میں گرہن نہیں لگتا اس لیے جب تم کو معلوم ہو کہ گرہن لگ گیا ہے تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم نے دیکھا کہ (نماز میں) اپنی جگہ سے آپ کچھ آگے بڑھے اور پھر اس کے بعد پیچھے ہٹ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے جنت دیکھی اور اس کا ایک خوشہ توڑنا چاہا تھا اگر میں اسے توڑ سکتا تو تم اسے رہتی دنیا تک کھاتے اور مجھے جہنم بھی دکھائی گئی میں نے اس سے زیادہ بھیانک اور خوفناک منظر کبھی نہیں دیکھا۔ میں نے دیکھا اس میں عورتیں زیادہ ہیں۔ کسی نے پوچھا یا رسول اللہ! اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے کفر (انکار) کی وجہ سے، پوچھا گیا۔ کیا اللہ تعالیٰ کا کفر (انکار) کرتی ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شوہر کا اور احسان کا کفر کرتی ہیں۔ زندگی بھر تم کسی عورت کے ساتھ حسن سلوک کرو لیکن کبھی اگر کوئی خلاف مزاج بات آگئی تو فوراً یہی کہے گی کہ میں نے تم سے کبھی بھلائی نہیں دیکھی۔



١٠ ۔ بَابُ صَلَاةِ النِّسَاءِ مَعَ الرِّجَالِ فِي الْكُسُوفِ:

باب: سورج گرہن میں عورتوں کا مردوں کے ساتھ نماز پڑھنا

اس سے بعض اہل کوفہ کا رد مقصود ہے جو کہتے ہیں کہ عورتوں کو یہ نماز گھروں میں ہی پڑھنی چاہیئے۔

١٠٥٣: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنِ امْرَأَتِهِ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْمُنْذِرِ، عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّهَا قَالَتْ: أَتَيْتُ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ فَإِذَا النَّاسُ قِيَامٌ يُصَلُّونَ وَإِذَا هِيَ قَائِمَةٌ تُصَلِّي، فَقُلْتُ: مَا لِلنَّاسِ، فَأَشَارَتْ بِيَدِهَا إِلَى السَّمَاءِ، وَقَالَتْ: سُبْحَانَ اللهِ. فَقُلْتُ: آيَةٌ فَأَشَارَتْ، أَيْ نَعَمْ. قَالَتْ: فَقُمْتُ حَتَّى تَجَلَّانِي الْغَشْيُ فَجَعَلْتُ أَصُبُّ فَوْقَ رَأْسِي الْمَاءَ. فَلَمَّا انْصَرَفَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: مَا مِنْ شَيْءٍ كُنْتُ لَمْ أَرَهُ إِلَّا قَدْ رَأَيْتُهُ فِي مَقَامِي هَذَا حَتَّى الْجَنَّةَ وَالنَّارَ، وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّكُمْ تُفْتَنُونَ فِي الْقُبُورِ مِثْلَ أَوْ قَرِيبًا مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ لَا أَدْرِي أَيَّتَهُمَا، قَالَتْ أَسْمَاءُ: يُؤْتَى أَحَدُكُمْ فَيُقَالُ لَهُ: مَا عِلْمُكَ بِهَذَا الرَّجُلِ؟ فَأَمَّا الْمُؤْمِنُ أَوِ الْمُوقِنُ لَا أَدْرِي أَيَّ ذَلِكَ، قَالَتْ أَسْمَاءُ: فَيَقُولُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «جَاءَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَى، فَأَجَبْنَا وَآمَنَّا وَاتَّبَعْنَا، فَيُقَالُ لَهُ نَمْ صَالِحًا فَقَدْ عَلِمْنَا إِنْ كُنْتَ لَمُوقِنًا وَأَمَّا





الْمُنَافِقُ أَوِ الْمُرْتَابُ لَا أَدْرِي أَيَّتَهُمَا»، قَالَتْ أَسْمَاءُ: فَيَقُولُ لَا أَدْرِي، سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُولُونَ شَيْئًا فَقُلْتُهُ.

ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک رحمہ اللہ نے خبر دی، انہیں ہشام بن عروہ نے، انہیں ان کی بیوی فاطمہ بنت منذر نے، انہیں اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما نے، انہوں نے کہا کہ جب سورج کو گرہن لگا تو میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر آئی۔ اچانک لوگ کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور عائشہ رضی اللہ عنہا بھی نماز میں شریک تھی میں نے پوچھا کہ لوگوں کو بات کیا پیش آئی؟ اس پر آپ نے آسمان کی طرف اشارہ کر کے سبحان اللہ کہا۔ پھر میں نے پوچھا کیا کوئی نشانی ہے؟ اس کا آپ نے اشارہ سے ہاں میں جواب دیا۔ انہوں نے بیان کیا کہ پھر میں بھی کھڑی ہو گئی۔ لیکن مجھے چکر آ گیا اس لیے میں اپنے سر پر پانی ڈالنے لگی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا کہ وہ چیزیں جو کہ میں نے پہلے نہیں دیکھی تھیں اب انہیں میں نے اپنی اسی جگہ سے دیکھ لیا۔ جنت اور دوزخ تک میں نے دیکھی اور مجھے وحی کے ذریعہ بتایا گیا ہے کہ تم قبر میں دجال کے فتنہ کی طرح یا (یہ کہا کہ) دجال کے فتنہ کے قریب ایک فتنہ میں مبتلا ہو گے۔ مجھے یاد نہیں کہ اسماء رضی اللہ عنہا نے کیا کہا تھا آپ نے فرمایا کہ تمہیں لایا جائے گا اور پوچھا جائے گا کہ اس شخص (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں تم کیا جانتے ہو۔ مومن یا یہ کہا کہ یقین کرنے والا (مجھے یاد نہیں کہ ان دو باتوں میں سے اسماء رضی اللہ عنہا نے کون سی بات کہی تھی) تو کہے گا یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے صحیح راستہ اور اس کے دلائل پیش کئے اور ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات قبول کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کیا تھا۔ اس پر اس سے کہا جائے گا کہ تو مرد صالح ہے پس آرام سے سو جاؤ ہمیں تو پہلے ہی معلوم تھا کہ تو ایمان و یقین والا ہے۔ منافق یا شک کرنے والا (مجھے معلوم نہیں کہ اسماء رضی اللہ عنہا نے کیا کہا تھا) وہ یہ کہے گا کہ مجھے کچھ معلوم نہیں میں نے لوگوں سے ایک بات سنی تھی وہی میں نے بھی کہی (آگے مجھ کو کچھ حقیقت معلوم نہیں)۔

۱۱ - بَابُ مَنْ أَحَبَّ الْعَتَاقَةَ فِي كُسُوفِ الشَّمْسِ:

باب: جس نے سورج گرہن میں غلام آزاد کرنا پسند کیا (اس نے اچھا کیا)

۱۰۵۴: حَدَّثَنَا رَبِيعُ بْنُ يَحْيَى، قَالَ: حَدَّثَنَا زَائِدَةُ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ فَاطِمَةَ، عَنْ أَسْمَاءَ، قَالَتْ: «لَقَدْ أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعَتَاقَةِ فِي كُسُوفِ الشَّمْسِ».

ہم سے ربیع بن یحییٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے زائدہ نے ہشام سے بیان کیا، ان سے فاطمہ نے، ان سے اسماء رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج گرہن میں غلام آزاد کرنے کا حکم فرمایا۔

۱۲۔ بَابُ صَلَاةِ الْكُسُوفِ فِي الْمَسْجِدِ:

باب: کسوف کی نماز مسجد میں پڑھنی چاہیے

١٠٥٥: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، أَنَّ يَهُودِيَّةً جَاءَتْ تَسْأَلُهَا، فَقَالَتْ: أَعَاذَكِ اللَّهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، فَسَأَلَتْ عَائِشَةُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَيُعَذَّبُ النَّاسُ فِي قُبُورِهِمْ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «عَائِذًا بِاللَّهِ مِنْ ذَلِكَ.

ہم سے اسماعیل بن عبداللہ بن ابی اویس نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے امام مالک رحمہ اللہ نے یحیٰی بن سعید انصاری سے بیان کیا، ان سے عمرہ بنت عبدالرحمٰن نے، ان سے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہ ایک یہودی عورت ان کے پاس کچھ مانگنے آئی۔ اس نے کہا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ قبر کے عذاب سے بچائے، انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا قبر میں بھی عذاب ہو گا؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (یہ سن کر) فرمایا کہ میں اللہ کی اس سے پناہ مانگتا ہوں۔

١٠٥٦: ثُمَّ رَكِبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ غَدَاةٍ مَرْكَبًا فَكَسَفَتِ الشَّمْسُ فَرَجَعَ ضُحًى، فَمَرَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ ظَهْرَانَيِ الْحُجَرِ، ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى وَقَامَ النَّاسُ وَرَاءَهُ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلًا، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا، ثُمَّ رَفَعَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلًا وَهُوَ دُونَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا وَهُوَ دُونَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَفَعَ فَسَجَدَ سُجُودًا طَوِيلًا، ثُمَّ قَامَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلًا وَهُوَ دُونَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا وَهُوَ دُونَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ قَامَ قِيَامًا طَوِيلًا وَهُوَ دُونَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا وَهُوَ دُونَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ سَجَدَ وَهُوَ دُونَ السُّجُودِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ انْصَرَفَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَقُولَ ثُمَّ أَمَرَهُمْ أَنْ يَتَعَوَّذُوا مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ».



پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن صبح کے وقت سوار ہوئے (کہیں جانے کے لیے) ادھر سورج گرہن لگ گیا اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس آ گئے، ابھی چاشت کا وقت تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں کے حجروں سے گزرے اور (مسجد میں) کھڑے ہو کر نماز شروع کر دی صحابہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں صف باندھ کر کھڑے ہو گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام بہت لمبا کیا رکوع بھی بہت لمبا کیا پھر رکوع سے سر اٹھانے کے بعد دوبارہ لمبا قیام کیا لیکن پہلے سے کم اس کے بعد رکوع بہت لمبا کیا لیکن پہلے رکوع سے کچھ کم۔ پھر رکوع سے سر اٹھا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں گئے اور لمبا سجدہ کیا۔ پھر لمبا قیام کیا اور یہ قیام بھی پہلے سے کم تھا۔ پھر لمبا رکوع کیا اگرچہ یہ رکوع بھی پہلے







کے مقابلے میں کم تھا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع سے کھڑے ہو گئے اور لمبا قیام کیا لیکن یہ قیام پھر پہلے سے کم تھا اب (چوتھا) رکوع کیا اگرچہ یہ رکوع بھی پہلے رکوع کے مقابلے میں کم تھا۔ پھر سجدہ کیا بہت لمبا لیکن پہلے سجدہ کے مقابلے میں کم۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد جو کچھ اللہ تعالیٰ نے چاہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ پھر لوگوں کو سمجھایا کہ قبر کے عذاب سے اللہ کی پناہ مانگیں۔

۱۳۔ بَابُ لَا تَنْكَسِفُ الشَّمْسُ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ:

باب: سورج گرہن کسی کے مرنے یا پیدا ہونے سے نہیں لگتا

رَوَاهُ أَبُو بَكْرَةَ، وَالْمُغِيرَةُ، وَأَبُو مُوسَى، وَابْنُ عَبَّاسٍ، وَابْنُ عَبَّاسٍ رضي الله عنهم.

اس کو ابو بکرہ، مغیرہ، ابو موسیٰ اشعری، ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہے۔

۱۰۵۷: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنِي قَيْسٌ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ وَلَكِنَّهُمَا آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللهِ، فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُمَا فَصَلُّوا».

ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ قطان نے اسماعیل بن ابی خالد سے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے قیس نے بیان کیا، ان سے ابو مسعود عقبہ بن عامر انصاری صحابی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سورج اور چاند میں گرہن کسی کی موت کی وجہ سے نہیں لگتا البتہ یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں، اس لیے جب تم گرہن دیکھو تو نماز پڑھو۔

۱۰۵۸: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، وَهِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: «كَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّى بِالنَّاسِ فَأَطَالَ الْقِرَاءَةَ، ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ الرُّكُوعَ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَأَطَالَ الْقِرَاءَةَ وَهِيَ دُونَ قِرَاءَتِهِ الْأُولَى، ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ الرُّكُوعَ دُونَ رُكُوعِهِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ، ثُمَّ قَامَ فَصَنَعَ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ مِثْلَ ذَلِكَ، ثُمَّ قَامَ فَقَالَ: إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ وَلَكِنَّهُمَا آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللهِ يُرِيهِمَا عِبَادَهُ، فَإِذَا رَأَيْتُمْ ذَلِكَ فَافْزَعُوا إِلَى الصَّلَاةِ».

ہم سے عبداللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ہشام نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں معمر نے خبر دی، انہیں زہری اور ہشام بن عروہ نے، انہیں عروہ بن زبیر نے، انہیں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں سورج کو گرہن لگا تو آپ صلی اللہ

علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور لوگوں کے ساتھ نماز میں مشغول ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لمبی قرآت کی۔ پھر رکوع کیا اور یہ بھی بہت لمبا تھا۔ پھر سر اٹھایا اور اس مرتبہ بھی دیر تک قرآت کی مگر پہلی قرآت سے کم۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (دوسری مرتبہ) رکوع کیا بہت لمبا لیکن پہلے کے مقابلہ میں مختصر پھر رکوع سے سر اٹھا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں چلے گئے اور دو سجدے کئے پھر کھڑے ہوئے اور دوسری رکعت میں بھی اسی طرح کیا جیسے پہلی رکعت میں کر چکے تھے۔ اس کے بعد فرمایا کہ سورج اور چاند میں گرہن کسی کی موت وحیات سے نہیں لگتا۔ البتہ یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دکھاتا ہے، اس لیے جب تم انہیں دیکھو تو فوراً نماز کے لیے دوڑو۔

۱۴۔ بَابُ الذِّكْرِ فِي الْكُسُوفِ:

باب: سورج گرہن میں اللہ کو یاد کرنا

رَوَاهُ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا.

اس کو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت کیا۔



١٠٥٩: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى، قَالَ: «خَسَفَتِ الشَّمْسُ فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَزِعًا يَخْشَى أَنْ تَكُونَ السَّاعَةُ، فَأَتَى الْمَسْجِدَ فَصَلَّى بِأَطْوَلِ قِيَامٍ وَرُكُوعٍ وَسُجُودٍ رَأَيْتُهُ قَطُّ يَفْعَلُهُ وَقَالَ هَذِهِ الْآيَاتُ الَّتِي يُرْسِلُ اللهُ لَا تَكُونُ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ، وَلَكِنْ يُخَوِّفُ اللهُ بِهِ عِبَادَهُ، فَإِذَا رَأَيْتُمْ شَيْئًا مِنْ ذَلِكَ فَافْزَعُوا إِلَى ذِكْرِهِ وَدُعَائِهِ وَاسْتِغْفَارِهِ».



ہم سے محمد بن علاء نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابواسامہ نے بیان کیا، ان سے برید بن عبداللہ نے، ان سے ابوبردہ نے، ان سے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہ ایک دفعہ سورج گرہن ہوا تو نبی کریم ﷺ بہت گھبرا کر اٹھے اس ڈر سے کہ کہیں قیامت نہ قائم ہو جائے۔ آپ ﷺ نے مسجد میں آکر بہت ہی لمبا قیام، لمبا رکوع اور لمبے سجدوں کے ساتھ نماز پڑھی۔ میں نے کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح کرتے نہیں دیکھا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے بعد فرمایا کہ یہ نشانیاں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ بھیجتا ہے یہ کسی کی موت وحیات کی وجہ سے نہیں آتیں بلکہ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے اس لیے جب تم اس طرح کی کوئی چیز دیکھو تو فوراً اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس سے استغفار کی طرف لپکو۔



۱۵۔ بَابُ الدُّعَاءِ فِي الْخُسُوفِ:

باب: سورج گرہن میں دعا کرنا

قَالَهُ أَبُو مُوسَى، وَعَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس کو ابوموسیٰ اور عائشہ رضی اللہ عنہما نے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے۔

١٠٦٠: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا زَائِدَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ عِلَاقَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ الْمُغِيرَةَ بْنَ شُعْبَةَ، يَقُولُ: انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ يَوْمَ مَاتَ إِبْرَاهِيمُ، فَقَالَ النَّاسُ: انْكَسَفَتْ لِمَوْتِ إِبْرَاهِيمَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللهِ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ، فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُمَا فَادْعُوا اللهَ وَصَلُّوا حَتَّى يَنْجَلِيَ».

ہم سے ابوالولید طیالسی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے زائدہ بن قدامہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے زیاد بن علاقہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ انہوں نے کہا کہ جس دن ابراہیم رضی اللہ عنہ کی موت ہوئی سورج گرہن بھی اسی دن لگا۔ اس پر بعض لوگوں نے کہا کہ گرہن ابراہیم رضی اللہ عنہ (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے) کی وفات کی وجہ سے لگا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشان ہیں۔ ان میں گرہن کسی کی موت و حیات کی وجہ سے نہیں لگتا۔ جب اسے دیکھو تو اللہ پاک سے دعا کرو اور نماز پڑھو تاآنکہ سورج صاف ہو جائے۔

١٦۔ بَابُ قَوْلِ الإِمَامِ فِي خُطْبَةِ الْكُسُوفِ أَمَّا بَعْدُ:

باب: گرہن کے خطبہ میں امام کا «أما بعد» کہنا

١٠٦١: وَقَالَ أَبُو أُسَامَةَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، قَالَ: أَخْبَرَتْنِي فَاطِمَةُ بِنْتُ الْمُنْذِرِ، عَنْ أَسْمَاءَ، قَالَتْ: فَانْصَرَفَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ تَجَلَّتِ الشَّمْسُ فَخَطَبَ فَحَمِدَ اللهَ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ

اور ابواسامہ نے بیان کیا کہ ہم سے ہشام بن عروہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے فاطمہ بنت منذر نے خبر دی، ان سے اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جب سورج صاف ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا۔ پہلے اللہ تعالیٰ کی شان کے مطابق اس کی تعریف کی اس کے بعد فرمایا «أما بعد»۔

١٧۔ بَابُ الصَّلَاةِ فِي كُسُوفِ الْقَمَرِ:

باب: چاند گرہن کی نماز پڑھنا

١٠٦٢: حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَامِرٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أَبِي بَكْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: «انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ».

ہم سے محمود بن غیلان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سعید بن عامر نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے، ان سے یونس نے، ان سے امام حسن بصری نے اور ان سے ابو بکرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں سورج کو گرہن لگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت نماز پڑھی تھی۔

ترجمہ باب کسوف القمر کا ہے جبکہ حدیثِ مذکور کسوفِ شمس کے بارہ میں ہے تو انہوں نے قمر کو شمس پر قیاس کیا ہے۔ کیونکہ حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا"إن الشمس والقمر أيتان من آيات الله"اس کے بعد"فصلوا" کہنا عام ہے۔ سورج اور چاند دونوں کے کسوف کے وقت نماز پڑھنے پر دلالت کرتا ہے۔

اس باب کی پہلی حدیث مختصر ہے جو آگے آنے والی مفصل حدیث کا جزء ہے۔ اور مفصل میں ترجمہ باب موجود ہے۔

تنبیہ/بعض نسخوں میں بابِ مذکور کے بعد"باب صبّ المرأة على رأسها الماء إذا أطال الإمام القيام في الركعة الأولي"آتا ہے لیکن بخاری رحمہ اللہ اس کے تحت کوئی حدیث نہیں لائے۔ کیونکہ اس ترجمہ پر دلالت کرنے والی متعدد احادیث گذر چکی ہیں۔ جیسا کہ باب"صلوة النساء مع الرجال"میں حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث گذری ہے لہٰذا اس کی اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

١٠٦٣: حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، قَالَ: حَدَّثَنَا يُونُسُ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أَبِي بَكْرَةَ، قَالَ: «خَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ يَجُرُّ رِدَاءَهُ حَتَّى انْتَهَى إِلَى الْمَسْجِدِ وَثَابَ النَّاسُ إِلَيْهِ، فَصَلَّى بِهِمْ رَكْعَتَيْنِ فَانْجَلَتِ الشَّمْسُ، فَقَالَ: إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللهِ، وَإِنَّهُمَا لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَإِذَا كَانَ ذَاكَ فَصَلُّوا وَادْعُوا حَتَّى يُكْشَفَ مَا بِكُمْ وَذَاكَ»، أَنَّ ابْنًا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاتَ يُقَالُ لَهُ إِبْرَاهِيمُ: فَقَالَ النَّاسُ فِي ذَاكَ.



ہم سے ابو معمر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبد الوارث نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یونس نے بیان کیا، ان سے امام حسن بصری نے، ان سے ابو بکرہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں سورج گرہن لگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی چادر گھسیٹتے ہوئے (بڑی تیزی سے) مسجد میں پہنچے۔ صحابہ بھی جمع ہو گئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دو رکعت نماز پڑھائی، گرہن بھی ختم ہو گیا۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں اور ان میں گرہن کسی کی موت پر نہیں لگتا اس لیے جب گرہن لگے تو اس وقت تک نماز اور دعا میں مشغول رہو جب تک یہ صاف نہ ہو جائے۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لیے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صاحبزادے ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات (اسی دن) ہوئی تھی اور بعض لوگ ان کے متعلق کہنے لگے تھے (کہ گرہن ان کی موت پر لگا ہے)۔



١٨ - بَابُ الرَّكْعَةُ الأُولَى فِي الْكُسُوفِ أَطْوَلُ:

باب: گرہن کی نماز میں پہلی رکعت کا لمبا کرنا

١٠٦٤: حَدَّثَنَا مَحْمُودٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى بِهِمْ فِي كُسُوفِ الشَّمْسِ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فِي سَجْدَتَيْنِ الأَوَّلُ الأَوَّلُ أَطْوَلُ».

ہم سے محمود بن غیلان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابواحمد محمد بن عبداللہ زبیری نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن سعید انصاری نے، ان سے عمرہ نے، ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج گرہن کی دو رکعتوں میں چار رکوع کئے اور پہلی رکعت دوسری رکعت سے لمبی تھی۔

١٩ - بَابُ الْجَهْرِ بِالْقِرَاءَةِ فِي الْكُسُوفِ:

باب: گرہن کی نماز میں بلند آواز سے قرآت کرنا

١٠٦٥: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ نَمِرٍ، سَمِعَ ابْنَ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا «جَهَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي صَلَاةِ الْخُسُوفِ بِقِرَاءَتِهِ، فَإِذَا فَرَغَ مِنْ قِرَاءَتِهِ كَبَّرَ فَرَكَعَ، وَإِذَا رَفَعَ مِنَ الرَّكْعَةِ، قَالَ: سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ، ثُمَّ يُعَاوِدُ الْقِرَاءَةَ فِي صَلَاةِ الْكُسُوفِ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فِي رَكْعَتَيْنِ وَأَرْبَعَ سَجَدَاتٍ».

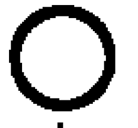
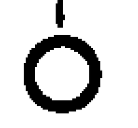
ہم سے محمد بن مہران نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ولید بن سلم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالرحمٰن بن نمر نے بیان کیا، انہوں نے ابن شہاب سنا، انہوں نے عروہ سے اور عروہ نے (اپنی خالہ) عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے، انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گرہن کی نماز میں قرآت بلند آواز سے کی، قرآت سے فارغ ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر کہہ کر رکوع میں چلے گئے جب رکوع سے سر اٹھایا تو «سمع الله لمن حمده، ربنا ولك الحمد» کہا پھر دوبارہ قرآت شروع کی۔ غرض گرہن کی دو رکعتوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار رکوع اور چار سجدے کئے۔

١٠٦٦: وَقَالَ الأَوْزَاعِيُّ وَغَيْرُهُ: سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّ الشَّمْسَ خَسَفَتْ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَعَثَ مُنَادِيًا بِالصَّلَاةُ جَامِعَةٌ، فَتَقَدَّمَ، فَصَلَّى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فِي رَكْعَتَيْنِ وَأَرْبَعَ سَجَدَاتٍ، وَأَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ نَمِرٍ، سَمِعَ ابْنَ شِهَابٍ مِثْلَهُ، قَالَ الزُّهْرِيُّ: فَقُلْتُ: مَا صَنَعَ أَخُوكَ ذَلِكَ عَبْدُ اللهِ بْنُ الزُّبَيْرِ مَا صَلَّى إِلَّا رَكْعَتَيْنِ مِثْلَ الصُّبْحِ إِذْ صَلَّى

بِالْمَدِينَةِ، قَالَ: أَجَلْ إِنَّهُ أَخْطَأَ السُّنَّةَ. تَابَعَهُ سُفْيَانُ بْنُ حُسَيْنٍ، وَسُلَيْمَانُ بْنُ كَثِيرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ فِي الْجَهْرِ.

اور امام اوزاعی رحمہ اللہ نے کہا کہ میں نے زہری سے سنا، انہوں نے عروہ سے اور عروہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں سورج گرہن لگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی سے اعلان کرا دیا کہ نماز ہونے والی ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعتیں چار رکوع اور چار سجدوں کے ساتھ پڑھیں۔ ولید بن مسلم نے بیان کیا کہ مجھے عبدالرحمٰن بن نمر نے خبر دی اور انہوں نے ابن شہاب سے سنا، اسی حدیث کی طرح زہری (ابن شہاب) نے بیان کیا کہ اس پر میں نے (عروہ سے) پوچھا کہ پھر تمہارے بھائی عبداللہ بن زبیر نے جب مدینہ میں «کسوف» کی نماز پڑھائی تو کیوں ایسا کیا کہ جس طرح صبح کی نماز پڑھی جاتی ہے۔ اسی طرح یہ نماز «کسوف» بھی انہوں نے پڑھائی۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں انہوں نے سنت کے خلاف کیا۔ عبدالرحمٰن بن نمر کے ساتھ اس حدیث کو سلیمان بن کثیر اور سفیان بن حسین نے بھی زہری سے روایت کیا، اس میں بھی جہری قرآت کرنے کا بیان ہے۔




کتاب سجود القرآن

کتاب سجود قرآن کے مسائل

۱۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي سُجُودِ الْقُرْآنِ وَسُنَّتِهَا:

باب: سجدہ تلاوت اور اس کے سنت ہونے کا بیان

۱۰۶۷: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، قَالَ: سَمِعْتُ الْأَسْوَدَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: «قَرَأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّجْمَ بِمَكَّةَ فَسَجَدَ فِيهَا وَسَجَدَ مَنْ مَعَهُ غَيْرَ شَيْخٍ أَخَذَ كَفًّا مِنْ حَصًى أَوْ تُرَابٍ، فَرَفَعَهُ إِلَى جَبْهَتِهِ، وَقَالَ: يَكْفِينِي هَذَا، فَرَأَيْتُهُ بَعْدَ ذَلِكَ قُتِلَ كَافِرًا».

ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے غندر محمد بن جعفر نے بیان کیا کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا اور ان سے ابواسحاق نے انہوں نے کہا کہ میں نے اسود سے سنا انہوں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہ مکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ النجم کی تلاوت کی اور سجدہ تلاوت کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جتنے آدمی تھے (مسلمان اور کافر) ان سب نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سجدہ کیا البتہ ایک بوڑھا شخص (امیہ بن خلف) اپنے ہاتھ میں کنکری یا مٹی اٹھا کر اپنی پیشانی تک لے گیا اور کہا میرے لیے یہی کافی ہے میں نے دیکھا کہ بعد میں وہ بوڑھا حالت کفر میں ہی مارا گیا۔

شرح بخاری

قرآن کریم میں سجودِ تلاوت پندرہ ہیں۔ احناف چودہ کے قائل ہیں۔ وہ سورۃ حج کے دوسرے سجدے کے قائل نہیں ہیں۔ اور شافعی سورۃ صاد کے سجدے کے قائل نہیں ہیں۔ اور مالکی مفصّل کے سجدے نہیں مانتے۔ اصل بات یہ ہے کہ مفصّل صاد اور حج کے سجدے سب ثابت ہیں [1]۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ حنفی کہتے ہیں کہ سجدہ تلاوت واجب

[1] سجدہ تلاوت سے متعلق چند مسائل قابلِ وضاحت ہیں ۱۔ سجدہ تلاوت کی تعداد:۔ علماء کا دس مقامات میں سجدہ تلاوت کی مشروعیت پر اتفاق ہے اور سجدہ تلاوت کے مشروع ہونے کی دس سورتیں حسب ذیل ہیں۔ ۱۔ سورۃ الأعراف، ۲۔ سورۃ الرعد، ۳۔ سورۃ النحل، ۴۔ الإسراء، ۵۔ الفرقان، ۶۔ مریم، ۷۔ سورۃ الحج کا پہلا سجدہ، ۸۔ سورۃ النمل، ۹۔ حم السجدۃ، ۱۰۔ الم السجدۃ۔ ان سورتوں میں سجدہ تلاوت کے جواز پر سب کا اتفاق ہے۔ ان کے علاوہ باقی سورتوں کے سجدات کے بارہ میں اقوال مختلف ہیں۔

۱۔ امام مالک رحمہ اللہ کے ہاں اور متروک قول کے مطابق امام شافعی رحمہ اللہ کے ہاں سجودِ تلاوت کی تعداد گیارہ ہے امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک مذکورہ دس اتفاقی سجدوں کے ساتھ ص کا سجدہ بھی ثابت ہے۔ اور شافعیہ کے نزدیک متروک قول کے مطابق سورۃ حج کا دوسرا سجدہ شامل ہے اس طرح ان کے ہاں سجودِ تلاوت کی تعداد گیارہ ہے۔

۲۔ دوسرا قول یہ ہے کہ سجودِ تلاوت کی تعداد چودہ ہے۔ یہ حنابلہ کا اور شافعیہ کا راجح قول ہے ان کے ہاں مذکورہ دس سجدات کے ساتھ سورۃ حج کا دوسرا سجدہ اور مفصلات یعنی سورۃ النجم، اور سورۃ الانشقاق اور سورۃ العلق کے تین سجدے بھی شامل ہیں لہذا سجودِ تلاوت قرآن کریم میں چودہ ہیں احناف کے نزدیک بھی سجودِ تلاوت چودہ ہیں۔ لیکن ان کے ہاں سورۃ حج کے دوسرے سجدے کی بجائے سورۃ صٓ کا سجدہ معتبر ہے۔

۳۔ تیسرا قول یہ ہے کہ قرآن کریم میں سجودِ تلاوت کی تعداد پندرہ ہے۔ ایک روایت کے مطابق یہ قول امام احمد رحمہ اللہ کا ہے اور سلف میں سے اسحاق بن راھویہ رحمہ اللہ، لیث بن سعد رحمہ اللہ، ابن المنذر رحمہ اللہ، ابن حبیب رحمہ اللہ، اور ابن سریج رحمہ اللہ وغیرہ بھی اسی کے قائل ہیں۔ ان اقوال میں سے تیسرا قول راجح ہے کہ سجودِ تلاوت کی تعداد پندرہ ہے کیونکہ علماء نے جن سورتوں کے سجدوں کو چھوڑا ہے انہیں دلیل کے ساتھ ثابت کر دینے سے تعداد پندرہ ہی صحیح ہے۔ لہذا سورۃ صٓ کے سجدہ کے بارہ میں صحیح بخاری "باب سجدة ص" میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے "قال: ص ليس من عزائم السجود وقد رأيت النبي ﷺ يسجد فيها" اور بخاری میں ہی عوام بن حوشب سے مروی ہے وہ کہتے ہیں میں نے مجاھد سے سورۃ صٓ کے سجدہ کے بارہ میں سوال کیا تو انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے اس بارہ میں سوال کیا تھا کہ آپ سورۃ صٓ کا سجدہ کیوں کرتے ہیں؟ تو انہوں نے کہا کیا آپ قرآن کریم میں یہ آیت نہیں پڑھتے "ومن ذريته داؤد وسليمان اولئك الذين هدى الله فبهداهم اقتده" اور داؤد علیہ السلام ان انبیاء کرام میں سے ہیں جن کی اقتداء کی تمہارے نبی ﷺ حکم دیئے گئے ہیں اور یہ اثر کتاب التفسیر باب سورۃ صٓ کے تحت بخاری شریف میں آیا ہے۔ اس اثر سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے سورۃ صٓ کے سجدہ کی مشروعیت پر مذکورہ آیت سے استنباط کیا ہے۔ اور گذشتہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے سجدۃ صٓ نبی کریم ﷺ سے سیکھا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ کوئی تعارض نہیں ہے؟ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ان دونوں طریق سے سورۃ صٓ کے سجدے کی مشروعیت حاصل کی ہو۔



سورۃ صٓ کے بارہ میں مستدرک حاکم اور سنن کبریٰ للبیہقی اور صحیح ابن خزیمہ میں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا، اور کہا اے اللہ کے رسول میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ایک درخت کے پیچھے نماز پڑھ رہا تھا اور میں نے سورۃ صٓ کی تلاوت کی۔ جب میں آیت سجدہ "خر راكعًا وأناب" پر پہنچا تو دیکھا کہ درخت نے سجدہ کیا۔ اور میں نے اسے سجدے میں یہ دعاء پڑھتے ہوئے سنا "اللهم اكتب لي بها عندك ذكرًا واجعل لي بها عندك ذخرًا وأعظم لي بها عندك أجرًا" اور حضرت ابو سعید کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے سورۃ صٓ کی قراءت کی جب آپ سجدے کی آیت پر پہنچے تو میں نے آپ کو سجدے میں وہی دعاء پڑھتے ہوئے سنا جو خواب میں درخت کو پڑھتے ہوئے سنا تھا۔ یہ روایت بالمعنیٰ ترمذی اور ابن ماجہ میں بھی آتی ہے۔ اور سب احادیث و روایات سے حاصل یہ ہوا کہ سورۃ صٓ کا سجدہ نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہے اور متعدد صحابہ کرام کا بھی اس پر عمل رہا ہے لہذا سورۃ صٓ کا سجدہ مشروع ہے۔



ایک اشکال اور اس کا جواب:۔ سنن ابی داؤد اور مستدرک حاکم میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

نبی اکرم ﷺ نے جمعہ کے دن منبر پر سورۃ ص پڑھی جب سجدے کی آیت پر پہنچے تو آپ نے لوگوں کے ساتھ سجدہ کیا مگر آئندہ جمعہ کے دن جب اسی سورت کو پڑھتے ہوئے سجدے کی آیت پر پہنچے تو باوجود لوگوں کے سجدے کے لئے تیار ہونے کے آپ نے فرمایا کہ یہ تو ایک نبی کی توبہ کا ذکر ہے۔

ان دونوں احادیث میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ یہ آیت سجدہ تلاوت ہونے کے باوجود ایک نبی کی توبہ کے ذکر پر بھی مشتمل ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سجدۃ تلاوت لازم نہیں ہے کبھی اسے چھوڑا بھی جاسکتا ہے اور اگر تسلیم کرلیا جائے کہ حدیثِ مذکور اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ سورۃ صٓ کا سجدہ تلاوت کا سجدہ نہیں تو یہ بات شروع امر پر محمول ہوگی۔ اس کے بعد نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام کا عمل سورۃ صٓ کے سجدہ تلاوت کے کرنے پر برقرار ہوگیا تھا۔ اور اس سجدے کی مشروعیت احادیث سے ثابت ہے۔

سورۃ حج کے دو سجدے:۔ سورۃ حج میں دو سجدہ تلاوت ہیں اور دونوں ہی دلیل سے ثابت ہیں چنانچہ سنن أبي داؤد اور جامع ترمذی، مسند احمد، بیہقی اور مستدرک حاکم میں صحیح سند کے ساتھ حضرت عقبہ بن عامر سے مروی ہے وہ کہتے ہیں۔ میں نے کہا اے اللہ کے رسول۔ کیا سورۃ حج کو باقی سورتوں پر دو سجدوں کی فضیلت حاصل ہے؟ تو آپ نے فرمایا ہاں، جو شخص اس کے دو سجدے نہ کرے وہ اسے نہ پڑھے۔ اس حدیث میں اگرچہ ابن لھیعۃ متکلم فیہ ہے۔ لیکن یہ حدیث اپنے شواہد کی بنا پر حجت ہے۔ أرناؤط نے جامع الأصول پر اپنی تعلیق میں اسے صحیح کہا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ سورۂ حج کے پہلے سجدے کی طرح دوسرا سجدہ تلاوت بھی مشروع ہے۔

مفصّل سورتوں کے سجود تلاوت کا اثبات: صحیح بخاری میں ابو سلمہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں میں نے حضرت ابو ھریرۃ رضی اللہ عنہ کو دیکھا انہوں نے سورۃ "إذا السماء انشقت" پڑھی اور اس میں سجدہ کیا میں نے اس بارہ میں ان سے دریافت کیا تو انہوں نے کہا "لولم أر النبی ﷺ یسجد لم أسجد" اور سورۃ النجم کے سجدہ کے بارہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں "ان النبی ﷺ قرء سورۃ النجم فسجد فیھا فمابقی أحد من القوم إلا سجد" مسلم اور سنن ابی داؤد اور سنن نسائی میں حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے سورۃ الانشقاق اور سورۃ العلق میں سجدۃ کیا تھا۔ اور اور نسائی کی حدیث میں ہے۔ کہ حضرت صدیق اور فاروق رضی اللہ عنہما نے اور أفضل الخلق نے سورۃ الانشقاق اور العلق میں سجدہ تلاوت کیا ہے۔ ان احادیث سے مفصّل سورتوں کے تینوں سجدات کی مشروعیت ثابت ہوتی ہے۔

مالکیہ کی مفصلات کے سجدات کی نفی پر دلیل اور اس کی تردید:۔ جو علماء مفصل سورتوں کے سجدات کے قائل نہیں ہیں وہ سنن ابی داؤد کی اس روایت سے استدلال کرتے ہیں جو ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے مدینہ منورہ آنے کے بعد کبھی بھی مفصل سورتوں کا سجدہ نہیں کیا۔ اس روایت کی وجہ سے وہ کہتے ہیں کہ سورۃ الانشقاق اور العلق جو مکی سورتیں ہیں ان کے سجدوں پر عمل منسوخ ہوچکا ہے۔ حالانکہ یہ روایت ہی ضعیف ہے جیسا کہ منذری نے تہذیب السنن میں کہا ہے کہ اس میں حارث بن عبید متروک ہے جبکہ سورۃ العلق اور الانشقاق میں سجدہ کرنا حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ کی احادیث سے ثابت ہے۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ متاخر الاسلام ہیں جو سات ھجری میں مسلمان ہو کر مدینہ میں آئے۔

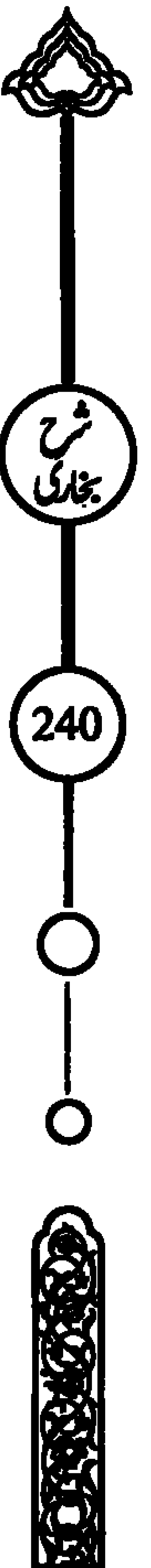
لہٰذا ان کا ان سورتوں کے سجدات کو نبی اکرم ﷺ سے روایت کرنا نسخ کے دعویٰ کی تردید کرتا ہے۔

سنن ابی داؤد کی روایت جو مفصل کے سجدوں کی نفی کے بارہ میں ہے اسے امام نووی رحمہ اللہ نے بھی شرح مسلم میں ضعیف قرار دیا ہے۔ اور ابن خزیمہ نے اس روایت کے رو پر مستقل باب قائم کرتے ہوئے کہا ہے "باب ذکر الدلیل علی ضد قول من زعم أن النبی ﷺ لم یسجد فی المفصل بعد هجرته إلی المدینة" اور اس کے تحت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ذکر کی ہے۔

لہٰذا مالکیہ کا یہ کہنا کہ مفصل میں کوئی سجدہ نہیں ناقابل قبول ہے۔ ابن عبدالبر نے کہا ہے "وأیُّ عمل یدعی مع مخالفته النبی ﷺ والخلفاء الراشدین بعده" شیخین یعنی ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما مفصل سورتوں میں سجدہ تلاوت کیا کرتے تھے۔ حالانکہ وہ اہل مدینہ تھے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ سورۃ ص کا سجدہ اور سورۃ حج کے دونوں سجدے اور مفصل کے تینوں سجدے بھی دلائل سے ثابت ہیں۔ لہٰذا قرآن کریم میں سجود تلاوت کی تعداد پندرہ ہے۔ راجح اور صحیح مذہب یہی ہے۔ جیسا کہ سنن ابی داؤد، ابن ماجہ اور بیہقی وغیرہ میں عمرو بن عاص سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھے نبی اکرم ﷺ نے قرآن کریم میں پندرہ سجود تلاوت پڑھائے ہیں۔ دو سورۃ حج میں اور تین مفصل میں، نووی رحمہ اللہ نے اس حدیث کے متعلق کہا ہے کہ حاکم اور ابو داؤد نے اس حدیث کو حسن سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

سجدہ تلاوت کا حکم:۔ دوسرا مسئلہ سجدہ تلاوت کے حکم کے بارہ میں ہے کہ یہ واجب ہے یا غیر واجب سجدہ تلاوت کو احناف واجب کہتے ہیں اور وہ اسے واجب کہنے میں جمہور سے منفرد ہیں۔ اور اس کے وجوب پر ان کا استدلال تین طرح ہے۔ ۱۔ بعض مقامات میں سجدہ کے بارہ میں امر کا صیغہ آیا ہے جیسے " فاسجدوا لله واعبدوا" اور سورۃ علق میں ہے "واسجد واقترب" اور امر وجوب پر محمول ہوتا ہے۔ ۲۔ کفار نے جب سجدہ کرنے سے انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی مذمت کی ہے۔ لہٰذا ہمیں چاہیئے کہ سجدہ ترک نہ کریں تاکہ کفار سے مشابہت نہ ہونے پائے، بلکہ سجدہ کر کے کفار کی مخالفت ہونی چاہیئے۔ ۳۔ بعض سجود تلاوت ایسے ہیں جو بعض انبیاء کا عمل تھا اور قرآن کریم میں "فبهداهم اقتده" کے حکم کے ساتھ ہمیں ان کی اقتداء کا حکم دیا گیا ہے۔ کیونکہ جو حکم نبی کریم علیہ السلام کے لئے ہے وہ ہمارے لئے بھی ہے۔



تردید: حنفیہ کے دلائل محل نظر ہیں کیونکہ مذکورہ دلائل جو احناف نے سجدہ تلاوت کے وجوب کو ثابت کرنے کے لئے پیش کئے ہیں۔ ان سے نماز کے سجدات مراد ہیں جو کہ واجب ہیں، ان سے سجود تلاوت مراد ہی نہیں ہیں۔ اور اگر کہا جائے کہ نماز اور تلاوت دونوں کے سجدے مراد ہیں تب بھی نماز کے سجدوں کو وجوب پر محمول کیا جائے گا اور تلاوت کے سجدات کو استحباب پر محمول کیا جائے گا۔ اور مشترک کو ایک وقت میں اپنے دو معانی پر محمول کیا جا سکتا ہے۔ اور اگر ان اوامر سے سجدہ تلاوت ہی مراد ہو تو امر کو ندب اور استحباب پر محمول کیا جائے گا۔ وجوب پر نہیں۔

باقی رہی یہ بات کہ سجدہ نہ کرنے والوں کی مذمت ذکر ہوئی ہے تو یہ مذمت تب ہے جبکہ تکبر کرتے ہوئے سجدہ چھوڑا جائے۔ اس وقت مذمت تکبر کرنے کی وجہ سے ہوتی ہے۔ سجدہ چھوڑنے پر مذمت نہیں ہو گی۔ وہ احادیث و آثار جو کہ سجدہ تلاوت کے چھوڑنے اور اس کے مستحب یا سنت ہونے پر دلالت کرتی ہیں وہ اس مسئلہ میں فیصلہ کن ہیں کہ

سجدہ تلاوت واجب نہیں ہے بلکہ اسے کبھی کبھار چھوڑا بھی جاسکتا ہے جیسا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر یہ باب قائم کیا ہے "باب من قرء السجدة ولم يسجد" اور اس کے تحت حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی حدیث پیش کی ہے "أنه قرء على النبي ﷺ "والنجم" فلم يسجد فيها" یہی حدیث ترمذی اور نسائی میں بھی ذکر ہوئی ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سجدہ تلاوت واجب نہیں ہے کیونکہ اگر واجب ہوتا تو آپ خود بھی سجدہ کرتے اور زید بن ثابت کو بھی اس کا حکم دیتے۔

اور مؤطا میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارہ میں آتا ہے بلکہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے "باب من رأى أن الله عزوجل لم يوجب السجود" کے تحت بھی اس حدیث کو ذکر کیا ہے ربیعہ بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ میں بھی حاضر تھا جبکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے دن منبر پر سورۃ نحل پڑھی "قرء يوم الجمعة على المنبر سورة النحل حتى إذا جاء السجدة نزل فسجد وسجد الناس حتى إذا كانت الجمعة القابلة قرء بها حتى إذا جاء السجدة قال: يايها الناس إنا نمر بالسجود فمن سجد فقد أصاب ومن لم يسجد فلا اثم عليه ولم يسجد عمر رضی اللہ عنہ وزاد نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہ "إن الله لم يفرض السجود إلا أن نشاء" حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ یہ حدیث عمر رضی اللہ عنہ سجدہ تلاوت کے واجب نہ ہونے پر اقوی دلیل ہے بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ سجدہ تلاوت کے واجب نہ ہونے پر اقوی دلیل حضرت زید بن ثابت کی حدیث ہے جس میں یہ آتا ہے کہ انہوں نے نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام پر سورۃ نجم پڑھی۔ اور آپ نے اس میں سجدہ تلاوت نہیں کیا کیونکہ یہ مرفوع ہے جبکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث موقوف ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ سجدہ تلاوت واجب نہیں ہے۔ یہی قول صحیح ہے اور یہ جمہور علماء کا مذہب ہے۔

سجدہ تلاوت کی کیفیت: سجدہ تلاوت کیسے کیا جائے۔ اس میں تین قول ہیں۔ احناف کے ہاں بغیر رفع یدین کے تکبیر کہتا ہوا سجدے میں جائے اور پھر تکبیر کہتا ہوا سجدے سے سر اٹھالے۔ سلام کی ضرورت نہیں ہے۔ اور یہی مذہب مالکیہ کا بھی ہے۔ وہ کہتے ہیں "هو سجود بين تكبيرتين واجبتين وقيامين مستحبين" چنانچہ سجدہ تلاوت دو واجب تکبیروں اور دو مستحب قیام کے ساتھ ادا کیا جائے گا۔ ان کے ہاں سجدہ اور تکبیر واجب اور قیام مستحب ہے۔ ۲۔ حنابلہ کے ہاں بھی سجدہ تلاوت کی مذکورہ کیفیت ہی ہے۔ مگر انہوں نے احناف کے مذہب پر تکبیر اول کے ساتھ رفع یدین کو مستحب کہا ہے۔ اور خارج صلاۃ سلام کو واجب کہا ہے۔ اگرچہ ایک طرف ہی ہو۔ ۳۔ شوافع کے نزدیک سجدہ میں جانے کی تکبیر کہنے سے پہلے رفع یدین کے ساتھ تکبیر تحریمہ کہنا ضروری ہے پھر سجدے میں جاتے ہوئے بغیر رفع یدین کے تکبیر کہے پھر نماز کے سجدے کی طرح سجدہ تلاوت کرے۔ اس کے بعد تکبیر کہتے ہوئے سر اٹھالے اور سلام پھیرے۔ شافعیہ کے ہاں تکبیر تحریمہ سجدہ تلاوت کا رکن ہے جس کے بغیر سجدہ صحیح نہیں ہوگا۔ اسی طرح سلام بھی ضروری ہے۔

مذاہب کا یہ اختلاف تب ہے جبکہ نماز کے بغیر کسی موقع پر آیت سجدہ کی تلاوت کرے اور اگر نماز کی قراءت میں آیت سجدہ آجائے تو سجدہ تلاوت کا ایک ہی طریقہ ہے اور وہ یہ کہ تکبیر کہتے ہوئے سجدے میں جائے پھر تکبیر کہتے ہوئے سر اٹھالے اور نماز مکمل کرے۔

ہے۔دیگر علماء کے نزدیک سنت ہے۔ اسی لئے حنفی اوقات مکروھہ میں سجدہ تلاوت کو جائز سمجھتے ہیں کیونکہ ان کے ہاں عصر اور فجر کے بعد اوقات مکروھہ میں واجبات کا ادا کرنا جائز ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ ان اوقات میں جائز نہیں سمجھتے ابوداؤد میں ایک ضعیف روایت آتی ہے کہ صحابی کا قول ہے ہم ان وقتوں میں سجدہ نہیں کرتے تھے۔ احناف کا وجوب پر استدلال یہ ہے کہ قرآن کریم میں بعض مقامات میں سجدہ کے بارہ میں امر کا صیغہ آتا ہے۔ اور بعض جگہ سجدہ کرنے والوں کی تعریف اور سجدہ نہ کرنے والوں کی مذمت کی گئی ہے اور یہ وجوب کی دلیل ہے۔ حالانکہ ان کا یہ استدال قوی نہیں ہے کیونکہ جہاں سجدہ کے بارہ میں امر کا صیغہ آتا ہے اس سے سجدہ تلاوت مراد نہیں ہے بلکہ نماز کا سجدہ مراد ہے۔ جیسا کہ سورۃ علق کے اخیر میں ہے" كلا لا تطعه واسجد واقترب"لیکن اس سے نماز کا سجدہ مراد ہے جو فرض ہے اس لئے کہ اس سے قبل "أرأيت الذي ينهي عبدًا إذا صلي " آیا ہے اور اس سے مراد نماز سے روکنا ہے کیونکہ وہ نماز سے روکتے تھے لہذا واسجد سے مراد نماز کا سجدہ ہے جو واجب ہے۔ سجدہ تلاوت اس سے مراد ہی نہیں ہے کہ اسے واجب قرار دیا جائے۔ لہذا امر کے صیغہ سے سجدہ تلاوت کے وجوب پر حنفیہ کا استدلال صحیح نہیں ہے۔ اسی طرح سجدہ پر تعریف یا اس کے نہ کرنے پر مذمت سے بھی سجدہ تلاوت مراد نہیں ہے۔ بلکہ اس سے بھی سجدہ نماز ہی مراد ہے جس کے کرنے پر تعریف اور نہ کرنے پر مذمت وارد ہے۔ سجدہ تلاوت کی حقیقت تاثر بالقرآن کی ہے۔ جیسے رحمت کی آیت پر اللہ تعالی سے دعاء کی جاتی ہے اور آیتِ عذاب پر عذاب سے پناہ مانگی جاتی ہے اسی طرح سجدہ تلاوت بھی تاثر بالقرآن کی صورت ہے۔ بعض استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جب



۴۔ سجدہ تلاوت کی دعاء: چوتھا اور آخری مسئلہ یہ ہے کہ سجدہ تلاوت میں کیا پڑھا جائے۔ سجدہ تلاوت میں نماز کے سجدے کی طرح "سبحان ربي الأعلى" بھی پڑھا جا سکتا ہے۔ ایک حدیث میں یہ دعاء بھی آئی ہے "اللهم اكتب لي بها أجرًا وضع عني بها وزرًا واجعلها لي عندك ذخرًا وتقبلها مني كما تقبلتها من نبيك وعبدك داؤد" جیسا کہ اس سے قبل ابوسعید کی حدیث میں اس سے ملتے جلتے لفظ آئے ہیں۔ سنن ابی داود، جامع ترمذی، سنن نسائی، اور مستدرک حاکم میں جسے انہوں نے صحیح علی شرط الشیخین کہا ہے اور ذھبی رحمہ اللہ نے اسے بر قرار رکھا ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے یہ دعاء بھی مروی ہے جسے انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے روایت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا سجدہ تلاوت کرنے والا یہ دعاء پڑھے "سجد وجهي للذي خلقه وصوره وشق سمعه وبصره بحوله وقوته فتبارك الله أحسن الخالقين" "فتبارك الله أحسن الخالقين" کی زیادتی مستدرک حاکم میں ہے جسے امام نووی رحمہ اللہ نے علی شرط الشیخین کہا ہے۔

فائدہ: اکثر علماء اس بات کے قائل ہیں کہ نماز کی طرح سجدہ تلاوت کے لئے بھی وضوء اور استقبال قبلہ شرط ہے۔ اھل ظاہر کے نزدیک سجدہ تلاوت بغیر وضوء کے ہو سکتا ہے اور غیر قبلہ کی طرف بھی کیا جا سکتا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ بھی باب سجود المشرکین میں اس کے جواز کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ کیونکہ مشرک نجس ہوتا ہے جس کا وضوء نہیں ہوتا اور انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ سجدہ تلاوت کیا ہے لیکن یہ کہنا کہ بے وضوء آدمی سجدہ تلاوت نہ کرے بلکہ سبحان اللہ والحمد للہ ولا إلہ إلا اللہ واللہ اکبر پڑھ لے" تو یہ بات بے بنیاد ہے جس کا کوئی اصل نہیں ہے۔



انسان سجدہ کرتا ہے تو ابلیس الگ ہو کر کہتا ہے "یاویلتاہ أمر ابن ادم بالسجود فسجد فله الجنة وأمرت بالسجود فأبيت فلي النار①" یہاں "أمر" کا لفظ بولا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سجدہ مأمور بہ ہے، جس کا حکم دیا گیا ہے لیکن ان کا یہ استدلال درست نہیں ہے کیونکہ یہ قول ابلیس ہے۔ ابن آدم کو دیکھ کر اسے اپنا سجدہ نہ کرنا یاد آجاتا ہے۔ اور اس کی حسرت کی بنا پر ایسی چیز پیدا ہو جاتی ہے۔ اس سے دلیل پکڑنا درست نہیں ہے۔

٢ ـ بَابُ سَجْدَةِ تَنْزِيلُ السَّجْدَةُ:

باب: سورۃ الم تنزیل میں سجدہ کرنا

١٠٦٨: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: «كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْجُمُعَةِ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ الم ١ تَنْزِيلُ سورة السجدة آية ١-٢ السَّجْدَةُ وَهَلْ أَتَى عَلَى الإِنْسَانِ سورة الإنسان آية ١».

ہم سے محمد بن یوسف فریابی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا، انہوں نے سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف سے بیان کیا، ان سے عبدالرحمٰن بن ہرمز اعرج نے، ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن فجر کی نماز میں «الم تنزيل السجدة» اور «هل أتى على الإنسان» (سورۃ دہر) پڑھا کرتے تھے۔

٣ ـ بَابُ سَجْدَةِ {ص}:

باب: سورۃ ص میں سجدہ کرنا

١٠٦٩: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، وَأَبُو النُّعْمَانِ، قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: «ص لَيْسَ مِنْ عَزَائِمِ السُّجُودِ، وَقَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْجُدُ فِيهَا».

ہم سے سلیمان بن حرب اور ابوالنعمان بن فضل نے بیان کیا، ان دونوں نے کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے ایوب نے بیان کیا، ان سے عکرمہ نے بیان کیا اور ان سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ سورۃ ص کا سجدہ کچھ تاکیدی سجدوں میں سے نہیں ہے اور میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھا۔

٤ ـ بَابُ سَجْدَةِ النَّجْمِ:

باب: سورۃ النجم میں سجدہ کا بیان

قَالَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

---

① مسلم (١٣٣) ٨١ ج ١ ص ٨٧۔

اس کو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے۔

١٠٧٠: حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ سُورَةَ النَّجْمِ فَسَجَدَ بِهَا، فَمَا بَقِيَ أَحَدٌ مِنَ الْقَوْمِ إِلَّا سَجَدَ، فَأَخَذَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ كَفًّا مِنْ حَصًى أَوْ تُرَابٍ فَرَفَعَهُ إِلَى وَجْهِهِ وَقَالَ: يَكْفِينِي هَذَا، فَلَقَدْ رَأَيْتُهُ بَعْدُ قُتِلَ كَافِرًا».

ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے، ابواسحاق سے بیان کیا، ان سے اسود نے، ان سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے سورۃ النجم کی تلاوت کی اور اس میں سجدہ کیا اس وقت قوم کا کوئی فرد (مسلمان اور کافر) بھی ایسا نہ تھا جس نے سجدہ نہ کیا ہو۔ البتہ ایک شخص (امیہ بن خلف) نے ہاتھ میں کنکری یا مٹی لے کر اپنے چہرہ تک اٹھائی اور کہا کہ میرے لیے یہی کافی ہے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بعد میں میں نے دیکھا کہ وہ کفر کی حالت ہی میں قتل ہوا۔

"قولہ فسجد بھا" اس سے معلوم ہوا کہ سورۃ نجم میں سجدۂ تلاوت ہے۔ مالکی کہتے ہیں بعض روایات میں آتا ہے کہ آپ نے ہجرت کے بعد مفصّل کے سجدے ترک کر دیئے تھے[1]۔ مگر ترک کرنے سے مراد یہ ہے کہ کبھی کرتے تھے اور کبھی نہیں کرتے تھے۔ یہ معنیٰ نہیں کہ بالکل ترک کر دیئے تھے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے آپ کے ساتھ مفصّل میں سجدہ کیا ہے[2]۔ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مسلمان ہو کر مدینہ میں آئے تھے اور وہ متاخر الاسلام ہیں۔

٥ - بَابُ سُجُودِ الْمُسْلِمِينَ مَعَ الْمُشْرِكِينَ:

باب: مسلمانوں کا مشرکوں کیساتھ سجدہ کرنا حالانکہ مشرک ناپاک ہے (اسکو وضو کہاں سے آیا)

وَالْمُشْرِكُ نَجَسٌ لَيْسَ لَهُ وُضُوءٌ. وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَسْجُدُ عَلَى وُضُوءٍ.

حالانکہ مشرک ناپاک ہے (اس کو وضو کہاں سے آیا) اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بے وضو سجدہ کیا کرتے تھے۔

١٠٧١: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَجَدَ بِالنَّجْمِ وَسَجَدَ مَعَهُ الْمُسْلِمُونَ وَالْمُشْرِكُونَ وَالْجِنُّ وَالْإِنْسُ»، وَرَوَاهُ ابْنُ طَهْمَانَ، عَنْ أَيُّوبَ.

---

[1] سنن ابی داود ١٤٠٣ (ضعیف)

[2] سنن ابی داود ١٤٠٧۔

ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالوارث نے بیان کیا، کہا ہم سے ایوب سختیانی نے بیان کیا، ان سے عکرمہ نے، ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ النجم میں سجدہ کیا تو مسلمانوں، مشرکوں اور جن وانس سب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سجدہ کیا۔

اس حدیث کی روایت ابراہیم بن طہمان نے بھی ایوب سختیانی سے کی ہے۔

اس حدیث سے ایک مسئلہ یہ ثابت ہوا کہ مسلمانوں کے ساتھ مشرک بھی بیٹھے ہوں تو آیت سجدہ کے وقت وہ بھی مسلمانوں کے ساتھ سجدہ کرلیں تو کفار کی شمولیت سے مسلمانوں کے سجدہ میں کوئی نقص واقع نہیں ہوگا۔ اور دوسرا مسئلہ یہ ثابت ہوا کہ سجدہ تلاوت ادا کرنے کے لئے وضوء ضروری نہیں ہے۔ وضوء نماز کے لئے ضروری ہوتا ہے اور یہ نماز نہیں ہے۔ جمہور کا مذہب یہ ہے کہ وضوء ہونا چاہیئے کیونکہ سجدہ نماز کا اہم جزء ہے اس لئے سجدہ تلاوت کے لئے وضوء ہونا چاہیئے۔ بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ مشرکوں نے بھی سجدہ کیا اور آپ نے انہیں سجدہ کرنے سے روکا نہیں حالانکہ مشرک نجس ہوتے ہیں ان کا وضوء نہیں ہوتا۔ اگرچہ سجدہ کرنے والے مسلمان بھی تھے لیکن یہ ضروری نہیں کہ سب مسلمان باوضوء ہوں لہٰذا بغیر وضوء کے سجدہ تلاوت کیا جاسکتا ہے۔

٦ ۔ بَابُ مَنْ قَرَأَ السَّجْدَةَ وَلَمْ يَسْجُدْ:

باب: سجدہ کی آیت پڑھ کر سجدہ نہ کرنا

یعنی اگر سجدے کی آیت پڑھے اور سجدہ نہ کرے تو کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ سجدہ تلاوت واجب نہیں ہے احناف کے نزدیک واجب ہے وہ یہاں کہتے ہیں کہ فی الفور کرنا ضروری نہیں ہے۔ لہٰذا اگر بے وضوء ہو یا جگہ موزوں نہ ہو تو بعد میں کرسکتا ہے۔

شرح بخاری

"قولہ ولم یسجد فیہا" یعنی نہ آپ نے سجدہ کیا اور نہ ہی کسی کو حکم دیا لہٰذا واجب نہ ہوا۔ حنفی کہتے ہیں کہ فی الفور کرنا ضروری نہیں اس لئے آپ نے نہیں کیا۔

١٠٧٢: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ أَبُو الرَّبِيعِ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ خُصَيْفَةَ، عَنِ ابْنِ قُسَيْطٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، أَنَّهُ أَخْبَرَهُ «أَنَّهُ سَأَلَ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَزَعَمَ أَنَّهُ قَرَأَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّجْمِ فَلَمْ يَسْجُدْ فِيهَا».

ہم سے سلیمان بن داؤد ابوالربیع نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے اسماعیل بن جعفر نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں یزید بن خصیفہ نے خبر دی، انہیں (یزید بن عبداللہ) ابن قسیط نے، اور انہیں عطاء بن یسار نے کہ انہوں نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے سوال کیا۔ آپ نے یقین کے ساتھ اس امر کا اظہار کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سورۃ النجم کی تلاوت آپ نے کی تھی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سجدہ نہیں کیا۔

١٠٧٣: حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قُسَيْطٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، قَالَ: «قَرَأْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّجْمِ فَلَمْ يَسْجُدْ فِيهَا».

ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابن ابی ذئب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یزید بن عبداللہ بن قسیط نے بیان کیا، ان سے عطاء بن یسار نے، ان سے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سورۃ النجم کی تلاوت کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سجدہ نہیں کیا۔

٧ - بَابُ سَجْدَةِ: {إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ}:

باب: سورۃ اذا السماء انشقت میں سجدہ کرنا

١٠٧٤: حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، وَمُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ، قَالَا: أَخْبَرَنَا هِشَامٌ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، قَالَ: «رَأَيْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَرَأَ: إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ سورة الانشقاق آية ١ فَسَجَدَ بِهَا، فَقُلْتُ: يَا أَبَا هُرَيْرَةَ أَلَمْ أَرَكَ تَسْجُدُ؟ قَالَ: لَوْ لَمْ أَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْجُدُ لَمْ أَسْجُدْ».



ہم سے مسلم بن ابراہیم اور معاذ بن فضالہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ہشام بن ابی عبداللہ دستوائی نے بیان کیا، ان سے یحیٰی بن ابی کثیر نے، ان سے ابوسلمہ نے کہا کہ میں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو سورۃ «إذا السماء انشقت» پڑھتے دیکھا۔ آپ نے اس میں سجدہ کیا میں نے کہا کہ اے ابوہریرہ! کیا میں نے آپ کو سجدہ کرتے ہوئے نہیں دیکھا ہے۔ آپ نے کہا کہ اگر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کرتے نہ دیکھتا تو میں بھی نہ کرتا۔

شرح بخاری

٨ - بَابُ مَنْ سَجَدَ لِسُجُودِ الْقَارِئِ:

باب: سننے والا اسی وقت سجدہ کرے جب پڑھنے والا کرے

وَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ لِتَمِيمِ بْنِ حَذْلَمٍ وَهُوَ غُلَامٌ فَقَرَأَ عَلَيْهِ سَجْدَةً فَقَالَ: اسْجُدْ فَإِنَّكَ إِمَامُنَا فِيهَا.

اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے تمیم بن حذلم سے کہا کہ وہ لڑکا تھا اس نے سجدے کی آیت پڑھی سجدہ کر۔ کیونکہ تو اس سجدے میں ہمارا امام ہے۔



١٠٧٥: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: «كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ عَلَيْنَا السُّورَةَ فِيهَا السَّجْدَةُ فَيَسْجُدُ وَنَسْجُدُ حَتَّى مَا يَجِدُ أَحَدُنَا مَوْضِعَ جَبْهَتِهِ».

ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبید اللہ عمری نے بیان کیا کہا کہ ہم سے نافع نے بیان کیا ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہماری موجودگی میں آیت سجدہ پڑھتے اور سجدہ کرتے تو ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (ہجوم کی وجہ سے) اس طرح سجدہ کرتے کہ پیشانی رکھنے کی جگہ بھی نہ ملتی جس پر سجدہ کرتے۔

٩ ـ بَابُ ازْدِحَامِ النَّاسِ إِذَا قَرَأَ الإِمَامُ السَّجْدَةَ:

باب: امام جب سجدہ کی آیت پڑھے اور لوگ ہجوم کریں تو بہرحال سجدہ کرنا چاہیے

١٠٧٦: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ آدَمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: «كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ السَّجْدَةَ وَنَحْنُ عِنْدَهُ فَيَسْجُدُ وَنَسْجُدُ مَعَهُ، فَنَزْدَحِمُ حَتَّى مَا يَجِدُ أَحَدُنَا لِجَبْهَتِهِ مَوْضِعًا يَسْجُدُ عَلَيْهِ».

ہم سے بشر بن آدم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے علی بن مسہر نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں عبید اللہ عمری نے خبر دی، انہیں نافع نے اور نافع کو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آیت سجدہ کی تلاوت اگر ہماری موجودگی میں کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم بھی سجدہ کرتے تھے۔ اس وقت اتنا اژدھام ہو جاتا کہ سجدہ کے لیے پیشانی رکھنے کی جگہ نہ ملتی جس پر سجدہ کرنے والا سجدہ کر سکے۔

١٠ ـ بَابُ مَنْ رَأَى أَنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ لَمْ يُوجِبِ السُّجُودَ:

باب: اس شخص کی دلیل جس کے نزدیک اللہ تعالیٰ نے سجدہ تلاوت کو واجب نہیں کیا

شرح بخاری

"قولہ وقال عثمان رضی اللہ عنہ انما السجدة علی من استمعها" اس سے مراد یہ ہے کہ اگر آیت سننے کا قصد ہو تو سجدہ آئیگا، ورنہ نہیں۔

"قولہ لم یفرض السجود إلا أن نشاء" یعنی سجدہ تلاوت واجب نہیں۔ اختیاری ہے۔ حنفی اس کی تاویل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر ہم آیت سجدہ پڑھنا چاہیں تو سجدہ فرض ہو جاتا ہے۔ یہ تاویل نہیں بلکہ تحریف ہے۔ ہاں یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی اپنی رائے ہے۔ بعض یہ معنیٰ بھی کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بخصوصہ سجدہ واجب نہیں کیا بلکہ رکوع سے بھی ادا ہو سکتا ہے جیسا کہ حنفی کہتے ہیں کہ اگر قراءت کے اخیر میں سجدہ آجائے تو رکوع میں چلا جائے اور رکوع میں ہی سجدے کی نیت کر لے۔ سجدہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بعض احناف کے ہاں خارج صلاۃ بھی تھوڑا سا جھکنے سے سجدہ ہو جاتا ہے کیونکہ مقصد عاجزی کا اظہار ہے۔ جیسا کہ "واذا قرئ علیهم القرآن لا یسجدون"[1] کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جب بھی قرآن پڑھا جائے تو ماتھا زمین پر لگایا جائے۔ ذرا سی گردن جھکا لینا ہی مراد ہے۔

[1] الانشقاق ٢١۔

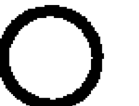
وَقِيلَ لِعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ الرَّجُلُ يَسْمَعُ السَّجْدَةَ وَلَمْ يَجْلِسْ لَهَا قَالَ: أَرَأَيْتَ لَوْ قَعَدَ لَهَا كَأَنَّهُ لَا يُوجِبُهُ عَلَيْهِ، وَقَالَ سَلْمَانُ: مَا لِهَذَا غَدَوْنَا، وَقَالَ عُثْمَانُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: إِنَّمَا السَّجْدَةُ عَلَى مَنِ اسْتَمَعَهَا، وَقَالَ الزُّهْرِيُّ: لَا يَسْجُدُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ طَاهِرًا فَإِذَا سَجَدْتَ وَأَنْتَ فِي حَضَرٍ فَاسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ فَإِنْ كُنْتَ رَاكِبًا فَلَا عَلَيْكَ حَيْثُ كَانَ وَجْهُكَ وَكَانَ السَّائِبُ بْنُ يَزِيدَ لَا يَسْجُدُ لِسُجُودِ الْقَاصِّ.

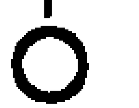
اور عمران بن حصین صحابی سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا گیا جو آیت سجدہ سنتا ہے مگر وہ سننے کی نیت سے نہیں بیٹھا تھا تو کیا اس پر سجدہ واجب ہے۔ آپ نے اس کے جواب میں فرمایا اگر وہ اس نیت سے بیٹھا بھی ہو تو کیا (گویا انہوں نے سجدہ تلاوت کو واجب نہیں سمجھا) سلمان فارسی نے فرمایا کہ ہم سجدہ تلاوت کے لیے نہیں آئے۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سجدہ ان کے لیے ضروری ہے جنہوں نے آیت سجدہ قصد سے سنی ہو۔ زہری نے فرمایا کہ سجدہ کے لیے طہارت ضروری ہے اگر کوئی سفر کی حالت میں نہ ہو بلکہ گھر پر ہو تو سجدہ قبلہ رو ہو کر کیا جائے گا اور سواری پر قبلہ رو ہونا ضروری نہیں جدھر بھی رخ ہو (اسی طرف سجدہ کر لینا چاہیے) سائب بن یزید واعظوں و قصہ خوانوں کے سجدہ کرنے پر سجدہ نہ کرتے۔



١٠٧٧: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، قَالَ: أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ، أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ التَّيْمِيِّ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْهُدَيْرِ التَّيْمِيِّ. قَالَ أَبُو بَكْرٍ: وَكَانَ رَبِيعَةُ مِنْ خِيَارِ النَّاسِ عَمَّا حَضَرَ رَبِيعَةُ مِنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ «قَرَأَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلَى الْمِنْبَرِ بِسُورَةِ النَّحْلِ حَتَّى إِذَا جَاءَ السَّجْدَةَ نَزَلَ فَسَجَدَ وَسَجَدَ النَّاسُ، حَتَّى إِذَا كَانَتِ الْجُمُعَةُ الْقَابِلَةُ قَرَأَ بِهَا، حَتَّى إِذَا جَاءَ السَّجْدَةَ، قَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا نَمُرُّ بِالسُّجُودِ فَمَنْ سَجَدَ فَقَدْ أَصَابَ، وَمَنْ لَمْ يَسْجُدْ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ، وَلَمْ يَسْجُدْ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، وَزَادَ نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، إِنَّ اللَّهَ لَمْ يَفْرِضِ السُّجُودَ إِلَّا أَنْ نَشَاءَ».

شرح بخاری





ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں ہشام بن یوسف نے خبر دی اور انہیں ابن جریج نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ مجھے ابو بکر بن ابی ملیکہ نے خبر دی، انہیں عثمان بن عبدالرحمٰن تیمی نے اور انہیں ربیعہ بن عبداللہ بن ہدیر تیمی نے کہا۔۔۔ ابو بکر بن ابی ملیکہ نے بیان کیا کہ ربیعہ بہت اچھے لوگوں میں سے تھے ربیعہ نے وہ حال بیان کیا جو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی مجلس میں انہوں نے دیکھا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے دن منبر پر سورۃ النحل پڑھی جب سجدہ کی آیت (« وللہ یسجد



ما فی السمٰوٰت») آخر تک پہنچے تو منبر پر سے اترے اور سجدہ کیا تو لوگوں نے بھی ان کے ساتھ سجدہ کیا۔ دوسرے جمعہ کو پھر یہی سورت پڑھی جب سجدہ کی آیت پر پہنچے تو کہنے لگے لوگو! ہم سجدہ کی آیت پڑھتے چلے جاتے ہیں پھر جو کوئی سجدہ کرے اس نے اچھا کیا اور جو کوئی نہ کرے تو اس پر کچھ گناہ نہیں اور عمر رضی اللہ عنہ نے سجدہ نہیں کیا اور نافع نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا کہ اللہ تعالیٰ نے سجدہ تلاوت فرض نہیں کیا ہماری خوشی پر رکھا۔

١١ ۔ بَابُ مَنْ قَرَأَ السَّجْدَةَ فِي الصَّلَاةِ فَسَجَدَ بِهَا:

باب: جس نے نماز میں آیت سجدہ تلاوت کی اور نماز ہی میں سجدہ کیا

١٠٧٨: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي، قَالَ: حَدَّثَنِي بَكْرٌ، عَنْ أَبِي رَافِعٍ، قَالَ: «صَلَّيْتُ مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ الْعَتَمَةَ فَقَرَأَ: إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ سورة الانشقاق آية١ فَسَجَدَ فَقُلْتُ: مَا هَذِهِ؟ قَالَ: سَجَدْتُ بِهَا خَلْفَ أَبِي الْقَاسِمِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَا أَزَالُ أَسْجُدُ فِيهَا حَتَّى أَلْقَاهُ».

ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے معتمر بن سلیمان نے بیان کیا، کہا کہ میں نے اپنے باپ سے سنا کہا کہ ہم سے بکر بن عبداللہ مزنی نے بیان کیا، ان سے ابورافع نے کہا کہ میں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز عشاء پڑھی۔ آپ نے «إذا السماء انشقت» کی تلاوت کی اور سجدہ کیا۔ میں نے عرض کیا کہ آپ نے یہ کیا کیا؟ انہوں نے اس کا جواب دیا کہ میں نے اس میں ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں سجدہ کیا تھا اور ہمیشہ سجدہ کرتا ہوں گا تاآنکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جاملوں۔

شرح بخاری

نماز میں سجدہ تلاوت کی سورت یا آیت پڑھی جاسکتی ہے۔ اور سجدہ بھی کیا جاسکتا ہے۔ اس میں ان لوگوں کی تردید مقصود ہے جو نماز میں اسے مکروہ سمجھتے ہیں۔ بعض مالکی نماز میں اس کے قائل نہیں ہیں۔ کیونکہ نماز میں ایسا کرنے سے انتشار سا پیدا ہو جاتا ہے اور شور بپا ہو جاتا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ اسکا رد کرنا چاہتے ہیں اور حدیث سے نماز میں سجدہ تلاوت کو ثابت کرنا چاہتے ہیں جہاں شور کا خطرہ ہو وہاں نہ پڑھے، جیسا جمعہ اور عیدین میں ایسا نہ کرے جہاں خطرہ نہ ہو وہاں پڑھ لے یہ مالکیوں کی رائے ہے۔

١٢ ۔ بَابُ مَنْ لَمْ يَجِدْ مَوْضِعًا لِلسُّجُودِ مِنَ الزِّحَامِ:

باب: جو شخص ہجوم کی وجہ سے سجدہ تلاوت کی جگہ نہ پائے

١٠٧٩: حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: «كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ السُّورَةَ الَّتِي فِيهَا السَّجْدَةُ، فَيَسْجُدُ وَنَسْجُدُ مَعَهُ حَتَّى مَا يَجِدُ أَحَدُنَا مَكَانًا لِمَوْضِعِ جَبْهَتِهِ».

ہم سے صدقہ بن فضل نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا، ان سے عبید اللہ نے، ان سے نافع نے، اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی ایسی سورۃ کی تلاوت کرتے جس میں سجدہ ہوتا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کرتے اور ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سجدہ کرتے یہاں تک کہ ہم میں کسی کو اپنی پیشانی رکھنے کی جگہ نہ ملتی۔ (معلوم ہوا کہ ایسی حالت میں سجدہ نہ کیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے) «واللہ أعلم»۔

ابن بطال ﷫ نے کہا ہے کہ یہ مسئلہ فرضی نماز کے سجدوں میں ملتا ہے اور سلف کا اس میں اختلاف ہے حضرت عمر فاروق ؓ نے کہا ہے جسے ازدحام اور بھیڑ کی وجہ سے سجدہ کرنے کے لئے جگہ نہ ملے تو وہ اپنے آگے اپنے بھائی کی پیٹھ پر سجدہ کرسکتا ہے۔ عطاء ﷫ اور امام زہری ﷫ کہتے ہیں کہ ایسا شخص لوگوں کے سر اٹھانے کے بعد سجدہ کرلے۔ جبکہ یہ فرضی نماز میں جائز ہے تو سجدہ تلاوت میں بھی جائز ہے۔ امام بخاری ﷫ کی رائے بھی یہی ہے کہ وہ بقدر استطاعت سجدہ کرلے۔ وہ ذرا جھک جائے یا کسی کی کمر پر سجدہ کرلے۔ جبکہ اسے سجدہ کے لئے جگہ نہ ملے تو پیشانی زمین پر لگانا ضروری نہیں۔ اسے بقدر استطاعت سجدہ کرلینا ہی کافی ہوگا۔







کتاب تقصیر الصلاۃ

کتاب نماز میں قصر کرنے کا بیان

١۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي التَّقْصِيرِ وَكَمْ يُقِيمُ حَتَّى يَقْصُرَ:

باب: نماز میں قصر کرنے کا بیان اور اقامت کی حالت میں کتنی مدت تک قصر کر سکتا ہے

١٠٨٠: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ عَاصِمٍ، وَحُصَيْنٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: «أَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِسْعَةَ عَشَرَ يَقْصُرُ، فَنَحْنُ إِذَا سَافَرْنَا تِسْعَةَ عَشَرَ قَصَرْنَا وَإِنْ زِدْنَا أَتْمَمْنَا».

ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابوعوانہ وضاح یشکری نے بیان کیا، ان سے عاصم احول اور حصین سلمی نے، ان سے عکرمہ نے، اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (مکہ میں فتح مکہ کے موقع پر) انیس دن ٹھہرے اور برابر قصر کرتے رہے۔ اس لیے انیس دن کے سفر میں ہم بھی قصر کرتے رہتے ہیں اور اس سے اگر زیادہ ہو جائے تو پوری نماز پڑھتے ہیں۔

قَصَرَ، قَصُرَ سے اور قَصَّرْتُ۔ تقصیر سے اور أَقْصَرَ، إِقْصَار سے ہے۔ ان میں سے پہلا لفظ استعمال میں زیادہ مشہور ہے۔ اور اس سے مراد چار رکعت والی نماز کو دو رکعتیں پڑھنے کی تخفیف ہے۔ ابن منذر وغیرہ نے اس بات پر اجماع نقل کیا ہے کہ فجر اور مغرب کی نمازوں میں قصر نہیں ہو سکتی۔ امام نووی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ جمہور اس بات کے قائل ہیں کہ ہر مباح سفر میں نماز قصر ہو سکتی ہے۔ جبکہ ثوری اور ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ہر سفر میں قصر جائز ہے خواہ وہ سفر طاعت ہو یا سفر معصیت ہو۔

تقصیر صلاۃ سے متعلق ایک مسافت میں اختلاف ہے اور دوسرا اختلاف ایام میں ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مسافر نے اگر پندرہ دن کہیں ٹھہرنا ہو وہ قصر کرے گا۔ زیادہ ٹھہرنا ہو تو پوری نماز پڑھے گا۔ اس بارہ میں فتح مکہ کی روایت میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ ترجمہ باب کی حدیث میں انیس دن ٹھہرنے کا ذکر ہے اور ابوداود کی حدیث میں اٹھارہ دن کا ذکر ہے[1]۔ اور ابوداود میں ہی سترہ دن[2] اور پندرہ دن[3] ٹھہرنے کی حدیث بھی آتی ہے۔ ان میں تطبیق یہ دیتے ہیں کہ آپ ٹھہرے سترہ دن تھے لیکن کسی راوی نے داخل اور خارج ہونے کے دنوں کو ایک شمار کر کے سترہ میں شامل کر کے اٹھارہ دن کہہ دیا۔ اور کسی نے داخل اور خارج ہونے کے دنوں کو دو شمار کر کے انیس کہہ دیا۔ ورنہ

[1] سنن ابی داود ١٢٢٩۔

[2] سنن ابی داود ١٢٣٠، ١٢٣٢۔

[3] سنن ابی داود ١٢٣١۔

آپ ٹھہرے سترہ دن ہی تھے۔ اور پندرہ والی روایت کا مطلب یہ ہے کہ راوی نے سمجھا شاید سترہ دن میں داخل اور خارج ہونے کے دودن شامل کر کے سترہ دن کہا گیا ہے لہذا اس نے سترہ سے داخل اور خارج دو دنوں نکال کر پندرہ کہہ دیا۔ حنفی کہتے ہیں پندرہ کی مقدار أقل ہے اور أقل متیقن ہوتا ہے اس لئے پندرہ کی روایت کو لینا چاہیئے۔ دیگر علماء کہتے ہیں کہ پندرہ کی روایت بخاری و مسلم کی روایت کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اور بخاری و مسلم کی روایت میں انیس دنوں کا ذکر ہے لہذا اسے اختیار کرنا چاہیئے۔ اور پندرہ کی روایت احتیاطی ہے۔ دراصل آپ ٹھہرے سترہ دن ہیں اور پندرہ کی روایت کو سترہ، اٹھارہ اور انیس کی روایات سے ضم کرنے کی اور کوئی وجہ نہیں ہو سکتی سوائے اس کے کہ کہا جائے کہ راوی نے سمجھا کہ سترہ میں داخل و خارج دو دن بھی شامل ہیں انہیں نکالنے سے پندرہ دن بنتے ہیں۔ احناف کے علاوہ باقی تین ائمہ کے نزدیک اگر کہیں تین دن ٹھہرنے کا ارادہ ہو تو قصر کرے اور دوگانہ پڑھے۔ اور اگر چار یا اس سے زائد دن ٹھہرنا ہو تو پھر شروع سے ہی نماز پوری پڑھے۔ کیونکہ اس کا ارادہ شروع سے ہی تین دن سے زیادہ ٹھہرنے کا ہے اس لئے اس کے ارادے کے پیشِ نظر شروع سے پوری نماز پڑھے گا۔ لہذا اگر کسی جگہ ٹھہرے اور چار دن رہنے کا ارادہ ہو تو نماز پوری پڑھنی چاہیئے۔ اور ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ حجۃ الوداع کے موقع پر مکہ میں تین دن ٹھہرے تھے اور نماز قصر کرتے تھے کیونکہ آپ چار ذوالحج کو مکہ میں آئے تھے اس کے بعد پانچ اور چھ اور سات تین دن مکہ میں رہے اور آٹھ ذوالحجہ کی صبح کو منیٰ کی طرف نکل گئے تھے۔ تو مکہ میں تین دن ٹھہرے اور قصر کرتے رہے۔ حنفی کہتے ہیں اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ تین دن ٹھہرنے سے دوگانہ پڑھا جا سکتا ہے۔ یہ اس لئے ثابت نہیں ہوتا کہ تین دن سے زیادہ ٹھہرنے سے دوگانہ نہیں پڑھا جا سکتا۔

امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ فتح مکہ والی روایت متردّد کے بارہ میں ہے۔ کہ کوئی شخص سمجھتا ہے کہ میں کل یہاں سے چلا جاؤں گا یا پرسوں نکل جاؤں گا۔ تو ایسا شخص خواہ سترہ دن ٹھہرا رہے وہ قصر کرتا رہے گا۔

ابن القیم رحمہ اللہ کہتے ہیں یہ کہاں سے پتہ چلا کہ اس سے زائد ٹھہرنے پر قصر نہیں کر سکتا۔ لہذا جب کوئی بھی شخص گھر سے نکل پڑے اور اس نے کسی جگہ کو وطن نہیں بنایا تو جتنی مدت بھی گھر سے باہر رہے وہ قصر کرتا رہے گا اگرچہ دو سال بھی ٹھہرا رہے۔

شوکانی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ لغت کے اعتبار سے سفر کا اطلاق سائر پر ہوتا ہے۔ یعنی چلنے والے پر۔ لیکن جو شخص کسی جگہ ٹھہر جائے خواہ ایک دن کے لئے ٹھہرے یا اس سے زیادہ ٹھہرے اسے مسافر نہیں کہا جاتا وہ مقیم ہو جاتا ہے۔ لہذا اسے نماز پوری پڑھنی چاہیئے۔ کیونکہ وہ مسافر نہیں رہا۔ اور اس پر سفر کا اطلاق توسعاً ہو سکتا ہے۔ حقیقۃً نہیں۔ مگر چونکہ حجۃ الوداع کی حدیث سے عازم کے لئے تین دن ثابت ہو گئے ہیں لہذا یہ تین دن مستثنیٰ ہو جائیں گے باقی سب اقامتوں میں انسان مقیم ہوتا ہے اس لئے پوری نماز پڑھے اس طرح ظاہر یہ کا قول یہ ہے کہ کوئی شخص جب ایک جگہ ٹھہر جائے یا متردد ہو تو اسے مقیم ہونا چاہیئے لیکن متردد کے لئے انیس دن کا ذکر حدیث میں آ گیا ہے بلکہ ایک حدیث میں بیس دن کا ذکر بھی ہے تو انیس یا بیس دن مستثنیٰ ہو جائیں گے۔ عازم کے لئے حجۃ الوداع کی حدیث اور متردد کے لئے

شرح بخاری

فتح مکہ والی حدیث دلیل ہے۔ اس لئے کہ آپ نے جب مکہ فتح کرلیا تو اس وقت وہاں ھوازن قبیلہ والے حملہ کرنے کے لئے جمع ہورہے تھے آپ کو علم نہیں تھا کہ کب ان کا حملہ ہوجائے اور یہاں سے نکلنا پڑے لہذا آپ متردد تھے ان کا انتظار کرتے کرتے سترہ دن یا انیس دن ہوگئے۔ اس وقت آپ عازم نہیں تھے بلکہ متردد تھے اور متردد کے لئے یہ بیس دن ہیں جیسا کہ غزوہ تبوک میں بھی اس کا ذکر آتا ہے اور عازم کے لئے تین دن مستثنیٰ ہوجائیں گے۔ باقی میں نماز پوری پڑھنی چاہیئے۔ یہ شوکانی رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں فتح مکہ اور حجۃ الوداع سے متعلق دونوں احادیث یہاں جمع کردی ہیں اور ان دونوں کو یہاں جمع کرکے شاید وہ اس بات کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں کہ ان میں سے فتح مکہ والی حدیث متردد کے بارہ میں ہے اور دوسری حجۃ الوداع والی حدیث عازم کے لئے ہے۔ یا یہ بتانا چاہتے ہیں کہ تین دن ٹھہرنے سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ زیادہ ٹھہرے تو قصر نہ کرے اس لئے انیس والی حدیث لی جائے گی۔ ابن قیم رحمہ اللہ کی رائے صحیح معلوم نہیں ہوتی کہ جب تک انسان اپنے وطن نہ جائے قصر کرتا رہے۔ جیسے طالب علم ہوتے ہیں وہ دوگانہ پڑھتے رہیں کیونکہ انہوں نے وطن نہیں بنایا یہ موقف درست نہیں ہے۔

قرآن مجید میں نماز قصر کا مسئلہ اس سے قبل صلاۃِ خوف میں ذکر ہوچکا ہے کہ بعض علماء کہتے ہیں کہ نمازِ قصر کا ذکر قرآن نے کیا اور "إذا ضربتم فی الأرض فلیس علیکم جناح أن تقصروا من الصلاۃ" سے نمازِ سفر مراد ہے جو قصر کی جاتی ہے۔ اور بعض علماء نے کہا ہے کہ قرآن کریم نے دو قیدیں لگائی ہیں ایک سفر کی اور دوسری خوف کی۔ اور نبی اکرم ﷺ کے عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ سفر کی قید قصرِ رکعات کے لئے ہے۔ کہ چار رکعات والی نماز بجائے چار رکعات کے دو رکعت پڑھی جائے۔ اور خوف کی قید قصرِ ھیاۃ کے لئے ہے۔ یہ آپ کے عمل سے پتہ چلتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ نمازِ خوف کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔ نمازِ سفر کا ذکر قرآن میں نہیں ہے۔ انہوں نے کہا ہمیں اس چیز کی طرف التفات کی ضرورت نہیں ہے ہم نے نبی اکرم ﷺ کو سفر میں قصر کرتے دیکھا ہے اس لئے ہم بھی کرتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ نے سفر میں نماز قصر کی ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے سوال کیا تھا کہ اے اللہ کے رسول۔ اب تو خوف نہیں رہا۔ اب قصر کیوں کرتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا۔ یہ اللہ تعالی کی طرف سے صدقہ ہے[1] لہذا اس کے صدقہ کو قبول کرو۔ ابن قیم رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ قصرِ سفر کا ذکر بھی قرآن میں ہے کیونکہ قرآن میں دو قیدیں آئی ہیں۔ ایک کا تعلق قصرِ رکعات سے ہے اور یہ قصر سفر ہے ایک قید قصرِ ھیاۃ ہے اور اس کا تعلق صلاۃِ خوف سے ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ "إذا ضربتم فی الأرض فلیس علیکم جناح أن تقصروا من الصلوۃ" پہلے یہ آیت اس قدر ہی نازل ہوئی تھی اور اس کا تعلق سفر میں نماز قصر کرنے سے ہے۔ اور اس سے اگلی آیت "إن خفتم أن یفتنکم

(1) مسلم (۴) ۶۸۶۔

الذین کفروا" کا تعلق خوف سے ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا فرمان "واذا کنت فیھم......" یہ شرط اور جزاء مل کر پہلی شرط کی جزاء ہو جائے گی۔ پہلی شرط چونکہ دور ہو گئی تھی اس لئے شرط کا تکرار آ گیا ہے۔ اس طرح دو جملے الگ الگ ہو گئے ہیں۔

احناف کے ہاں قرآن مجید میں صرف نمازِ خوف کا ذکر ہے۔ قصرِ سفر کا ذکر قرآن میں نہیں ہے۔ بلکہ سفر کی نماز ان کے نزدیک قصر نہیں ہے۔ اور وہ کہتے ہیں کہ سفر میں دو رکعتیں پوری نماز ہے۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں "تمام غیر قصر" لیکن اگر قرآن کریم سے استدلال کیا جائے پھر تو قصر ہے۔ معراج کے سفر میں جو نماز فرض ہوئی تھی وہ دو دو رکعتیں فرض ہوئی تھی۔ ہجرت کے بعد چار رکعتیں کر دی گئیں۔ پھر اس آیت کے نزول کے بعد نماز قصر ہو گئی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سفر میں نماز قصر ہی ہے۔

١٠٨١: حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا، يَقُولُ: «خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمَدِينَةِ إِلَى مَكَّةَ فَكَانَ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ حَتَّى رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ، قُلْتُ: أَقَمْتُمْ بِمَكَّةَ شَيْئًا؟ قَالَ: أَقَمْنَا بِهَا عَشْرًا».



ہم سے ابو معمر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالوارث نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے یحییٰ بن ابی اسحاق نے بیان کیا انہوں نے انس رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ہم مکہ کے ارادہ سے مدینہ سے نکلے تو برابر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو، دو رکعت پڑھتے رہے۔ یہاں تک کہ ہم مدینہ واپس آئے۔ میں نے پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ میں کچھ دن قیام بھی رہا تھا؟ تو اس کا جواب انس رضی اللہ عنہ نے یہ دیا کہ دس دن تک ہم وہاں ٹھہرے تھے۔

اس سے قبل عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث متردد کے بارہ میں ہے اور متردد کے لئے بیس دن ذکر ہوئے ہیں۔ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث عازم کے بارے میں ہے۔ اور عازم کے لئے تین دن قصر ہے۔

قولہ اقمنا بھا عشرا یہ حجۃ الوداع کے دس دن ہیں اور یہ مکہ اور حوالی مکہ کے دنوں کو ملا کر دس دن بنتے ہیں۔ ورنہ مکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام تین دن ہی تھا۔



٢ ۔ بَابُ الصَّلَاةِ بِمِنًى:

باب: منیٰ میں نماز قصر کرنے کا بیان

١٠٨٢: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، قَالَ: أَخْبَرَنِي نَافِعٌ، عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: «صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ، وَأَبِي بَكْرٍ، وَعُمَرَ، وَمَعَ عُثْمَانَ صَدْرًا مِنْ إِمَارَتِهِ ثُمَّ أَتَمَّهَا».

ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ نے عبیداللہ عمری سے بیان کیا، کہا کہ مجھے نافع

نے خبر دی اور انہیں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے، کہا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ منیٰ میں دو رکعت (یعنی چار رکعت والی نمازوں میں) قصر پڑھی۔ عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی ان کے دور خلافت کے شروع میں دو ہی رکعت پڑھی تھیں۔ لیکن بعد میں آپ رضی اللہ عنہ نے پوری پڑھی تھیں۔

منیٰ مکہ کے قریب ہی تین میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ علماء میں مسافتِ قصر میں اختلاف ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ، امام احمد بن حنبل اور امام مالک اڑتالیس میل کے قائل ہیں۔ حنفی بہتر میل کہتے ہیں۔ لیکن ان کا فتویٰ بھی اڑتالیس میل کا ہے۔ اس بارہ میں مرفوع روایت ضعیف ہے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے" لاتقصروا الصلاۃ فی أقل من أربعة برد" برید بارہ میل کا ہوتا ہے۔ اور چار برید، اڑتالیس میل ہوئے۔ اور منی ،مکہ کے قریب ہے۔ اس لئے امام شافعی کہتے ہیں جو مسافر نہ ہو وہ منی میں قصر نہ کرے۔ اور حنفی بھی یہ کہتے ہیں۔ یعنی مکہ کا رہنے والا یا باہر کا رہنے والا مکہ میں آکر۔ جیسا کہ وہ مہینہ پہلے ہی آجاتا ہے وہ بھی منی میں جاکر قصر نہ کرے کیونکہ وہ یہاں آکر مقیم ہو گیا تھا ان کے نزدیک سفر وہ ہوتا ہے جو اڑتالیس میل ہو۔ لیکن حج کے موقع پر غایت سفر عرفات ہے۔ اور وہ بارہ میل ہے۔ یا یہ کہا جائے کہ بارہ میل بھی قصر کی مسافت ہے۔ جیسا کہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی رائے ہے۔ کہ کسی نے بارہ میل سفر کرنا ہو تو وہ قصر کر سکتا ہے اور وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔ جبکہ عرفات کے متعلق ان کی بات مانی جاسکتی ہے۔ منیٰ کے متعلق ماننا مشکل ہے کیونکہ منی مکہ سے تین میل ہے۔ انسان مکہ میں جاکر پھر واپس منی آجاتا ہے۔ اور مکہ میں آنے سے سفر ٹوٹ جاتا ہے۔ یا یہ کہا جائے کہ انسان جب عارضی طور پر اپنے گھر چلا جائے تو سفر قائم رہتا ہے۔ لیکن بعض علماء کہتے ہیں کہ پہلا سفر مکہ میں آنے سے ٹوٹ جائے گا۔ اب جب تک اڑتالیس میل کا ارادہ نہیں کرے گا مسافر نہیں ہوگا جبکہ بعض نے کہا ہے اسکا ارادہ عارضی ہے۔ اور عارضی ارادہ کو کأن لم یکن قرار دیا جائے تو پہلی مسافت برقرار رہے گی۔ گویا بارہ میل کی مسافت میں ہی اسے یہ واقعات پیش آئے ہیں اگر وہ ٹوٹ جائے تو پھر تین میل کو غایتِ قصر قرار دینا چاہیئے۔ جیسا کہ بعض اھلِ ظاہر کہتے ہیں۔

ابن حزم کا خیال یہ ہے کہ اگرچہ ایک میل کہیں جانا ہو وہ قصر کر سکتا ہے۔ یا اس سے زائد سفر کرنا ہو لیکن ایک میل کے اندر قصر نہیں کر سکتا۔ اگرچہ آگے بیس میل سفر کرنا ہو۔

حنابلہ کے نزدیک اس حدیث میں ذکر ہونے والی قصر سفر نہیں بلکہ قصرِ نسک ہے۔ لہذا حج کرنے والا یہاں قصر نسک کرے گا۔ حالانکہ قصرِ نسک کی کہیں تصریح نہیں آئی اس لئے امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس کا انکار کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ قصرِ سفر تو ثابت ہے۔ قصرِ نسک کہاں ہے۔ حنابلہ نے یہ بات اس لئے بنائی ہے تاکہ ان پر اعتراض نہ آئے کہ قصر اڑتالیس میل پر ہونا چاہیئے۔ اس لئے یہ کہا کہ قصرِ نسک منی اور عرفات میں کر سکتا ہے اگرچہ اڑتالیس میل نہیں ہے اور اڑتالیس میل قصرِ سفر کے لئے ہے۔ جبکہ منیٰ، عرفات کی قصر، نسک ہے۔ اس لئے وہ کہتے ہیں مکہ کے لوگ بھی منیٰ عرفات میں قصر کریں گے۔ اور وہ یہ قصر نسک کے لئے کریں گے۔ اگرچہ تین میل کی مسافت

ہے۔ لیکن قصر نسک کی اصطلاح کہیں ثابت نہیں ہے۔ سوائے اس کے کہ نبی اکرم ﷺ نے حج کے موقع پر یہاں قصر کیا ہے۔ آپ اگرچہ مسافر تھے لیکن مکے والوں نے بھی آپ کے ساتھ قصر کیا تھا۔ حنفی اور شافعی کہتے ہیں مکے والوں کا یہاں قصر کرنا ثابت نہیں ہے وہ تو مسافر نہیں تھے۔

"قولہ صلیت مع النبی ﷺ رکعتین "پہلے بھی منیٰ میں دو رکعتیں پڑھی تھیں۔ بعد میں جب مکہ سے ہو کر واپس منی گئے اور تین دن ٹھہرے، اگرچہ پہلا سفر ٹوٹ گیا تھا۔ لیکن دوبارہ پھر دو رکعتیں پڑھیں۔ نبی کریم علیہ السلام نے بھی دو رکعتیں پڑھیں۔ اگرچہ آپ بھی مکہ میں آئے تھے لیکن آپ مکہ کے مقیم نہیں تھے جو مکہ میں مقیم ہو جائے اس کے متعلق بحث ہے۔

"قولہ صدرًا من امارتہ ثم أتمھا" لوگوں نے اعتراض کیا کہ آپ پوری نماز کیوں پڑھتے ہیں۔ اور عبدالرحمن بن عوف سے ان کی بحث بھی ہوئی۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں اس لئے پوری نماز پڑھتا ہوں کہ میں نے یہاں نکاح کیا ہے۔ جواب دیا گیا کہ نبی اکرم ﷺ بھی جب عمرۃ القضاء کے لئے آئے تھے آپ نے بھی اس وقت حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کیا تھا لیکن آپ نے پوری نماز نہیں پڑھی تھی۔ تو انہوں نے کہا کہ میں اس کے ساتھ طائف میں اقامت کا ارادہ رکھتا ہوں کہا کہ حج ختم ہونے کے بعد جب طائف میں جاؤ گے تو پھر پوری پڑھ لینا، یہ بھی آتا ہے کہ میں نے چار رکعات پڑھی ہیں تاکہ لوگوں کو دھوکہ نہ لگ جائے۔ بہر صورت صحابہ کرام نے اس پر انکار کیا تھا۔ یا اس لئے چار پڑھی ہیں کہ پوری پڑھنی بھی جائز ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود اس فعل کو مکروہ سمجھتے تھے لیکن امام کی اتباع کرتے تھے کہتے تھے اگر امام چار پڑھتا ہے تو اس کی مخالفت جائز نہیں ہے۔ ابن حزم کا خیال یہ ہے کہ اگرچہ امام چار پڑھے تم دو ہی پڑھو۔ کیونکہ مسافر پر دو ہی فرض ہیں۔ مقتدی کو دو پر سلام پھیر دینا چاہیئے یا پھر بیٹھا رہے اور امام کے سلام کا انتظار کرے۔ ان میں سے کوئی ایک کام کر لے۔ لیکن عبداللہ بن عباس کا قول یہ ہے کہ جو مسافر، مقیم کے پیچھے نماز پڑھے وہ پوری نماز پڑھے گا یہی صحیح ہے۔

۱۰۸۳: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْحَاقَ، قَالَ: سَمِعْتُ حَارِثَةَ بْنَ وَهْبٍ، قَالَ: «صَلَّى بِنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آمَنَ مَا كَانَ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ».

ہم سے ابوالولید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں ابواسحاق نے خبر دی، انہوں نے حارثہ سے سنا اور انہوں نے وہب رضی اللہ عنہ سے کہ آپ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں امن کی حالت میں ہمیں دو رکعت نماز پڑھائی تھی۔

حارثہ بن وہب مکہ کے رہنے والے تھے انہوں نے بھی نبی اکرم ﷺ کے ساتھ منیٰ میں دو رکعتیں ہی پڑھی ہیں۔ گویا مکہ کے لوگوں نے بھی منیٰ میں دو رکعت نماز پڑھی ہے۔ دوسرے علماء کہتے ہیں کہ منیٰ والے مسافر ہوں گے۔ یا انہیں غلطی لگ گئی ہوگی۔

"قولہ فلیت حظّی من أربع "لیکن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مخالفت سے بچنے کے لئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اقتداء

میں چار رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔

١٠٨٤: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، عَنِ الْأَعْمَشِ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ يَزِيدَ، يَقُولُ: «صَلَّى بِنَا عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بِمِنًى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ، فَقِيلَ ذَلِكَ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَاسْتَرْجَعَ، ثُمَّ قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ، وَصَلَّيْتُ مَعَ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ، وَصَلَّيْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ، فَلَيْتَ حَظِّي مِنْ أَرْبَعِ رَكَعَاتٍ رَكْعَتَانِ مُتَقَبَّلَتَانِ».

ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالواحد بن زیاد نے بیان کیا، ان سے اعمش نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابراہیم نخعی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے عبدالرحمٰن بن یزید سے سنا، وہ کہتے تھے کہ ہمیں عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے منیٰ میں چار رکعت نماز پڑھائی تھی لیکن جب اس کا ذکر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ «انا للہ وانا الیہ راجعون»۔ پھر کہنے لگے میں نے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ منیٰ میں دو رکعت نماز پڑھی ہے اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی میں نے دو رکعت ہی پڑھی ہیں اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی دو رکعت ہی پڑھی تھی کاش میرے حصہ میں ان چار رکعتوں کے بجائے دو مقبول رکعتیں ہوتیں۔

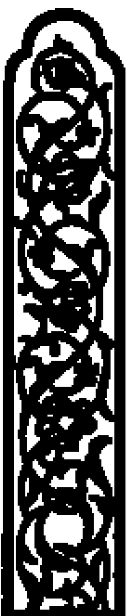


٣۔ بَابٌ كَمْ أَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّتِهِ:

باب: حج کے موقعہ پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے دن قیام کیا تھا؟

١٠٨٥: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ الْبَرَّاءِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: «قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ لِصُبْحِ رَابِعَةٍ يُلَبُّونَ بِالْحَجِّ فَأَمَرَهُمْ أَنْ يَجْعَلُوهَا عُمْرَةً إِلَّا مَنْ مَعَهُ الْهَدْيُ»، تَابَعَهُ عَطَاءٌ، عَنْ جَابِرٍ.

ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا کہا کہ ہم سے وہیب نے بیان کیا کہا کہ ہم سے ایوب نے بیان کیا ان سے ابوالعالیہ براء نے ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو ساتھ لے کر تلبیہ کہتے ہوئے ذی الحجہ کی چوتھی تاریخ کو (مکہ میں) تشریف لائے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جن کے پاس ہدی نہیں ہے وہ بجائے حج کے عمرہ کی نیت کر لیں اور عمرہ سے فارغ ہو کر حلال ہو جائیں پھر حج کا احرام باندھیں۔ اس حدیث کی متابعت عطاء نے جابر سے کی ہے۔



"قولہ لصبح رابعة" اس سے معلوم ہوا کہ آپ حجۃ الوداع کے موقع پر مکہ میں تین دن ٹھہرے تھے۔ کیونکہ چار ذوالحج داخل ہونے کا دن تھا۔ صبح کی نماز یہاں پڑھنے کا ذکر نہیں آتا۔ آپ سرف میں رات رہے تھے وہاں نماز

پڑھ کر دن کو مکہ میں آئے تھے۔ لہذا چار ذی الحجہ کی فجر کی نماز مکہ میں نہیں پڑھی۔ آپ نے کل بیس نمازیں مکہ میں پڑھی ہیں۔

۴۔ بَابٌ فِی کَمْ یَقْصُرُ الصَّلَاۃَ:

باب: نماز کتنی مسافت میں قصر کرنی چاہیے

وَسَمَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا وَلَيْلَةً سَفَرًا، وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ، وَابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ يَقْصُرَانِ وَيُفْطِرَانِ فِي أَرْبَعَةِ بُرُدٍ وَهِيَ سِتَّةَ عَشَرَ فَرْسَخًا.

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن اور ایک رات کی مسافت کو بھی سفر کہا ہے اور عبد اللہ ابن عمر اور عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہم چار برد (تقریباً اڑتالیس میل کی مسافت) پر قصر کرتے اور روزہ بھی افطار کرتے تھے۔ چار برد میں سولہ فرسخ ہوتے ہیں (اور ایک فرسخ میں تین میل)۔

"قولہ وسمّی النبی ﷺ یوما ولیلۃ سفرًا" یعنی نبی اکرم ﷺ نے دن اور رات میں چلنے کو سفر کہا ہے۔ حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ دن، رات سے مراد ایک دن ہے۔ کیونکہ دونوں کا اکٹھا سفر نہیں کیا جاتا۔ عرب لوگ عموماً دن کو سفر کرتے تھے ان کے ساتھ اہل وعیال اور سامان بھی ہوتا تھا۔ اس طرح وہ دن میں دس، بارہ میل سفر کرتے تھے۔ اس لئے غایتِ سفر مسافتِ عرفات ہونی چاہیئے۔ اور وہ بارہ میل ہے۔ لیکن مسلم میں حدیث نو میل کی آتی ہے۔ کہ نبی اکرم ﷺ جب تین میل یا تین فرسخ سفر کرتے تو قصر کرتے تھے[1]۔ اس حدیث میں اگرچہ "ثلاثۃ أمیال أو ثلاثۃ فراسخ" شک کے ساتھ آیا ہے لیکن اقل مسافت، اکثر میں داخل ہے اس لئے تین فرسخ کو اختیار کیا جائے گا اور ایک فرسخ تین میل ہوتا ہے تو تین فرسخ نو میل ہوں گے اور ثلاثۃ امیال پر بھی عمل ہو جائے گا کیونکہ وہ تین فرسخ میں آجاتے ہیں لہذا مسافت قصر میں فتویٰ نو میل کا ہونا چاہیئے۔

"قولہ وکان ابن عمر وابن عباس یقصران ویفطران فی اربعۃ برد وھي ستۃ عشر فرسخًا" برید بارہ میل اور فرسخ تین میل ہوتا ہے تو یہ اڑتالیس میل بنتے ہیں۔ یہ اثر موقوف ہے اس بارہ میں مرفوع حدیث بھی آتی ہے۔ لیکن عبد الوھاب کی وجہ سے ضعیف ہے۔ حافظ نے کہا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے اس بارہ میں متعدد اقوال ہیں۔ میل کا لفظ بھی آیا ہے، چھیانوے اور بہتر میل بھی آیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ قصر کو ضروری نہیں سمجھتے تھے۔ بحسبِ نشاط پڑھ لیتے تھے۔ کبھی پوری نماز بھی پڑھ لیتے تھے۔ اس طرح حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی متعدد روایات آتی ہیں۔ اس لئے ان کا یہ سولہ فرسخ کا فتویٰ ایسا نہیں ہے۔ جس سے اختلاف نہ کیا جائے۔ کیونکہ وہ خود اس پر متفق نہیں ہیں۔ وہ دیکھ لیتے ہوں گے۔ اگر سفر میں تکلیف نہ ہوتی تو نماز پوری پڑھ لیتے۔ اور سمجھتے ہوں گے کہ اڑتالیس میل پر زیادہ تکلیف ہوتی ہے اس لئے قصر کر لیتے۔ اصل بات یہ ہے کہ قصر کا تعلق

[1] مسلم (۱۲) ۶۹۱۔ سنن ابی داود ۱۲۰۱۔

سفر سے ہے اگرچہ تکلیف نہ ہو۔اس کے لئے صحیح مسلم میں نومیل مسافت آئی ہے [1]۔لہذا اس پر عمل ہونا چاہیئے۔

۱۰۸٦:حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ،قَالَ:قُلْتُ لِأَبِي أُسَامَةَ،حَدَّثَكُمْ عُبَيْدُ اللهِ،عَنْ نَافِعٍ،عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا،أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،قَالَ:«لَا تُسَافِرِ الْمَرْأَةُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ إِلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ».

ہم سے اسحاق بن راہویہ نے بیان کیا، انہوں نے ابواسامہ سے، میں نے پوچھا کہ کیا آپ سے عبیداللہ عمری نے نافع سے یہ حدیث بیان کی تھی کہ ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہمانے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کیا تھا کہ عورتیں تین دن کا سفر ذی رحم محرم کے بغیر نہ کریں (ابواسامہ نے کہا ہاں)۔

۱۰۸۷:حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ،قَالَ:حَدَّثَنَا يَحْيَى،عَنْ عُبَيْدِ اللهِ،عَنْ نَافِعٍ،عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا،عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،قَالَ:«لَا تُسَافِرِ الْمَرْأَةُ ثَلَاثًا إِلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ»،تَابَعَهُ أَحْمَدُ،عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ،عَنْ عُبَيْدِ اللهِ،عَنْ نَافِعٍ،عَنِ ابْنِ عُمَرَ،عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحیٰ بن سعید قطان نے، عبیداللہ عمری سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں نافع نے خبر دی، انہیں ابن عمر رضی اللہ عنہمانے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خبر دی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت تین دن کا سفر اس وقت تک نہ کرے جب تک اس کے ساتھ کوئی محرم رشتہ دار نہ ہو۔اس روایت کی متابعت احمد نے ابن مبارک سے کی ان سے عبیداللہ عمری نے ان سے نافع نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہمانے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ سے۔

۱۰۸۸:حَدَّثَنَا آدَمُ،قَالَ:حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ،قَالَ:حَدَّثَنَا سَعِيدٌ الْمَقْبُرِيُّ،عَنْ أَبِيهِ،عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا،قَالَ:قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:«لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ،أَنْ تُسَافِرَ مَسِيرَةَ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ لَيْسَ مَعَهَا حُرْمَةٌ»،تَابَعَهُ يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ،وَسُهَيْلٌ،وَمَالِكٌ،عَنِ الْمَقْبُرِيِّ،عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ.

ہم سے آدم نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ ہم سے ابن ابی ذئب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سعید مقبری نے اپنے باپ سے بیان کیا، ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی خاتون کے لیے جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتی ہو، جائز نہیں کہ ایک دن رات کا سفر بغیر کسی ذی رحم محرم کے کرے۔اس روایت کی متابعت یحیٰ بن ابی کثیر، سہیل اور مالک نے مقبری

[1] مسلم (۱۲) ٦۹۱ ۔ سنن ابی داؤد ۱۲۰۱۔

سے کی۔ وہ اس روایت کو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے تھے۔

۵۔ بَابُ يَقْصُرُ إِذَا خَرَجَ مِنْ مَوْضِعِهِ:

باب: جب آدمی سفر کی نیت سے اپنی بستی سے نکل جائے تو قصر کرے

وَخَرَجَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَام فَقَصَرَ وَهُوَ يَرَى الْبُيُوتَ فَلَمَّا رَجَعَ قِيلَ لَهُ هَذِهِ الْكُوفَةُ قَالَ لَا حَتَّى نَدْخُلَهَا.

اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ (کوفہ سے سفر کے ارادہ سے) نکلے تو نماز قصر کرنی اسی وقت سے شروع کر دی جب ابھی کوفہ کے مکانات دکھائی دے رہے تھے اور پھر واپسی کے وقت بھی جب آپ کو بتایا گیا کہ یہ کوفہ سامنے ہے تو آپ نے فرمایا کہ جب تک ہم شہر میں داخل نہ ہو جائیں نماز پوری نہیں پڑھیں گے۔

۱۰۸۹: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، وَإِبْرَاهِيمَ بْنِ مَيْسَرَةَ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: «صَلَّيْتُ الظُّهْرَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِينَةِ أَرْبَعًا وَبِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ».



ہم سے ابونعیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان نے، محمد بن منکدر اور ابراہیم بن میسرہ سے بیان کیا، ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ منورہ میں ظہر کی چار رکعت پڑھی اور ذوالحلیفہ میں عصر کی دو رکعت پڑھی۔

شرح بخاری: مطلب یہ ہے کہ اپنی آبادی سے نکل کر نو میل یا اس سے زائد سفر کرنا ہو تو قصر شروع ہو جاتی ہے جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ وہ اپنی آبادی سے نکل کر قصر شروع کر دیتے تھے حالانکہ وہ آبادی کے مکانات دیکھ رہے ہوتے تھے۔ اور جب واپس آتے تو ان سے کہا جاتا یہ کوفہ آ گیا تو وہ فرماتے کہ ہم اس میں داخل ہونے تک قصر کرتے رہیں گے۔

۱۰۹۰: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتِ: «الصَّلَاةُ أَوَّلُ مَا فُرِضَتْ رَكْعَتَيْنِ، فَأُقِرَّتْ صَلَاةُ السَّفَرِ وَأُتِمَّتْ صَلَاةُ الْحَضَرِ»، قَالَ الزُّهْرِيُّ: فَقُلْتُ لِعُرْوَةَ: مَا بَالُ عَائِشَةَ تُتِمُّ، قَالَ: تَأَوَّلَتْ مَا تَأَوَّلَ عُثْمَانُ.





ہم سے عبداللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے زہری سے بیان کیا، ان سے عروہ نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ پہلے نماز دو رکعت فرض ہوئی تھی بعد میں سفر کی نماز تو اپنی اسی حالت پر رہ گئی البتہ حضر کی نماز پوری (چار رکعت) کر دی گئی۔ زہری نے بیان کیا کہ میں نے عروہ سے پوچھا کہ پھر خود عائشہ رضی اللہ عنہا نے کیوں نماز پوری پڑھی تھی انہوں نے اس کا جواب یہ دیا کہ



عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کی جو تاویل کی تھی وہی انہوں نے بھی کی۔

"قوله فأقرت صلاة السفر" معراج کی رات نماز دو، دو رکعت فرض ہوئی تھی اور ہجرت کے بعد نماز حضر وسفر میں پوری ہوگئی تھی۔ پھر ۵ ہجری میں قصر نماز کی آیت نازل ہوگئی تو نمازِ سفر پہلی حالت پر لوٹا دی گئی اور دو رکعت کر دی گئی۔ اس معنیٰ کے اعتبار سے "أقرت" مجازاً کہا گیا ہے اور اس حدیث میں دراصل اختصار ہے۔ اُم المؤمنین کا اس پر عمل نہیں تھا۔ بلکہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرح نماز پوری پڑھتی تھیں۔ کیونکہ حضرت عائشہ صدیقہ کا خیال یہ تھا کہ سفر میں نماز قصر کرنے کی اجازت مشقت کی وجہ سے دی گئی ہے لہٰذا اگر مشقت لاحق نہ ہو تو پوری پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ احناف اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ سفر میں قصر کرنا فرض ہے۔ لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا سفر میں پوری نماز پڑھنا حنفیہ کی تردید کرتا ہے کیونکہ احناف کے ہاں راوی کی روایت اور اس کی رائے میں تعارض کے وقت اس کی رائے کو لیا جاتا ہے اور ان کی رائے اور عمل پوری نماز پڑھنے کے جواز کا ہے۔

٦ ـ بَابُ يُصَلِّي الْمَغْرِبَ ثَلَاثًا فِي السَّفَرِ:

باب: مغرب کی نماز سفر میں بھی تین ہی رکعت ہیں

١٠٩١: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي سَالِمٌ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَعْجَلَهُ السَّيْرُ فِي السَّفَرِ يُؤَخِّرُ الْمَغْرِبَ حَتَّى يَجْمَعَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ الْعِشَاءِ، قَالَ سَالِمٌ: وَكَانَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَفْعَلُهُ إِذَا أَعْجَلَهُ السَّيْرُ.

ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں شعیب نے خبر دی، زہری سے انہوں نے کہا کہ مجھے سالم نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے خبر دی آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب سفر میں چلنے کی جلدی ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کی نماز دیر سے پڑھتے یہاں تک کہ مغرب اور عشاء ایک ساتھ ملا کر پڑھتے۔ سالم نے کہا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو بھی جب سفر میں جلدی ہوتی تو اس طرح کرتے۔

١٠٩٢: وَزَادَ اللَّيْثُ قَالَ: حَدَّثَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ سَالِمٌ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَجْمَعُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِالْمُزْدَلِفَةِ، قَالَ سَالِمٌ: وَأَخَّرَ ابْنُ عُمَرَ الْمَغْرِبَ وَكَانَ اسْتُصْرِخَ عَلَى امْرَأَتِهِ صَفِيَّةَ بِنْتِ أَبِي عُبَيْدٍ فَقُلْتُ لَهُ: الصَّلَاةَ، فَقَالَ: سِرْ، فَقُلْتُ: الصَّلَاةَ، فَقَالَ: سِرْ، حَتَّى سَارَ مِيلَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةً، ثُمَّ نَزَلَ فَصَلَّى، ثُمَّ قَالَ: هَكَذَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي إِذَا أَعْجَلَهُ السَّيْرُ، وَقَالَ عَبْدُ اللهِ: «رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَعْجَلَهُ السَّيْرُ يُؤَخِّرُ الْمَغْرِبَ فَيُصَلِّيهَا ثَلَاثًا ثُمَّ يُسَلِّمُ، ثُمَّ قَلَّمَا يَلْبَثُ حَتَّى يُقِيمَ الْعِشَاءَ فَيُصَلِّيهَا

رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ يُسَلِّمُ، وَلَا يُسَبِّحُ بَعْدَ الْعِشَاءِ حَتَّى يَقُومَ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ».

لیث بن سعد نے اس روایت میں اتنا زیادہ کیا کہ مجھ سے یونس نے ابن شہاب سے بیان کیا، کہ سالم نے بیان کیا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما مزدلفہ میں مغرب اور عشاء ایک ساتھ جمع کر کے پڑھتے تھے۔ سالم نے کہا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے مغرب کی نماز اس دن دیر میں پڑھی تھی جب انہیں ان کی بیوی صفیہ بنت ابی عبید کی سخت بیماری کی اطلاع ملی تھی (چلتے ہوئے) میں نے کہا کہ نماز! (یعنی وقت ختم ہوا چاہتا ہے) لیکن آپ نے فرمایا کہ چلے چلو پھر دوبارہ میں نے کہا کہ نماز! آپ نے پھر فرمایا کہ چلے چلو اس طرح جب ہم دو یا تین میل نکل گئے تو آپ اترے اور نماز پڑھی پھر فرمایا کہ میں نے خود دیکھا ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں تیزی کے ساتھ چلنا چاہتے تو اسی طرح کرتے تھے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ بھی فرمایا کہ میں نے خود دیکھا کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (منزل مقصود تک) جلدی پہنچنا چاہتے تو پہلے مغرب کی تکبیر کہلواتے اور آپ اس کی تین رکعت پڑھا کر سلام پھیرتے۔ پھر تھوڑی دیر ٹھہر کر عشاء پڑھاتے اور اس کی دو ہی رکعت پر سلام پھیرتے۔ عشاء کے فرض کے بعد آپ سنتیں وغیرہ نہیں پڑھتے تھے آدھی رات کے بعد کھڑے ہو کر نماز پڑھتے۔



٧۔ بَابُ صَلَاةِ التَّطَوُّعِ عَلَى الدَّوَابِّ وَحَيْثُمَا تَوَجَّهَتْ بِهِ:

باب: نفل نماز سواری پر، اگرچہ سواری کا رخ کسی طرف ہو

١٠٩٣: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: «رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي عَلَى رَاحِلَتِهِ حَيْثُ تَوَجَّهَتْ بِهِ».

شرح بخاری

ہم سے علی بن عبد اللہ مدینی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبد الاعلیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے معمر نے زہری سے بیان کیا، ان سے عبد اللہ بن عامر نے اور ان سے ان کے باپ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ اونٹنی پر نماز پڑھتے رہتے خواہ اس کا منہ کسی طرف ہو۔

"قولہ حیث توجہت بہ" یعنی سواری پر نفلی نماز پڑھی جا سکتی ہے۔ خواہ و قبلہ کی طرف متوجہ ہو یا نہ ہو۔ بعض کہتے ہیں کہ نماز شروع کرتے وقت سواری کو قبلے کی طرف متوجہ کر لینا چاہیے۔

١٠٩٤: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ أَخْبَرَهُ: «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي التَّطَوُّعَ وَهُوَ رَاكِبٌ فِي غَيْرِ الْقِبْلَةِ».



ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے شیبان نے کہا، ان سے یحییٰ نے بیان کیا، ان سے محمد بن عبد الرحمٰن نے بیان کیا، کہ جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے انہیں خبر دی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ

وسلم نفل نماز اپنی اونٹنی پر غیر قبلہ کی طرف منہ کر کے بھی پڑھتے تھے۔

١٠٩٥: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ حَمَّادٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ، قَالَ: «وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يُصَلِّي عَلَى رَاحِلَتِهِ وَيُوتِرُ عَلَيْهَا، وَيُخْبِرُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَفْعَلُهُ».

ہم سے ابوالاعلیٰ بن حماد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے وہیب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا، ان سے نافع نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نفل نماز سواری پر پڑھتے تھے۔ اسی طرح وتر بھی۔ اور فرماتے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسا کرتے تھے۔

٨ - بَابُ الإِيمَاءِ عَلَى الدَّابَّةِ:

باب: سواری پر اشارے سے نماز پڑھنا

١٠٩٦: حَدَّثَنَا مُوسَى، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُسْلِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ دِينَارٍ، قَالَ: «كَانَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يُصَلِّي فِي السَّفَرِ عَلَى رَاحِلَتِهِ أَيْنَمَا تَوَجَّهَتْ يُومِئُ، وَذَكَرَ عَبْدُ اللهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَفْعَلُهُ».

ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالعزیز بن مسلم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبداللہ بن دینار نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سفر میں اپنی اونٹنی پر نماز پڑھتے خواہ اس کا منہ کسی طرف ہوتا۔ آپ اشاروں سے نماز پڑھتے۔ آپ کا بیان تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح کرتے تھے۔

٩ - بَابٌ يَنْزِلُ لِلْمَكْتُوبَةِ:

باب: نمازی فرض نماز کے لیے سواری سے اتر جائے

١٠٩٧: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ، أَنَّ عَامِرَ بْنَ رَبِيعَةَ أَخْبَرَهُ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى الرَّاحِلَةِ يُسَبِّحُ يُومِئُ بِرَأْسِهِ قِبَلَ أَيِّ وَجْهٍ تَوَجَّهَ، وَلَمْ يَكُنْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ ذَلِكَ فِي الصَّلَاةِ الْمَكْتُوبَةِ.

ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے عقیل نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا، ان سے عبداللہ بن عامر بن ربیعہ نے کہ عامر بن ربیعہ نے انہیں خبر دی انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اونٹنی پر نماز نفل پڑھتے دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سر کے اشاروں سے پڑھ رہے تھے اس کا خیال کئے بغیر کہ سواری کا منہ کدھر ہوتا ہے لیکن فرض نمازوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح نہیں کرتے تھے۔

"قوله ولم یکن یصنع ذلك فی الصلاة المکتوبة "یعنی نبی اکرم ﷺ فرضی نماز سواری پر نہیں پڑھتے تھے۔ لیکن کسی ضرورت اور مجبوری کی بنا پر فرضی نماز بھی سواری پر پڑھی جاسکتی ہے۔ جیسا کہ صلوٰۃ خوف میں گذر چکا ہے اور قرآن کریم میں بھی ہے "فإن خفتم فرجالًا أو رکبانًا[1]" بغیر مجبوری اور ضرورت کے یہ جائز نہیں ہے کہ فرضی نماز سواری پر پڑھے۔

۱۰۹۸: وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: قَالَ سَالِمٌ: كَانَ عَبْدُ اللهِ يُصَلِّي عَلَى دَابَّتِهِ مِنَ اللَّيْلِ وَهُوَ مُسَافِرٌ مَا يُبَالِي حَيْثُ مَا كَانَ وَجْهُهُ، قَالَ ابْنُ عُمَرَ: «وَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَبِّحُ عَلَى الرَّاحِلَةِ قِبَلَ أَيِّ وَجْهٍ تَوَجَّهَ وَيُوتِرُ عَلَيْهَا، غَيْرَ أَنَّهُ لَا يُصَلِّي عَلَيْهَا الْمَكْتُوبَةَ».

اور لیث بن سعد نے بیان کیا کہ مجھ سے یونس نے بیان کیا، انہوں نے ابن شہاب کے واسطہ سے بیان کیا انہوں نے کہا کہ سالم نے بیان کیا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سفر میں رات کے وقت اپنے جانور پر نماز پڑھتے کچھ پرواہ نہ کرتے کہ اس کا منہ کس طرف ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اونٹنی پر نفل نماز پڑھا کرتے چاہے اس کا منہ کدھر ہی ہو اور وتر بھی سواری پر پڑھ لیتے تھے البتہ فرض اس پر نہیں پڑھتے تھے۔



۱۰۹۹: حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ ثَوْبَانَ، قَالَ: حَدَّثَنِي جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي عَلَى رَاحِلَتِهِ نَحْوَ الْمَشْرِقِ، فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يُصَلِّيَ الْمَكْتُوبَةَ نَزَلَ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ».

ہم سے معاذ بن فضالہ نے بیان کیا کہا کہ ہم سے ہشام نے یحیٰی سے بیان کیا ان سے محمد بن عبدالرحمٰن بن ثوبان نے بیان کیا انہوں نے بیان کیا کہ مجھ سے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اونٹنی پر مشرق کی طرف منہ کئے ہوئے نماز پڑھتے تھے اور جب فرض پڑھتے تو سواری سے اتر جاتے اور پھر قبلہ کی طرف رخ کر کے پڑھتے۔

۱۰۔ بَابُ صَلَاةِ التَّطَوُّعِ عَلَى الْحِمَارِ:

باب: نفل نماز گدھے پر بیٹھے ہوئے ادا کرنا



۱۱۰۰: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَبَّانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ سِيرِينَ، قَالَ: «اسْتَقْبَلْنَا أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ حِينَ قَدِمَ مِنَ الشَّأْمِ، فَلَقِينَاهُ بِعَيْنِ التَّمْرِ فَرَأَيْتُهُ يُصَلِّي عَلَى حِمَارٍ وَوَجْهُهُ مِنْ ذَا الْجَانِبِ يَعْنِي عَنْ يَسَارِ الْقِبْلَةِ، فَقُلْتُ: رَأَيْتُكَ تُصَلِّي لِغَيْرِ الْقِبْلَةِ، فَقَالَ: لَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

[1] البقرۃ: ۲۳۹۔

وَسَلَّمَ فَعَلَهُ لَمْ أَفْعَلْهُ»، رَوَاهُ إِبْرَاهِيمُ ابْنُ طَهْمَانَ، عَنْ حَجَّاجٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ہم سے احمد بن سعید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حبان بن ہلال نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہمام بن یحییٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے انس بن سیرین نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ انس رضی اللہ عنہ شام سے جب (حجاج کی خلیفہ سے شکایت کر کے) واپس ہوئے تو ہم ان سے عین التمر میں ملے۔ میں نے دیکھا کہ آپ گدھے پر سوار ہو کر نماز پڑھ رہے تھے اور آپ کا منہ قبلہ سے بائیں طرف تھا۔ اس پر میں نے کہا کہ میں نے آپ کو قبلہ کے سوا دوسری طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے نہ دیکھتا تو میں بھی نہ کرتا۔ اس روایت کو ابراہیم ابن طہمان نے بھی حجاج سے، انہوں نے انس بن سیرین سے، انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ حجاج کی درندگی کی وجہ سے شام روانہ ہو گئے تھے۔ اور عین القمر شام کے قریب عراق کے راستے میں ایک مقام کا نام ہے۔ اس ترجمہ باب سے مقصود یہ ہے کہ گدھا اگرچہ نجس اور پلید ہے لیکن اس پر نفلی نماز پڑھی جا سکتی ہے۔ اور یہ رخصت ضرورت کے لئے دی گئی ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ گدھا تر نہیں ہونا چاہیے۔

١١-بَابُ مَنْ لَمْ يَتَطَوَّعْ فِي السَّفَرِ دُبُرَ الصَّلَاةِ وَقَبْلَهَا:

باب: سفر میں جس نے فرض نماز سے پہلے اور پیچھے سنتوں کو نہیں پڑھا

١١٠١ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَنَّ حَفْصَ بْنَ عَاصِمٍ حَدَّثَهُ، قَالَ: «سَافَرَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، فَقَالَ: صَحِبْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ أَرَهُ يُسَبِّحُ فِي السَّفَرِ، وَقَالَ اللّٰهُ جَلَّ ذِكْرُهُ: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ سورة الأحزاب آية ٢١».

ہم سے یحییٰ بن سلیمان کوفی نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عبداللہ بن وہب نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عمر بن محمد بن یزید نے بیان کیا کہ حفص بن عاصم بن عمر نے ان سے بیان کیا کہ میں نے سفر میں سنتوں کے متعلق عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا آپ نے فرمایا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہا ہوں۔ میں نے آپ کو سفر میں کبھی سنتیں پڑھتے نہیں دیکھا اور اللہ جل ذکرہ کا ارشاد ہے کہ تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی بہترین نمونہ ہے۔

١١٠٢ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عِيسَى بْنِ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ: «صَحِبْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ لَا يَزِيدُ فِي السَّفَرِ عَلَى رَكْعَتَيْنِ»، وَأَبَا بَكْرٍ، وَعُمَرَ، وَعُثْمَانَ كَذَلِكَ رَضِيَ اللّٰهُ

عَنْهُمْ.

ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحیٰی بن سعید قطان نے بیان کیا، ان سے عیسیٰ بن حفص بن عاصم نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا، انہوں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ فرماتے سنا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں دو رکعت (فرض) سے زیادہ نہیں پڑھا کرتے تھے۔ ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

سفر میں نوافل پڑھنے چاہئیں یا نہیں۔ اس میں اختلاف ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ نمازوں کے ساتھ جو سنن رواتب ہیں وہ نہیں پڑھنی چاہیئے خواہ نماز سے پہلے ہوں یا بعد میں۔ باقی نوافل مثلاً تہجد کی نماز پڑھ سکتے ہیں اور بعض علماء سائر اور نازل میں فرق کرتے ہیں۔ سائر اگر چلتا ہو اور سفر کرتا ہوا اترے اور کہیں سواری سے اتر کر ٹھہرے تو صرف فرض ہی پڑھے۔ اور اگر پہلے ہی اترا ہوا ہے تو وہ فرض نماز کے ساتھ نفل بھی پڑھ سکتا ہے۔ بعض اول اور آخر کا فرق کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ نماز سے پہلے نفل پڑھ سکتا ہے۔ جیسے کہ قافلے والے وضوء کرتے ہوں تو اتنی دیر میں دو رکعت پڑھ سکتا ہے اور ایک حدیث میں آتا ہے کہ آپ فجر کی سنتیں ہمیشہ پڑھا کرتے تھے بعد والی نہ پڑھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایات میں اختلاف آتا ہے ایک حدیث میں آتا ہے کہ انہوں نے سفر میں نماز کے بعد لوگوں کو نفل پڑھتے ہوئے دیکھ کر فرمایا "لوکنت مسبحًا لأتممت صلوٰتی[1]" اور ایک روایت میں ہے کہ میں نے آپ کے ساتھ مغرب کے بعد دو سنتیں پڑھی۔ ان میں تطبیق یہ ہے کہ اگر محض نماز کے لئے اترا ہے تو صرف فرض ہی پڑھے یعنی اگر سائر ہے تو رخصت قبول کرے۔ اور اگر کسی شہر وغیرہ میں ٹھہرا ہے تو نوافل پڑھ لے۔

۱۲۔ بَابُ مَنْ تَطَوَّعَ فِي السَّفَرِ فِي غَيْرِ دُبُرِ الصَّلَوَاتِ وَقَبْلَهَا:

باب: فرض نمازوں کے بعد اور اول کی سنتوں کے علاوہ اور دوسرے نفل سفر میں پڑھنا

وَرَكَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فِي السَّفَرِ.

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں فجر کی سنتوں کو پڑھا ہے۔

۱۱۰۳: حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، قَالَ: «مَا أَخْبَرَنَا أَحَدٌ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الضُّحَى غَيْرُ أُمِّ هَانِئٍ، ذَكَرَتْ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ اغْتَسَلَ فِي بَيْتِهَا، فَصَلَّى ثَمَانِيَ رَكَعَاتٍ فَمَا رَأَيْتُهُ صَلَّى صَلَاةً أَخَفَّ مِنْهَا، غَيْرَ أَنَّهُ يُتِمُّ الرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ».

ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے عمرو بن مرہ نے، ان سے ابن ابی لیلیٰ نے، انہوں نے کہا کہ ہمیں کسی نے یہ خبر نہیں دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انہوں نے

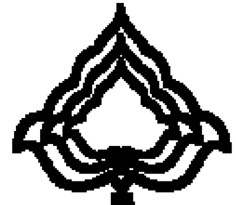
[1] مسلم (۸) ۶۸۹ ج ۱ ص ۴۷۹۔

چاشت کی نماز پڑھتے دیکھاہاں ام ہانی رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ فتح مکہ کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے گھر غسل کیا تھا اور اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ رکعتیں پڑھی تھیں، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی اتنی ہلکی پھلکی نماز پڑھتے نہیں دیکھا البتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع اور سجدہ پوری طرح کرتے تھے۔

١١٠٤: وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عَامِرٍ، أَنَّ أَبَاهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ «رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى السُّبْحَةَ بِاللَّيْلِ فِي السَّفَرِ عَلَى ظَهْرِ رَاحِلَتِهِ حَيْثُ تَوَجَّهَتْ بِهِ».

اور لیث بن سعد رحمہ اللہ نے کہا کہ مجھ سے یونس نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے عبداللہ بن عامر بن ربیعہ نے بیان کیا کہ انہیں ان کے باپ نے خبر دی کہ انہوں نے خود دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (رات میں) سفر میں نفل نمازیں سواری پر پڑھتے تھے، وہ جدھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے جاتی ادھر ہی سہی۔

١١٠٥: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، «أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُسَبِّحُ عَلَى ظَهْرِ رَاحِلَتِهِ حَيْثُ كَانَ وَجْهُهُ يُومِئُ بِرَأْسِهِ»، وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَفْعَلُهُ.



ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں شعیب نے خبر دی، انہیں زہری نے اور انہیں سالم بن عبداللہ بن عمر نے اپنے باپ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اونٹنی کی پیٹھ پر خواہ اس کا منہ کسی طرف ہوتا نفل نماز سر کے اشاروں سے پڑھتے تھے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی اسی طرح کیا کرتے تھے۔

شرح بخاری

١٣ ۔ بَابُ الْجَمْعِ فِي السَّفَرِ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ:

باب: سفر میں مغرب اور عشاء ایک ساتھ ملا کر پڑھنا

١١٠٦: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: «كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ إِذَا جَدَّ بِهِ السَّيْرُ».

ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے زہری سے سنا، انہوں نے سالم سے اور انہوں نے اپنے باپ عبداللہ بن عمر سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اگر سفر میں جلد چلنا منظور ہوتا تو مغرب اور عشاء ایک ساتھ ملا کر پڑھتے۔



احناف یہاں جمع صوری کے قائل ہیں کہ مغرب کی نماز کو مؤخر اور عشاء کو اول وقت پڑھے تو یہ جمع صوری ہے۔ امام

بخاری رحمہ اللہ جمع تاخیر کے قائل ہیں لیکن معلوم ہوتا ہے کہ وہ جمع تقدیم کے قائل نہیں ہیں۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حج کے موقع پر جمع تقدیم ثابت ہے تو اس کے علاوہ بھی جمع تقدیم ہو سکتی ہے۔

١١٠٧: وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ، عَنِ الْحُسَيْنِ الْمُعَلِّمِ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ بَيْنَ صَلَاةِ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ إِذَا كَانَ عَلَى ظَهْرِ سَيْرٍ، وَيَجْمَعُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ.

اور ابراہیم بن طہمان نے کہا کہ ان سے حسین معلم نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن ابی کثیر نے بیان کیا، ان سے عکرمہ نے بیان کیا اور ان سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں ظہر اور عصر کی نماز ایک ساتھ ملا کر پڑھتے، اسی طرح مغرب اور عشاء کی بھی ایک ساتھ ملا کر پڑھتے تھے۔

١١٠٨: وَعَنْ حُسَيْنٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ حَفْصِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ بَيْنَ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ فِي السَّفَرِ، وَتَابَعَهُ عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ، وَحَرْبٌ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ حَفْصٍ، عَنْ أَنَسٍ، جَمَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.



اور ابن طہمان ہی نے بیان کیا کہ ان سے حسین نے، ان سے یحییٰ بن ابی کثیر نے، ان سے حفص بن عبیداللہ بن انس رضی اللہ عنہ نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں مغرب اور عشاء ایک ساتھ ملا کر پڑھتے تھے۔ اس روایت کی متابعت علی بن مبارک اور حرب نے یحییٰ سے کی ہے۔ یحییٰ، حفص سے اور حفص انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (مغرب اور عشاء) ایک ساتھ ملا کر پڑھی تھیں۔

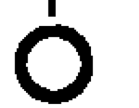
شرح بخاری

١٤ ـ بَابُ هَلْ يُؤَذِّنُ أَوْ يُقِيمُ إِذَا جَمَعَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ:

باب: جب مغرب اور عشاء ملا کر پڑھے تو کیا ان کے لیے اذان و تکبیر کہی جائے گی؟



١١٠٩: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي سَالِمٌ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: «رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَعْجَلَهُ السَّيْرُ فِي السَّفَرِ يُؤَخِّرُ صَلَاةَ الْمَغْرِبِ حَتَّى يَجْمَعَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ الْعِشَاءِ».



قَالَ سَالِمٌ: وَكَانَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَفْعَلُهُ إِذَا أَعْجَلَهُ السَّيْرُ وَيُقِيمُ الْمَغْرِبَ فَيُصَلِّيهَا ثَلَاثًا ثُمَّ يُسَلِّمُ، ثُمَّ قَلَّمَا يَلْبَثُ حَتَّى يُقِيمَ الْعِشَاءَ فَيُصَلِّيهَا رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ يُسَلِّمُ، وَلَا يُسَبِّحُ بَيْنَهُمَا بِرَكْعَةٍ وَلَا بَعْدَ الْعِشَاءِ بِسَجْدَةٍ حَتَّى يَقُومَ مِنْ



جَوْفِ اللَّيْلِ.

ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں شعیب نے زہری سے خبر دی، انہوں نے کہا کہ مجھے سالم نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے خبر دی۔ آپ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب جلدی سفر طے کرنا ہوتا تو مغرب کی نماز مؤخر کر دیتے۔ پھر اسے عشاء کے ساتھ ملا کر پڑھتے تھے۔ سالم نے بیان کیا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی اگر سفر سرعت کے ساتھ طے کرنا چاہتے تو اسی طرح کرتے تھے۔ مغرب کی تکبیر پہلے کہی جاتی اور آپ تین رکعت مغرب کی نماز پڑھ کر سلام پھیر دیتے۔ پھر معمولی سے توقف کے بعد عشاء کی تکبیر کہی جاتی اور آپ اس کی دو رکعتیں پڑھ کر سلام پھیر دیتے۔ دونوں نمازوں کے درمیان ایک رکعت بھی سنت وغیرہ نہ پڑھتے اور اسی طرح عشاء کے بعد بھی نماز نہیں پڑھتے تھے۔ یہاں تک کہ درمیان شب میں آپ اٹھتے (اور تہجد ادا کرتے)۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اذان اور اقامت دونوں کا ہونا پسند کیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ پہلی نماز کے لئے اذان ہے دوسری کے لئے ضرورت نہیں ہے۔ اقامت دونوں نمازوں کے لئے ہوگی۔ بعض کہتے ہیں کہ اگر درمیان میں وقفہ ہو جائے تو دوبارہ اذان کہی جائے ورنہ ایک اذان ہی کافی ہے۔ مزدلفہ میں دونوں نمازوں کے درمیان وقفہ ہوتا ہے۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ سفر میں دونوں نمازوں کا وقت ایک ہو جاتا ہے۔ مثلاً مغرب اور عشاء کا وقت ایک ہو جاتا ہے اور ظہر وعصر کا ایک وقت ہو جاتا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ نمازیں جمع ہوتی ہی نہیں۔ کیونکہ دونوں کا وقت ایک ہی ہے۔ جمع صوری سے مراد یہ ہے کہ ایک نماز کو مؤخر کر لے اور دوسری کو مقدم کر کے پڑھا جائے۔ اور جمع حقیقی میں ایک نماز دوسری نماز کے وقت میں پڑھی جاتی ہے۔ آنے والی احادیث میں اگرچہ اذان کا ذکر نہیں ہے اور انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں دونوں کا ذکر نہیں ہے بلکہ نمازیں جمع کرنے کا ذکر ہے۔ لیکن نمازیں چونکہ اذان اور اقامت سے ہی ادا ہوتی ہیں اس لئے باب ثابت ہو جاتا ہے۔

١١١٠: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ، حَدَّثَنَا حَرْبٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، قَالَ: حَدَّثَنِي حَفْصُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَنَسٍ، أَنَّ أَنَسًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ، «أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَجْمَعُ بَيْنَ هَاتَيْنِ الصَّلَاتَيْنِ فِي السَّفَرِ يَعْنِي الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ».

ہم سے اسحاق نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالصمد بن عبدالوارث نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا ہم سے حرب بن شداد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے یحییٰ بن ابی کثیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے حفص بن عبیداللہ بن انس نے بیان کیا کہ انس رضی اللہ عنہ نے ان سے یہ بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان دو نمازوں یعنی مغرب اور عشاء کو سفر میں ایک ساتھ ملا کر پڑھا کرتے تھے۔

۱۵ - بَابُ يُؤَخِّرُ الظُّهْرَ إِلَى الْعَصْرِ إِذَا ارْتَحَلَ قَبْلَ أَنْ تَزِيغَ الشَّمْسُ:

باب: مسافر جب سورج ڈھلنے سے پہلے کوچ کرے تو ظہر کی نماز میں عصر کا وقت آنے تک دیر کرے

یہ جمع تاخیر کی صورت ہے کہ زوال سے پہلے سفر درپیش ہے تو ظہر کی نماز کو لیٹ کردے اور عصر کے وقت سواری سے اتر کر ظہر اور عصر دونوں نمازوں کو جمع کرلے۔

"قوله وإذا زاغت" یعنی اگر زوال کے بعد سفر کرتے تو صرف ظہر کی نماز پڑھتے تھے یعنی جمع تقدیم نہیں کرتے تھے۔

فِيهِ ابْنُ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس کو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

۱۱۱۱: حَدَّثَنَا حَسَّانُ الْوَاسِطِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْمُفَضَّلُ بْنُ فَضَالَةَ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: «كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا ارْتَحَلَ قَبْلَ أَنْ تَزِيغَ الشَّمْسُ أَخَّرَ الظُّهْرَ إِلَى وَقْتِ الْعَصْرِ ثُمَّ يَجْمَعُ بَيْنَهُمَا، وَإِذَا زَاغَتْ صَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ رَكِبَ».



ہم سے حسان واسطی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے مفضل بن فضالہ نے بیان کیا، ان سے عقیل نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا، ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اگر سورج ڈھلنے سے پہلے سفر شروع کرتے تو ظہر کی نماز عصر تک نہ پڑھتے پھر ظہر اور عصر ایک ساتھ پڑھتے اور اگر سورج ڈھل چکا ہوتا تو پہلے ظہر پڑھ لیتے پھر سوار ہوتے۔

شرح بخاری

۱٦ - بَابُ إِذَا ارْتَحَلَ بَعْدَ مَا زَاغَتِ الشَّمْسُ صَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ رَكِبَ:

باب: سفر اگر سورج ڈھلنے کے بعد شروع ہو تو پہلے ظہر پڑھ لے پھر سوار ہو

۱۱۱۲: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْمُفَضَّلُ بْنُ فَضَالَةَ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: «كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا ارْتَحَلَ قَبْلَ أَنْ تَزِيغَ الشَّمْسُ أَخَّرَ الظُّهْرَ إِلَى وَقْتِ الْعَصْرِ ثُمَّ نَزَلَ فَجَمَعَ بَيْنَهُمَا، فَإِنْ زَاغَتِ الشَّمْسُ قَبْلَ أَنْ يَرْتَحِلَ صَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ رَكِبَ».



ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے مفضل بن فضالہ نے بیان کیا، ان سے عقیل نے، ان سے ابن شہاب نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سورج ڈھلنے سے پہلے سفر شروع کرتے تو ظہر عصر کا وقت آنے تک نہ پڑھتے۔ پھر کہیں (راستے

میں) ٹھہرتے اور ظہر اور عصر ملا کر پڑھتے لیکن اگر سفر شروع کرنے سے پہلے سورج ڈھل چکا ہوتا تو پہلے ظہر پڑھتے پھر سوار ہوتے۔

۱۷۔ بَابُ صَلَاةِ الْقَاعِدِ:

باب: نماز بیٹھ کر پڑھنے کا بیان

۱۱۱۳: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّهَا قَالَتْ: «صَلَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِهِ وَهُوَ شَاكٍ فَصَلَّى جَالِسًا وَصَلَّى وَرَاءَهُ قَوْمٌ قِيَامًا، فَأَشَارَ إِلَيْهِمْ أَنِ اجْلِسُوا، فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ: إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ، فَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوا».

ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، ان سے امام مالک رحمہ اللہ نے، ان سے ہشام بن عروہ نے، ان سے ان کے باپ عروہ نے، ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیمار تھے اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر میں بیٹھ کر نماز پڑھائی، بعض لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑے ہو کر پڑھنے لگے۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اشارہ کیا کہ بیٹھ جاؤ۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امام اس لیے ہے کہ اس کی پیروی کی جائے اس لیے جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو اور جب وہ سر اٹھائے تو تم بھی سر اٹھاؤ۔

"قوله فصلي جالسًا" بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک امام جالس کے پیچھے مقتدیوں کا نماز بیٹھ کر پڑھنا منسوخ ہو چکا ہے۔

شرح بخاری

"قوله ان صلي قائمًا فهو أفضل" معذور انسان اگر فرضی نماز باوجود تکلیف کے کھڑا ہو کر پڑھے تو ثواب زیادہ ہے، نفلی نماز بغیر عذر کے بیٹھ کر پڑھ سکتا ہے۔ عذر شدید کی بنا پر بیٹھ کر پڑھے تو پورا ثواب ملے گا۔

۱۱۱٤: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: «سَقَطَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ فَرَسٍ فَخُدِشَ أَوْ فَجُحِشَ شِقُّهُ الْأَيْمَنُ، فَدَخَلْنَا عَلَيْهِ نَعُودُهُ، فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَصَلَّى قَاعِدًا فَصَلَّيْنَا قُعُودًا، وَقَالَ: إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ، فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا، وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا، وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوا، وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوا رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ».

ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے زہری سے بیان کیا اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے سے گر پڑے اور اس کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں پہلو پر زخم آ گئے۔ ہم مزاج پرسی کے لیے گئے تو نماز کا وقت آ گیا۔ آپ صلی اللہ

علیہ وسلم نے بیٹھ کر نماز پڑھائی۔ ہم نے بھی بیٹھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی موقع پر فرمایا تھا کہ امام اس لیے ہے تا کہ اس کی پیروی کی جائے۔ اس لیے جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو، جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو، جب وہ سر اٹھائے تو تم بھی سر اٹھاؤ اور جب وہ «سمع اللہ لمن حمدہ» کہے تو تم «ربنا ولک الحمد» کہو۔

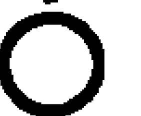
١١١٥: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ، أَخْبَرَنَا حُسَيْنٌ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّهُ سَأَلَ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَأَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي، قَالَ: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ، عَنْ أَبِي بُرَيْدَةَ، قَالَ: حَدَّثَنِي عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ، وَكَانَ مَبْسُورًا قَالَ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَلَاةِ الرَّجُلِ قَاعِدًا، فَقَالَ: «إِنْ صَلَّى قَائِمًا فَهُوَ أَفْضَلُ، وَمَنْ صَلَّى قَاعِدًا فَلَهُ نِصْفُ أَجْرِ الْقَائِمِ، وَمَنْ صَلَّى نَائِمًا فَلَهُ نِصْفُ أَجْرِ الْقَاعِدِ».

ہم سے اسحاق بن منصور نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں روح بن عبادہ نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں حسین نے خبر دی، انہیں عبداللہ بن بریدہ نے، انہیں عمران بن حصین رضی اللہ عنہما نے کہ آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا (دوسری سند) اور ہمیں اسحاق بن منصور نے خبر دی، کہا کہ ہمیں عبدالصمد نے خبر دی، کہا کہ میں نے اپنے باپ عبدالوارث سے سنا، کہا کہ ہم سے حسین نے بیان کیا اور ان سے ابن بریدہ نے کہا کہ مجھ سے عمران بن حصین رضی اللہ عنہما نے بیان کیا، وہ بواسیر کے مریض تھے انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی آدمی کے بیٹھ کر نماز پڑھنے کے بارے میں پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ افضل یہی ہے کہ کھڑے ہو کر پڑھے کیونکہ بیٹھ کر پڑھنے والے کو کھڑے ہو کر پڑھنے والے سے آدھا ثواب ملتا ہے اور لیٹے لیٹے پڑھنے والے کو بیٹھ کر پڑھنے والے سے آدھا ثواب ملتا ہے۔



١٨ - بَابُ صَلَاةِ الْقَاعِدِ بِالْإِيمَاءِ:

باب: بیٹھ کر اشاروں سے نماز پڑھنا



١١١٦: حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، قَالَ: حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ الْمُعَلِّمُ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، أَنَّ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ وَكَانَ رَجُلًا مَبْسُورًا، وَقَالَ أَبُو مَعْمَرٍ مَرَّةً، عَنْ عِمْرَانَ، قَالَ: سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَلَاةِ الرَّجُلِ وَهُوَ قَاعِدٌ، فَقَالَ: «مَنْ صَلَّى قَائِمًا فَهُوَ أَفْضَلُ، وَمَنْ صَلَّى قَاعِدًا فَلَهُ نِصْفُ أَجْرِ الْقَائِمِ، وَمَنْ صَلَّى نَائِمًا فَلَهُ نِصْفُ أَجْرِ الْقَاعِدِ»، قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: نَائِمًا عِنْدِي مُضْطَجِعًا



هَاهُنَا.

ہم سے ابومعمر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالوارث نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حسین معلم نے بیان کیا اور ان سے عبداللہ بن بریدہ نے کہ عمران بن حصین نے جنہیں بواسیر کا مرض تھا۔ اور کبھی ابومعمر نے یوں کہا کہ عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیٹھ کر نماز پڑھنے کے بارے میں پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کھڑے ہو کر نماز پڑھنا افضل ہے لیکن اگر کوئی بیٹھ کر نماز پڑھے تو کھڑے ہو کر پڑھنے والے سے اسے آدھا ثواب ملے گا اور لیٹ کر پڑھنے والے کو بیٹھ کر پڑھنے والے سے آدھا ثواب ملے گا۔ ابوعبداللہ (امام بخاری رحمہ اللہ) فرماتے ہیں کہ حدیث کے الفاظ میں «نائم» «مضطجع» کے معنی میں ہے یعنی لیٹ کر نماز پڑھنے والا۔

١٩-بَابُ إِذَا لَمْ يُطِقْ قَاعِدًا صَلَّى عَلَى جَنْبٍ:

باب: جب بیٹھ کر بھی نماز پڑھنے کی طاقت نہ ہو تو کروٹ کے بل لیٹ کر پڑھے

وَقَالَ عَطَاءٌ: إِنْ لَمْ يَقْدِرْ أَنْ يَتَحَوَّلَ إِلَى الْقِبْلَةِ صَلَّى حَيْثُ كَانَ وَجْهُهُ.

اور عطاء رحمہ اللہ نے کہا کہ اگر قبلہ رخ ہونے کی بھی طاقت نہ ہو تو جس طرف اس کا رخ ہو ادھر ہی نماز پڑھ سکتا ہے۔

١١١٧: حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ طَهْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنِي الْحُسَيْنُ الْمُكْتِبُ، عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَتْ بِي بَوَاسِيرُ فَسَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الصَّلَاةِ، فَقَالَ: «صَلِّ قَائِمًا، فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَقَاعِدًا، فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَعَلَى جَنْبٍ».

ہم سے عبدان نے بیان کیا، ان سے امام عبداللہ بن مبارک نے، ان سے ابراہیم بن طہمان نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے حسین مکتب نے (جو بچوں کو لکھنا سکھاتا تھا) بیان کیا، ان سے ابن بریدہ نے اور ان سے عمران بن حصین رضی اللہ عنہما نے کہا کہ مجھے بواسیر کا مرض تھا۔ اس لیے میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز کے بارے میں دریافت کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کھڑے ہو کر نماز پڑھا کرو اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر اور اگر اس کی بھی نہ ہو تو پہلو کے بل لیٹ کر پڑھ لو۔

٢٠-بَابُ إِذَا صَلَّى قَاعِدًا ثُمَّ صَحَّ أَوْ وَجَدَ خِفَّةً تَمَّمَ مَا بَقِيَ:

باب: اگر کسی شخص نے نماز بیٹھ کر شروع کی لیکن دوران نماز میں وہ تندرست ہو گیا یا مرض میں کچھ کمی محسوس کی تو باقی نماز کھڑے ہو کر پوری کرے

وَقَالَ الْحَسَنُ: إِنْ شَاءَ الْمَرِيضُ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ قَائِمًا وَرَكْعَتَيْنِ قَاعِدًا.

اور امام حسن بصری رحمہ اللہ نے کہا کہ مریض دو رکعت بیٹھ کر اور دو رکعت کھڑے ہو کر پڑھ سکتا ہے۔

١١١٨: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ، «أَنَّهَا لَمْ تَرَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي صَلَاةَ اللَّيْلِ قَاعِدًا قَطُّ حَتَّى أَسَنَّ فَكَانَ يَقْرَأُ قَاعِدًا حَتَّى إِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ قَامَ فَقَرَأَ نَحْوًا مِنْ ثَلَاثِينَ آيَةً أَوْ أَرْبَعِينَ آيَةً ثُمَّ رَكَعَ».

ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک رحمہ اللہ نے خبر دی، انہیں ہشام بن عروہ نے، انہیں ان کے باپ عروہ بن زبیر نے اور انہیں ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی بیٹھ کر نماز پڑھتے نہیں دیکھا البتہ جب آپ ضعیف ہو گئے تو قرآت قرآن نماز میں بیٹھ کر کرتے تھے، پھر جب رکوع کا وقت آتا تو کھڑے ہو جاتے اور پھر تقریباً تیس یا چالیس آیتیں پڑھ کر رکوع کرتے۔

یعنی بیٹھ کر شروع کرنے کے بعد صحیح ہو جائے تو کھڑا ہو کر نماز پوری کر سکتا ہے۔ اس کے الٹ بھی کر سکتا ہے بعض حنفیہ کی رائے یہ ہے کہ اگر بیٹھ کر نماز شروع کی ہو پھر صحیح ہو جائے تو اس پر بناء نہیں کر سکتا اس لئے کہ بیٹھ کر نماز کمزور ہوتی ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کی تردید کے لئے یہ باب قائم کیا ہے۔

١١١٩: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَزِيدَ، وَأَبِي النَّضْرِ، مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، «أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي جَالِسًا فَيَقْرَأُ وَهُوَ جَالِسٌ، فَإِذَا بَقِيَ مِنْ قِرَاءَتِهِ نَحْوٌ مِنْ ثَلَاثِينَ أَوْ أَرْبَعِينَ آيَةً قَامَ فَقَرَأَهَا وَهُوَ قَائِمٌ، ثُمَّ يَرْكَعُ، ثُمَّ سَجَدَ يَفْعَلُ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ مِثْلَ ذَلِكَ، فَإِذَا قَضَى صَلَاتَهُ نَظَرَ فَإِنْ كُنْتُ يَقْظَى تَحَدَّثَ مَعِي، وَإِنْ كُنْتُ نَائِمَةً اضْطَجَعَ».

ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک رحمہ اللہ نے عبداللہ بن یزید اور عمر بن عبیداللہ کے غلام ابوالنضر سے خبر دی، انہیں ابوسلمہ بن عبدالرحمن بن عوف نے، انہیں ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کی نماز بیٹھ کر پڑھنا چاہتے تو قرآت بیٹھ کر کرتے۔ جب تقریباً تیس چالیس آیتیں پڑھنی باقی رہ جاتیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں کھڑے ہو کر پڑھتے۔ پھر رکوع اور سجدہ کرتے پھر دوسری رکعت میں بھی اسی طرح کرتے۔ نماز سے فارغ ہونے پر دیکھتے کہ میں جاگ رہی ہوں تو مجھ سے باتیں کرتے لیکن اگر میں سوتی ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی لیٹ جاتے۔

کتاب تہجد کا بیان

۱۔ بَابُ التَّهَجُّدِ بِاللَّيْلِ:

باب: رات میں تہجد پڑھنا

وَقَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ: وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَكَ سورة الإسراء آية ۷۹.

اور اللہ تعالیٰ نے (سورۂ بنی اسرائیل میں) فرمایا اور رات کے ایک حصہ میں تہجد پڑھ یہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے زیادہ حکم ہے۔

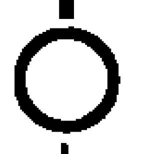
۱۱۲۰: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ أَبِي مُسْلِمٍ ، عَنْ طَاوُسٍ ، سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: «كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَتَهَجَّدُ، قَالَ: اللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ قَيِّمُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ، وَلَكَ الْحَمْدُ لَكَ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ، وَمَنْ فِيهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ، وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ الْحَقُّ، وَوَعْدُكَ الْحَقُّ، وَلِقَاؤُكَ حَقٌّ، وَقَوْلُكَ حَقٌّ، وَالْجَنَّةُ حَقٌّ، وَالنَّارُ حَقٌّ، وَالنَّبِيُّونَ حَقٌّ، وَمُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَقٌّ، وَالسَّاعَةُ حَقٌّ، اللّٰهُمَّ لَكَ أَسْلَمْتُ وَبِكَ آمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْكَ أَنَبْتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ وَإِلَيْكَ حَاكَمْتُ، فَاغْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ، أَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَأَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ، أَوْ لَا إِلَهَ غَيْرُكَ»، قَالَ سُفْيَانُ: وَزَادَ عَبْدُ الْكَرِيمِ أَبُو أُمَيَّةَ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ، قَالَ سُفْيَانُ: قَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ أَبِي مُسْلِمٍ، سَمِعَهُ مِنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سلیمان بن ابی مسلم نے بیان کیا، ان سے طاؤس نے اور انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات میں تہجد کے لیے کھڑے ہوتے تو یہ دعا پڑھتے۔ «اللهم لك الحمد أنت قيم السموات والأرض ومن فيهن ولك الحمد، لك ملك السموات والأرض ومن فيهن، ولك الحمد أنت نور السموات والأرض، ولك الحمد أنت الحق، ووعدك الحق، ولقاؤك حق، وقولك حق، والجنة حق، والنار حق، والنبيون حق، ومحمد صلى الله عليه وسلم حق، والساعة حق، اللهم لك أسلمت، وبك

آمنت وعليك توكلت، وإليك أنبت، وبك خاصمت، وإليك حاكمت، فاغفر لي ما قدمت وما أخرت، وما أسررت وما أعلنت، أنت المقدم وأنت المؤخر، لا إله إلا أنت، لا إله غيرك» (ترجمہ) اے میرے اللہ! ہر طرح کی تعریف تیرے ہی لیے زیبا ہے، تو آسمان اور زمین اور ان میں رہنے والی تمام مخلوق کا سنبھالنے والا ہے اور حمد تمام کی تمام بس تیرے ہی لیے مناسب ہے آسمان اور زمین اور ان کی تمام مخلوقات پر حکومت صرف تیرے ہی لیے ہے اور تعریف تیرے ہی لیے ہے، تو آسمان اور زمین کا نور ہے اور تعریف تیرے ہی لیے زیبا ہے، تو سچا ہے، تیرا وعدہ سچا، تیری ملاقات سچی، تیرا فرمان سچا ہے، جنت سچ ہے، دوزخ سچ ہے، انبیاء سچے ہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سچے ہیں اور قیامت کا ہونا سچ ہے۔ اے میرے اللہ! میں تیرا ہی فرماں بردار ہوں اور تجھی پر ایمان رکھتا ہوں، تجھی پر بھروسہ ہے، تیری ہی طرف رجوع کرتا ہوں، تیرے ہی عطا کئے ہوئے دلائل کے ذریعہ بحث کرتا ہوں اور تجھی کو حکم بناتا ہوں۔ پس جو خطائیں مجھ سے پہلے ہوئیں اور جو بعد میں ہوں گی ان سب کی مغفرت فرما، خواہ وہ ظاہر ہوئی ہوں یا پوشیدہ۔ آگے کرنے والا اور پیچھے رکھنے والا تو ہی ہے۔ معبود صرف تو ہی ہے۔ یا (یہ کہا کہ) تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ ابوسفیان نے بیان کیا کہ عبدالکریم ابوامیہ نے اس دعا میں یہ زیادتی کی ہے («لا حول ولا قوۃ إلا باللہ») سفیان نے بیان کیا کہ سلیمان بن مسلم نے طاؤس سے یہ حدیث سنی تھی، انہوں نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اور انہوں نے نبی کریم ﷺ سے۔



تہجد کا لفظ اضداد سے ہے کہا جاتا ہے "تهجد إذا سهر وتهجد إذا نام" بعض نے فرق کرتے ہوئے کہا ہے کہ هجدت بمعنی نمت اور تهجدت بمعنی سهرت ہوتا ہے جیسا کہ ابوعبیدہ نے کہا ہے۔ اصل میں هجود نوم کے معنی میں ہے اور تهجدت کا معنی طرحت النوم ہے۔ میں نے نیند کو دور ہٹا دیا۔ طبری نے السهر بعد النوم معنی کیا ہے یعنی نیند کے بعد جاگنا۔ اس معنی کی بنا پر اگر پہلی رات نماز پڑھی جائے تو اسے تہجد نہیں کہیں گے۔ نیند کے بعد پچھلی رات پڑھی جائے تو اسے تہجد کہیں گے۔ اسے سلف کی ایک جماعت سے نقل کیا ہے۔ ابن فارس نے کہا ہے "المتهجد المصلي ليلًا" اس اعتبار سے تہجد مطلق رات کو نماز پڑھنے کو کہتے ہیں۔ خواہ پہلی رات پڑھی جائے یا پچھلی رات پہلا معنی کمال کا ہے کہ نیند کے بعد پڑھی جائے۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ کچھ نماز پڑھ کر سوجائے۔ پھر اٹھ کر کچھ نماز پڑھ لے پھر سوجائے۔ پھر اٹھ کر نماز پڑھے پھر سوجائے۔ گویا ساری رات ایسا ہی کرتا رہے۔ تو یہ بہترین صورت ہے۔ اور اللہ تعالی کے فرمان "والذين يبيتون لربهم سجدًا وقيامًا[1]" کے موافق ہے۔ ماہ رمضان میں نمازِ تراویح کو بھی تہجد کہہ سکتے ہیں اور یہ مذکورہ معانی میں سے ایک معنی کے مطابق ہے۔ بعض نے جو فرق کیا ہے کہ نیند کے بعد پڑھی جائے تو یہ فرق اعتباری ہے۔ گویا تہجد میں ترک نوم کا لحاظ رکھا گیا ہے کہ اگر نیند کے بعد پڑھو تو اس کا نام تہجد ہوگا اور اگر پہلے پڑھی جائے تو اسکا نام صلاۃ اللیل ہے۔ درحقیقت نماز تہجد نماز





[1] الفرقان: ۶۴۔

تراویح سے الگ نہیں ہے۔ اگر بعض نے فرق کیا ہے تو وہ اعتباری فرق ہے حقیقی فرق نہیں ہے۔ نمازِ تہجد کے طاق ہونے کی وجہ سے اسکا نام صلاۃِ وتر رکھا جاتا ہے۔ اور رات کو پڑھے جانے کی وجہ سے اسے قیام اللیل بھی کہتے ہیں۔ اور ماہ رمضان میں اسے قیام رمضان کہہ دیتے ہیں۔ اور جماعت کے ساتھ پڑھے جانے کی وجہ سے اسے صلاۃِ تراویح سے تعبیر کرتے ہیں۔ لیکن جماعت اس کے لئے شرط نہیں ہے۔ انفرادی صورت میں بھی پڑھی جاسکتی ہے۔ جیسا کہ امام شافعی رحمہ اللہ کی رائے ہے یہ ایک عرف ہوگیا ہے کہ عشاء سے متصل مسجد میں جو نماز باجماعت پڑھی جائے اسکا نام تراویح ہے۔ یہ فرق اعتباری ہے حقیقی نہیں۔ انور شاہ نے بھی تسلیم کیا ہے کہ تہجد اور تراویح دراصل ایک ہی نماز ہے۔ ان کے درمیان فرق اعتباری ہے۔ اس اعتبار سے کہ وہ بیدار ہونے کے بعد پڑھی جاتی ہے۔ اس کا نام تہجد رکھا جاتا ہے۔ اور اگر سونے سے پہلے پڑھی جائے تو اس کا نام تراویح رکھا جاتا ہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ مسجد میں تراویح کی نماز متفرق طور پر پڑھ رہے ہیں تو فرمایا کہ ایک ہی مسجد میں متعدد نمازوں کی بجائے ان کا ایک امام ہونا چاہیئے، تاکہ اس نماز کی ایک مسجد میں ایک ہی جماعت ہو۔ اس لئے انہوں نے اُبَی بن کعب کو مردوں کے لئے اور تمیم داری کو عورتوں کے لئے امام مقرر کردیا[1]۔ اور انہیں گیارہ رکعت بمع وتر پڑھانے کا حکم دیا۔ اس کے بعد ایک رات گھر سے نکلے اور فرمایا: "التی تنامون خیر من التی تقومون[2]" وہ گھڑی جس میں تم سوتے ہو (یعنی پچھلی رات) اس گھڑی سے افضل ہے جس میں تم قیام کرتے ہو۔ اس پر بعض نے لکھا ہے کہ لوگوں نے پچھلی رات نماز پڑھنا شروع کردی اور چند دن اس طرح نماز پڑھتے رہے۔ چونکہ پچھلی رات مشقت زیادہ تھی اس لئے پھر انہوں نے پہلی رات پڑھنی شروع کردی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے قول "التی تنامون خیر من التی تقومون" سے معلوم ہوتا ہے کہ پچھلی رات اور پہلی رات پڑھی جانے والی نماز ایک ہی ہے۔ بہرحال تراویح اور تہجد میں درحقیقت کوئی فرق نہیں ہے۔ مرقاۃ میں چند رات پڑھنے اور پہلی رات قیام کرنے کا حوالہ دیا ہے۔ لہٰذا تراویح کی نماز پچھلی رات بھی پڑھی جاسکتی ہے۔ اور جو شخص سمجھتا ہے کہ میں پچھلی رات بیدار نہیں ہوسکوں گا وہ تراویح یا تہجد پہلی رات پڑھ سکتا ہے۔ اور اسی نماز کو وتر اس لئے کہتے ہیں کہ یہ طاق ہوتی ہے۔ قیام رمضان، ماہ رمضان کی وجہ سے اور باجماعت پڑھنے کی وجہ سے لوگ اسے تراویح کہہ دیتے ہیں۔ حنفی کہتے ہیں۔ تراویح ،ترویحہ کی جمع ہے۔ اور ترویحہ چار رکعت کا ہوتا ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ بہتر یہ ہے کہ رمضان کی نماز تیرہ رکعت پڑھی جائے۔ مؤطا میں گیارہ رکعت کا ذکر آتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ سے تیرہ رکعت پڑھنے کی احادیث بھی آتی ہیں اور گیارہ رکعت پڑھنے کی احادیث بھی مروی ہیں۔ حافظ نے تطبیق دیتے ہوئے کہا ہے کہ شروع میں آپ دو رکعت خفیف پڑھتے تھے ان کو گیارہ میں شامل کرنے سے تیرہ بن جاتی ہیں۔ لیکن بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ شروع سے ہی نماز لمبی پڑھتے

---

[1] مؤطا مالک۔ قیام رمضان ۴۔

[2] مؤطا مالک۔ قیام رمضان ۳

تھے اور تیرہ رکعت پڑھتے تھے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تیرہ رکعت بھی پڑھ سکتا ہے اور گیارہ بھی۔ بعض نے کہاہے کہ فجر کی سنتیں ملاکر تیرہ بنتی ہیں۔ لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ احادیث میں " رکعتیں طویلتین" کالفظ چھ دفعہ آتاہے۔ اس کے بعد "ثم أوتر" آتاہے گویافجر کی سنتوں کے بغیر تیرہ رکعت پڑھتے تھے۔ محمد بن اسحاق کامذہب گیارہ کااور امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کامذہب تیرہ رکعت کاہے۔ بعض نے کہاہے کہ پانچ وتر کے ساتھ تیرہ رکعات ہیں۔

شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اپنے فتاویٰ میں ایک مقام میں لکھاہے کہ تہجد اور تراویح میں فرق ہے۔ اور یہ دو نمازیں ہیں۔ تراویح بیس رکعت اور تہجد گیارہ رکعات ہیں۔ لہذا نبی اکرم ﷺ سے جوگیارہ رکعت منقول ہیں وہ تہجد کی نماز ہے۔ اور تراویح بیس رکعت ہیں۔ جیساکہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بیس رکعت کاذکر ہے۔ حالانکہ یہ روایت انتہائی ضعیف ہے۔ اور ایک جگہ انہوں نے لکھاہے کہ تراویح اور تہجد ایک ہی نماز ہے۔ مولوی رشید احمد نے بھی ایک جگہ ایک نماز بنائی ہے اور دوسری جگہ دو نمازیں بنائی ہیں۔ انور شاہ نے کہاہے کہ دونوں ایک ہی نماز ہے اور ان میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ ایک ہی نماز ہے۔ اصل میں تہجد کی نماز ہی سہولت کے لئے رمضان میں مقدم کی جاتی ہے۔



"قوله نافلة لك" اسکاایک معنی یہ کرتے ہیں کہ یہ نماز آپ کے لئے نفل ہے فرض نہیں ہے پہلے "قم الليل إلا قليلا[1]" کی وجہ سے قیام لیل آپ پرفرض تھا۔ اس کے بعد نفل بنادیاگیا۔ دوسرا معنی یہ بھی کرتے ہیں کہ یہ نماز آپ کے رفع درجات کے لئے ہے۔ گناہوں کے کفارہ کے لئے نہیں۔ کیونکہ آپ کا گناہ کوئی نہیں ہے اس صورت میں یہ آپ کی خصوصیت نہیں ہوگی۔

"قوله وزاد عبدالكريم أبوأمية" یہ عبدالکریم ابوامیہ ضعیف راوی ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ بعض دفعہ ضعیف راوی کوتبعًا اس لئے لاتے ہیں تاکہ اس کے ضعیف ہونے کی معرفت اور شناخت ہوجائے۔ ایسے موقع پر یہ کہنا درست نہیں ہے کہ عبدالکریم ابوامیہ بخاری کی شرط پر ہوگیاہے۔ اسی صحیح بخاری میں عطاءنامی راوی بھی تبعًا آجاتاہے۔ اس سے بعض لوگ یہ سمجھ لیتے ہیں کہ یہ بخاری کی شرط پر ہوگیاہے۔ صحیح بخاری میں بعض دفعہ ضعیف روایت تبعًا آتی ہے تاکہ اس کے ضعف کی معرفت ہوجائے۔ بخاری میں ایک جگہ آتاہے کہ امام بخاری نے ایک روایت بیان کی پھر سامعین سے کہاکہ اس پر قلم پھیردو۔ اور یہ روایت اب تک بخاری شریف میں موجود ہے۔ اور "قلم پھیردو" لفظ بھی موجود ہے۔ "اضربوا على هذا الحديث[2]" ابوذر کی روایت میں ہے۔ جوآگے جاکر آئے گی۔ معلوم ہوتاہے کہ قلم کے نیچے سے ہی نقل کر دی گئی ہے۔ یہ عبدالکریم أبوامیہ ہے جوضعیف ہے ایک عبدالکریم جزری ہے۔ وہ ثقہ ہے۔



---

[1] المزمل ٢۔

[2] بخاری ٦٤٤٣۔

٢ - بَابُ فَضْلِ قِيَامِ اللَّيْلِ:

باب: رات کی نماز کی فضیلت کا بیان

١١٢١: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ. ح وحَدَّثَنِي مَحْمُودٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: «كَانَ الرَّجُلُ فِي حَيَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَأَى رُؤْيَا قَصَّهَا عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَتَمَنَّيْتُ أَنْ أَرَى رُؤْيَا فَأَقُصَّهَا عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكُنْتُ غُلَامًا شَابًّا، وَكُنْتُ أَنَامُ فِي الْمَسْجِدِ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَرَأَيْتُ فِي النَّوْمِ كَأَنَّ مَلَكَيْنِ أَخَذَانِي فَذَهَبَا بِي إِلَى النَّارِ، فَإِذَا هِيَ مَطْوِيَّةٌ كَطَيِّ الْبِئْرِ، وَإِذَا لَهَا قَرْنَانِ، وَإِذَا فِيهَا أُنَاسٌ قَدْ عَرَفْتُهُمْ، فَجَعَلْتُ أَقُولُ أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ النَّارِ، قَالَ: فَلَقِيَنَا مَلَكٌ آخَرُ، فَقَالَ لِي: لَمْ تُرَعْ.

ہم سے عبداللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ہشام بن یوسف صنعانی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے معمر نے حدیث بیان کی (دوسری سند) اور مجھ سے محمود بن غیلان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالرزاق نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں معمر نے خبر دی، انہیں زہری نے، انہیں سالم نے، انہیں ان کے باپ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں جب کوئی خواب دیکھتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتا (آپ صلی اللہ علیہ وسلم تعبیر دیتے) میرے بھی دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ میں بھی کوئی خواب دیکھتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتا، میں ابھی نوجوان تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مسجد میں سوتا تھا۔ چنانچہ میں نے خواب میں دیکھا کہ دو فرشتے مجھے پکڑ کر دوزخ کی طرف لے گئے۔ میں نے دیکھا کہ دوزخ پر کنویں کی طرح بندش ہے (یعنی اس پر کنویں کی سی منڈیر بنی ہوئی ہے) اس کے دو جانب تھے۔ دوزخ میں بہت سے ایسے لوگوں کو دیکھا جنہیں میں پہچانتا تھا۔ میں کہنے لگا دوزخ سے اللہ کی پناہ! انہوں نے بیان کیا کہ پھر ہم کو ایک فرشتہ ملا اور اس نے مجھ سے کہا ڈرو نہیں۔

"قوله كطي البئر وإذا لها قرنان" یہ جہنم کی مثالی شکل بیان کی گئی ہے۔ ضروری نہیں کہ جہنم ایسی ہی ہو۔ اور مرنے والے کافر جہنم میں جل رہے ہیں اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ جہنم میں داخل ہو گئے ہیں بلکہ یہ خواب کی تعبیر تھی۔ جہنم میں داخلہ تو قیامت کے دن ہو گا جیسا کہ قرآن کریم میں ہے "یصلونها یوم الدین[1]" یعنی قیامت کے دن اس میں داخل ہوں گے۔ ویسے قبر میں جا کر نافرمان اور کافر کا تعلق جہنم سے ہو ہی جاتا ہے۔

---

[1] الانفطار ١٥۔

"قوله لوكان يصلي من الليل" گویا قیام لیل نیک لوگوں کی عادت ہوتی ہے جیسا کہ ایک حدیث میں آتا ہے "عليكم بقيام الليل فإنه دأب الصالحين قبلكم[1]" یہ روایت بخاری کی شرط پر نہیں تھی اس لئے وہ اسے نہیں لائے۔

١١٢٢: فَقَصَصْتُهَا عَلَى حَفْصَةَ فَقَصَّتْهَا حَفْصَةُ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: نِعْمَ، الرَّجُلُ عَبْدُ اللهِ لَوْ كَانَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ فَكَانَ بَعْدُ لَا يَنَامُ مِنَ اللَّيْلِ إِلَّا قَلِيلًا».

یہ خواب میں نے (اپنی بہن) حفصہ رضی اللہ عنہا کو سنایا اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ تعبیر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عبداللہ بہت خوب لڑکا ہے۔ کاش رات میں نماز پڑھا کرتا۔ (راوی نے کہا کہ آپ کے اس فرمان کے بعد) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما رات میں بہت کم سوتے تھے (زیادہ عبادت ہی کرتے رہتے)۔

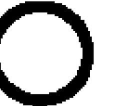
٣۔ بَابُ طُولِ السُّجُودِ فِي قِيَامِ اللَّيْلِ:

باب: رات کی نمازوں میں لمبے سجدے کرنا

١١٢٣: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ، أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَخْبَرَتْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «كَانَ يُصَلِّي إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً، كَانَتْ تِلْكَ صَلَاتَهُ يَسْجُدُ السَّجْدَةَ مِنْ ذَلِكَ قَدْرَ مَا يَقْرَأُ أَحَدُكُمْ خَمْسِينَ آيَةً قَبْلَ أَنْ يَرْفَعَ رَأْسَهُ، وَيَرْكَعُ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْفَجْرِ، ثُمَّ يَضْطَجِعُ عَلَى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ حَتَّى يَأْتِيَهُ الْمُنَادِي لِلصَّلَاةِ».



ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں شعیب نے زہری سے خبر دی، انہوں نے کہا کہ مجھے عروہ نے خبر دی اور انہیں ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (رات میں) گیارہ رکعتیں پڑھتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی نماز تھی۔ لیکن اس کے سجدے اتنے لمبے ہوا کرتے کہ تم میں سے کوئی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اٹھانے سے قبل پچاس آیتیں پڑھ سکتا تھا (اور طلوع فجر ہونے پر) فجر کی نماز سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت سنت پڑھتے۔ اس کے بعد دائیں پہلو پر لیٹ جاتے۔ آخر مؤذن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کے لیے بلانے آتا۔



٤۔ بَابُ تَرْكِ الْقِيَامِ لِلْمَرِيضِ:



باب: مریض بیماری میں تہجد ترک سکتا ہے

١١٢٤: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْأَسْوَدِ، قَالَ: سَمِعْتُ جُنْدَبًا، يَقُولُ: «اشْتَكَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَقُمْ لَيْلَةً أَوْ لَيْلَتَيْنِ».

[1] ترمذی: ٣٥٤٩ ج ٥ ص ٤٤٤۔

ہم سے ابونعیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے اسود بن قیس سے بیان کیا، کہا کہ میں نے جندب رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے تو ایک یا دو رات تک (نماز کے لیے) نہ اٹھ سکے۔

جس شخص کی قیام لیل کی عادت ہو اور کبھی بیمار ہو جانے کی وجہ سے وہ قیام چھوڑ دے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اس سے مداومت میں خلل نہیں آئے گا۔ قیام لیل پر مداومت برقرار رہے گی۔

"قوله فقالت امرأة من قريش" یہ عورت اُم جمیل، عوراء بنت حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف تھی یہ ابوسفیان بن حرب کی بہن تھی اور ابولہب کی بیوی تھی۔ یہ آپ کی دشمن تھی اس نے خوش ہوتے ہوئے کہا تھا کہ آپ کے شیطان نے ناراض ہو کر آپ کو چھوڑ دیا ہے۔ اس کے جواب اور رد میں "والضحى والليل إذا سجى ماودّعك ربك وماقلي" آیات نازل ہوئیں۔

١١٢٥:حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ جُنْدَبِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: «احْتَبَسَ جِبْرِيلُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتِ امْرَأَةٌ مِنْ قُرَيْشٍ: أَبْطَأَ عَلَيْهِ شَيْطَانُهُ فَنَزَلَتْ: وَالضُّحَى وَاللَّيْلِ إِذَا سَجَى مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلَى «سورة الضحى آية١-٣»

ہم سے محمد بن کثیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں سفیان ثوری نے اسود بن قیس سے خبر دی، ان سے جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جبرائیل علیہ السلام (ایک مرتبہ چند دنوں تک) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (وحی لے کر) نہیں آئے تو قریش کی ایک عورت (ام جمیل ابولہب کی بیوی) نے کہا کہ اب اس کے شیطان نے اس کے پاس آنے سے دیر لگائی۔ اس پر یہ سورت اتری «والضحی * واللیل إذا سجی * ماودعک ربک وما قلی»۔

۵ ـ بَابُ تَحْرِيضِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى صَلَاةِ اللَّيْلِ وَالنَّوَافِلِ مِنْ غَيْرِ إِيجَابٍ [1]:

باب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا رات کی نماز اور نوافل پڑھنے کیلئے ترغیب دلانا لیکن واجب نہ کرنا

مِنْ غَيْرِ إِيجَابٍ وَطَرَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاطِمَةَ وَعَلِيًّا عَلَيْهِمَا السَّلَام

[1] امام صاحب نے ترجمہ باب میں "ایجاب" یعنی وجوب کا لفظ استعمال کیا ہے۔ جبکہ اس کے تحت آنے والی حدیث میں "خشيت أن تفرض عليكم" یعنی لفظ فرض آیا ہے گویا امام بخاری رحمہ اللہ نے اس سے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ واجب اور فرض دونوں لفظ مترادف ہیں۔ ان میں در حقیقت کوئی فرق نہیں ہے۔ جیسا کہ احناف وغیرہ فرق کرتے ہیں۔

لَيْلَةً لِلصَّلَاةِ.

ایک رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فاطمہ اور علی رضی اللہ عنہما کے پاس رات کی نماز کے لیے جگانے آئے تھے۔

١١٢٦: حَدَّثَنَا ابْنُ مُقَاتِلٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ هِنْدٍ بِنْتِ الْحَارِثِ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَيْقَظَ لَيْلَةً، فَقَالَ: سُبْحَانَ اللهِ مَاذَا أُنْزِلَ اللَّيْلَةَ مِنَ الْفِتْنَةِ، مَاذَا أُنْزِلَ مِنَ الْخَزَائِنِ مَنْ يُوقِظُ صَوَاحِبَ الْحُجُرَاتِ. يَا رُبَّ كَاسِيَةٍ فِي الدُّنْيَا عَارِيَةٍ فِي الْآخِرَةِ».

ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا، انہیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، انہیں معمر نے خبر دی، انہیں زہری نے، انہیں ہند بنت حارث نے اور انہیں ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات جاگے تو فرمایا سبحان اللہ! آج رات کیا کیا بلائیں اتری ہیں اور ساتھ ہی (رحمت اور عنایت کے) کیسے خزانے نازل ہوئے ہیں۔ ان حجرے والیوں (ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن) کو کوئی جگانے والا ہے افسوس! کہ دنیا میں بہت سی کپڑے پہننے والی عورتیں آخرت میں ننگی ہوں گی۔



"قوله یارب کاسیة فی الدنیا عاریةٍ فی الأخرة" یا حرف نداء ہے اور اس کا منادیٰ محذوف ہے۔ أی یاقوم رب کاسیة اور عاریة مجرور ہے کیونکہ یہ کاسیۃ کی صفت ہے۔ یہ حدیث اگرچہ ازواج مطہرات کے بارہ میں صادر ہوئی ہے لیکن اعتبار عمومِ لفظ کا ہوتا ہے خصوصِ سبب کا نہیں۔ ای رب نفیس کاسیةٍ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالی نے آپ کو آپ کی امت پر کھولے جانے والے خزانوں کے بارہ میں بتادیا۔ اور یہ بھی بتادیا کہ ان خزانوں سے فتنے ملے ہوئے ہیں۔ اسی لئے اسلاف نے ناداری کو مالداری پر ترجیح دی ہے۔ تاکہ مال کے فتنہ سے بچا جاسکے۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مالداری کے فتنے سے پناہ مانگا کرتے تھے جیسا کہ فقیری کے فتنہ سے پناہ مانگا کرتے تھے۔

١١٢٧: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ أَنَّ حُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ أَخْبَرَهُ، أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ أَخْبَرَهُ، «أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَرَقَهُ وَفَاطِمَةَ بِنْتَ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَام لَيْلَةً فَقَالَ: أَلَا تُصَلِّيَانِ؟ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ أَنْفُسُنَا بِيَدِ اللهِ فَإِذَا شَاءَ أَنْ يَبْعَثَنَا بَعَثَنَا، فَانْصَرَفَ حِينَ قُلْنَا ذَلِكَ وَلَمْ يَرْجِعْ إِلَيَّ شَيْئًا، ثُمَّ سَمِعْتُهُ وَهُوَ مُوَلٍّ يَضْرِبُ فَخِذَهُ، وَهُوَ يَقُولُ: وَكَانَ الْإِنْسَانُ أَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا».



ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں شعیب نے زہری سے خبر دی، کہا کہ مجھے زین العابدین علی بن حسین نے خبر دی، اور انہیں حسین بن علی رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

نے انہیں خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات ان کے اور فاطمہ رضی اللہ عنہما کے پاس آئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم لوگ (تہجد کی) نماز نہیں پڑھو گے؟ میں عرض کی کہ یارسول اللہ! ہماری روحیں اللہ کے قبضہ میں ہیں، جب وہ چاہے گا ہمیں اٹھادے گا۔ ہماری اس عرض پر آپ صلی اللہ علیہ وسلمواپس تشریف لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی جواب نہیں دیا لیکن واپس جاتے ہوئے میں نے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ران پر ہاتھ مار کر (سورۃ الکہف کی یہ آیت پڑھ رہے تھے) آدمی سب سے زیادہ جھگڑالو ہے «وکان الإنسان أکثر شیء جدلا»۔

"قولہ وھو یقول وکان الإنسان اکثر شئ جدلاً" حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تکلیف کے مقابلہ میں تقدیر کو پیش کیا۔ اور تکلیف شرعیہ کے مقابلہ میں بطور دلیل تقدیر کو پیش کرنا درست نہیں ہے۔ اس لئے آپ نے حضرت علی کے جواب کو پسند نہیں کیا۔ کیونکہ یہ حجت بازی ہے کہ کسی کو نماز پڑھنے کا حکم دیا جائے اور وہ جواب دے کہ اللہ تعالی پڑھائے گا تو پڑھ لیں گے۔ یہ تقدیر ہے جو تکلیف کے مقابلہ میں پیش نہیں کی جاسکتی۔ اسی لیے آپ نے حضرت علی کے جواب میں فرمایا "وکان الإنسان أکثر شئ جدلاً"[1] یعنی انسان حجت باز ہے۔ یہ کوئی نہ کوئی بات بنالیتا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کے جواب میں "سبحان اللہ" پڑھا تھا۔ کیونکہ آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ذہانت اور حاضر جوابی ہونے پر تعجب کیا تھا۔ حالانکہ یہ بات نہیں ہے آپ نے یہ لفظ مذمت کے لئے بولا تھا۔ کیونکہ شریعت کا کوئی مسئلہ بتادیا جائے تو تقدیر کو دلیل نہیں بنانا چاہیئے۔[2]

[1] الکہف:۵۴۔

[2] اس پر اعتراض یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلاف تقدیر کو دلیل بنایا تھا جبکہ موسیٰ علیہ السلام نے ان پر ممنوعہ پودے کا پھل کھا کر جنت سے نکلنے کا اعتراض کیا تھا۔ چنانچہ بخاری شریف میں ہے "عن النبی ﷺ قال احتج ادم و موسیٰ فقال لہ موسیٰ یاادم أنت أبونا خیبتنا وأخرجتنا من الجنۃ قال لہ ادم یاموسی اصطفاك اللہ بکلامہ و خط لك بیدہ أتلومنی علی أمر قدرہ اللہ علی قبل أن یخلقنی بأربعین سنۃً فحج ادم موسیٰ فحج ادم موسیٰ ثلاثاً" القدر ۶۶۱۴۔ اس اشکال کے متعدد جواب دیئے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ "ان القدر یحتج بہ فی المصائب لا فی المعایب" یعنی کوئی عیب کا کام اور گناہ کرنے کے لئے تقدیر کو دلیل نہیں بنایا جاسکتا۔ ہاں کسی پر کوئی مصیبت ڈال دی جائے تو اس سے نکلنے کے لئے تقدیر کو دلیل بناسکتے ہیں جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام نے آدم علیہ السلام پر ممنوعہ پودے کا پھل کھا کر جنت سے نکالنے کی مصیبت ڈال دی تو اس کے جواب میں انہوں نے تقدیر کو پیش کیا ہے۔ کسی معصیت کے ارتکاب کے لئے تقدیر کو دلیل نہیں بنایا۔

دوسرا جواب یہ ہے "یحتج بالقدر بعد الخروج من دار التکلیف لا فی دار التکلیف" یعنی دار تکلیف (دنیا) میں ہوتے ہوئے تقدیر کو دلیل نہیں بناسکتے ہاں موت آنے سے دارِ تکلیف سے نکل جانے کے بعد تقدیر کو دلیل بناسکتے ہیں۔ آدم علیہ السلام نے بھی موت کے بعد عالم برزخ میں موسیٰ علیہ السلام کی روح سے مکالمہ کے وقت تقدیر

۱۱۲۸: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: «إِنْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَدَعُ الْعَمَلَ وَهُوَ يُحِبُّ أَنْ يَعْمَلَ بِهِ خَشْيَةَ أَنْ يَعْمَلَ بِهِ النَّاسُ فَيُفْرَضَ عَلَيْهِمْ، وَمَا سَبَّحَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُبْحَةَ الضُّحَى قَطُّ وَإِنِّي لَأُسَبِّحُهَا».

ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے امام مالک نے ابن شہاب زہری سے بیان کیا، ان سے عروہ نے، ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک کام کو چھوڑ دیتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا کرنا پسند ہوتا۔ اس خیال سے ترک کر دیتے کہ دوسرے صحابہ بھی اس پر (آپ کو دیکھ کر) عمل شروع کر دیں اور اس طرح وہ کام ان پر فرض ہو جائے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاشت کی نماز کبھی نہیں پڑھی لیکن میں پڑھتی ہوں۔

"قوله وماسبح رسول الله ﷺ سبحة الضحٰی قط" حضرت عائشہ صدیقہ کی ضحٰی کے بارہ میں مختلف روایات آتی ہیں۔ ایک یہ کہ انہوں نے آپ کو ضحٰی کے نوافل پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ آپ ضحٰی کے چار نوافل پڑھتے تھے اور کبھی اس پر زیادہ بھی کر لیتے تھے[1]۔ یعنی کم از کم چار رکعات ہوتی تھیں۔ یہ حدیث اثبات کی ہے۔ بعض روایات میں آتا ہے "ماكان يصلي إلا أن يجيء من مغيبه" حافظ ابن القیم رحمہ اللہ

کو بطور دلیل پیش کیا ہے۔ عالم دنیا میں تقدیر کو دلیل نہیں بنایا جیسا کہ بے نمازیا کوئی بھی جرم کرنے والا بناتا ہے۔ یہ مذموم ہے۔

تیسرا جواب یہ ہے "يحتج بالقدر على الذنب الذي مضى وتاب منه لا على الذنب الذي يتعلق بالحال أو المستقبل" یعنی تقدیر کو ایسے جرم پر بطور دلیل پیش کر سکتے ہیں جو زمانہ ماضی میں ہو چکا ہو اور اس سے توبہ بھی کر لی ہو لیکن زمانہ حال یا استقبال میں کوئی گناہ اور جرم کرنے کے لئے تقدیر کو دلیل نہیں بنا سکتے۔ آدم علیہ السلام نے جس معصیت پر تقدیر کو دلیل بنایا ہے اس کا تعلق زمانہ ماضی سے تھا اور اس سے انہوں نے توبہ بھی کر لی تھی۔ جبکہ دنیا میں کوئی فریضہ چھوڑنے والا یا کسی جرم کا ارتکاب کرنے والا زمانہ حال یا استقبال سے متعلق معصیت اور جرم پر تقدیر کو دلیل بناتا ہے تو یہ جائز نہیں ہے ان تمام جوابات کا حاصل یہ ہے کہ تقدیر کو وہاں بطور دلیل پیش کیا جا سکتا ہے جہاں اسے پیش کرنے سے شریعت اسلامیہ کے کسی حکم کا ابطال لازم نہ آتا ہو۔ لیکن جہاں تقدیر کے دلیل بنانے سے شریعت اسلامیہ کے کسی حکم کا ابطال لازم آتا ہو۔ اور تقدیر کو پیش کرنے سے کسی شرعی حکم کو گرانا مقصود ہو تو وہاں تقدیر کو بطور دلیل پیش کرنا ممنوع اور حرام ہے حضرت آدم علیہ السلام نے کسی شرعی حکم کو ٹھکرانے کے لئے تقدیر کو پیش نہیں کیا بلکہ وہ تو دار التکلیف سے نکل چکے تھے اور موت کے بعد دارِ برزخ میں پہنچ چکے تھے جہاں انسان تکالیف شرعیہ کا مکلف ہی نہیں ہوتا۔ جبکہ دنیا میں جو کہ دار تکلیف ہے۔ فریضہ نماز کو چھوڑنے والا یا شراب جیسی حرام چیز کو حلال بنانے کے لئے تقدیر کو دلیل بنانے والا شرعی حکم کو ٹھکرانے کے لئے ایسا کرتا ہے اور یہ حرام اور ممنوع ہے۔

[1] سنن ابن ماجہ ۱۳۸۱۔

نے کہا ہے کہ جہاں صلوٰۃ ضحیٰ کی نفی آتی ہے وہاں ضحیٰ کی نیت کرکے پڑھنے کی نفی مراد ہے۔ اور جہاں اثبات آیا ہے اس سے ضحیٰ کے وقت نماز پڑھنے کا اثبات ہے۔ اسی لئے اسے صلوٰۃ ضحیٰ کہا گیا ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ نفی اپنی رؤیت کے اعتبار سے ہے۔ اور اس کا اثبات حقیقت کے لحاظ سے ہے، اس حدیث کا تعلق ترجمہ باب میں آنے والے لفظ "والنوافل" سے ہے۔

١١٢٩: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، «أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى ذَاتَ لَيْلَةٍ فِي الْمَسْجِدِ فَصَلَّى بِصَلَاتِهِ نَاسٌ، ثُمَّ صَلَّى مِنَ الْقَابِلَةِ فَكَثُرَ النَّاسُ، ثُمَّ اجْتَمَعُوا مِنَ اللَّيْلَةِ الثَّالِثَةِ أَوِ الرَّابِعَةِ فَلَمْ يَخْرُجْ إِلَيْهِمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَلَمَّا أَصْبَحَ قَالَ: قَدْ رَأَيْتُ الَّذِي صَنَعْتُمْ وَلَمْ يَمْنَعْنِي مِنَ الْخُرُوجِ إِلَيْكُمْ إِلَّا أَنِّي خَشِيتُ أَنْ تُفْرَضَ عَلَيْكُمْ» وَذَلِكَ فِي رَمَضَانَ.

ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک رحمہ اللہ نے خبر دی، انہیں ابن شہاب زہری نے، انہیں عروہ بن زبیر نے، انہیں ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات مسجد میں نماز پڑھی۔ صحابہ نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہ نماز پڑھی۔ دوسری رات بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نماز پڑھی تو نمازیوں کی تعداد بہت بڑھ گئی تیسری یا چوتھی رات تو پورا اجتماع ہی ہو گیا تھا۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس رات نماز پڑھانے تشریف نہیں لائے۔ صبح کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ جتنی بڑی تعداد میں جمع ہو گئے تھے۔ میں نے اسے دیکھا لیکن مجھے باہر آنے سے یہ خیال مانع رہا کہ کہیں تم پر یہ نماز فرض نہ ہو جائے۔ یہ رمضان کا واقعہ تھا۔

"قولہ انی خشیت أن تفرض علیکم" اس پر اعتراض آتا ہے کہ معراج کی رات پانچ نمازیں فرض کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ سے فرمادیا تھا "لایبدل القول لدی" کہ اب کوئی تبدیلی نہیں ہوگی۔ پانچ نمازیں ہی فرض ہیں۔ تو یہاں نبی کریم علیہ السلام نے قیام لیل کے فرض ہونے کا ڈر کیوں محسوس کیا؟ اس کا ایک جواب تو یہ دیا ہے کہ "لایبدل القول لدی" سے مراد یہ تھا کہ اب پانچ نمازوں سے کم نہیں ہوں گی۔ لیکن پانچ سے زیادہ ہونے کا ڈر موجود تھا۔ اور ممکن تھا کہ قیام لیل کو فرض کر دیا جائے۔ اس لئے آپ نے صحابہ کے ساتھ اسکی جماعت کو چھوڑ دیا۔ یا مطلب یہ ہے کہ یہ نماز فی نفسہٖ فرض نہ ہو۔ لیکن یہ ڈر تھا کہ اس کے لئے مسجد میں پڑھنے کی یا جماعت کے ساتھ پڑھنے کی شرط لگادی جائے۔ مالکی کہتے ہیں جو کام ہر روز کیا جائے وہ ایک قسم کی نذرِ فعلی ہو جاتی ہے گویا اس معنی سے وجوب مراد ہے۔ کیونکہ نذر کا ادا کرنا ضروری ہوتا ہے۔ گویا یہ وجوب انسانوں کی طرف سے ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہوگا کہ اعتراض ہو سکے۔ انسان کسی نماز وغیرہ کی نذر مان لے تو وہ بھی فرض ہو جاتی ہے۔

٦ - بَابُ قِيَامِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّيْلَ:

باب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا رات کو (دیر تک) قیام کرنا

وَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا كَانَ يَقُومُ حَتَّى تَفَطَّرَ قَدَمَاهُ وَالْفُطُورُ: الشُّقُوقُ، انْفَطَرَتْ: انْشَقَّتْ.

اور عائشہ رضی اللہ عنہانے فرمایا کہ آپ کے پاؤں پھٹ جاتے تھے۔ «فطور» کے معنی عربی زبان میں پھٹنا اور قرآن شریف میں لفظ «انفطرت» اسی سے ہے یعنی جب آسمان پھٹ جائے۔

١١٣٠: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ، عَنْ زِيَادٍ، قَالَ: سَمِعْتُ الْمُغِيرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، يَقُولُ: «إِنْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَقُومُ لِيُصَلِّيَ حَتَّى تَرِمُ قَدَمَاهُ أَوْ سَاقَاهُ فَيُقَالُ لَهُ: فَيَقُولُ: أَفَلَا أَكُونُ عَبْدًا شَكُورًا».

ہم سے ابونعیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے مسعر نے بیان کیا، ان سے زیاد بن علاقہ نے، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اتنی دیر تک کھڑے ہو کر نماز پڑھتے رہتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم یا (یہ کہا کہ) پنڈلیوں پر ورم آجاتا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق کچھ عرض کیا جاتا تو فرماتے کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

اس ترجمہ باب سے مقصود یہ ہے کہ بندے کے اللہ تعالی کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرنے میں کچھ تکلیف اور مشقت اٹھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ نبی اکرم ﷺ اتنا لمبا قیام کرتے کہ آپ کے پاؤں متورم ہوجاتے تھے تو اللہ تعالی نے آپ پر یہ آیت اتاری "ماأنزلنا عليك القرآن لتشقى إلا تذكرة لمن يخشى [1]" اسکا ایک معنی یہ کرتے ہیں کہ آپ پر قرآن آپ کو مشقت میں ڈالنے کے لئے نہیں اتارا بلکہ لوگوں کی نصیحت کے لئے اتارا ہے۔ دوسرا معنی یہ کرتے ہیں کہ جس قرآن کی وجہ سے تو جاگتا اور مشقت اٹھاتا ہے اس تکلیف دینے کا مقصد تذکرہ ہے تاکہ لوگوں کو نصیحت حاصل ہوجائے کہ نبی کریم علیہ السلام اللہ تعالی کی عبادت میں اتنی محنت اور مشقت اٹھاتے ہیں ہمیں بھی مشقت اٹھانی چاہیئے، اس صورت میں نسخ نہیں ہوگا جبکہ پہلی صورت میں نسخ ہے۔

طٰہٰ کو بھی بعض وطئی یطأ سے پڑھتے ہیں یعنی رات کے قیام میں دونوں پاؤں زمین پر لگاؤ۔ بعض لوگ ایک پاؤں پر کھڑے ہو کر نماز پڑھتے ہیں جس طرح امام ابوحنیفہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کعبہ میں داخل ہو کر ایک ٹانگ پر آدھا قرآن پڑھا اور دوسری ٹانگ پر کھڑے ہو کر دوسرا نصف قرآن پڑھا۔ حالانکہ نبی کریم علیہ السلام کو دونوں پاؤں زمین پر لگانے کا حکم دیا گیا۔ کیونکہ قرآن تکلیف اور مشقت میں ڈالنے کے لئے نہیں اتارا گیا۔

اور لمبی دیر کھڑے رہنے سے پاؤں متورم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ کھڑا رہنے سے خون کا دورہ پاؤں کی طرف ہوجاتا ہے۔ اور پاؤں بوجھل ہوجاتے ہیں۔ جیسا کہ سفر کرتے ہوئے اگر خالی ہاتھ ہو تو ہاتھ بھی بوجھل ہوجاتے ہیں۔

[1] طٰہٰ:٢۔

اس لئے ہاتھ میں عصا پکڑنا چاہیے۔ کبھی دائیں ہاتھ میں اور کبھی بائیں ہاتھ میں پکڑے تاکہ خون ایک جگہ پر نہ کھڑا رہے۔ واپس ہوتا رہے اور ورم نہ ہونے پائے۔ اس طرح اگر دونوں پاؤں پر لمبی دیر کھڑا رہے تو دورہ خون پاؤں کی طرف ہونے کی بنا پر پاؤں متورم ہو جاتے ہیں۔ اگر بوجھ ایک پاؤں پر ہو پھر دوسرے پاؤں پر ہو۔ تو خون واپس ہوتا رہتا ہے اور ورم نہیں ہوتا۔ ایک حدیث میں آتا ہے "کان یتراوح" نبی کریم علیہ السلام نماز پڑھتے ہوئے کبھی دائیں پاؤں پر بوجھ ڈالتے اور کبھی بائیں پر۔ بعض کہتے ہیں کہ "تراویح" کا لفظ بھی اسی معنٰی میں ہے کیونکہ نماز تراویح میں قیام لمبا ہوتا ہے۔

۷۔ بَابُ مَنْ نَامَ عِنْدَ السَّحَرِ:

باب: جو شخص سحر کے وقت سو گیا

۱۱۳۱: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، أَنَّ عَمْرَو بْنَ أَوْسٍ أَخْبَرَهُ، أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ: «أَحَبُّ الصَّلَاةِ إِلَى اللهِ صَلَاةُ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَام، وَأَحَبُّ الصِّيَامِ إِلَى اللهِ صِيَامُ دَاوُدَ، وَكَانَ يَنَامُ نِصْفَ اللَّيْلِ وَيَقُومُ ثُلُثَهُ وَيَنَامُ سُدُسَهُ، وَيَصُومُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا».

ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عمرو بن دینار نے بیان کیا کہ عمرو بن اوس نے انہیں خبر دی اور انہیں عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ سب نمازوں میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ نماز داؤد علیہ السلام کی نماز ہے اور روزوں میں بھی داؤد علیہ السلام ہی کا روزہ۔ آپ آدھی رات تک سوتے، اس کے بعد تہائی رات نماز پڑھنے میں گزارتے۔ پھر رات کے چھٹے حصے میں بھی سو جاتے۔ اسی طرح آپ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے تھے۔

"قوله و کان ینام ثلث اللیل" جب رات کا چھٹا حصہ رہ جائے تو تہجد کی نماز پڑھے۔ اور قریباً آدھا گھنٹہ رہ جائے تو سو جائے تاکہ نماز فجر کے لئے راحت حاصل ہو جائے۔ لیکن جو شخص گھنٹہ یا ڈیڑھ گھنٹہ قیام کرتا ہو اسے راحت حاصل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ نبی اکرم ﷺ لمبا قیام کیا کرتے تھے [1]۔ اس لئے آرام کرتے تھے کوئی دیگر شخص بھی لمبا قیام کرے یا تھوڑے قیام سے ہی تھک جائے تو وہ بھی کچھ دیر آرام حاصل کر سکتا ہے تاکہ صبح کی نماز کے بعد نہ سوئے کیونکہ وہ بہترین وقت ہوتا ہے۔

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ انسان کی طبعی نیند عام طور پر آٹھ گھنٹے ہے۔ بعض کی چھ گھنٹے یا اس سے کم بھی ہوتی ہے۔ اگر رات بارہ گھنٹے کی ہو تو "ینام نصف اللیل" کے مطابق چھ گھنٹے سو جائے۔ اور "یقوم ثلثه"

---

[1] مسلم ۷۶۲(۲۰۳) ج ۱ ص ۵۳۶۔

کے تحت چار گھنٹے قیام کرے۔ کیونکہ ثلث اللیل رات کے بارہ گھنٹوں میں سے چار گھنٹے ہیں۔ اور "ینام سدسہ" کے تحت دو گھنٹے سوجائے کیونکہ سدس دو گھنٹے بنتے ہیں یہ کل بارہ گھنٹے ہوئے لیکن یہ دراصل داؤد علیہ السلام کے بارہ میں ذکر ہوا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ ان کے لئے عشاء کی نماز نہ ہو اور وہ نماز مغرب پڑھ کر سوجاتے ہوں گے۔ اور چار گھنٹے قیام کرلیتے۔ ہمارے لئے عشاء کی نماز بھی ہے۔ اس لئے ہمارا قیام اس سے کم ہوگا۔ نماز تہجد کا وقت عشاء کی نماز کا وقت ختم ہونے کے بعد یعنی آدھی رات کے بعد شروع ہوجاتا ہے۔ اور ثلث لیل باقی ہو تو اس وقت افضل ہے۔

١١٣٢: حَدَّثَنِي عَبْدَانُ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ أَشْعَثَ، سَمِعْتُ أَبِي، قَالَ: سَمِعْتُ مَسْرُوقًا، قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَيُّ الْعَمَلِ كَانَ أَحَبَّ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟، قَالَتْ: الدَّائِمُ، قُلْتُ: مَتَى كَانَ يَقُومُ؟، قَالَتْ: يَقُومُ إِذَا سَمِعَ الصَّارِخَ». حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، عَنِ الْأَشْعَثِ، قَالَ: إِذَا سَمِعَ الصَّارِخَ قَامَ فَصَلَّى.

ہم سے عبدان نے بیان کیا، کہا کہ مجھے میرے باپ عثمان بن جبلہ نے شعبہ سے خبر دی، انہیں اشعث نے۔ اشعث نے کہا کہ میں نے اپنے باپ (سلیم بن اسود) سے سنا اور میرے باپ نے مسروق سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کون سا عمل زیادہ پسند تھا؟ آپ نے جواب دیا کہ جس پر ہمیشگی کی جائے (خواہ وہ کوئی بھی نیک کام ہو) میں نے دریافت کیا کہ آپ (رات میں نماز کے لیے) کب کھڑے ہوتے تھے؟ آپ نے فرمایا کہ جب مرغ کی آواز سنتے۔



ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں ابوالاحوص سلام بن سلیم نے خبر دی، ان سے اشعث نے بیان کیا کہ مرغ کی آواز سنتے ہی آپ کھڑے ہوجاتے اور نماز پڑھتے۔

"قولہ یقوم إذا سمع الصارخ" مرغ کی آواز کوئی معیار نہیں ہے۔ کوئی خاص مرغ بروقت چلاتا ہو تو ہوسکتا ہے ورنہ مرغ مختلف اوقات میں بولتے ہیں۔

١١٣٣: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، قَالَ: ذَكَرَ أَبِي، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: «مَا أَلْفَاهُ السَّحَرُ عِنْدِي إِلَّا نَائِمًا تَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ».

ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا، کہا کہ میرے باپ سعد بن ابراہیم نے اپنے چچا ابوسلمہ سے بیان کیا کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بتلایا کہ انہوں نے اپنے یہاں سحر کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمیشہ لیٹے ہوئے پایا۔



٨ ـ بَابُ مَنْ تَسَحَّرَ فَلَمْ يَنَمْ حَتَّى صَلَّى الصُّبْحَ:

باب: اس بارے میں جو سحری کھانے کے بعد صبح کی نماز پڑھنے تک نہیں سویا

١١٣٤: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا رَوْحٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، «أَنَّ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَزَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ تَسَحَّرَا، فَلَمَّا فَرَغَا مِنْ سَحُورِهِمَا قَامَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الصَّلَاةِ فَصَلَّى، فَقُلْنَا لِأَنَسٍ: كَمْ كَانَ بَيْنَ فَرَاغِهِمَا مِنْ سَحُورِهِمَا وَدُخُولِهِمَا فِي الصَّلَاةِ؟ قَالَ: كَقَدْرِ مَا يَقْرَأُ الرَّجُلُ خَمْسِينَ آيَةً».

ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے روح بن عبادہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سعید بن ابی عروبہ نے بیان کیا، ان سے قتادہ نے، ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ دونوں نے مل کر سحری کھائی، سحری سے فارغ ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے کھڑے ہو گئے اور دونوں نے نماز پڑھی۔ ہم نے انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ سحری سے فراغت اور نماز شروع کرنے کے درمیان کتنا فاصلہ رہا ہو گا؟ آپ نے جواب دیا کہ اتنی دیر میں ایک آدمی پچاس آیتیں پڑھ سکتا ہے۔

یہ ماہِ رمضان کے بارہ میں ہے کہ وہ سحری کھانے کے بعد سوتے نہیں تھے اور قیام لیل اس سے پہلے کر لیتے تھے اور اس ترجمہ باب سے مقصود یہ ہے کہ جو شخص سحری کے بعد نہ سوئے اس کی دلیل کیا ہے۔

٩ ـ بَابُ طُولِ الْقِيَامِ فِي صَلَاةِ اللَّيْلِ:

باب: رات کے قیام میں نماز کو لمبا کرنا (یعنی قرآت بہت کرنا)

١١٣٥: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: «صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً فَلَمْ يَزَلْ قَائِمًا حَتَّى هَمَمْتُ بِأَمْرِ سَوْءٍ، قُلْنَا: وَمَا هَمَمْتَ، قَالَ: هَمَمْتُ أَنْ أَقْعُدَ وَأَذَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ».

ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے اعمش سے بیان کیا، ان سے ابووائل نے اور ان سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک مرتبہ رات کو نماز پڑھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا لمبا قیام کیا کہ میرے دل میں ایک غلط خیال پیدا ہو گیا۔ ہم نے پوچھا کہ وہ غلط خیال کیا تھا تو آپ نے بتایا کہ میں نے سوچا کہ بیٹھ جاؤں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ چھوڑ دوں۔

اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ طولِ قیام افضل ہے یا کثرت سجود بہتر ہے۔ صحیح یہی ہے کہ طول قیام بہتر ہے اور رکوع و

سجود کا لمبا ہونا افضل ہے۔ ہر انسان اپنی وسعت کے مطابق طول اختیار کرے گا۔

١١٣٦: حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا قَامَ لِلتَّهَجُّدِ مِنَ اللَّيْلِ يَشُوصُ فَاهُ بِالسِّوَاكِ».

ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے خالد بن عبداللہ نے بیان کیا، ان سے حصین بن عبدالرحمٰن نے ان سے ابووائل نے اور ان سے حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو تہجد کے لیے کھڑے ہوتے تو پہلے اپنا منہ مسواک سے خوب صاف کرتے۔

"قوله يشوص فاه بالسواك" اس حدیث کی ترجمہ باب سے مناسبت کے بارہ میں حافظ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ مسلم میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث آتی ہے۔ "أنه صلي مع النبي ﷺ ليلة فقرء البقرة و آل عمران، والنساء فى ركعة و كان إذا مر باية فيها تسبيح سبح أو سؤال سأل أو تعوذ تعوذ ثم ركع نحوًا مما قام ثم قام نحوًا مما ركع ثم سجد نحوًا مما قام" امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے[1]۔ اور اس میں طولِ قیام کا ذکر ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ "يشوش فاه بالسواك" کا ہی باب سے تعلق ہے وہ اس طرح کہ اچھی طرح مسواک کرنے سے نیند وغیرہ دور ہو جاتی ہے اور یہ اس وقت ہی ہوتا ہے جبکہ لمبا قیام کرنا ہو۔ لیکن پہلی بات زیادہ ظاہر ہے۔

١٠ ـ بَابُ كَيْفَ كَانَ صَلَاةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَمْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ:

باب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز کی کیا کیفیت تھی؟ اور رات کی نماز کیوں کر پڑھنی چاہیے؟

١١٣٧: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: إِنَّ رَجُلًا قَالَ: «يَا رَسُولَ اللهِ كَيْفَ صَلَاةُ اللَّيْلِ؟ قَالَ: مَثْنَى مَثْنَى، فَإِذَا خِفْتَ الصُّبْحَ فَأَوْتِرْ بِوَاحِدَةٍ».

ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں شعیب نے زہری سے خبر دی، کہا کہ مجھے سالم بن عبداللہ نے خبر دی کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا ایک شخص نے دریافت کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! رات کی نماز کس طرح پڑھی جائے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو، دو رکعت اور جب طلوع صبح ہونے کا اندیشہ ہو تو ایک رکعت وتر پڑھ کر اپنی ساری نماز کو طاق بنا لے۔

١١٣٨: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ شُعْبَةَ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو جَمْرَةَ، عَنِ ابْنِ

[1] مسلم (٢٠٣) ٧٧٢ ج ١ ص ٥٣٦

عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: «كَانَتْ صَلَاةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً يَعْنِي بِاللَّيْلِ».

ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے کہا کہ مجھ سے ابوحمزہ نے بیان کیا اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز تیرہ رکعت ہوتی تھی۔

۱۱۳۹: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي حَصِينٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ وَثَّابٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ، قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عنها عَنْ صَلَاةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ، فَقَالَتْ: «سَبْعٌ وَتِسْعٌ وَإِحْدَى عَشْرَةَ سِوَى رَكْعَتِي الْفَجْرِ».

ہم سے اسحاق بن راہویہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبیداللہ بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں اسرائیل نے خبر دی، انہیں ابوحصین عثمان بن عاصم نے، انہیں یحییٰ بن وثاب نے، انہیں مسروق بن اجدع نے، آپ نے کہا کہ میں نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سات، نو اور گیارہ تک رکعتیں پڑھتے تھے۔ فجر کی سنت اس کے سوا ہوتی۔

۱۱۴۰: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى، قَالَ: أَخْبَرَنَا حَنْظَلَةُ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: «كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً، مِنْهَا الْوِتْرُ وَرَكْعَتَا الْفَجْرِ».

ہم سے عبیداللہ بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں حنظلہ بن ابی سفیان نے خبر دی، انہیں قاسم بن محمد نے اور انہیں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے، آپ نے بتلایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو تیرہ رکعتیں پڑھتے تھے۔ وتر اور فجر کی دو سنت رکعتیں اسی میں ہوتیں۔

۱۱ - بَابُ قِيَامِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ وَنَوْمِهِ وَمَا نُسِخَ مِنْ قِيَامِ اللَّيْلِ:

باب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا رات کو قیام کرنے اور سونے کا بیان

وَقَوْلُهُ تَعَالَى: يَاأَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۱ قُمِ اللَّيْلَ إِلا قَلِيلا ۲ نِصْفَهُ أَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيلا ۳ أَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْءَانَ تَرْتِيلا ٤ إِنَّا سَنُلْقِي عَلَيْكَ قَوْلا ثَقِيلا ٥ إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْأً وَأَقْوَمُ قِيلا ٦ إِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيلا ٧ سورة المزمل آية ١-٧ وَقَوْلُهُ: عَلِمَ أَنْ لَنْ تُحْصُوهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْءَانِ عَلِمَ أَنْ

سَيَكُونُ مِنكُمْ مَرْضَى وَآخَرُونَ يَضْرِبُونَ فِي الأَرْضِ يَبْتَغُونَ مِنْ فَضْلِ اللهِ وَآخَرُونَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللهِ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَأَقْرِضُوا اللهَ قَرْضًا حَسَنًا وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنْفُسِكُمْ مِنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِنْدَ اللهِ هُوَ خَيْرًا وَأَعْظَمَ أَجْرًا سورة المزمل آية ٢٠. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا نَشَأَ قَامَ بِالْحَبَشِيَّةِ وِطَاءً. قَالَ: مُوَاطَأَةَ الْقُرْآنِ أَشَدُّ مُوَافَقَةً لِسَمْعِهِ وَبَصَرِهِ وَقَلْبِهِ لِيُوَاطِئُوا لِيُوَافِقُوا.

اور اللہ تعالیٰ نے اسی باب میں (سورۃ مزمل میں) فرمایا اے کپڑا لپیٹنے والے! رات کو (نماز میں) کھڑا رہ آدھی رات یا اس سے کچھ کم «سبحا طویلا» تک۔ اور فرمایا کہ اللہ پاک جانتا ہے کہ تم رات کی اتنی عبادت کو نباہ نہ سکو گے تو تم کو معاف کر دیا۔ «واستغفروا الله ان الله غفور رحیم» تک۔ اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا قرآن میں جو لفظ «ناشئة اللیل» ہے تو «نشأ» کے معنی حبشی زبان میں کھڑا ہوا اور «وطاء» کے معنی موافق ہونا یعنی رات کا قرآن کان اور آنکھ اور دل کو ملا کر پڑھا جاتا ہے۔



آپ پر پہلے قیام فرض تھا آپ نے ایک سال تک کیا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آیات نازل فرمادیں۔ "قوله یاأیها المزمل" شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کہتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے تہجد کی نماز پڑھنے کے لئے ایک چادر بنائی تھی وہ مراد ہے کیونکہ چادر میں خفت اور آسانی ہوتی ہے کہ چادر جسم پر لپیٹ کر نماز شروع کر دی جائے۔ "قوله إلا قلیلاً" اس سے مراد ثلث لیل تک قیام کرنا ہے۔

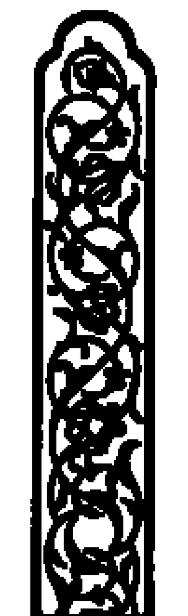
شرح بخاری

"قوله رتل القرآن ترتیلا" قاری اسکا معنی مخارج سے حروف کو ادا کرنا کرتے ہیں۔ اور وہ کہتے ہیں "تجویدك القرآن حتم لازم - من لم یجود القرآن اثم - لأنه به الإله أنزل - وهكذا منه إلینا وصل۔

"قوله قولا ثقیلا" اس سے مراد ہے کہ قرآن کے نزول کے وقت یہ ثقل ہوتا تھا۔ یا نامساعد حالات میں قرآن کے احکام لوگوں تک پہنچانا بھی باعث ثقل اور باعث تکلیف ہے۔ ناشئۃ کا معنی رات کا قیام ہے۔

"قوله وطأ" باقی قرآن حفص کی قراءت پر ہے اور وہ قراءت "وطاء" ہے یہاں دیگر قراء کی قراءت آگئی ہے۔ اور وطاءً باب مفاعلہ کا مصدر ہے۔ جس کا معنی "موافقةً للسمع والبصر" اور وطأً کا معنی اپنے نفس کو روند دینا اور اسے کچل دینا ہے۔

"قوله ماتیسر" یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اب قیام لیل فرض نہیں رہا۔ بلکہ اسکی فرضیت منسوخ ہوگئی ہے۔ کیونکہ فرض کے لئے تو تعین ہوتا ہے اور اگر کہا جائے جتنا ہو سکے پڑھ لو۔ تو اس کا مطلب ہے کہ فرض نہیں ہے۔



"قوله رتل القرآن" قرآن کریم کے کلمات کی ادائیگی صحیح ہونی چاہیئے۔ لیکن تکلف سے بچنا چاہیئے کیونکہ اس سے خضوع وخشوع نہیں رہتا۔ تلبیس ابلیس میں لکھا ہے کہ بعض قاریوں کی ضاد نکالتے ہوئے تھوک نکل جاتی ہے۔

اس طرح خشوع و خضوع نہیں رہتا۔اور خشوع و خضوع ضائع نہیں کرنا چاہیئے مخارج حروف کے لئے عاجزی و انکساری اور خشوع برقرار رہنا چاہیئے۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو امام بنایا اس سے ھا ادا نہیں ہوتی تھی اور وہ اپنے غلام کو "یاناس" کہہ کر پکارا کرتا تھا۔ لوگوں نے کہا "مالہ یدعوالناس" اسے کیا ہے کہ یہ لوگوں کو پکارتا ہے۔ تو انہیں بتایا گیا کہ یہ اپنے غلام کو بلاتا ہے جس کا نام "یهنس" ہے اور یہ "ھا" ادا نہیں کرسکتا اس لئے یا یھنس کی بجائے "یاناس" کہتا ہے حضرت عمر فاروق نے اسے امام مقرر کیا اور کہا جب تک یہاں کوئی خلیفہ نہیں آتا یہی جماعت کرائے گا۔ اور انہوں نے اپنی وفات کے قریب اسے امام بنایا تھا۔ معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص کسی لفظ کو صحیح ادا نہیں کرسکتا۔ اس کے پیچھے نماز ہوجاتی ہے۔ بعض لوگ پوچھ لیتے ہیں کہ ایک شخص مخارج حروف کا اہتمام کرتا ہے تو کیا جماعت کے لئے کسی دوسرے کو کھڑا کرسکتے ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دوسرے کو کھڑا کردیا تھا۔ جو یا یھنس کی بجائے یاناس کہتا تھا۔

"قولہ نشأ قام بالحبشیة" قام کی جگہ حبشی زبان میں نشأ ہے، حبشی لوگ بھی عربوں میں رہے ہیں، ان کی بعض لغات قرآن کریم میں آگئی ہیں۔

١١٤١: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ حُمَيْدٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ: «كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُفْطِرُ مِنَ الشَّهْرِ حَتَّى نَظُنَّ أَنْ لَا يَصُومَ مِنْهُ، وَيَصُومُ حَتَّى نَظُنَّ أَنْ لَا يُفْطِرَ مِنْهُ شَيْئًا، وَكَانَ لَا تَشَاءُ أَنْ تَرَاهُ مِنَ اللَّيْلِ مُصَلِّيًا إِلَّا رَأَيْتَهُ، وَلَا نَائِمًا إِلَّا رَأَيْتَهُ» تَابَعَهُ سُلَيْمَانُ، وَأَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ، عَنْ حُمَيْدٍ.

ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے محمد بن جعفر نے بیان کیا، ان سے حمید طویل نے، انہوں نے انس رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی مہینہ میں روزہ نہ رکھتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس مہینہ میں روزہ ہی نہیں رکھیں گے اور اگر کسی مہینہ میں روزہ رکھنا شروع کرتے تو خیال ہوتا کہ اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس مہینہ کا ایک دن بھی بغیر روزہ کے نہیں رہ جائے گا اور رات کو نماز تو ایسی پڑھتے تھے کہ تم جب چاہتے آپ کو نماز پڑھتے دیکھ لیتے اور جب چاہتے سوتا دیکھ لیتے۔ محمد بن جعفر کے ساتھ اس حدیث کو سلیمان اور ابوخالد نے بھی حمید سے روایت کیا ہے۔

"قولہ ویصوم حتی نظن" یعنی آپ نے نہ تو سارا مہینہ روزے رکھے ہیں اور نہ ہی سارا ماہ افطار کیئے ہیں آپ کا یہ عمل بحسبِ نشاط تھا جب نشاط ہوتی تو نفلی روزے رکھنا شروع کردیتے۔ اگر چھوڑنے کا خیال آتا تو چھوڑنا شروع کر دیتے۔

"قولہ إلا رأیتہ" اسکا ایک مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر رات سوتے تھے اور قیام بھی کرتے تھے

اگر تو رات کے وقت آپ کو نماز پڑھتے دیکھنا چاہے تو دیکھ سکتا تھا اور اگر سونے والا دیکھنا چاہے تو سوتے ہوئے بھی دیکھ سکتا تھا۔ اور دوسرا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ آپ کی نماز مختلف اوقات میں تقسیم ہوتی تھی کبھی پہلی رات، کبھی وسط میں، اور کبھی اخیر رات میں پڑھتے تھے۔ آپ اگر نبی کریم علیہ السلام کو کسی خاص وقت میں قیام کرتے دیکھنا چاہیں اور ہر رات دیکھتا رہے تو وہ وقت جو تو دیکھنا چاہتا ہے وہ کبھی آجائے گا۔

۱۲۔ بَابُ عَقْدِ الشَّيْطَانِ عَلَى قَافِيَةِ الرَّأْسِ إِذَا لَمْ يُصَلِّ بِاللَّيْلِ:

باب: جب آدمی رات کو نماز نہ پڑھے تو شیطان کا گدی پر گرہ لگانا

۱۱۴۲: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «يَعْقِدُ الشَّيْطَانُ عَلَى قَافِيَةِ رَأْسِ أَحَدِكُمْ إِذَا هُوَ نَامَ ثَلَاثَ عُقَدٍ يَضْرِبُ كُلَّ عُقْدَةٍ عَلَيْكَ لَيْلٌ طَوِيلٌ فَارْقُدْ، فَإِنِ اسْتَيْقَظَ فَذَكَرَ اللهَ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ، فَإِنْ تَوَضَّأَ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ، فَإِنْ صَلَّى انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ، فَأَصْبَحَ نَشِيطًا طَيِّبَ النَّفْسِ وَإِلَّا أَصْبَحَ خَبِيثَ النَّفْسِ كَسْلَانَ».



ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں امام مالک رحمہ اللہ نے خبر دی، انہیں ابوالزناد نے، انہیں اعرج نے اور انہیں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان آدمی کے سر کے پیچھے رات میں سوتے وقت تین گرہیں لگا دیتا ہے اور ہر گرہ پر یہ افسوں پھونک دیتا ہے کہ سو جا ابھی رات بہت باقی ہے پھر اگر کوئی بیدار ہو کر اللہ کی یاد کرنے لگا تو ایک گرہ کھل جاتی ہے پھر جب وضو کرتا ہے تو دوسری گرہ کھل جاتی ہے۔ پھر اگر نماز (فرض یا نفل) پڑھے تو تیسری گرہ بھی کھل جاتی ہے۔ اس طرح صبح کے وقت آدمی چاق و چوبند خوش مزاج رہتا ہے۔ ورنہ سست اور بد باطن رہتا ہے۔

شرح بخاری

اس حدیث میں ہے کہ انسان جب سو جاتا ہے تو شیطان آکر گرہیں دیتا ہے۔ ان ظاہری بالوں میں گرہیں نہیں دیتا۔ بلکہ ہر انسان کے قافیہ رأس میں ایک رسی سی ہوتی ہے اس میں وہ گرہیں دیتا ہے "یضرب" سے مراد ہے کہ سختی سے گرہ دیتا ہے۔ اور پھونکیں مارتا ہے اور اس پر اثر ڈالنے کے لئے "علیك لیل طویل" پڑھتا ہے کہ بڑی لمبی رات ہے سو یارہ۔ اگر وہ سویا ہوا شخص نیند چھوڑ کر اٹھے۔ اور شیطان کے وسوسے کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے اور جب وہ اٹھ کر وضوء کرتا ہے تو شیطان کی دی ہوئی دوسری گرہ کھل جاتی ہے اور جب وہ وضوء کر کے قیام لیل یعنی نماز پڑھتا ہے تو تیسری گرہ بھی کھل جاتی ہے۔ اسی لئے شروع میں دو خفیف رکعتیں پڑھ کر رات کی نماز شروع کرنے کا حکم ہے تاکہ شیطان کی ماری ہوئی گرہیں کھلنے کے بعد نماز شروع ہو۔ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ شیطان یہ گرہیں ہر ایک کو دیتا ہے۔ لیکن بخاری رحمہ اللہ نے ترجمہ باب میں کہا ہے کہ رات کی نماز نہ



پڑھنے والوں کو گرہیں دیتا ہے۔ تو امام بخاری رحمہ اللہ دراصل گرہوں پر مشتمل حدیث کی شرح کرنی چاہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص عشاء کی نماز پڑھے بغیر سو جائے تب شیطان گرہیں دیتا ہے۔ اور یہ معنیٰ بھی ہو سکتا ہے کہ اگر رات کو اٹھ کر نماز نہ پڑھے تو شیطان کی دی ہوئی گرہیں باقی رہتی ہیں۔ حافظ رحمہ اللہ نے پہلے معنیٰ کو ترجیح دی ہے۔

اور اس مسئلہ میں بھی اختلاف ہے کہ یہ گرہیں حقیقۃً ہوتی ہیں یا مجاز پر محمول ہیں۔ بعض علماء نے اسے حقیقت پر محمول کیا ہے جیسا کہ شاہ ولی اللہ کہتے ہیں کہ ہم نے کئی بار شیطان کو گرہیں دیتے ہوئے محسوس کیا ہے اس کے بعد جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا تو ان کا کھلنا بھی محسوس کیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ان کا مثالی چیزوں سے تعلق زیادہ ہو گیا ہو۔

اور بعض علماء کہتے ہیں کہ ان سے حقیقت مراد نہیں ہے بلکہ مجاز مراد ہے۔ گویا شیطان کا بندے کو ذکر اللہ سے روک دینا یہ ایک گرہ ہوئی۔ اس کے بعد نماز کے لئے وضوء سے روک دینا یہ دوسری گرہ ہو گئی اور اسے رات کی نماز سے روک دینا یہ تیسری گرہ ہے۔ اب اگر کوئی انسان شیطان کی مخالفت کرتے ہوئے نیند سے اٹھے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے گا تو ایک گرہ کھل جائے گی اور وضوء کرے گا تو دوسری گرہ بھی کھل جائے گی۔ اور نماز پڑھنا یہ تیسری گرہ کا کھلنا ہے۔ اور جس رسی میں وہ گرہیں دیتا ہے اسکا وجود مثالی ہے۔ اسکا وجود شہادی نہیں ہے۔ صحیح یہ ہے کہ اس حدیث کو اپنے ظاہر پر محمول کیا جائے۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ جو شخص سوتے وقت آیۃ الکرسی پڑھ لے تو شیطان اس کے نزدیک بھی نہیں آتا[1]۔ تو وہ گرہیں کیسے دے سکتا ہے؟ حافظ رحمہ اللہ نے اسکا جواب دیتے ہوئے کہا ہے کہ آیۃ الکرسی پڑھنے والا مستثنیٰ ہو جائے گا۔ یا جواب یہ ہے کہ گرہیں دینے کے لئے شیطان کا نزدیک آنا کوئی ضروری نہیں ہے۔ وہ دور رہ کر بھی گرہیں دے سکتا ہے۔

۱۱۴۳: حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ هِشَامٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَوْفٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو رَجَاءٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَمُرَةُ بْنُ جُنْدَبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الرُّؤْيَا، قَالَ: «أَمَّا الَّذِي يُثْلَغُ رَأْسُهُ بِالْحَجَرِ، فَإِنَّهُ يَأْخُذُ الْقُرْآنَ فَيَرْفِضُهُ وَيَنَامُ عَنِ الصَّلَاةِ الْمَكْتُوبَةِ».

ہم سے مؤمل بن ہشام نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اسماعیل بن علیہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عوف اعرابی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو رجاء نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ جس کا سر پتھر سے کچلا جا رہا تھا وہ قرآن کا حافظ تھا مگر وہ قرآن سے غافل ہو گیا اور فرض نماز پڑھے بغیر سو جایا کرتا تھا۔

"قولہ وینام عن الصلاۃ المکتوبۃ" حافظ نے کہا ہے کہ اس سے مراد عشاء کی نماز ہے۔ حدیث مذکور میں بھی حافظ نے اس معنیٰ کو ترجیح دی ہے۔ اور یہ اس طرف اشارہ ہے کہ جس طرح آیۃ الکرسی پڑھ کر سونے والا شیطان

---

[1] جامع ترمذی ۲۸۸۰۔

کی گرہوں سے مستثنٰی ہے۔اسی طرح فرضی نماز پڑھ کر سونے والا بھی اس کی گرہوں سے مستثنٰی ہے۔

۱۳۔ بَابُ إِذَا نَامَ وَلَمْ يُصَلِّ بَالَ الشَّيْطَانُ فِي أُذُنِهِ:

باب: جو شخص سوتا رہے اور (صبح کی) نماز نہ پڑھے، معلوم ہوا کہ شیطان نے اسکے کانوں میں پیشاب کر دیا ہے

١١٤٤: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الأَحْوَصِ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَنْصُورٌ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: «ذُكِرَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ فَقِيلَ: مَا زَالَ نَائِمًا حَتَّى أَصْبَحَ مَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ، فَقَالَ: بَالَ الشَّيْطَانُ فِي أُذُنِهِ».

ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابوالاحوص سلام بن سلیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے منصور بن معتمر نے ابووائل سے بیان کیا اور ان سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک شخص کا ذکر آیا کہ وہ صبح تک پڑا سوتا رہا اور فرض نماز کے لیے بھی نہیں اٹھا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان نے اس کے کان میں پیشاب کر دیا ہے۔

"قوله بال الشیطن فی أذنه" بعض کہتے ہیں کہ شیطان کا اس کے کان میں پیشاب کرنا حقیقت پر محمول ہے اور وہ حقیقۃً اس کے کان میں پیشاب کرتا ہے۔ اور جیسے شیطان نظر نہیں آتا۔ ویسے ہی اس کا پیشاب بھی نظر آنا کوئی ضروری نہیں ہے۔ یعنی یہ بات نہیں ہے کہ شیطان کا پیشاب کان میں پانی کی طرح بہہ رہا ہو، اور بعض کہتے ہیں کہ یہ کنایہ ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ شیطان ایسے بندے کو خسیس اور ذلیل سمجھتا ہے۔

۱۴۔ بَابُ الدُّعَاءِ وَالصَّلَاةِ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ:

باب: آخر رات میں دعا اور نماز کا بیان

وَقَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: كَانُوا قَلِيلًا مِنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُونَ سورة الذاريات آية ١٧ أَيْ مَا يَنَامُونَ وَبِالأَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُونَ.

اور اللہ تعالیٰ نے (سورۃ والذاریات میں) فرمایا کہ رات میں وہ بہت کم سوتے اور سحر کے وقت استغفار کرتے تھے۔ «هجوع» کے معنی سونا

"قوله قال الله عزوجل "كانوا قليلًا من الليل مايهجعون" بعض نے اس "ما" کو نافیہ بنایا ہے یعنی وہ رات کا تھوڑا حصہ نہیں سوتے بلکہ رات کا کچھ حصہ جاگتے رہتے ہیں۔ اور اگر ما کو مصدریہ بنایا جائے تو مطلب یہ ہے کہ ان کی نیند کم ہوتی ہے۔

١١٤٥: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، وَأَبِي عَبْدِ اللهِ الأَغَرِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قَالَ: «يَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالَى كُلَّ لَيْلَةٍ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا حِينَ يَبْقَى ثُلُثُ اللَّيْلِ الْآخِرُ، يَقُولُ: مَنْ يَدْعُونِي فَأَسْتَجِيبَ لَهُ مَنْ يَسْأَلُنِي فَأُعْطِيَهُ مَنْ يَسْتَغْفِرُنِي فَأَغْفِرَ لَهُ».

ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا، ان سے امام مالک رحمہ اللہ نے، ان نے ابن شہاب نے، ان سے ابوسلمہ عبدالرحمٰن اور ابوعبداللہ اغر نے اور ان دونوں حضرات سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارا پروردگار بلند برکت والا ہے ہر رات کو اس وقت آسمان دنیا پر آتا ہے جب رات کا آخری تہائی حصہ رہ جاتا ہے۔ وہ کہتا ہے کوئی مجھ سے دعا کرنے والا ہے کہ میں اس کی دعا قبول کروں، کوئی مجھ سے مانگنے والا ہے کہ میں اسے دوں کوئی مجھ سے بخشش طلب کرنے والا ہے کہ میں اس کو بخش دوں۔

"قوله حين يبقى ثلث الليل" اس حدیث کے بارہ میں شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے "شرح حديث النزول" کے نام سے ایک مستقل کتاب لکھی ہے۔ اس میں انہوں نے اس اعتراض کا جواب دیا ہے کہ ثلث لیل مختلف جگہوں اور علاقوں میں موجود ہی رہتی ہے۔ کوئی ایسا وقت نہیں آتا جبکہ دنیا میں کہیں بھی ثلث لیل نہ ہو۔ اس طرح تو اللہ تعالی ہر وقت آسمان دنیا پر رہے گا۔ اوپر تو جائے گا نہیں۔ تو نزول کا کیا معنی ؟ یہ اعتراض ہے۔ حافظ عبداللہ سے اس پر ایک دفعہ بات ہوئی تو انہوں نے جواب میں کہا کہ ایک وقت ایسا بھی آتا ہے کہ اس وقت ہر جگہ رات ہوتی ہے۔ حالانکہ یہ فضول بات ہے۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اسکا یہ جواب دیا ہے کہ اللہ تعالی کا آسمان دنیا پر نزول اس کے عرش پر مستوی ہونے کے منافی نہیں ہے۔ اللہ تعالی عرش پر ہوتے ہوئے نازل ہوتا ہے۔ ان کا یہ تخیل ایسے ہے کہ اللہ تعالی بہت بڑی ذات ہے اور اس کی وسعت بہت زیادہ ہے۔ اللہ تعالی کا آسمان دنیا پر نزول اور اس کا آسمان دنیا پر آنا ایسے ہے جیسے کوئی شخص ایک سوتر نیچے ہو جائے۔ اس قدر نیچے ہونا اس کے عرش پر ہونے کے منافی نہیں ہے۔ ہمارا رب تعالی کوئی چھوٹی سی ذات تو نہیں ہے بلکہ بہت بڑی ذات ہے انہوں نے اس حدیث کو ظاہر پر محمول کیا ہے۔ گویا اللہ تعالی اوپر بھی ہوتا ہے اور نیچے بھی۔ اور ہر وقت اللہ تعالی کا استواء على العرش بھی رہا اور نزول بھی رہا۔

انہوں نے بعض کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ جب اللہ تعالی نیچے نزول فرماتا ہے تو اوپر والے چھ آسمانوں کو پکڑ کر ادھر کر دیتا ہے اور جب اوپر چڑھنا ہو تو انہیں پکڑ کر پھر وہیں رکھ دیتا ہے۔ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ باتیں فضول اور لغو ہیں۔ کیونکہ ثلث لیل ہر وقت کہیں ہوتا ہے۔ اللہ تعالی کے لئے چھ آسمان حجاب نہیں بنتے۔ ان کے ہوتے ہوئے بھی اللہ تعالی کا نزول ہو سکتا ہے۔

ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ يَنزل بمعنی يُنزل ہے یعنی اللہ تعالی کسی فرشتے کو اتارتا ہے جیسا کہ بعض روایات میں آتا ہے "يرسل ملكا فينادي هل من مبتلي" حالانکہ اس سے ينزل بمعنی ينزل تو نہیں ہو جائے گا۔ جبکہ

بعض روایات میں ینزل کی بجائے یتنزل بھی آتا ہے۔ اس سے اللہ تعالی کا نزول ہی مراد ہے۔ دوسرے اس سے نزول رحمت مراد لیے لیتے ہیں۔ حافظ چونکہ اشعری خیال کا ہے۔ اس لئے وہ اللہ تعالی کی ذات کا نزول نہیں مانتا۔ اشعری اس بات کو نہیں مانتے کہ اللہ تعالی میں آمدورفت کا تغیر پیدا ہو۔ اور وہ اللہ تعالی کی ذات میں سکون و حرکت نہیں مانتے۔ اس لئے وہ نزول سے نزول رحمت یا نزول ملک مراد لیتے ہیں۔ معتزلہ بھی تاویلیں کرتے ہیں کیونکہ وہ فلسفی خیال کے تھے۔ انہوں نے بھی ارسطو کی تقریر سن کر یہ سمجھ لیا تھا کہ اللہ میں حرکت نہیں ہو سکتی۔ اور نہ سکون ہے نہ وہ اوپر ہے نہ نیچے نہ آگے ہے اور نہ پیچھے نہ دائیں ہے نہ بائیں۔ اور نہ عین ہے نہ غیر۔ ابن القیم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ پھر کہہ دو کہ ہے ہی نہیں۔ تفتازانی کہتا ہے کہ یہ وہمی باتیں ہیں انہوں نے اللہ کو اپنے جیسا سمجھ لیا ہے۔ ابن القیم کہتا ہے کہ حال اور محل نہ ہوں۔ تو ضروری ہے کہ ایک جہت میں ہو۔ لہذا اللہ تعالی ایک جہت میں عرش پر ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ کہنا کہ اللہ تعالی کسی جہت میں ہے۔ اس جہان کے لحاظ سے یہ وہمی حکم ہے۔ کیونکہ اللہ تعالی کا وجود ہمارے وجود جیسا نہیں ہے۔

اللہ تعالی کے وجود کے مقابلہ میں جہان کا وجود خیالی ہے۔ خیال اور اصل میں کوئی نسبت نہیں ہو سکتی اللہ تعالی کا وجود اصلی ہے۔ اس کی طرف اگر دھیان کرو تو جہان کا وجود ہی کوئی نہیں۔ ہمارا وجود خیالی ہے۔ یہ خیالی وجود جب ختم ہو جاتا ہے پھر اللہ کا وجود ہے۔ اس طرح جہت ہوگئی۔ یہ ابن کثیر کا خیال ہے۔ صوفیوں کا الگ ہی خیال ہے۔ وہ کہتے ہیں یہ سب کچھ تجلی کے لحاظ سے ہوتا ہے۔ تجلی کی حقیقت اور اس کی قسمیں آگے آئیں گی۔ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں "لیس کمثلہ شیٔ" اس کا استواء مخلوق کی طرح نہیں ہے۔ اور فلسفی عرش پر ہونا مانتے ہی نہیں ہیں۔ وہ کہتے ہیں عرش پر ہونے کا مطلب ہمارے نزدیک یہ ہے کہ وہ عرش سے الگ ہے۔ "بائن من خلقہ" اس جہان سے اس کا وجود الگ ہے۔ یہ جہان اس کے لئے محل اور حال نہیں ہے۔ اور نہ عین ہے۔

صوفیوں نے تجلی کا مسئلہ نکالا ہے۔ اور ان کا تجلی سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ جب دو چیزوں کے درمیان دو نسبتیں پیدا ہو جائیں۔ ایک نسبت محاکات کی۔ اور ایک نسبت اضمحلال کی، یہ دو نسبتیں جب کسی چیز میں پیدا ہو جائیں تو اس کا نام تجلی ہے۔ نسبت محاکات جیسے شیر کی تصویر ہو تو وہ تصویر شیر کی محاکی ہوتی ہے۔ گویا شیر اور اس کی تصویر کے درمیان نسبت محاکات کی ہوگئی۔ اور نسبت اضمحلال سے مراد یہ ہے کہ اس کو نظر انداز کر کے ذہن اصل چیز کی طرف پہنچ جائے۔ جیسا کہ ہم خارج کی چیزوں کو دیکھتے ہیں ان کی صورتیں دراصل ہمارے ذہن میں ہوتی ہیں۔ لیکن ان کا جو خارجی مکشاف ہے۔ شکلیں جس کا کشف کرتی ہیں۔ ہمارا دھیان ادھر ہی ہوتا ہے اور ہم ان ذہنی صورتوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں اور یہ کبھی خیال نہیں آیا کہ یہ صورتیں خارجی چیزوں کے منکشف ہونے کا ذریعہ ہیں بلکہ ہمارے ہاں خارجی چیزیں ہی ہمیں دکھائی دیتی ہیں یہ اضمحلال ہے کہ واسطے کو نظر انداز کر دینا، اور نظر کا دوسری جگہ پہنچ جانا، لہذا جب یہ دو نسبتیں کسی چیز میں پیدا ہو جائیں تو اس کا نام ہے مادہ تجلی۔ مادہ تجلی کا ذکر جب کلام الہی میں آجائے تو وہ تجلی بالفعل ہو جاتی ہے اور اس پر ایمان لانا ضروری ہوتا ہے۔ اس کے بعد انہوں نے اس تجلی کی چار قسمیں

بیان کی ہیں۔ تجلیات مجردۃ، تجلیات صوری، تجلیات معنوی، تجلیات مثالی۔ یہ چار شکلیں بیان کی ہیں۔ تجلی مجرد کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس میں زمان و مکان جیسی چیزوں کا لحاظ نہیں رکھا گیا۔ اس کی مثال دیتے ہیں کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی تجلی عرش پر ہے اور تجلی مثالی یہ ہے کہ عالم مثال میں ہر ایک چیز کی شکل ہے۔ اس میں انسان کی شکل بھی ہے۔ انسان کی شکل کے آگے جو اللہ تعالیٰ کی تجلی ہے وہ بالکل انسان کی شکل میں ہی ہے "إن الله خلق أدم علی صورته[1]" یہ مثالی تجلی ہے۔ اسی طرح حدیث میں آتا ہے کہ پچھلی رات اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر اترتا ہے، دراصل فلاسفہ کا خیال ہے کہ ان افلاک میں ایک قوت منطبعہ ہوتی ہے اس قوت منطبعہ میں جو شکل پیدا ہوتی ہے تجلی نزول اس معنی کے ساتھ ہے اس کے لئے کچھ شرائط بھی ہوتی ہیں ان شرطوں کے ساتھ وہ تجلی ہوتی ہے۔

اور تجلی صوری یہ ہے کہ انسان کو خواب میں کوئی شکل نظر آجائے یا ویسے ہی دکھائی دے دے۔ اس کو تجلی خیالی بھی کہتے ہیں۔ اور صوری بھی کہہ دیتے ہیں۔ اور تجلی معنوی یہ ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ کے اسماء وغیرہ کا انکشاف ہو جائے۔ مولانا شاہ محمد اسماعیل شہید نے کہا ہے کہ ایک تجلی شہادی بھی ہوتی ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ جس طرح موسیٰ علیہ السلام نے آگ دیکھی تھی اور اس کا وجود شہادی تھا۔ لیکن یہ مسئلہ تجلی شہادی کا غلط معلوم ہوتا ہے کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کی دیکھی ہوئی آگ کو اللہ نہیں کہہ سکتے۔ اگرچہ وہاں آواز اللہ تعالیٰ کی تھی اور اسی کی طرف سے تھی جیسا کہ قرآن کریم میں ہے " و نودی من شاطئ الواد الأیمن فی البقعة المبارکة من الشجرة[2]" یعنی درخت کے پاس سے آواز آرہی تھی "یاموسی إنی أنا الله رب العالمین[3]" اسکا یہ معنی نہیں ہے کہ درخت کہہ رہا تھا کہ میں اللہ ہوں۔ جیسا کہ بعض صوفی گپیں ہانکتے ہیں کہ جب درخت اپنے آپ کو اللہ کہہ سکتا ہے تو انسان بھی کہہ سکتا ہے کہ میں اللہ ہوں۔ اس لئے وہ کہتے ہیں کہ منصور نے جو کہا تھا وہ ٹھیک تھا۔ اسی طرح عیسائی بھی کہتے ہیں کہ تم کہتے ہو کہ اللہ کعبہ میں تجلی کرتا ہے اور وہ اینٹوں کا بنا ہوا ہے۔ اور یہودیوں کا بیت المقدس پہلے کپڑے کا بنا ہوا تھا۔ تو جب اینٹوں کے بنے ہوئے کعبے میں اور کپڑے کے بنے ہوئے خیمہ میں اللہ تعالیٰ کی تجلی ہو سکتی ہے تو انسان تو اشرف المخلوقات ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی تجلی کیوں نہیں ہو سکتی؟ لہذا مسیح علیہ السلام میں اللہ تعالیٰ کی تجلی ہوئی ہے۔ اور آدم علیہ السلام میں بھی اللہ تعالیٰ کی تجلی ہوئی تھی۔ جبکہ اسے سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ وہ اللہ تعالیٰ کی تجلی کو سجدہ تھا۔

گر　نبودِ　ذاتِ　حق　اندر　وجود
آب　و　گل　را کے　کند　ملکِ　سجود

یہ صوفیوں کی گپیں ہیں۔ لہذا تجلی شہادی کو پہلے صوفیوں نے ذکر نہیں کیا۔

---

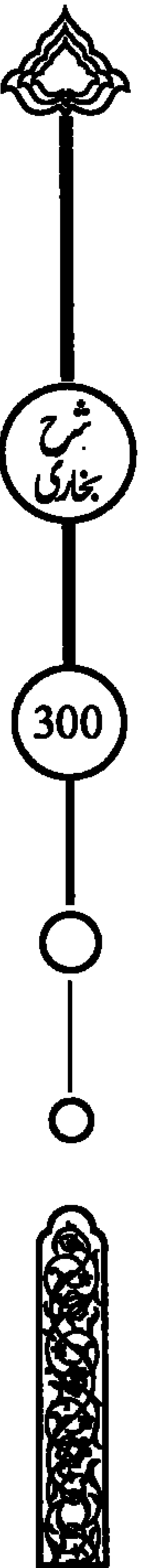
[1] مسلم (۱۱۵) ۲۶۱۲ ج ۴ ص ۲۰۱۷۔
[2] القصص: ۳۰
[3] القصص: ۳۰

ایک مرتبہ عیسائیوں سے گفتگو ہوئی۔ انہوں نے کہا کہ قرآن میں آتا ہے۔ اللہ کی تجلی آگ میں ہوئی۔ جب نار میں تجلی ہوسکتی ہے۔ توانسان میں بھی اللہ کی تجلی ہوسکتی ہے۔ انہیں جواب دیا گیا کہ قرآن کریم میں "بورك من فی النار[1]" آیا ہے۔ اور بورک صیغہ مجہول ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے ذات باری تعالیٰ مراد نہیں بلکہ اس کے علاوہ کوئی اور مراد ہے اگر اس سے ذات الٰہی مراد ہوتی تو بورک نہیں بلکہ "تبارك من فی النار" ہونا چاہیئے تھا۔ درخت سے آواز آنے کا یہ مطلب نہیں کہ درخت ہی اللہ بن گیا ہو جیسا کہ ٹیلیفون سے آواز آئے تو آواز دینے والا ٹیلیفون تو نہیں بن جاتا۔ بولنے والا تو پیچھے کوئی اور ہوتا ہے۔

اگر تجلی شہادی کو تسلیم کر لیا جائے تو عیسائی دعویٰ کر سکتے ہیں کہ عالم شہادت میں مسیح کی شکل میں یہ تجلی الٰہی تھی۔ لہٰذا یہ صحیح نہیں ہے۔ باقی قسمیں ہیں۔ مجرد، مثالی، معنوی اور صوری۔ جب دو نسبتیں پیدا ہو جائیں تو وہ تجلی بالقوہ ہوتی ہے۔ اور جب وحی الٰہی میں ذکر ہو جائے تو تجلی بالفعل ہوتی ہے اس پر ایمان لانا ضروری ہے۔ قرآن کریم میں سات مقامات میں "ثم استوی علی العرش" آتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کی جو عرش پر تجلی ہے اس پر ایمان لانا چاہیئے۔ معتزلہ کی طرح اسے استولیٰ کے معنی میں نہیں کرنا چاہیئے۔ تجلی کا مطلب یہ ہے کہ وہاں جو اللہ تعالیٰ کی تجلی کا ظہور ہے اس میں انسان کی نظر اللہ تعالیٰ کی طرف ہی جاتی ہے۔ درمیان سے شکل کو نظر انداز کر دیا جائے اور نظر سیدھی متجلی کی طرف پہنچ جائے۔ یہ تجلی کی صورت ہوتی ہے۔ صوفی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا پچھلی رات جو نزول ہوتا ہے وہ تجلی مثالی ہے ثلث لیل کی خاص استعداد کی وجہ سے افلاک میں قوت منطبعہ پیدا ہوتی ہے۔

اس بارہ میں بھی اختلاف ہے کہ ثلث لیل میں نزول ہوتا ہے یا آدھی رات ہوتا ہے یا پہلے ثلث میں شروع ہو جاتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ہوسکتا ہے کہ ابتداء پہلے ثلث میں ہو۔ اور جب نصف سے زیادہ ہو جائے تو اخیر میں مکمل ہو جائے۔ یہ تطبیق کی صورت بن سکتی ہے ورنہ عام احادیث میں "ثلث اللیل الأخر" ہی آتا ہے۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ جب انسان نماز پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے آگے ہوتے ہیں[2]۔ یہ لوگ اسے بھی تجلی پر محمول کرتے ہیں۔ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ہی ہے۔ اور اس کا آسمان دنیا پر نزول بلاکیف ہے۔ معتزلہ کہتے ہیں کہ یہ بلاکیف کہہ چھوڑتے ہیں۔ جبکہ بلاکیف کہنے سے تجلی کا مسئلہ حل ہو گیا ہے اب کوئی اعتراض نہیں آتا۔ کیونکہ جن کو حوادثات کہتے ہیں ان کا خارج میں تجلی سے تعلق ہے۔ اور موصوف متجلی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہی ہاتھ پاؤں مراد ہیں گویا حوادثات تجلی میں ہیں لیکن موصوف متجلی ہے۔ جیسا کہ جب سورج نکلتا ہے تو سرخ نظر آتا ہے۔ وہ سرخ سورج ہی ہوتا ہے کوئی اور چیز نہیں ہوتی۔ لیکن سرخی اس کے اندر نہیں ہوتی اگر سرخی اس کے اندر ہو تو ہر جگہ سرخ نظر آئے۔ اس وقت کہیں نصف النہار ہوتا ہے اور کہیں عشاء کا وقت ہوتا ہے تو ہر جگہ سرخ نہیں ہوتا۔ سرخی کے ساتھ سورج کا موصوف ہونا حقیقت ہے۔ لیکن سورج کے اندر سرخی نہیں۔ دراصل



---

(1) النمل ۸

(2) صحیح بخاری ۴۰۶۔

ایمان ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی بات پر ہونا چاہیئے کہ اللہ تعالی کا نزول بلا کیف ہے۔ اس کیفیت کی جو صوفیوں نے تعیین کر دی ہے اس کی طرف جانا جائز نہیں ہے کیونکہ ہر ممکن چیز پر انسان کا احاطہ نہیں ہے۔ جب شریعت نے کہہ دیا ہے کہ اللہ تعالی عرش پر حقیقۃً ہے اور اس کا آسمان دنیا پر نازل ہونا بھی حقیقۃً ہے۔ اس لئے اس پر بلا کیف ایمان لانا چاہیئے اس کیفیت کو ویسے ذہن میں رکھنا چاہیئے کہ ممکن ہے کہ یہ ہو اور ممکن ہے کہ کوئی اور ہو۔ یہ نہیں کہ جو کچھ انہوں نے کہہ دیا وہ ٹھیک ہے۔ لیکن جب اسے استعمال کیا جائے تو بلا کیف کہنا چاہیئے اور جو تخیلات ذہن میں پیدا ہوتے ہیں ان کو اس طرح رفع کیا جا سکتا ہے کہ یہ بلا کیف ہے اور ان کی حقیقت کو اللہ تعالی ہی جانتا ہے۔

١٥ ۔ بَابُ مَنْ نَامَ أَوَّلَ اللَّيْلِ وَأَحْيَا آخِرَهُ:

باب: جو شخص رات کے شروع میں سو جائے اور اخیر میں جاگے

وَقَالَ سَلْمَانُ لِأَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: نَمْ فَلَمَّا كَانَ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ قَالَ: قُمْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: صَدَقَ سَلْمَانُ.

اور سلمان فارسی نے ابو درداء (رضی اللہ عنہما) سے فرمایا کہ شروع رات میں سو جا اور آخر رات میں عبادت کر۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا تھا کہ سلمان نے بالکل سچ کہا۔

"قولہ صدق سلمان" حضرت ابو الدرداء اور حضرت سلمان میں مواخاۃ اور بھائی چارہ تھا حضرت سلمان ایک دن اپنے بھائی ابو الدرداء کے پاس گئے دیکھا کہ اُم الدرداء بالکل سادہ حالت میں ہے۔ اس بارہ میں پوچھا تو ام الدرداء نے جواب دیا کہ تیرے بھائی کو دنیا کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ وہ ہر روز روزہ رکھتا ہے اور ساری رات قیام کرتا ہے۔ ابو الدرداء آئے تو انہیں اپنے ساتھ کھانا کھلا دیا۔ رات کو جب اٹھنے لگے تو کہا ابھی ٹھہر جاؤ۔ پھر اٹھنے لگے تو انہیں روک لیا جب اخیر رات ہوئی تو کہا اب اٹھ کر قیام کریں۔ تیری جان کا تجھ پر حق ہے تیری آنکھوں کا تجھ پر حق ہے اور تیری بیوی کا بھی تجھ پر حق ہے۔ صبح نبی کریم علیہ السلام کے پاس آئے اور آپ کے پاس ذکر کیا تو آپ نے فرمایا "صدق سلمان"۔

١١٤٦: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ. ح وحَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا كَيْفَ كَانَتْ صَلَاةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ؟ قَالَتْ: كَانَ يَنَامُ أَوَّلَهُ وَيَقُومُ آخِرَهُ فَيُصَلِّي ثُمَّ يَرْجِعُ إِلَى فِرَاشِهِ، فَإِذَا أَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ وَثَبَ، فَإِنْ كَانَ بِهِ حَاجَةٌ اغْتَسَلَ وَإِلَّا تَوَضَّأَ وَخَرَجَ".

ہم سے ابو الولید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، (دوسری سند) اور مجھ سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے ابو اسحاق عمرو بن عبد اللہ نے، ان سے اسود بن یزید نے، انہوں نے بتلایا کہ میں نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم رات میں نماز کیونکر پڑھتے تھے؟ آپ نے بتلایا کہ شروع رات میں سو رہتے اور آخر رات میں بیدار ہو کر تہجد کی نماز پڑھتے۔ اس کے بعد بستر پر آ جاتے اور جب مؤذن اذان دیتا تو جلدی سے اٹھ بیٹھتے۔ اگر غسل کی ضرورت ہوتی تو غسل کرتے ورنہ وضو کرکے باہر تشریف لے جاتے۔

١٦ - بَابُ قِيَامِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ فِي رَمَضَانَ وَغَيْرِهِ:

باب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا رمضان اور غیر رمضان میں رات کو نماز پڑھنا

١١٤٧: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ، أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا كَيْفَ كَانَتْ صَلَاةُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَمَضَانَ؟ فَقَالَتْ: «مَا كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزِيدُ فِي رَمَضَانَ وَلَا فِي غَيْرِهِ عَلَى إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً، يُصَلِّي أَرْبَعًا فَلَا تَسَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ، ثُمَّ يُصَلِّي أَرْبَعًا فَلَا تَسَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ، ثُمَّ يُصَلِّي ثَلَاثًا، قَالَتْ عَائِشَةُ: فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ أَتَنَامُ قَبْلَ أَنْ تُوتِرَ؟ فَقَالَ: يَا عَائِشَةُ إِنَّ عَيْنَيَّ تَنَامَانِ وَلَا يَنَامُ قَلْبِي».

ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک رحمہ اللہ نے خبر دی، انہیں سعید بن ابوسعید مقبری نے خبر دی، انہیں ابوسلمہ بن عبدالرحمن نے خبر دی کہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے انہوں نے پوچھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں (رات کو) کتنی رکعتیں پڑھتے تھے۔ آپ نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (رات میں) گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ خواہ رمضان کا مہینہ ہوتا یا کوئی اور۔ پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم چار رکعت پڑھتے۔ ان کی خوبی اور لمبائی کا کیا پوچھنا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم چار رکعت اور پڑھتے ان کی خوبی اور لمبائی کا کیا پوچھنا۔ پھر تین رکعتیں پڑھتے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ وتر پڑھنے سے پہلے ہی سو جاتے ہیں؟ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عائشہ! میری آنکھیں سوتی ہیں لیکن میرا دل نہیں سوتا۔





"قولہ یصلي أربعًا" اس سے بعض علماء نے استدلال کیا ہے کہ رات کی نماز چار چار رکعتیں پڑھنا بھی ثابت ہیں مولانا عبدالرحمن مبارکپوری بھی اس کے قائل ہیں۔ لیکن انور شاہ نے یہاں کہا ہے کہ "یصلي أربعًا" کا مطلب ہے کہ چار رکعتیں ایک سلسلہ میں ہوتی تھیں۔ یہ مطلب نہیں کہ چار پڑھ کر سلام پھیرتے تھے کیونکہ مسلم کی حدیث میں اس بات کی تصریح موجود ہے کہ آپ دو، دو رکعت کے بعد سلام پھیرتے تھے [1]۔

"قولہ ولاینام قلبي" اس سے مراد یہ ہے کہ میں غافل نہیں ہوتا۔ اگر سویا ہوا ہوں تو گہری نیند نہیں ہوتی



[1] مسلم (٧٣٦) ١٢٢

اور یہ اس سوال کا جواب بھی ہوسکتا ہے کہ آپ سونے کے بعد بغیر وضوء کے نماز کیونکر پڑھ لیتے ہیں۔

١١٤٨: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ هِشَامٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: «مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي شَيْءٍ مِنْ صَلَاةِ اللَّيْلِ جَالِسًا حَتَّى إِذَا كَبِرَ قَرَأَ جَالِسًا، فَإِذَا بَقِيَ عَلَيْهِ مِنَ السُّورَةِ ثَلَاثُونَ أَوْ أَرْبَعُونَ آيَةً قَامَ فَقَرَأَهُنَّ ثُمَّ رَكَعَ».

ہم سے محمد بن مثنی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا اور انہوں نے کہا کہ ہم سے ہشام بن عروہ نے بیان کیا کہ مجھے میرے باپ عروہ نے خبر دی کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بتلایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رات کی کسی نماز میں بیٹھ کر قرآن پڑھتے نہیں دیکھا۔ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بوڑھے ہو گئے تو بیٹھ کر قرآن پڑھتے تھے لیکن جب تیس چالیس آیتیں رہ جاتیں تو کھڑے ہو جاتے پھر اس کو پڑھ کر رکوع کرتے تھے۔

"قولہ قام فقرأهن ثم ركع" یعنی جب آپ عمر رسیدہ ہوگئے تو بیٹھ کر قیام کرنے لگے۔ آپ بیٹھ کر قراءت کرتے رہتے اور جب سورت سے تیس یا چالیس آیات باقی رہ جاتیں تو کھڑے ہو کر قراءت کرتے تھے۔ پھر رکوع میں جاتے لیکن ایک حدیث میں آتا ہے کہ آپ کھڑے نہیں ہوتے تھے۔[1] اور تطبیق کی صورت یہ ہے کہ اگر ساری قراءت بیٹھ کر ہوتی تو صرف رکوع کے لئے کھڑے نہیں ہوتے تھے۔ اور اگر قیام کا کچھ حصہ باقی ہوتا تو کھڑے ہوتے اور تیس یا چالیس آیات پڑھتے تھے اور یہ قیام قراءت کے لئے ہوتا تھا۔

١٧ ـ بَابُ فَضْلِ الطُّهُورِ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَفَضْلِ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْوُضُوءِ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ:

باب: دن اور رات میں باوضو رہنے کی فضیلت اور وضو کے بعد رات اور دن میں نماز پڑھنے کی فضیلت کا بیان

١١٤٩: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ أَبِي حَيَّانَ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِبِلَالٍ عِنْدَ صَلَاةِ الْفَجْرِ: يَا بِلَالُ حَدِّثْنِي بِأَرْجَى عَمَلٍ عَمِلْتَهُ فِي الْإِسْلَامِ، فَإِنِّي سَمِعْتُ دَفَّ نَعْلَيْكَ بَيْنَ يَدَيَّ فِي الْجَنَّةِ، قَالَ: مَا عَمِلْتُ عَمَلًا أَرْجَى عِنْدِي أَنِّي لَمْ أَتَطَهَّرْ طَهُورًا فِي سَاعَةِ لَيْلٍ أَوْ نَهَارٍ إِلَّا صَلَّيْتُ بِذَلِكَ الطُّهُورِ مَا كُتِبَ لِي أَنْ أُصَلِّيَ». قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: دَفَّ نَعْلَيْكَ يَعْنِي تَحْرِيكَ.

ہم سے اسحاق بن نصر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابواسامہ حماد بن اسامہ نے بیان کیا، ان سے

[1] صحیح بخاری ١١٤٨۔

ابوحیان یحیٰی بن سعید نے بیان کیا، ان سے ابوزرعہ نے بیان کیا اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ عنہ سے فجر کے وقت پوچھا کہ اے بلال! مجھے اپنا سب سے زیادہ امید والا نیک کام بتاؤ جسے تم نے اسلام لانے کے بعد کیا ہے کیونکہ میں نے جنت میں اپنے آگے تمہارے جوتوں کی چاپ سنی ہے۔ بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میں نے تو اپنے نزدیک اس سے زیادہ امید کا کوئی کام نہیں کیا کہ جب میں نے رات یا دن میں کسی وقت بھی وضو کیا تو میں اس وضو سے نفل نماز پڑھتا رہتا جتنی میری تقدیر لکھی گئی تھی۔

"قوله سمعت دف نعليك في الجنة" یہ خواب کا واقعہ ہے اور آپ نے جنت میں ان کے جوتوں کی آہٹ خواب میں سنی تھی جیسا کہ اس سے قبل "صلاة الفجر" کا لفظ اس پر دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ آپ کی عادت مبارکہ تھی کہ نماز فجر کے بعد اپنا خواب بیان کیا کرتے تھے اور صحابہ کرام کے خوابوں کی تعبیر بھی نماز فجر کے بعد کیا کرتے تھے۔

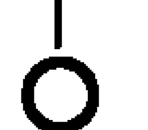
"قوله إلا صليت بذلك الطهور" اس سے حافظ رحمہ اللہ نے بریلویوں جیسا استدلال کیا ہے کہ اپنی طرف سے نماز کے لئے کوئی وقت مقرر کر لینا جائز ہے۔ جیسے بریلوی ایصالِ ثواب کے لئے تیسرا یا ساتواں دن مقرر کرتے ہیں لیکن یہ استدلال قوی نہیں ہے کیونکہ اس میں یہ ذکر نہیں ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے اسے اس نماز کا حکم نہ دیا ہو۔ اور قرآن کریم کی آیت "إذا قمتم إلي الصلاة فاغسلوا وجوهكم وأيديكم......[1]" سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وضوء دراصل نماز کے لئے ہی کیا جاتا ہے۔ اس لئے حضرت بلال رضی اللہ عنہ جب وضوء کرتے تو نماز پڑھتے تھے۔ اور اگر نماز نہ پڑھی جائے تو وضوء مقصد سے خالی ہو جائے گا۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کہنے سے اس کی تائید ہو گئی ہے۔ اگر قولاً نہ بھی ثابت ہو تو یہ بات تقریراً ثابت ہو گئی۔ لہٰذا کسی چیز کی اس طرح تعیین کر لینا کہ اسے شریعت بنا لیا جائے یہ جائز نہیں ہے۔ ہاں جو وظائف ثابت ہیں ان کی اگر تعیین کر لے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ حدیث میں آتا ہے "اكلفوا من العمل ما تطيقون[2]" یعنی اتنا عمل کرو جتنی طاقت ہے۔



١٨ ـ بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ التَّشْدِيدِ فِي الْعِبَادَةِ:

باب: عبادت میں بہت سختی اٹھانا مکروہ ہے





١١٥٠: حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: «دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا حَبْلٌ مَمْدُودٌ بَيْنَ السَّارِيَتَيْنِ، فَقَالَ: مَا هَذَا الْحَبْلُ؟، قَالُوا: هَذَا حَبْلٌ لِزَيْنَبَ فَإِذَا فَتَرَتْ تَعَلَّقَتْ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا حُلُّوهُ لِيُصَلِّ أَحَدُكُمْ نَشَاطَهُ فَإِذَا



---

[1] المائدة:٦۔

[2] سنن ابی داؤد ١٣٦٨ ج ٢ ص ٤٨۔

فَتَرَ فَلْيَقْعُدْ».

ہم سے ابو معمر عبداللہ بن عمرو نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالوارث بن سعد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالعزیز بن صہیب نے بیان کیا، ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر ایک رسی پر پڑی جو دو ستونوں کے درمیان تنی ہوئی تھی۔ دریافت فرمایا کہ یہ رسی کیسی ہے؟ لوگوں نے عرض کی کہ یہ زینب رضی اللہ عنہا نے باندھی ہے جب وہ (نماز میں کھڑی کھڑی) تھک جاتی ہیں تو اس سے لٹکی رہتی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں یہ رسی نہیں ہونی چاہیے اسے کھول ڈالو، تم میں ہر شخص کو چاہیے جب تک دل لگے نماز پڑھے، تھک جائے تو بیٹھ جائے۔

نفلی عبادت طاقت سے زیادہ کرنا منع ہے۔ کیونکہ اس سے بیمار ہوجانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ اور طاقتیں مختلف ہوتی ہیں۔ اس لئے تحدید نہیں ہوسکتی۔ بعض کہتے ہیں سنت کے ساتھ تحدید ہوسکتی ہے کہ سنت سے زیادہ نہ کرے۔ لیکن ایک عدد کے لحاظ سے ہے اور ایک بلحاظ کیفیت ہے۔ دونوں کو ملحوظ رکھ کر تحدید ہوسکتی ہے۔ اگر ایک شخص سمجھتا ہے کہ میں نبی کریم علیہ السلام کی کیفیت پر نماز ادا نہیں کرسکتا تو مختصر کرلے۔ اور رکعتیں زیادہ کرلے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن اسے شریعت نہیں بناسکتا کہ مسجد میں ان کو باجماعت شروع کردے۔ ایسا نہیں ہونا چاہیئے۔

"قوله حتى تملوا" یعنی تم اکتا جاؤگے اور اللہ تعالی بھی۔ اور اللہ تعالی کے اکتانے سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالی جزا دینا چھوڑ دیگا۔ یہ لفظ مقابلہ کے لئے بول دیئے گئے ہیں گویا اللہ تعالی کے ترک جزاء کا نام ملال مشاکلت کے لئے رکھا گیا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے "جزاء سيئة سيئة مثلها[1]" اب برائی کی جزاء کو تو برا نہیں کہا جاسکتا۔ کیونکہ بدلہ لینا جائز ہے ویسے پہلی برائی کی اور دوسری کی شکل ایک جیسی ہے۔ کہ اس نے مارا۔ اور آگے اس نے بھی ہورا کڈھ مارا۔ مشاکلت کی وجہ سے اسے سیئہ کہہ دیا گیا ہے۔ اور ایسے ہی قرآن کریم میں "صبغة الله" آتا ہے عیسائی کسی دوسرے کو عیسائی بنانے کے لئے اصطباغ کرتے اور اس پر خاص پانی کے چھینٹے مارتے تھے۔ اس کا نام اصطباغ ہے۔ بعض عیسائی اسے اعتماد کہتے ہیں پنجابی میں اس کا نام بپتسمہ ہے۔ یہ لفظ پنجابی نہیں ہے ویسے پنجابی میں یہ لفظ بولا جاتا ہے اور اسے عیسائی بھی استعمال کرتے ہیں۔ ان کے ہاں عیسیٰ علیہ السلام بھی یحییٰ علیہ السلام کے پاس بپتسمہ لینے گئے تھے اور یہ رسم پوری کی تھی اور ان کے بقول یحییٰ علیہ السلام نے کہا تھا جو میرے بعد آئیگا وہ روح القدس کا بپتسمہ دے گا۔ قرآن کریم میں بھی "صبغة الله[2]" کا لفظ مشاکلت کے لئے بولا گیا ہے اور ان کے اصطباغ کے مقابلہ میں آیا ہے ورنہ اسلام میں "لا إله إلا الله محمد رسول الله" پڑھنا ہوتا ہے یہ کلمۃ التوحید پڑھنا "صبغة الله" ہے۔

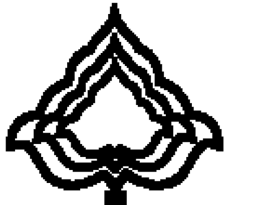
---

[1] الشوریٰ:۴۰۔

[2] البقرہ:۱۳۸۔

١١٥١: وَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: «كَانَتْ عِنْدِي امْرَأَةٌ مِنْ بَنِي أَسَدٍ فَدَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: مَنْ هَذِهِ؟، قُلْتُ: فُلَانَةُ لَا تَنَامُ بِاللَّيْلِ فَذُكِرَ مِنْ صَلَاتِهَا، فَقَالَ: مَهْ عَلَيْكُمْ مَا تُطِيقُونَ مِنَ الْأَعْمَالِ، فَإِنَّ اللهَ لَا يَمَلُّ حَتَّى تَمَلُّوا».

اور امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا، ان سے مالک رحمہ اللہ نے، ان سے ہشام بن عروہ نے، ان سے ان کے والد نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میرے پاس بنو اسد کی ایک عورت بیٹھی تھی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو ان کے متعلق پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ میں نے کہا کہ یہ فلاں خاتون ہیں جو رات بھر نہیں سوتیں۔ ان کی نماز کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ذکر کیا گیا۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بس تمہیں صرف اتنا ہی عمل کرنا چاہیے جتنے کی تم میں طاقت ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تو (ثواب دینے سے) تھکتا ہی نہیں تم ہی عمل کرتے کرتے تھک جاؤ گے۔



١٩ - بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنْ تَرْكِ قِيَامِ اللَّيْلِ لِمَنْ كَانَ يَقُومُهُ:

باب: جو شخص رات کو عبادت کیا کرتا تھا وہ اگر اسے چھوڑ دے تو اس کی یہ عادت مکروہ ہے

١١٥٢: حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ الْحُسَيْنِ، حَدَّثَنَا مُبَشِّرٌ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ. ح وحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَبُو الْحَسَنِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ، أَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، قَالَ: حَدَّثَنِيعَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يَا عَبْدَ اللهِ لَا تَكُنْ مِثْلَ فُلَانٍ، كَانَ يَقُومُ اللَّيْلَ فَتَرَكَ قِيَامَ اللَّيْلِ»، وَقَالَ هِشَامٌ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي الْعِشْرِينَ، حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْحَكَمِ بْنِ ثَوْبَانَ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ مِثْلَهُ، وَتَابَعَهُ عَمْرُو بْنُ أَبِي سَلَمَةَ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ.

ہم سے عباس بن حسین نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے مبشر بن اسماعیل حلبی نے، اوزاعی سے بیان کیا (دوسری سند) اور مجھ سے محمد بن مقاتل ابوالحسن نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، انہیں امام اوزاعی نے خبر دی کہا کہ مجھ سے یحییٰ بن ابی کثیر نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے بیان کیا، کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عبداللہ! فلاں کی طرح نہ ہو جانا وہ رات میں عبادت کیا کرتا تھا پھر چھوڑ دی۔ اور



ہشام بن عمار نے کہا کہ ہم سے عبدالحمید بن ابوالعشرین نے بیان کیا، ان سے امام اوزاعی نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے یحیٰی نے بیان کیا، ان سے عمرو بن حکم بن ثوبان نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے، اسی طرح پھر یہی حدیث بیان کی، ابن ابی العشرین کی طرح عمرو بن ابی سلمہ نے بھی اس کو امام اوزاعی سے روایت کیا۔

صوفیوں کا قول ہے "تارك الورد ملعون" ورد چھوڑ دینے والا ملعون ہے۔ کیونکہ وہ ورد ایک قسم کی نذر بن جاتی ہے اس لئے اسے چھوڑنا نہیں چاہیئے۔ اور عمل پر مداومت کرنی چاہیئے۔

بَابٌ:

باب:۔۔۔

١١٥٣: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي الْعَبَّاسِ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرٍو رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَلَمْ أُخْبَرْ أَنَّكَ تَقُومُ اللَّيْلَ وَتَصُومُ النَّهَارَ. قُلْتُ: إِنِّي أَفْعَلُ ذَلِكَ. قَالَ: فَإِنَّكَ إِذَا فَعَلْتَ ذَلِكَ هَجَمَتْ عَيْنُكَ وَنَفِهَتْ نَفْسُكَ، وَإِنَّ لِنَفْسِكَ حَقٌّ وَلِأَهْلِكَ حَقٌّ، فَصُمْ وَأَفْطِرْ وَقُمْ وَنَمْ».

ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے عمرو بن دینار نے، ان سے ابوالعباس سائب بن فروخ نے کہا میں نے عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے سنا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا یہ خبر صحیح ہے کہ تم رات بھر عبادت کرتے ہو اور پھر دن میں روزے رکھتے ہو؟ میں نے کہا کہ جی ہاں، یارسول اللہ! میں ایسا ہی کرتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لیکن اگر تم ایسا کرو گے تو تمہاری آنکھیں (بیداری کی وجہ سے) بیٹھ جائیں گی اور تیری جان ناتواں ہو جائے گی۔ یہ جان لو کہ تم پر تمہارے نفس کا بھی حق ہے اور بیوی بچوں کا بھی۔ اس لیے کبھی روزہ بھی رکھو اور کبھی بلا روزے کے بھی رہو، عبادت بھی کرو اور سوؤ بھی۔

یہ بلاترجمہ باب پہلے باب سے فصل کے قائم مقام ہے اور یہ اس لئے لائے ہیں کہ اس کے تحت آنیوالی حدیث سے تعلق صریح نہیں ہے۔ یعنی ترک قیام سے مناسبت صریح نہیں ہے۔ جو بات اس میں صراحت سے ذکر ہے وہ یہ ہے کہ اے عبداللہ عبادت لمبی نہ کیا کر۔ جیسا کہ تو ساری رات قیام کرتا رہتا ہے۔ اور اس کی علت یہی ہے کہ لمبی عبادت کرنے والا آخر کار اکتا کر چھوڑ دیتا ہے۔ اور عبادت کا چھوڑنا مکروہ ہے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے "المنبت ماقطع أرضا ولاأبقی ظهرًا" یعنی جو شخص سفر میں دوڑنا شروع کر دے یا سواری خوب دوڑائے تو وہ نہ سواری کو چھوڑتا ہے اور نہ زمین کو طے کرتا ہے کیونکہ وہ تھک ہار کر رہ جاتا ہے۔ لہذا ٹوٹ کر کسی چیز کے پیچھے نہیں پڑنا چاہیئے۔

٢١ ـ بَابُ فَضْلِ مَنْ تَعَارَّ مِنَ اللَّيْلِ فَصَلَّى:

باب: جس شخص کی رات کو آنکھ کھلے پھر وہ نماز پڑھے اس کی فضیلت

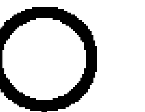
١١٥٤: حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ، أَخْبَرَنَا الْوَلِيدُ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، قَالَ: حَدَّثَنِي عُمَيْرُ بْنُ هَانِئٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي جُنَادَةُ بْنُ أَبِي أُمَيَّةَ، حَدَّثَنِي عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «مَنْ تَعَارَّ مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، الْحَمْدُ لِلَّهِ وَسُبْحَانَ اللَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ، ثُمَّ قَالَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي أَوْ دَعَا اسْتُجِيبَ لَهُ، فَإِنْ تَوَضَّأَ وَصَلَّى قُبِلَتْ صَلَاتُهُ».

ہم سے صدقہ بن فضل نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو ولید بن مسلم نے امام اوزاعی سے خبر دی، کہا کہ مجھ کو عمیر بن ہانی نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے جنادہ بن ابی امیہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عبادہ بن صامت نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص رات کو بیدار ہو کر یہ دعا پڑھے «لا إله إلا الله وحده لا شريك له، له الملك، وله الحمد، وهو على كل شيء قدير. الحمد لله، وسبحان الله، ولا إله إلا الله، والله أكبر، ولا حول ولا قوة إلا بالله» (ترجمہ) اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ملک اسی کے لیے ہے اور تمام تعریفیں بھی اسی کے لیے ہیں، اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں، اللہ کی ذات پاک ہے، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ کی مدد کے بغیر نہ کسی کو گناہوں سے بچنے کی طاقت ہے نہ نیکی کرنے کی ہمت پھر یہ پڑھے «اللهم اغفر لي» (ترجمہ) اے اللہ! میری مغفرت فرما۔ یا (یہ کہا کہ) کوئی دعا کرے تو اس کی دعا قبول ہوتی ہے۔ پھر اگر اس نے وضو کیا (اور نماز پڑھی) تو نماز بھی مقبول ہوتی ہے۔



تعارّ، را کی تشدید کے ساتھ۔ استیقظ کے معنیٰ میں ہے۔ لیکن مطلق بیدار ہونے پر تعارّ نہیں بولا جاتا بلکہ اٹھتے ہوئے ذکر بھی کیا جائے اور دعاء پڑھتا ہوا اٹھے۔ اور اس کی عادت ڈالنی چاہیے۔

"قوله إذا استثقلت بالمشركين المضاجع" یعنی جب بستروں پر مشرکین کا بوجھ پڑا ہوتا ہے اور وہ سوئے ہوئے گڑوں گڑوں کر رہے ہوتے ہیں اس وقت اللہ کا رسول اٹھ کر نماز پڑھ رہا ہوتا ہے۔ چاہیے یہ تھا کہ "إذا استثقل المشركون بالمضاجع" ہوتا۔ لیکن مجازاً اس کے برعکس آ گیا ہے۔





١١٥٥: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِي الْهَيْثَمُ بْنُ أَبِي سِنَانٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَهُوَ يَقُصُّ فِي قَصَصِهِ وَهُوَ يَذْكُرُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ أَخًا لَكُمْ لَا يَقُولُ الرَّفَثَ يَعْنِي بِذَلِكَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ رَوَاحَةَ: «وَفِينَا رَسُولُ اللَّهِ يَتْلُو كِتَابَهُ إِذَا انْشَقَّ مَعْرُوفٌ



مِنَ الْفَجْرِ سَاطِعُ أَرَانَا الْهُدَى بَعْدَ الْعَمَى فَقُلُوبُنَا بِهِ مُوقِنَاتٌ أَنَّ مَا قَالَ وَاقِعُ يَبِيتُ يُجَافِي جَنْبَهُ عَنْ فِرَاشِهِ إِذَا اسْتَثْقَلَتْ بِالْمُشْرِكِينَ الْمَضَاجِعُ»، تَابَعَهُ عُقَيْلٌ، وَقَالَ الزُّبَيْدِيُّ: أَخْبَرَنِي الزُّهْرِيُّ، عَنْ سَعِيدٍ وَالْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ.

ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے یونس نے، ان سے ابن شہاب نے، انہوں نے کہا کہ مجھ کو ہیثم بن ابی سنان نے خبر دی کہ انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ اپنے وعظ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کر رہے تھے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ تمہارے بھائی نے (اپنے نعتیہ اشعار میں) یہ کوئی غلط بات نہیں کہی۔ آپ کی مراد عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ اور ان کے اشعار سے تھی جن کا ترجمہ یہ ہے: ہم میں اللہ کے رسول موجود ہیں، جو اس کی کتاب اس وقت ہمیں سناتے ہیں جب فجر طلوع ہوتی ہے۔ ہم تو اندھے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں گمراہی سے نکال کر صحیح راستہ دکھایا۔ ان کی باتیں اسی قدر یقینی ہیں جو ہمارے دلوں کے اندر جا کر بیٹھ جاتی ہیں اور جو کچھ آپ نے فرمایا وہ ضرور واقع ہو گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات بستر سے اپنے کو الگ کر کے گزارتے ہیں جبکہ مشرکوں سے ان کے بستر بوجھل ہو رہے ہوتے ہیں۔ یونس کی طرح اس حدیث کو عقیل نے بھی زہری سے روایت کیا اور زبیدی نے یوں کہا سعید بن مسیب اور اعرج سے، انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے۔

١١٥٦: حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: «رَأَيْتُ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَأَنَّ بِيَدِي قِطْعَةَ إِسْتَبْرَقٍ فَكَأَنِّي لَا أُرِيدُ مَكَانًا مِنَ الْجَنَّةِ إِلَّا طَارَتْ إِلَيْهِ، وَرَأَيْتُ كَأَنَّ اثْنَيْنِ أَتَيَانِي أَرَادَا أَنْ يَذْهَبَا بِي إِلَى النَّارِ، فَتَلَقَّاهُمَا مَلَكٌ، فَقَالَ: لَمْ تُرَعْ خَلِّيَا عَنْهُ.

ہم سے ابوالنعمان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے ایوب سختیانی نے، ان سے نافع نے، ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں یہ خواب دیکھا کہ گویا ایک گاڑھے ریشمی کپڑے کا ایک ٹکڑا میرے ہاتھ ہے۔ جیسے میں جنت میں جس جگہ کا بھی ارادہ کرتا ہوں تو یہ ادھر اڑا کے مجھ کو لے جاتا ہے اور میں نے دیکھا کہ جیسے دو فرشتے میرے پاس آئے اور انہوں نے مجھے دوزخ کی طرف لے جانے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ ایک فرشتہ ان سے آکر ملا اور (مجھ سے) کہا کہ ڈرو نہیں (اور ان سے کہا کہ) اسے چھوڑ دو۔

١١٥٧: فَقَصَّتْ حَفْصَةُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِحْدَى رُؤْيَايَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نِعْمَ الرَّجُلُ عَبْدُ اللهِ لَوْ كَانَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ فَكَانَ عَبْدُ اللهِ

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ.

میری بہن (ام المؤمنین) حفصہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میرا ایک خواب بیان کیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عبداللہ بڑا ہی اچھا آدمی ہے کاش رات کو بھی نماز پڑھا کرتا۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ اس کے بعد ہمیشہ رات کو نماز پڑھا کرتے تھے۔

١١٥٨: وَكَانُوا لَا يَزَالُونَ يَقُصُّونَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرُّؤْيَا، أَنَّهَا فِي اللَّيْلَةِ السَّابِعَةِ مِنَ الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَرَى رُؤْيَاكُمْ قَدْ تَوَاطَأَتْ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ، فَمَنْ كَانَ مُتَحَرِّيهَا فَلْيَتَحَرَّهَا مِنَ الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ».

بہت سے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے خواب بیان کئے کہ شب قدر (رمضان کی) ستائیسویں رات ہے۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم سب کے خواب رمضان کے آخری عشرے میں (شب قدر کے ہونے پر) متفق ہو گئے ہیں۔ اس لیے جسے شب قدر کی تلاش ہو وہ رمضان کے آخری عشرے میں ڈھونڈے۔



٢٢ ـ بَابُ الْمُدَاوَمَةِ عَلَى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ:

باب: فجر کی سنتوں کو ہمیشہ پڑھنا

١١٥٩: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ هُوَ ابْنُ أَبِي أَيُّوبَ، قَالَ: حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ، عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: «صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ، ثُمَّ صَلَّى ثَمَانِيَ رَكَعَاتٍ وَرَكْعَتَيْنِ جَالِسًا وَرَكْعَتَيْنِ بَيْنَ النِّدَاءَيْنِ، وَلَمْ يَكُنْ يَدَعُهُمَا أَبَدًا».

ہم سے عبداللہ بن یزید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سعید بن ابی ایوب نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے جعفر بن ربیعہ نے بیان کیا، ان سے عراک بن مالک نے، ان سے ابوسلمہ نے، ان سے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز پڑھی پھر رات کو اٹھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تہجد کی آٹھ رکعتیں پڑھیں اور دو رکعتیں صبح کی اذان و اقامت کے درمیان پڑھیں جن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی نہیں چھوڑتے تھے (فجر کی سنتوں پر مداومت ثابت ہوئی)۔



٢٣ ـ بَابُ الضِّجْعَةِ عَلَى الشِّقِّ الْأَيْمَنِ بَعْدَ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ:

باب: فجر کی سنتیں پڑھ کر داہنی کروٹ پر لیٹ جانا

١١٦٠: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو الْأَسْوَدِ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: «كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ



وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ اضْطَجَعَ عَلَى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ»۔

ہم سے عبداللہ بن یزید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سعید بن ابی ایوب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابوالاسود محمد بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا، ان سے عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اور ان سے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے، انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی دو سنت رکعتیں پڑھنے کے بعد دائیں کروٹ پر لیٹ جاتے۔

الضجعة فعلة کاوزن ہے جو هيأة کے لئے ہوتا ہے اور فعلة فتحہ کے ساتھ مرّت کے لئے آتا ہے۔ حافظ رحمہ اللہ نے دائیں جانب پر لیٹنے کی حکمت بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس طرح لیٹنے والے کا دل معلق رہتا ہے۔ اور وہ نیند میں مستغرق نہیں ہوتا۔ اور بائیں جانب لیٹنے سے زیادہ راحت کی بنا پر نیند میں استغراق پیدا ہوجاتا ہے۔ اور بروقت اٹھنا دشوار ہوجاتا ہے۔ اس لئے آپ دائیں کروٹ پر لیٹتے تھے یہ لیٹنا سنت ہے بعض کہتے ہیں فرض ہے اور بعض کہتے ہیں شرط ہے اور بعض کہتے ہیں کہ آپ محض آرام کرنے کے لئے لیٹتے تھے۔ کیونکہ آپ لمبے قیام کی وجہ سے تھک جاتے تھے۔ اسی طرح جو شخص قیام کرنے کی وجہ سے تھک جائے وہ بھی لیٹ سکتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ لیٹنا فصل کے لئے تھا۔ یہ کوئی مستقل چیز نہیں ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لمبی رات تک جاگتے تھے اور آپ کا اللہ تعالی سے بڑا گہرا تعلق پیدا ہوجاتا تھا۔ اور آپ متنور بالتجلی ہوجاتے تھے۔ اور آپ کی ایسی حالت ہوجاتی تھی کہ کسی بندے سے بات نہیں کرسکتے تھے اگر کوئی اس حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کرے تو گھبرا جائے یا ممکن ہے کہ مر ہی جائے۔ اس لئے آپ زمین پر لیٹ جاتے تھے تاکہ تجلی سماوی کے بلند اثر میں کمی ہوجائے۔ اور لوگوں کو آپ کے ساتھ باتیں کرنے کی جرأت حاصل ہوجائے۔ حافظ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ آپ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بھی لیٹ کر ہی باتیں کیا کرتے تھے۔ حافظ نے کہا ہے اصل میں "حدثني مضطجعًا وإلا اضطجع بغير التحديث" ہے۔ باتیں کرنے اور لیٹنے میں مقابلہ نہیں ہے۔ تو اس طرح حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ رہنے کی وجہ سے ان سے گفتگو کرنے کی جرأت پیدا ہوگئی۔ برخلاف دوسرے لوگوں کے۔

اور یہ لیٹنا ضروری ہے یا نہیں۔ ایک قولی حدیث بھی آتی ہے "إذا صلي أحدكم ركعتي الفجر فليضطجع على شقه الأيمن" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ضروری ہے۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اسے عبدالواحد راوی کی وجہ سے ضعیف کہا ہے لیکن حافظ نے کہا ہے کہ یہ عبدالواحد ضعیف نہیں ہے بلکہ ثقہ ہے۔ اس لئے ابنِ حزم نے کہا ہے کہ یہ لیٹنا ضروری ہے۔ اگر دائیں جانب نہ ہوسکے تو بائیں جانب لیٹ جائے۔ اور اگر نہیں لیٹے گا تو نماز ہی نہیں ہوگی۔

"قوله كان النبي ﷺ إذا صلي ركعتي الفجر اضطجع" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ہمیشہ لیٹتے تھے۔ لیکن اگلی حدیث "فان كنت مستيقظةً حدثني وإلا اضطجع" سے ہمیشہ لیٹنے کی نفی ہوتی ہے۔

حافظ رحمہ اللہ نے جیسے کہا ہے اس سے تطبیق ہو جاتی ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ نے آئندہ باب میں جو "لم یضطجع" کہا ہے یہ ان کا اجتہاد ہے۔

۲۴۔ بَابُ مَنْ تَحَدَّثَ بَعْدَ الرَّكْعَتَيْنِ وَلَمْ يَضْطَجِعْ:

باب: فجر کی سنتیں پڑھ کر باتیں کرنا اور نہ لیٹنا

۱۱۶۱: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْحَكَمِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: حَدَّثَنِي سَالِمٌ أَبُو النَّضْرِ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا صَلَّى سُنَّةَ الْفَجْرِ فَإِنْ كُنْتُ مُسْتَيْقِظَةً حَدَّثَنِي، وَإِلَّا اضْطَجَعَ حَتَّى يُؤْذَنَ بِالصَّلَاةِ».

ہم سے بشر بن حکم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے سالم ابوالنضر نے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے بیان کیا اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب فجر کی سنتیں پڑھ چکتے تو اگر میں جاگتی ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے باتیں کرتے ورنہ لیٹ جاتے جب تک نماز کی اذان ہوتی۔

۲۵۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي التَّطَوُّعِ مَثْنَى مَثْنَى:

باب: نفل نمازیں دو دو رکعتیں کر کے پڑھنا

احناف رات اور دن کے تطوع میں چار رکعات کو بہتر سمجھتے ہیں۔ صاحبین کہتے ہین کہ دن کو چار چار اور رات کو دو دو رکعت پڑھنا بہتر ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی دو، دو کا باب قائم کیا ہے۔ نسائی نے چار کا باب ذکر کیا ہے کہ دن کو چار پڑھنا بہتر ہے۔ انہوں نے دو احادیث بھی ذکر کی ہیں ایک عصر کی نماز سے پہلے چار رکعت پڑھنے کی اور دوسری زوال کے بعد چار رکعات پڑھنے کی۔ اور وہ چار ایک سلام سے پڑھنے کی حدیث ہے۔

۱۱۶۲: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي الْمَوَالِي، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: «كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُنَا الِاسْتِخَارَةَ فِي الْأُمُورِ كُلِّهَا، كَمَا يُعَلِّمُنَا السُّورَةَ مِنَ الْقُرْآنِ، يَقُولُ: إِذَا هَمَّ أَحَدُكُمْ بِالْأَمْرِ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ مِنْ غَيْرِ الْفَرِيضَةِ، ثُمَّ لِيَقُلِ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْتَخِيرُكَ بِعِلْمِكَ وَأَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَأَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيمِ، فَإِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا أَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا أَعْلَمُ وَأَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ، اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هَذَا الْأَمْرَ خَيْرٌ لِي فِي دِينِي وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةِ أَمْرِي أَوْ قَالَ عَاجِلِ أَمْرِي وَآجِلِهِ فَاقْدُرْهُ لِي وَيَسِّرْهُ لِي ثُمَّ بَارِكْ لِي فِيهِ، وَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هَذَا الْأَمْرَ شَرٌّ لِي فِي دِينِي وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةِ أَمْرِي أَوْ قَالَ فِي عَاجِلِ أَمْرِي وَآجِلِهِ فَاصْرِفْهُ عَنِّي وَاصْرِفْنِي عَنْهُ، وَاقْدُرْ لِيَ الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ ثُمَّ أَرْضِنِي، قَالَ: وَيُسَمِّي حَاجَتَهُ».

ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالرحمٰن بن ابی الموال نے بیان کیا، ان سے محمد بن منکدر نے اور ان سے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں اپنے تمام معاملات میں استخارہ کرنے کی اسی طرح تعلیم دیتے تھے جس طرح قرآن کی کوئی سورت سکھلاتے۔ آپ ﷺ فرماتے کہ جب کوئی اہم معاملہ تمہارے سامنے ہو تو فرض کے علاوہ دو رکعت نفل پڑھنے کے بعد یہ دعا پڑھے «اللهم إنی أستخيرك بعلمك وأستقدرك بقدرتك، وأسألك من فضلك العظيم، فإنك تقدر ولا أقدر وتعلم ولا أعلم وأنت علام الغيوب، اللهم إن كنت تعلم أن هذا الأمر خير لي فی دينی ومعاشی وعاقبة أمري («أو قال») عاجل أمري وآجله فاقدره لي ويسره لي ثم بارك لي فيه، وإن كنت تعلم أن هذا الأمر شر لي فی دينی ومعاشی وعاقبة أمري أو قال فی عاجل أمري وآجله فاصرفه عنی واصرفنی عنه، واقدر لي الخير» (ترجمہ) اے میرے اللہ! میں تجھ سے تیرے علم کی بدولت خیر طلب کرتا ہوں اور تیری قدرت کی بدولت تجھ سے طاقت مانگتا ہوں اور تیرے فضل عظیم کا طلبگار ہوں کہ قدرت تو ہی رکھتا ہے اور مجھے کوئی قدرت نہیں۔ علم تجھ ہی کو ہے اور میں کچھ نہیں جانتا اور تو تمام پوشیدہ باتوں کو جاننے والا ہے۔ اے میرے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام جس کے لیے استخارہ کیا جا رہا ہے میرے دین دنیا اور میرے کام کے انجام کے اعتبار سے میرے لیے بہتر ہے یا (آپ نے یہ فرمایا کہ) میرے لیے وقتی طور پر اور انجام کے اعتبار سے یہ (خیر ہے) تو اسے میرے لیے نصیب کر اور اس کا حصول میرے لیے آسان کر اور پھر اس میں مجھے برکت عطا کر اور اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے دین، دنیا اور میرے کام کے انجام کے اعتبار سے برا ہے۔ یا (آپ ﷺ نے یہ کہا کہ) میرے معاملہ میں وقتی طور پر اور انجام کے اعتبار سے (برا ہے) تو اسے مجھ سے ہٹا دے اور مجھے بھی اس سے ہٹا دے۔ پھر میرے لیے خیر مقدر فرما دے، جہاں بھی وہ ہو اور اس سے میرے دل کو مطمئن بھی کر دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کام کی جگہ اس کام کا نام لے۔

استخارہ کی حدیث بخاری میں ہے لیکن مسلم میں نہیں ہے۔ اس میں عبدالرحمن بن أبی الموالی متفرد ہے اس میں کچھ کلام بھی ہے۔ لیکن یہ حدیث دیگر صحابہ کرام سے بھی مروی ہے۔

"قوله فليركع ركعتين" کیا یہ دو رکعتیں استخارہ کی نیت سے ہی پڑھی جائیں یا عام نفلوں کی نیت سے بھی ہو سکتی ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ عام نوافل کی نیت سے بھی پڑھی جا سکتی ہیں۔ دو رکعتیں پڑھ کر استخارہ کرے۔ اور استخارہ ایسے کام میں ہوتا ہے جس میں دو شقیں ہوں۔ یعنی اس میں خیر بھی ہو اور شر بھی ہو۔ خیر محض کے لئے استخارہ نہیں ہوتا کہ نماز پڑھنے کے لئے استخارہ شروع کر دے۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ میں سفر میں جا رہا ہوں۔ کیا یہاں نماز پڑھوں یا وہاں جا کر پڑھوں کیونکہ یہ دونوں طرح جائز ہے اس لئے اس کے لئے استخارہ کر سکتا ہے۔ لیکن شریعت کے مسائل کا دارومدار دلائل پر ہے۔ ان میں دلائل تلاش کیئے جائیں گے ان میں استخارہ نہیں کیا جائے گا۔

استخارہ کا مطلب لوگوں نے غلط سمجھا ہے اور وہ دوسروں سے استخارہ کرواتے ہیں۔ اس طرح وہ ان کو عالم غیب بنادیتے ہیں۔ شاہ محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ نے اسے شرک قرار دیا ہے۔ کہ اس پر پورا اعتماد کرلینا کہ یہ بالکل ٹھیک ہے یہ شرک ہے۔ یہ ہوسکتا ہے کہ اسے خواب میں کچھ پتہ چل جائے اور دل کا میلان ادھر ہوجائے اور اسے کچھ تسلی حاصل ہوجائے۔ یہ الگ بات ہے۔

لوگوں نے اپنی طرف سے کئی قسم کے استخارے بنالئے ہیں جوتا پھیرنے کا استخارہ، کئی لوگ تسبیح پھیرتے ہیں۔ اور کئی لوگ لوٹا پھیرتے ہیں اور ان پر اعتماد کرتے ہیں حالانکہ ان پر اعتماد کرنا شرک ہے۔ استخارے سے تفتیش میں کچھ مدد مل سکتی ہے۔ اس پر یقین نہیں کرنا چاہیئے کہ اس کی وجہ سے کسی دوسرے کو متہم قرار دیتا پھرے۔ اصل وہ حدیث ہے جس میں آتا ہے "من أتى كاهنًا أو عرّافًا فصدقه بما يقول فقد كفر بما أنزل على محمد ﷺ"[1]

استخارہ کی حقیقت صرف یہ ہے کہ جب کوئی کام دو طرفوں میں متردّد ہو اور وہ دونوں طرح جائز ہو۔ اس کا کرنا بھی جائز ہو اور نہ کرنا بھی تب استخارہ کیا جاتا ہے۔ اور استخارہ میں اللہ تعالیٰ سے دعاء کی جاتی ہے کہ اگر یہ کام میرے لئے بہتر ہے تو ہوجائے اور اگر بہتر نہیں ہے تو مجھے اس سے پھیر دیا جائے اگر دعاء قبول ہوگئی تو جو اسکی شق بہتر ہوگی اس کی توفیق مل جائے گی۔ اور توفیق کی صورتیں بھی مختلف ہوتی ہیں کبھی خواب بھی آجاتی ہے، دل مائل ہوجاتا ہے، اور خارجی اسباب بھی پیدا ہوجاتے ہیں کبھی دل اس کام کے لئے مائل نہیں ہوتا۔ ایک یا دو یا تین دفعہ کرلے دل مائل ہوجائے تو وہ کام کرلے۔ اور اگر نفرت ہوجائے تو نہ کرے۔ خواب آئے یا نہ آئے۔ استخارہ کے بعد سونا کوئی ضروری نہیں ہے۔

اس باب کے تحت امام بخاری جو احادیث لائے ہیں وہ دو، دو رکعت پڑھنے کی ہیں۔ لیکن اگر کوئی چار رکعات پڑھنا چاہے تو کیا بہتر ہے؟ وہ دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دے یا چار رکعات اکٹھی پڑھ لے۔ بخاری رحمہ اللہ اس بارہ میں کوئی حدیث نہیں لائے۔ سنن ابی داؤد میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے مکہ میں دن کے وقت جو آٹھ رکعات پڑھی تھیں وہ آپ نے دو، دو پڑھی تھیں۔ اور دو، دو کے بعد سلام پھیرا تھا[2]۔ اور دن میں چار پڑھنے کا ذکر بھی آتا ہے۔ جیسا کہ عصر کی نماز سے پہلے ایک سلام کے ساتھ چار رکعت پڑھنے کا ذکر آتا ہے[3]۔ اسی طرح نمازِ تسبیح بھی ایک سلام کے ساتھ چار رکعت پڑھنے کا ذکر آتا ہے[4]۔ ایسے ہی زوال کی چار رکعت ہیں[5]۔

---

(1) مسند احمد ۹۵۳۶ ج ۱۵ ص ۳۳۱۔

(2) سنن ابی داؤد: ۱۲۹۰۔

(3) سنن ابی داؤد ۱۲۷۱۔

(4) سنن ابی داؤد: ۱۲۹۷۔

(5) سنن ابی داؤد: ۱۲۷۰۔

١١٦٣ - حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ الزُّرَقِيِّ، سَمِعَ أَبَا قَتَادَةَ بْنَ رِبْعِيٍّ الْأَنْصَارِيَّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلَا يَجْلِسْ حَتَّى يُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ».

ہم سے مکی بن ابراہیم نے بیان کیا، ان سے عبداللہ بن سعید نے، ان سے عامر بن عبداللہ بن زبیر نے بیان کیا، انہوں نے عمرو بن سلیم زرقی سے، انہوں نے ابو قتادہ بن ربعی انصاری صحابی رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی تم میں سے مسجد میں آئے تو نہ بیٹھے جب تک دو رکعت (تحیۃ المسجد کی) نہ پڑھ لے۔

١١٦٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: «صَلَّى لَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ انْصَرَفَ».

ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں امام مالک نے خبر دی، انہیں اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ نے اور انہیں انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ہمارے گھر میں جب دعوت میں آئے تھے) دو رکعت نماز پڑھائی اور پھر واپس تشریف لے گئے۔

١١٦٥: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي سَالِمٌ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: «صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْجُمُعَةِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ».

ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث نے عقیل سے بیان کیا، عقیل سے ابن شہاب نے، انہوں نے کہا کہ مجھے سالم نے خبر دی اور انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے، آپ نے بتلایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ظہر سے پہلے دو رکعت سنت پڑھی اور ظہر کے بعد دو رکعت اور جمعہ کے بعد دو رکعت اور مغرب کے بعد دو رکعت اور عشاء کے بعد بھی دو رکعت (نماز سنت) پڑھی ہے۔

"قولہ رکعتین قبل الظهر" یہ ظہر سے پہلے دو رکعت پڑھنے کی حدیث ہے۔ اس کے بعد عنقریب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث آئے گی جس میں ظہر سے پہلے چار پڑھنے کا ذکر ہے "أن النبی ﷺ كان لايدع أربعًا قبل الظهر[1]" تو ہو سکتا ہے کہ آپ دو رکعت مسجد میں پڑھتے ہوں اور دو رکعت گھر میں پڑھتے ہوں۔

---

[1] صحیح بخاری ۱۱۸۲ ج ۲ ص ۵۹۔

"قوله ورکعتین بعد الجمعة" یہاں جمعہ کے بعد دو رکعت پڑھنے کا ذکر ہے۔ جبکہ مسلم میں ہے "من کان منکم مصلیا بعد الجمعة فلیصل أربعًا[1]" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کے بعد چار رکعت پڑھی جائیں گی۔ دو رکعت مسجد میں پڑھ لے اور دو گھر جاکر پڑھ لے۔ یہ تاکیدی چیز ہے ورنہ یہ نفلی نماز ہی ہے۔

١١٦٦: حَدَّثَنَا آدَمُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَخْطُبُ: «إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمْ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ أَوْ قَدْ خَرَجَ فَلْيُصَلِّ رَكْعَتَيْنِ».

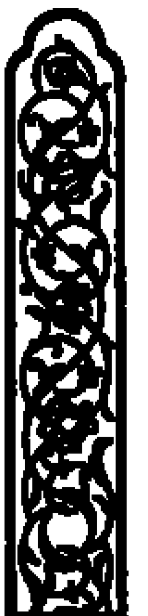
ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں شعبہ نے خبر دی، انہیں عمرو بن دینار نے خبر دی، کہا کہ میں نے جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کا خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ جو شخص بھی (مسجد میں) آئے اور امام خطبہ دے رہا ہو یا خطبہ کے لیے نکل چکا ہو تو وہ دو رکعت نماز (تحیۃ المسجد کی) پڑھ لے۔

اس شعبہ کے متعلق تفرد کا اعتراض کرتے ہیں لیکن حافظ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اس کی روح بن قاسم نے متابعت کی ہے۔

١١٦٧: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَيْفُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْمَكِّيُّ، سَمِعْتُ مُجَاهِدًا يَقُولُ: أُتِيَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا فِي مَنْزِلِهِ فَقِيلَ لَهُ: هَذَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ دَخَلَ الْكَعْبَةَ، قَالَ: «فَأَقْبَلْتُ فَأَجِدُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ خَرَجَ وَأَجِدُ بِلَالًا عِنْدَ الْبَابِ قَائِمًا، فَقُلْتُ: يَا بِلَالُ صَلَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْكَعْبَةِ؟ قَالَ: نَعَمْ، قُلْتُ: فَأَيْنَ؟ قَالَ: بَيْنَ هَاتَيْنِ الْأُسْطُوَانَتَيْنِ، ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ فِي وَجْهِ الْكَعْبَةِ»، قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَوْصَانِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَكْعَتَيِ الضُّحَى، وَقَالَ عِتْبَانُ: غَدَا عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ بَعْدَ مَا امْتَدَّ النَّهَارُ وَصَفَفْنَا وَرَاءَهُ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ.



ہم سے ابونعیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سیف بن سلیمان نے بیان کیا کہ میں نے مجاہد سے سنا، انہوں نے فرمایا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما (مکہ شریف میں) اپنے گھر آئے۔ کسی نے کہا بیٹھے کیا ہو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ آ گئے بلکہ کعبہ کے اندر بھی تشریف لے جا چکے ہیں۔ عبداللہ نے کہا یہ سن کر میں آیا۔ دیکھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ سے باہر نکل چکے ہیں اور بلال رضی اللہ عنہ دروازے پر کھڑے ہیں۔ میں نے ان سے پوچھا کہ اے بلال! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ میں نماز پڑھی؟ انہوں نے



[1] مسلم (٦٩) ٨٨١ ج ٢ ص ٦٠٠۔

کہا کہ ہاں پڑھی تھی۔ میں نے پوچھا کہ کہاں پڑھی تھی؟ انہوں نے بتایا کہ یہاں ان دو ستونوں کے درمیان۔ پھر آپ باہر تشریف لائے اور دو رکعتیں کعبہ کے دروازے کے سامنے پڑھیں اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چاشت کی دو رکعتوں کی وصیت کی تھی اور عتبان نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما صبح دن چڑھے میرے گھر تشریف لائے۔ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے صف بنالی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت نماز پڑھائی۔

٢٦ ۔ بَابُ الْحَدِيثِ، يَعْنِي بَعْدَ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ:

باب: فجر کی سنتوں کے بعد باتیں کرنا

١١٦٨: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، قَالَ: أَبُو النَّضْرِ حَدَّثَنِي، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ فَإِنْ كُنْتُ مُسْتَيْقِظَةً حَدَّثَنِي، وَإِلَّا اضْطَجَعَ»، قُلْتُ لِسُفْيَانَ: فَإِنَّ بَعْضَهُمْ يَرْوِيهِ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ، قَالَ سُفْيَانُ: هُوَ ذَاكَ.

ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا، ان سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے ابوالنضر سالم نے بیان کیا کہ مجھ سے میرے باپ ابوامیہ نے بیان کیا، ان سے ابوسلمہ نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب دو رکعت (فجر کی سنت) پڑھ چکتے تو اس وقت اگر میں جاگتی ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے باتیں کرتے ورنہ لیٹ جاتے۔ میں نے سفیان سے کہا کہ بعض راوی فجر کی دو رکعتیں اسے بتاتے ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ ہاں یہ وہی ہیں۔

٢٧ ۔ بَابُ تَعَاهُدِ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ وَمَنْ سَمَّاهُمَا تَطَوُّعًا:

باب: فجر کی سنت کی دو رکعتیں ہمیشہ لازم کر لینا اور ان کے سنت ہونے کی دلیل

١١٦٩: حَدَّثَنَا بَيَانُ بْنُ عَمْرٍو، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: «لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى شَيْءٍ مِنَ النَّوَافِلِ أَشَدَّ مِنْهُ تَعَاهُدًا عَلَى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ».

ہم سے بیان بن عمرو نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابن جریج نے بیان کیا، ان سے عطاء نے بیان کیا، ان سے عبید بن عمیر نے، ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی نفل نماز کی فجر کی دو رکعتوں سے زیادہ پابندی نہیں کرتے تھے۔

شرح بخاری

اگرچہ فجر کی دو رکعتیں مؤکد ہیں لیکن باوجود تاکید کے ان کو فرض نہیں کہہ سکتے۔ جیسا کہ بعض نے انہیں واجب کہا ہے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی ایک روایت وجوب کی ہے۔ بعض کہتے ہیں ان دو رکعتوں کو کھڑے ہو کر پڑھنا چاہیے بیٹھ

کر نہیں پڑھ سکتے۔ جو الفاظ وتروں کے بارہ میں آئے وہی الفاظ فجر کی سنتوں کے بارہ میں بھی آئے ہیں۔ "إن الله أمدكم بصلاة هي خير لكم من حمر النعم[1]" اور یہ فجر کی دو رکعتوں کے بارہ میں ہے جس سے ان دو رکعتوں کی تاکید معلوم ہوتی ہے۔ بعض کہتے ہیں یہ الفاظ وتروں کے بارہ میں ہیں اور راوی کی غلطی سے فجر کی دو رکعتوں کے بارہ میں آگئے ہیں۔ بہرصورت دونوں کی تاکید آئی ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے استدلال کیا ہے کہ یہ دو رکعتیں واجب نہیں ہیں کیونکہ ام المؤمنین نے انہیں تطوع کہا ہے۔ مسلم میں ہے عبداللہ بن شقیق کہتے ہیں "سألت عائشة عن تطوع النبي ﷺ فذكر الحديث وفيه "وكان إذا طلع الفجر صلىٰ ركعتين[2]" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فجر کی دو رکعتیں فرض نہیں ہیں بلکہ تطوع ہیں۔

٢٨ ـ بَابُ مَا يُقْرَأُ فِي رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ:

باب: فجر کی سنتوں میں قرآت کیسی کرے؟

یعنی فجر کی دو رکعتوں میں قراءت لمبی کی جائے یا مختصر۔ آگے حدیث میں "خفیفتین" کے لفظ کا باب سے تعلق ہے کہ قراءت مختصر ہونی چاہیئے۔

١١٧٠ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: «كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِاللَّيْلِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً، ثُمَّ يُصَلِّي إِذَا سَمِعَ النِّدَاءَ بِالصُّبْحِ رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ».

ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک رحمہ اللہ نے خبر دی، انہیں ہشام بن عروہ نے، انہیں ان کے باپ (عروہ بن زبیر) نے اور انہیں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں تیرہ رکعتیں پڑھتے تھے۔ پھر جب صبح کی اذان سنتے تو دو ہلکی رکعتیں (سنت فجر) پڑھ لیتے۔



١١٧١ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَمَّتِهِ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح وحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى هُوَ ابْنُ سَعِيدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: «كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخَفِّفُ الرَّكْعَتَيْنِ اللَّتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الصُّبْحِ، حَتَّى إِنِّي لَأَقُولُ هَلْ قَرَأَ بِأُمِّ الْكِتَابِ».

مجھ سے محمد بن بشار نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن جعفر نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے



---

1. سنن دارمی ١٥٨٤۔
2. مسلم (١٠٥) ٧٣٠ ج١ ص ٥٠٤۔

بیان کیا، ان سے محمد بن عبدالرحمٰن نے، ان سے ان کی پھوپھی عمرہ بنت عبدالرحمٰن نے اور ان سے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (دوسری سند) اور ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے زہیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید انصاری نے بیان کیا، ان سے محمد بن عبدالرحمٰن نے، ان سے عمرہ بنت عبدالرحمٰن نے اور ان سے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی (فرض) نماز سے پہلے کی دو (سنت) رکعتوں کو بہت مختصر رکھتے تھے۔ آپ نے ان میں سورۃ فاتحہ بھی پڑھی یا نہیں میں یہ بھی نہیں کہہ سکتی۔

امام مالک رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ فجر کی دو رکعتوں میں کوئی قراءت نہیں ہے۔ بغیر قراءت کے انہیں پڑھا جا سکتا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ اس بات کے قائل ہیں ان میں قراءت ہونی چاہیئے۔ اس سے اگلی حدیث میں آتا ہے "حتی إنی لأقول :هل قرء بأم الكتاب" تو یہ مبالغہ پر محمول ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ بخاری کو "تخفیف رکعتی الفجر" کا باب قائم کرنا چاہیئے تھا۔ حالانکہ بخاری رحمہ اللہ نے "مایقرء فی رکعتی الفجر" لا کر ان لوگوں کی تردید کی ہے جو فجر کی دو رکعتوں میں قراءت کے قائل نہیں ہیں۔ جبکہ ابن ماجہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ فجر کی دو رکعتوں میں "قل يأيها الكافرون" اور "قل هو الله أحد[1]" پڑھا کرتے تھے۔

۲۹۔ بَابُ التَّطَوُّعِ بَعْدَ الْمَكْتُوبَةِ:

باب: فرضوں کے بعد سنت کا بیان

۱۱۷۲ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: «صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَجْدَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ وَسَجْدَتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ وَسَجْدَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَسَجْدَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ وَسَجْدَتَيْنِ بَعْدَ الْجُمُعَةِ. فَأَمَّا الْمَغْرِبُ وَالْعِشَاءُ فَفِي بَيْتِهِ»، وَقَالَ ابْنُ أَبِي الزِّنَادِ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ بَعْدَ الْعِشَاءِ فِي أَهْلِهِ، تَابَعَهُ كَثِيرُ بْنُ فَرْقَدٍ، وَأَيُّوبُ، عَنْ نَافِعٍ.

ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا، ان سے عبیداللہ عمری نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے نافع نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے خبر دی، انہوں نے کہا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ظہر سے پہلے دو رکعت سنت، ظہر کے بعد دو رکعت سنت، مغرب کے بعد دو رکعت سنت، عشاء کے بعد دو رکعت سنت اور جمعہ کے بعد دو رکعت سنت پڑھی ہیں اور مغرب اور عشاء کی سنتیں آپ گھر میں پڑھتے تھے۔ ابوالزناد نے موسیٰ بن عقبہ کے واسطہ سے بیان کیا اور ان سے نافع نے کہ عشاء کے بعد اپنے گھر میں (سنت پڑھتے تھے) ان کی روایت کی متابعت

[1] سنن ابن ماجہ ۱۱۵۰ ج ۱ ص ۳۶۳۔

کثیر بن فرقد اور ایوب نے نافع کے واسطہ سے کی ہے۔

١١٧٣ وَحَدَّثَتْنِي أُخْتِي حَفْصَةُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي سَجْدَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ بَعْدَ مَا يَطْلُعُ الْفَجْرُ. وَكَانَتْ سَاعَةً لَا أَدْخُلُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهَا. تَابَعَهُ كَثِيرُ بْنُ فَرْقَدٍ وَأَيُّوبُ عَنْ نَافِعٍ. وَقَالَ ابْنُ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ بَعْدَ الْعِشَاءِ فِي أَهْلِهِ.

ان سے (ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ) میری بہن حفصہ رضی اللہ عنہا نے مجھ سے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فجر ہونے کے بعد دو ہلکی رکعتیں (سنت فجر) پڑھتے اور یہ ایسا وقت ہوتا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہیں جاتی تھی۔ عبید اللہ کے ساتھ اس حدیث کو کثیر بن فرقد اور ایوب نے بھی نافع سے روایت کیا اور ابن ابی الزناد نے اس حدیث کو موسیٰ بن عقبہ سے، انہوں نے نافع سے روایت کیا۔ اس میں «فی بیتہ» کے بدل «فی أھلہ» ہے۔

٣٠۔ بَابُ مَنْ لَمْ يَتَطَوَّعْ بَعْدَ الْمَكْتُوبَةِ:

باب: اس کے بارے میں جس نے فرض کے بعد سنت نماز نہیں پڑھی



١١٧٤ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا الشَّعْثَاءِ جَابِرًا، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: «صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَمَانِيًا جَمِيعًا وَسَبْعًا جَمِيعًا. قُلْتُ: يَا أَبَا الشَّعْثَاءِ أَظُنُّهُ أَخَّرَ الظُّهْرَ وَعَجَّلَ الْعَصْرَ وَعَجَّلَ الْعِشَاءَ وَأَخَّرَ الْمَغْرِبَ. قَالَ: وَأَنَا أَظُنُّهُ».

شرح بخاری

ہم سے علی بن عبد اللہ مدینی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے عمرو بن دینار سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوالشعثاء جابر بن عبد اللہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا، انہوں نے کہا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آٹھ رکعت ایک ساتھ (ظہر اور عصر) اور سات رکعت ایک ساتھ (مغرب اور عشاء ملا کر) پڑھیں۔ (بیچ میں سنت وغیرہ کچھ نہیں) ابوالشعثاء سے میں نے کہا میرا خیال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر آخر وقت میں اور عصر اول وقت میں پڑھی ہو گی۔ اسی طرح مغرب آخر وقت میں پڑھی ہو گی اور عشاء اول وقت میں۔ ابوالشعثاء نے کہا کہ میرا بھی یہی خیال ہے۔



٣١۔ بَابُ صَلَاةِ الضُّحَى فِي السَّفَرِ:

باب: سفر میں چاشت کی نماز پڑھنا

ابن القیم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ سے صلاۃِ ضحیٰ کا پڑھنا ثابت نہیں ہے مکہ میں جو ضحیٰ کے وقت نماز پڑھی تھی وہ کہتے ہیں صلاۃ شکر تھی اور مکہ فتح ہونے کی وجہ سے پڑھی تھی جیسا کہ قادسیہ کے دن سعد رضی اللہ عنہ نے پڑھی تھی اس بارہ میں

قولی احادیث بھی ہیں اور صلاۃِ ضحیٰ دو سے لیکر بارہ تک حدیث میں آتی ہیں دو، اور چار اور آٹھ کا ذکر آتا ہے۔ دس اور بارہ رکعت کی روایت صحیح نہیں ہے۔ بعض کہتے ہیں صلاۃ ضحیٰ بالکل نہیں پڑھنی چاہیئے اور بعض کہتے ہیں کہ گھر میں پڑھنی چاہیئے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ مداومت نہ کرے۔ صحیح یہی ہے کہ نبی علیہ السلام نے صلاۃ ضحیٰ پڑھی ہے۔ ابن قیم رحمہ اللہ کا اسے صلاۃ شکر پر محمول کرنا درست نہیں ہے۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ آپ سے پوچھا گیا کہ یہ کونسی نماز ہے تو فرمایا ضحیٰ کی نماز ہے۔

١١٧٥ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ تَوْبَةَ، عَنْ مُوَرِّقٍ، قَالَ: «قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَتُصَلِّي الضُّحَى؟، قَالَ: لَا، قُلْتُ: فَعُمَرُ؟، قَالَ: لَا، قُلْتُ: فَأَبُو بَكْرٍ؟، قَالَ: لَا، قُلْتُ: فَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟، قَالَ: لَا إِخَالُهُ».

ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا، ان سے شعبہ بن حجاج نے، ان سے توبہ بن کیسان نے، ان سے مورق بن مشمرج نے، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ کیا آپ چاشت کی نماز پڑھتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ نہیں۔ میں نے پوچھا اور عمر پڑھتے تھے؟ آپ نے فرمایا کہ نہیں۔ میں نے پوچھا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ؟ فرمایا نہیں۔ میں نے پوچھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم؟ فرمایا نہیں۔ میرا خیال یہی ہے۔

١١٧٦ حَدَّثَنَا آدَمُ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَبِي لَيْلَى، يَقُولُ: «مَا حَدَّثَنَا أَحَدٌ، أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الضُّحَى غَيْرُ أُمِّ هَانِئٍ، فَإِنَّهَا قَالَتْ: إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ بَيْتَهَا يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ فَاغْتَسَلَ وَصَلَّى ثَمَانِيَ رَكَعَاتٍ، فَلَمْ أَرَ صَلَاةً قَطُّ أَخَفَّ مِنْهَا غَيْرَ أَنَّهُ يُتِمُّ الرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ».

ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عمرو بن مرہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے عبدالرحمٰن بن ابی لیلی سے سنا، وہ کہتے تھے کہ مجھ سے ام ہانی رضی اللہ عنہا کے سوا کسی (صحابی) نے یہ نہیں بیان کیا کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو چاشت کی نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ صرف ام ہانی رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ فتح مکہ کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل کیا اور پھر آٹھ رکعت (چاشت کی) نماز پڑھی۔ تو میں نے ایسی ہلکی پھلکی نماز کبھی نہیں دیکھی۔ البتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع اور سجدہ پوری طرح ادا کرتے تھے۔

٣٢-بَابُ مَنْ لَمْ يُصَلِّ الضُّحَى وَرَآهُ وَاسِعًا:

باب: چاشت کی نماز پڑھنا اور اس کو ضروری نہ جاننا

١١٧٧ . حَدَّثَنَا آدَمُ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: «مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبَّحَ سُبْحَةَ الضُّحَى وَإِنِّي لَأُسَبِّحُهَا».

ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابن ابی ذئب نے بیان کیا، ان سے زہری نے بیان کیا، ان سے عروہ بن زبیر نے، ان سے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہ میں نے تو رسول اللہ ﷺ کو چاشت کی نماز پڑھتے نہیں دیکھا مگر میں خود پڑھتی ہوں۔

٣٣-بَابُ صَلَاةِ الضُّحَى فِي الْحَضَرِ:

باب: چاشت کی نماز اپنے شہر میں پڑھے

قَالَهُ: عِتْبَانُ بْنُ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

یہ عتبان بن مالک نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے۔

١١٧٨ . حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا عَبَّاسٌ الْجُرَيْرِيُّ هُوَ ابْنُ فَرُّوخَ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: «أَوْصَانِي خَلِيلِي بِثَلَاثٍ لَا أَدَعُهُنَّ حَتَّى أَمُوتَ، صَوْمِ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ، وَصَلَاةِ الضُّحَى، وَنَوْمٍ عَلَى وِتْرٍ».

ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں شعبہ نے خبر دی، انہوں نے کہا ہم سے عباس جریری نے جو فروخ کے بیٹے تھے بیان کیا، ان سے ابو عثمان نہدی نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے میرے جانی دوست (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) نے تین چیزوں کی وصیت کی ہے کہ موت سے پہلے ان کو نہ چھوڑوں۔ ہر مہینہ میں تین دن روزے۔ چاشت کی نماز اور وتر پڑھ کر سونا۔

شرح بخاری

قولہ وصلاۃ الضحیٰ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو نبی اکرم ﷺ نے تہجد سے روک دیا تھا، کیونکہ یہ آپ کی احادیث یاد کرتے اور آگے بیان کرتے تھے، اور ان کے لئے صلاۃ ضحیٰ، صلاۃ تہجد کے قائم مقام تھی۔

١١٧٩ . حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَنَسِ بْنِ سِيرِينَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيَّ، قَالَ: «قَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ وَكَانَ ضَخْمًا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنِّي لَا أَسْتَطِيعُ الصَّلَاةَ مَعَكَ؟ فَصَنَعَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا فَدَعَاهُ إِلَى بَيْتِهِ، وَنَضَحَ لَهُ طَرَفَ حَصِيرٍ بِمَاءٍ فَصَلَّى عَلَيْهِ رَكْعَتَيْنِ، وَقَالَ: فُلَانُ بْنُ فُلَانِ بْنِ جَارُودٍ، لِأَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

يُصَلِّي الضُّحَى ؟، فَقَالَ: مَا رَأَيْتُهُ صَلَّى غَيْرَ ذَلِكَ الْيَوْمِ».

ہم سے علی بن جعد نے بیان کیا کہ ہم کو شعبہ نے خبر دی، ان سے انس بن سیرین نے بیان کیا کہ میں نے انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ سے سنا کہ انصار میں سے ایک شخص (عتبان بن مالک) نے جو بہت موٹے آدمی تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھنے کی طاقت نہیں رکھتا (مجھ کو گھر پر نماز پڑھنے کی اجازت دیجئے تو) انہوں نے اپنے گھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کھانا پکوایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے گھر بلایا اور ایک چٹائی کے کنارے کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پانی سے صاف کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر دو رکعت نماز پڑھی۔ اور فلاں بن فلاں بن جارود نے انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی نماز پڑھا کرتے تھے؟ تو آپ نے فرمایا کہ میں نے اس روز کے سوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی یہ نماز پڑھتے نہیں دیکھا۔

۳۴۔ بَابُ الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ:

باب: ظہر سے پہلے دو رکعت سنت پڑھنا

۱۱۸۰۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: «حَفِظْتُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرَ رَكَعَاتٍ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ فِي بَيْتِهِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ فِي بَيْتِهِ وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الصُّبْحِ، وَكَانَتْ سَاعَةً لَا يُدْخَلُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهَا.

ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے ایوب سختیانی نے بیان کیا، ان سے نافع نے، ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دس رکعت سنتیں یاد ہیں۔ دو رکعت سنت ظہر سے پہلے، دو رکعت سنت ظہر کے بعد، دو رکعت سنت مغرب کے بعد اپنے گھر میں، دو رکعت سنت عشاء کے بعد اپنے گھر میں اور دو رکعت سنت صبح کی نماز سے پہلے اور یہ وہ وقت ہوتا تھا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی نہیں جاتا تھا۔

اس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ظہر سے پہلے چار رکعات پڑھنے کا ذکر آرہا ہے، اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں دو کا ذکر ہے، ابن القیم رحمہ اللہ نے کہا ہے: ظہر سے پہلے چار رکعات سنت زوال تھیں اور ظہر سے پہلے دو سنتیں ہی ہیں۔ لیکن حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے پہلے چار ہی پڑھتے تھے۔ آپ دو گھر میں پڑھتے تھے اور دو مسجد میں، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو گھر والی دو رکعتوں کا علم نہیں تھا، دو رکعت جو مسجد میں پڑھتے تھے ان کا علم تھا اس لئے انہوں نے ظہر سے پہلے دو رکعت پڑھنے کا ذکر کیا ہے۔ اور یہ بھی تطبیق دیتے ہیں کہ آپ کبھی

چار پڑھتے اور کبھی دو پڑھتے تھے۔ عبداللہ بن عمر کو چار کا علم نہیں ہو سکا اس لئے انہوں نے اپنے علم کے مطابق دو رکعتوں کو ذکر کر دیا، اور یہ بھی کہتے ہیں کہ گھر میں آپ چار پڑھتے تھے جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ذکر کیا ہے اور مسجد میں دو رکعتیں پڑھتے تھے۔

١١٨١ ۔ حَدَّثَتْنِي حَفْصَةُ، أَنَّهُ كَانَ إِذَا أَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ وَطَلَعَ الْفَجْرُ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ».

مجھ کو ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے بتلایا کہ مؤذن جب اذان دیتا اور فجر ہو جاتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعتیں پڑھتے۔

١١٨٢ ۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْتَشِرِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَدَعُ أَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْغَدَاةِ»، تَابَعَهُ ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، وَعَمْرٌو، عَنْ شُعْبَةَ.

ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحیٰی بن سعید قطان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے، ان سے ابراہیم بن محمد بن منتشر نے، ان سے ان کے باپ محمد بن منتشر نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے پہلے چار رکعت سنت اور صبح کی نماز سے پہلے دو رکعت سنت نماز پڑھنی نہیں چھوڑتے تھے۔ یحیٰی کے ساتھ اس حدیث کو ابن ابی عدی اور عمرو بن مرزوق نے بھی شعبہ سے روایت کیا۔



٣٥۔ بَابُ الصَّلَاةِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ:

باب: مغرب سے پہلے سنت پڑھنا

١١٨٣ ۔ حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنِ الْحُسَيْنِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ الْمُزَنِيُّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «صَلُّوا قَبْلَ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ، قَالَ فِي الثَّالِثَةِ لِمَنْ شَاءَ كَرَاهِيَةَ أَنْ يَتَّخِذَهَا النَّاسُ سُنَّةً».

ہم سے ابو معمر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالوارث نے بیان کیا، ان سے حسین معلم نے، ان سے عبداللہ بن بریدہ نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے عبداللہ بن مغفل مزنی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مغرب کے فرض سے پہلے (سنت کی دو رکعتیں) پڑھا کرو۔ تیسری مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا کہ جس کا جی چاہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات پسند نہ تھی کہ لوگ اسے لازمی سمجھ بیٹھیں۔

حنفی کہتے ہیں کہ مغرب سے پہلے یہ دو رکعتیں پہلے پڑھی جاتی تھیں، اس کے بعد منسوخ ہو گئی ہیں، اور اس پر وہ ابو داؤد کی حدیث کو بطورِ دلیل پیش کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، میں نے کسی کو یہ دو رکعتیں پڑھتے ہوئے



نہیں دیکھا[1]۔ حالانکہ اس کا نبی اکرم ﷺ کے قول و فعل یا تقریر سے کوئی تعارض نہیں ہے، اگر کہا جائے کہ صحابہ کرام نے یہ دو رکعت نماز نہیں پڑھی تو ان کا نہ پڑھنا نسخ کی دلیل نہیں بن سکتا، کیونکہ یہ دو رکعت پڑھنا واجب نہیں ہے۔ اور بعض صحابہ کرام نے نہ پڑھنے کی وجہ بھی بیان کی ہے کہ شغل کی وجہ سے نہیں پڑھتے تھے، نبی اکرم ﷺ نے تین مرتبہ "صلوا قبل المغرب" فرمایا ہے لہٰذا اس قولی حدیث کا کوئی جواب نہیں ہے، بعض احناف نے اس کا جواب دیتے ہوئے کہا ہے کہ یہ حدیث دراصل "بین کل أذانین صلوٰة" کی ہی روایۃ المعنی ہے۔ ایک اصطلاح روایت بالمعنی ہے اور ایک روایت المعنی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ کسی حدیث میں کسی کلی کا ذکر ہو اور کوئی راوی استنباط کی بنا پر اپنی طرف سے کسی جزئی کا ذکر کر دے، "بین کل اذانین صلاۃ" حدیث مغرب سے پہلے پڑھی جانے والی نماز کو بھی شامل ہے، لہٰذا کسی راوی نے اپنی طرف سے اس جزئی کو ذکر کرتے ہوئے "صلوا قبل المغرب" کہہ دیا ہے یہ انورشاہ نے کہا ہے۔

بعض جگہ "بین کل أذانَیْن صلاۃ" کے ساتھ "إلَّا المغرب"[2] بھی آتا ہے، حافظ نے کہا ہے کہ یہ لفظ صحیح ثابت نہیں ہے، حنفی کہتے ہیں کہ اس کا راوی ثقہ ہے، حافظ نے اس کی توثیق بیان نہیں کی، اور تضعیف ذکر کر دی ہے، لیکن اگر اس کا راوی ثقہ بھی ہو تب بھی "إلا المغرب" غلطی ضرور ہے، جسے انورشاہ نے بھی تسلیم کیا ہے کہ "الا المغرب" راویوں کا اجتہاد ہے، جس طرح "صلوا قبل المغرب" بھی اجتہاد ہے۔ اس نے اسے بھی اجتہاد بنا دیا ہے، الا المغرب اجتہاد ہو سکتا ہے، کیونکہ اس کے راوی بریدہ کا مغرب سے پہلے دو رکعت پڑھنے پر عمل تھا، اور اس روایت میں "الا المغرب" کا لفظ ہوتا تو بریدہ مغرب سے پہلے یہ دو رکعت نہ پڑھتے، لہٰذا یہ لفظ کسی راوی کا وہم ہے۔

بعض احناف نے کہا ہے کہ محدثین نے یہ قاعدہ بنایا ہے کہ سب سے مقدم بخاری و مسلم کی حدیث ہوتی ہے، پھر افرادِ بخاری، پھر افرادِ مسلم۔ پھر شرطِ شیخین پر، پھر شرطِ بخاری پر، پھر شرطِ مسلم پر، اس کے بعد اس روایت کا مرتبہ ہے جسے کسی دیگر محدث نے صحیح کہا ہو، وہ کہتے ہیں یہ سات مرتبے بنانا تحکم ہے کیونکہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بخاری و مسلم کی حدیث پر ابوداود وغیرہ کی حدیث کو ترجیح دی جائے۔ اس لئے کہ تصحیح و تضعیف کا مدار راویوں پر اور سند کے اتصال و انقطاع پر ہوتا ہے، اور جب کوئی دیگر روایت متصل ہو اور اس کے راوی اعلیٰ درجے کے ہوں، خصوصاً جبکہ وہ أصح الأسانید سے مروی ہو، اس سے بخاری کی حدیث مقدم کیسے ہو سکتی ہے؟ یہ انہوں نے ایک اعتراض کیا ہے اور دوسرا اعتراض یہ کیا ہے کہ بخاری و مسلم میں بہت سے راوی ایسے بھی ہیں جو اہل بدعت سے ہیں، وہ مرجئہ، رافضی اور خارجی ہیں ان کی روایت کو قبول کرنے میں علماء کا اختلاف ہے، تو بخاری و مسلم کی احادیث کیسے مقدم ہو سکتی ہیں؟

پہلے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ یہ بات درست ہے کہ حدیث کا دارومدار رواۃ پر اور اتصال سند پر ہوتا ہے لیکن محدثین نے جو مذکورہ قاعدہ بنایا ہے وہ قاعدہ تتبع اور استقراء کے بعد ہی بنایا ہے، ایسی کوئی حدیث نہیں ہے جو بخاری و

---

[1] سنن ابی داوٗد ۱۲۸۴ (ضعیف)

[2] مسند البزار عن بریدہ ۴۳۶۷

مسلم میں ہو اور اس کے معارض حدیث دیگر کتب حدیث میں ہو اور اس کا اتصال اور راویوں کی ثقاہت بخاری و مسلم کی حدیث سے بڑھ کر ہو، صرف عقلی احتمال پیش کر دینا کافی نہیں ہے، کسی دوسری روایت کا بخاری و مسلم کی روایت سے اقویٰ ہونا ثابت بھی کرنا چاہیئے، پہلے تو یہ ثابت کرنا چاہیئے کہ ابوداؤد کی حدیث بخاری کی حدیث کے معارض ہے، حالانکہ یہاں یہ معارضہ نہیں پایا جاتا، کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنا مشاہدہ بیان کیا ہے کہ میں نے کسی کو یہ نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا اور انہوں نے نہیں دیکھا ہو گا۔ کیونکہ وہ اکثر نفلی روزے رکھا کرتے تھے اور وہ گھر سے روزہ افطار کرنے کے بعد آتے تھے اس لئے مغرب کی نماز سے پہلے کسی کو یہ نماز پڑھتے نہیں دیکھا، اس لئے نہ دیکھنا کوئی دلیل نہیں ہے، زیادہ سے زیادہ یہ ہو سکتا ہے کہ کم لوگ پڑھتے ہوں، کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لمن شاء فرمایا تھا تا کہ اسے سنتِ لازمہ نہ بنا لیا جائے کہ ضروری پڑھنی ہے۔ ایک حدیث کی بنا پر دوسری حدیث کا انکار کر دینا درست نہیں ہے۔

اور یہ بات بھی نہیں کہ اس کے راوی، بخاری کی حدیث سے اقویٰ ہوں، محدثین کا قاعدہ استقرائی ہے، اور احناف نے جو بات ذکر کی ہے وہ محض عقلی ہے۔ استقراء کے مقابلہ میں عقلی بات حجت نہیں ہوتی، کیونکہ اس سے امکان ہی ثابت ہوتا ہے۔ اور امکان اور چیز ہے۔ جبکہ امر واقع اور چیز ہے۔ امر واقع ثابت کرنا چاہیئے۔ ہاں بخاری و مسلم کی وہ احادیث جن پر کلام ہوئی ہے، تو ان پر دیگر کتب کو ترجیح ہو سکتی ہے۔ جس طرح کہ ساعت جمعہ کے متعلق ترمذی کی حدیث کو مسلم کی حدیث پر ترجیح ہے کیونکہ مسلم میں آتا ہے کہ وہ ساعت خطبہ جمعہ میں ہوتی ہے۔ اور ترمذی میں ہے کہ وہ ساعت عصر کے بعد ہوتی ہے اور علماء نے عصر کے بعد ہونے کو ترجیح دی ہے۔ کیونکہ مسلم کی روایت پر تنقید ہوئی ہے۔ لہذا تنقید شدہ روایات کو اس قاعدے سے نکال دیا جاتا ہے۔

دوسرا اعتراض جو کیا گیا ہے کہ ان کی اسانید میں بعض مرجئہ وغیرہ راوی آجاتے ہیں تو اس کے جواب میں دو باتوں کا لحاظ رکھنا چاہیئے۔ ایک یہ کہ بعض جگہ ایسے راویوں کی روایت متابعت کے لئے لائی جاتی ہے۔ اور متابعت میں متکلم فیہ راوی آجاتے ہیں۔ جیسا کہ عبدالکریم راوی ضعیف ہے لیکن تبعًا آیا ہے۔ اور اسے بخاری و مسلم کا راوی شمار نہیں کیا گیا۔ بعض دفعہ ایسا راوی معرفت اور اس کی روایت کے ضعف کی شناخت کے لئے بھی لے آتے ہیں۔ ایک بات یہ یاد رکھنے کی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ پہلے محدثین میں اختلاف تھا اس کے بعد اتفاق ہو گیا ہے۔ اور اجماع مؤخر نے پہلے اختلاف کو اٹھا دیا ہے۔ اب اس بات پر اتفاق ہو گیا ہے کہ اگر کوئی راوی بدعتی ہو لیکن صادق اللہجہ ہو یعنی کبھی بھی جھوٹ نہ بولتا ہو اور داعی الی البدعت نہ ہو اور اس کی روایت کردہ حدیث اس کی بدعت کی مؤید نہ ہو تو اس کی روایت لی جا سکتی ہے۔

حدیث مذکور کی سند میں بریدہ آئے ہیں اور ان کا اس حدیث پر عمل تھا۔ لہذا بعض روایات میں اگر اسکی روایت میں "إلا المغرب" آیا ہے تو وہ صحیح نہیں ہے۔

"قولہ کراھیة أن یتخذھا الناس سنة" اس سے مراد سنتِ لازمہ ہے کہ ان دو رکعتوں کو "صلوا قبل المغرب" میں امر کے صیغہ کی وجہ سے فرض نہ سمجھ لیں۔ اس لئے "لمن شاء" کہہ کر اس میں اختیار دیدیا گیا۔

شرح بخاری

١١٨٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيدَ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ، قَالَ: حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ أَبِي حَبِيبٍ، قَالَ: سَمِعْتُ مَرْثَدَ بْنَ عَبْدِ اللهِ الْيَزَنِيَّ، قَالَ: «أَتَيْتُ عُقْبَةَ بْنَ عَامِرٍ الْجُهَنِيَّ، فَقُلْتُ: أَلَا أُعْجِبُكَ مِنْ أَبِي تَمِيمٍ يَرْكَعُ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ؟ فَقَالَ عُقْبَةُ: إِنَّا كُنَّا نَفْعَلُهُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قُلْتُ: فَمَا يَمْنَعُكَ الْآنَ، قَالَ: الشُّغْلُ».

ہم سے عبداللہ بن یزید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سعید بن ابی ایوب نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے یزید بن ابی حبیب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے مرثد بن عبداللہ یزنی سے سنا کہ میں عقبہ بن عامر جہنی صحابی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور عرض کیا آپ کو ابوتمیم عبداللہ بن مالک پر تعجب نہیں آیا کہ وہ مغرب کی نماز فرض سے پہلے دو رکعت نفل پڑھتے ہیں۔ اس پر عقبہ نے فرمایا کہ ہم بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اسے پڑھتے تھے۔ میں نے کہا پھر اب اس کے چھوڑنے کی کیا وجہ ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ دنیا کے کاروبار مانع ہیں۔

٣٦- بَابُ صَلَاةِ النَّوَافِلِ جَمَاعَةً:

باب: نفل نمازیں جماعت سے پڑھنا

ذَكَرَهُ أَنَسٌ وَعَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس کا ذکر انس اور عائشہ رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا ہے۔

١١٨٥ - حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي مَحْمُودُ بْنُ الرَّبِيعِ الْأَنْصَارِيُّ، «أَنَّهُ عَقَلَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَقَلَ مَجَّةً مَجَّهَا فِي وَجْهِهِ مِنْ بِئْرٍ كَانَتْ فِي دَارِهِمْ.

ہم سے اسحاق بن راہویہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہمارے باپ ابراہیم بن سعد نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے کہا کہ مجھے محمود بن ربیع انصاری رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یاد ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ کلی بھی یاد ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے گھر کے کنویں سے پانی لے کر ان کے منہ میں کی تھی۔

بعض نفلی نمازوں میں جماعت کرائی جاتی ہے حالانکہ وہ نمازیں فرض نہیں ہیں۔ جیسا کہ نمازِ عیدین، نماز کسوف اور نماز استسقاء میں جماعت ثابت ہے۔ اور رمضان کے مہینے میں صلاۃ تراویح صحابہ نے جماعت کے ساتھ پڑھی ہے۔ ان کے علاوہ باقی نوافل میں جماعت کرانا ثابت نہیں ہے۔ احناف کا خیال ہے کہ ان کے علاوہ باقی نوافل میں تداعی نہیں ہونی چاہیئے۔ اس سے ان کا مقصود یہ ہے کہ دو آدمی پڑھ سکتے ہیں۔ تین میں ان کا اختلاف ہے۔ اور اگر چار آدمی جمع ہو جائیں تو تداعی کی صورت بن جاتی ہے پھر جماعت کرانا منع ہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ اگر تداعی نہ ہو تو چار سے

زیادہ بھی ہوسکتے ہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ نوافل کی جماعت اگر اتفاقاً ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔ اگرچہ زیادہ لوگ بھی جمع ہوجائیں۔ تداعی سے مراد یہ ہے کہ لوگوں کو بلایا جائے کہ آئیں جماعت کرائیں۔ یہ منع ہے لیکن یہ بات نہیں ہے کہ اگر چار آدمی جمع ہوجائیں گے تو تداعی بن جائے گی۔ حنابلہ کے نزدیک نوافل کی جماعت کرانا جائز ہے۔ بعض لوگ صلاۃ تسبیح میں جماعت کراتے ہیں۔ لیکن یہ تداعی بن جاتی ہے۔

١١٨٦ ـ فَزَعَمَ مَحْمُودٌ أَنَّهُ سَمِعَ عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيَّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، وَكَانَ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: كُنْتُ أُصَلِّي لِقَوْمِي بِبَنِي سَالِمٍ وَكَانَ يَحُولُ بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ وَادٍ، إِذَا جَاءَتِ الْأَمْطَارُ فَيَشُقُّ عَلَيَّ اجْتِيَازُهُ قِبَلَ مَسْجِدِهِمْ، فَجِئْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لَهُ: إِنِّي أَنْكَرْتُ بَصَرِي وَإِنَّ الْوَادِيَ الَّذِي بَيْنِي وَبَيْنَ قَوْمِي يَسِيلُ، إِذَا جَاءَتِ الْأَمْطَارُ فَيَشُقُّ عَلَيَّ اجْتِيَازُهُ فَوَدِدْتُ أَنَّكَ تَأْتِي فَتُصَلِّي مِنْ بَيْتِي مَكَانًا أَتَّخِذُهُ مُصَلًّى، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: سَأَفْعَلُ، فَغَدَا عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ بَعْدَ مَا اشْتَدَّ النَّهَارُ فَاسْتَأْذَنَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَذِنْتُ لَهُ، فَلَمْ يَجْلِسْ حَتَّى قَالَ: أَيْنَ تُحِبُّ أَنْ أُصَلِّيَ مِنْ بَيْتِكَ ؟ فَأَشَرْتُ لَهُ إِلَى الْمَكَانِ الَّذِي أُحِبُّ أَنْ أُصَلِّيَ فِيهِ، فَقَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَبَّرَ وَصَفَفْنَا وَرَاءَهُ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ وَسَلَّمْنَا حِينَ سَلَّمَ، فَحَبَسْتُهُ عَلَى خَزِيرٍ يُصْنَعُ لَهُ، فَسَمِعَ أَهْلُ الدَّارِ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِي، فَثَابَ رِجَالٌ مِنْهُمْ حَتَّى كَثُرَ الرِّجَالُ فِي الْبَيْتِ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنْهُمْ: مَا فَعَلَ مَالِكٌ لَا أَرَاهُ؟ فَقَالَ رَجُلٌ مِنْهُمْ: ذَاكَ مُنَافِقٌ لَا يُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَقُلْ ذَاكَ أَلَا تَرَاهُ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ يَبْتَغِي بِذَلِكَ وَجْهَ اللهِ، فَقَالَ: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، أَمَّا نَحْنُ فَوَاللهِ لَا نَرَى وُدَّهُ وَلَا حَدِيثَهُ إِلَّا إِلَى الْمُنَافِقِينَ، قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَإِنَّ اللهَ قَدْ حَرَّمَ عَلَى النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ يَبْتَغِي بِذَلِكَ وَجْهَ اللهِ، قَالَ مَحْمُودٌ: فَحَدَّثْتُهَا قَوْمًا فِيهِمْ أَبُو أَيُّوبَ صَاحِبُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَتِهِ الَّتِي تُوُفِّيَ فِيهَا، وَيَزِيدُ بْنُ مُعَاوِيَةَ عَلَيْهِمْ بِأَرْضِ الرُّومِ فَأَنْكَرَهَا عَلَيَّ أَبُو أَيُّوبَ، قَالَ: وَاللهِ مَا أَظُنُّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا قُلْتَ قَطُّ، فَكَبُرَ ذَلِكَ عَلَيَّ فَجَعَلْتُ لِلَّهِ عَلَيَّ إِنْ سَلَّمَنِي حَتَّى أَقْفُلَ مِنْ غَزْوَتِي أَنْ أَسْأَلَ عَنْهَا عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ إِنْ وَجَدْتُهُ حَيًّا فِي مَسْجِدِ قَوْمِهِ،





فَقَفَلْتُ فَأَهْلَلْتُ بِحَجَّةٍ أَوْ بِعُمْرَةٍ ثُمَّ سِرْتُ حَتَّى قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ فَأَتَيْتُ بَنِي سَالِمٍ، فَإِذَا عِتْبَانُ شَيْخٌ أَعْمَى يُصَلِّي لِقَوْمِهِ، فَلَمَّا سَلَّمَ مِنَ الصَّلَاةِ سَلَّمْتُ عَلَيْهِ وَأَخْبَرْتُهُ مَنْ أَنَا ثُمَّ سَأَلْتُهُ عَنْ ذَلِكَ الْحَدِيثِ، فَحَدَّثَنِيهِ كَمَا حَدَّثَنِيهِ أَوَّلَ مَرَّةٍ.

محمود نے کہا کہ میں نے عتبان بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ سے سنا جو بدر کی لڑائی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک تھے، وہ کہتے تھے کہ میں اپنی قوم بنی سالم کو نماز پڑھایا کرتا تھا میرے (گھر) اور قوم کی مسجد کے بیچ میں ایک نالہ تھا، اور جب بارش ہوتی تو اسے پار کر کے مسجد تک پہنچنا میرے لیے مشکل ہو جاتا تھا۔ چنانچہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے کہا کہ میری آنکھیں خراب ہو گئی ہیں اور ایک نالہ ہے جو میرے اور میری قوم کے درمیان پڑتا ہے، وہ بارش کے دنوں میں بہنے لگ جاتا ہے اور میرے لیے اس کا پار کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ میری یہ خواہش ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا کر میرے گھر کسی جگہ نماز پڑھ دیں تاکہ میں اسے اپنے لیے نماز پڑھنے کی جگہ مقرر کر لوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہاری یہ خواہش جلد ہی پوری کروں گا۔ پھر دوسرے ہی دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر صبح تشریف لے آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت چاہی اور میں نے اجازت دے دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا کر بیٹھے بھی نہیں بلکہ پوچھا کہ تم اپنے گھر میں کس جگہ میرے لیے نماز پڑھنا پسند کرو گے۔ میں جس جگہ کو نماز پڑھنے کے لیے پسند کر چکا تھا اس کی طرف میں نے اشارہ کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں کھڑے ہو کر تکبیر تحریمہ کہی اور ہم سب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے صف باندھ لی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دو رکعت نماز پڑھائی پھر سلام پھیرا۔ ہم نے بھی آپ کے ساتھ سلام پھیرا۔ میں نے حلیم کھانے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو روک لیا جو تیار ہو رہا تھا۔ محلہ والوں نے جو سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر تشریف فرما ہیں تو لوگ جلدی جلدی جمع ہونے شروع ہو گئے اور گھر میں ایک خاصا مجمع ہو گیا۔ ان میں سے ایک شخص بولا۔ مالک کو کیا ہو گیا ہے! یہاں دکھائی نہیں دیتا۔ اس پر دوسرا بولا وہ تو منافق ہے۔ اسے اللہ اور رسول سے محبت نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر فرمایا۔ ایسا مت کہو، دیکھتے نہیں کہ وہ «لا إله إلا الله» پڑھتا ہے اور اس سے اس کا مقصد اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہے۔ تب وہ کہنے لگا کہ (اصل حال) تو اللہ اور رسول کو معلوم ہے۔ لیکن واللہ! ہم تو ان کی بات چیت اور میل جول ظاہر میں منافقوں ہی سے دیکھتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیکن اللہ تعالیٰ نے ہر اس آدمی پر دوزخ حرام کر دی ہے جس نے «لا إله إلا الله» اللہ کی رضا اور خوشنودی کے لیے کہہ لیا۔ محمود بن ربیع نے بیان کیا کہ میں نے یہ حدیث ایک ایسی جگہ میں بیان کی جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور صحابی ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ یہ روم کے اس جہاد کا ذکر

ہے جس میں آپ کی موت واقع ہوئی تھی۔ فوج کے سردار یزید بن معاویہ تھے۔ ابوایوب رضی اللہ عنہ نے اس حدیث سے انکار کیا اور فرمایا کہ اللہ کی قسم! میں نہیں سمجھتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی بات کبھی بھی کہی ہو۔ آپ کی یہ گفتگو مجھ کو بہت ناگوار گزری اور میں نے اللہ تعالیٰ کی منت مانی کہ اگر میں اس جہاد سے سلامتی کے ساتھ لوٹا تو واپسی پر اس حدیث کے بارے میں عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ سے ضرور پوچھوں گا۔ اگر میں نے انہیں ان کی قوم کی مسجد میں زندہ پایا۔ آخر میں جہاد سے واپس ہوا۔ پہلے تو میں نے حج اور عمرہ کا احرام باندھا پھر جب مدینہ واپسی ہوئی تو میں قبیلہ بنو سالم میں آیا۔ عتبان رضی اللہ عنہ جو بوڑھے اور نابینا ہو گئے تھے، اپنی قوم کو نماز پڑھاتے ہوئے ملے۔ سلام پھیرنے کے بعد میں نے حاضر ہو کر آپ کو سلام کیا اور بتلایا کہ میں فلاں ہوں۔ پھر میں نے اس حدیث کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے مجھ سے اس مرتبہ بھی اس طرح یہ حدیث بیان کی جس طرح پہلے بیان کی تھی۔

قوله فأنكرها علی أبو أيوب: حالانکہ یہ واقعہ حضرت انس سے بھی مروی ہے۔لیکن محمود کے بیان کرنے پر حضرت ابوایوب کو شک لاحق ہوا۔ انہوں نے سمجھا کہ قرآن کریم میں آتا ہے کہ بہت سے لوگ جہنم رسید ہونگے اور یہ اس کے خلاف ہے۔ لہٰذا "إن الله قد حرم على النار من قال لا إله إلا الله" کیسے صحیح ہوسکتا ہے؟ یہ ان کا خیال تھا۔ اس کے جواب میں علماء نے کہا ہے کہ اس "نار" سے مراد نار کفار ہے یعنی جس نار جہنم میں کفار جلیں گے وہ ان پر حرام ہے۔ ویسے "لا إله إلا الله" پڑھنے والے اپنے جرائم کی وجہ سے جہنم میں جاسکتے ہیں۔ یا "حرم على النار" سے مراد یہ ہے کہ ان کے تمام اعضاء کو آگ نہیں کھائے گی۔ یا وہ سمجھتے تھے کہ اسے نبی کریم علیہ السلام عام بیان نہیں کرتے تھے۔ اور یہ عام بیان کرتا ہے جو درست نہیں ہے۔ اور ان دونوں دلائل کی تطبیق ان کے ذہن میں نہیں ہوگی۔ اس لئے انہیں شک لاحق ہوا۔



شرح بخاری

۳۷۔ بَابُ التَّطَوُّعِ فِي الْبَيْتِ:

باب: گھر میں نفل نماز پڑھنا

۱۱۸۷ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ حَمَّادٍ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنْ أَيُّوبَ، وَعُبَيْدِ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «اجْعَلُوا فِي بُيُوتِكُمْ مِنْ صَلَاتِكُمْ وَلَا تَتَّخِذُوهَا قُبُورًا»، تَابَعَهُ عَبْدُ الْوَهَّابِ، عَنْ أَيُّوبَ.

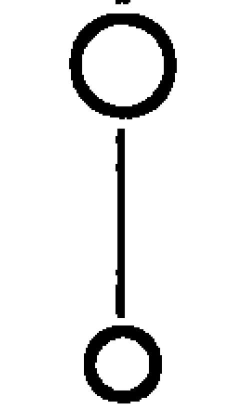
ہم سے عبدالاعلیٰ بن حماد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے وہیب بن خالد نے بیان کیا، ان سے ایوب سختیانی اور عبیداللہ بن عمر نے، ان سے نافع نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے گھروں میں بھی کچھ نمازیں پڑھا کرو اور انہیں بالکل قبریں نہ بنالو (کہ جہاں نماز ہی نہ پڑھی جاتی ہو) وہیب کے ساتھ اس حدیث کو عبدالوہاب ثقفی نے بھی ایوب سے روایت کیا ہے۔



جو لوگ کہتے ہیں کہ نوافل کی جماعت نہیں ہوسکتی وہ یہ بھی دلیل پیش کرتے ہیں کہ جب نوافل گھر میں پڑھنا افضل ہے۔ تو ان کی جماعت کی کیا ضرورت ہے؟ لیکن اتفاقاً جماعت ہوسکتی ہے۔ تداعی نہیں ہونی چاہیئے۔

"قولہ ولا تتخذوھا قبورًا" یعنی جیسے مرنے والے قبروں میں نماز نہیں پڑھتے اسی طرح تم اپنے گھروں کو قبروں جیسا نہ بناؤ بلکہ گھروں میں نوافل وغیرہ ادا کیا کرو۔ بخاری نے یہ معنی کیا ہے کہ قبروں میں نماز پڑھنا منع ہے اور تم گھروں میں منع نہ سمجھ لو، بلکہ نوافل گھر میں پڑھا کرو، اور کبھی فرضی نماز کی جماعت نہ ملے کسی عذر کی بنا پر رہ جائے تو اسے بھی گھر میں پڑھا جاسکتا ہے۔







کتاب فضل الصلاۃ

کتاب مکہ و مدینہ میں نماز کی فضیلت

١-بَابُ فَضْلِ الصَّلَاةِ فِي مَسْجِدِ مَكَّةَ وَالْمَدِينَةِ:

باب: مکہ اور مدینہ کی مساجد میں نماز کی فضیلت کا بیان

١١٨٨ ۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ. حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عُمَيْرٍ، عَنْ قَزَعَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَرْبَعًا، قَالَ: سَمِعْتُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَانَ غَزَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ غَزْوَةً.

ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے عبدالملک نے قزعہ سے خبر دی، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوسعید رضی اللہ عنہ سے چار باتیں سنیں اور انہوں نے بتلایا کہ میں نے انہیں نبی کریم ﷺ سے سنا تھا، آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بارہ جہاد کئے تھے۔

شرح بخاری

چونکہ مسجد مکہ اور مسجد مدینہ کو فضیلت حاصل ہے اس لئے عبادت کی نیت سے ان دونوں مسجدوں کا سفر کیا جاسکتا ہے مسجد اقصیٰ کے سفر کے جواز کا ذکر بھی آتا ہے ان کے علاوہ مسجد جامع کی فضیلت بھی آتی ہے۔ اور مسجد جامع ہر جگہ ہوتی ہے اور خاص طور پر شہری آبادی میں ضرور ہوتی ہے لہذا اس کے لئے سفر کا اہتمام کرنے کی ضرورت پیش نہیں آتی کہ کوئی اونٹ یا سواری تلاش کرنی پڑے، لہذا مسجد مکہ اور مسجد مدینہ اور مسجد اقصیٰ کے علاوہ کسی جگہ کا عبادت کی نیت سے سفر کرنا منع ہے بعض نے کہا ہے کہ ان تین مسجدوں کے علاوہ کسی مسجد کی طرف سفر کرنا منع ہے۔ قبور صالحین کی طرف جاسکتا ہے اگر کہا جائے کہ حدیث میں "لا تشد الرحال إلا إلي ثلثة مساجد" آتا ہے کہ تین مساجد کے علاوہ کسی جگہ کا سفر نہیں کیا جاسکتا تو جہاد کے لئے اور طلب علم کے لئے بھی سفر نہیں کرنا چاہیئے۔ اور کسی زندہ بزرگ آدمی کی زیارت کے لئے بھی نہیں جانا چاہیئے۔ جبکہ ان سب کو تم جائز سمجھتے ہو۔ اور قبروں میں جانا قبر کے لئے نہیں ہوتا۔ بلکہ مقبور کے لئے ہوتا ہے لہذا یہ جائز ہے حافظ نے بھی کہا ہے کہ مساجد کی طرف سفر کرنا منع ہے۔ لیکن ان تین مساجد کی طرف سفر کیا جاسکتا ہے کیونکہ حدیث میں آتا ہے "لا تشد الرحال إلي مسجد إلا الي ثلاثة مساجد" حالانکہ اسکا ایک راوی ثقہ نہیں ہے۔ حافظ کہتا ہے کہ یہ قابل اعتماد ہے۔ مگر مؤطا کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا مستثنیٰ منہ عام ہے۔ اسکا مستثنیٰ منہ "المسجد" نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کوہ طور کی زیارت کے لئے گئے تھے جب واپس آئے تو ابوبصرہ غفاری کو ملے تو انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا اگر تم مجھے پہلے ملتے تو میں تمہیں وہاں جانے سے منع کر دیتا۔ کیونکہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا ہے "لا تشد الرحال إلا الي ثلثة مساجد"[1] اس

[1] مسند أبي داوٗد الطیالسی ١٤٤٥، بخاری ١١٨٩ والنسائی ٧٠٠۔

سے معلوم ہوتا ہے صحابی رسول نے اس حدیث کو عام لیا ہے۔ اسی لیے تو انہوں نے کوہ طور کے سفر کی ممانعت میں اس حدیث کو پیش کیا ہے جو مساجد کے بارہ میں ہے۔

اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم قبر کے لئے نہیں جاتے ہم تو مقبور کے لئے جاتے ہیں یہ بھی مغالطہ ہے کیونکہ مقبور نے کیا قبر سے اٹھ کر اس سے مصافحہ کرنا ہے؟ یا اس نے ان سے ملاقات کرنا ہوتی ہے؟

ایک روایت پیش کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا "من زار قبري وجبت له شفاعتي"[1] لہٰذا آپ کی شفاعت کے وجوب کے حصول کے لئے چلے جانا چاہیئے۔ حالانکہ اس حدیث میں زیارت کا ذکر ہے۔ قبر کے لئے سفر کرنے کا ذکر نہیں ہے۔ جو شخص مسجد نبوی کے لئے سفر کر کے جائے گا وہ زیارت بھی کر لے گا۔ لیکن قبر کی زیارت کی نیت سے سفر کرنا ثابت نہیں ہے اور مسجد نبوی میں جا کر نماز پڑھنے کی نیت سے سفر جائز ہے۔

اس پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ جب کوئی شخص حج کے ارادے سے مسجد حرام میں آتا ہے اور حج سے فارغ ہو کر اگر وہ نبی اکرم ﷺ کی قبر کی زیارت کے لئے جائے تو یہ معقول چیز ہے۔ اور اگر مسجد نبوی میں نماز پڑھنے یا ثواب حاصل کرنے کی نیت سے جائے تو اجر و ثواب تو اسے مسجد حرام میں مسجد نبوی سے زیادہ مل رہا ہے کیونکہ مسجد حرام میں ایک نماز کا ایک لاکھ کا اجر ملتا ہے تو اسے مسجد نبوی جانے کا فائدہ کیا ہے؟ اس اعتراض کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ مسجد نبوی کی کچھ خصوصیت ہے ترغیب و ترہیب میں ایک حدیث آتی ہے "من صلي في مسجدي هذا أربعين صلاةً لا تفوته صلاة إلا كتبت له براءتان براءة من النار، وبراءة من النفاق[2]" اور یہ خصوصیت مسجد حرام کے لئے نہیں آئی۔ اس فضیلت کو حاصل کرنے کے لئے مسجد نبوی میں جا سکتا ہے اور جب وہاں پہنچ جائے تو قبر مبارک کی زیارت بھی کر لے قبر مبارک کی زیارت کرنا منع نہیں ہے بلکہ اس کے لئے سفر کرنا ثابت نہیں ہے۔ بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ یہ لوگ قبر کی زیارت سے روکتے ہیں۔ حالانکہ قبر مبارک کی زیارت سے کوئی منع نہیں کرتا جبکہ حدیث مذکور کو بعض علماء نے ضعیف کہا ہے اور قبروں کی زیارت کرنا صحیح حدیث سے بھی ثابت ہے آپ نے فرمایا "كنت نهيتكم عن زيارة القبور ألا فزوروها فإنها تذكر الأخرة وتزهد في الدنيا"[3] یہ صحیح مسلم کی حدیث ہے کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں وہاں جا کر درود پڑھوں گا تو درود تو جہاں بھی پڑھا جائے پہنچ جاتا ہے۔ جیسا کہ امام باقر یا زین العابدین نے ایک آدمی کو دیکھا کہ قبر کے لئے جا رہا ہے آپ نے پوچھا تو اس نے کہا وہاں درود پڑھنے جا رہا ہوں تو جواب دیا کہ تو اور اندلس کے رہنے والے برابر ہیں اگر تم درود پڑھو گے تو وہاں پہنچا دیا جائیگا اس کے لئے قبر پر جانے کی کیا ضرورت ہے۔ ایک حدیث میں ہے "صلوا علي فإن صلوتكم تبلغني حيث ما كنتم[4]"۔

شرح بخاری

---

[1] جلاء العینین فی محاکمۃ الأحمدین ج ۱ ص ۵۸۰۔

[2] مسند احمد ۱۲۵۸۳، المعجم الأوسط ۵۴۴۴۔ ضعیف لجهالة نبيط بن عمر

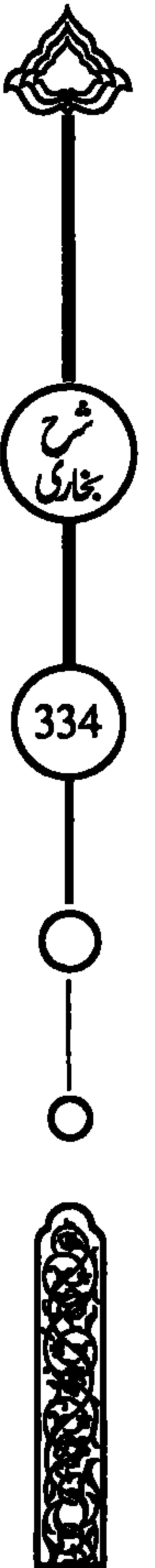
[3] مسلم (۱۰۶) ۹۷۷

[4] سنن أبي داؤد ۲۰۴۲

شوکانی رحمہ اللہ کا خیال ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی قبر مستثنٰی ہے کیونکہ جب آپ نے لاتشد الرحال کہا تھا اس وقت آپ کی قبر موجود نہیں تھی کیونکہ آپ فوت نہیں ہوئے تھے لہذا آپ کی وفات کے بعد آپ کی قبر کی بخصوصہ زیارت کی جاسکتی ہے۔ اور اس پر حضرت بلال رضی اللہ عنہ والی روایت پیش کرتے ہیں کہ وہ دمشق میں گئے ہوئے تھے وہاں انہیں خواب میں نبی علیہ السلام ملے۔ آپ نے فرمایا "ماهذه الجفوة يابلال"[1] اور وہ وہاں سے قبر کی زیارت کے لئے آئے تھے۔ اس روایت میں کلام کی گئی ہے لیکن شوکانی رحمہ اللہ نے اسے درست قرار دیا ہے وہ کہتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کی قبر اس سے مستثنٰی ہے۔ ایک روایت میں آتا ہے "مامن أحد يسلم على إلا رد الله روحى"[2] جب کوئی سلام پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح لوٹا دیتا ہے اور میں جواب دیتا ہوں۔

اس لئے شوکانی کا خیال ہے کہ اس فضیلت کو حاصل کرنے کے لئے سفر کیا جاسکتا ہے۔ اور ایسی تمام روایات پر بحث کی گئی ہے۔ بعض ایسی روایات موضوع ہیں اور بعض انتہائی درجے کی ضعیف ہیں لہذا انہیں دلیل نہیں بنایا جاسکتا۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور امام ابن قیم رحمہ اللہ بھی قبر کی زیارت کے لئے سفر کرنے کو منع سمجھتے ہیں۔ حافظ رحمہ اللہ نے قاضی عیاض وغیرہ کا قول نقل کیا ہے اور وہ بھی منع کے قائل ہیں لیکن حافظ کا میلان جواز کی طرف ہے کیونکہ شفاعی ہے جو اکثر بدعات کو جائز سمجھتے ہیں۔



شاہ ولی اللہ کہتے ہیں کہ وہاں تقرب الی اللہ کے لئے جانا درست نہیں ہے۔ اگر وہاں جانے سے مقصود تقرب الی اللہ نہ ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔ کیونکہ قرآن کریم میں ہے "سيروا فى الأرض"[3] لہذا سیر کرنا، مساجد وغیرہ کو شوق کے طور پر دیکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ تقرب الی اللہ کی نیت سے ان تین مساجد کے علاوہ کسی جگہ جانا جائز نہیں ہے۔ شوکانی کی رائے جواز کی ہے۔ ان سب کے دلائل کے پیش نظر کفر کا فتویٰ لگا دینا درست نہیں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ لوگ ہمیشہ سے حج کرنے کے بعد وہاں جاتے ہیں اس لئے منع کہنا اجماع کے خلاف ہے۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حج کے بعد لوگوں کا وہاں جانا مسجد نبوی کے لئے بھی ہوسکتا ہے۔ جو کہ جائز ہے۔ ضروری نہیں کہ وہ قبر مبارک کی نیت سے جاتے ہوں۔

١١٨٩ ـ حَدَّثَنَا عَلِيٌّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ، الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَمَسْجِدِ الرَّسُولِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَسْجِدِ الْأَقْصَى».

(دوسری سند) ہم سے علی بن مدینی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے زہری

---

1. غاية الأمانى فى الردّ على النبهانى ج۱، ص۲۹۱ (ضعیف)
2. سنن أبى داؤد ۲۰۴۱ (حسن)
3. الأنعام ۱۱

نے، ان سے سعید بن مسیب نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین مسجدوں کے سوا کسی کے لیے کجاوے نہ باندھے جائیں۔ (یعنی سفر نہ کیا جائے) ایک مسجد الحرام، دوسری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد (مسجد نبوی) اور تیسری مسجد الاقصیٰ یعنی بیت المقدس۔

١١٩٠ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ وقَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ زَيْدِ بْنِ رَبَاحٍ، وَعُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي عَبْدِ اللّٰهِ الْأَغَرِّ، عَنْ أَبِي عَبْدِ اللّٰهِ الْأَغَرِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «صَلَاةٌ فِي مَسْجِدِي هَذَا خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ صَلَاةٍ فِيمَا سِوَاهُ، إِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ».

ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے زید بن رباح اور عبید اللہ بن ابی عبداللہ اغر سے خبر دی، انہیں ابوعبداللہ اغر نے اور انہیں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اس مسجد میں نماز مسجد الحرام کے سوا تمام مسجدوں میں نماز سے ایک ہزار درجہ زیادہ افضل ہے۔

مسجد حرام میں ایک نماز لاکھ نمازوں کے ثواب میں برابر ہے۔ جیسا کہ مسند احمد میں حضرت جابر بن عبداللہ سے مروی ہے اور ابن حبان نے اسے صحیح کہا ہے "قال رسول الله ﷺ صلاة فی مسجدی هذا أفضل من الف صلاة فيما سواه إلا المسجد الحرام و صلاة فی المسجد الحرام أفضل من مائة ألف صلاة فيما سواه[1]" اور سنن ابن ماجہ میں حضرت جابر سے مرفوع مروی ہے "صلاة فی مسجدی أفضل من ألف صلاة فيما سواه إلا المسجد الحرام و صلاة فی المسجد الحرام أفضل من مائة ألف صلاة فيما سواه[2]" اس سے کم درجہ کی روایات میں مسجد نبوی کی نماز کے بارہ میں پچاس ہزار نماز کا لفظ بھی آتا ہے اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے بارہ میں پچیس اور ستائیس کا لفظ آتا ہے۔ فی نفسہٖ نماز کا ثواب یوں ہوگا کہ ایک نیکی دس کے برابر ہے۔ اور وہ سات سو گنا تک چلی جاتی ہے گویا ایک نیکی سات سو گنا تک پہنچ جاتی ہے۔

٢-بَابُ مَسْجِدِ قُبَاءٍ:

باب: مسجد قباء کی فضیلت

١١٩١ ۔ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ هُوَ الدَّوْرَقِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ، أَخْبَرَنَا أَيُّوبُ، عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا» كَانَ لَا يُصَلِّي مِنَ الضُّحَى إِلَّا فِي يَوْمَيْنِ يَوْمَ يَقْدَمُ بِمَكَّةَ، فَإِنَّهُ كَانَ يَقْدَمُهَا ضُحًى فَيَطُوفُ بِالْبَيْتِ ثُمَّ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ خَلْفَ الْمَقَامِ، وَيَوْمَ يَأْتِي مَسْجِدَ قُبَاءٍ فَإِنَّهُ كَانَ يَأْتِيهِ كُلَّ سَبْتٍ، فَإِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ كَرِهَ

[1] مسند احمد ١٥٢٧١۔ (صحیح)

[2] سنن ابن ماجہ ١٤٠٦ ج ١ ص ٤٥١ (صحیح)

أَنْ يَخْرُجَ مِنْهُ حَتَّى يُصَلِّيَ فِيهِ، قَالَ: وَكَانَ يُحَدِّثُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَزُورُهُ رَاكِبًا وَمَاشِيًا.

ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے اسماعیل بن علیہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں ایوب سختیانی نے خبر دی اور انہیں نافع نے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما چاشت کی نماز صرف دو دن پڑھتے تھے۔ جب مکہ آتے کیونکہ آپ مکہ میں چاشت ہی کے وقت آتے تھے اس وقت پہلے آپ طواف کرتے اور پھر مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت پڑھتے۔ دوسرے جس دن آپ مسجد قباء میں تشریف لاتے آپ کا یہاں ہر ہفتہ کو آنے کا معمول تھا۔ جب آپ مسجد کے اندر آتے تو نماز پڑھے بغیر باہر نکلنا برا جانتے۔ آپ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ یہاں سوار اور پیدل دونوں طرح آیا کرتے تھے۔

بعض علماء کے نزدیک مسجد قباء کا سفر کرنا بھی جائز ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اسکی طرف سفر نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ اگر مدینہ منورہ میں آئے تو اس کی زیارت کر لینا سنت ہے۔ نبی کریم علیہ السلام بھی آیا کرتے تھے اور ہر ہفتے کے بعد وہاں جا کر نماز پڑھا کرتے تھے۔ یہ بنی عمرو بن عوف کی مسجد تھی اور یہ پہلی مسجد ہے جسے نبی اکرم ﷺ نے تعمیر کیا ہے۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ جو شخص وضوء کر کے مسجد قباء میں آ کر دو رکعت نماز ادا کرے اسے عمرہ کرنے کا اجر حاصل ہوتا ہے[1]۔ بعض کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ اس لئے مسجد قباء میں آتے تا کہ ان لوگوں کی تیمارداری کر سکیں جو بیماری کی وجہ سے جمعہ کے دن نہیں آسکتے تھے۔

١١٩٢ ۔ قَالَ: وَكَانَ يَقُولُ: إِنَّمَا أَصْنَعُ كَمَا رَأَيْتُ أَصْحَابِي يَصْنَعُونَ، وَلَا أَمْنَعُ أَحَدًا أَنْ يُصَلِّيَ فِي أَيِّ سَاعَةٍ شَاءَ مِنْ لَيْلٍ أَوْ نَهَارٍ، غَيْرَ أَنْ لَا تَتَحَرَّوْا طُلُوعَ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوبَهَا».

نافع نے بیان کیا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ میں اسی طرح کرتا ہوں جیسے میں نے اپنے ساتھیوں (صحابہ رضی اللہ عنہم) کو کرتے دیکھا ہے۔ لیکن تمہیں رات یا دن کے کسی حصے میں نماز پڑھنے سے نہیں روکتا۔ صرف اتنی بات ہے کہ قصد کر کے تم سورج نکلتے یا ڈوبتے وقت نہ پڑھو۔

٣۔ بَابُ مَنْ أَتَى مَسْجِدَ قُبَاءٍ كُلَّ سَبْتٍ:

باب: جو شخص مسجد قباء میں ہر ہفتہ حاضر ہوا

١١٩٣ ۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: «كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِي مَسْجِدَ قُبَاءٍ كُلَّ سَبْتٍ مَاشِيًا وَرَاكِبًا»، وَكَانَ عَبْدُ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَفْعَلُهُ.

ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالعزیز بن مسلم نے بیان کیا، انہوں

[1] سنن ابن ماجہ ١٤١٢ (صحیح) نسائی ٦٩٩ (صحیح)

نے کہا کہ ہم سے عبداللہ بن دینار نے بیان کیا اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر ہفتہ کو مسجد قباء آتے پیدل بھی (بعض دفعہ) اور سواری پر بھی اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی ایسا ہی کرتے۔

یعنی جو شخص ہر ہفتے مسجد قباء میں آتا ہے اس کی دلیل کیا ہے؟ نبی اکرم ﷺ کا مسجد قباء میں آنا، اگر وہاں نماز ادا کرنے کے لئے تھا تو یہ سنت ہوگا اور اگر آپ کا آنا بیماروں کی تیمارداری کے لئے تھا تو یہ سنت نہیں ہوگا۔

۴-بَابُ إِتْيَانِ مَسْجِدِ قُبَاءٍ مَاشِيًا وَرَاكِبًا:

باب: مسجد قباء آنا کبھی سواری پر اور کبھی پیدل

١١٩٤ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: «كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِي مَسْجِدَ قُبَاءَ رَاكِبًا وَمَاشِيًا». زَادَ ابْنُ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ فَيُصَلِّي فِيهِ رَكْعَتَيْنِ.

ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا، اور ان سے عبیداللہ عمری نے بیان کیا کہ مجھ سے نافع نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قباء آتے کبھی پیدل اور کبھی سواری پر۔ ابن نمیر نے اس میں یہ زیادتی کی ہے کہ ہم سے عبیداللہ بن عمیر نے بیان کیا اور ان سے نافع نے کہ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔

۵-بَابُ فَضْلِ مَا بَيْنَ الْقَبْرِ وَالْمِنْبَرِ:

باب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف اور منبر مبارک کے درمیانی حصہ کی فضیلت کا بیان

١١٩٥ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ زَيْدٍ الْمَازِنِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَا بَيْنَ بَيْتِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ».

ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو امام مالک رحمہ اللہ نے خبر دی، انہیں عبداللہ بن ابی بکر نے، انہیں عباد بن تمیم نے اور انہیں (ان کے چچا) عبداللہ بن زید مازنی رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے گھر اور میرے اس منبر کے درمیان کا حصہ جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری ہے۔

١١٩٦ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي خُبَيْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «مَا بَيْنَ بَيْتِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ وَمِنْبَرِي عَلَى حَوْضِي».

ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، ان سے یحیٰی نے، ان سے عبید اللہ عمری نے بیان کیا کہ مجھ سے خبیب بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا، ان سے حفص بن عاصم نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان کی زمین جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر قیامت کے دن میرے حوض پر ہوگا۔

جس جگہ نبی اکرم ﷺ مدفون ہیں وہ جگہ آپ کی زندگی میں آپ کا گھر تھا آپ کی وفات کے بعد وہ جگہ آپ کی قبر بن گئی۔ اب آپ کی قبر اور منبر کے درمیان والی جگہ کا نام روضة من ریاض الجنة ہے۔ آجکل لوگ آپ کی قبر کو روضہ کہہ دیتے ہیں حالانکہ قبر اور منبر کے درمیان والی جگہ کا نام روضہ ہے۔ اسے روضہ اس لئے کہتے ہیں کہ حدیث میں آتا ہے "إذا مررتم بریاض الجنة فارتعوا قیل ماریاض الجنة یارسول اللہ فقال حلق الذکر[1]" تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا اور سبحان اللہ والحمد للہ پڑھنا۔

لہٰذا اس جگہ کو ریاض الجنة اس لئے کہا گیا ہے کہ وہاں ذکر و اذکار کرنے والے لوگ بیٹھتے ہیں۔ اور نبی کریم ﷺ کی آمد و رفت اس جگہ زیادہ تھی، قیامت کے دن یہ جگہ جنت میں شامل کی جائے گی یا اس جگہ ذکر و اذکار کرنے والے لوگوں کو اللہ تعالیٰ جنت کی صورت میں جزاء دیں گے، کئی لوگ نماز باجماعت کے وقت بھی روضہ میں بیٹھے رہتے ہیں، حالانکہ دائیں جانب کی فضیلت زیادہ ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "إن اللہ و ملائکته یصلون علی میامن الصفوف[2]" اس کے بعد بائیں جانب یعنی روضے والی جگہ چھوڑ ہی گئے تب آپ نے فرمایا "من عمر میسرة المسجد کتب له کفلان من الاجر[3]" اس کے بعد لوگ بائیں جانب بھی کھڑا ہونا شروع ہو گئے، کیونکہ امام کو درمیان میں کرنے کا حکم ہے اس لئے بائیں جانب بھی لوگوں کا ہونا ضروری ہے۔ نماز باجماعت میں فی نفسہٖ فضیلت دائیں جانب کی ہے۔ اس کے علاوہ کوئی عبادت میں مصروف ہونا چاہتا ہے تو روضہ میں بیٹھ سکتا ہے منبر اور قبر روضہ سے باہر ہیں۔ آپ کے فرمان "و منبری علی حوضي" سے منبر کی جگہ کی بھی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔

٦-بَابُ مَسْجِدِ بَيْتِ الْمَقْدِسِ:

باب: بیت المقدس کی مسجد کا بیان

١١٩٧ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ، سَمِعْتُ قَزَعَةَ مَوْلَى زِيَادٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يُحَدِّثُ بِأَرْبَعٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَعْجَبْنَنِي، وَآنَقْنَنِي، قَالَ: «لَا تُسَافِرِ الْمَرْأَةُ يَوْمَيْنِ إِلَّا مَعَهَا

---

1. ترمذی ٣٥١٠۔ مسند احمد ١٢٥٢٣۔
2. سنن أبی داؤد ٦٧٦ (حسن)
3. سنن ابن ماجہ ١٠٠٧ ج ١ ص ٣٢١ (ضعیف)

زَوْجُهَا أَوْ ذُو مَحْرَمٍ، وَلَا صَوْمَ فِي يَوْمَيْنِ الْفِطْرِ وَالْأَضْحَى، وَلَا صَلَاةَ بَعْدَ صَلَاتَيْنِ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغْرُبَ، وَلَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ مَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَسْجِدِ الْأَقْصَى وَمَسْجِدِي».

ہم سے ابوالولید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے عبدالملک بن عمیر نے بیان کیا، انہوں نے زیاد کے غلام قزعہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کے حوالہ سے چار حدیثیں بیان کرتے ہوئے سنا جو مجھے بہت پسند آئیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ عورت اپنے شوہر یا کسی ذی رحم محرم کے بغیر دو دن کا بھی سفر نہ کرے اور دوسری یہ کہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ دونوں دن روزے نہ رکھے جائیں۔ تیسری بات یہ کہ صبح کی نماز کے بعد سورج کے نکلنے تک اور عصر کے بعد سورج چھپنے تک کوئی نفل نماز نہ پڑھی جائے۔ چوتھی یہ کہ تین مسجدوں کے سوا کسی کے لیے کجاوے نہ باندھے جائیں۔ مسجد الحرام، مسجد الاقصیٰ اور میری مسجد (یعنی مسجد نبوی)۔

"قولہ ولا صلوۃ بعد صلاتین بعد الصبح حتی تطلع الشمس" فجر کی جماعت کے بعد اگر پہلے سنتیں رہ گئی ہوں تو بعد میں پڑھنا ثابت ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ آپ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ جماعت کے بعد نماز پڑھ رہا ہے آپ نے پوچھا تو اس نے کہا اے اللہ کے رسول، میری سنتیں رہ گئی تھیں وہ اب بعد میں پڑھی ہیں۔ تو آپ نے سکوت کیا یا "فلا إذًا"[1] کہہ دیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی عذر کی بنا پر نماز با جماعت سے پہلے دو رکعتیں رہ گئی ہوں تو وہ نماز کے بعد پڑھ سکتا ہے۔ ایک حدیث ترمذی میں آتی ہے کہ جس شخص کی سنتیں پہلے رہ جائیں وہ سورج نکلنے کے بعد پڑھ لے[2]۔ بعض احادیث میں یہ لفظ آئے ہیں کہ جو طلوع شمس تک نہ پڑھ سکے۔ وہ بعد میں پڑھ لے۔ اسکا یہ مطلب نہیں ہے کہ پہلے نہ پڑھے اس بارہ میں ابو داؤد کی روایت مرسل ہے۔ ابن حبان کے حوالہ سے جو ذکر ہوئی ہے اس کی سند صحیح ہے۔ اور عذر کی بنا پر پہلے سنتیں نہ پڑھ سکے اور بعد میں پڑھے تو یہ ادا ہوگی، قضاء نہیں ہوگی۔ جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کی ظہر کے بعد کی دو رکعتیں وفد کے ساتھ مشغول ہونے کی وجہ سے رہ گئی تھیں اور آپ نے عصر کے بعد پڑھی تھیں[3]۔ اس سے معلوم ہوا کہ سنتوں کی قضاء بھی دی جا سکتی ہے۔ احناف فرضوں کی قضا مانتے ہیں۔ سنتوں کی نہیں مانتے، ان کے نزدیک سنتوں کی قضاء نہیں ہے۔ حالانکہ یہ ادا ہے قضاء نہیں ہے۔ جیسا کہ ظہر کی پہلی چار رکعات رہ جائیں تو احناف کے ہاں انہیں ظہر کے بعد والی دو رکعتیں پڑھنے کے بعد پڑھے اگر یہ قضا ہوں تو پھر بعد والی رکعتوں سے پہلے پڑھنی چاہیئے کیونکہ قضاء نماز پہلے پڑھی جاتی ہے۔ اور اداء بعد میں پڑھی جاتی ہے۔ لہذا یہاں فجر کی سنتیں بھی نماز کے بعد پڑھی جائیں تو ادا ہی ہوں گی، کیونکہ وقت میں پڑھی جاتی ہیں۔

شرح بخاری

---

[1] سنن ترمذی ۴۲۲ (صحیح)
[2] سنن ترمذی ۴۲۳ (صحیح)
[3] سنن أبی داؤد ۱۲۷۳ (صحیح)

كتاب العمل فی الصلاة

کتاب نماز کے کام کے بارے میں

١-بَابُ اسْتِعَانَةِ الْيَدِ فِي الصَّلَاةِ إِذَا كَانَ مِنْ أَمْرِ الصَّلَاةِ:

باب: نماز میں ہاتھ سے نماز کا کوئی کام کرنا

نماز میں عمل سے متعلق علماء نے قاعدہ یہ مقرر کیا ہے کہ عمل قلیل جائز ہے اور عمل کثیر منع ہے اس کے بعد قلیل اور کثیر کی تعریف میں اختلاف ہے۔ محدثین کے نزدیک جو عمل نماز میں کرنا ثابت ہے، وہ قلیل ہے۔ اگر کوئی شخص اس طرح کا عمل کرلے تو وہ قلیل ہوگا اور اگر اس سے زائد ہو تو کثیر ہوگا۔ حدیث میں آتا ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نماز پڑھتے ہوئے بوقت ضرورت دروازہ کھول دیتے جبکہ وہ دروازہ کعبہ کی طرف ہوتا۔ اسی طرح آپ نے اپنی نواسی بچی کو اٹھا کر نماز پڑھائی ہے۔ لہٰذا ماں اپنے بچے کو اٹھا کر بوقتِ ضرورت نماز پڑھ سکتی ہے۔ اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نماز پڑھاتے ہوئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے پر پیچھے ہٹ گئے تھے۔ اور آپ آگے مصلی پر آگئے۔ ایک دفعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر کھڑے ہو کر نماز پڑھی اور سجدہ کرنے کے لئے اس سے اترتے تھے محدثین کرام کے نزدیک یہ عمل قلیل ہے اور بوقت ضرورت جائز ہے۔ ایسے ہی کوئی شخص اگر اپنی سواری کو پکڑے ہوئے نماز پڑھے اور سواری کے ساتھ ساتھ چل رہا ہو اور قبلہ سے منحرف نہ ہو تو نماز جائز اور یہ عمل قلیل ہے۔

احناف کے نزدیک عمل کثیر یہ ہے کہ ایسا کام کرے کہ دیکھنے والا سمجھے کہ یہ نماز نہیں پڑھ رہا مثلاً دونوں ہاتھوں سے چادر باندھنا شروع کردے تو ایسا کام جو دونوں ہاتھوں سے ہو یہ عمل کثیر ہے اگر ایک ہاتھ سے ہو تو عمل قلیل ہے۔ تو ان کے ہاں ایک تعریف یہ ہے کہ ایک ہاتھ سے ہو تو عمل قلیل ہے اور اگر دونوں ہاتھوں سے کرے تو عمل کثیر ہے اور ان کے ہاں دوسری تعریف یہ ہے کہ دیکھنے والا سمجھے کہ یہ نماز میں نہیں ہے تو عمل کثیر اور اگر وہ سمجھے کہ یہ نماز پڑھ رہا ہے تو عمل قلیل ہے۔ تیسری یہ کہ اگر نماز میں قدم اٹھائے تو پے در پے تین قدم نہ اٹھائے۔ اور اگر بچھو وغیرہ کو مارے تو ایک یا دو دفعہ مار کر ٹھہر جائے۔ اور کچھ ٹھہر کر تیسری بار مارے۔ وہ اگرچہ تیسری مار سے پہلے ہی ڈس لے۔ اسے عمل قلیل کہتے ہیں اور اگر پے در پے تین ضربیں مارے گا تو عمل کثیر ہو جائے گا۔

احناف کہتے ہیں کہ عمل کثیر میں مبتلیٰ کو لیا جائے گا اور جس کو مبتلیٰ قلیل یا کثیر سمجھے، وہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی فقہ کے زیادہ مناسب ہے کیونکہ وہ عام مسائل میں کام کو مبتلیٰ کے حوالے کر دیتے ہیں۔

شاہ ولی اللہ کہتے ہیں "أصح المذاهب أوسعها" جس کا مذہب زیادہ وسیع ہے وہی زیادہ صحیح ہے۔ احناف بعض دفعہ نماز کے اندر حرکت منع سمجھتے ہیں لیکن نماز چھوڑ کر حرکت کرسکتا ہے، مثلاً کوئی عورت ہنڈیا پکاتی ہے ایک رکعت پڑھ کر سمجھتی ہے کہ کہیں ہنڈیا جل نہ جائے تو نماز چھوڑ کر اس میں چمچ ہلا آئے اور واپس آکر نماز شروع کردے،

یا کوئی چرواہا بکریاں چراتا ہے وہ دور جا رہی ہوں تو انہیں روک کر پھر نماز شروع کر دے۔ اسی طرح ان کے ہاں کسی شخص کا وضوء ٹوٹ جائے تو جب وہ وضوء کرنے جائے گا تو ان سب صورتوں میں وہ کعبہ سے تو منحرف ہو جائے گا۔ ان صورتوں میں وہ جائز کہتے ہیں اور بنا کرنے کے قائل ہیں۔

"قولہ إذا کان من أمر الصلاۃ" یعنی ایسا کام جس کا نماز سے تعلق ہے تو اس میں اپنے ہاتھ سے مدد لے سکتا ہے۔ مثلاً نماز میں چادر کھلنے لگی ہے تو اسے باندھ لے اور اس کے لئے دونوں ہاتھ استعمال کرنا پڑیں گے۔ حنفی کہتے ہیں کہ اس سے نماز ٹوٹ جائے گی۔ ان کے ہاں چادر کھول سکتا ہے۔ یہ عمل قلیل ہے اگرچہ دونوں ہاتھوں سے کھولے۔ لیکن باندھ نہیں سکتا اگرچہ ایک ہاتھ سے باندھے۔ کیونکہ یہ عمل کثیر ہے۔ حالانکہ دونوں ہاتھوں سے ہی باندھی جاتی ہے۔ ایسے ہی ازار بند دونوں ہاتھوں سے کھول سکتا ہے کیونکہ عمل قلیل ہے۔ اگر باندھے گا تو دونوں ہاتھوں سے باندھے یہ عمل کثیر ہے اگرچہ ایک ہاتھ سے ہی ہو۔ حنفی ایسا فرق کرتے ہیں۔

نماز کے دوران چادر کھولنے کی ضرورت یوں پیش آسکتی ہے کہ نمازی سمجھتا ہے کہ میری چادر پلید ہے اور کرتہ لمبا پہنا ہوا ہے تو نیچے سے چادر اتار دے لمبے کرتے کی وجہ سے برہنہ بھی نہیں ہو گا۔

"قولہ وضع أبو اسحق قلنسوتہ" انہوں نے ٹوپی اس لئے اتار دی کہ ٹوپی لمبی تھی اور سجدہ نہیں ہو سکتا تھا۔

قولہ یصلح ثوباً وہ یوں کہ کپڑا سامنے آجاتا ہو گا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اسے درست کر لیتے ہوں گے۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَسْتَعِينُ الرَّجُلُ فِي صَلَاتِهِ مِنْ جَسَدِهِ بِمَا شَاءَ وَوَضَعَ أَبُو إِسْحَاقَ قَلَنْسُوَتَهُ فِي الصَّلَاةِ وَرَفَعَهَا وَوَضَعَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَفَّهُ عَلَى رُسْغِهِ الْأَيْسَرِ إِلَّا أَنْ يَحُكَّ جِلْدًا أَوْ يُصْلِحَ ثَوْبًا.

شرح بخاری

اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نماز میں آدمی اپنے جسم کے جس حصے سے بھی چاہے، مدد لے سکتا ہے۔ ابواسحاق نے اپنی ٹوپی نماز پڑھتے ہوئے رکھی اور اٹھائی۔ اور علی رضی اللہ عنہ اپنی ہتھیلی بائیں پہنچے پر رکھتے البتہ اگر کھجلانا یا کپڑا درست کرنا ہوتا (تو کر لیتے تھے)۔

١١٩٨ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ مَخْرَمَةَ بْنِ سُلَيْمَانَ، عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّهُ أَخْبَرَهُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، أَنَّهُ بَاتَ عِنْدَ مَيْمُونَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا وَهِيَ خَالَتُهُ، قَالَ: «فَاضْطَجَعْتُ عَلَى عَرْضِ الْوِسَادَةِ وَاضْطَجَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَهْلُهُ فِي طُولِهَا، فَنَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى انْتَصَفَ اللَّيْلُ أَوْ قَبْلَهُ بِقَلِيلٍ أَوْ بَعْدَهُ بِقَلِيلٍ، ثُمَّ اسْتَيْقَظَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَلَسَ فَمَسَحَ النَّوْمَ عَنْ وَجْهِهِ بِيَدِهِ، ثُمَّ قَرَأَ الْعَشْرَ آيَاتٍ خَوَاتِيمَ سُورَةِ آلِ عِمْرَانَ، ثُمَّ قَامَ إِلَى شَنٍّ مُعَلَّقَةٍ فَتَوَضَّأَ مِنْهَا فَأَحْسَنَ وُضُوءَهُ، ثُمَّ قَامَ يُصَلِّي، قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ

عَنْهُمَا: فَقُمْتُ فَصَنَعْتُ مِثْلَ مَا صَنَعَ، ثُمَّ ذَهَبْتُ فَقُمْتُ إِلَى جَنْبِهِ فَوَضَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى رَأْسِي، وَأَخَذَ بِأُذُنِي الْيُمْنَى يَفْتِلُهَا بِيَدِهِ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ أَوْتَرَ، ثُمَّ اضْطَجَعَ حَتَّى جَاءَهُ الْمُؤَذِّنُ، فَقَامَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ، ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى الصُّبْحَ».

ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، انہیں امام مالک رحمہ اللہ نے خبر دی، انہیں مخرمہ بن سلیمان نے خبر دی، انہیں ابن عباس کے غلام کریب نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے خبر دی کہ آپ ایک رات ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے یہاں سوئے۔ ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا آپ کی خالہ تھیں۔ آپ نے بیان کیا کہ میں بستر کے عرض میں لیٹ گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی بیوی اس کے طول میں لیٹے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے حتی کہ آدھی رات ہوئی یا اس سے تھوڑی دیر پہلے یا بعد۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہو کر بیٹھ گئے اور چہرے سے نیند کے خمار کو اپنے دونوں ہاتھوں سے دور کرنے لگے۔ پھر سورۃ آل عمران کے آخر کی دس آیتیں پڑھیں اس کے بعد پانی کی ایک مشک کے پاس گئے جو لٹک رہی تھی، اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اچھی طرح وضو کیا، پھر کھڑے ہو کر نماز شروع کی۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں بھی اٹھا اور جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا میں نے بھی کیا اور پھر جا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں کھڑا ہو گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا داہنا ہاتھ میرے سر پر رکھا اور میرے داہنے کان کو پکڑ کر اسے اپنے ہاتھ سے مروڑنے لگے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت نماز پڑھی، پھر دو رکعت پڑھی، پھر دو رکعت پڑھی، پھر دو رکعت پڑھی، پھر دو رکعت پڑھی، پھر دو رکعت پڑھی۔ اس کے بعد (ایک رکعت) وتر پڑھا اور لیٹ گئے۔ جب مؤذن آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ اٹھے اور دو ہلکی رکعتیں پڑھ کر باہر نماز (فجر) کے لیے تشریف لے گئے۔

"قوله یفتلها" ایک دفعہ ابن عباس کو آپ نے دائیں جانب پھیرنے کے لئے میڈھی سے پکڑ کر کھینچ لیا۔ لیکن وہ جب نماز میں سونے لگتا تو اسکا کان مروڑ دیتے تاکہ وہ جاگتا رہے۔ ایسے ہی اگر کوئی آدمی نماز پڑھتے ہوئے سجدے میں ہی پڑا رہے اور اسے امام کی تکبیر کا پتہ نہ چل سکے تو کوئی دوسرا نمازی اسے ہاتھ یا پاؤں یا گھٹنے سے ہلا سکتا ہے۔

٢-بَابُ مَا يُنْهَى عَنْهُ مِنَ الْكَلَامِ فِي الصَّلَاةِ:

باب: نماز میں بات کرنا منع ہے

١١٩٩ - حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: «كُنَّا نُسَلِّمُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الصَّلَاةِ فَيَرُدُّ عَلَيْنَا. فَلَمَّا رَجَعْنَا مِنْ عِنْدِ النَّجَاشِيِّ سَلَّمْنَا عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْنَا وَقَالَ: إِنَّ فِي الصَّلَاةِ شُغْلًا».

ہم سے عبداللہ بن نمیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے محمد بن فضیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اعمش نے بیان کیا، ان سے ابراہیم نے، ان سے علقمہ نے اور ان سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ (پہلے) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے ہوتے اور ہم سلام کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا جواب دیتے تھے۔ جب ہم نجاشی کے یہاں سے واپس ہوئے تو ہم نے (پہلے کی طرح نماز ہی میں) سلام کیا۔ لیکن اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب نہیں دیا بلکہ نماز سے فارغ ہو کر فرمایا کہ نماز میں آدمی کو فرصت کہاں۔

احناف کے ہاں نماز میں کلام کرنا مطلقاً منع ہے۔ نہ ہی مصلحت صلوٰۃ کے لئے جائز ہے اور نہ اس کے علاوہ جائز ہے شوافع کا بھی یہی مذہب ہے لیکن شافعی یہ کہتے ہیں کہ اگر سہواً یا نسیاناً کلام ہو جائے تو نماز ہو جاتی ہے۔ احناف کے ہاں سہواً کلام کرنے سے بھی نماز باطل ہو جاتی ہے۔ کیونکہ اس کے لئے ھیأۃ صلوۃ مذکر ہے جبکہ نماز کی ھیأت اسے یاد دہانی کرا رہی ہے تو اس نے کیوں ادھر توجہ نہ کی۔ شافعی کہتے ہیں کہ سہواً کلام ہو جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ ایک آدمی نے نماز میں دوسرے کو "یرحمك الله" کہہ دیا تھا۔ تو نبی کریم علیہ السلام نے اسے نماز کے اعادہ کا حکم نہیں دیا تھا صرف یہ کہا تھا کہ نماز میں کلام نہیں کرنی چاہیے[1]۔ کیونکہ یہ آدمی اس مسئلہ سے جاہل تھا جاہل اور ساھی پر مواخذہ نہیں ہے۔ اگر مصلحت صلوۃ کے لئے عمداً کلام کرے تو حنفیوں کے نزدیک نماز باطل ہو جائے گی۔ امام مالک رحمہ اللہ وسعت دیتے ہیں کہ مصلحت صلوۃ کے لئے کلام کرنا جائز ہے۔ جیسا کہ ذوالیدین کی حدیث مشہور ہے اور وہ امام مالک کے مسلک کے مطابق ہے۔ اور وہ حدیث شوافع اور احناف کے خلاف ہے۔ اگر ان سے کہا جائے کہ نبی کریم علیہ السلام نے بھی کلام کی تھی تو وہ کہتے ہیں آپ نے اس لئے کلام کی کہ آپ سمجھتے تھے نماز پوری ہو گئی ہے اگر کوئی شخص ایسے کلام کر لے کہ وہ سمجھے کہ نماز پوری ہو گئی ہے تو شوافع کے ہاں بھی نماز ہو جاتی ہے نبی علیہ السلام نے مصلحت صلوۃ کے لئے کلام کی اور وہ زمانہ نسخ کا تھا اس لئے باوجود نماز کم پڑھانے کے لوگوں نے بھی سمجھا کہ شاید ہماری یہ نماز پوری ہے۔ مالکیوں کے ہاں مصلحت صلوۃ کے لئے کلام ہو سکتی ہے حنفیوں اور شافعیوں کے ہاں نماز دہرانی پڑے گی۔

"قوله فلما رجعنا من عند النجاشي" اس بارہ میں اختلاف ہے کہ یہ واپسی مکہ میں ہوئی ہے یا مدینہ میں۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واپسی مکہ میں ہوئی ہے۔ کیونکہ عبداللہ بن مسعود جو اس کے راوی ہیں وہ دوسرے فریق کے ساتھ حبشہ ہجرت کر گئے تھے انہوں نے وہاں سنا کہ مکہ والے نرم ہو گئے ہیں حالانکہ یہ خبر غلط تھی وہ واپس مکہ میں آئے تو مکہ والے پہلے سے بھی زیادہ سخت تھے۔ لہٰذا یہ مکہ کی واپسی مراد ہے بعض کہتے ہیں کہ یہ مدینہ کی واپسی

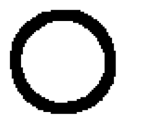
[1] سنن النسائی ۱۲۱۸ ج ۳ ص ۱۴۔

ہے۔کیونکہ اس حدیث کے راوی عبداللہ بن مسعود مدینہ میں آئے تو نبی کریم ﷺ غزوہ بدر کی تیاری میں تھے نبی کریم علیہ السلام نماز پڑھ رہے تھے۔ابن مسعود نے سلام کہا۔لیکن آپ نے جواب نہ دیا۔اور نماز سے فارغ ہوکر فرمایا"إن الله قد أحدث أن لا تتكلموا في الصلاة[1]" اس لئے ابن حبان رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ یہ مکہ کا واقعہ ہے۔اور یہ واپسی مکہ میں ہوئی ہے بعض رواۃ نے لفظ ہی "مکہ" کا استعمال کیا ہے۔لیکن حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ یہ واپسی مدینہ کی ہے۔کیونکہ حرمت کلام کی جو دلیل پیش کرتے ہیں وہ یہی ہے "كنا نتكلم في الصلاة حتى نزلت"وقوموا لله قانتين"فأمرنا بالسكوت[2] وهذه الاية مدنية بالإجماع"اور اگر مکہ میں اس سے پہلے نماز میں کلام حرام ہوگئی ہوتی تو پھر مدینہ میں وہ کلام کیوں کرتے۔بعض کہتے ہیں کہ مدینہ میں آکر نماز میں کلام نہیں کرتے تھے بلکہ اشارے سے کوئی بات بتادیتے تھے۔اور تمام دلائل کو ملحوظ رکھتے ہوئے معلوم ہوتا ہے کہ آہستہ کلام کرتے تھے "و كان أحدنا يكلم صاحبه بحاجته" سے پتہ چلتا ہے کہ ضرورت کی بات زبان سے ہی کرتے تھے۔اور آیت "إذا قرئ القرآن فاستمعوا له وأنصتوا لعلكم ترحمون[3]" یہ آیت تو مکہ میں نازل ہوئی ہے۔اس میں "انصات" سے مراد یہ لیا گیا ہے کہ آہستہ کلام کرو،اونچی شور نہ کرو،اور اگر اس سے مراد یہ ہوتا کہ بالکل کلام نہ کرو تو دوسری آیت کے نزول کی ضرورت نہ تھی۔



مذکورہ اختلاف میں صحیح بات یہ ہے کہ نماز میں کلام کرنا مدینہ میں حرام ہوا ہے۔بہرحال مصلحت صلوۃ کے لئے کلام ہوسکتی ہے یا نہیں؟شافعی کہتے ہیں جاہل اور ناسی کو معافی حاصل ہے۔حنفی کہتے ہیں انہیں معافی نہیں ہے نماز دہرانا ہوگی مالکی مصلحت صلوۃ کے لئے کلام کرنا جائز سمجھتے ہیں۔

"قوله إن كنا لنتكلم في الصلاة" ابن حبان نے کہا ہے کہ زید بن ارقم اگرچہ مدینہ کا آدمی ہے۔لیکن "كنا نتكلم" سے مراد یہ ہے کہ صحابہ کرام مکہ میں نبی اکرم ﷺ کے پیچھے کلام کیا کرتے تھے حتی کہ یہ آیت اتری "و قوموا لله قانتين" لیکن یہ آیت بالاجماع مدنی ہے۔



حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ السَّلُولِيُّ، حَدَّثَنَا هُرَيْمُ بْنُ سُفْيَانَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ.

ہم سے محمد بن عبداللہ بن نمیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اسحاق بن منصور نے بیان کیا، ان سے ہریم بن سفیان نے بیان کیا، ان سے اعمش نے، ان سے ابراہیم نخعی نے، ان سے علقمہ نے اور ان سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ سے پھر ایسی ہی روایت بیان کی۔

---

1. مسند احمد ۴۱۴۵ ج ۷ ص ۲۱۰۔
2. صحیح البخاری ۴۵۳۴ ج ۶ ص ۳۰۔
3. الأعراف ۲۰۴۔

١٢٠٠ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا عِيسَى هُوَ ابْنُ يُونُسَ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ الْحَارِثِ بْنِ شُبَيْلٍ، عَنْ أَبِي عَمْرٍو الشَّيْبَانِيِّ، قَالَ: قَالَ لِي زَيْدُ بْنُ أَرْقَمَ: «إِنْ كُنَّا لَنَتَكَلَّمُ فِي الصَّلَاةِ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكَلِّمُ أَحَدُنَا صَاحِبَهُ بِحَاجَتِهِ حَتَّى نَزَلَتْ: حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ سورة البقرة آية ٢٣٨، فَأُمِرْنَا بِالسُّكُوتِ».

ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو عیسیٰ بن یونس نے خبر دی، انہیں اسماعیل بن ابی خالد نے، انہیں حارث بن شبیل نے، انہیں ابوعمرو بن سعد بن ابی ایاس شیبانی نے بتایا کہ مجھ سے زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے بتلایا کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں نماز پڑھنے میں باتیں کر لیا کرتے تھے۔ کوئی بھی اپنے قریب کے نمازی سے اپنی ضرورت بیان کر دیتا۔ پھر آیت «حافظوا علی الصلوات الخ» اتری اور ہمیں (نماز میں) خاموش رہنے کا حکم ہوا۔

٣- بَابُ مَا يَجُوزُ مِنَ التَّسْبِيحِ وَالْحَمْدِ فِي الصَّلَاةِ لِلرِّجَالِ:

باب: نماز میں مردوں کا سبحان اللہ اور الحمدللہ کہنا

١٢٠١ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ سَهْلٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: «خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصْلِحُ بَيْنَ بَنِي عَمْرِو بْنِ عَوْفِ بْنِ الْحَارِثِ وَحَانَتِ الصَّلَاةُ، فَجَاءَ بِلَالٌ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، فَقَالَ: حُبِسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَتَؤُمُّ النَّاسَ، قَالَ: نَعَمْ، إِنْ شِئْتُمْ، فَأَقَامَ بِلَالٌ الصَّلَاةَ فَتَقَدَّمَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَصَلَّى، فَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِي فِي الصُّفُوفِ يَشُقُّهَا شَقًّا حَتَّى قَامَ فِي الصَّفِّ الْأَوَّلِ فَأَخَذَ النَّاسُ بِالتَّصْفِيحِ، قَالَ سَهْلٌ: هَلْ تَدْرُونَ مَا التَّصْفِيحُ؟ هُوَ التَّصْفِيقُ، وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لَا يَلْتَفِتُ فِي صَلَاتِهِ، فَلَمَّا أَكْثَرُوا الْتَفَتَ، فَإِذَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّفِّ فَأَشَارَ إِلَيْهِ مَكَانَكَ فَرَفَعَ أَبُو بَكْرٍ يَدَيْهِ فَحَمِدَ اللَّهَ، ثُمَّ رَجَعَ الْقَهْقَرَى وَرَاءَهُ، وَتَقَدَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّى».

ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالعزیز بن ابی حازم نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ ابوحازم سلمہ بن دینار نے اور ان سے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بنو عمرو بن عوف (قباء) کے لوگوں میں صلح کروانے تشریف لائے، اور جب نماز کا وقت ہو گیا تو بلال رضی اللہ عنہ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو اب تک نہیں تشریف لائے اس لیے اب آپ نماز پڑھائیے۔ انہوں نے فرمایا اچھا اگر تمہاری خواہش ہے تو میں پڑھا دیتا ہوں۔ خیر

بلال رضی اللہ عنہ نے تکبیر کہی۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور نماز شروع کی۔ اتنے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم صفوں سے گزرتے ہوئے پہلی صف تک پہنچ گئے۔ لوگوں نے ہاتھ پر ہاتھ مارنا شروع کیا۔ (سہل نے) کہا کہ جانتے ہو «تصفیق» کیا ہے یعنی تالیاں بجانا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز میں کسی طرف بھی دھیان نہیں کیا کرتے تھے، لیکن جب لوگوں نے زیادہ تالیاں بجائیں تو آپ متوجہ ہوئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صف میں موجود ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ سے انہیں اپنی جگہ رہنے کے لیے کہا۔ اس پر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ہاتھ اٹھا کر اللہ کا شکر کیا اور الٹے پاؤں پیچھے آگئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھ گئے۔

"قولہ ثم رجع القهقری" احناف کے ہاں پہلا امام تب پیچھے ہٹ سکتا ہے جبکہ وہ قراءت کرنے سے عاجز آجائے اور حضرت ابوبکر صدیق بھی قراءت سے رک گئے تھے اس لئے پیچھے آگئے۔ ان کی یہ بات خود ساختہ ہے جس کا کہیں ذکر نہیں آتا۔ حضرت عائشہ صدیقہ کی وہ حدیث جو آپ کی مرض الوفاۃ پر مشتمل ہے اس میں یہ آتا ہے "أبوبکر رجل حصر[1]" پڑھنے سے رک جاتے ہیں۔ یہ ذکر نہیں ہے کہ وہ اس وقت رک گئے تھے۔ اس حدیث میں بھی رک جانے کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ اور یہ واقعہ عصر کی نماز کا ہے جبکہ بنی عمرو بن عوف کی صلح کرانے گئے تھے اور بلال رضی اللہ عنہ کو کہہ گئے تھے کہ اگر میں نہ آسکوں تو جماعت کرانے کے لئے ابوبکر کو کہنا کہ وہ جماعت کرا دیں، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو واپس آنے میں دیر ہوگئی۔ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ اگر آپ جماعت کرائیں تو اقامت کہی جائے؟ حضرت ابوبکر صدیق آگے بڑھے اور نماز شروع کر دی۔ اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف لے آئے[2]۔

۴۔ بَابُ مَنْ سَمَّى قَوْمًا أَوْ سَلَّمَ فِي الصَّلَاةِ عَلَى غَيْرِهِ مُوَاجَهَةً وَهُوَ لَا يَعْلَمُ:

باب: نماز میں نام لے کر دعا یا بددعا کرنا یا کسی کو سلام کرنا بغیر اس کے مخاطب کئے اور نمازی کو معلوم نہ ہو کہ اس سے نماز میں خلل آتا ہے

۱۲۰۲ ـ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا أَبُو عَبْدِ الصَّمَدِ عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ، حَدَّثَنَا حُصَيْنُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: «كُنَّا نَقُولُ التَّحِيَّةُ فِي الصَّلَاةِ وَنُسَمِّي وَيُسَلِّمُ بَعْضُنَا عَلَى بَعْضٍ، فَسَمِعَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: قُولُوا: التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِينَ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ

(1) مسند احمد ۲۳۳۵۶ ج ۵ ص ۳۵۸۔
(2) مسند احمد ۲۲۸۴۸، صحیح بخاری ۶۸۴۔

وَرَسُولُهُ، فَإِنَّكُمْ إِذَا فَعَلْتُمْ ذَلِكَ فَقَدْ سَلَّمْتُمْ عَلَى كُلِّ عَبْدٍ لِلَّهِ صَالِحٍ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ».

ہم سے عمرو بن عیسیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابوعبدالصمد العمی عبدالعزیز بن عبدالصمد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے حصین بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا، ان سے ابووائل نے بیان کیا، ان سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم پہلے نماز میں یوں کہا کرتے تھے فلاں پر سلام اور نام لیتے تھے۔ اور آپس میں ایک شخص دوسرے کو سلام کرلیتا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سن کر فرمایا اس طرح کہا کرو۔ «التحیات لله والصلوات والطیبات، السلام علیك أیها النبي ورحمة الله وبرکاته، السلام علینا وعلی عباد الله الصالحین، أشهد أن لا إله إلا الله وأشهد أن محمدا عبده ورسوله» یعنی ساری تحیات، بندگیاں اور کوششیں اور اچھی باتیں خاص اللہ ہی کے لیے ہیں اور اے نبی! آپ پر سلام ہو، اللہ کی رحمتیں اور اس کی برکتیں نازل ہوں۔ ہم پر سلام ہو اور اللہ کے سب نیک بندوں پر، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اگر تم نے یہ پڑھ لیا تو گویا اللہ کے ان تمام صالح بندوں پر سلام پہنچا دیا جو آسمان اور زمین میں ہیں۔

قولہ علی غیر مواجهة یعنی کسی قوم کا نام لے کر دعاء کرے جیسا کہ کہا جائے "اللھم انصر فلسطینیین" یا کسی غیر پر سلام کہے مثلاً السلام علی جبریل یا السلام علی محمد ﷺ تو یہ دعا یا سلام بغیر مخاطب کرنے کے ہو۔ مخاطب نہ کرے مثلاً السلام علیك یا زید نہ کہے مخاطب کرنے سے نماز باطل ہوجائے گی۔ بغیر مخاطب کرنے کے ہو تو باطل نہیں ہوگی۔ اگرچہ اس میں اختلاف ہے لیکن صحیح بات یہی ہے۔

قولہ وھو لا یعلم یعنی جس کو سلام کہتا ہے اسے کوئی معلوم نہیں مطلب یہ ہے کہ بغیر خطاب کے کہتا ہے۔

قولہ یسلم بعضنا بعضا ان کا بعض کا بعض کو سلام کہنا غلطی کی بنا پر تھا کیونکہ مسئلہ کا علم نہیں تھا اس لئے ان کی نماز ہوگئی انہیں آپ نے اعادہ کا حکم نہیں دیا۔ اور نماز میں دعا عربی زبان میں ہونی چاہیئے قرآن کریم میں ہے "واذکروہ کما ھداکم" غیر عربی میں نماز میں دعاء نہ شروع کردے۔

٥- بَابُ التَّصْفِيقِ لِلنِّسَاءِ:

باب: تالی بجانا یعنی ہاتھ پر ہاتھ مارنا صرف عورتوں کے لیے ہے

١٢٠٣ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «التَّسْبِيحُ لِلرِّجَالِ وَالتَّصْفِيقُ لِلنِّسَاءِ».

ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے زہری

نے بیان کیا، ان سے ابوسلمہ نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، (نماز میں اگر کوئی بات پیش آجائے تو) مردوں کو سبحان اللہ کہنا اور عورتوں کو ہاتھ پر ہاتھ مارنا چاہیے۔ (یعنی تالی بجا کر امام کو اطلاع دینی چاہیے۔ (نوٹ: تالی سیدھے ہاتھوں سے نہیں بلکہ سیدھے ہاتھ کو الٹے ہاتھ پر مار کر)۔

یعنی نماز میں عورتیں اگر امام کو کسی غلطی پر متنبہ کرنا چاہیں تو وہ سبحان اللہ نہ کہیں بلکہ دستک دیکر اسے متنبہ کریں۔ اور دستک بھی زیادہ اونچی نہ ہو، بعض کہتے ہیں کہ اسکا یہ مطلب نہیں ہے کہ عورتوں کو دستک دینی چاہیئے بلکہ مطلب یہ ہے کہ یہ عورتوں کا کام ہے تم کیوں کرتے ہو۔ لیکن حدیث میں آتا ہے "التسبیح للرجال والتصفیق للنساء فی الصلاۃ[1]" اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں مردوں کے لئے سبحان اللہ اور عورتوں کے دستک دینا ہے۔

١٢٠٤ ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى، أَخْبَرَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «التَّسْبِيحُ لِلرِّجَالِ وَالتَّصْفِيحُ لِلنِّسَاءِ».

ہم سے یحییٰ بلخی نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو وکیع نے خبر دی، انہیں سفیان ثوری نے، انہیں ابوحازم سلمہ بن دینار نے اور انہیں سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سبحان اللہ کہنا مردوں کے لیے ہے اور عورتوں کے لیے تالی بجانا۔



٦-بَابُ مَنْ رَجَعَ الْقَهْقَرَى فِي صَلَاتِهِ، أَوْ تَقَدَّمَ بِأَمْرٍ يَنْزِلُ بِهِ:

باب: جو شخص نماز میں الٹے پاؤں پیچھے سرک جائے یا آگے بڑھ جائے کسی حادثہ کی وجہ سے تو نماز فاسد نہ ہوگی

رَوَاهُ سَهْلُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے۔

یعنی ضرورت کے لئے نماز میں الٹے پاؤں پیچھے ہٹ سکتا ہے احناف کا کہنا یہ ہے کہ پیچھے ہٹتے ہوئے دو قدم اٹھا سکتا ہے تیسرا قدم نہ اٹھائے۔ حالانکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تین قدم اٹھانا ثابت ہے۔ آپ نے منبر پر کھڑے ہو کر نماز پڑھائی اور سجدے کے لئے آپ نیچے اترے اور زمین پر سجدہ کیا اور پھر منبر پر آگئے[2] اور منبر کی تین سیڑھیاں تھیں۔ تیسری سیڑھی سے پیچھے آئیں تو ایک قدم اٹھا کر دوسری سیڑھی پر آئے اور دوسرا قدم اٹھا کر پہلی سیڑھی پر آگئے اور تیسرا قدم اٹھا کر زمین پر آکر سجدہ کیا۔ فیض الباری والے نے یہاں دو قدم کا ذکر کیا ہے۔ شاید زمین والا قدم یاد نہیں رہا۔



١٢٠٥ ـ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ، قَالَ يُونُسُ، قَالَ الزُّهْرِيُّ، أَخْبَرَنِي

1. صحیح بخاری ١٢٠٣، مسلم ٤٢٢ (١٠٧)۔
2. صحیح بخاری ٣٧٧

أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، «أَنَّ الْمُسْلِمِينَ بَيْنَا هُمْ فِي الْفَجْرِ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ وَأَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يُصَلِّي بِهِمْ، فَفَجَأَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَدْ كَشَفَ سِتْرَ حُجْرَةِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فَنَظَرَ إِلَيْهِمْ وَهُمْ صُفُوفٌ، فَتَبَسَّمَ يَضْحَكُ فَنَكَصَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَلَى عَقِبَيْهِ وَظَنَّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيدُ أَنْ يَخْرُجَ إِلَى الصَّلَاةِ، وَهَمَّ الْمُسْلِمُونَ أَنْ يَفْتَتِنُوا فِي صَلَاتِهِمْ فَرَحًا بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ رَأَوْهُ فَأَشَارَ بِيَدِهِ أَنْ أَتِمُّوا ثُمَّ دَخَلَ الْحُجْرَةَ وَأَرْخَى السِّتْرَ وَتُوُفِّيَ ذَلِكَ الْيَوْمَ».

ہم سے بشر بن محمد نے بیان کیا، انہیں امام عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، کہا کہ ہم سے یونس نے بیان کیا، ان سے زہری نے بیان کیا کہ مجھے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ پیر کے روز مسلمان ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں فجر کی نماز پڑھ رہے تھے کہ اچانک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کا پردہ ہٹائے ہوئے دکھائی دیئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ صحابہ صف باندھے کھڑے ہوئے ہیں۔ یہ دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھل کر مسکرا دیئے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ الٹے پاؤں پیچھے ہٹے۔ انہوں نے سمجھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے تشریف لائیں گے اور مسلمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ کر اس درجہ خوش ہوئے کہ نماز ہی توڑ ڈالنے کا ارادہ کر لیا۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ کے اشارہ سے ہدایت کی کہ نماز پوری کرو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پردہ ڈال دیا اور حجرے میں تشریف لے گئے۔ پھر اس دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال فرمایا۔

٧- بَابُ إِذَا دَعَتِ الأُمُّ وَلَدَهَا فِي الصَّلَاةِ:

باب: اگر کوئی نماز پڑھ رہا ہو اور اس کی ماں اس کو بلائے تو کیا کرے؟

١٢٠٦ - وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِي جَعْفَرٌ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ هُرْمُزَ، قَالَ: قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نَادَتِ امْرَأَةٌ ابْنَهَا وَهُوَ فِي صَوْمَعَةٍ، قَالَتْ: يَا جُرَيْجُ، قَالَ: اللَّهُمَّ أُمِّي وَصَلَاتِي، قَالَتْ: يَا جُرَيْجُ، قَالَ: اللَّهُمَّ أُمِّي وَصَلَاتِي، قَالَتْ: يَا جُرَيْجُ، قَالَ: اللَّهُمَّ أُمِّي وَصَلَاتِي، قَالَتْ: اللَّهُمَّ لَا يَمُوتُ جُرَيْجٌ حَتَّى يَنْظُرَ فِي وُجُوهِ الْمَيَامِيسِ، وَكَانَتْ تَأْوِي إِلَى صَوْمَعَتِهِ رَاعِيَةٌ تَرْعَى الْغَنَمَ فَوَلَدَتْ، فَقِيلَ لَهَا: مِمَّنْ هَذَا الْوَلَدُ؟ قَالَتْ: مِنْ جُرَيْجٍ، نَزَلَ مِنْ صَوْمَعَتِهِ، قَالَ جُرَيْجٌ: أَيْنَ هَذِهِ الَّتِي تَزْعُمُ أَنَّ وَلَدَهَا لِي؟ قَالَ: يَا بَابُوسُ مَنْ أَبُوكَ؟ قَالَ: رَاعِي الْغَنَمِ

اور لیث بن سعد نے کہا کہ مجھ سے جعفر بن ربیعہ نے بیان کیا، ان سے عبدالرحمٰن بن ہرمز اعرج نے کہ

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، (بنی اسرائیل کی) ایک عورت نے اپنے بیٹے کو پکارا، اس وقت وہ عبادت خانے میں تھا۔ ماں نے پکارا کہ اے جریج! جریج (پس وپیش میں پڑ گیا اور دل میں) کہنے لگا کہ اے اللہ! میں اب ماں کو دیکھوں یا نماز کو۔ پھر ماں نے پکارا: اے جریج! (وہ اب بھی اس پس وپیش میں تھا) کہ اے اللہ! میری ماں اور میری نماز! ماں نے پھر پکارا: اے جریج! (وہ اب بھی) سوچے جا رہا تھا۔ اے اللہ! میری ماں اور میری نماز! (آخر) ماں نے تنگ ہو کر بد دعا کی اے اللہ! جریج کو موت نہ آئے جب تک وہ فاحشہ عورت کا چہرہ نہ دیکھ لے۔ جریج کی عبادت گاہ کے قریب ایک چرانے والی آیا کرتی تھی جو بکریاں چراتی تھی۔ اتفاق سے اس کے بچہ پیدا ہوا۔ لوگوں نے پوچھا کہ یہ کس کا بچہ ہے؟ اس نے کہا کہ جریج کا ہے۔ وہ ایک مرتبہ اپنی عبادت گاہ سے نکل کر میرے پاس رہا تھا۔ جریج نے پوچھا کہ وہ عورت کون ہے؟ جس نے مجھ پر تہمت لگائی ہے کہ اس کا بچہ مجھ سے ہے۔ (عورت بچے کو لے کر آئی تو) انہوں نے بچے سے پوچھا کہ بچے! تمہارا باپ کون؟ بچہ بول پڑا کہ ایک بکری چرانے والا گڈریا میرا باپ ہے۔

اگر ماں بلائے اور بیٹا نماز پڑھ رہا ہو۔ تو کیا ماں کی بات قبول کرنی چاہیئے یا نہیں؟ اور نماز چھوڑ کر ماں کی بات مانے تو نماز باطل ہوگی یا نہیں؟ پہلی بات یہ ہے کہ ماں کی بات ماننی چاہیئے یا نہیں۔ اگر تو نفلی نماز پڑھ رہا ہو تو اجابت ضروری ہے کیونکہ نوافل کو پورا کرنا ضروری نہیں ہے لیکن ماں کی اجابت ضروری ہے لہذا یہی مقدم ہے اور اگر بیٹا فرضی نماز پڑھ رہا ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ استغاثہ کی صورت ہو کہ ماں مر رہی ہو تو فرضی نماز چھوڑ دینی چاہیئے۔ کیونکہ اگر نماز پڑھ کر جائیگا تو فائدہ نہیں ہے اور اگر بیٹا سمجھتا ہو کہ ماں کا کام جلدی کا نہیں تو پھر نماز نہیں چھوڑنی چاہیئے، بلکہ اگر اکیلا نماز پڑھ رہا ہو تو نماز جلدی پڑھ کر حاضر ہو جائے۔ بعض کہتے ہیں کہ اگر نفلی نماز پڑھ رہا ہو اور ماں کو پتہ نہ ہو کہ نماز پڑھ رہا ہے مثلاً وہ نابینی ہے پھر اس کی اجابت ہونی چاہیئے۔ اور اگر وہ اسے نماز پڑھتے دیکھتی ہے اور اسے بلاتی ہے پھر نماز ذرا جلدی ختم کر کے چلا جائے۔ مکحول کا قول ہے کہ اجابت ام سے نماز باطل نہیں ہوتی جمہور کا مذہب یہ ہے کہ باطل ہو جاتی ہے۔ دوبارہ پڑھنا پڑے گی۔ ویسے ماں کی اجابت ضروری ہے۔



بعض علماء ماں اور باپ کا فرق کرتے ہیں کہ ماں بلائے تو حاضر ہو اور اگر باپ بلائے تو نہ جائے کیونکہ ماں کمزور ہوتی ہے اور یہ استغاثہ کی شکل ہے۔ اور باپ قوی ہوتا ہے۔ اس بارہ میں محمد بن منکدر سے ایک مرسل روایت بھی آتی ہے "إن رسول اللہ ﷺ قال إذا دعاك أبواك و أنت تصلي فأجب أمك ولا تجب أباك[1]"۔

قولہ نادت امرأۃ ابنھا بعض کہتے ہیں کہ ان کی شریعت میں نماز میں کلام کرنا منع نہیں تھا اور جریج کو جواب دینا چاہیئے تھا۔ اس طرح یہ زیادہ نافرمانی بن جاتی ہے۔ کیونکہ اگر نماز میں کلام ممنوع ہوتی تو سخت نافرمانی نہ بنتی۔ پھر بھی اللہ تعالیٰ نے اس کی عبادت کا لحاظ رکھ کر اسے بچے کے ذریعہ سے بری کر دیا۔ اور ماں کی بد دعاء بھی قبول ہوگئی۔



---

(1) فتح الباری لابن رجب۔ باب إذا دعت الأم ولدھا فی الصلاۃ۔

٨-بَابُ مَسْحِ الْحَصَى فِي الصَّلَاةِ:

باب: نماز میں کنکری اٹھانا کیسا ہے؟

١٢٠٧ ـ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، قَالَ: حَدَّثَنِي مُعَيْقِيبٌ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «فِي الرَّجُلِ يُسَوِّي التُّرَابَ حَيْثُ يَسْجُدُ، قَالَ: إِنْ كُنْتَ فَاعِلًا فَوَاحِدَةً».

ہم سے ابونعیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شیبان نے بیان کیا، ان سے یحیٰ بن کثیر نے، ان سے ابوسلمہ نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے معیقیب بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے جو ہر مرتبہ سجدہ کرتے ہوئے کنکریاں برابر کرتا تھا فرمایا اگر ایسا کرنا ہے تو صرف ایک ہی بار کر۔

مسجد نبوی میں کنکر بچھے ہوئے تھے۔ نماز پڑھتے ہوئے انہیں برابر کرنے سے روکا گیا۔ کیونکہ وہ کنکر تکلیف نہیں دیتے تھے اس لئے کہ وہ گندم کے دانوں کی طرح ہوتے ہیں۔ اگر ضرورت پڑجائے تو ایک بار درست کرسکتا ہے۔ ترجمہ باب میں "الحصیٰ" اور حدیث میں "التراب" کالفظ لاکر اشارہ کیا کہ دونوں کا حکم ایک ہے۔

٩-بَابُ بَسْطِ الثَّوْبِ فِي الصَّلَاةِ لِلسُّجُودِ:

باب: نماز میں سجدہ کے لیے کپڑا بچھانا کیسا ہے؟

١٢٠٨ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا بِشْرٌ، حَدَّثَنَا غَالِبٌ الْقَطَّانُ، عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: «كُنَّا نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي شِدَّةِ الْحَرِّ، فَإِذَا لَمْ يَسْتَطِعْ أَحَدُنَا أَنْ يُمَكِّنَ وَجْهَهُ مِنَ الْأَرْضِ بَسَطَ ثَوْبَهُ فَسَجَدَ عَلَيْهِ».

ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے بشر بن مفضل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے غالب بن قطان نے بیان کیا، ان سے بکر بن عبد اللہ مزنی نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ ہم سخت گرمیوں میں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے اور چہرے کو زمین پر پوری طرح رکھنا مشکل ہو جاتا تو اپنا کپڑا بچھا کر اس پر سجدہ کیا کرتے تھے۔

١٠-بَابُ مَا يَجُوزُ مِنَ الْعَمَلِ فِي الصَّلَاةِ:

باب: نماز میں کون کون سے کام درست ہیں؟

١٢٠٩ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِي النَّضْرِ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: «كُنْتُ أَمُدُّ رِجْلِي فِي قِبْلَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّي، فَإِذَا سَجَدَ غَمَزَنِي فَرَفَعْتُهَا، فَإِذَا قَامَ مَدَدْتُهَا».

ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے امام مالک رحمہ اللہ نے بیان کیا، ان سے ابوالنضر سالم بن ابی امیہ نے، ان سے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں اپنا پاؤں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پھیلا لیتی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے ہوتے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کرنے لگتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ہاتھ لگاتے، میں پاؤں سمیٹ لیتی، پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو جاتے تو میں پھیلا لیتی۔

١٢١٠ - حَدَّثَنَا مَحْمُودٌ، حَدَّثَنَا شَبَابَةُ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «أَنَّهُ صَلَّى صَلَاةً، قَالَ: «إِنَّ الشَّيْطَانَ عَرَضَ لِي فَشَدَّ عَلَيَّ لِيَقْطَعَ الصَّلَاةَ عَلَيَّ فَأَمْكَنَنِي اللهُ مِنْهُ، فَذَعَتُّهُ وَلَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ أُوثِقَهُ إِلَى سَارِيَةٍ حَتَّى تُصْبِحُوا فَتَنْظُرُوا إِلَيْهِ، فَذَكَرْتُ قَوْلَ سُلَيْمَانَ عَلَيْهِ السَّلَام: رَبِّ هَبْ لِي مُلْكًا لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِنْ بَعْدِي، فَرَدَّهُ اللهُ خَاسِيًا»، ثُمَّ قَالَ: النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ فَذَعَتُّهُ بِالذَّالِ أَيْ خَنَقْتُهُ وَفَدَعَّتُّهُ مِنْ قَوْلِ اللهِ: يَوْمَ يُدَعُّونَ سورة الطور آية ١٣ أَيْ يُدْفَعُونَ وَالصَّوَابُ فَدَعَتُّهُ إِلَّا أَنَّهُ كَذَا قَالَ بِتَشْدِيدِ الْعَيْنِ وَالتَّاءِ.

ہم سے محمود بن غیلان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شبابہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے محمد بن زیاد نے بیان کیا، ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ایک نماز پڑھی پھر فرمایا کہ میرے سامنے ایک شیطان آ گیا اور کوشش کرنے لگا کہ میری نماز توڑ دے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کو میرے قابو میں کر دیا میں نے اس کا گلا گھونٹا یا اس کو دھکیل دیا۔ آخر میں میرا ارادہ ہوا کہ اسے مسجد کے ایک ستون سے باندھ دوں اور جب صبح ہو تو تم بھی دیکھو۔ لیکن مجھے سلیمان علیہ السلام کی دعا یاد آ گئی اے اللہ! مجھے ایسی سلطنت عطا کیجیو جو میرے بعد کسی اور کو نہ ملے (اس لیے میں نے اسے چھوڑ دیا) اور اللہ تعالیٰ نے اسے ذلت کے ساتھ بھگا دیا۔ اس کے بعد نضر بن شمیل نے کہا کہ «ذعته» ذال سے ہے۔ جس کے معنی ہیں کہ میں نے اس کا گلا گھونٹ دیا اور «دعته» اللہ تعالیٰ کے اس قول سے لیا گیا ہے۔ «یوم یدعون» جس کے معنی ہیں قیامت کے دن وہ دوزخ کی طرف دھکیلے جائیں گے۔ درست پہلا ہی لفظ ہے۔ البتہ شعبہ نے اسی طرح عین اور تاء کی تشدید کے ساتھ بیان کیا ہے۔

١١ - بَابُ إِذَا انْفَلَتَتِ الدَّابَّةُ فِي الصَّلَاةِ:

باب: اگر آدمی نماز میں ہو اور اس کا جانور بھاگ پڑے

وَقَالَ قَتَادَةُ: إِنْ أُخِذَ ثَوْبُهُ يَتْبَعُ السَّارِقَ وَيَدَعُ الصَّلَاةَ.

اور قتادہ نے کہا کہ اگر کسی کا کپڑا چور لے بھاگے تو اس کے پیچھے دوڑے اور نماز چھوڑ دے۔

١٢١١ ـ حَدَّثَنَا آدَمُ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا الْأَزْرَقُ بْنُ قَيْسٍ قَالَ: كُنَّا بِالْأَهْوَازِ نُقَاتِلُ الْحَرُورِيَّةَ فَبَيْنَا أَنَا عَلَى جُرُفِ نَهَرٍ إِذَا رَجُلٌ يُصَلِّي وَإِذَا لِجَامُ دَابَّتِهِ بِيَدِهِ، فَجَعَلَتِ الدَّابَّةُ تُنَازِعُهُ وَجَعَلَ يَتْبَعُهَا، قَالَ شُعْبَةُ هُوَ أَبُو بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيُّ. فَجَعَلَ رَجُلٌ مِنَ الْخَوَارِجِ، يَقُولُ: اللَّهُمَّ افْعَلْ بِهَذَا الشَّيْخِ. فَلَمَّا انْصَرَفَ الشَّيْخُ قَالَ: إِنِّي سَمِعْتُ قَوْلَكُمْ وَإِنِّي غَزَوْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِتَّ غَزَوَاتٍ أَوْ سَبْعَ غَزَوَاتٍ وَثَمَانِيَ وَشَهِدْتُ تَيْسِيرَهُ، وَإِنِّي إِنْ كُنْتُ أَنْ أُرَاجِعَ مَعَ دَابَّتِي أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَدَعَهَا تَرْجِعُ إِلَى مَأْلَفِهَا فَيَشُقُّ عَلَيَّ».

ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے ارزق بن قیس نے بیان کیا، کہا کہ ہم اہواز میں (جو کئی بستیاں ہیں بصرہ اور ایران کے بیچ میں) خارجیوں سے جنگ کر رہے تھے۔ ایک بار میں نہر کے کنارے بیٹھا تھا۔ اتنے میں ایک شخص (ابو برزہ صحابی رضی اللہ عنہ) آیا اور نماز پڑھنے لگا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ان کے گھوڑے کی لگام ان کے ہاتھ میں ہے۔ اچانک گھوڑا ان سے چھوٹ کر بھاگنے لگا۔ تو وہ بھی اس کا پیچھا کرنے لگے۔ شعبہ نے کہا یہ ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ تھے۔ یہ دیکھ کر خوارج میں سے ایک شخص کہنے لگا کہ اے اللہ! اس شیخ کا ناس کر۔ جب وہ شیخ واپس لوٹے تو فرمایا کہ میں نے تمہاری باتیں سن لی ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چھ یا سات یا آٹھ جہادوں میں شرکت کی ہے اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آسانیوں کو دیکھا ہے۔ اس لیے مجھے یہ اچھا معلوم ہوا کہ اپنا گھوڑا ساتھ لے کر لوٹوں نہ کہ اس کو چھوڑ دوں وہ جہاں چاہے چل دے اور میں تکلیف اٹھاؤں۔

شرح بخاری

اس کی جزاء محذوف ہے أي إذا انفلتت الدابة فى الصلاة ماذا يصنع، لہٰذا اگر کوئی مسافر اپنی سواری کو درخت وغیرہ سے باندھ کر نماز پڑھ رہا ہو اور دوران نماز سواری چھوٹ جائے تو اسے پکڑنے کے لئے نماز چھوڑ سکتا ہے۔ اگر وہ سمجھتا ہو کہ نماز کی حالت میں ہی ذرا آگے بڑھ کر سواری کو پکڑ لوں گا تب بھی کوئی حرج نہیں ہے یا وہ سواری کی رسی تھامے ہوئے نماز پڑھ رہا ہے اور سواری اسے کھینچ کر ذرا آگے لے گئی ہے تب بھی نماز ہو جائیگی۔ اور اگر سمجھتا ہے کہ اسے قابو کئے بغیر میں نماز نہیں پڑھ سکتا تو نماز چھوڑ کر اسے قابو کرے پھر نماز پڑھ لے۔ بعض کہتے ہیں کہ معمولی چیز کے لئے نماز نہیں چھوڑنی چاہیئے۔ لیکن کئی لوگوں کے لئے یہ معمولی چیز بھی بڑی ہوتی ہے جس کے حصول کے لئے نماز چھوڑنی پڑتی ہے۔

قوله إن أخذ ثوبه يتبع السارق یعنی چور کو پکڑنے کے لئے نماز چھوڑ سکتا ہے۔ یہ نہ ہو کہ یہ نماز ہی پڑھتا رہے اور اتنے میں چور گھر کا صفایا کر جائیں۔ اس سے ملتی جلتی مثال مودودی صاحب کی ہے انہوں نے قیام پاکستان کے وقت کہا، ابھی پاکستان نہیں بننا چاہیئے پہلے سکول و کالج بنائے جائیں جن میں لوگ تعلیم حاصل کریں اور جب وہ تیار ہو جائیں

تب آزادی کا مطالبہ کرنا چاہیئے۔ یہ تو چور کو کھلا چھوڑ دینے کی طرح ہے کہ آپ نماز پڑھتے رہیں کہ چور کو بعد میں پکڑیں گے۔ جرمن کے لتاڑنے سے انگریز تنگ آچکا تھا اسے اگر چھوڑ دیا جاتا اور اسے وقفہ مل جاتا تو وہ مزید خرابی کرتا۔ اب جبکہ اسے بروقت پکڑا گیا تو اس نے سمجھا کہ یہ آزادی مانگتے ہیں اگر میں نے انکار کیا تو یہ لوگ مجھے زبردستی نکالیں گے۔ لہٰذا وہ خود ہی نکل گیا۔

قولہ وھو الذی سیب السوائب۔ عمرو بن لحی خزاعہ قبیلے کا باپ تھا۔ یہ شخص نبی اکرم ﷺ سے تین سو سال پہلے ہوا ہے۔ اس نے بتوں کے نام پر سائبہ جانور چھوڑنے کی رسم نکالی تھی۔ اور یہ مکہ پر غالب آگیا تھا اس کے بعد قریش نے اس سے مکہ کی امارت چھین لی۔ اور خزاعہ کو نکال باہر کیا۔ اور نبی اکرم ﷺ کے دور میں مکہ پر قریش کا غلبہ اور زور تھا۔

۱۲۱۲ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ، أَخْبَرَنَا يُونُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، قَالَ: قَالَتْ عَائِشَةُ: «خَسَفَتِ الشَّمْسُ فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَرَأَ سُورَةً طَوِيلَةً ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ، ثُمَّ اسْتَفْتَحَ بِسُورَةٍ أُخْرَى، ثُمَّ رَكَعَ حَتَّى قَضَاهَا وَسَجَدَ، ثُمَّ فَعَلَ ذَلِكَ فِي الثَّانِيَةِ، ثُمَّ قَالَ: إِنَّهُمَا آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللهِ، فَإِذَا رَأَيْتُمْ ذَلِكَ فَصَلُّوا حَتَّى يُفْرَجَ عَنْكُمْ، لَقَدْ رَأَيْتُنِي فِي مَقَامِي هَذَا كُلَّ شَيْءٍ وُعِدْتُهُ، حَتَّى لَقَدْ رَأَيْتُ أُرِيدُ أَنْ آخُذَ قِطْفًا مِنَ الْجَنَّةِ حِينَ رَأَيْتُمُونِي جَعَلْتُ أَتَقَدَّمُ، وَلَقَدْ رَأَيْتُ جَهَنَّمَ يَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا حِينَ رَأَيْتُمُونِي تَأَخَّرْتُ، وَرَأَيْتُ فِيهَا عَمْرَو بْنَ لُحَيٍّ وَهُوَ الَّذِي سَيَّبَ السَّوَائِبَ».

ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، کہا کہ ہم کو یونس نے خبر دی، انہیں زہری نے، ان سے عروہ نے بیان کیا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتلایا کہ جب سورج گرہن لگا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (نماز کے لیے) کھڑے ہوئے اور ایک لمبی سورت پڑھی۔ پھر رکوع کیا اور بہت لمبا رکوع کیا۔ پھر سر اٹھایا اس کے بعد دوسری سورت شروع کر دی، پھر رکوع کیا اور رکوع پورا کر کے اس رکعت کو ختم کیا اور سجدے میں گئے۔ پھر دوسری رکعت میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح کیا، نماز سے فارغ ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں۔ اس لیے جب تم ان میں گرہن دیکھو تو نماز شروع کر دو جب تک کہ یہ صاف ہو جائے اور دیکھو میں نے اپنی اسی جگہ سے ان تمام چیزوں کو دیکھ لیا ہے جن کا مجھ سے وعدہ ہے۔ یہاں تک کہ میں نے یہ بھی دیکھا کہ میں جنت کا ایک خوشہ لینا چاہتا ہوں۔ ابھی تم لوگوں نے دیکھا ہو گا کہ میں آگے بڑھنے لگا تھا اور میں نے دوزخ بھی دیکھی (اس حالت میں کہ) بعض آگ بعض آگ کو کھائے جا رہی تھی۔ تم لوگوں نے دیکھا ہو گا کہ جہنم کے اس ہولناک منظر کو دیکھ کر میں پیچھے ہٹ گیا تھا۔ میں نے جہنم کے اندر عمرو بن لحیی کو دیکھا۔ یہ وہ شخص ہے جس نے سانڈ کی رسم عرب میں جاری کی تھی۔ (نوٹ: سانڈ کی رسم سے مراد کہ

اونٹنی کو غیر اللہ کے نام پر چھوڑ دینا حتیٰ کہ سواری اور دودھ بھی نہ دھونا۔)

۱۲۔ بَابُ مَا يَجُوزُ مِنَ الْبُصَاقِ وَالنَّفْخِ فِي الصَّلَاةِ:

باب: اس بارے میں کہ نماز میں تھوکنا اور پھونک مارنا کہاں تک جائز ہے؟

وَيُذْكَرُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو نَفَخَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سُجُودِهِ فِي كُسُوفٍ.

اور عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے گرہن کی حدیث میں منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گرہن کی نماز میں سجدے میں پھونک ماری۔

۱۲۱۳ ـ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ. حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى نُخَامَةً فِي قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ فَتَغَيَّظَ عَلَى أَهْلِ الْمَسْجِدِ وَقَالَ: إِنَّ اللّٰهَ قِبَلَ أَحَدِكُمْ. فَإِذَا كَانَ فِي صَلَاتِهِ فَلَا يَبْزُقَنَّ أَوْ قَالَ لَا يَتَنَخَّمَنَّ، ثُمَّ نَزَلَ فَحَتَّهَا بِيَدِهِ»، وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: إِذَا بَزَقَ أَحَدُكُمْ فَلْيَبْزُقْ عَلَى يَسَارِهِ.

ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے ایوب سختیانی نے، ان سے نافع نے، ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ مسجد میں قبلہ کی طرف رینٹ دیکھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں موجود لوگوں پر بہت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے سامنے ہے اس لیے نماز میں تھوکا نہ کرو، یا یہ فرمایا کہ رینٹ نہ نکالا کرو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اترے اور خود ہی اپنے ہاتھ سے اسے کھرچ ڈالا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ جب کسی کو تھوکنا ضروری ہو تو اپنی بائیں طرف تھوک لے۔

بعض کہتے ہیں کہ نماز میں ضرورت کے لئے پھونک مارنا جائز ہے۔ بعض منع سمجھتے ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ پھونکنے سے اگر دو حرف نکل آئیں تو وہ کلام بن جاتی ہے اور اس سے نماز باطل ہوجاتی ہے اور اگر دو حرف نہ نکلیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ "اف" کا لفظ اگر شد سے پڑھا جائے تو یہ بھی کلام بن جاتی ہے۔ اور اگر بغیر شد کے ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔ دراصل یہ تمام باتیں تکلفات ہیں پھونکنے سے اگر کوئی حرف نکل بھی جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

۱۲۱٤ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ، حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: سَمِعْتُ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ: «إِذَا كَانَ فِي الصَّلَاةِ فَإِنَّهُ يُنَاجِي رَبَّهُ. فَلَا يَبْزُقَنَّ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلَا عَنْ يَمِينِهِ، وَلَكِنْ عَنْ شِمَالِهِ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسْرَى».

ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے غندر نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے، انہوں نے کہا کہ میں

نے قتادہ سے سنا، وہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی نماز میں ہو تو وہ اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے، اس لیے اس کو سامنے نہ تھوکنا چاہیے اور نہ دائیں طرف البتہ بائیں طرف اپنے قدم کے نیچے تھوک لے۔

۱۳-بَابُ مَنْ صَفَّقَ جَاهِلاً مِنَ الرِّجَالِ فِي صَلاَتِهِ لَمْ تَفْسُدْ صَلاَتُهُ:

باب: اگر کوئی مرد مسئلہ نہ جاننے کی وجہ سے نماز میں دستک دے تو اس کی نماز فاسد نہ ہوگی

فِيهِ سَهْلُ بْنُ سَعْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس باب میں سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی ایک روایت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔

اگر کوئی شخص ناواقف ہونے کی وجہ سے امام کی غلطی پر دستک دیدے تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔ بلکہ نماز ہوجائے گی اگرچہ دستک دینا عورتوں کے لئے ہے لیکن ناواقفی سے مرد کے دستک دینے میں کوئی حرج نہیں جیسا کہ سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی حدیث کی طرف امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے متوجہ کیا ہے اور وہ حدیث دو باب بعد آرہی ہے۔ اس میں ہے کہ صحابہ نے نادانی سے دستک دی اور آپ نے انہیں نماز دہرانے کا حکم نہیں دیا۔



۱۴-بَابُ إِذَا قِيلَ لِلْمُصَلِّي تَقَدَّمْ أَوِ انْتَظِرْ فَانْتَظَرَ فَلاَ بَأْسَ:

باب: اس بارے میں کہ اگر نمازی سے کوئی کہے کہ آگے بڑھ جا یا ٹھہر جا اور وہ آگے بڑھ جائے یا ٹھہر جائے تو کوئی قباحت نہیں ہے

۱۲۱۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: «كَانَ النَّاسُ يُصَلُّونَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُمْ عَاقِدُو أُزْرِهِمْ مِنَ الصِّغَرِ عَلَى رِقَابِهِمْ، فَقِيلَ لِلنِّسَاءِ: لَا تَرْفَعْنَ رُءُوسَكُنَّ حَتَّى يَسْتَوِيَ الرِّجَالُ جُلُوسًا».

ہم سے محمد بن کثیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو سفیان ثوری نے خبر دی، انہیں ابوحازم نے، ان کو سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے بتلایا کہ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز اس طرح پڑھتے کہ تہبند چھوٹے ہونے کی وجہ سے انہیں اپنی گردنوں سے باندھے رکھتے اور عورتوں کو (جو مردوں کے پیچھے جماعت میں شریک رہتی تھیں) کہہ دیا جاتا کہ جب تک مرد پوری طرح سمٹ کر نہ بیٹھ جائیں تم اپنے سر (سجدے سے) نہ اٹھانا۔

اس ترجمہ باب سے مقصود یہ ہے کہ اگر کوئی نمازی کسی ایسے شخص کی بات مان لے جو نماز سے خارج ہو۔ تو نماز باطل نہیں ہوگی مثلاً امام کسی خارج صلاۃ آدمی کی انتظار میں لمبی سورت شروع کردے۔ یا نماز پڑھنے والا کسی کے کہنے پر آگے



ہو جائے یا پیچھے ہو جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ حنفی کہتے ہیں کہ اس کی بات ماننے سے نماز باطل ہو جاتی ہے لہذا اگر کوئی شخص نمازی کو آگے یا پیچھے ہونے کا کہے۔ تو نمازی کو چاہیئے کہ وہ فوراً آگے یا پیچھے نہ ہو۔ بلکہ سوچ سمجھ کر آگے یا پیچھے ہو۔ اس طرح گویا وہ اپنی رائے سے آگے یا پیچھے ہو گا۔ کسی کے کہنے پر نہیں ہو گا۔

قولہ لاترفعن رءوسکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ نے انہیں نماز پڑھتے ہوئے کہا ہو۔ دراصل یہ بات انہیں نماز سے پہلے کہی گئی تھی۔ نماز کے اندر نہیں کہی گئی بعض کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک آدمی کو مقرر کر دیا تھا کہ جب عورتیں پیچھے آجائیں تو انہیں یہ بات کہہ دینا بہرحال اگرچہ نماز سے پہلے کہا گیا ہو۔ تو انہوں نے غیر کا لقمہ قبول کیا لہذا نماز میں بھی غیر کا لقمہ قبول کرنے سے نماز باطل نہیں ہو گی۔

١٥-بَابُ لَا يَرُدُّ السَّلَامَ فِي الصَّلَاةِ:

باب: نماز میں سلام کا جواب (زبان سے) نہ دے

١٢١٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: «كُنْتُ أُسَلِّمُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الصَّلَاةِ فَيَرُدُّ عَلَيَّ، فَلَمَّا رَجَعْنَا سَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ وَقَالَ: إِنَّ فِي الصَّلَاةِ لَشُغْلًا».

ہم سے عبداللہ بن ابی شیبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابن فضیل نے بیان کیا، ان سے اعمش نے، ان سے ابراہیم نے، ان سے علقمہ نے اور ان سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ (ابتداء اسلام میں) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز میں ہوتے تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم جواب دیتے تھے۔ مگر جب ہم (حبشہ سے جہاں ہجرت کی تھی) واپس آئے تو میں نے (پہلے کی طرح نماز میں) سلام کیا۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی جواب نہیں دیا (کیونکہ اب نماز میں بات چیت وغیرہ کی ممانعت نازل ہو گئی تھی) اور فرمایا کہ نماز میں اس سے مشغولیت ہوتی ہے۔

نماز میں کسی کے سلام کا جواب زبان سے نہیں دینا چاہیئے۔ اشارے سے دے سکتا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ یہ باب اگرچہ مطلق لائے ہیں لیکن اس سے اگلا باب نماز میں اشارے کے جواز کا لا رہے ہیں۔ لہذا سلام کا جواب اشارے سے دے سکتا ہے بعض کہتے ہیں کہ اشارے سے بھی جواب نہیں دینا چاہیئے۔ سنن ابی داوٗد میں حدیث آتی ہے کہ نماز پڑھنے والے کو سلام نہیں کہنا چاہیئے۔ اگر کوئی شخص اسے فارغ سمجھ کر سلام کہہ دے تو اشارے سے جواب دے سکتا ہے۔ لیکن حنفی کہتے ہیں کہ ایسا اشارہ جس سے کوئی بات سمجھ آئے تو اس سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔

قولہ فلم یرد علی اس سے مراد یہ ہے کہ زبان کے ساتھ جواب نہیں دیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کی اس حدیث میں زبان سے جواب دینے کی نفی ہے۔ لیکن اشارے سے جواب دینے کا ذکر نہیں ہے۔ بلکہ یہی آتا ہے کہ آپ نے سلام پھیر کر جواب دیا۔ اور فرمایا نماز میں کلام کرنے سے روک دیا گیا ہے۔ مگر بعض دیگر احادیث میں اشارے سے

جواب دینا ثابت ہے کہ آپ نے اشارے سے جواب دیا اور سلام کہنے والے کو روکا بھی نہیں ہے۔ احناف اس کی تاویل کرتے ہیں کہ آپ نے سلام کا جواب نہیں دیا تھا۔ بلکہ اس اشارے کا مطلب یہ تھا کہ تو مجھے نماز میں سلام نہ کہا کر، حالانکہ یہ بات بھی وہی بن گئی کہ اشارے سے انہوں نے سمجھ لیا کہ سلام نہیں کہنا چاہیئے۔ اور حنفیوں کے نزدیک اشارے سے بات سمجھ آجائے تو نماز باطل ہو جاتی ہے۔

١٢١٧ ـ حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، حَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ شِنْظِيرٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: «بَعَثَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَاجَةٍ لَهُ فَانْطَلَقْتُ ثُمَّ رَجَعْتُ وَقَدْ قَضَيْتُهَا، فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ فَوَقَعَ فِي قَلْبِي مَا اللهُ أَعْلَمُ بِهِ، فَقُلْتُ فِي نَفْسِي لَعَلَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَدَ عَلَيَّ أَنِّي أَبْطَأْتُ عَلَيْهِ، ثُمَّ سَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ فَوَقَعَ فِي قَلْبِي أَشَدُّ مِنَ الْمَرَّةِ الْأُولَى، ثُمَّ سَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ عَلَيَّ فَقَالَ: إِنَّمَا مَنَعَنِي أَنْ أَرُدَّ عَلَيْكَ أَنِّي كُنْتُ أُصَلِّي، وَكَانَ عَلَى رَاحِلَتِهِ مُتَوَجِّهًا إِلَى غَيْرِ الْقِبْلَةِ».



ہم سے ابو معمر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالوارث نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے کثیر بن شنظیر نے بیان کیا، ان سے عطاء بن ابی رباح نے ان سے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنی ایک ضرورت کے لیے (غزوہ بنی مصطلق میں) بھیجا۔ میں واپس آیا اور میں نے کام پورا کر دیا تھا۔ پھر میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میرے دل میں اللہ جانے کیا بات آئی اور میں نے اپنے دل میں کہا کہ شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ پر اس لیے خفا ہیں کہ میں دیر سے آیا ہوں۔ میں نے پھر دوبارہ سلام کیا اور جب اس مرتبہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی جواب نہ دیا تو اب میرے دل میں پہلے سے بھی زیادہ خیال آیا۔ پھر میں نے (تیسری مرتبہ) سلام کیا، اور اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا اور فرمایا کہ پہلے جو دو بار میں نے جواب نہ دیا تو اس وجہ سے تھا کہ میں نماز پڑھ رہا تھا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت اپنی اونٹنی پر تھے اور اس کا رخ قبلہ کی طرف نہ تھا بلکہ دوسری طرف تھا۔



١٦ـ بَابُ رَفْعِ الْأَيْدِي فِي الصَّلَاةِ لِأَمْرٍ يَنْزِلُ بِهِ:

باب: نماز میں کوئی حادثہ پیش آئے تو ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا





١٢١٨ ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: «بَلَغَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ بَنِي عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ بِقُبَاءٍ كَانَ بَيْنَهُمْ شَيْءٌ فَخَرَجَ يُصْلِحُ بَيْنَهُمْ فِي أُنَاسٍ مِنْ أَصْحَابِهِ، فَحُبِسَ رَسُولُ اللهِ

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَانَتِ الصَّلَاةُ فَجَاءَ بِلَالٌ إِلَى أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، فَقَالَ: يَا أَبَا بَكْرٍ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ حُبِسَ وَقَدْ حَانَتِ الصَّلَاةُ. فَهَلْ لَكَ أَنْ تَؤُمَّ النَّاسَ ؟ قَالَ: نَعَمْ إِنْ شِئْتَ. فَأَقَامَ بِلَالٌ الصَّلَاةَ وَتَقَدَّمَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَكَبَّرَ لِلنَّاسِ. وَجَاءَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِي فِي الصُّفُوفِ يَشُقُّهَا شَقًّا حَتَّى قَامَ فِي الصَّفِّ فَأَخَذَ النَّاسُ فِي التَّصْفِيحِ. قَالَ سَهْلٌ: التَّصْفِيحُ هُوَ التَّصْفِيقُ. قَالَ: وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ لَا يَلْتَفِتُ فِي صَلَاتِهِ، فَلَمَّا أَكْثَرَ النَّاسُ الْتَفَتَ فَإِذَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَشَارَ إِلَيْهِ يَأْمُرُهُ أَنْ يُصَلِّيَ. فَرَفَعَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَدَهُ فَحَمِدَ اللهَ. ثُمَّ رَجَعَ الْقَهْقَرَى وَرَاءَهُ حَتَّى قَامَ فِي الصَّفِّ، وَتَقَدَّمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّى لِلنَّاسِ. فَلَمَّا فَرَغَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ. فَقَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ مَا لَكُمْ حِينَ نَابَكُمْ شَيْءٌ فِي الصَّلَاةِ أَخَذْتُمْ بِالتَّصْفِيحِ. إِنَّمَا التَّصْفِيحُ لِلنِّسَاءِ مَنْ نَابَهُ شَيْءٌ فِي صَلَاتِهِ فَلْيَقُلْ سُبْحَانَ اللهِ. ثُمَّ الْتَفَتَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ. فَقَالَ: يَا أَبَا بَكْرٍ مَا مَنَعَكَ أَنْ تُصَلِّيَ لِلنَّاسِ حِينَ أَشَرْتُ إِلَيْكَ ؟. قَالَ أَبُو بَكْرٍ: مَا كَانَ يَنْبَغِي لِابْنِ أَبِي قُحَافَةَ أَنْ يُصَلِّيَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ».

ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبد العزیز بن ابی حازم نے بیان کیا، ان سے ابوحازم سلمہ بن دینار نے اور ان سے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی کہ قباء کے قبیلہ بنو عمرو بن عوف میں کوئی جھگڑا ہو گیا ہے۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کئی اصحاب کو ساتھ لے کر ان میں صلح کرانے کے لیے تشریف لے گئے۔ وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم صلح صفائی کے لیے ٹھہر گئے۔ ادھر نماز کا وقت ہو گیا تو بلال رضی اللہ عنہ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں آئے اور نماز کا وقت ہو گیا، تو کیا آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں گے؟ آپ نے جواب دیا کہ ہاں اگر تم چاہتے ہو تو پڑھا دوں گا۔ چنانچہ بلال رضی اللہ عنہ نے اقامت کہی اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر نیت باندھ لی۔ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف لے آئے اور صفوں سے گزرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلی صف میں آ کھڑے ہوئے، لوگوں نے ہاتھ پر ہاتھ مارنے شروع کر دیئے۔ (سہل نے کہا کہ «تصفیح» کے معنی «تصفیق» کے ہیں) آپ نے بیان کیا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز میں کسی طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے۔ لیکن جب لوگوں نے بہت دستکیں دیں تو انہوں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کھڑے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے اشارہ سے ابوبکر کو نماز پڑھانے کے لیے کہا۔ اس پر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور پھر الٹے پاؤں پیچھے کی طرف چلے آئے اور صف

میں کھڑے ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ لوگو! یہ کیا بات ہے کہ جب نماز میں کوئی بات پیش آتی ہے تو تم تالیاں بجانے لگتے ہو۔ یہ مسئلہ تو عورتوں کے لیے ہے۔ تمہیں اگر نماز میں کوئی حادثہ پیش آئے تو «سبحان اللہ» کہا کرو۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ ابو بکر! میرے کہنے کے باوجود تم نے نماز کیوں نہیں پڑھائی؟ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ ابو قحافہ کے بیٹے کو زیب نہیں دیتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں نماز پڑھائے۔

قولہ فرفع أبوبكر يده اس سے ترجمہ باب ثابت ہوتا ہے۔ اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ نماز میں دعاء وغیرہ کے لئے ہاتھ اٹھانا نماز کے منافی نہیں ہے۔ بلکہ یہ خضوع کی علامت ہے نبی اکرم ﷺ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ اٹھانے پر انکار نہیں کیا، بلکہ اسے برقرار رکھا ہے۔

١٧۔ بَابُ الْخَصْرِ فِي الصَّلَاةِ:

باب: نماز میں کمر پر ہاتھ رکھنا کیسا ہے؟

١٢١٩ ۔ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: «نُهِيَ عَنِ الْخَصْرِ فِي الصَّلَاةِ»، وَقَالَ هِشَامٌ وَأَبُو هِلَالٍ: عَنِ ابْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.



ہم سے ابو النعمان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے ایوب سختیانی نے، ان سے محمد بن سیرین نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نماز میں پہلو پر ہاتھ رکھنے سے منع کیا گیا تھا۔ ہشام اور ابو ہلال محمد بن سلیم نے، ابن سیرین سے اس حدیث کو روایت کیا، وہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

الخصر سے مراد ہے کمر پر ہاتھ رکھنا، اور نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنے سے منع کیا گیا ہے کیونکہ یہ متکبروں کی علامت ہے۔ یا اس لئے کہ ابلیس اسی حالت میں آسمان سے اتارا گیا تھا، یا یہود ایسا کرتے ہیں یا اس لئے کہ یہ دوزخیوں کی راحت ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ خصر بمعنی اختصار ہے۔ یعنی نماز میں سورت پڑھنے میں اختصار نہیں ہونا چاہیئے۔ بلکہ پوری سورت پڑھنی چاہیئے۔ لیکن پہلا معنی ہی صحیح ہے۔

١٢٢٠ ۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: «نُهِيَ أَنْ يُصَلِّيَ الرَّجُلُ مُخْتَصِرًا».

ہم سے عمرو بن علی فلاس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا، ان سے ہشام بن حسان فردوسی نے بیان کیا، ان سے محمد بن سیرین نے بیان کیا اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلو پر ہاتھ رکھ کر نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔



١٨-بَابُ تَفَكُّرِ الرَّجُلِ الشَّيْءَ فِي الصَّلَاةِ:

باب: آدمی نماز میں کسی بات کی فکر کرے تو کیسا ہے؟

وَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ إِنِّي لَأُجَهِّزُ جَيْشِي وَأَنَا فِي الصَّلَاةِ.

اور عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نماز پڑھتا رہتا ہوں اور نماز ہی میں جہاد کے لیے اپنی فوج کا سامان کیا کرتا ہوں۔

١٢٢١ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا رَوْحٌ، حَدَّثَنَا عُمَرُ هُوَ ابْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: «صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَصْرَ، فَلَمَّا سَلَّمَ قَامَ سَرِيعًا دَخَلَ عَلَى بَعْضِ نِسَائِهِ، ثُمَّ خَرَجَ وَرَأَى مَا فِي وُجُوهِ الْقَوْمِ مِنْ تَعَجُّبِهِمْ لِسُرْعَتِهِ، فَقَالَ: ذَكَرْتُ وَأَنَا فِي الصَّلَاةِ تِبْرًا عِنْدَنَا فَكَرِهْتُ أَنْ يُمْسِيَ أَوْ يَبِيتَ عِنْدَنَا، فَأَمَرْتُ بِقِسْمَتِهِ».

ہم سے اسحاق بن منصور نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے روح بن عبادہ نے، کہا کہ ہم سے عمر نے جو سعید کے بیٹے ہیں، انہوں نے کہا کہ مجھے ابن ابی ملیکہ نے خبر دی عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے کہا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عصر کی نماز پڑھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سلام پھیرتے ہی بڑی تیزی سے اٹھے اور اپنی ایک بیوی کے حجرہ میں تشریف لے گئے، پھر باہر تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی جلدی پر اس تعجب و حیرت کو محسوس کیا جو صحابہ کے چہروں سے ظاہر ہو رہا تھا، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز میں مجھے سونے کا ایک ڈلا یاد آ گیا جو ہمارے پاس تقسیم سے باقی رہ گیا تھا۔ مجھے برا معلوم ہوا کہ ہمارے پاس وہ شام تک یا رات تک رہ جائے۔ اس لیے میں نے اسے تقسیم کرنے کا حکم دے دیا۔

شرح بخاری

انسان پر تفکر اور سوچ و بچار غالب رہتی ہے جس سے نماز اور غیر نماز میں بچنا ممکن نہیں ہے۔ اور یہ اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو انسان پر اختیار دے رکھا ہے۔ انسان جب نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو جو کام کرتا ہے اسی کو سوچنے لگ جاتا ہے۔ کبھی شیطان اسے دیگر خیالات میں الجھا دیتا ہے۔ تاکہ اس کا خیال نماز سے چوک جائے ایک روایت میں "لیس للمرء من صلاته إلا ما عقل قلبه" آتا ہے۔ یہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے اس بارہ میں مرفوع روایت بھی آتی ہے۔ لہٰذا جو کچھ زبان سے پڑھا جائے اسے سمجھنا چاہیئے کہ میں کیا پڑھ رہا ہوں۔ اس کے ساتھ کوئی خیال بھی آ جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ کیونکہ تفکر سے نماز باطل نہیں ہوتی۔

صوفی کہتے ہیں کہ نماز میں فناء ہو جانا چاہیئے۔ اور یہ تصور کی صورت ہے کہ اپنے ذہن کو اللہ تعالیٰ کی طرف اس قدر متوجہ کرے کہ کسی دوسری چیز کا خیال نہ رہے۔ حالانکہ اس سے نماز میں پڑھے جانے والے الفاظ کی طرف بھی خیال نہیں رہتا۔ شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ نے اس پر بڑا زور دیا ہے۔ اور کہا ہے کہ نماز میں اچھے یا برے خیال نہیں آنا چاہئیں۔ بلکہ ایسے نماز پڑھے کہ کسی دوسری چیز کی طرف توجہ نہ ہو۔ شاہ شہید کی اس بات کے مطابق نماز پڑھی

جائے تو یہ اچھی چیز ہے۔ لیکن یہ نماز کی صحت کے لئے شرط نہیں ہے۔ ہاں نماز پڑھنے والا جو کلمات اپنی زبان سے نکالتا ہے ان پر توجہ ہونی چاہیئے کہ میں کیا کہہ رہا ہوں۔

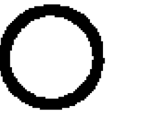
شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ کم از کم تکبیر تحریمہ کے وقت اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ اور دھیان ہونا چاہیئے۔

قولہ و قال عمر إني لأجهز اس اثر کو ابن ابی شیبہ نے صحیح سند کے ساتھ موصول بیان کیا ہے۔[1] یہ فتوحات کا دور تھا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا کام ہی مختلف محاذوں پر لشکر بھیجنے کا تھا۔ اس لئے انہیں اس قسم کے خیالات آجاتے تھے کہ لشکر کی تعداد کیا ہو جن کو بھیجنا ہے کن کن کو روانہ کرنا ہے اور امیر کون ہوگا۔ اور یہ اخروی چیز ہے۔ نماز کے دوران امورِ آخرت میں تفکر، امورِ دنیا کی بنسبت خفیف ہے۔ شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ نے اس کی یہ توجیہ بیان کی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نماز میں خیالات میں مشغول نہیں ہوتے تھے جیسا کہ عام لوگ مشغول ہوتے ہیں بلکہ وہ مسلمانوں کے خلیفہ تھے اور انہیں امورِ خلافت کے بارہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف الہامات ہوتے تھے کہ کہاں لشکر بھیجنا ہے اور کہاں نہیں۔

قولہ ذکرت و انا فی الصلاۃ تبرا عندنا اسی کا ترجمہ باب سے تعلق ہے کہ آپ نے نماز پڑھتے ہوئے سونے کے ڈھیلے کے بارہ میں تفکر کیا۔ اور نماز برقرار رہی۔



۱۲۲۲ ۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ جَعْفَرٍ، عَنِ الْأَعْرَجِ، قَالَ: قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا أُذِّنَ بِالصَّلَاةِ أَدْبَرَ الشَّيْطَانُ لَهُ ضُرَاطٌ حَتَّى لَا يَسْمَعَ التَّأْذِينَ، فَإِذَا سَكَتَ الْمُؤَذِّنُ أَقْبَلَ فَإِذَا ثُوِّبَ أَدْبَرَ، فَإِذَا سَكَتَ أَقْبَلَ فَلَا يَزَالُ بِالْمَرْءِ يَقُولُ لَهُ اذْكُرْ مَا لَمْ يَكُنْ يَذْكُرُ حَتَّى لَا يَدْرِيَ كَمْ صَلَّى»، قَالَ أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ: إِذَا فَعَلَ أَحَدُكُمْ ذَلِكَ فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ قَاعِدٌ، وَسَمِعَهُ أَبُو سَلَمَةَ مِنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ.



ہم سے یحیٰی بن بکیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث نے، ان سے جعفر بن ربیعہ نے اور ان سے اعرج نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب نماز کے لیے اذان دی جاتی ہے تو شیطان پیٹھ موڑ کر ریاح خارج کرتا ہوا بھاگتا ہے تاکہ اذان نہ سن سکے۔ جب مؤذن چپ ہو جاتا ہے تو مردود پھر آجاتا ہے اور جب جماعت کھڑی ہونے لگتی ہے (اور تکبیر کہی جاتی ہے) تو پھر بھاگ جاتا ہے۔ لیکن جب مؤذن چپ ہو جاتا ہے تو پھر آجاتا ہے۔ اور آدمی کے دل میں وسواس پیدا کرتا رہتا ہے۔ کہتا ہے کہ (فلاں فلاں بات) یاد کر۔ کم بخت وہ باتیں یاد دلاتا ہے جو اس نمازی کے ذہن میں بھی نہ تھیں۔ اس طرح نمازی کو یہ بھی یاد نہیں رہتا کہ اس نے کتنی رکعتیں پڑھی ہیں۔ ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے کہا کہ جب کوئی یہ بھول جائے (کہ کتنی رکعتیں پڑھی ہیں) تو بیٹھے بیٹھے (سہو کے) دو سجدے کر لے۔



[1] مصنف ابن ابی شیبہ ۷۹۵۱ ج ۲ ص ۱۸۶

ابوسلمہ نے یہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا تھا۔

قولہ قال ابوسلمة إذا فعل أحدكم ذلك فليسجد سجدتين اس روایت میں اختصار ہے۔ امام مالک کہتے ہیں کہ یہ مبتلیٰ کے بارہ میں ہے جسے وسوسوں کی مرض ہو۔ یہ حکم اس کے لئے ہے۔ بعض کا خیال ہے اگر تشہد سے پہلے یہ خیال پیدا ہو تو یقین پر بناء کرے اور اگر تشہد میں یا تشہد کے بعد ہو تو دو سجدے نکال لے حنفی اسے ظن غالب پر محمول کرتے ہیں اس حدیث کی مطابقت "فلايزال بالمرء يقول له اذكر مالم يكن يذكر حتى لايدري كم صلي" میں ہے ایسا نمازی بہت سی چیزوں میں تفکر کرتا ہے یہاں تک کہ اسے اتنا علم بھی نہیں ہوتا کہ اس نے کتنی رکعتیں پڑھی ہیں اس سے معلوم ہوا کہ جب تک نماز کا کوئی رکن نہ چھوڑے تفکر اور سوچ و بچار سے نماز عیب دار نہیں ہوتی۔

١٢٢٣ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ، قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، قَالَ: قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: يَقُولُ النَّاسُ أَكْثَرَ أَبُو هُرَيْرَةَ، فَلَقِيتُ رَجُلًا، فَقُلْتُ: «بِمَا قَرَأَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَارِحَةَ فِي الْعَتَمَةِ؟ فَقَالَ: لَا أَدْرِي، فَقُلْتُ: لَمْ تَشْهَدْهَا؟ قَالَ: بَلَى، قُلْتُ: لَكِنْ أَنَا أَدْرِي، قَرَأَ سُورَةَ كَذَا وَكَذَا».

ہم سے محمد بن مثنی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عثمان بن عمر نے کہا کہ مجھے ابن ابی ذئب نے خبر دی، انہیں سعید مقبری نے کہا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا لوگ کہتے ہیں کہ ابوہریرہ بہت زیادہ حدیثیں بیان کرتا ہے (اور حال یہ ہے کہ) میں ایک شخص سے ایک مرتبہ ملا اور اس سے میں نے (بطور امتحان) دریافت کیا کہ گزشتہ رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء میں کون کون سی سورتیں پڑھی تھیں؟ اس نے کہا کہ مجھے نہیں معلوم۔ میں نے پوچھا کہ تم نماز میں شریک تھے؟ کہا کہ ہاں شریک تھا۔ میں نے کہا لیکن مجھے تو یاد ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں فلاں سورتیں پڑھی تھیں۔

شرح بخاری

قولہ فقال لا أدري حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس آدمی سے دریافت کیا کہ بتایئے نبی اکرم ﷺ نے گزشتہ رات عشاء کی نماز میں کون کونسی سورتوں کے ساتھ قراءت کی تھی؟ اس نے کہا میں نہیں جانتا تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کیا تو نماز میں حاضر نہیں تھا۔ اسی میں ترجمہ باب کے ساتھ مطابقت ہے کہ اس آدمی کو نماز میں شامل ہونے کے باوجود وہ سورتیں یاد نہیں تھیں جن کے ساتھ نبی اکرم ﷺ نے عشاء کی نماز میں قراءت کی تھی، گویا وہ نماز کے علاوہ ایسی چیز میں تفکر کرتا رہا جو دنیاوی چیز تھی مثلاً کھیتی باڑی اور کھجوریں اتارنے کی طرف متوجہ رہا۔ اس لئے اسے علم ہی نہیں تھا کہ نبی اکرم ﷺ نے کن سورتوں کے ساتھ قراءت کی ہے۔ اور یہ بھی مناسبت ہو سکتی ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو وہ سورتیں یاد تھیں گویا ان کا تفکر نماز کے بارہ میں تھا اس لئے انہیں وہ سورتیں یاد رہیں جن کے ساتھ آپ نے قراءت کی تھی، چونکہ نماز میں سہو و نسیان بھی تفکر کی بنا پر ہوتا ہے اس لئے امام بخاری رحمہ اللہ آگے سہو کے ابواب لا رہے ہیں۔

كتاب السهو

کتاب سجدہ سہو کا بیان

۱-بَابُ مَا جَاءَ فِي السَّهْوِ إِذَا قَامَ مِنْ رَكْعَتَيِ الْفَرِيضَةِ:

باب: اگر چار رکعت نماز میں پہلا قعدہ نہ کرے اور بھولے سے اٹھ کھڑا ہو تو سجدہ سہو کرے

۱۲۲٤۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ بُحَيْنَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّهُ قَالَ: «صَلَّى لَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ مِنْ بَعْضِ الصَّلَوَاتِ، ثُمَّ قَامَ فَلَمْ يَجْلِسْ فَقَامَ النَّاسُ مَعَهُ، فَلَمَّا قَضَى صَلَاتَهُ وَنَظَرْنَا تَسْلِيمَهُ كَبَّرَ قَبْلَ التَّسْلِيمِ، فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ ثُمَّ سَلَّمَ».



ہم سے عبداللہ یوسف تینسی نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک بن انس نے خبر دی، انہیں ابن شہاب نے، انہیں عبدالرحمٰن اعرج نے اور ان سے عبداللہ بن بحینہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی (چار رکعت) نماز کی دو رکعت پڑھانے کے بعد (قعدہ تشہد کے بغیر) کھڑے ہو گئے، پہلا قعدہ نہیں کیا۔ اس لیے لوگ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھڑے ہو گئے۔ جب آپ ﷺ نماز پوری کر چکے تو ہم سلام پھیرنے کا انتظار کرنے لگے۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام سے پہلے بیٹھے بیٹھے «اللہ اکبر» کہا اور سلام ہی سے پہلے دو سجدے بیٹھے بیٹھے کیے پھر سلام پھیرا۔

شرح بخاری

سہو سے مراد ہے "الغفلة عن الشئ وذهاب القلب إلي غيره" ایک چیز سے غافل ہو کر دل کا اس کے غیر کی طرف منتقل ہو جانا، شوافع کے نزدیک سجدے سہو کے سب مسنون ہیں۔ مالکیوں کے نزدیک جو سہو کا سجدہ نماز میں نقص آنے کی بنا پر کیا جائے وہ واجب ہے۔ اور جو سجدہ نماز میں زیادتی ہو جانے کی وجہ سے کیا جائے وہ واجب نہیں ہے۔ حنبلی واجبات اور غیر میں فرق کرتے ہیں۔ وہ سنن قولیہ میں واجب نہیں کہتے۔ حنفی واجب کہتے ہیں اور ان کی دلیل "فليسجد سجدتين" ہے حافظ رحمہ اللہ نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے۔



سجدہ سہو سلام پھیرنے سے پہلے کیا جائے یا بعد میں، احناف کے نزدیک سلام کے بعد سجدہ سہو کیا جائیگا وہ یوں کہ وہ ایک طرف سلام پھیر کر سجدہ سہو نکالے ایک طرف سلام پھیرنے کے بارہ میں کوئی حدیث تو نہیں آتی۔ سوائے اس کے کہ وہ کہتے ہیں ایک طرف سلام پھیرنے سے وہ عہدۂ وجوب سے نکل جاتا ہے۔ ایک طرف سلام پھیرے۔ دوسری طرف نہ پھیرے۔ تاکہ لوگ کہیں اٹھ نہ جائیں۔ ان کی رعائیت کے لئے ایک طرف سلام پھیرے اگر کوئی

شخص اکیلا نماز پڑھ رہا ہے اور بھول جائے تو وہ بھی طرڈ اللباب ایسے ہی کرے۔

شافعیوں کے نزدیک سجدہ سہو، سلام پھیرنے سے پہلے کرے۔ کیونکہ سجدہ سہو سے نماز مکمل ہوتی ہے لہذا جب یہ نماز کی جزء ہے تو نماز کی جزء کو سلام سے پہلے ادا کرنا چاہیئے۔

مالکی کہتے ہیں کہ اگر سجدۂ سہو نماز میں زیادتی ہوجانے کی وجہ سے ہو تو سلام کے بعد سجدۂ سہو ہونا چاہیئے کیونکہ یہ زیاتی نماز سے خارج ہے اور اگر سجدہ سہو نماز میں ہونے والے نقص کو پورا کرنے کے لئے ہو تو سلام سے پہلے کرے۔

حنابلہ کے نزدیک نبی اکرم ﷺ نے جس جگہ سجدہ سہو کیا ہے بھولنے والا ویسے ہی کرے جس سہو میں آپ نے سلام سے پہلے سجدہ سہو کیا ہے۔ اس سہو میں بھولنے والا بھی سلام سے پہلے کرے۔ اور جس سہو میں آپ نے سلام کے بعد سجدہ سہو کیا ہے۔ اس میں بھولنے والا بھی سلام کے بعد کرے اگر سہو ان مقامات کے علاوہ ہو تو ان میں وہ سلام سے پہلے سجدہ سہو ادا کرے۔

شوکانی رحمہ اللہ کے نزدیک باقی مقامات میں اسے اختیار ہے خواہ سلام سے پہلے کرے یا بعد میں، کیونکہ قولی احادیث دونوں طرح آتیں ہیں۔ پہلے اور بعد میں دونوں طرح جائز ہے۔ اور آپ کے اقوال کی اتباع ہونی چاہیئے۔

سجدہ سہو کا موجب کیا ہے؟ احناف کے نزدیک اگر واجبات کو سہواً چھوڑ دے تو سجدہ سہو کا آجاتا ہے۔ اور اگر عمداً چھوڑے تو نماز ناقص ہوتی ہے۔ اسکا اعادہ واجب ہوتا ہے۔ اور اگر ایک رکعت یا سجدہ بڑھادے تو اس میں بھی ان کے نزدیک سجدہ سہو آجاتا ہے اسی طرح اگر دو رکوع کرلے یا ترتیب چھوڑ دے۔ یا سورۃ فاتحہ سے پہلے کوئی اور سورت پڑھ لے یا دیگر سورت کی جگہ سورۃ فاتحہ پڑھ دے۔ ان چیزوں سے ان کے نزدیک سجدہ سہو آجاتا ہے۔

شوافع کے نزدیک دو ابعاض نماز میں سجدہ سہو آجاتا ہے۔ ایک صبح کی نماز کی دعاء قنوت یا نصف رمضان قنوت۔ یہ دعاء قنوت ان کے نزدیک ابعاض نماز سے ہے اور ایک درمیانہ تشہد، اس کے علاوہ اگر کسی چیز کو ترک کرے تو اگر وہ سنت ہو تو سجدہ سہو نہیں آتا۔ اور اگر فرض ہو تو رکعت کا اعادہ کرنا چاہیئے۔

اہل ظاہر اس طرف گئے ہیں کہ جہاں جہاں سجدہ سہو کیا گیا ہے وہاں کرنا چاہیئے۔ ابن حزم رحمہ اللہ نے کہا ہے ایسا نہیں ہونا چاہیئے۔ بلکہ جہاں آپ نے سجدہ سہو نہیں کیا وہاں آپ کا حکم تو موجود ہے کہ نماز میں کمی، بیشی ہونے پر سجدہ سہو کرو۔ اب جو کمی، بیشی جائز ہے اس میں سجدہ سہو آتا ہی نہیں۔ صرف واجب کے چھوڑنے سے یا ایک رکعت یا سجدہ زائد کرنے سے سجدہ سہو آئے گا۔ دلائل کے لحاظ سے یہ مذہب صحیح معلوم ہوتا ہے لیکن یہ کسی امام کا مذہب نہیں ہے۔

احناف کے ہاں رکن چھوڑنے سے اس کا اعادہ کرے یا اس رکعت کا الغاء کردے۔ اور وہ رکعت شمار نہ کرے۔ بعد میں سجدہ سہو کا کرلے۔ سجدہ شوافع کے نزدیک بھی رکن ہے لیکن وہ بھی کہتے ہیں کہ اس کے چھوڑنے سے سجدہ سہو سے جبر ہو جائے گا۔ اور حنفی بھی اس کے قائل ہیں۔ فتویٰ کے اعتبار سے ابن حزم رحمہ اللہ کا مذہب صحیح معلوم ہوتا ہے۔

اور اگر نماز میں زیادتی ہوجائے جو نماز میں سے نہیں ہوتی اگرچہ وہ نماز ہی ہے۔ مثلاً دو رکوع کرلے یا تین سجدے کرلے یا پانچ یا چھ رکعات پڑھ لے۔ تب بھی ان کے نزدیک سجدہ سہو آجائے گا۔ کسی سجدہ کو چھوڑنے سے بھی ان کے

نزدیک سجدہ سہو آجاتا ہے۔لیکن اگر رکعت چھوڑ دے تو پھر سجدہ سہو سے جبر نہیں ہوتا۔ رکعت پڑھنی پڑے گی۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے جب دو رکعت پر سلام پھیر دیا تھا تو پھر آپ نے دو رکعتیں پڑھی تھیں۔ اسی وجہ سے حنابلہ کہتے ہیں کہ رکن چھوڑنے سے اعادہ کرنا پڑتا ہے۔ رکن چھوڑنے سے نماز نہیں ہوگی۔

مالکیوں کا مذہب بالکل مختل ہے کہ سنن مؤکدہ سے ایک رہ جائے تو سجدہ سہو کا آتا ہے اور سنن غیر مؤکدہ دو رہ جائیں تب سجدہ سہو آتا ہے اس طرح کی انہوں نے غیر معقول باتیں کی ہیں۔لیکن یہ شافعیوں سے بہتر ہے۔ شافعیوں نے تو سنتوں کو ابعاض نماز یعنی نماز کا حصہ بنا دیا ہے اور ابعاض نماز دو چیزوں کو بنایا ہے حالانکہ ابعاض نماز تو سارے ہی ہیں۔

"قولہ من بعض الصلوات" اس سے اگلی حدیث میں اس کی وضاحت آگئی ہے کہ یہ ظہر کی نماز تھی[1]۔

---

[1] حافظ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اس حدیث میں آنے والے لفظ "فلما قضي صلاته ونظرنا تسليمه" سے ان لوگوں نے استدلال کیا ہے جو کہتے ہیں سلام پھیرنا نماز میں سے نہیں ہے لہٰذا جو شخص تشہد بیٹھنے کے بعد سلام پھیرنے سے پہلے بے وضوء ہو جائے تو اس کی نماز پوری ہو جاتی ہے جیسا کہ ابو حنیفہ نے کہا ہے حافظ رحمہ اللہ نے اس کا تعاقب کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہاں قضی صلاتہ اس لئے کہا گیا ہے کہ سلام نماز سے نکلنے کے لئے اور نماز سے تحلیل کے لئے ہوتا ہے اور جب نمازی سلام کے قریب پہنچ جائے تو وہ ایسے ہوتا ہے گویا اس نے نماز پوری کر لی۔ اس لئے "قضی" کا لفظ آیا ہے ورنہ سلام بھی نماز کا حصہ ہے جس کو چھوڑنے سے نماز نہیں ہوگی اور اس پر سنن ابن ماجہ کی حدیث دلالت کرتی ہے "حتى اذا فرغ من الصلاة إلا أن يسلم ۱۲۰۷، یہ استثناء دلیل ہے کہ سلام بھی صلاۃ ہے اور بعض راویوں نے اس کے واضح ہونے کی وجہ سے اس استثناء کو حذف کر دیا ہے۔ اور ثقہ کی زیادتی قبول ہوتی ہے۔ حافظ کی بات کی تردید کرتے ہوئے عینی نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک خبر واحد سے کسی چیز کی فرضیت ثابت نہیں ہوتی۔ اور کہا کہ ہمارا استدلال عبداللہ بن مسعود کی حدیث سے ہے ان النبی ﷺ أخذ بيده فعلمه التشهد۔ وفي أخره اذا قلت هذا، أو قضيت هذا فقد قضيت صلاتك، حافظ نے اس حدیث کا جواب ترجمہ باب کی حدیث کے تحت دے دیا ہے۔ کیونکہ اس میں "قضيٰ" کا لفظ آیا ہے اور اس کا یہ مطلب نہیں کہ سلام نماز کا جزء نہیں ہے، بلکہ نماز جب سلام کے قریب پہنچ چکی ہو تو اس پر "قضيٰ" کا لفظ بول دیا جاتا ہے، اور اس کا پورا ہونا سلام کے ساتھ ہی ہوتا ہے، اور عینی کا یہ کہنا کہ ہمارے خبر واحد سے فرضیت ثابت نہیں ہوتی تو یہ ان کی بناوٹی بات ہے ورنہ خبر واحد سے کسی چیز کی فرضیت بلکہ عقیدے کی بات بھی ثابت ہو جاتی ہے۔ دیکھئے استقبالِ قبلہ نماز کے لئے فرض کے لئے فرض بلکہ شرط ہے اور اس کا تعلق بھی عقیدے سے ہے۔ اور یہ خبر واحد سے ثابت ہے۔ صحابہ کرام نے خبر واحد کو دلیل بنا کر قبلہ تبدیل کر لیا تھا جیسا کہ بخاری شریف میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے "بين الناس بقباء في صلاة الصبح اذ جاءهم أت فقال ان رسول الله ﷺ قد انزل عليه الليلة قران و قد أمر أن يستقبل الكعبة فاستقبلوها و كانت وجوههم الي الشام فاستداروا الي الكعبة" ۱۲۵۷۔ جبکہ خبر واحد سے قبلہ کا تعین ثابت ہو جاتا ہے اور صحابہ کرام نے خبر واحد کا اعتبار کرتے ہوئے بیت المقدس کو چھوڑ کر خانہ کعبہ کو قبلہ بنا لیا تھا تو خبر واحد سے کسی چیز کی فرضیت کیوں ثابت نہیں ہو سکتی؟

۱۲۲۵ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ بُحَيْنَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّهُ قَالَ: «إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ مِنَ اثْنَتَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ لَمْ يَجْلِسْ بَيْنَهُمَا، فَلَمَّا قَضَى صَلَاتَهُ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ بَعْدَ ذَلِكَ».

ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو امام مالک رحمہ اللہ نے خبر دی، انہیں یحیٰی بن سعید انصاری نے خبر دی، انہیں عبدالرحمٰن اعرج نے خبر دی اور ان سے عبداللہ بن بحینہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی دو رکعت پڑھنے کے بعد بیٹھے بغیر کھڑے ہو گئے اور قعدہ اولیٰ نہیں کیا، جب نماز پوری کر چکے تو دو سجدے کئے، پھر ان کے بعد سلام پھیرا۔

۲۔ بَابُ إِذَا صَلَّى خَمْسًا:

باب: اگر کسی نے پانچ رکعت نماز پڑھ لی تو کیا کرے؟

۱۲۲۶ ۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، «أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ خَمْسًا، فَقِيلَ لَهُ: أَزِيدَ فِي الصَّلَاةِ؟ فَقَالَ: وَمَا ذَاكَ، قَالَ: صَلَّيْتَ خَمْسًا، فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ بَعْدَ مَا سَلَّمَ».

ہم سے ابوالولید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے حکم نے، ان سے ابراہیم نخعی نے، ان سے علقمہ نے اور ان سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر میں پانچ رکعت پڑھ لیں۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کیا نماز کی رکعتیں زیادہ ہو گئی ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا بات ہے؟ کہنے والے نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ رکعتیں پڑھی ہیں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کے بعد دو سجدے کئے۔

شرح بخاری

بعض علماء نے کہا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ ترجمہ باب نماز میں کمی اور زیادتی کے سہو کے درمیان فرق بیان کرنے کے لئے قائم کیا ہے۔ لہذا نماز میں نقص کی صورت میں سجدہ سہو سلام سے پہلے کیا جائے گا جیسا کہ گذشتہ ترجمہ باب میں ذکر ہوا ہے اور زیادتی کی صورت میں سلام کے بعد ہوگا۔ جیسا کہ یہ باب اس پر دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ نقص کی صورت میں سجدہ سہو جبر کے لئے ہوتا ہے۔ لہذا وہ نماز میں سلام سے پہلے ادا کیا جائیگا۔ اور زیادتی کی صورت میں سجدہ سہو شیطان کی تذلیل کے لئے ہوتا ہے اس لئے نماز سے خارج ہوگا اور سلام کے بعد کیا جائیگا جیسا کہ حافظ نے ذکر کیا ہے حدیث مذکور احناف کے مذہب کی بھی تردید کرتی ہے کیونکہ احناف کے نزدیک پانچ رکعات پڑھنے والا چوتھی رکعت میں تشہد نہ بیٹھا ہو۔ اور بیٹھے بغیر کھڑا ہو گیا ہو تو دو صورتیں ہیں۔ اگر اسے سجدہ کرنے سے پہلے یاد آجائے تو بیٹھ جائے اور اگر ایک سجدہ کر لیا ہے تو وہ کہتے ہیں "تحول فرضہ نفلا" تو اسکی فرضی نماز اب نفلی نماز بن جائے گی

لہذا وہ پانچ کے ساتھ ایک رکعت مزید پڑھ کر چھ رکعت بنادے، اور فرض بعد میں پڑھ لے، جبکہ یہ حدیث ان کی تردید کرتی ہے۔ لیکن وہ کہتے ہیں کہ آپ تشہد بیٹھے ہوں گے۔ لیکن انور شاہ نے کہا ہے کہ طبرانی کی روایت میں آتا ہے کہ آپ تشہد نہیں بیٹھے تھے۔ اور دوسری بات یہ بھی ہے کہ پانچ رکعات تب ہی ہوں گی جبکہ چوتھی میں تشہد نہ بیٹھے، کیونکہ اگر تشہد بیٹھ کر پھر اٹھے تو دو رکعت سمجھ کر اٹھے گا۔

٣- بَابُ إِذَا سَلَّمَ فِي رَكْعَتَيْنِ أَوْ ثَلاَثٍ فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ مِثْلَ سُجُودِ الصَّلاَةِ أَوْ أَطْوَلَ:

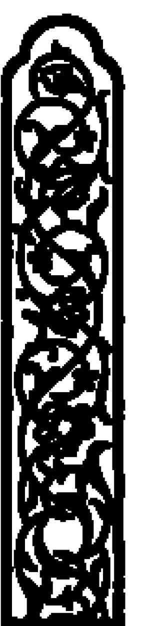
باب: دو رکعتیں یا تین رکعتیں پڑھ کر سلام پھیر دے تو نماز کے سجدوں کی طرح یا ان سے لمبے سہو کے دو سجدے کرے

١٢٢٧ - حَدَّثَنَا آدَمُ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: «صَلَّى بِنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ أَوِ الْعَصْرَ فَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهُ ذُو الْيَدَيْنِ: الصَّلَاةُ يَا رَسُولَ اللهِ أَنَقَصَتْ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَصْحَابِهِ أَحَقٌّ مَا يَقُولُ؟، قَالُوا: نَعَمْ، فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ أُخْرَيَيْنِ، ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ»، قَالَ سَعْدٌ: وَرَأَيْتُ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ صَلَّى مِنَ الْمَغْرِبِ رَكْعَتَيْنِ فَسَلَّمَ وَتَكَلَّمَ، ثُمَّ صَلَّى مَا بَقِيَ وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ، وَقَالَ: هَكَذَا فَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.









ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے سعد بن ابراہیم نے، ان سے ابوسلمہ نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر یا عصر کی نماز پڑھائی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا تو ذوالیدین کہنے لگا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا نماز کی رکعتیں کم ہو گئی ہیں؟ (کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھول کر صرف رکعتوں پر سلام پھیر دیا تھا) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے دریافت کیا کہ کیا یہ سچ کہتے ہیں؟ صحابہ نے کہا جی ہاں، اس نے صحیح کہا ہے۔ تب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت اور پڑھائیں پھر دو سجدے کئے۔ سعد نے بیان کیا کہ عروہ بن زبیر کو میں نے دیکھا کہ آپ نے مغرب کی دو رکعتیں پڑھ کر سلام پھیر دیا اور باتیں بھی کیں۔ پھر باقی ایک رکعت پڑھی اور دو سجدے کئے اور فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح کیا تھا۔

"قولہ وقال ھکذا فعل النبی ﷺ" یعنی اس پر بعد میں بھی عمل ہوا ہے۔ لہذا منسوخ نہیں ہے جیسا کہ احناف کی رائے ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی وہاں موجود تھے ان سے ایک دفعہ سہو ہو گیا تھا تو انہوں نے اعادہ کیا تھا بناء نہیں کی لیکن یہ صحیح نہیں ہے اور اس حدیث کو وہ کلام کی حرمت سے قبل پر محمول کرتے ہیں۔ کہتے ہیں، ذوالیدین جنگ بدر میں شہید

ہوگیا تھا۔ شافعی کہتے ہیں کہ ذوالیدین اور ذوالشمالین دو آدمی ہیں اور شہید ہونے والا ذوالشمالین ہے۔ حنفی کہتے ہیں ایک ہی آدمی تھا اس کے نام دو تھے۔ لقب بھی ایک آدمی کے دو ہو گئے، باپ کے نام بھی دو تھے۔ مگر حافظ رحمہ اللہ نے یہ احتمال بیان کیا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ ذوالیدین کو ذوالشمالین بھی کہتے ہوں گے۔ اور جنگ بدر میں ذوالشمالین شہید ہوا ہے اور وہ اور ہے یہ نہیں ہے اس نے بعد میں نبی کریم علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حاضری بتاتی ہے کہ یہ حرمت کلام کے بعد کا واقعہ ہے۔ احناف کی رائے یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ واقعہ کسی صحابی سے سنا ہوگا، کیونکہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا تھا کہ آپ اس وقت حاضر نہیں تھے۔ لیکن یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں عمری ضعیف ہے۔ جبکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ "بینما أنا أصلي خلف النبي ﷺ" اور یہ حدیث مسلم کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حاضر تھے۔

حافظ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ ایسی متعدد روایات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مصلحت صلوۃ کے لئے یا جہلاً یا نسیاناً کلام ہو جائے تو نماز ہو جاتی ہے۔

۴۔ بَابُ مَنْ لَمْ يَتَشَهَّدْ فِي سَجْدَتَيِ السَّهْوِ:

باب: سہو کے سجدوں کے بعد پھر تشہد نہ پڑھے

وَسَلَّمَ أَنَسٌ وَالْحَسَنُ وَلَمْ يَتَشَهَّدَا، وَقَالَ قَتَادَةُ لَا يَتَشَهَّدُ.

اور انس رضی اللہ عنہ اور حسن بصری رحمہ اللہ نے سلام پھیرا (یعنی سجدہ سہو کے بعد) اور تشہد نہیں پڑھا اور قتادہ نے کہا کہ تشہد نہ پڑھے۔

۱۲۲۸ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، عَنْ أَيُّوبَ بْنِ أَبِي تَمِيمَةَ السَّخْتِيَانِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، «أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْصَرَفَ مِنَ اثْنَتَيْنِ، فَقَالَ لَهُ ذُو الْيَدَيْنِ: أَقَصُرَتِ الصَّلَاةُ أَمْ نَسِيتَ يَا رَسُولَ اللهِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَصَدَقَ ذُو الْيَدَيْنِ؟، فَقَالَ النَّاسُ: نَعَمْ، فَقَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّى اثْنَتَيْنِ أُخْرَيَيْنِ، ثُمَّ سَلَّمَ، ثُمَّ كَبَّرَ فَسَجَدَ مِثْلَ سُجُودِهِ أَوْ أَطْوَلَ، ثُمَّ رَفَعَ».

ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو امام مالک بن انس نے خبر دی، انہیں ایوب بن ابی تمیمہ سختیانی نے خبر دی، انہیں محمد بن سیرین نے اور انہیں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت پڑھ کر اٹھ کھڑے ہوئے تو ذوالیدین نے پوچھا کہ یارسول اللہ! کیا نماز کم کر دی گئی ہے یا آپ بھول گئے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے پوچھا کہ کیا ذوالیدین سچ کہتے ہیں۔ لوگوں نے کہا جی ہاں! یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور دو رکعت جو رہ گئی تھیں ان کو پڑھا، پھر سلام پھیرا، پھر «اللہ اکبر» کہا اور اپنے سجدے کی طرح (یعنی نماز کے معمولی سجدے کی

طرح) سجدہ کیا یا اس سے لمبا پھر سر اٹھایا۔

اس باب سے مراد یہ ہے کہ جو شخص سجدہ سہو کے بعد تشہد نہیں کرتا اس کی کیا دلیل ہے۔ شافعی سجدہ سہو کے بعد تشہد کے قائل نہیں ہیں۔ حنفی اس کے قائل ہیں۔ مالکی کہتے ہیں اگر بعد میں سلام پھیرے پھر تشہد پڑھ لے۔ شافعی کہتے ہیں سجدے پہلے ہونا چاہئیں اور تشہد پہلا ہی کافی ہے۔ بخاری رحمہ اللہ کا بھی یہی خیال ہے کہ پہلا تشہد ہی کافی ہے، دوسرے تشہد کی ضرورت نہیں ہے۔ اور دوسرا تشہد کسی کے نزدیک فرض نہیں ہے اس کے قائل اسے بہتر کہتے ہیں۔ اور یہ تب ہے جبکہ سجدہ سہو سلام کے بعد کیا جائے۔ سلام سے پہلے سجدہ سہو کرے تو دوسرے تشہد کی ضرورت نہیں ہے۔ حافظ نے تشہد کے بارہ میں چند روایات ذکر کی ہیں جو کہ شاذ یا ضعیف ہیں لیکن تعدد طرق سے کہتے ہیں کہ ان کا کچھ اصل ہے۔

"قولہ لیس فی حدیث أبی ھریرہ" اس میں اور ترمذی کی حدیث میں محمد بن سیرین ہے، لیکن وہ روایت عمران کی ہے۔ اس کا بظاہر مطلب یہ ہے کہ ابو ہریرہ کی حدیث میں تشہد کا ذکر نہیں ہے اسکا مفہوم یہ ہے کہ عمران کی روایت میں ہے لیکن ایک روایت میں آتا ہے "لم أسمع فی التشھد[1]" معلوم ہوا کہ عمران کی روایت میں بھی تشہد کا ذکر نہیں ہے۔

حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ عَلْقَمَةَ، قَالَ: قُلْتُ لِمُحَمَّدٍ فِي سَجْدَتَيِ السَّهْوِ تَشَهُّدٌ، قَالَ: لَيْسَ فِي حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ.

ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے سلمہ بن علقمہ نے، انہوں کہا کہ میں نے محمد بن سیرین سے پوچھا کہ کیا سجدہ سہو میں تشہد ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں تو اس کا ذکر نہیں ہے۔



٥- بَابُ مَنْ يُكَبِّرُ فِي سَجْدَتَيِ السَّهْوِ:

باب: سہو کے سجدوں میں تکبیر کہنا

١٢٢٩ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: «صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِحْدَى صَلاَتَيِ العَشِيِّ، قَالَ مُحَمَّدٌ: وَأَكْثَرُ ظَنِّي الْعَصْرَ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ سَلَّمَ، ثُمَّ قَامَ إِلَى خَشَبَةٍ فِي مُقَدَّمِ الْمَسْجِدِ فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَيْهَا، وَفِيهِمْ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فَهَابَا أَنْ يُكَلِّمَاهُ وَخَرَجَ سَرَعَانُ النَّاسِ، فَقَالُوا: أَقَصُرَتِ الصَّلاَةُ، وَرَجُلٌ يَدْعُوهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذُو الْيَدَيْنِ، فَقَالَ: أَنَسِيتَ أَمْ قَصُرَتْ؟ فَقَالَ: لَمْ أَنْسَ وَلَمْ تُقْصَرْ، قَالَ: بَلَى قَدْ نَسِيتَ، فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ سَلَّمَ، ثُمَّ كَبَّرَ فَسَجَدَ مِثْلَ سُجُودِهِ أَوْ أَطْوَلَ، ثُمَّ رَفَعَ



[1] سنن أبی داود ١٠١٠ ج ١ ص ٢٦٥ (صحیح)

رَأْسَهُ فَكَبَّرَ، ثُمَّ وَضَعَ رَأْسَهُ فَكَبَّرَ فَسَجَدَ مِثْلَ سُجُودِهِ أَوْ أَطْوَلَ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ وَكَبَّرَ».

ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یزید بن ابراہیم نے بیان کیا، ان سے محمد بن سیرین نے بیان کیا، ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسرے پہر کی دو نمازوں (ظہر یا عصر) میں سے کوئی نماز پڑھی۔ میرا غالب گمان یہ ہے کہ وہ عصر ہی کی نماز تھی۔ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف دو ہی رکعت پر سلام پھیر دیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے تنے سے جو مسجد کی اگلی صف میں تھا، ٹیک لگا کر کھڑے ہوگئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا ہاتھ اس پر رکھے ہوئے تھے۔ حاضرین میں ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے لیکن انہیں بھی کچھ کہنے کی ہمت نہیں ہوئی۔ جو (جلد باز قسم کے) لوگ نماز پڑھتے ہی مسجد سے نکل جانے کے عادی تھے۔ وہ باہر جا چکے تھے۔ لوگوں نے کہا کیا نماز کی رکعتیں کم ہوگئیں۔ ایک شخص جنہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ذوالیدین کہتے تھے۔ وہ بولے یا رسول اللہ! آپ بھول گئے یا نماز میں کمی ہوگئی؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہ میں بھولا ہوں اور نہ نماز کی رکعتیں کم ہوئیں۔ ذوالیدین بولے کہ نہیں آپ بھول گئے ہیں۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت اور پڑھی اور سلام پھیرا پھر تکبیر کہی اور معمول کے مطابق یا اس سے بھی طویل سجدہ کیا۔ جب سجدہ سے سر اٹھایا تو پھر تکبیر کہی اور پھر تکبیر کہہ کر سجدہ میں گئے۔ یہ سجدہ بھی معمول کی طرح یا اس سے طویل تھا۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر اٹھایا اور تکبیر کہی۔

١٢٣٠ ۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا لَيْثٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ بُحَيْنَةَ الْأَسْدِيِّ حَلِيفِ بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، «أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ فِي صَلَاةِ الظُّهْرِ وَعَلَيْهِ جُلُوسٌ، فَلَمَّا أَتَمَّ صَلَاتَهُ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ فَكَبَّرَ فِي كُلِّ سَجْدَةٍ وَهُوَ جَالِسٌ قَبْلَ أَنْ يُسَلِّمَ وَسَجَدَهُمَا النَّاسُ مَعَهُ مَكَانَ مَا نَسِيَ مِنَ الْجُلُوسِ» تَابَعَهُ ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ فِي التَّكْبِيرِ.

ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے، ان سے ابن شہاب نے، ان سے اعرج نے، ان سے عبداللہ بن بحینہ اسدی نے جو بنو عبدالمطلب کے حلیف تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز میں قعدہ اولیٰ کئے بغیر کھڑے ہوگئے۔ حالانکہ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیٹھنا چاہئے تھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پوری کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھے بیٹھے ہی سلام سے پہلے دو سجدے سہو کے کئے اور ہر سجدے میں «اللہ اکبر» کہا۔ مقتدیوں نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہ دو سجدے کئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھنا بھول گئے تھے، اس لیے یہ سجدے اسی کے بدلہ میں کئے تھے۔ اس روایت کی مطابعت ابن جریج نے ابن شہاب سے تکبیر کے ذکر

میں کی ہے۔

٦- بَابُ إِذَا لَمْ يَدْرِ كَمْ صَلَّى ثَلَاثًا أَوْ أَرْبَعًا، سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ:

باب: اگر کسی نمازی کو یہ یاد نہ رہے کہ تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار تو وہ سلام سے پہلے بیٹھے بیٹھے ہی دو سجدے کر لے

١٢٣١ - حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ أَبِي عَبْدِ اللهِ الدَّسْتَوَائِيُّ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا نُودِيَ بِالصَّلَاةِ أَدْبَرَ الشَّيْطَانُ وَلَهُ ضُرَاطٌ حَتَّى لَا يَسْمَعَ الْأَذَانَ، فَإِذَا قُضِيَ الْأَذَانُ أَقْبَلَ فَإِذَا ثُوِّبَ بِهَا أَدْبَرَ، فَإِذَا قُضِيَ التَّثْوِيبُ أَقْبَلَ حَتَّى يَخْطِرَ بَيْنَ الْمَرْءِ وَنَفْسِهِ، يَقُولُ اذْكُرْ كَذَا وَكَذَا مَا لَمْ يَكُنْ يَذْكُرُ حَتَّى يَظَلَّ الرَّجُلُ إِنْ يَدْرِي كَمْ صَلَّى، فَإِذَا لَمْ يَدْرِ أَحَدُكُمْ كَمْ صَلَّى ثَلَاثًا أَوْ أَرْبَعًا فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ».

ہم سے معاذ بن فضالہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ہشام بن ابی عبد اللہ دستوائی نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن ابی کثیر نے، ان سے ابو سلمہ نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب نماز کے لیے اذان ہوتی ہے تو شیطان ہوا خارج کرتا ہوا بھاگتا ہے تا کہ اذان نہ سنے، جب اذان پوری ہو جاتی ہے تو پھر آ جاتا ہے۔ جب اقامت ہوتی ہے تو پھر بھاگ پڑتا ہے۔ لیکن اقامت ختم ہوتے ہی پھر آ جاتا ہے اور نمازی کے دل میں طرح طرح کے وسوسے ڈالتا ہے اور کہتا ہے کہ فلاں فلاں بات یاد کرو، اس طرح اسے وہ باتیں یاد دلاتا ہے جو اس کے ذہن میں نہیں تھیں۔ لیکن دوسری طرف نمازی کو یہ بھی یاد نہیں رہتا کہ کتنی رکعتیں اس نے پڑھی ہیں۔ اس لیے اگر کسی کو یہ یاد نہ رہے کہ تین رکعت پڑھیں یا چار تو بیٹھے ہی بیٹھے سہو کے دو سجدے کر لے۔

شرح بخاری

شوافع کے نزدیک جب کوئی شخص یہ نہ جانتا ہو کہ میں نے تین رکعات پڑھی ہیں یا چار، تو وہ یقین پر بناء کر کے نماز مکمل کرے اور سہو کے دو سجدے ادا کر لے، مالکی کہتے ہیں کہ یہ حکم مبتلیٰ کے لئے ہے جسے وسوسوں کی بیماری ہو اسے پتہ نہیں چلتا کہ اس نے دو رکعتیں پڑھی ہیں یا تین۔ تو وہ دو سجدے کر لے، حنفیوں کے نزدیک یہ ظن غالب پر محمول ہے، ظن غالب چار کا ہے تو سہو کے دو سجدے کر لے۔

٧۔بَابُ السَّهْوِ فِي الْفَرْضِ وَالتَّطَوُّعِ:

باب: سجدہ سہو فرض اور نفل دونوں نمازوں میں کرنا چاہیے

وَسَجَدَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا سَجْدَتَيْنِ بَعْدَ وِتْرِهِ.

اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہمانے وتر کے بعد یہ دو سجدے کئے۔

یعنی سہو کا تعلق نفلی نماز سے ہو یا فرضی سے دونوں میں سجدہ سہو کرنا چاہیئے، حدیث مذکور دونوں کو شامل ہے۔

١٢٣٢ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا قَامَ يُصَلِّي جَاءَ الشَّيْطَانُ فَلَبَسَ عَلَيْهِ حَتَّى لَا يَدْرِيَ كَمْ صَلَّى، فَإِذَا وَجَدَ ذَلِكَ أَحَدُكُمْ فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ».

ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو امام مالک رحمہ اللہ نے خبر دی، انہیں ابن شہاب نے، انہیں ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے اور انہیں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے جب کوئی نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو شیطان آکر اس کی نماز میں شبہ پیدا کر دیتا ہے پھر اسے یہ بھی یاد نہیں رہتا کہ کتنی رکعتیں پڑھیں۔ تم میں سے جب کسی کو ایسا اتفاق ہو تو بیٹھے بیٹھے دو سجدے کر لے۔

٨۔بَابُ إِذَا كُلِّمَ وَهُوَ يُصَلِّي فَأَشَارَ بِيَدِهِ وَاسْتَمَعَ:

باب: اگر نمازی سے کوئی بات کرے اور وہ سن کر ہاتھ کے اشارے سے جواب دے تو نماز فاسد نہ ہو گی

یعنی نماز پڑھنے والے سے کوئی بات کرے اور وہ سن کر اشارے سے جواب دے دے تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔ جیسا کہ "فأشار بيده" سے نبی اکرم ﷺ کا اشارہ کرنا ثابت ہے۔

١٢٣٣ ۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرٌو، عَنْ بُكَيْرٍ، عَنْ كُرَيْبٍ، أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ وَعَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَزْهَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ أَرْسَلُوهُ إِلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، فَقَالُوا: اقْرَأْ عَلَيْهَا السَّلَامَ مِنَّا جَمِيعًا» وَسَلْهَا عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ صَلَاةِ الْعَصْرِ وَقُلْ لَهَا إِنَّا أُخْبِرْنَا أَنَّكِ تُصَلِّينَهُمَا، وَقَدْ بَلَغَنَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْهَا وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: وَكُنْتُ أَضْرِبُ النَّاسَ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنْهَا، فَقَالَ كُرَيْبٌ: فَدَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا فَبَلَّغْتُهَا مَا أَرْسَلُونِي، فَقَالَتْ: سَلْ أُمَّ سَلَمَةَ، فَخَرَجْتُ

إِلَيْهِمْ فَأَخْبَرْتُهُمْ بِقَوْلِهَا، فَرَدُّونِي إِلَى أُمِّ سَلَمَةَ بِمِثْلِ مَا أَرْسَلُونِي بِهِ إِلَى عَائِشَةَ، فَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَى عَنْهَا، ثُمَّ رَأَيْتُهُ يُصَلِّيهِمَا حِينَ صَلَّى الْعَصْرَ، ثُمَّ دَخَلَ عَلَيَّ وَعِنْدِي نِسْوَةٌ مِنْ بَنِي حَرَامٍ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَأَرْسَلْتُ إِلَيْهِ الْجَارِيَةَ فَقُلْتُ قُومِي بِجَنْبِهِ فَقُولِي لَهُ تَقُولُ لَكَ أُمُّ سَلَمَةَ يَا رَسُولَ اللهِ سَمِعْتُكَ تَنْهَى عَنْ هَاتَيْنِ وَأَرَاكَ تُصَلِّيهِمَا، فَإِنْ أَشَارَ بِيَدِهِ فَاسْتَأْخِرِي عَنْهُ فَفَعَلَتِ الْجَارِيَةُ، فَأَشَارَ بِيَدِهِ فَاسْتَأْخَرَتْ عَنْهُ، فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ: «يَا بِنْتَ أَبِي أُمَيَّةَ، سَأَلْتِ عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ وَإِنَّهُ أَتَانِي نَاسٌ مِنْ عَبْدِ الْقَيْسِ فَشَغَلُونِي عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ اللَّتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ فَهُمَا هَاتَانِ».

ہم سے یحییٰ بن سلیمان نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عبداللہ بن وہب نے بیان کیا، کہا کہ مجھے عمرو بن حارث نے خبر دی، انہیں بکیر نے، انہیں کریب نے کہ ابن عباس، مسور بن مخرمہ اور عبدالرحمٰن بن ازہر رضی اللہ عنہم نے انہیں عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بھیجا اور کہا عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہم سب کا سلام کہنا اور اس کے بعد عصر کے بعد کی دو رکعتوں کے بارے میں دریافت کرنا۔ انہیں یہ بھی بتا دینا کہ ہمیں خبر ہوئی ہے کہ آپ یہ دو رکعتیں پڑھتی ہیں۔ حالانکہ ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث پہنچی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو رکعتوں سے منع کیا ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان رکعتوں کے پڑھنے پر لوگوں کو مارا بھی تھا۔ کریب نے بیان کیا کہ میں عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا اور پیغام پہنچایا۔ اس کا جواب آپ نے یہ دیا کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے اس کے متعلق دریافت کر۔ چنانچہ میں ان حضرات کی خدمت میں واپس ہوا اور عائشہ رضی اللہ عنہا کی گفتگو نقل کر دی، انہوں نے مجھے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بھیجا انہیں پیغامات کے ساتھ جن کے ساتھ عائشہ رضی اللہ عنہا کے یہاں بھیجا تھا۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے یہ جواب دیا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عصر کے بعد نماز پڑھنے سے روکتے تھے لیکن ایک دن میں نے دیکھا کہ عصر کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود یہ دو رکعتیں پڑھ رہے ہیں۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر تشریف لائے۔ میرے پاس انصار کے قبیلہ بنو حرام کی چند عورتیں بیٹھی ہوئی تھیں۔ اس لیے میں نے ایک باندی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ میں نے اس سے کہہ دیا تھا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بازو میں ہو کر یہ پوچھے کہ ام سلمہ کہتی ہیں کہ یارسول اللہ! آپ تو ان دو رکعتوں سے منع کیا کرتے تھے حالانکہ میں دیکھ رہی ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود انہیں پڑھتے ہیں۔ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ سے اشارہ کریں تو تم پیچھے ہٹ جانا۔ باندی نے پھر اسی طرح کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ سے اشارہ کیا تو پیچھے ہٹ





گئی۔ پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم فارغ ہوئے تو (آپ نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے) فرمایا کہ اے ابوامیہ کی بیٹی! تم نے عصر کے بعد کی دو رکعتوں کے متعلق پوچھا، بات یہ ہے کہ میرے پاس عبدالقیس کے کچھ لوگ آ گئے تھے اور ان کے ساتھ بات کرنے میں میں ظہر کے بعد کی دو رکعتیں نہیں پڑھ سکا تھا سو یہ وہی دو رکعت ہیں۔

٩-بَابُ الإِشَارَةِ فِي الصَّلاَةِ:

باب: نماز میں اشارہ کرنا

قَالَهُ كُرَيْبٌ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

یہ کریب نے ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا، انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

یہ باب پہلے باب سے عام ہے۔ کیونکہ پہلے باب میں کسی کی کلام کے جواب میں اشارہ کرنے کا ذکر ہے۔ اور یہ باب عام ہے بعض کی رائے یہ ہے کہ سہو کا بیان "باب العمل فی الصلاۃ" کا تتمہ ہے۔ اس لئے اب اشارہ کا مسئلہ شروع کر دیا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اشارہ کا بیان سہو کا تتمہ ہو، سہو بھول کر ہوتا ہے اور اشارہ عمداً ہوتا ہے۔

"قولہ واذا رفع فارفعوا" جب کوئی چیز اٹھالی جائے تو وہ وہاں سے ختم ہو جاتی ہے لہذا یہ باب بھی ختم ہو گیا ہے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ بیمار تھے اور بیماری موت کے قریب کرنے والی ہے اور موت کے قریب ہوتی ہے اور موت ناپید ہونا ہے لہذا یہ باب بھی ناپید ہو گیا ہے۔

١٢٣٤ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، «أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَلَغَهُ أَنَّ بَنِي عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ كَانَ بَيْنَهُمْ شَيْءٌ، فَخَرَجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصْلِحُ بَيْنَهُمْ فِي أُنَاسٍ مَعَهُ، فَحُبِسَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَانَتِ الصَّلَاةُ، فَجَاءَ بِلَالٌ إِلَى أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَقَالَ: يَا أَبَا بَكْرٍ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ حُبِسَ وَقَدْ حَانَتِ الصَّلَاةُ، فَهَلْ لَكَ أَنْ تَؤُمَّ النَّاسَ؟ قَالَ: نَعَمْ، إِنْ شِئْتَ، فَأَقَامَ بِلَالٌ وَتَقَدَّمَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَكَبَّرَ لِلنَّاسِ وَجَاءَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِي فِي الصُّفُوفِ حَتَّى قَامَ فِي الصَّفِّ فَأَخَذَ النَّاسُ فِي التَّصْفِيقِ، وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ لَا يَلْتَفِتُ فِي صَلَاتِهِ، فَلَمَّا أَكْثَرَ النَّاسُ الْتَفَتَ فَإِذَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَشَارَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُهُ أَنْ يُصَلِّيَ فَرَفَعَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَدَيْهِ فَحَمِدَ اللهَ، وَرَجَعَ الْقَهْقَرَى وَرَاءَهُ حَتَّى قَامَ فِي الصَّفِّ، فَتَقَدَّمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّى لِلنَّاسِ، فَلَمَّا فَرَغَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ، فَقَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ مَا لَكُمْ حِينَ

نَابَكُمْ شَيْءٌ فِي الصَّلَاةِ أَخَذْتُمْ فِي التَّصْفِيقِ إِنَّمَا التَّصْفِيقُ لِلنِّسَاءِ، مَنْ نَابَهُ شَيْءٌ فِي صَلَاتِهِ فَلْيَقُلْ سُبْحَانَ اللهِ فَإِنَّهُ لَا يَسْمَعُهُ أَحَدٌ حِينَ يَقُولُ سُبْحَانَ اللهِ، إِلَّا الْتَفَتَ يَا أَبَا بَكْرٍ، مَا مَنَعَكَ أَنْ تُصَلِّيَ لِلنَّاسِ حِينَ أَشَرْتُ إِلَيْكَ؟. فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: مَا كَانَ يَنْبَغِي لِابْنِ أَبِي قُحَافَةَ أَنْ يُصَلِّيَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے یعقوب بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا، ان سے ابوحازم سلمہ بن دینار نے، ان سے سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر پہنچی کہ بنی عمرو بن عوف کے لوگوں میں باہم کوئی جھگڑا پیدا ہو گیا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم چند صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ ملاپ کرانے کے لیے وہاں تشریف لے گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابھی مشغول ہی تھے کہ نماز کا وقت ہو گیا۔ اس لیے بلال رضی اللہ عنہ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابھی تک تشریف نہیں لائے۔ ادھر نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ کیا آپ لوگوں کی امامت کریں گے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں اگر تم چاہو۔ چنانچہ بلال رضی اللہ عنہ نے تکبیر کہی اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر تکبیر (تحریمہ) کہی۔ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی صفوں سے گزرتے ہوئے پہلی صف میں آ کر کھڑے ہو گئے۔ لوگوں نے (ابوبکر رضی اللہ عنہ کو آگاہ کرنے کے لیے) ہاتھ پر ہاتھ بجانے شروع کر دیئے لیکن ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز میں کسی طرف دھیان نہیں دیا کرتے تھے۔ جب لوگوں نے بہت تالیاں بجائیں تو آپ متوجہ ہوئے اور کیا دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ سے انہیں نماز پڑھاتے رہنے کے لیے کہا، اس پر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور الٹے پاؤں پیچھے کی طرف آ کر صف میں کھڑے ہو گئے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی۔ نماز کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لوگو! نماز میں ایک امر پیش آیا تو تم لوگ ہاتھ پر ہاتھ کیوں مارنے لگے تھے، یہ دستک دینا تو صرف عورتوں کے لیے ہے۔ جس کو نماز میں کوئی حادثہ پیش آئے تو «سبحان اللہ» کہے کیونکہ جب بھی کوئی «سبحان اللہ» سنے گا وہ ادھر خیال کرے گا اور اے ابوبکر! میرے اشارے کے باوجود تم لوگوں کو نماز کیوں نہیں پڑھاتے رہے؟ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ بھلا ابوقحافہ کے بیٹے کی کیا مجال تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے نماز پڑھائے۔





١٢٣٥ ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنَا الثَّوْرِيُّ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ فَاطِمَةَ، عَنْ أَسْمَاءَ، قَالَتْ: «دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا وَهِيَ تُصَلِّي قَائِمَةً وَالنَّاسُ قِيَامٌ، فَقُلْتُ: مَا شَأْنُ النَّاسِ، فَأَشَارَتْ بِرَأْسِهَا إِلَى السَّمَاءِ،

فَقُلْتُ: آيَةٌ، فَقَالَتْ بِرَأْسِهَا: أَيْ نَعَمْ».

ہم سے یحییٰ بن سلیمان نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عبد اللہ بن وہب نے بیان کیا، ان سے سفیان ثوری نے، ان سے ہشام بن عروہ نے، ان سے فاطمہ بنت منذر نے اور ان سے اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئی۔ اس وقت وہ کھڑی نماز پڑھ رہی تھیں۔ لوگ بھی کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ میں نے پوچھا کہ کیا بات ہوئی؟ تو انہوں نے سر سے آسمان کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے پوچھا کہ کیا کوئی نشانی ہے؟ تو انہوں نے اپنے سر کے اشارے سے کہا کہ ہاں۔

١٢٣٦ ـ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهَا قَالَتْ: «صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِهِ وَهُوَ شَاكٍ جَالِسًا، وَصَلَّى وَرَاءَهُ قَوْمٌ قِيَامًا، فَأَشَارَ إِلَيْهِمْ أَنِ اجْلِسُوا، فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ: إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ، فَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا، وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوا».

ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے ہشام نے، ان سے ان کے باپ عروہ بن زبیر نے اور ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار تھے۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر ہی میں بیٹھ کر نماز پڑھی لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھی۔ لیکن آپ ﷺ نے انہیں بیٹھنے کا اشارہ کیا اور نماز کے بعد فرمایا کہ امام اس لیے ہے کہ اس کی پیروی کی جائے۔ اس لیے جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو اور جب سر اٹھائے تو تم بھی سر اٹھاؤ۔

کتاب الجنائز

کتاب جنازے کے احکام و مسائل

۱-بَابٌ فِی الْجَنَائِزِ، وَمَنْ كَانَ آخِرُ كَلَامِهِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ:

الجنائز جیم کی فتحہ کے ساتھ جنازۃ کی جمع ہے۔ اور جنازۃ جیم کی فتحہ کے ساتھ میت کے معنی میں ہے اور جیم کے کسرہ کے ساتھ ہو تو نعش کو کہتے ہیں۔ لیکن چارپائی کو نعش اس وقت کہتے ہیں جبکہ اس پر میت ہو۔ اکیلی چارپائی کو نعش نہیں کہتے۔ اور یہ جنز یجنز سے ہے۔ اکثر محدثین اور فقہاء کتاب الجنائز کو کتاب الصلاۃ کے بعد لاتے ہیں، کیونکہ میت کی تجہیز و تکفین وار اس کا غسل وغیرہ اس پر نماز جنازہ پڑھنے کے لئے کیا جاتا ہے اور اس نماز میں میت کے لئے نجات اخروی اور عذاب قبر سے بچنے کی دعاء کی جاتی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ انسان کی دو حالتیں ہیں۔ ایک حالت زندگی کی ہے اور دوسری حالت موت کی ہے۔ اور ہر حالت کے متعلق عبادات اور معاملات کے احکامات وابستہ ہیں اور عبادات میں اہم چیز نماز ہے۔ لہذا جب زندگی سے متعلق عبادتِ نماز سے فارغ ہوئے تو اب موت سے متعلق نماز وغیرہ کا بیان ضروری ہے۔

نمازِ جنازہ ہجرت کے پہلے سال مدینہ منورہ میں مشروع ہوئی۔ اور جو لوگ ہجرت سے پہلے مکہ میں ہی فوت ہوئے ان کی نماز جنازہ نہیں پڑھی گئی۔

"قولہ لکن لیس مفتاح إلا لہ أسنان" أسنان التزام طاعت اور اعمال ہیں۔ حافظ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ دندانے ہوں تو اسے مفتاح کہتے ہیں۔ بغیر دندانوں کے کیل کو مفتاح نہیں کہتے۔ دندانے اگر صاف نہ ہوں تو قفل کھولنے میں دیر لگتی ہے "لا إلہ إلا اللہ" اگرچہ مفتاح ہے۔ لیکن بغیر اعمال کے اس مفتاح کے دندانے صاف نہیں ہوتے۔ لہذا اعمال کے بغیر جانے والے موحد کو جنت میں جانے میں کچھ دیر لگ جائے گی۔ اور اسے جہنم میں بھی جانا پڑے گا۔

قولہ من کان اخر کلامہ لا إلہ إلا اللہ اس سے اس حدیث کی طرف اشارہ ہے جو سنن ابی داود وغیرہ میں حضرت معاذ بن جبل سے مروی ہے "قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کان اخر کلامہ لا إلہ إلا اللہ دخل الجنۃ[1]" امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمہ باب میں "من کان" شرط کی جزا کو آنے والی وھب بن منبہ کی تاویل کا لحاظ کرتے ہوئے حذف کر دیا ہے۔ کیونکہ لا الہ الا اللہ جنت کی مفتاح تب بنتی ہے جبکہ اس کے دندانے ہوں۔ اور اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ جس شخص کی زبان پر موت کے وقت یہ کلمہ جاری ہو جائے تو یہ اس کے جنتی ہونے کی علامت ہوتی ہے۔ لیکن بیمار انسان کو بار بار نہیں کہنا چاہیئے بلکہ اس کا ایک بار پڑھنا کافی ہے۔ تاکہ بار بار کہنے سے کہیں انکار ہی نہ کر دے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے بارہ میں آتا ہے کہ انہیں "لا إلہ إلا اللہ" پڑھنے کو کہا گیا تو وہ کہتے "لا" اور اس کا مطلب یہ تھا کہ

[1] سنن ابی داود ۳۱۱۶ ج ۳ ص ۱۹۰

انہوں نے ایک بار کلمہ پڑھ لیا ہے بس وہی کافی ہے۔ کہتے ہیں کہ جب وہ فوت ہو گئے تو کسی نے ان سے خواب میں پوچھا کہ آپ "لا" کیوں کہتے تھے۔ تو کہا میرے پاس شیطان لعین آگیا تھا۔ اور کہنے لگا کہ اے احمد تو مجھ سے بچ گیا ہے میں نے کہا "لا" یعنی ابھی نہیں بچا۔ ابھی تیرے داؤ لگانے کا وقت باقی ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ ترجمہ باب میں آنے والے "من كان اخر كلامه لا إله إلا الله" کی شرح اس کے تحت آنے والی حدیث سے کرنی چاہیئے۔ اور حدیث میں ہے "من مات من أمتي۔ لايشرك بالله شيئًا دخل الجنة[1]" لہٰذا اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ زبان سے "لا إله إلا الله" پڑھ دینا کافی ہے بلکہ اس کا موحد ہونا بھی ضروری ہے۔ جب یہ کلمہ پڑھنے والا موحد ہو گا اور اس نے شرک نہیں کیا ہو گا تب وہ جنت میں جائے گا۔ اور بعض علماء کہتے ہیں کہ بخاری حدیث کا مطلب ان الفاظ کے ساتھ بیان کرنا چاہتے ہیں جو ترجمہ باب میں آئے ہیں۔ یعنی حدیث میں آنے والے لفظ "لايشرك بالله شئيًا" کا مطلب یہ ہے کہ "لا إله إلا الله" کا اقرار کرے، لہٰذا شرک نہ کرنے کا معنی یہی ہے۔ اس صورت میں ترجمہ باب حدیث کی تفسیر ہو جائے گا۔

"قوله و ان زنى وإن سرق" مطلب اس کا یہ ہے کہ جس شخص نے موت کے وقت لا إله إلا الله پڑھا ہو اور غرغرہ سے پہلے اپنے گناہوں سے توبہ کر لی ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے ان گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔

"قوله و قلت أنا:من مات ......" یعنی ایک کلمہ نبی اکرم ﷺ نے کہا اور وہ ہے "من مات يشرك بالله شيئًا دخل النار" اور دوسرا کلمہ میں نے کہا اور وہ ہے "من مات لايشرك بالله شيئًا دخل الجنة" بعض کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے دو دفعہ آپ سے سنا ہے وہ کلمہ بھی سنا اور یہ بھی جب آپ نے ایک کلمہ کہا تو دوسرا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا۔ پھر اس میں بھی اختلاف آتا ہے بعض جگہ آتا ہے کہ پہلا کلمہ آپ نے کہا، اور بعض جگہ ہے کہ دوسرا کلمہ کہا۔ لہٰذا دونوں ہی صحیح ہیں۔

باب: جنازوں کے باب میں جو حدیثیں آئی ہیں ان کا بیان اور جس شخص کا آخری کلام لا الٰہ الا اللہ ہو، اس کا بیان۔

وَقِيلَ لِوَهْبِ بْنِ مُنَبِّهٍ أَلَيْسَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ مِفْتَاحُ الْجَنَّةِ قَالَ بَلَى وَلَكِنْ لَيْسَ مِفْتَاحٌ إِلَّا لَهُ أَسْنَانٌ فَإِنْ جِئْتَ بِمِفْتَاحٍ لَهُ أَسْنَانٌ فُتِحَ لَكَ وَإِلَّا لَمْ يُفْتَحْ لَكَ.

اور وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے کہا گیا کہ کیا «لا إله إلا الله» جنت کی کنجی نہیں ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ ضرور ہے لیکن کوئی کنجی ایسی نہیں ہوتی جس میں دندانے نہ ہوں۔ اس لیے اگر تم دندانے والی کنجی لاؤ گے تو تالا (قفل) کھلے گا ورنہ نہیں کھلے گا۔

۱۲۳۷ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا مَهْدِيُّ بْنُ مَيْمُونٍ، حَدَّثَنَا وَاصِلٌ الْأَحْدَبُ، عَنِ الْمَعْرُورِ بْنِ سُوَيْدٍ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ

[1] صحیح بخاری ۱۲۳۷ ج ۲ ص ۷۱۔

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَتَانِي آتٍ مِنْ رَبِّي فَأَخْبَرَنِي أَوْ قَالَ بَشَّرَنِي أَنَّهُ مَنْ مَاتَ مِنْ أُمَّتِي لَا يُشْرِكُ بِاللهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ، قُلْتُ: وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ، قَالَ: وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ».

ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے مہدی بن میمون نے، کہا کہ ہم سے واصل بن حیان احدب (کبڑے) نے، ان سے معرور بن سوید نے بیان کیا اور ان سے ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (کہ خواب میں) میرے پاس میرے رب کا ایک آنے والا (فرشتہ) آیا۔ اس نے مجھے خبر دی، یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ اس نے مجھے خوشخبری دی کہ میری امت میں سے جو کوئی اس حال میں مرے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس نے کوئی شریک نہ ٹھہرایا ہو تو وہ جنت میں جائے گا۔ اس پر میں نے پوچھا اگرچہ اس نے زنا کیا ہو، اگرچہ اس نے چوری کی ہو؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں اگرچہ زنا کیا ہو اگرچہ چوری کی ہو۔

١٢٣٨ ۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، حَدَّثَنَا شَقِيقٌ، عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ مَاتَ يُشْرِكُ بِاللهِ شَيْئًا دَخَلَ النَّارَ»، وَقُلْتُ أَنَا: مَنْ مَاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ.

ہم سے عمر بن حفص نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے میرے باپ حفص بن غیاث نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اعمش نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شقیق بن سلمہ نے بیان کیا اور ان سے عبداللہ بن مسعود نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اس حالت میں مرے کہ کسی کو اللہ کا شریک ٹھہراتا تھا تو وہ جہنم میں جائے گا اور میں یہ کہتا ہوں کہ جو اس حال میں مرا کہ اللہ کا کوئی شریک نہ ٹھہراتا ہو وہ جنت میں جائے گا۔

٢۔ بَابُ الْأَمْرِ بِاتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ:

باب: جنازہ میں شریک ہونے کا حکم

١٢٣٩ ۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْأَشْعَثِ، قَالَ: سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ بْنَ سُوَيْدِ بْنِ مُقَرِّنٍ، عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: «أَمَرَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَبْعٍ وَنَهَانَا عَنْ سَبْعٍ، أَمَرَنَا: بِاتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ، وَعِيَادَةِ الْمَرِيضِ، وَإِجَابَةِ الدَّاعِي، وَنَصْرِ الْمَظْلُومِ، وَإِبْرَارِ الْقَسَمِ، وَرَدِّ السَّلَامِ، وَتَشْمِيتِ الْعَاطِسِ، وَنَهَانَا عَنْ: آنِيَةِ الْفِضَّةِ، وَخَاتَمِ الذَّهَبِ، وَالْحَرِيرِ، وَالدِّيبَاجِ، وَالْقَسِّيِّ، وَالْإِسْتَبْرَقِ».

ہم سے ابوالولید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے اشعث بن ابی الشعثاء نے، انہوں نے کہا کہ میں نے معاویہ بن سوید مقرن سے سنا، وہ براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے تھے کہ ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سات کاموں کا حکم دیا اور سات کاموں سے روکا۔ ہمیں آپ صلی اللہ

شرح بخاری

علیہ وسلم نے حکم دیا تھا جنازہ کے ساتھ چلنے، مریض کی مزاج پرسی، دعوت قبول کرنے، مظلوم کی مدد کرنے کا، قسم پوری کرنے کا، سلام کا جواب دینے کا، چھینک پر «یرحمک اللہ» کہنے کا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں منع کیا تھا چاندی کے برتن (استعمال میں لانے) سے، سونے کی انگوٹھی پہننے سے، ریشم اور دیباج (کے کپڑوں کے پہننے) سے، قسی سے، استبرق سے۔

اتباع الجنائز کا یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ مرنے والے کی تجہیز وتکفین میں کوشش کرنا۔ بعض کہتے ہیں کہ اس سے جنازہ کے پیچھے چلنا مراد ہے۔ لیکن یہ معنی یہاں مراد نہیں ہے کیونکہ ابھی بخاری غسل وغیرہ کو ذکر کرینگے۔

١٢٤٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ أَبِي سَلَمَةَ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيِّبِ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: «حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ خَمْسٌ: رَدُّ السَّلَامِ، وَعِيَادَةُ الْمَرِيضِ، وَاتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ، وَإِجَابَةُ الدَّعْوَةِ، وَتَشْمِيتُ الْعَاطِسِ»، تَابَعَهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، وَرَوَاهُ سَلَامَةُ بْنُ رَوْحٍ، عَنْ عُقَيْلٍ.

ہم سے محمد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عمرو بن ابی سلمہ نے بیان کیا، ان سے امام اوزاعی نے، انہوں نے کہا کہ مجھے ابن شہاب نے خبر دی، کہا کہ مجھے سعید بن مسیب نے خبر دی کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہیں سلام کا جواب دینا، مریض کا مزاج معلوم کرنا، جنازے کے ساتھ چلنا، دعوت قبول کرنا، اور چھینک پر (اس کے «الحمدللہ» کے جواب میں) «یرحمك اللہ» کہنا۔ اس روایت کی متابعت عبدالرزاق نے کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ مجھے معمر نے خبر دی تھی۔ اور اس کی روایت سلامہ نے بھی عقیل سے کی ہے۔

٣- بَابُ الدُّخُولِ عَلَى الْمَيِّتِ بَعْدَ الْمَوْتِ إِذَا أُدْرِجَ فِي كَفَنِهِ:

باب: میت کو جب کفن میں لپیٹا جا چکا ہو تو اس کے پاس جانا (جائز ہے)

١٢٤١-١٢٤٢ - حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ، قَالَ: أَخْبَرَنِي مَعْمَرٌ وَيُونُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ، أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهُ، قَالَتْ: «أَقْبَلَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَلَى فَرَسِهِ مِنْ مَسْكَنِهِ بِالسُّنْحِ حَتَّى نَزَلَ فَدَخَلَ الْمَسْجِدَ فَلَمْ يُكَلِّمِ النَّاسَ، حَتَّى نَزَلَ فَدَخَلَ عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا فَتَيَمَّمَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُسَجًّى بِبُرْدِ حِبَرَةٍ، فَكَشَفَ عَنْ وَجْهِهِ ثُمَّ أَكَبَّ عَلَيْهِ فَقَبَّلَهُ، ثُمَّ بَكَى، فَقَالَ: بِأَبِي أَنْتَ يَا نَبِيَّ اللهِ، لَا

يَجْمَعُ اللّٰهُ عَلَيْكَ مَوْتَتَيْنِ، أَمَّا الْمَوْتَةُ الَّتِي كُتِبَتْ عَلَيْكَ فَقَدْ مُتَّهَا، قَالَ أَبُو سَلَمَةَ: فَأَخْبَرَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ خَرَجَ وَعُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُكَلِّمُ النَّاسَ، فَقَالَ: اجْلِسْ فَأَبَى، فَقَالَ: اجْلِسْ فَأَبَى، فَتَشَهَّدَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَمَالَ إِلَيْهِ النَّاسُ وَتَرَكُوا عُمَرَ، فَقَالَ: أَمَّا بَعْدُ، فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ مَاتَ، وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَإِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى: وَمَا مُحَمَّدٌ إِلا رَسُولٌ إلى الشَّاكِرِينَ سورة آل عمران آية ١٤٤ وَاللّٰهِ لَكَأَنَّ النَّاسَ لَمْ يَكُونُوا يَعْلَمُونَ أَنَّ اللّٰهَ أَنْزَلَ الآيَةَ حَتَّى تَلَاهَا أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَتَلَقَّاهَا مِنْهُ النَّاسُ، فَمَا يُسْمَعُ بَشَرٌ إِلَّا يَتْلُوهَا.

ہم سے بشر بن محمد نے بیان کیا، انہیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، کہا کہ مجھے معمر بن راشد اور یونس نے خبر دی، انہیں زہری نے، کہا کہ مجھے ابوسلمہ نے خبر دی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں خبر دی کہ (جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی) ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے گھر سے جو سنح میں تھا گھوڑے پر سوار ہو کر آئے اور اترتے ہی مسجد میں تشریف لے گئے۔ پھر آپ کسی سے گفتگو کئے بغیر عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں آئے (جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعش مبارک رکھی ہوئی تھی) اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو برد حبرہ (یمن کی بنی ہوئی دھاری دار چادر) سے ڈھانک دیا گیا تھا۔ پھر آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک کھولا اور جھک کر اس کا بوسہ لیا اور رونے لگے۔ آپ نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اے اللہ کے نبی! اللہ تعالیٰ دو موتیں آپ پر کبھی جمع نہیں کرے گا۔ سوا ایک موت کے جو آپ کے مقدر میں تھی سو آپ وفات پا چکے۔ ابوسلمہ نے کہا کہ مجھے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ جب باہر تشریف لائے تو عمر رضی اللہ عنہ اس وقت لوگوں سے کچھ باتیں کر رہے تھے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ۔ لیکن عمر رضی اللہ عنہ نہیں مانے۔ پھر دوبارہ آپ نے بیٹھنے کے لیے کہا۔ لیکن عمر رضی اللہ عنہ نہیں مانے۔ آخر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کلمہ شہادت پڑھا تو تمام مجمع آپ کی طرف متوجہ ہو گیا اور عمر رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دیا۔ آپ نے فرمایا امابعد! اگر کوئی شخص تم میں سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا تو اسے معلوم ہونا چاہیے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو چکی اور اگر کوئی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ باقی رہنے والا ہے۔ کبھی وہ مرنے والا نہیں۔ اللہ پاک نے فرمایا ہے "اور محمد صرف اللہ کے رسول ہیں اور بہت سے رسول اس سے پہلے بھی گزر چکے ہیں «الشاکرین» تک" (آپ نے آیت تلاوت کی) قسم اللہ کی ایسا معلوم ہوا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے آیت کی تلاوت سے پہلے جیسے لوگوں کو معلوم ہی نہ تھا کہ یہ آیت بھی اللہ پاک نے قرآن مجید میں اتاری ہے۔ اب تمام صحابہ نے یہ آیت آپ





سے سیکھ لی پھر تو ہر شخص کی زبان پر یہی آیت تھی۔

جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو اس کے محاسن میں تغیر آجاتا ہے۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ غسل دینے سے پہلے اسے نہ دیکھا جائے، غسل دیئے جانے کے بعد دیکھنا چاہیئے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے دلیل ذکر کی ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں ہے کہ آپ کو غسل سے پہلے دیکھا گیا۔ کیونکہ آپ کی وفات کے بعد آپ کے محاسن میں کوئی تغیر پیدا نہیں ہوا تھا۔ اور آپ کی غسل سے پہلے والی حالت غسل کے بعد والی تھی۔ آپ کے علاوہ باقی فوت ہونے والوں کے محاسن میں تغیر آسکتا ہے۔ اسی لئے میت کو غسل دینے والے کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اس کے تغیرات کسی کو نہ بتائے۔ اس باب کی پہلی اور تیسری حدیث میں کفن میں داخل کرنے کا ذکر نہیں ہے۔ پہلی حدیث کا جواب یہ ہے کہ نبی علیہ السلام کے چہرے میں کوئی تغیر نہیں آیا تھا لہذا آپ کی حالت پہلے اور بعد میں برابر تھی اس لئے آپ پر ابو بکر کفن سے پہلے داخل ہوئے۔ اور جابر کے والد چونکہ شہید تھے اور شہید کے کپڑے ہی اس کا کفن ہوتا ہے۔

"قولہ من مسکنہ بالسنح" حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایک مکان سنح میں تھا اور دوسرا ان کا مکان مسجد نبوی کے ساتھ متصل تھا جس کے بارہ میں حدیث میں آتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب لوگوں کو اپنے مکانوں کے دروازے بند کرنے کا حکم دے دیا تھا جو مسجد نبوی میں کھلتے تھے لیکن حضرت ابو بکر صدیق کے مکان کے دروازے کو کھلا رکھنے کا حکم دیا تھا۔ آپ کی ایک بیوی یہاں اور دوسری دوسرے مکان میں تھی جو سنح میں تھا اور اس رات آپ اپنے سنح والے مکان میں تھے۔ اس لئے آپ کی وفات کے بعد وہ سنح مکان سے یہاں آئے۔

"قولہ لایجمع اللہ علیک موتتین" حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے جواب میں یہ کہا تھا کیونکہ وہ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دوبارہ زندہ کرے گا۔ اس طرح تو دو موتیں ہو جائیں گی۔ حالانکہ ہر ایک کو ایک موت ہی آتی ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ آپ کی یہی ایک موت ہے جو آگئی ہے۔ اور یہ ابدی موت ہے جو قیامت تک رہے گی۔ اور قبر میں روح کو لوٹانے کا ذکر آتا ہے تو وہ زندگی دنیا کی نہیں ہوتی۔ اسے برزخی زندگی کے اعتبار سے حیات سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بارہ میں بعض بریلوی کہتے ہیں کہ آپ صرف ایک آن فوت ہوئے تھے۔ تا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم وارد ہو جائے اس ایک آن کے بعد آپ پھر زندہ ہو گئے تھے اور بدھ کی رات آپ دفن کئے گئے۔ گویا بریلویوں کے بقول صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی علیہ السلام کو زندہ ہی دفن کر دیا تھا۔ معاذ اللہ۔ ان کی یہ بات لغو اور فضول ہے۔

احناف میں سے مولوی محمد قاسم نے یہ بات بنائی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے ہی نہیں ہیں۔ کیونکہ انبیاء کی حیات دراصل ذاتی ہوتی ہے اور کسی شئ کی ذاتی اس شئ سے بالکل منفک اور جدا نہیں ہوتی۔ اِلا یہ کہ وہ چیز ہی ختم ہو جائے۔ اور جبکہ انبیاء کی روح باقی ہے تو ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ ان کی حیات ختم ہو گئی ہے۔ کیونکہ ذاتی تو اس شئ سے منفک نہیں ہو سکتی، دیگر دیوبندی حضرات کہتے ہیں کہ اصل میں ان کا مقصد یہ ہے کہ ان کے نزدیک موت اس چیز کا نام ہے کہ انسان کی روح اس کے بدن سے الگ ہو جائے اور نبی علیہ السلام کی روح ان کے بدن سے الگ نہیں ہوئی بلکہ دماغ کے

اندر کہیں زاویہ نشین ہوگئی ہے اس لئے آپ کو موت نہیں آئی۔ اور قرآن کریم میں آپ کے بارہ میں "إنك ميت[1]" آیا ہے تو اس سے مراد یہی موت ہے کہ آپ کی روح دماغ میں زاویہ نشین ہوگئی ہے حالانکہ لغت کے اعتبار سے ہی یہ بات غلط ہے، لغت میں اسے موت نہیں کہتے بلکہ روح کے بدن سے جدا ہو جانے کو موت کہا جاتا ہے لیکن روح اندر ہی ہو اور بدن میں حرکات نہ ہوں اسے موت نہیں کہا جاتا۔ وہ کہتے ہیں اسے بھی موت کی ایک قسم سمجھ لو۔ لیکن پھر حیات ذاتی کیسے ہوئی۔ جبکہ تم کہتے ہو کہ آپ کی حیات ذاتی ہے اور ذاتی چیز سے منفک نہیں ہوتی یہاں تو بدن سے منفک ہوگئی ہے یا کہو کہ الگ ہونا ذاتی ہے پھر دراصل موت وہ ہوئی، انفکاک روح اصل میں موت ہوئی اور وہی ذاتی ہے اور وہ پیغمبروں پر طاری نہیں ہوتی پھر تو یہ موت ہی نہیں ہے۔ اگر یہ موت نہیں تو "انك ميت" صادق نہیں آسکتا۔ اس کا دراصل ان کو جواب نہیں آیا۔ مولوی سرفراز نے جو کتاب لکھی ہے اس میں یہ کہا ہے کہ ذاتی کہنے سے ان کا مطلب یہ تھا کہ نبی اکرم ﷺ کو سب سے پہلے زندگی عطا ہوئی ہے۔ اور سب سے پہلے آپ کا روح پیدا ہوا ہے حالانکہ یہ معنی ان کی مراد ہی نہیں ہے اگرچہ آپ کا روح سب سے پہلے پیدا ہوا ہو مگر ذاتی سے مراد انہوں نے یہ نہیں لیا۔ اس پر تفریع یہ بٹھائی ہے کہ انبیاء کرام فوت نہیں ہوتے کیونکہ ان کی حیات ذاتی ہوتی ہے۔ اور روح کا پہلے پیدا ہو جانا موت کے منافی نہیں ہوتا۔ جس طرح کہ کہتے ہیں، صورت جسمیہ میں اتصال ذاتی ہے جب جسم کو دو ٹکڑے کیا جائے تو اب اتصال ختم ہو جائے گا۔ اور اس میں صورت جسمیہ نہیں رہے گی۔ حالانکہ جسم موجود پڑا ہوا ہے۔ کہتے ہیں کہ صورت جسمیہ کے ختم ہونے سے جسم ختم ہو جاتا ہے۔ اب جو دو جسم خارج میں نظر آرہے ہیں یہ کہاں سے آئے، کیا کتم عدم سے آئے ہیں۔ یہ تو ہو نہیں سکتا۔ یہ کسی ایسی چیز میں قائم تھے جو چیز نہ متصل ہے اور نہ منفصل ہے اور اس کا نام "ھیولیٰ" ہے اس سے "ھیولیٰ" ثابت ہو گیا۔ اور یہ فلسفیوں کا مسئلہ ہے کہ ذاتی شئ سے منفک ہوتی ہی نہیں ہے اگر ذاتی کسی شئ کی ذات سے منفک ہو جائے تو ذات ہی ختم ہو جاتی ہے جبکہ ذاتی کا یہ معنی ہے کہ وہ الگ ہو ہی نہیں سکتی۔ پھر یہ کہنا کہ ان کا مقصد یہ ہے کہ پہلے انبیاء کو حیات ملتی ہے یہ کیسے صحیح ہو سکتا ہے پہلے یا پیچھے ہونا مطلوب نہیں ہے اسکا مطلب تو یہ تھا کہ پیغمبر فوت ہو ہی نہیں سکتے۔ اور موت ان پر وارد ہی نہیں ہو سکتی۔ مولوی شبیر نے بھی اپنی وعظ میں کہا تھا کہ آپ صرف ایک آن کے لئے فوت ہوئے تھے تاکہ قرآن کا حکم وارد ہو جائے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو زندہ ہی دفن کر دیا گیا ہے۔ معاذ اللہ۔ حالانکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے "إنك ميت" پر کہا تھا کہ اب آپ پر موت طاری ہونے کے بعد دوبارہ زندگی نہیں آئے گی۔ اور فرمایا "لن يجمع الله عليك موتتين" اگر دوبارہ زندگی آجائے تو پھر موت ہونی چاہیئے۔ لیکن آپ پر دوبارہ موت نہیں ہے اور یہ نبی اکرم ﷺ کے بارہ میں کہا گیا ہے کہ آپ پر دو موتیں نہیں ہیں۔ آپ کے علاوہ کسی اور پر اگر دوسری موت آئی ہے تو وہ استثنائی صورت ہوگی۔ جیسا کہ سورۃ بقرہ میں متعدد واقعات آتے ہیں۔ اگرچہ ان میں بھی موت کی حقیقت میں اختلاف ہے کہ ان قصوں میں روح الگ ہو گیا تھا یا نہیں۔ یا صرف حس ہی باطل ہوئی تھی اگر صرف حس ہی باطل ہوئی تھی تو موت واقع نہ ہوئی اور اگر روح منفک ہوئی تھی تو یہ استثناء ہو جائے



[1] الزمر: ۳۰

گی۔

"قولہ فإن محمدًا قدمات" اگر آپ ایک آن فوت ہوئے تھے اور ایک آن کے بعد زندہ ہو گئے تھے جیسا کہ کہا جاتا ہے تو بعد میں جب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے خطاب میں "فإن محمدًا قدمات" کہا تھا اس وقت ان لوگوں کے نزدیک آپ زندہ ہو گئے ہوں گے کیونکہ اس وقت تو ایک آن سے کہیں زیادہ وقت گذر چکا تھا۔ اس وقت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو "قدمات" کہنے کی کیا ضرورت تھی؟ جبکہ صدیق رضی اللہ عنہ اس وقت آپ کے فوت ہونے کا اعلان کر رہے ہیں تو معلوم ہوا کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ آپ ایک آن کے لئے ہی فوت ہوئے تھے پھر زندہ ہو گئے تھے ان کا یہ نظریہ غلط اور من گھڑت ہے۔

"قولہ وما محمد إلا رسول" یہ آیت کریمہ تو اس سے آٹھ سال پہلے نازل ہوئی تھی اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسے آپ کی وفات پر پڑھا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ نزول آیت کے وقت بھی آپ کی وفات کا احتمال تھا اور اب تو دین مکمل ہو گیا ہے تو اب آپ کے فوت ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے؟

١٢٤٣ ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي خَارِجَةُ بْنُ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، أَنَّ أُمَّ الْعَلَاءِ امْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ بَايَعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَخْبَرَتْهُ أَنَّهُ «اقْتُسِمَ الْمُهَاجِرُونَ قُرْعَةً فَطَارَ لَنَا عُثْمَانُ بْنُ مَظْعُونٍ فَأَنْزَلْنَاهُ فِي أَبْيَاتِنَا، فَوَجِعَ وَجَعَهُ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيهِ فَلَمَّا تُوُفِّيَ وَغُسِّلَ وَكُفِّنَ فِي أَثْوَابِهِ دَخَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ: رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْكَ أَبَا السَّائِبِ فَشَهَادَتِي عَلَيْكَ لَقَدْ أَكْرَمَكَ اللهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَمَا يُدْرِيكِ أَنَّ اللهَ قَدْ أَكْرَمَهُ ؟، فَقُلْتُ: بِأَبِي أَنْتَ يَا رَسُولَ اللهِ، فَمَنْ يُكْرِمُهُ اللهُ ؟، فَقَالَ: أَمَّا هُوَ فَقَدْ جَاءَهُ الْيَقِينُ، وَاللهِ إِنِّي لَأَرْجُو لَهُ الْخَيْرَ وَاللهِ مَا أَدْرِي وَأَنَا رَسُولُ اللهِ مَا يُفْعَلُ بِي، قَالَتْ: فَوَاللهِ لَا أُزَكِّي أَحَدًا بَعْدَهُ أَبَدًا».

ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے کہا، ان سے عقیل نے، ان سے ابن شہاب نے، انہوں نے فرمایا کہ مجھے خارجہ بن زید بن ثابت نے خبر دی کہ ام العلاء رضی اللہ عنہا انصار کی ایک عورت نے جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی، نے انہیں خبر دی کہ مہاجرین قرعہ ڈال کر انصار میں بانٹ دیئے گئے تو عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ ہمارے حصہ میں آئے۔ چنانچہ ہم نے انہیں اپنے گھر میں رکھا۔ آخر وہ بیمار ہوئے اور اسی میں وفات پا گئے۔ وفات کے بعد غسل دیا گیا اور کفن میں لپیٹ دیا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ میں نے کہا ابو سائب آپ پر اللہ کی رحمتیں ہوں میری آپ کے متعلق شہادت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی عزت فرمائی ہے۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی عزت فرمائی ہے؟ میں نے کہا یا رسول اللہ! میرے

ماں باپ آپ پر قربان ہوں پھر کس کی اللہ تعالیٰ عزت افزائی کرے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس میں شبہ نہیں کہ ان کی موت آچکی، قسم اللہ کی کہ میں بھی ان کے لیے خیر ہی کی امید رکھتا ہوں لیکن واللہ! مجھے خود اپنے متعلق بھی معلوم نہیں کہ میرے ساتھ کیا معاملہ ہوگا۔ حالانکہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ ام العلاء رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اللہ کی قسم! اب میں کبھی کسی کے متعلق (اس طرح کی) گواہی نہیں دوں گی۔

"قوله فطارلنا" أي وقع في سهمنا جب مہاجر مسلمان مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ میں آئے تو قرعہ اندازی کر کے انہیں انصار کے گھروں میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔ یہ لفظ طار یطیر سے ہے جوڑنے کے معنی میں ہے چونکہ جاہلیت کے لوگ پرندوں کے ذریعہ سے قسمت وغیرہ معلوم کیا کرتے تھے اس لئے طار کا لفظ بول دیا جاتا ہے۔

"قوله ومايدريك أن الله قدأكرمه" فوت ہونیوالے عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی تھے۔ آپ کو عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ سے بڑی محبت تھی۔ آپ نے ان کی قبر پر ایک پتھر بھی رکھا تھا، اور فرمایا کہ یہ پتھر نشانی کے لئے ہے۔ تاکہ اگر میرے اہل سے کوئی فوت ہو تو اسے اس کی قبر کے پاس دفن کیا جائے اس طرح زیارت اور دعاء کرنے میں آسانی ہوتی ہے لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُم علاء کے "شهادتي عليك قدأكرمك الله" کہنے پر انکار کیا، اور فرمایا اگرچہ یہ نیک آدمی ہے۔ لیکن تیرا شہادت دینا ٹھیک نہیں ہے، اس لئے کہ جب تک صاحب وحی سے یہ اطلاع نہ ہو کہ یہ لائق تکریم ہے تو غلبہ ظن کی بنا پر ایسی شہادت نہیں دینی چاہیئے۔ اسی لئے اہل سنت کا یہ مسلک ہے کہ اگرچہ کوئی شخص بڑا نیک اور صالح ہو یا ولی ہو اس کو جنتی نہیں کہہ سکتے، ورنہ حضرت بن مظعون رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر نیک اور کون ہو سکتا ہے اور صحابی رسول سے بڑا کوئی ولی بھی نہیں ہو سکتا۔ لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی وفات پر بھی یہ شہادت دینے پر انکار کیا ہے ہاں جن لوگوں کے بارہ میں کتاب وسنت میں نص آگئی ہے کہ وہ جنتی ہیں جیسا کہ غزوہ بدر کے صحابہ کرام۔ اسی طرح بیعت رضوان والے صحابہ کرام۔ ایسے ہی ازواجِ مطہرات اُمہات المؤمنین یا وہ اصحاب رسول جن کا نام لیکر آپ نے انہیں جنت کی بشارت دی ہے۔ نص آجانے کی بنا پر اور صاحب وحی کی اطلاع کی بنا پر انہیں جنتی کہا جائے گا۔ ان کے علاوہ کسی کے متعلق قطعی گواہی دینا درست نہیں ہے۔ اور اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ معاملہ اس کے برعکس ہے۔ بلکہ حسن ظن ہونا چاہیئے۔ شہادت دینے سے روکا گیا ہے۔

بعض علماء نے اس کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ سورۃ فتح کی آیت نازل ہونے سے پہلے سورۃ احقاف میں یہ آیت نازل ہو چکی تھی "وما أدري مايفعل بي ولابكم[1]" یہاں آپ نے یہی لفظ استعمال کئے ہیں اس کے بعد سورۃ فتح کی آیت نازل ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "ليغفرلك الله ماتقدم من ذنبك وما تأخر" إلى قوله نصرًا عزيزًا[2]" اور آپ کو یہ خوشخبری دیدی گئی۔ اس پر صحابہ کرام نے کہا۔ اے اللہ کے رسول ہمارے لئے کیا ہے؟ تو اس کے جواب میں اگلی آیت نازل ہوئی "هو الذي أنزل السكينة ..... آخر تک، مطلب یہ ہے کہ اس آیت کے

---

1. الأحقاف:۹۔
2. الفتح:۲،۳۔

نزول سے پہلے کی وہ آیت ہے گویا اس معنی سے وہ منسوخ ہوچکی ہے اسی لئے اسے قل امر کے صیغہ کے ساتھ ذکر کیا ہے "قل ماکنت بدعا من الرسل وماأدری مایفعل بی ولا بکم" کیونکہ نسخ احکام میں ہوتا ہے اخبار میں نسخ نہیں ہوتا، جبکہ "ماأدری مایفعل بی ولا بکم" تو خبر ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ پہلے علم نہیں تھا بعد میں علم ہوگیا۔

اس لئے جن علماء نے اسے منسوخ کہا ہے وہ "قل" کی بنا پر کہا ہے اور یہ امر ہے خبر نہیں ہے۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ آپ نے جو "وماأدری مایفعل بی" کہا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ مجھے تفصیلات کا علم نہیں ہے کہ آگے کتنی تکالیف اور مصیبتیں آئیں گی۔ یہاں سے ہجرت کرنی پڑے گی یا کیا ہوگا۔ لہٰذا وفات کے بعد آپ کو اپنے مقام کا اجمالی علم تھا لیکن تفصیلات کا علم نہیں تھا۔

بعض کہتے ہیں کہ حدیث میں "مایفعل به" ہونا چاہیئے کیونکہ آپ متوفی کے بارہ میں گفتگو کر رہے تھے یعنی مجھے رسول ہونے کے باوجود اس کے بارہ میں علم نہیں ہے تجھے کیسے علم ہوگیا ہے کہ تو گواہی دے رہی ہے۔

حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ مِثْلَهُ، وَقَالَ نَافِعُ بْنُ يَزِيدَ، عَنْ عُقَيْلٍ مَا يُفْعَلُ بِهِ، وَتَابَعَهُ شُعَيْبٌ، وَعَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، وَمَعْمَرٌ.

ہم سے سعید بن عفیر نے بیان کیا اور ان سے لیث نے سابقہ روایت کی طرح بیان کیا، نافع بن یزید نے عقیل سے («مایفعل بی» کے بجائے) «مایفعل به» کے الفاظ نقل کئے ہیں اور اس روایت کی متابعت شعیب، عمرو بن دینار اور معمر نے کی ہے۔

١٢٤٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ الْمُنْكَدِرِ، قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: «لَمَّا قُتِلَ أَبِي جَعَلْتُ أَكْشِفُ الثَّوْبَ عَنْ وَجْهِهِ أَبْكِي وَيَنْهَوْنِي عَنْهُ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَنْهَانِي فَجَعَلَتْ عَمَّتِي فَاطِمَةُ تَبْكِي، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَبْكِينَ أَوْ لَا تَبْكِينَ، مَا زَالَتِ الْمَلَائِكَةُ تُظِلُّهُ بِأَجْنِحَتِهَا حَتَّى رَفَعْتُمُوهُ»، تَابَعَهُ ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ، سَمِعَ جَابِرًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ.

ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے غندر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے محمد بن منکدر سے سنا، انہوں نے کہا کہ میں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا، انہوں نے کہا کہ جب میرے والد شہید کر دیئے گئے تو میں ان کے چہرے پر پڑا ہوا کپڑا کھولتا اور روتا تھا۔ دوسرے لوگ تو مجھے اس سے روکتے تھے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کچھ نہیں کہہ رہے تھے۔ آخر میری چچی فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی رونے لگیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ روؤ یا چپ رہو۔ جب تک تم لوگ میت کو اٹھاتے نہیں ملائکہ تو برابر اس پر اپنے پروں کا سایہ

کئے ہوئے ہیں۔ اس روایت کی متابعت شعبہ کے ساتھ ابن جریج نے کی، انہیں ابن منکدر نے خبر دی اور انہوں نے جابر رضی اللہ عنہ سے سنا۔

"قولہ ینھونی "لوگ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو اپنے شہید باپ کا چہرہ دیکھنے سے روکتے تھے کیونکہ کفار و مشرکین نے انہیں شہید کرنے کے بعد ان کا مثلہ کر دیا تھا۔ اور چہرہ دیکھنا جابر رضی اللہ عنہ کے لئے پریشانی کا باعث بنتا۔ لیکن نبی اکرم ﷺ نہیں روکتے تھے۔ کیونکہ فی نفسہ چہرہ دیکھنا جابر کے لئے جائز تھا[1]۔

---

[1] "قولہ مازالت الملائکۃ تظلہ بأجنحتھا"بعض لوگ اس غلط فہمی کا شکار ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کا سایہ نہیں تھا کیونکہ آپ۔ معاذ اللہ۔ نور تھے اور نور کا سایہ نہیں ہوتا۔ اور آپ کے نور ہونے کا نظریہ آپ کی شان گھٹانے اور بلند مرتبہ سے آپ کو گرانے کے لئے گھڑا گیا ہے۔ حالانکہ آپ کو بشر کہنے اور بشر ماننے سے شان بڑھتا ہے اسی لئے قران کریم میں آپ کے بشریت کے وصف کو بڑے واضح الفاظ میں بیان کرتے ہوئے اعلان کیا گیا"قل إنما أنا بشر مثلکم یوحی إلي أنما إلھکم إلہ واحد" الکھف ١١٠۔ یعنی اے نبی آپ ان سے کہدیں کہ میں تمہارے جیسا بشر ہوں۔ مجھ پر اللہ تعالیٰ کی وحی آتی ہے بے شک تمہارا معبود صرف ایک ہے آپ کی بشریت کے بارہ میں یہ آیت بالکل واضح اور صریح ہے۔ نور ہونے کے بارہ میں ایسی صریح آیت کوئی بھی نہیں ہے کہ آپ نے اپنے آپ کو "إنما أنا نور" کہا ہے آپ کو نور ثابت کرنے کے لئے کھینچا تانی سے کام لیا جاتا ہے۔ اور اس بات کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے کہ نور کہنے سے آپ کا شان گھٹتا ہے اور بشر کہنے سے آپ کا شان بڑھتا ہے کیونکہ بشر مسجود ملائکہ ہے اور مسجود کا شان زیادہ ہوتا ہے جبکہ نوری فرشتے ساجد یعنی سجدہ کرنے والے ہیں اور ساجد کا شان مسجود سے کم ہوتا ہے مسجود ملائکہ کی عظمت بیان کرتے ہوئے ارشاد باری تعالیٰ ہے"إذ قال ربك للملائکۃ إني خالق بشرا من طین فإذا سویتہ ونفخت فیہ من روحی فقعوا لہ ساجدین فسجد الملائکۃ کلھم أجمعون سورۃ ص ٧٣،٧٢،٧١۔ نبی اکرم ﷺ کو مذکورہ آیت کی روشنی میں بشر کہنے سے آپ کا شان و مرتبہ بلند ہوتا ہے کیونکہ آپ مسجود ملائکہ قرار پاتے ہیں اور نور کہنے سے آپ کے شان میں نقص آتا ہے کیونکہ نوری فرشتے ساجد ہیں اور ساجد اپنے مسجود سے کم مرتبہ ہوتا ہے اور جبکہ آپ مسجود ملائکہ بشر ہوئے تو آپ کے سائے سے انکار کیسے کیا جاسکتا ہے؟ آپ کے سایہ کا اثبات قرآن کریم سے بھی ثابت ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے"و للہ یسجد من فی السموات والأرض طوعاً وکرھًا و ظللھم بالغدو والاصال الرعد ١٥۔ جبکہ نبی اکرم ﷺ بھی زمین والوں میں داخل ہیں تو بے سایہ کیونکر ہوسکتے ہیں؟

اور متعدد احادیث سے بھی نبی اکرم کے سایہ کا اثبات ہوتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ سفر میں تھے اور ہم (ازواج مطہرات) بھی آپ کے ساتھ تھیں۔ دوران سفر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا اونٹ بیمار ہوگیا۔ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس زائد سواری تھی تو نبی کریم علیہ السلام نے زینب سے کہا اپنا اونٹ صفیہ کو دیدیں۔ تو زینب رضی اللہ عنہا نے کہا کیا میں یہودن کو اپنی سواری دے دوں۔ اس پر نبی کریم علیہ السلام سخت ناراض ہوئے تو آپ نے اسے ذوالحجہ سے لیکر ربیع الاول کے کچھ دنوں تک چھوڑے رکھا یہاں تک کہ زینب رضی اللہ عنہا نے سمجھا کہ اب نبی کریم علیہ السلام کو مجھ میں کوئی رغبت نہیں ہے۔ اور اس نے اپنی چارپائی اور سامان اٹھالینا چاہا اور وہ دوپہر کے وقت ایکدن بیٹھی

"قوله تبکین أولا تبکین" کسی میت پر رونا دنیا سے فراق کی بنا پر ہوتا ہے لیکن شہید کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتنا بلند مقام اور بلند شان ملتا ہے کہ وہ اس لائق نہیں کہ اس پر رویا جائے۔

۴۔بَابُ الرَّجُلِ يَنْعَى إِلَى أَهْلِ الْمَيِّتِ بِنَفْسِهِ:

باب: آدمی اپنی ذات سے موت کی خبر میت کے وارثوں کو سنا سکتا ہے

١٢٤٥ ـ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، «أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَى النَّجَاشِيَّ فِي الْيَوْمِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ خَرَجَ إِلَى الْمُصَلَّى فَصَفَّ بِهِمْ وَكَبَّرَ أَرْبَعًا».

ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے مالک نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، ان سے سعید بن مسیب نے، ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کی وفات کی خبر اسی دن دی جس دن اس کی وفات ہوئی تھی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھنے کی جگہ گئے۔ اور لوگوں کے ساتھ صف باندھ کر (جنازہ کی نماز میں) چار تکبیریں کہیں۔

کسی کی موت کی خبر دینا نَعْی کہلاتا ہے اور یہ جائز ہے تاکہ لوگ اس کے جنازہ میں شامل ہو کر میت کے لئے دعاء استغفار کر سکیں۔ بعض احادیث میں "نَعْی" کی ممانعت آتی ہے اور اس سے مراد زمانہ جاہلیت کی نَعی ہے جس سے منع کیا گیا ہے۔ اور جاہلیت میں مرنے والے کے بڑے محاسن اور مفاخر بیان کر کے اس کی موت کا اعلان کیا کرتے

ہوئی تھیں "إذ رأت ظله" تو اس نے اچانک نبی علیہ السلام کے اس کے پاس آتے ہوئے آپ کا سایہ دیکھا اور اپنا سامان وغیرہ لوٹا لیا مسند احمد طبرانی أوسط ۲۶۰۹ مجمع الزوائد، أبو داود بالاختصار۔ ایک دوسری حدیث میں ہے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک دن فجر کی نماز پڑھائی۔ اور دوران نماز اپنا ہاتھ آگے بڑھایا پھر پیچھے ہٹا لیا۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ سے دریافت کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول آپ نے نماز میں ایسا کام کیا ہے جو پہلے کبھی نہیں کیا تو آپ نے فرمایا۔ میں نے دوران نماز جنت اور جہنم کی آگ کو دیکھا۔ اور میں نے جنت سے ایک خوشہ پکڑنا چاہا تو مجھے وحی کی گئی کہ پیچھے ہٹیں لہٰذا میں پیچھے ہٹ گیا، پھر میں نے اپنے اور تمہارے درمیان جہنم کی آگ کا مشاہدہ کیا یہاں تک کہ میں نے (آگ کی روشنی میں) اپنا سایہ اور تمہارا سایہ دیکھا "جامع ابن وھب بحوالہ حادی الأرواح لابن القیم ص ۲۷۔

ان دلائل سے یہ بات ثابت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ تھا کیونکہ آپ خاکی مخلوق یعنی تمام انسانوں کے بلکہ تمام مخلوقات کے سردار تھے اور ہیں بعض لوگوں کو آپ کے سایہ کے انکار کی نجانے کیا ضرورت ہے جبکہ ہر امتی اپنے پیغمبر کے زیر سایہ زندگی گذارنے کو اپنے لئے سعادت سمجھتا ہے اور اس سعادت سے محروم لوگ آپ کے سایہ کی نفی کے لئے آپ کو نور کہنے کی جسارت کرتے ہیں حالانکہ نور کا بھی سایہ ہوتا ہے جیسا کہ بخاری شریف میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے ثابت ہے کہ جابر رضی اللہ عنہ کے باپ شہید ہو گئے تو جابر رضی اللہ عنہ کی پھوپھی رونے لگی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو اس پر رو یا نہ رو۔ اسے تو نورانی فرشتے اپنے پروں کے ساتھ سایہ کئے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سایہ نبوت میں زندگی گذارنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین۔

تھے جیسا کہ آج کل بھی میت کے محاسن بیان کر کے اس کی موت کا اعلان کیا جاتا ہے کہ فلاں علامہ یا چوہدری فوت ہو گئے ہیں۔ میت کے محاسن اور مفاخر بیان کرنے سے بچنا چاہیئے۔ لیکن کسی کی موت کی لوگوں کو خبر دینا کہ وہ فوت ہو گیا ہے اور اس کا جنازہ فلاں وقت ہو گا یہ جائز ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے تاکہ لوگ اس کے جنازہ میں شامل ہو سکیں۔ جیسا کہ نبی ﷺ نے نجاشی کی موت کی خبر صحابہ کرام کو دی تھی۔ آجکل جو تعزیت کے جلسے کیے جاتے ہیں اور مرنے والے کے محامد بیان کیے جاتے ہیں یہ منع ہے۔ سنن ابن ماجہ میں حدیث ہے "نهي رسول الله ﷺ عن المراثي [1]" یعنی لوگوں کو رلانے کے لئے میت کے محاسن بیان کرنا منع ہے۔

"قوله بنفسه" یہ ضمیر میت کی طرف راجع ہے یعنی نفس میت کی وفات کی خبر دینا اور "الرجل" بھی مرجع ہو سکتا ہے۔ یعنی کسی آدمی کا بذات خود لوگوں کو مرنے والے کی موت کی خبر دینا۔

"قوله نعى النجاشي" اس کا نام "اَصحمہ" تھا یہ حبشہ میں فوت ہوا یہ اعتقادی طور پر مسلمان تھا اس معنی سے اسلام قبول نہیں کیا کہ باقاعدہ اپنے اسلام کا اعلان کیا ہو، بلکہ دل اور زبان سے اسلام کو قبول کیا تھا یہ کام اس نے ایک مصلحت کی بنا پر کیا تھا وہ مصلحت یہ تھی کہ اسکا ارادہ تھا کہ اس ریاست کو اسلامی بنایا جائے اسی لئے اس نے علانیہ طور پر اسلام میں داخلہ قبول نہیں کیا تھا جب اسکا جنازہ پڑھا گیا تو بعض لوگوں کو اشکال لاحق ہوا کہ ایسے آدمی کا جنازہ پڑھا گیا ہے جو اہل کتاب میں سے ہے اس پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی "وإن من أهل الكتاب لمن يؤمن بالله وما أنزل إليكم [2]" قرآن نے اس کے ایمان کی شہادت دی ہے۔ حافظ رحمہ اللہ نے کہا ہے اگر کوئی شخص کسی مصلحت کی بنا پر علانیہ طور پر اپنی ہیأۃ تبدیل کر کے مسلمان نہ ہو لیکن دل میں ایمان ہو تو وہ قابل قبول ہے۔ ابو طالب نے تو مانا ہی نہیں تھا اگرچہ اسے نبی اکرم ﷺ کی صداقت کا یقین تھا جیسا کہ یہودیوں کے علماء کو یقین تھا مگر وہ اسلام قبول نہیں کرتے تھے۔

١٢٤٦ ـ حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَخَذَ الرَّايَةَ زَيْدٌ فَأُصِيبَ، ثُمَّ أَخَذَهَا جَعْفَرٌ فَأُصِيبَ، ثُمَّ أَخَذَهَا عَبْدُ اللهِ بْنُ رَوَاحَةَ فَأُصِيبَ، وَإِنَّ عَيْنَيْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَتَذْرِفَانِ، ثُمَّ أَخَذَهَا خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ مِنْ غَيْرِ إِمْرَةٍ فَفُتِحَ لَهُ».

ہم سے ابو معمر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالوارث نے بیان کیا، ان سے ایوب نے، ان سے حمید بن ہلال نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زید نے جھنڈا سنبھالا لیکن وہ شہید ہو گئے۔ پھر جعفر نے سنبھالا اور وہ بھی شہید ہو گئے۔ پھر عبداللہ بن رواحہ نے سنبھالا اور وہ بھی شہید ہو گئے۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو بہہ رہے

---

1. سنن ابن ماجہ ۱۵۹۲ ج ۱ ص ۵۰۷ (ضعیف)
2. آل عمران: ۱۹۹۔

تھے۔ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) اور پھر خالد بن ولید نے خود اپنے طور پر جھنڈا اٹھالیا اور ان کو فتح حاصل ہوئی۔

۵۔بَابُ الإِذْنِ بِالْجَنَازَةِ:

باب: جنازہ تیار ہو تو لوگوں کو خبر دینا

وَقَالَ أَبُو رَافِعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَلَا آذَنْتُمُونِي.

اور ابورافع نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگوں نے مجھے خبر کیوں نہ دی۔

اس سے پہلا باب خاص تھا اور یہ باب عام ہے جو بذات خود اطلاع دینے اور غیر کے ذریعے اطلاع دینے کو شامل ہے "قولہ عن أبی هريرة قال قال النبی ﷺ" یہ اسی حدیث کی طرف اشارہ ہے جو باب کنس المسجد میں گذر چکی ہے۔

١٢٤٧ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ، أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ الشَّيْبَانِيِّ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: «مَاتَ إِنْسَانٌ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُهُ فَمَاتَ بِاللَّيْلِ فَدَفَنُوهُ لَيْلًا، فَلَمَّا أَصْبَحَ أَخْبَرُوهُ، فَقَالَ: مَا مَنَعَكُمْ أَنْ تُعْلِمُونِي؟، قَالُوا: كَانَ اللَّيْلُ فَكَرِهْنَا وَكَانَتْ ظُلْمَةٌ أَنْ نَشُقَّ عَلَيْكَ فَأَتَى قَبْرَهُ فَصَلَّى عَلَيْهِ».

ہم سے محمد بن سلام بیکندی نے بیان کیا، انہیں ابومعاویہ نے خبر دی، انہیں ابواسحاق شیبانی نے، انہیں شعبی نے، ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ایک شخص کی وفات ہو گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی عیادت کو جایا کرتے تھے۔ چونکہ ان کا انتقال رات میں ہوا تھا اس لیے رات ہی میں لوگوں نے انہیں دفن کر دیا اور جب صبح ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (کہ جنازہ تیار ہوتے وقت) مجھے بتانے میں (کیا) رکاوٹ تھی؟ لوگوں نے کہا کہ رات تھی اور اندھیرا بھی تھا۔ اس لیے ہم نے مناسب نہیں سمجھا کہ کہیں آپ کو تکلیف ہو۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی قبر پر تشریف لائے اور نماز پڑھی۔

ابن ملقن کی رائے یہ ہے کہ اس حدیث میں ذکر ہونے والی میت وہی ہے جو مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی اور جس کا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ذکر ہے لیکن یہ اسکا وہم ہے کیونکہ دونوں کے قصے میں فرق ہے۔ مسجد میں جھاڑو دینے والی عورت تھی جس کا نام اُم محجن تھا۔ اور اس حدیث میں فوت ہونیوالا مرد ہے جسکا نام طلحہ بن براء بن عمیر بلوی تھا۔ اور یہ انصار کا حلیف تھا۔

٦-بَابُ فَضْلِ مَنْ مَاتَ لَهُ وَلَدٌ فَاحْتَسَبَ، وَقَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: {وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ}:

باب: اس شخص کی فضیلت جس کی کوئی اولاد مر جائے اور وہ اجر کی نیت سے صبر کرے

وَقَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ سورة البقرة آية ١٥٥.

اور اللہ تعالیٰ نے (سورۃ البقرہ میں) فرمایا ہے کہ صبر کرنے والوں کو خوشخبری سنا۔

"قولہ فاحتسب" سے مراد یہ ہے کہ وہ طلب ثواب کی نیت سے فوت ہونے والے بچے پر صبر کرے، اور جزع، فزع نہ کرے۔

"قولہ لم يبلغ الحنث" اس قید کی بنا پر فوت ہونے والے بالغ اس حدیث سے خارج ہیں اور نابالغ فوت ہونے والے بچوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوتی ہے۔

بعض علماء کہتے ہیں چھوٹے بچوں کا اتنا فائدہ نہیں ہوتا جتنا بڑوں کا فائدہ ہوتا ہے جب چھوٹے فوت ہونے والوں پر صبر کرنا باعث ثواب ہے تو بڑے فوت ہونے والے پر صبر کرنے سے بطریق اولی ثواب ہونا چاہیئے لیکن اسی حدیث میں ذکر ہونے والی علت بالغوں میں نہیں پائی جاتی ہے۔ اور وہ علت "بفضل رحمته إياهم" ہے جو غیر بالغوں کے لئے ہے۔ ایک حدیث میں "من قبضت صفيه[1]" آتا ہے اس میں بالغ فوت ہونے والے بھی داخل ہو سکتے ہیں۔

"قولہ قال واثنان" اس سے معلوم ہوا کہ دو فوت ہونے والے بچوں پر صبر کرنے کی بھی وہی فضیلت ہے جو تین فوت ہونے والے بچوں پر صبر کرنے کی فضیلت ہے۔ بعض روایات میں ایک فوت ہونے والے بچے کا بھی ذکر آتا ہے لیکن وہ روایت صحیح ثابت نہیں ہے۔ بلکہ ایک حدیث میں "ثم لم نسأله عن الواحد[2]" کے لفظ آتے ہیں جو اس کے خلاف ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک کے بارہ میں سوال ہی نہیں ہوا ہاں ایک فوت ہونے والے بچے پر صبر کرنا "من قبضت صفيه" میں داخل ہو جائیگا۔

١٢٤٨ - حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا مِنَ النَّاسِ مِنْ مُسْلِمٍ يُتَوَفَّى لَهُ ثَلَاثٌ لَمْ يَبْلُغُوا الْحِنْثَ إِلَّا أَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ بِفَضْلِ رَحْمَتِهِ إِيَّاهُمْ».

ہم سے ابو معمر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالوارث نے، ان سے عبدالعزیز نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی مسلمان کے اگر تین بچے مر جائیں جو بلوغت کو نہ پہنچے ہوں تو اللہ تعالیٰ اس رحمت کے نتیجے میں جو ان بچوں سے وہ رکھتا ہے مسلمان (بچے کے باپ اور ماں) کو بھی

---

[1] صحیح بخاری ۶۴۲۴ ج ۸ ص ۹۰۔

[2] صحیح بخاری ۱۳۶۸ ج ۲ ص ۹۷۔

جنت میں داخل کرے گا۔

۱۲۴۹ ۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْأَصْبَهَانِيِّ، عَنْ ذَكْوَانَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، «أَنَّ النِّسَاءَ قُلْنَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اجْعَلْ لَنَا يَوْمًا، فَوَعَظَهُنَّ، وَقَالَ: أَيُّمَا امْرَأَةٍ مَاتَ لَهَا ثَلَاثَةٌ مِنَ الْوَلَدِ كَانُوا حِجَابًا مِنَ النَّارِ، قَالَتِ امْرَأَةٌ: وَاثْنَانِ، قَالَ: وَاثْنَانِ».

ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے، ان سے عبدالرحمٰن بن عبداللہ اصبہانی نے، ان سے ذکوان نے اور ان سے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہ عورتوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ ہمیں بھی نصیحت کرنے کے لیے آپ ایک دن خاص فرمادیجئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (ان کی درخواست منظور فرماتے ہوئے ایک خاص دن میں) ان کو وعظ فرمایا اور بتلایا کہ جس عورت کے تین بچے مرجائیں تو وہ اس کے لیے جہنم سے پناہ بن جاتے ہیں۔ اس پر ایک عورت نے پوچھا: یارسول اللہ! اگر کسی کے دو ہی بچے مریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو بچوں پر بھی۔

۱۲۵۰ ۔ وَقَالَ شَرِيكٌ: عَنِ ابْنِ الْأَصْبَهَانِيِّ، حَدَّثَنِي أَبُو صَالِحٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: لَمْ يَبْلُغُوا الْحِنْثَ.

شریک نے ابن اصبہانی سے بیان کیا کہ ان سے ابوصالح نے بیان کیا اور ان سے ابوسعید اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ سے۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ بھی کہا کہ وہ بچے مراد ہیں جو ابھی بلوغت کو نہ پہنچے ہوں۔

۱۲۵۱ ۔ حَدَّثَنَا عَلِيٌّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا يَمُوتُ لِمُسْلِمٍ ثَلَاثَةٌ مِنَ الْوَلَدِ فَيَلِجَ النَّارَ إِلَّا تَحِلَّةَ الْقَسَمِ»، قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: وَإِنْ مِنْكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا.

ہم سے علی نے بیان کیا، ان سے سفیان نے، انہوں نے کہا کہ میں نے زہری سے سنا، انہوں نے سعید بن مسیب سے سنا اور انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی کے اگر تین بچے مر جائیں تو وہ دوزخ میں نہیں جائے گا اور اگر جائے گا بھی تو صرف قسم پوری کرنے کے لیے۔ ابوعبداللہ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ (قرآن کی آیت یہ ہے) تم میں سے ہر ایک کو دوزخ کے اوپر سے گزرنا ہو گا۔

"قولہ إلا تحلة القسم" اس استثناء کے معنی میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ اس کی مثال یہ ہے جیسے کوئی شخص قسم

اٹھالے کہ میں ضرور گوشت کھاؤں گا اور پھر طبیب کسی مرض کی وجہ سے اسے گوشت کھانے سے روک دے تو وہ "أدنی مایطلق علیه اسم اللحم" کھالے یعنی تھوڑا سا کھا کر اپنی قسم پوری کرلے۔ ایسے ہی یہاں تین فوت ہونے والے بچوں پر صبر کرنے والے پر جہنم حرام ہے۔ أدنی مایطلق علیه الاسم کی بقدر جہنم سے گزرے تو ہو سکتا ہے۔

دوسرا معنی یہ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قسم اٹھائی ہے کہ میں سب کو جہنم میں داخل کروں گا۔ اور "وإن منکم إلا واردها①" یہ قسم ہی ہے کیونکہ اس کے بعد "کان علی ربك حتما مقضیا" آیا ہے یا یہ پہلی قسم کے ہی تحت ہے۔ "فوربك لنحشرنهم والشیاطین" کے تحت "وإن منکم إلا واردها" آیت بھی آجائے گی اور یہ قسم پوری ہوگی اس آیت میں "ورود" سے مراد دخول ہے۔ ابن کثیر وغیرہ نے اسی معنی کو ترجیح دی ہے۔ بعض نے ورود کا معنی مرور کیا ہے، دراصل مرور سے مراد بھی دخول ہی ہے کیونکہ جہنم بہت بڑی ہے اس کے اوپر پل صراط ہے جس کے دائیں اور بائیں آگ کی لپٹیں آرہی ہوں گی۔ اس پر گذرنے والے کا یہ دخول ہی ہوگا۔ قرآن کریم میں یہ آیت بھی آتی ہے "إن الذین سبقت لهم منا الحسنی أولئك عنها مبعدون لا یسمعون حسیسها②" اس کے بارہ میں تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ کئی ایسے لوگ بھی ہوں گے کہ جب وہ پل صراط سے گذر جائیں گے تو کہیں گے اے اللہ تیرا وعدہ تھا کہ لوگ جہنم سے گذریں گے ہم تو جہنم پر سے نہیں گذرے گویا ان کے گذرنے کے وقت جہنم ٹھنڈی ہو جائے گی اور انہیں اس پر گذرنے کا پتہ ہی نہیں چلے گا۔

"قوله قالت امرأة" یہ عورت ام سلیم انصاریہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ ہے جیسا کہ طبرانی کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے③ اور ام مبشر انصاریہ نے بھی یہ سوال کیا تھا۔ جیسا کہ طبرانی میں ہے۔ ایک حدیث میں ام ایمن کا نام آتا ہے④۔ اس نے سوال کیا تھا۔ ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سوال کیا تھا۔ اور ام ہانی کے سوال کرنے کا ذکر بھی آتا ہے حافظ نے کہا ہے ہوسکتا ہے کہ اس مجلس میں ان سب عورتوں نے اس بارہ میں سوال کیا ہو۔

۷۔بَابُ قَوْلِ الرَّجُلِ لِلْمَرْأَةِ عِنْدَ الْقَبْرِ اصْبِرِي:

باب: کسی مرد کا کسی عورت سے قبر کے پاس یہ کہنا کہ صبر کر

۱۲۵۲ ۔ حَدَّثَنَا آدَمُ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا ثَابِتٌ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: «مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِامْرَأَةٍ عِنْدَ قَبْرٍ وَهِيَ تَبْكِي، فَقَالَ: اتَّقِي اللّٰهَ

① مریم:۷۱۔
② الانبیاء:۱۰۲،۱۰۱۔
③ المعجم الکبیر للطبرانی:۳۰۵۔
④ المعجم الکبیر للطبرانی:۲۰۳۰۔

وَاصْبِرِي».

ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ثابت نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک عورت کے پاس سے گزرے جو ایک قبر پر بیٹھی ہوئی رو رہی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ اللہ سے ڈر اور صبر کر۔

اس باب سے مراد یہ ہے کہ مرد کسی عورت کو وعظ کرتے ہوئے مخاطب کر سکتا ہے مثلاً وہ کسی قبر پر بیٹھی جزع فزع کر رہی ہو تو اسے منع کر سکتا ہے۔ اس سے آگے جا کر امام بخاری رحمہ اللہ اس حدیث سے استدلال کریں گے کہ عورت قبروں کی زیارت کے لئے جا سکتی ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے اس عورت کو جزع فزع کرنے سے روکا ہے۔ زیارت قبور سے نہیں روکا۔

٨-بَابُ غُسْلِ الْمَيِّتِ وَوُضُوئِهِ بِالْمَاءِ وَالسِّدْرِ:

باب: میت کو پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دینا اور وضو کرانا

وَحَنَّطَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا ابْنًا لِسَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ وَحَمَلَهُ وَصَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ، وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا الْمُسْلِمُ لَا يَنْجُسُ حَيًّا وَلَا مَيِّتًا، وَقَالَ سَعِيدٌ لَوْ كَانَ نَجِسًا مَا مَسِسْتُهُ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُؤْمِنُ لَا يَنْجُسُ.

اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے بچے (عبدالرحمٰن) کے خوشبو لگائی پھر اس کی نعش اٹھا کر لے گئے اور نماز پڑھی، پھر وضو نہیں کیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ مسلمان نجس نہیں ہوتا، زندہ ہو یا مردہ، سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر (سعید بن زید رضی اللہ عنہ) کی نعش نجس ہوتی تو میں اسے چھوتا ہی نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مومن ناپاک نہیں ہوتا۔

یعنی میت کو غسل دینا اور اس کے اعضاء وضوء کو دھونا۔ بعض کہتے ہیں یہاں وضوئہ کی ضمیر غاسل کی طرف لوٹتی ہے کیونکہ غسل المیت کے لفظ سے فاعل سمجھا جاتا ہے یعنی میت کو غسل دینے کے بعد وضوء کرنا چاہیے یا نہیں۔ اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ سنن ابی داؤد میں آتا ہے "من غسل الميت فليغتسل ومن حمله فليتوضأ[1]" اسی طرح ایک روایت میں "كان رسول الله ﷺ يغتسل من أربع من غسل الميت[2]" بھی آتا ہے۔ شاید بخاری کا اشارہ ادھر ہی ہے اسی طرح جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ ابو طالب کو غسل دینا چاہا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بعد میں مجھے ملنا، وہ اسے دفن کر کے واپس آئے تو آپ نے فرمایا تو بھی غسل کر۔ بعض کہتے ہیں غاسل کا غسل کرنا فرض نہیں ہے بلکہ بہتر ہے احناف بھی اسی کے قائل ہیں۔ ابن حزم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ غاسل کا غسل کرنا فرض ہے۔

---

[1] سنن أبي داود ٣١٦١۔ (صحیح)

[2] سنن أبي داود ٣١٦٠۔ (ضعیف)

ابوداؤد کی روایت میں عمیر نامی راوی متکلم فیہ ہے دوسری روایت سہیل بن ابی صالح کی ہے اور اس میں سماع کا اختلاف ہے۔ شوکانی کا خیال یہ ہے کہ ان میں اعتراض اس قسم کے ہیں کہ دوسری جگہ ایسے اعتراض ہونے کے باوجود روایات کو قبول کر لیتے ہیں۔ گویا یہ اعتراض زیادہ قوی نہیں ہیں لہذا زیادہ سے زیادہ غاسل کے غسل کو بہتر کہا جا سکتا ہے۔ احناف کے ہاں بھی مستحب ہے جیسا کہ شامی میں ہے کہ شرمگاہ کو ہاتھ لگانے سے وضوء کرنا مستحب ہے۔ اسی طرح گالی نکالنے کے بعد بھی وضوء کرنا مستحب ہے اسطرح غاسل کا غسل کرنا بھی بہتر اور مستحب ہے۔

علماء کا اس بارہ میں اختلاف ہے کہ میت کو غسل کیوں دیا جاتا ہے[1]۔ بعض علماء کے نزدیک یہ تعبدی امر ہے

---

[1] اکثر لوگوں کو یہ علم نہیں ہوتا کہ میت کو غسل کیسے دیا جائے اور اس کے لئے کن چیزوں کی ضرورت ہے لہذا دہ کسی عزیز کے فوت ہونے پر حیران ہوتے ہیں کہ اب کیا کریں اور کسی غاسل کی تلاش میں سرگرداں ہوتے ہیں اس لئے میت کے غسل اور کفن سے متعلق چند مسائل کی تفصیل بیان کی جاتی ہے۔

ا۔ سامان غسل:۔ میت کو غسل دینے کے لئے لکڑی وغیرہ کا تخت، پانی، بیری کے پتے، میت پر پانی ڈالنے کے لئے ڈبہ وغیرہ۔ غسل دیتے وقت اور استنجاء کرانے کے وقت ہاتھ پر چڑھانے کے لئے تھیلیاں جو کپڑے سے بنائی جائیں۔ صابن، کافور یا اس جیسی خوشبو، روئی ناک اور منہ میں دینے کے لئے، تولیہ، اور کنگھی۔

۲۔ غسل میت اس کے متعلق چند احکام و مسائل حسب ذیل ہیں۔

میت کو غسل دینے کا اصل حق میت کے سب سے قریبی رشتہ داروں اور اس کے عزیز واقارب پر ہوتا ہے اور یہ غسل نہ دے سکتے ہوں تو کوئی مسلمان میت کو غسل دے سکتا ہے جو غسل کے احکام و مسائل سے واقف ہو (سنن ابن ماجہ)

میت کو غسل دینے والا شخص نیک، پرہیزگار اور معتبر ہونا چاہیئے جو میت کے جسم میں کوئی نقص اور ناپسندیدہ چیز دیکھے تو اس کی پردہ پوشی کرے اور میت کے عیب لوگوں کو نہ بتائے۔ (سنن ابن ماجہ، مسند احمد)

غسل دیتے وقت میت کو ذرا اونچی جگہ تختے پر لٹایا جائے۔ اور اس کے پاس غاسل یعنی نہلانے والا اور ایک دوسرا شخص ہو جو غسل دینے میں غاسل سے تعاون کرے اور اگر ایک سے زائد معاونین کی ضرورت ہو تو زیادہ بھی ہو سکتے ہیں، لیکن نہلاتے وقت مردوں یا عورتوں کا میت کے ارد گرد گھیرا ڈال کر کھڑے ہو جانا بالکل مناسب نہیں ہے۔

پانی میں بیری کے پتے ڈال کر پانی کو نیم گرم کر لیا جائے اور اس سے میت کو نہلایا جائے۔ (بخاری شریف، مسلم شریف)

بہتر ہے کہ میت کے پاس کسی خوشبو کا بندوبست کر لیا جائے تا کہ اس سے کوئی نجاست وغیرہ خارج ہو تو تعفن نہ پھیلے۔

میت کے جسم پر کوئی کپڑا ڈال کر اسکے کپڑے اتارے جائیں تا کہ اس کے ستر پر نگاہ نہ پڑے کیونکہ میت کا ستر دیکھنا جائز نہیں ہے، مرد کا ستر ناف سے لیکر گھٹنے تک ہے (سنن ابی داؤد)

اور عورت کا سارا جسم ہی ستر ہے۔ کوئی عورت بھی اسے نہ دیکھے (القرآن الکریم) ہاں البتہ عورت کسر کان گردن بازو کا کچھ حصہ اور پنڈلی کا کچھ حصہ غسل دینے کی ضرورت کے لئے ظاہر ہو سکتے ہیں۔

غسل دینے والے کو چاہیئے کہ دہ غسل دینے سے پہلے میت کے پیٹ کو نرمی سے ملے تا کہ کوئی قابل اخراج چیز خارج ہو جائے۔

اس کے بعد غاسل (نہلانے والے) کو چاہیئے کہ وہ اپنے ہاتھ پر کپڑے کی سلی ہوئی تھیلی چڑھا کر میت کا استنجاء کرائے اور اس کی شرم گاہ کو دھو کر صاف کرے۔

اس کے بعد صاف اور خالص پانی سے میت کا وضوء کرایا جائے، جیسا کہ نماز کے لئے وضوء کیا جاتا ہے۔ پہلے اسکا دایاں ہاتھ پھر بایاں ہاتھ دھوئے۔ لیکن کلی کے لئے اس کے منہ میں اور ناک کی صفائی کے لئے اس کے ناک میں پانی نہ ڈالا جائے۔ کیونکہ یہ پانی میت کے پیٹ میں داخل ہو جائے گا اور جلدی خرابی کا باعث بنے گا۔ اس لئے کپڑے یا روئی کے ٹکڑے کو گیلا کر کے پہلے اس کے دانتوں اور منہ کو صاف کیا جائے اس کے بعد اس کے ناک کو صاف کر دیا جائے۔ اس کے بعد اس کا چہرہ دھویا جائے پھر دایاں بازو دھویا جائے پھر بایاں بازو دھویا جائے۔ اس کے بعد اس کے سر کا مسح کیا جائے پھر دایاں پاؤں دھویا جائے پھر بایاں۔ اس طرح مکمل وضوء کرایا جائے۔ (بخاری و مسلم)

میت کے سر اور داڑھی کے بال خطمی یا صابن سے دھوئے جائیں اور اگر میت عورت ہو تو اس کے سر کی چوٹیوں کو کھول کر اچھی طرح اسکے سر کے بالوں کو دھویا جائے۔

اب میت کو غسل دیتے وقت بائیں پہلو پر کر کے اس کے جسم کی دائیں جانب کو دھویا جائے اور سر سے لیکر پاؤں تک صابن لگا کر اور بیری کے پتوں میں نیم گرم کیا ہوا پانی ڈال کر جسم کی صفائی کی جائے۔ اس کے بعد میت کو دائیں پہلو پر لٹاتے ہوئے اس کے بائیں پہلو کو دھویا جائے۔ یہ ایک مرتبہ غسل ہو گا۔ اسی طرح تین یا پانچ یا سات مرتبہ حسب ضرورت غسل دیا جائے۔ لیکن یہ غسل طاق تعداد میں ہونا چاہیئے۔ (بخاری شریف و مسلم شریف)

آخری مرتبہ غسل دیتے وقت پانی میں کچھ خوشبو ملائی جائے۔ یہ خوشبو کافور ہو تو بہتر ہے (بخاری، مسلم)

اس کے بعد تولیہ سے یا صاف ستھرے کپڑے سے میت کے جسم کو صاف کر دیا جائے۔

عورت کے سر کے بالوں میں کنگھی کر کے اس کے بالوں کی تین میڈھیاں بنا کر پیچھے ڈال دی جائیں۔ (بخاری و مسلم)

آخر میں میت کے جسم کو خاص کر ان اعضاء کو جن پر میت اپنی زندگی میں نماز پڑھتے ہوئے سجدہ کرتا رہا ہے۔ کافور لگایا جائے، اگر کافور میسر نہ ہو تو کوئی بھی خوشبو لگائی جا سکتی ہے۔ (بخاری شریف و مسلم شریف)

مرد میت کو مرد غسل دے اور میت عورت کو عورت ہی غسل دے۔ ہاں البتہ میاں، بیوی میں سے کوئی ایک فوت ہو جائے تو دوسرا اسے غسل دے سکتا ہے۔ (سنن ابی داؤد، سنن دارقطنی)

میت کو غسل دینے والے کا خود غسل کرنا مستحب ہے (سنن ابی داؤد)

کفن میت: میت کو غسل دینے کے بعد کفن دینا ضروری ہے۔ جس میں حسب ذیل باتوں کا لحاظ رکھنا چاہیئے۔

افضل اور بہتر یہ ہے کہ کفن کی چادریں سفید ہوں۔ (سنن اَبی داؤد)

مہنگا کفن استعمال کرنا جائز نہیں۔ کفن کا کپڑا متوسط اور صاف ستھرا ہونا چاہیئے۔ (سنن ابی داؤد)

میت مرد ہو تو مستحب یہ ہے کہ اسے تین چادروں میں کفنایا جائے۔ (بخاری، مسلم)

میت کے سر کو پگڑی یا ٹوپی پہنانا جائز نہیں ہے۔ (بخاری شریف، مسلم شریف)

میت عورت ہو تو اس کا کفن بھی مرد کی طرح ہی ہے لیکن ایک حدیث سے عورت کے لئے پانچ کپڑوں میں کفنانے کا جواز

شارع کا حکم ہونے کی وجہ سے غسل دیا جاتا ہے۔ ورنہ مسلمان میت کا جسم پاک ہوتا ہے اور مسلمان نجس نہیں ہوتا لہٰذا غسل میت تعبدی چیز ہے اس کی علت کوئی نہیں ہے۔ بعض کہتے ہیں غسل میت نظافت کے لئے ہے۔ بیماری کی وجہ سے میت کا بدن بعض آلائشوں سے آلودہ ہوجاتا ہے اس لئے اسے ان آلائشوں سے صاف کرنے کے لئے غسل دیا جاتا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ غسل میت طہارت کے لئے ہے کیونکہ میت بے وضو ہوتی ہے اس لئے غسل سے پہلے میت کا وضو کرایا جاتا ہے۔ بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک مسلمان نجس نہیں ہوتا خواہ زندہ ہو یا فوت شدہ، احناف کے اس بارہ میں دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ انسان جب مرجاتا ہے تو اس کا دم مسفوح میت کے بدن میں جذب ہوجاتا ہے اور دم مسفوح بدن کے اندر خشک ہوجانے سے تو وہ پلید ہوا، اسی لئے کنویں میں گر کر مرنے سے پانی پلید ہوجاتا ہے تو پاک کیسے ہوا؟ اور غسل دینے کا فائدہ کیا ہے؟ وہ کہتے ہیں کرامۃً پاک ہوجاتا ہے یعنی مسلمان کی یہ کرامت ہے کہ وہ غسل سے پاک ہوجاتا ہے بعض کہتے ہیں کہ وہ پلید ہوتا ہے اور غسل دینے کی وجہ سے پاک ہوجاتا ہے حالانکہ جبکہ وہ نجس اور پلید ہوا تو پلیدی کو دھونے سے وہ پلیدی پاک تو نہیں ہوگی وہ پلیدی ہی رہے گی۔ ہاں کسی چیز کو پلیدی لگی ہو تو اسے دھونے سے وہ چیز پاک ہوجائے گی لیکن پلیدی کو دھونے سے پلیدی پاک تو نہیں بن جائے گی۔ اس لئے کہتے ہیں وہ کرامۃً پاک ہوتا ہے امام بخاری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مسلمان پلید ہوتا ہی نہیں۔ وہ زندہ ہو یا فوت شدہ، پاک ہی ہوتا ہے اور اسے مرنے کے بعد غسل دینا طہارت کے لئے نہیں ہے۔ بلکہ یہ تعبدی امر ہے جبکہ یہ تعبدی چیز ہے تو ضروری ہے کہ پانی خالص ہو، اور بیری کے پتے ڈال کر نیم گرم کرلیا جائے اور اس سے اسے غسل دیا جائے بیری کے پتے ڈالنے سے وہ "ماء مضاف" نہیں بنتا۔

"قولہ وحنط ابن عمر" حنوط وہ خوشبو ہے جو فوت شدہ کو لگائی جاتی ہے۔ اور یہ غسل دینے کے بعد اعضاء وضوء پر لگادینی چاہیئے، حنوط بیری کے پتوں کے پانی سے بھی زیادہ لیسدار ہوتا ہے لہٰذا جب میت کو حنوط لگانا جائز ہے تو پانی میں بیری کے پتے ڈالنا بھی جائز ہے اس سے ماء مضاف نہیں بن جائیگا۔

ثابت ہے۔ ایک لفافہ۔ ایک چادر۔ ایک ان سلی قمیص (کفنی) سر کی اوڑھنی، اور سینہ بند۔ (سنن ابی داؤد، مسند احمد)

چارپائی پر پہلے لفافہ کی چادر بچھادی جائے، اس پر دوسری چادر بچھائی جائے اور میت کو کفنی ڈلوا کر اس چادر پر لٹادیا جائے۔ پہلے دائیں جانب کے کپڑے اس پر لپیٹیں تاکہ ابتداء دائیں جانب سے ہو، پھر بائیں جانب کو لپیٹیں نچلے کپڑے بھی اسی طرح لپیٹیں، سر اور پاؤں کی طرف گرہ دیدیں تاکہ کفن منتشر نہ ہو۔ کفن اسقدر کشادہ ہونا چاہیئے کہ میت کے جسم کو چھپا کر کچھ بچ رہے۔

کفن پر یا قبر کی سلیپ پر کلمہ طیبہ لکھنا یا قرآنی آیات یا دعائیہ کلمات لکھنا یا راہ داری کے ڈھائی پارے پڑھنا، یا قبر کو پکا بنانا یا قبر پر پھول ڈالنا یا قبروں پر کتبے یا ناموں کی تختیاں لگانا سنت کے خلاف بلکہ ایسی بدعات ہیں جن کا کوئی فائدہ نہیں۔ مسلمان کو چاہیے کہ وہ نبی اکرم ﷺ سے آگے بڑھنے والا کام ہرگز نہ کرے۔

"قوله صلي ولم يتوضأ" کیانماز جنازہ کے لئے وضوء شرط ہے یانہیں؟اس میں بھی اختلاف ہے ہوسکتا ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک وضوء جنازے کے لئے شرط نہ ہواس لئے انہوں نے وضوء نہیں کیا، وہ جنازے کو دعاء سمجھتے ہوں گے۔ اور دعاء کرنے کے لئے وضو ضروری نہیں ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ جنازے کے لئے وضوء کرنا ضروری ہے کیونکہ اس کے لئے "صلوۃ" کا لفظ آیا ہے اور صلوۃ کے لئے وضوء ضروری ہے اور جنازے پر بھی صلوۃ یعنی نماز کے احکام ہی جاری ہوں گے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے میت کو اٹھایا اور اسے مس بھی کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ میت کو نجس نہیں سمجھتے تھے۔ اور میت کے نجس نہ ہونے پر یہ تفریع بٹھانا کہ اگر نجس نہیں بلکہ پاک ہے تو وضوء کی کیا ضرورت ہے یہ درست نہیں ہے کیونکہ وضوء صحیح حدیث سے ثابت ہے اس کے خلاف قیاس آرائی کرنا بے فائدہ ہے۔

١٢٥٣ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ أَيُّوبَ السَّخْتِيَانِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ الْأَنْصَارِيَّةِ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: «دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ تُوُفِّيَتِ ابْنَتُهُ، فَقَالَ: اغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا أَوْ خَمْسًا أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ، إِنْ رَأَيْتُنَّ ذَلِكَ بِمَاءٍ، وَسِدْرٍ وَاجْعَلْنَ فِي الْآخِرَةِ كَافُورًا أَوْ شَيْئًا مِنْ كَافُورٍ، فَإِذَا فَرَغْتُنَّ فَآذِنَّنِي، فَلَمَّا فَرَغْنَا آذَنَّاهُ فَأَعْطَانَا حِقْوَهُ فَقَالَ: أَشْعِرْنَهَا إِيَّاهُ تَعْنِي إِزَارَهُ».

ہم سے اسماعیل بن عبداللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے ایوب سختیانی نے اور ان سے محمد بن سیرین نے، ان سے ام عطیہ انصاری رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی (زینب یا ام کلثوم رضی اللہ عنہما) کی وفات ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف لائے اور فرمایا کہ تین یا پانچ مرتبہ غسل دے دو اور اگر مناسب سمجھو تو اس سے بھی زیادہ دے سکتی ہو۔ غسل کے پانی میں بیری کے پتے ملا لو اور آخر میں کافور یا (یہ کہا کہ) کچھ کافور کا استعمال کر لینا اور غسل سے فارغ ہونے پر مجھے خبر دے دینا۔ چنانچہ ہم نے جب غسل دے لیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دیدی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اپنا ازار دیا اور فرمایا کہ اسے ان کی قمیص بنادو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد اپنے ازار سے تھی۔

"قوله واجعلن في الأخرة كافورًا" کافور اس لئے لگایا جاتا ہے کیونکہ یہ خشک ہوتا ہے اور یہ اعضاء کو خشک کرتا ہے یہ خوشبو دار ہونے کی وجہ سے حنوط کا کام بھی دیتا ہے۔ اس سے غسل کے امر تعبدی ہونے کی طرف اشارہ کر دیا، کہ میت کا غسل یا اسکا وضوء جنبی کے غسل کرنے اور بے وضوء کے وضوء کرنے کی طرح نہیں ہے۔ اگر ایسے ہو تو پھر کافور ملانے کی ضرورت ہی نہیں۔ خالص پانی ہی کافی ہے۔

٩-بَابُ مَا يُسْتَحَبُّ أَنْ يُغْسَلَ وِتْرًا:

باب: میت کو طاق مرتبہ غسل دینا مستحب ہے

١٢٥٤ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: «دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَغْسِلُ ابْنَتَهُ، فَقَالَ: اغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا أَوْ خَمْسًا أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ بِمَاءٍ، وَسِدْرٍ وَاجْعَلْنَ فِي الْآخِرَةِ كَافُورًا، فَإِذَا فَرَغْتُنَّ فَآذِنَّنِي، فَلَمَّا فَرَغْنَا آذَنَّاهُ فَأَلْقَى إِلَيْنَا حِقْوَهُ، فَقَالَ: أَشْعِرْنَهَا إِيَّاهُ».

ہم سے محمد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالوہاب ثقفی نے بیان کیا، ان سے ایوب نے، ان سے محمد نے، ان سے ام عطیہ رضی اللہ عنہانے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کو غسل دے رہی تھیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا کہ تین یا پانچ مرتبہ غسل دو یا اس سے بھی زیادہ، پانی اور بیری کے پتوں سے اور آخر میں کافور بھی استعمال کرنا۔ پھر فارغ ہو کر مجھے خبر دے دینا۔ جب ہم فارغ ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر کر دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ازار عنایت فرمایا اور فرمایا کہ یہ اندر اس کے بدن پر لپیٹ دو۔



"قولہ و مشطناھا ثلاثۃ قرون" یعنی ہم نے آپ کی فوت ہونے والی بیٹی کو غسل دینے کے بعد اس کے بالوں میں کنگھی کر کے انہیں تین مینڈھیاں بنادیا۔ احناف کی رائے یہ ہے کہ کنگھی نہیں کرنی چاہیئے۔ اور اس حدیث کے جواب میں کہتے ہیں کہ ہوسکتا ہے کہ ان عورتوں نے میت کی کنگھی خود ہی کر دی ہو۔ آپ نے اسکا حکم نہیں دیا اور ان کے بقول انہوں نے بالوں کی تین مینڈھیاں بھی نبی کریم علیہ السلام سے پوچھ کر نہیں کی تھیں حالانکہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ آپ نے بالوں کی تین مینڈھیاں کرنے کا حکم دیا تھا اور انہیں اس کے پیچھے ڈال دیا اور پیچھے ڈالنے کا فعل تو ان کا اپنا ہی ہے۔ احناف کے ہاں میت کے بالوں کو دو حصے کر کے دائیں اور بائیں ڈال دیئے جائیں، نہ کنگھی کی جائے اور نہ ہی مینڈھیاں بنائی جائیں۔ حالانکہ حدیث میں مذکور ہے۔

فَقَالَ أَيُّوبُ: وَحَدَّثَتْنِي حَفْصَةُ بِمِثْلِ حَدِيثِ مُحَمَّدٍ، وَكَانَ فِي حَدِيثِ حَفْصَةَ اغْسِلْنَهَا وِتْرًا وَكَانَ فِيهِ ثَلَاثًا، أَوْ خَمْسًا، أَوْ سَبْعًا، وَكَانَ فِيهِ، أَنَّهُ قَالَ: ابْدَأْنَ بِمَيَامِنِهَا وَمَوَاضِعِ الْوُضُوءِ مِنْهَا»، وَكَانَ فِيهِ أَنَّ أُمَّ عَطِيَّةَ، قَالَتْ: وَمَشَطْنَاهَا ثَلَاثَةَ قُرُونٍ.



ایوب نے کہا کہ مجھ سے حفصہ نے بھی محمد بن سیرین کی حدیث کی طرح بیان کیا تھا۔ حفصہ کی حدیث میں تھا کہ طاق مرتبہ غسل دینا اور اس میں یہ تفصیل تھی کہ تین یا پانچ یا سات مرتبہ (غسل دینا) اور اس میں یہ بھی بیان تھا کہ میت کے دائیں طرف سے اعضاء وضو سے غسل شروع کیا جائے۔ یہ بھی اسی حدیث میں تھا کہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا

نے کہا کہ ہم نے کنگھی کر کے ان کے بالوں کو تین لٹوں میں تقسیم کر دیا تھا۔

١٠-بَابُ يُبْدَأُ بِمَيَامِنِ الْمَيِّتِ:

باب: اس بیان میں کہ (غسل) میت کی دائیں طرف سے شروع کیا جائے

١٢٥٥ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَسْلِ ابْنَتِهِ: «ابْدَأْنَ بِمَيَامِنِهَا وَمَوَاضِعِ الْوُضُوءِ مِنْهَا».

ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے اسماعیل بن ابراہیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے خالد نے بیان کیا، ان سے حفصہ بنت سیرین نے اور ان سے ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی کے غسل کے وقت فرمایا تھا کہ دائیں طرف سے اور اعضاء وضو سے غسل شروع کرنا۔

میت کے وضوء اور غسل میں دائیں جانب سے ابتداء کرنی چاہیئے لیکن احناف وضو میں دائیں جانب کے قائل ہیں غسل میں قائل نہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ غسل میں پانی ڈالا جائیگا خواہ دائیں جانب سے ہو یا بائیں جانب سے۔

١١-بَابُ مَوَاضِعِ الْوُضُوءِ مِنَ الْمَيِّتِ:

باب: اس بارے میں کہ پہلے میت کے اعضاء وضو کو دھویا جائے

١٢٥٦ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: «لَمَّا غَسَّلْنَا بِنْتَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَنَا وَنَحْنُ نَغْسِلُهَا: ابْدَأْنَ بِمَيَامِنِهَا وَمَوَاضِعِ الْوُضُوءِ».

ہم سے یحییٰ بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے وکیع نے بیان کیا، ان سے سفیان نے، ان سے خالد حذاء نے، ان سے حفصہ بنت سیرین نے اور ان سے ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کو ہم غسل دے رہی تھیں۔ جب ہم نے غسل شروع کر دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غسل دائیں طرف سے اور اعضاء وضو سے شروع کرو۔

١٢-بَابُ هَلْ تُكَفَّنُ الْمَرْأَةُ فِي إِزَارِ الرَّجُلِ:

باب: اس بیان میں کہ کیا عورت کو مرد کے ازار کا کفن دیا جا سکتا ہے؟

١٢٥٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ حَمَّادٍ، أَخْبَرَنَا ابْنُ عَوْنٍ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ، قَالَتْ: «تُوُفِّيَتْ بِنْتُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَنَا: اغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا، أَوْ خَمْسًا، أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ إِنْ رَأَيْتُنَّ، فَإِذَا فَرَغْتُنَّ فَآذِنَّنِي، فَلَمَّا فَرَغْنَا آذَنَّاهُ فَنَزَعَ مِنْ

حِقْوِهِ إِزَارَهُ وَقَالَ: أَشْعِرْنَهَا إِيَّاهُ».

ہم سے عبدالرحمٰن بن حماد نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو ابن عون نے خبر دی، انہیں محمد نے، ان سے ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صاحبزادی کا انتقال ہو گیا۔ اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں فرمایا کہ تم اسے تین یا پانچ مرتبہ غسل دو اور اگر مناسب سمجھو تو اس سے زیادہ مرتبہ بھی غسل دے سکتی ہو۔ پھر فارغ ہو کر مجھے خبر دینا۔ چنانچہ جب ہم غسل دے چکیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ازار عنایت فرمایا اور فرمایا کہ اسے اس کے بدن سے لپیٹ دو۔

حدیثِ مذکور میں "فنزع من حقوہ إزارہ و قال: أشعرنھا إیاہ" کا ترجمہ باب سے تعلق ہے اور ترجمہ باب میں "ھل" کا لفظ استعمال کیا ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا ازار تبرک کے لئے لیا گیا ہو۔ اور تبرک نبی اکرم ﷺ کے بعد ختم ہو گیا ہے، اس بنا پر یہ نبی علیہ السلام کے ساتھ خاص ہوگا۔ ہر مرد کا ازار لیکر میت عورت کو نہیں پہنایا جا سکتا۔ ہاں اگر میت کا باپ ہو تو اس میں حرج نہیں۔

۱۳-بَابُ يَجْعَلُ الْكَافُورَ فِي آخِرِهِ:



باب: میت کے غسل میں کافور کا استعمال آخر میں ایک بار کیا جائے

١٢٥٨ - حَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ، قَالَتْ: «تُوُفِّيَتْ إِحْدَى بَنَاتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: «اغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا، أَوْ خَمْسًا أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ إِنْ رَأَيْتُنَّ بِمَاءٍ، وَسِدْرٍ وَاجْعَلْنَ فِي الْآخِرَةِ كَافُورًا أَوْ شَيْئًا مِنْ كَافُورٍ، فَإِذَا فَرَغْتُنَّ فَآذِنَّنِي، قَالَتْ: فَلَمَّا فَرَغْنَا آذَنَّاهُ فَأَلْقَى إِلَيْنَا حِقْوَهُ فَقَالَ: أَشْعِرْنَهَا إِيَّاهُ»، وَعَنْ أَيُّوبَ، عَنْ حَفْصَةَ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، بِنَحْوِهِ.

ہم سے حامد بن عمر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے ایوب نے، ان سے محمد نے اور ان سے ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک بیٹی کا انتقال ہو گیا تھا۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ اسے تین یا پانچ مرتبہ غسل دے دو اور اگر تم مناسب سمجھو تو اس سے بھی زیادہ پانی اور بیری کے پتوں سے نہلاؤ اور آخر میں کافور یا (یہ کہا کہ) کچھ کافور کا بھی استعمال کرنا۔ پھر فارغ ہو کر مجھے خبر دینا۔ ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جب ہم فارغ ہوئے تو ہم نے کہلا بھجوایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا تہبند ہمیں دیا اور فرمایا کہ اسے اندر جسم پر لپیٹ دو۔ ایوب نے حفصہ بنت سیرین سے روایت کی، ان سے ام عطیہ نے اسی طرح حدیث بیان کی۔



یعنی کافور پانی میں ملا کر ڈال دیا جائے، اس باب سے کفن کے باب کو مقدم کر دیا ہے، کیونکہ کفن، میت کو غسل دینے سے

پہلے تیار کیا جاتا ہے۔

١٢٥٩ ۔ وَقَالَتْ: إِنَّهُ قَالَ: اغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا، أَوْ خَمْسًا، أَوْ سَبْعًا، أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ إِنْ رَأَيْتُنَّ، قَالَتْ حَفْصَةُ: قَالَتْ أُمُّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: وَجَعَلْنَا رَأْسَهَا ثَلَاثَةَ قُرُونٍ.

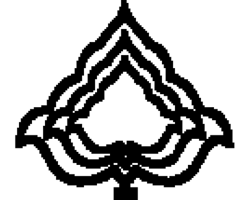
اور ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے اس روایت میں یوں کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین یا پانچ یا سات مرتبہ یا اگر تم مناسب سمجھو تو اس سے بھی زیادہ غسل دے سکتی ہو۔ حفصہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ہم نے ان کے سر کے بال تین لٹوں میں تقسیم کر دیئے تھے۔

١٤-بَابُ نَقْضِ شَعَرِ الْمَرْأَةِ:

باب: میت عورت ہو تو غسل کے وقت اس کے بال کھولنا

وَقَالَ ابْنُ سِيرِينَ لَا بَأْسَ أَنْ يُنْقَضَ شَعَرُ الْمَيِّتِ.

اور ابن سیرین رحمہ اللہ نے کہا کہ میت (عورت) کے سر کے بال کھولنے میں کوئی حرج نہیں۔



١٢٦٠ ۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، قَالَ أَيُّوبُ: وَسَمِعْتُ حَفْصَةَ بِنْتَ سِيرِينَ، قَالَتْ: حَدَّثَتْنَا أُمُّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا «أَنَّهُنَّ جَعَلْنَ رَأْسَ بِنْتِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةَ قُرُونٍ نَقَضْنَهُ، ثُمَّ غَسَلْنَهُ، ثُمَّ جَعَلْنَهُ ثَلَاثَةَ قُرُونٍ».

ہم سے احمد بن صالح نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبداللہ بن وہب نے بیان کیا انہیں ابن جریج نے خبر دی، ان سے ایوب نے بیان کیا کہ میں نے حفصہ بنت سیرین سے سنا، انہوں نے کہا کہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے ہم سے بیان کیا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کے بالوں کو تین لٹوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ پہلے بال کھولے گئے پھر انہیں دھو کر ان کی تین چٹیاں کر دی گئیں۔

شرح بخاری

یعنی میت اگر عورت ہو تو غسل دیتے وقت اسکی مینڈھیاں کھول دی جائیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اس طرح اس کے بال اچھی طرح صاف ہو جائیں گے۔



١٥-بَابٌ كَيْفَ الْإِشْعَارُ لِلْمَيِّتِ:

باب: میت پر کپڑا کیونکر لپیٹنا چاہیے



وَقَالَ الْحَسَنُ: الْخِرْقَةُ الْخَامِسَةُ تَشُدُّ بِهَا الْفَخِذَيْنِ وَالْوَرِكَيْنِ تَحْتَ الدِّرْعِ.

اور حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ عورت کے لیے ایک پانچواں کپڑا چاہیے جس سے قمیص کے تلے رانیں اور سرین باندھی جائے۔

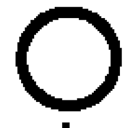


١٢٦١ ۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَنَّ أَيُّوبَ أَخْبَرَهُ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ سِيرِينَ، يَقُولُ: جَاءَتْ أُمُّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا امْرَأَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ

مِنَ اللاتِي بَايَعْنَ قَدِمَتِ الْبَصْرَةَ تُبَادِرُ ابْنًا لَهَا فَلَمْ تُدْرِكْهُ، فَحَدَّثَتْنَا، قَالَتْ: «دَخَلَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَنَحْنُ نَغْسِلُ ابْنَتَهُ، فَقَالَ: اغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا، أَوْ خَمْسًا، أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ إِنْ رَأَيْتُنَّ ذَلِكَ بِمَاءٍ، وَسِدْرٍ، وَاجْعَلْنَ فِي الْآخِرَةِ كَافُورًا، فَإِذَا فَرَغْتُنَّ فَآذِنَّنِي، قَالَتْ: فَلَمَّا فَرَغْنَا أَلْقَى إِلَيْنَا حِقْوَهُ، فَقَالَ: أَشْعِرْنَهَا إِيَّاهُ»، وَلَمْ يَزِدْ عَلَى ذَلِكَ وَلَا أَدْرِي أَيُّ بَنَاتِهِ، وَزَعَمَ أَنَّ الْإِشْعَارَ الْفُفْنَهَا فِيهِ، وَكَذَلِكَ كَانَ ابْنُ سِيرِينَ يَأْمُرُ بِالْمَرْأَةِ أَنْ تُشْعَرَ وَلَا تُؤْزَرَ.

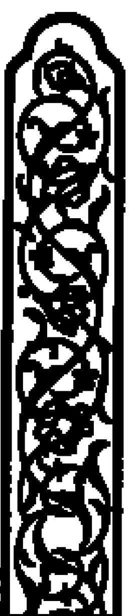
ہم سے احمد نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عبداللہ بن وہب نے بیان کیا، انہیں ابن جریج نے خبر دی، انہیں ایوب نے خبر دی، کہا کہ میں نے ابن سیرین سے سنا، انہوں نے کہا کہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا کے یہاں انصار کی ان خواتین میں سے جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی، ایک عورت آئی، بصرہ میں انہیں اپنے ایک بیٹے کی تلاش تھی۔ لیکن وہ نہ ملا۔ پھر اس نے ہم سے یہ حدیث بیان کی کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کو غسل دے رہی تھیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا کہ تین یا پانچ مرتبہ غسل دے دو اور اگر مناسب سمجھو تو اس سے بھی زیادہ دے سکتی ہو۔ غسل پانی اور بیری کے پتوں سے ہونا چاہیے اور آخر میں کافور بھی استعمال کر لینا۔ غسل سے فارغ ہو کر مجھے خبر کرا دینا۔ انہوں نے بیان کیا کہ جب ہم غسل دے چکیں (تو اطلاع دی) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازار عنایت کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے اندر بدن سے لپیٹ دو۔ اس سے زیادہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ نہیں فرمایا۔ مجھے یہ نہیں معلوم کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کون سی بیٹی تھیں (یہ ایوب نے کہا) اور انہوں نے بتایا کہ «إشعار» کا مطلب یہ ہے کہ اس میں نعش لپیٹ دی جائے۔ ابن سیرین رحمہ اللہ بھی یہی فرمایا کرتے تھے کہ عورت کے بدن پر اسے لپیٹا جائے ازار کے طور پر نہ باندھا جائے۔





مرد کے کفن میں تین کپڑے ہی کافی ہیں جو کہ تین چادریں ہوں گی، لیکن عورت کے کفن میں پانچ کپڑے ہوتے ہیں۔ ایک ازار، ایک درع، ایک سینہ بند، ایک اوڑھنی جس کے ساتھ سر باندھا جاتا ہے۔ اور ایک اوپر کا لفافہ، عورت کو پہلے درع پہناتے ہیں۔ اور یہ ایسا کرتہ ہے جس کے کندھے پر چاک ہو، ورنہ قمیص کہتے ہیں، ایک چادر ہوتی ہے، اور سر پر اوڑھنی ہوتی ہے۔ اور ایک سینہ بند ہوتا ہے جو دبر تک چلا جاتا ہے اور اوپر لفافہ ہوتا ہے عورت کے لئے یہ پانچ کپڑے ہوتے ہیں۔

"قولہ أن تشعر ولا تؤزر" یعنی اندرونی لفافہ ہو ازار نہیں جو کمر تک ہی ہو اسکا نام ازار اس لئے رکھا گیا ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے ازار باندھا تھا یہ نہیں کہ عورت کو بھی ازار باندھا جائے، بلکہ اس کے لئے شعار ہو گا۔



١٦-بَابُ هَلْ يُجْعَلُ شَعَرُ الْمَرْأَةِ ثَلَاثَةَ قُرُونٍ:

باب: اس بیان میں کہ کیا عورت میت کے بال تین لٹوں میں تقسیم کر دیئے جائیں؟

١٢٦٢ ـ حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أُمِّ الْهُذَيْلِ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: «ضَفَرْنَا شَعَرَ بِنْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، تَعْنِي ثَلَاثَةَ قُرُونٍ»، وَقَالَ وَكِيعٌ: قَالَ سُفْيَانُ: نَاصِيَتَهَا وَقَرْنَيْهَا.

ہم سے قبیصہ نے حدیث بیان کی، ان سے سفیان نے بیان کیا، ان سے ہشام نے، ان سے ام ہذیل نے اور ان سے ام عطیہ نے، انہوں نے کہا کہ ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کے سر کے بال گوندھ کر ان کی تین چٹیاں کر دیں اور وکیع نے سفیان سے یوں روایت کیا، ایک پیشانی کی طرف کے بالوں کی چٹیا اور دو ادھر ادھر کے بالوں کی۔

١٧-بَابُ يُلْقَى شَعَرُ الْمَرْأَةِ خَلْفَهَا:

باب: عورت کے بالوں کی تین لٹیں بنا کر اس کے پیچھے ڈال دی جائیں

١٢٦٣ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانٍ، قَالَ: حَدَّثَتْنَا حَفْصَةُ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: «تُوُفِّيَتْ إِحْدَى بَنَاتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَتَانَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: اغْسِلْنَهَا بِالسِّدْرِ وِتْرًا ثَلَاثًا أَوْ خَمْسًا أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ إِنْ رَأَيْتُنَّ ذَلِكَ وَاجْعَلْنَ فِي الْآخِرَةِ كَافُورًا أَوْ شَيْئًا مِنْ كَافُورٍ، فَإِذَا فَرَغْتُنَّ فَآذِنَّنِي، فَلَمَّا فَرَغْنَا آذَنَّاهُ فَأَلْقَى إِلَيْنَا حِقْوَهُ فَضَفَرْنَا شَعَرَهَا ثَلَاثَةَ قُرُونٍ وَأَلْقَيْنَاهَا خَلْفَهَا».

ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید نے بیان کیا، ان سے ہشام بن حسان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حفصہ نے بیان کیا، ان سے ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صاحبزادی کا انتقال ہو گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا کہ ان کو پانی اور بیری کے پتوں سے تین یا پانچ مرتبہ غسل دے دو۔ اگر تم مناسب سمجھو تو اس سے زیادہ بھی دے سکتی ہو اور آخر میں کافور یا (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ) تھوڑی سی کافور استعمال کرو پھر جب غسل دے چکو تو مجھے خبر دو۔ چنانچہ فارغ ہو کر ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ان کے کفن کے لیے) اپنا ازار عنایت کیا۔ ہم نے اس کے سر کے بالوں کی تین چٹیاں کر کے انہیں پیچھے کی طرف ڈال دیا تھا۔

١٨-بَابُ الثِّيَابِ الْبِيضِ لِلْكَفَنِ:

باب: اس بارے میں کہ کفن کے لیے سفید کپڑے ہونے مناسب ہیں

١٢٦٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، «أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُفِّنَ فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ يَمَانِيَةٍ بِيضٍ سَحُولِيَّةٍ مِنْ كُرْسُفٍ لَيْسَ فِيهِنَّ قَمِيصٌ وَلَا عِمَامَةٌ».

ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو عبداللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہمیں ہشام بن عروہ نے خبر دی، انہیں ان کے باپ عروہ بن زبیر نے اور انہیں (ان کی خالہ) ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یمن کے تین سفید سوتی دھلے ہوئے کپڑوں میں کفن دیا گیا ان میں نہ قمیص تھی نہ عمامہ۔

نبی اکرم ﷺ کو تین سفید کپڑوں میں کفن دیا گیا جو یمن میں روئی سے بنے ہوئے تھے جبکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم علیہ السلام کے لئے سفید کپڑوں کو اختیار فرمایا ہے تو یہ کفن کے سفید ہونے کی افضلیت کی دلیل ہے سنن وغیرہ میں بھی اسکی دلیل موجود ہے کہ آپ نے فرمایا "البسوا من ثيابكم البياض فانها من خير ثيابكم و كفنوا فيها موتاكم[1]" امام ترمذی اور حاکم نے اسے صحیح کہا ہے۔

حنفیہ کے نزدیک ان میں ایک کپڑے کا دھاریدار ہونا مستحب ہے اور ان کا استدلال سنن أبی داؤد کی حدیث سے ہے "انه عليه السلام كفن فی ثوبين و برد حبرة[2]" لیکن ان کا استدلال درست نہیں ہے کیونکہ مسلم اور ترمذی کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دھاری دار چادر میں آپ کو لپیٹا گیا تھا اور پھر اسے اتار دیا گیا تھا، مصنف عبدالرزاق میں ہے "لف فی ثوب حبرة جفف فيه ثم نزع[3]" اس لئے امام ترمذی نے کہا ہے "و تكفينه فی ثلاثة أثواب بيض أصح ماورد فی كفنه" قوله ليس فيهن قميص ولاعمامة " یعنی کفن میں کرتہ اور پگڑی نہیں ہونی چاہیئے، حنفیہ کے نزدیک کفن میں قمیص اور عمامہ بھی ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔ اور حدیث کی تاویل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ان تین کپڑوں میں قمیص اور عمامہ نہیں تھی قمیص اور پگڑی ان سے الگ ہو سکتی ہیں۔

١٩-بَابُ الْكَفَنِ فِي ثَوْبَيْنِ:

باب: دو کپڑوں میں کفن دینا

١٢٦٥ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ،

[1] سنن أبی داؤد ٣٨٧٨، ترمذی ٩٩٤، سنن ابن ماجہ ٣٥٦٦ (صحیح)

[2] جامع ترمذی ٩٩٦۔

[3] مصنف عبدالرزاق ٦١٧٣۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ، قَالَ: «بَيْنَمَا رَجُلٌ وَاقِفٌ بِعَرَفَةَ إِذْ وَقَعَ عَنْ رَاحِلَتِهِ فَوَقَصَتْهُ أَوْ قَالَ: فَأَوْقَصَتْهُ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اغْسِلُوهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ وَكَفِّنُوهُ فِي ثَوْبَيْنِ، وَلَا تُحَنِّطُوهُ وَلَا تُخَمِّرُوا رَأْسَهُ، فَإِنَّهُ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبِّيًا».

ہم سے ابوالنعمان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حماد نے، ان سے ایوب نے، ان سے سعید بن جبیر نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ایک شخص میدان عرفہ میں (احرام باندھے ہوئے) کھڑا ہوا تھا کہ اپنی سواری سے گر پڑا اور سواری نے انہیں کچل دیا۔ یا («وقصته» کے بجائے یہ لفظ) «أوقصته» کہا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے فرمایا کہ پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دے کر دو کپڑوں میں انہیں کفن دو اور یہ بھی ہدایت فرمائی کہ انہیں خوشبو نہ لگاؤ اور نہ ان کا سر چھپاؤ۔ کیونکہ یہ قیامت کے دن لبیک کہتا ہوا اٹھے گا۔

امام بخاری رحمہ اللہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگرچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں کفن کے لئے تین کپڑوں کا ذکر ہوا ہے لیکن کفن کے لئے تین کپڑوں کا ہونا شرط نہیں ہے۔ جمہور کے ہاں تین کپڑوں کا ہونا مستحب ہے ضرورت کے وقت دو کپڑوں میں بھی کفن دیا جاسکتا ہے لیکن کفن کے لئے ایک ایسے کپڑے کا ہونا واجب ہے جو میت کے سارے جسم کو ڈھانپ لے اور اس پر علماء کا اتفاق ہے۔

"قولہ کفنوہ فی ثوبین" بعض نے اس سے استدلال کیا ہے کہ میت محرم کے کپڑوں کو بدلا جاسکتا ہے۔ دو کپڑے ہوں خواہ احرام کی چادروں کے علاوہ ہوں لیکن ان کا یہ استدلال درست نہیں ہے کیونکہ کتاب الحج میں اسی حدیث میں "فی ثوبیہ[1]" آتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ محرم کی دو احرام کی چادروں میں ہی اسے کفن دیا جائیگا۔ دوسری دو چادروں سے بدلا نہیں جائیگا۔

"قولہ ولا تحنطوہ" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ محرم اگر احرام کی حالت میں فوت ہوجائے تو اس کا احرام موت کے بعد بھی باقی رہتا ہے اس لئے اسے حنوط نہیں لگائی جائے گی اور نہ اسکا سر ڈھانپا جائے گا اور وہ قیامت کے دن لبیک کہتا ہوا اٹھے گا، مالکیہ کے نزدیک موت سے احرام ٹوٹ جاتا ہے اور وہ اس کا جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس خاص آدمی کے بارہ میں آپ کو وحی ہوئی ہوگی کہ اس کا احرام باقی ہے۔ وہ ایسی باتیں کرتے ہیں جن کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ اس حدیث سے استدلال کیا گیا ہے کہ غیر محرم میت کو حنوط لگانا چاہیئے کیونکہ یہاں تو احرام کی وجہ سے روکا گیا ہے۔

٢٠۔ بَابُ الْحَنُوطِ لِلْمَيِّتِ:

باب: میت کو خوشبو لگانا

١٢٦٦۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

[1] صحیح بخاری ١٨٤٩۔

رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا. قَالَ: «بَيْنَمَا رَجُلٌ وَاقِفٌ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَفَةَ إِذْ وَقَعَ مِنْ رَاحِلَتِهِ فَأَقْصَعَتْهُ أَوْ قَالَ فَأَقْعَصَتْهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اغْسِلُوهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ وَكَفِّنُوهُ فِي ثَوْبَيْنِ، وَلَا تُحَنِّطُوهُ وَلَا تُخَمِّرُوا رَأْسَهُ، فَإِنَّ اللهَ يَبْعَثُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبِّيًا».

ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ایوب نے، ان سے سعید بن جبیر نے اور ان سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میدان عرفہ میں وقوف کئے ہوئے تھا کہ وہ اپنے اونٹ سے گر پڑا اور اونٹ نے انہیں کچل دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہیں پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دے کر دو کپڑوں کا کفن دو، خوشبو نہ لگاؤ اور نہ سر ڈھکو کیونکہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن انہیں لبیک کہتے ہوئے اٹھائے گا۔

٢١-بَابُ كَيْفَ يُكَفَّنُ الْمُحْرِمُ:

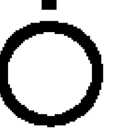
باب: محرم کو کیونکر کفن دیا جائے



١٢٦٧ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، أَخْبَرَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ، «أَنَّ رَجُلًا وَقَصَهُ بَعِيرُهُ وَنَحْنُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اغْسِلُوهُ بِمَاءٍ، وَسِدْرٍ وَكَفِّنُوهُ فِي ثَوْبَيْنِ، وَلَا تُمِسُّوهُ طِيبًا وَلَا تُخَمِّرُوا رَأْسَهُ، فَإِنَّ اللهَ يَبْعَثُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبِّدًا».

شرح بخاری

ہم سے ابوالنعمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو ابوعوانہ نے خبر دی، انہیں ابوبشر جعفر نے، انہیں سعید بن جبیر نے، انہیں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ ایک مرتبہ ہم لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ احرام باندھے ہوئے تھے کہ ایک شخص کی گردن اس کے اونٹ نے توڑ ڈالی۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہیں پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دے دو اور کپڑوں کا کفن دو اور خوشبو نہ لگاؤ نہ ان کے سر کو ڈھکو۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اٹھائے گا۔ اس حالت میں کہ وہ لبیک پکارتا ہو گا۔





١٢٦٨ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ عَمْرٍو وَأَيُّوبَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ، قَالَ: «كَانَ رَجُلٌ وَاقِفٌ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَفَةَ فَوَقَعَ عَنْ رَاحِلَتِهِ، قَالَ أَيُّوبُ: فَوَقَصَتْهُ، وَقَالَ عَمْرٌو: فَأَقْصَعَتْهُ فَمَاتَ فَقَالَ: اغْسِلُوهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ وَكَفِّنُوهُ فِي ثَوْبَيْنِ، وَلَا تُحَنِّطُوهُ وَلَا تُخَمِّرُوا رَأْسَهُ، فَإِنَّهُ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ»، قَالَ أَيُّوبُ: يُلَبِّي، وَقَالَ عَمْرٌو: مُلَبِّيًا.



ہم سے مسدد نے بیان کیا، ان سے حماد بن زید نے، ان سے عمرو اور ایوب نے، ان سے سعید بن جبیر نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میدان عرفات میں کھڑا ہوا تھا، اچانک وہ اپنی سواری سے گر پڑا۔ ایوب نے کہا اونٹنی نے اس کی گردن توڑ ڈالی۔ اور عمرو نے یوں کہا کہ اونٹنی نے اس کو گرتے ہی مار ڈالا اور اس کا انتقال ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دو اور دو کپڑوں کا کفن دو اور خوشبو نہ لگاؤ نہ سر ڈھکو کیونکہ قیامت میں یہ اٹھایا جائے گا۔ ایوب نے کہا کہ (یعنی) تلبیہ کہتے ہوئے (اٹھایا جائے گا) اور عمرو نے (اپنی روایت میں «ملبی» کے بجائے) «ملبیا» کا لفظ نقل کیا۔ (یعنی لبیک کہتا ہوا اٹھے گا)۔

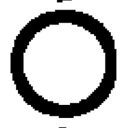
٢٢۔ بَابُ الْكَفَنِ فِي الْقَمِيصِ الَّذِي يُكَفُّ أَوْ لَا يُكَفُّ، وَمَنْ كُفِّنَ بِغَيْرِ قَمِيصٍ:

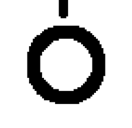
باب: قمیص میں کفن دینا اور اس کا حاشیہ سلا ہوا ہو یا بغیر سلا ہوا ہو اور بغیر قمیص کے کفن دینا

١٢٦٩ ۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ أُبَيٍّ لَمَّا تُوُفِّيَ جَاءَ ابْنُهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: «يَا رَسُولَ اللهِ أَعْطِنِي قَمِيصَكَ أُكَفِّنْهُ فِيهِ وَصَلِّ عَلَيْهِ وَاسْتَغْفِرْ لَهُ، فَأَعْطَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَمِيصَهُ، فَقَالَ: آذِنِّي أُصَلِّي عَلَيْهِ فَآذَنَهُ، فَلَمَّا أَرَادَ أَنْ يُصَلِّيَ عَلَيْهِ جَذَبَهُ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَقَالَ: أَلَيْسَ اللهُ نَهَاكَ أَنْ تُصَلِّيَ عَلَى الْمُنَافِقِينَ، فَقَالَ: أَنَا بَيْنَ خِيَرَتَيْنِ، قَالَ اللهُ تعالى: اسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ اللهُ لَهُمْ سورة التوبة آية ٨٠، فَصَلَّى عَلَيْهِ، فَنَزَلَتْ: وَلَا تُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا سورة التوبة آية ٨٤».



ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا، ان سے عبید اللہ عمری نے کہا کہ مجھ سے نافع نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کیا کہ جب عبد اللہ بن ابی (منافق) کی موت ہوئی تو اس کا بیٹا (عبد اللہ صحابی) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ! والد کے کفن کے لیے آپ اپنی قمیص عنایت فرمایئے اور ان پر نماز پڑھیے اور مغفرت کی دعا کیجئے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قمیص (غایت مروت کی وجہ سے) عنایت کی اور فرمایا کہ مجھے بتانا میں نماز جنازہ پڑھوں گا۔ عبد اللہ نے اطلاع بھجوائی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھانے کے لیے آگے بڑھے تو عمر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیچھے سے پکڑ لیا اور عرض کیا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو منافقین کی نماز جنازہ پڑھنے سے منع نہیں کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اختیار دیا گیا ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے تو ان کے لیے استغفار کر یا نہ کر اور اگر تو ستر مرتبہ بھی استغفار کرے تو بھی اللہ انہیں ہرگز







شرح بخاری

معاف نہیں کرے گا چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی۔ اس کے بعد یہ آیت اتری کسی بھی منافق کی موت پر اس کی نماز جنازہ کبھی نہ پڑھانا۔

اگر محرم احرام کی حالت میں فوت ہوجائے تو اسے خوشبو نہیں لگانی چاہیئے۔ اور اس کا سر ننگا رکھنا چاہیئے۔

"قوله یکف أولا یکف" حافظ نے ابن التین سے نقل کیا ہے کہ بعض نے اس لفظ کو یا کے ضمہ اور کاف کے فتحہ کے ساتھ ضبط کیا ہے اور بعض نے اس کے برعکس یا کی فتحہ اور کاف کے ضمہ کے ساتھ ضبط کیا ہے اور دونوں صورتوں میں فا مشدد ہے۔ اور بعض نے اسے یا کی فتحہ اور کاف کے سکون اور فا کی تخفیف اور اس کے کسرہ سے ضبط کیا ہے اور معنی کے اعتبار سے پہلا ضبط زیادہ درست ہے۔ اور ابن رشید نے دوسرے کو درست کہا ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قمیص کو کفن بنانا جائز ہے اور یکف اولا یکف سے مراد ہے کہ سلی ہو یا نہ سلی ہو یا یکف أولا یکف سے مراد یہ ہے کہ قمیص پہنائی جاسکتی ہے خواہ قمیص کا فائدہ ہو یا نہ ہو۔ کیونکہ نبی علیہ السلام کی قمیص ابن أبی کو پہنائی گئی خواہ اس کا فائدہ ہو یا نہ ہو قمیص پہنانے سے پہلے فائدہ کا یقینی ہونا ضروری نہیں ہے۔ اور اگر یکف أولا یکف ہو تو مطلب یہ ہے کہ وہ قمیص کافی ہو یا نہ ہو ابن أبی قد آور تھا اور نبی اکرم ﷺ متوسط تھے پھر بھی آپ نے اسے کرتہ پہنایا۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اللہ تعالیٰ کے قول "استغفرلهم أولا تستغفرلهم" کا لحاظ رکھا ہے کہ آپ نے ابن ابی کو اپنا کرتہ پہنا دیا اور یہ لوگوں کی تالیف قلبی کے لئے آپ نے کیا۔ خواہ ابن أبی سے عذاب کو روکے یا نہ روکے۔



"قوله ومن کفن بغیر قمیص" اور نبی اکرم ﷺ کو بغیر قمیص کے کفن دیا گیا ہے۔

"قوله فأعطاه النبی ﷺ قمیصه" یہاں یہ ذکر ہے کہ آپ نے اسے اپنی قمیص دیدی، دوسری حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا تھا کہ میں قمیص دیدوں گا، اور اس کے پاس گئے تو اسے قبر میں لٹکایا گیا تھا اور اسے قبر سے نکال کر اسے اپنی قمیص پہنائی۔ لیکن اس حدیث میں یہ ہے کہ آپ نے پہلے ہی اسے اپنی قمیص دیدی تھی۔ حافظ رحمہ اللہ نے اسکا جواب دیا ہے کہ چونکہ آپ نے قمیص دینے کا وعدہ کیا تھا لیکن آپ کا وعدہ واجب الوفاء تھا اس لئے گویا کہ آپ کا وعدہ وفا ہو ہی گیا اور گویا کہ قمیص دے ہی دی اس لئے یہاں ماضی کا صیغہ استعمال کیا ہے، ورنہ آپ نے قمیص دی بعد میں تھی اور بعض علماء یہ جواب دیتے ہیں کہ ہوسکتا ہے کہ آپ کے دو کرتے ہوں اور آپ نے پہلے وہ کرتہ دیا تھا جو عام نہیں پہنتے تھے لیکن مرنے والے کے بیٹے کا مقصد یہ تھا کہ جو کرتہ آپ کے جسم مبارک سے لگا ہوا ہے وہ کرتہ عنائت فرمائیں تو اس وقت آپ نے وہ کرتہ بھی اسے پہنا دیا۔

"قوله ألیس الله قد نهاك أن تصلي علی المنافقین" حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ سے کہا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے منافقوں پر نماز جنازہ پڑھنے سے روکا ہے تو پھر آپ کیوں نماز پڑھتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ ان پر نماز جنازہ پڑھنے سے اللہ تعالیٰ نے منع نہیں کیا۔ بلکہ اختیار دیا ہے اس لئے پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ زمخشری نے کہا ہے کہ یہ منع کی صورت ہی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کہہ دیا ہے کہ اے نبی اگر تو ستر بار بھی اس کے لئے استغفار



کرے گا کہ تو میں پھر بھی اسے نہیں بخشوں گا۔

اصل بات یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ سمجھتے تھے کہ اسے میری استغفار کا فائدہ تو نہیں ہوگا۔ اور اس بارہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے صریح نہی نہ ہونے کی وجہ سے اسکا جنازہ پڑھ دیا اور اس کے لئے استغفار کر دی اور فائدہ نہ ہونے کے باوجود استغفار کر دی تا کہ لوگ یہ نہ کہیں کہ مسلمان کسی کے مرنے کے بعد بھی ضد نہیں چھوڑتے اس لئے آپ نے اسکا جنازہ پڑھا تھا اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے منع کر دیا ورنہ آپ کو پہلے یہ معلوم تھا کہ میرے استغفار کرنے سے اسے کوئی فائدہ نہیں ہوگا اسی لئے آپ نے کہا تھا کہ اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ ستر بار سے زیادہ استغفار کرنے سے اس کی بخشش ہو جائے گی تو میں ستر سے زیادہ مرتبہ استغفار کر دوں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو معلوم تھا کہ اس منافق کی بخشش نہیں ہوگی۔

"قولہ إن تستغفرلهم سبعين مرة" سبعين مرة محاورے کے تحت کہا گیا ہے ورنہ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ستر بار سے زیادہ استغفار ہو تو معاف کر دیا جائیگا جیسا کہ کسی ایسے شخص کے بارہ میں کہا جائے کہ اسے معاف نہیں کیا جائیگا اگرچہ اس کے لئے سو بار استغفار کرلو۔ تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ دو سو مرتبہ استغفار کرنے سے معافی مل جائے گی اس لئے کہ منافق کی بخشش نہیں ہے اور آپ نے اس کے ساتھیوں کے اعتراض سے بچنے کے لئے اسکا جنازہ پڑھا تھا۔ اور اس نے بھی مرنے سے پہلے آپ کو کہا کہ میرے لئے استغفار کرنا اور جنازہ پڑھ دینا کیونکہ یہ سیاسی آدمی تھا۔ اور ہر طرف پلٹ جاتا تھا جنگ احد میں بھی اس نے ایسا کیا تھا اپنے تین سو ساتھیوں کو واپس لے کر آ گیا تھا اور آئندہ جمعہ کے دن لوگوں کے سامنے کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا اللہ تعالیٰ نے تم میں اپنا رسول بھیجا ہے اس کی اتباع کرو۔ اسی میں تمہارا فائدہ ہے ایک دفعہ پھر تقریر کرنے لگا کسی نے اسے پکڑ کر نیچے بٹھا دیا ایسے سیاسی لوگ ہوتے ہیں کبھی ادھر ہو جاتے ہیں اور کبھی ادھر جہاں اپنا مفاد نظر آئے اسی کے ساتھ مل جاتے ہیں۔

١٢٧٠ ۔ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَمْرٍو، سَمِعَ جَابِرًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: «أَتَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدَ اللهِ بْنَ أُبَيٍّ بَعْدَ مَا دُفِنَ، فَأَخْرَجَهُ فَنَفَثَ فِيهِ مِنْ رِيقِهِ وَأَلْبَسَهُ قَمِيصَهُ».

ہم سے مالک بن اسماعیل نے بیان کیا، ان سے ابن عیینہ نے بیان کیا، ان سے عمرو نے، انہوں نے جابر رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو عبداللہ بن ابی کو دفن کیا جا رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قبر سے نکلوایا اور اپنا لعاب دہن اس کے منہ میں ڈالا اور اپنی قمیص پہنائی۔

٢٣-بَابُ الْكَفَنِ بِغَيْرِ قَمِيصٍ:

باب: بغیر قمیص کے کفن دینا

١٢٧١ ۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: «كُفِّنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ سُحُولٍ

كُرْسُفٍ لَيْسَ فِيهَا قَمِيصٌ وَلَا عِمَامَةٌ».

ہم سے ابونعیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا، ان سے ہشام بن عروہ نے، ان سے عروہ بن زبیر نے، ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تین سوتی دھلے ہوئے کپڑوں کا کفن دیا گیا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کفن میں نہ قمیص تھی اور نہ عمامہ۔

١٢٧٢ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ هِشَامٍ، حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، «أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُفِّنَ فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ لَيْسَ فِيهَا قَمِيصٌ وَلَا عِمَامَةٌ».

ہم سے مسدد نے بیان کیا، ان سے یحییٰ نے ان سے ہشام نے ان سے ان کے باپ عروہ بن زبیر نے ان سے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا تھا جن میں نہ قمیص تھی اور نہ عمامہ تھا۔ امام ابوعبداللہ بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ابونعیم نے لفظ «ثلاثة» نہیں کہا اور عبداللہ بن ولید نے سفیان سے لفظ «ثلاثة» نقل کیا ہے۔

٢٤-بَابُ الْكَفَنِ وَلَا عِمَامَةٌ:

باب: عمامہ کے بغیر کفن دینے کا بیان



١٢٧٣ ـ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، «أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُفِّنَ فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ بِيضٍ سَحُولِيَّةٍ لَيْسَ فِيهَا قَمِيصٌ وَلَا عِمَامَةٌ».

ہم سے اسماعیل نے بیان کیا کہا کہ مجھ سے مالک نے بیان کیا، ان سے ہشام بن عروہ نے، ان سے ان کے باپ عروہ بن زبیر نے، ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سحول کے تین سفید کپڑوں کا کفن دیا گیا تھا نہ ان میں قمیص تھی اور نہ عمامہ تھا۔

"قوله سحولية" بعض کہتے ہیں کہ یہ یمن کی ایک بستی کا نام ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اسکا معنی روئی ہے۔

"قوله فی ثلاثة أثواب" طبقات ابن سعد میں ہے کہ شعبی کہتے ہیں کہ یہ تین کپڑے ازار رداء اور لفافہ تھے۔

٢٥-بَابُ الْكَفَنِ مِنْ جَمِيعِ الْمَالِ:

باب: کفن کی تیاری میت کے سارے مال میں سے کرنا چاہیے

وَبِهِ قَالَ عَطَاءٌ وَالزُّهْرِيُّ وَعَمْرُو بْنُ دِينَارٍ وَقَتَادَةُ وَقَالَ عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ الْحَنُوطُ مِنْ جَمِيعِ الْمَالِ وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ يُبْدَأُ بِالْكَفَنِ ثُمَّ بِالدَّيْنِ ثُمَّ بِالْوَصِيَّةِ وَقَالَ سُفْيَانُ أَجْرُ الْقَبْرِ، وَالْغَسْلِ هُوَ مِنَ الْكَفَنِ.



اور عطاء اور زہری اور عمرو بن دینار اور قتادہ رضی اللہ عنہ کا یہی قول ہے۔ اور عمرو بن دینار نے کہا خوشبودار کا

خرچ بھی سارے مال سے کیا جائے۔ اور ابراہیم نخعی نے کہا پہلے مال میں سے کفن کی تیاری کریں، پھر قرض ادا کریں۔ پھر وصیت پوری کریں اور سفیان ثوری نے کہا قبر اور غسال کی اجرت بھی کفن میں داخل ہے۔

١٢٧٤ ۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَكِّيُّ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: «أُتِيَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَوْمًا بِطَعَامِهِ، فَقَالَ: قُتِلَ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ وَكَانَ خَيْرًا مِنِّي فَلَمْ يُوجَدْ لَهُ مَا يُكَفَّنُ فِيهِ إِلَّا بُرْدَةٌ، وَقُتِلَ حَمْزَةُ أَوْ رَجُلٌ آخَرُ خَيْرٌ مِنِّي فَلَمْ يُوجَدْ لَهُ مَا يُكَفَّنُ فِيهِ إِلَّا بُرْدَةٌ، لَقَدْ خَشِيتُ أَنْ يَكُونَ قَدْ عُجِّلَتْ لَنَا طَيِّبَاتُنَا فِي حَيَاتِنَا الدُّنْيَا، ثُمَّ جَعَلَ يَبْكِي».

ہم سے احمد بن محمد مکی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابراہیم بن سعد نے، ان سے ان کے باپ سعد نے اور ان سے ان کے والد ابراہیم بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا کہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک دن کھانا رکھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ (غزوہ احد میں) شہید ہوئے، وہ مجھ سے افضل تھے۔ لیکن ان کے کفن کے لیے ایک چادر کے سوا اور کوئی چیز مہیا نہ ہو سکی۔ اسی طرح جب حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے یا کسی دوسرے صحابی کا نام لیا، وہ بھی مجھ سے افضل تھے۔ لیکن ان کے کفن کے لیے بھی صرف ایک ہی چادر مل سکی۔ مجھے تو ڈر لگتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارے چین اور آرام کے سامان ہم کو جلدی سے دنیا ہی میں دے دیئے گئے ہوں پھر وہ رونے لگے۔

شرح بخاری

جمیع المال سے مراد رأس المال ہے۔ اور ترجمہ باب سے مراد یہ ہے کہ فوت ہونے والے کی تجہیز و تکفین کا خرچ اس کے چھوڑے ہوئے مال سے کیا جائیگا۔ اگرچہ وہ مقروض ہو لیکن پہلے مرنے والے کے مال سے اس کی تجہیز و تکفین پر خرچ کیا جائیگا اور اس میں کفن کا خرچ اور قبر کھودنے اور غاسل کی اجرت وغیرہ سب شامل ہے اس کے بعد اس کے مال سے وہ قرضہ ادا کیا جائے گا جو اس کے ذمہ ہے اس کے بعد اگر اس نے وصیت کی ہو تو وہ تیسرے حصے تک ادا کی جائے گی اس کے بعد جو مال بچ جائے وہ ذوی الفروض اور عصبات میں تقسیم کیا جائے گا احناف کے ہاں بھی تجہیز و تکفین مقدم ہے اور اگر اس میں ہی سارا مال خرچ ہو جائے تو کوئی حرج نہیں ہے اہل ظاہر کی رائے یہ ہے کہ پہلے قرض ادا کرنا چاہیئے کیونکہ اسکا چھوڑا ہوا مال دراصل قرض خواہوں کا مال ہے وہ اسکا مال نہیں ہوتا۔ اور اگر قرض ادا کرنے سے تجہیز و تکفین کے لئے مال نہ بچے تو کہتے ہیں مانگ کر اسکی تجہیز و تکفین کی جائے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کا مذہب وہی ہے جو جمہور کا ہے کہ پہلے تجہیز و تکفین ہے۔

"قولہ ثم جعل یبکی" اور وہ رونے لگے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دن کہہ دیا جائے "أذهبتم طيباتكم في حياتكم الدنيا" وہ اس سے ڈرتے ہوئے رونے لگے لیکن مسلم میں آتا ہے کہ مسلمان کے نیک اعمال کا بدلہ ملے گا اور دنیا کی نعمتوں کی وجہ سے کاٹ نہیں ہوگی۔

٢٦-بَابُ إِذَا لَمْ يُوجَدْ إِلَّا ثَوْبٌ وَاحِدٌ:

باب: اگر میت کے پاس ایک ہی کپڑا نکلے

١٢٧٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَبِيهِ إِبْرَاهِيمَ، «أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ عَوْفٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أُتِيَ بِطَعَامٍ وَكَانَ صَائِمًا، فَقَالَ: قُتِلَ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ وَهُوَ خَيْرٌ مِنِّي كُفِّنَ فِي بُرْدَةٍ إِنْ غُطِّيَ رَأْسُهُ بَدَتْ رِجْلَاهُ وَإِنْ غُطِّيَ رِجْلَاهُ بَدَا رَأْسُهُ، وَأُرَاهُ قَالَ: وَقُتِلَ حَمْزَةُ وَهُوَ خَيْرٌ مِنِّي ثُمَّ بُسِطَ لَنَا مِنَ الدُّنْيَا مَا بُسِطَ أَوْ، قَالَ: أُعْطِينَا مِنَ الدُّنْيَا مَا أُعْطِينَا وَقَدْ خَشِينَا أَنْ تَكُونَ حَسَنَاتُنَا عُجِّلَتْ لَنَا، ثُمَّ جَعَلَ يَبْكِي حَتَّى تَرَكَ الطَّعَامَ».

ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، کہا کہ ہم کو شعبہ نے خبر دی، انہیں سعد بن ابراہیم نے، انہیں ان کے باپ ابراہیم بن عبدالرحمٰن نے کہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے سامنے کھانا حاضر کیا گیا۔ وہ روزہ سے تھے اس وقت انہوں نے فرمایا کہ ہائے! مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ شہید کئے گئے، وہ مجھ سے بہتر تھے۔ لیکن ان کے کفن کے لیے صرف ایک چادر میسر آسکی کہ اگر اس سے ان کا سر ڈھانکا جاتا تو پاؤں کھل جاتے اور پاؤں ڈھانکے جاتے تو سر کھل جاتا اور میں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے یہ بھی فرمایا اور حمزہ رضی اللہ عنہ بھی (اسی طرح) شہید ہوئے وہ بھی مجھ سے اچھے تھے۔ پھر ان کے بعد دنیا کی کشادگی ہمارے لیے خوب ہوئی یا یہ فرمایا کہ دنیا ہمیں بہت دی گئی اور ہمیں تو اس کا ڈر لگتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہماری نیکیوں کا بدلہ اسی دنیا میں ہم کو مل گیا ہو پھر آپ اس طرح رونے لگے کہ کھانا بھی چھوڑ دیا۔







٢٧-بَابُ إِذَا لَمْ يَجِدْ كَفَنًا إِلَّا مَا يُوَارِي رَأْسَهُ أَوْ قَدَمَيْهِ غَطَّى رَأْسَهُ:

باب: جب کفن کا کپڑا چھوٹا ہو کہ سر اور پاؤں دونوں نہ ڈھک سکیں تو سر چھپا دیں (اور پاؤں پر گھاس وغیرہ ڈال دیں)

١٢٧٦ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ، حَدَّثَنَا شَقِيقٌ، حَدَّثَنَا خَبَّابٌ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: «هَاجَرْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَلْتَمِسُ وَجْهَ اللهِ فَوَقَعَ أَجْرُنَا عَلَى اللهِ، فَمِنَّا مَنْ مَاتَ لَمْ يَأْكُلْ مِنْ أَجْرِهِ شَيْئًا مِنْهُمْ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ، وَمِنَّا مَنْ أَيْنَعَتْ لَهُ ثَمَرَتُهُ فَهُوَ يَهْدِبُهَا قُتِلَ يَوْمَ أُحُدٍ فَلَمْ نَجِدْ مَا نُكَفِّنُهُ إِلَّا بُرْدَةً إِذَا غَطَّيْنَا بِهَا رَأْسَهُ خَرَجَتْ رِجْلَاهُ وَإِذَا غَطَّيْنَا رِجْلَيْهِ خَرَجَ رَأْسُهُ، فَأَمَرَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نُغَطِّيَ رَأْسَهُ، وَأَنْ نَجْعَلَ عَلَى رِجْلَيْهِ مِنَ

الْإِذْخِرِ».

ہم سے عمر بن حفص بن غیاث نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے میرے والد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اعمش نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شقیق نے بیان کیا، کہا ہم سے خباب بن ارت رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، کہ ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف اللہ کے لیے ہجرت کی۔ اب ہمیں اللہ تعالیٰ سے اجر ملنا ہی تھا۔ ہمارے بعض ساتھی تو انتقال کر گئے اور (اس دنیا میں) انہوں نے اپنے کئے کا کوئی پھل نہیں دیکھا۔ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ بھی انہیں لوگوں میں سے تھے اور ہمارے بعض ساتھیوں کا میوہ پک گیا اور وہ چن چن کر کھاتا ہے۔ (مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ) احد کی لڑائی میں شہید ہوئے ہم کو ان کے کفن میں ایک چادر کے سوا اور کوئی چیز نہ ملی اور وہ بھی ایسی کہ اگر اس سے سر چھپاتے ہیں تو پاؤں کھل جاتا ہے اور اگر پاؤں ڈھکتے تو سر کھل جاتا۔ آخر یہ دیکھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سر کو چھپا دیں اور پاؤں پر سبز گھاس اذخر نامی ڈال دیں۔

٢٨-بَابُ مَنِ اسْتَعَدَّ الْكَفَنَ فِي زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يُنْكَرْ عَلَيْهِ:

باب: ان کے بیان میں جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اپنا کفن خود ہی تیار رکھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر کسی طرح کا اعتراض نہیں فرمایا

١٢٧٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ سَهْلٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، «أَنَّ امْرَأَةً جَاءَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبُرْدَةٍ مَنْسُوجَةٍ فِيهَا حَاشِيَتُهَا، أَتَدْرُونَ مَا الْبُرْدَةُ ؟، قَالُوا: الشَّمْلَةُ، قَالَ: نَعَمْ، قَالَتْ: نَسَجْتُهَا بِيَدِي فَجِئْتُ لِأَكْسُوَكَهَا، فَأَخَذَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحْتَاجًا إِلَيْهَا، فَخَرَجَ إِلَيْنَا وَإِنَّهَا إِزَارُهُ فَحَسَّنَهَا فُلَانٌ، فَقَالَ: اكْسُنِيهَا مَا أَحْسَنَهَا ؟، قَالَ: الْقَوْمُ مَا أَحْسَنْتَ لَبِسَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحْتَاجًا إِلَيْهَا، ثُمَّ سَأَلْتَهُ وَعَلِمْتَ أَنَّهُ لَا يَرُدُّ، قَالَ: إِنِّي وَاللهِ مَا سَأَلْتُهُ لِأَلْبَسَهُ إِنَّمَا سَأَلْتُهُ لِتَكُونَ كَفَنِي ؟»، قَالَ سَهْلٌ: فَكَانَتْ كَفَنَهُ.

ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالعزیز بن ابی حازم نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ نے اور ان سے سہل رضی اللہ عنہ نے کہ ایک عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بنی ہوئی حاشیہ دار چادر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تحفہ لائی۔ سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے (حاضرین سے) پوچھا کہ تم جانتے ہو چادر کیا؟ لوگوں نے کہا کہ جی ہاں! شملہ۔ سہل رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں شملہ (تم نے ٹھیک بتایا) خیر اس عورت نے کہا کہ میں نے اپنے ہاتھ سے اسے بنا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ

وسلم کو پہنانے کے لیے لائی ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کپڑا قبول کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اس وقت ضرورت بھی تھی پھر اسے ازار کے طور پر باندھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے تو ایک صاحب (عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ) نے کہا کہ یہ تو بڑی اچھی چادر ہے، یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے پہنا دیجئے۔ لوگوں نے کہا کہ آپ نے (مانگ کر) کچھ اچھا نہیں کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنی ضرورت کی وجہ سے پہنا تھا اور تم نے یہ مانگ لیا حالانکہ تم کو معلوم ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی کا سوال رد نہیں کرتے۔ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اللہ کی قسم! میں نے اپنے پہننے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ چادر نہیں مانگی تھی۔ بلکہ میں اسے اپنا کفن بناؤں گا۔ سہل رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ وہی چادر ان کا کفن بنی۔

"قولہ فلم ینکر" کاف کی فتحہ کے ساتھ صیغہ مجہول ہے۔ اور اگر کاف کے کسرہ کے ساتھ ہو تو ضمیر فاعل سے مراد نبی اکرم ﷺ ہوں گے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمہ باب میں یہ قید لگا کر اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ حدیث مذکور میں ذکر ہونے والا اصحابہ کرام کا انکار آپ سے چادر مانگنے پر تھا کفن بنانے پر نہیں۔ کیونکہ جب انہیں آپ سے چادر مانگنے کا عذر بتایا گیا کہ میں نے اسے اپنا کفن بنانے کے لئے آپ سے مانگا ہے۔ تب صحابہ کرام نے اس کا اس پر انکار نہیں کیا۔ گویا کہ یہ مسئلہ حدیث تقریری کی طرح ہے۔

"قولہ فیھا حاشیتھا" اس سے مراد یہ ہے کہ وہ چادر حاشیہ سمیت دی گئی حاشیہ منقطع کر کے بلا حاشیہ نہیں دی گئی۔ یا اس سے مراد یہ ہے کہ جو چادر دی گئی وہ بالکل نئی تھی وہ استعمال نہیں کی گئی تھی اور اسکا کنارہ اس سے منقطع نہیں ہوا تھا اس سے معلوم ہوا کہ اپنی زندگی میں اپنا کفن بنا کر رکھا جاسکتا ہے جیسا کہ بعض لوگ اپنی زندگی میں اپنا کفن بنا کر رکھ لیتے ہیں۔ بعض حاجی زمزم کے پانی سے دھوتے ہیں لیکن اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

۲۹-بَابُ اتِّبَاعِ النِّسَاءِ الْجَنَائِزَ:

باب: عورتوں کا جنازے کے ساتھ جانا کیسا ہے؟

١٢٧٨ - حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ بْنُ عُقْبَةَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ أُمِّ الْهُذَيْلِ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: «نُهِينَا عَنْ إتباع الجنائز وَلَمْ يُعْزَمْ عَلَيْنَا».

ہم سے قبیصہ بن عقبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا، ان سے خالد حذاء نے، ان سے ام ہذیل حفصہ بنت سیرین نے، ان سے ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ہمیں (عورتوں کو) جنازے کے ساتھ چلنے سے منع کیا گیا مگر تاکید سے منع نہیں ہوا۔

"قولہ ولم یعزم علینا" یعنی یہ نہی مؤکد نہیں تھی اگر کوئی عورت جنازے کے ساتھ چلی جائے تو اس سے چشم پوشی کی جاسکتی ہے ویسے ان کا ساتھ جانا بہتر نہیں ہے۔

۳۰-بَابُ إِحْدَادِ الْمَرْأَةِ عَلَى غَيْرِ زَوْجِهَا:

باب: عورت کا اپنے خاوند کے سوا اور کسی پر سوگ کرنا کیسا ہے؟

١٢٧٩ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ، حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ عَلْقَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، قَالَ: تُوُفِّيَ ابْنٌ لِأُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، فَلَمَّا كَانَ الْيَوْمُ الثَّالِثُ دَعَتْ بِصُفْرَةٍ فَتَمَسَّحَتْ بِهِ، وَقَالَتْ «نُهِينَا أَنْ نُحِدَّ أَكْثَرَ مِنْ ثَلَاثٍ إِلَّا بِزَوْجٍ».

ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے بشر بن مفضل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سلمہ بن علقمہ نے اور ان سے محمد بن سیرین نے کہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا کے ایک بیٹے کا انتقال ہو گیا۔ انتقال کے تیسرے دن انہوں نے صفرہ خلوق (ایک قسم کی زرد خوشبو) منگوائی اور اسے اپنے بدن پر لگایا اور فرمایا کہ خاوند کے سوا کسی دوسرے پر تین دن سے زیادہ سوگ کرنے سے ہمیں منع کیا گیا ہے۔

اگر کسی عورت کا خاوند فوت ہو جائے تو اس پر وہ عورت چار ماہ دس دن سوگ کرے اور اگر وہ حاملہ ہو تو وضع حمل عدت ہے۔ خاوند کے علاوہ باپ یا بھائی یا بیٹا فوت ہو جائے تو تین دن سوگ ہے سوگ سے مراد یہ ہے کہ زیب و زینت نہ لگائے اور زینت والے کپڑے نہ پہنے، خوشبو نہ لگائے یعنی دواعی جماع یعنی جماع کے اسباب سے پرہیز کرے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کام کاج ہی چھوڑ دے خاوند کے فوت ہونے پر دواعی جماع سے روکا گیا ہے کیونکہ عدت کے اندر اس پر نکاح کرنا منع ہے لیکن باپ یا بھائی وغیرہ کے فوت ہونے پر ترک زینت ضروری نہیں ہے۔ عورت اگر زینت لگا لے یا اچھے کپڑے پہن لے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ خاوند کے علاوہ دوسروں کے لئے تین دن تک سوگ کرنے کی اجازت ہے ضروری نہیں ہے۔

١٢٨٠ ـ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ بْنُ مُوسَى، قَالَ: أَخْبَرَنِي حُمَيْدُ بْنُ نَافِعٍ، عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ. قَالَتْ: «لَمَّا جَاءَ نَعْيُ أَبِي سُفْيَانَ مِنَ الشَّأْمِ دَعَتْ أُمُّ حَبِيبَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا بِصُفْرَةٍ فِي الْيَوْمِ الثَّالِثِ، فَمَسَحَتْ عَارِضَيْهَا وَذِرَاعَيْهَا، وَقَالَتْ: إِنِّي كُنْتُ عَنْ هَذَا لَغَنِيَّةً لَوْلَا أَنِّي سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تُحِدَّ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ، إِلَّا عَلَى زَوْجٍ فَإِنَّهَا تُحِدُّ عَلَيْهِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا».

ہم سے عبداللہ بن زبیر حمیدی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ایوب بن موسیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے حمید بن نافع نے زینب بنت ابی سلمہ سے خبر دی کہ ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر جب شام سے آئی تو ام حبیبہ رضی اللہ عنہا (ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی اور ام المؤمنین) نے تیسرے دن صفرہ (خوشبو) منگوا کر اپنے دونوں رخساروں اور بازوؤں پر ملا اور فرمایا کہ اگر میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ نہ سنا ہوتا کہ کوئی بھی

عورت جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہو اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ شوہر کے سوا کسی کا سوگ تین دن سے زیادہ منائے اور شوہر کا سوگ چار مہینے دس دن کرے۔ تو مجھے اس وقت اس خوشبو کے استعمال کی ضرورت نہیں تھی۔

"قوله جاء نعي أبي سفيان من الشام دعت أم حبيبة" احناف کہتے ہیں یہ بخاری میں غلط حدیث آگئی ہے کیونکہ اہل سیرت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ابوسفیان کی موت شام میں واقع نہیں ہوئی بلکہ اھل علم کا اتفاق ہے کہ ابوسفیان مدینہ میں ۳۲ھ میں فوت ہوا ہے اور "من الشام" کا لفظ کسی راوی کی غلطی ہے اور بخاری نے بھی ویسے ہی روایت نقل کردی ہے چونکہ معاویہ بن ابی سفیان شام میں تھے اس لئے وہیں فوت ہونے کی خبر آگئی ہے اور یہ لفظ "من الشام" راوی کی غلطی ہے۔

لیکن یہ اعتراض امام بخاری رحمہ اللہ پر تب ہو جبکہ اہل سیرت کی روایات بخاری سے زیادہ قوی ہوں۔ اور جبکہ بخاری کی روایت قوی ہے۔ تو اہل سیرت کا ضعیف روایات پر اتفاق کرلینا دلیل نہیں بن سکتا۔ دوسری چیز یہ بھی قابل غور ہے کہ اگر راوی نے یہ غلط لفظ بولا ہے تو اس کا حدیث پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ جس کا سوگ سے تعلق ہے۔ سوگ سے متعلق یہ حدیث صحیح ہے۔ جیسا کہ سوگ سے متعلق حدیث گذر بھی چکی ہے اور آئندہ بھی آرہی ہے۔

ویسے ابوسفیان کی موت کی خبر شام سے آنا غلط معلوم ہوتا ہے کیونکہ شام سے خبر آتے ہوئے ایک مہینہ تو راستہ میں لگ جاتا تھا اور سوگ کے دن صرف تین ہیں۔ اور حدیث میں تیسرے دن خوشبو لگانے کا ذکر ہے جبکہ مہینہ راستے میں لگ جاتا ہے تو ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا تیسرے دن خوشبو لگانا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے اور سوگ مرنے والے کی موت کے بعد ہوتا ہے موت کی خبر ملنے سے سوگ شروع نہیں ہوتا جبکہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے اپنے باپ کی وفات سے تین دن بعد خوشبو لگائی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ ابوسفیان کی موت مدینہ میں واقع ہوئی ہے نہ کہ شام میں۔ اور "من الشام" کا لفظ راوی کا وہم ہے۔ ہاں حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی زندگی میں ان کے بھائی یزید بن ابی سفیان کے شام میں فوت ہونے کی خبر کا آنا ممکن ہے جو کہ شام میں امیر تھا جیسا کہ ابن ابی شیبہ کی روایت ہے "جاء نعي أخي أم حبيبة أو حميم لها فدعت بصفرة فلطخت به ذراعيها"[1]۔

"قوله إني كنت عن هذا لغنية" کیونکہ عورت کی زیب و زینت خاوند کے لئے ہوتی ہے اور حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے خاوند نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تھے جو کہ فوت ہو گئے تھے لہذا ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو خوشبو لگانے کی ضرورت نہیں تھی لیکن انہوں نے اپنے باپ کی وفات کے تیسرے دن خوشبو لگائی۔ تاکہ بتایا جائے کہ خاوند کے علاوہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ نہیں ہے۔

۱۲۸۱ ۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ نَافِعٍ، عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ أَخْبَرَتْهُ، قَالَتْ:

---

[1] فتح الباری لابن حجر رحمہ اللہ ج ۳ ص ۱۴۷۔

دَخَلْتُ عَلَى أُمِّ حَبِيبَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ تُحِدُّ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ، إِلَّا عَلَى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا.

ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے عبداللہ بن ابی بکر نے بیان کیا، ان سے محمد بن عمرو بن حزم نے، ان سے حمید بن نافع نے، ان کو زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئی تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ کوئی بھی عورت جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہو اس کے لیے شوہر کے سوا کسی مردے پر بھی تین دن سے زیادہ سوگ منانا جائز نہیں ہے۔ ہاں شوہر پر چار مہینے دس دن تک سوگ منائے۔

۱۲۸۲ ۔ ثُمَّ دَخَلْتُ عَلَى زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ حِينَ تُوُفِّيَ أَخُوهَا فَدَعَتْ بِطِيبٍ فَمَسَّتْ بِهِ، ثُمَّ قَالَتْ: مَا لِي بِالطِّيبِ مِنْ حَاجَةٍ غَيْرَ أَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ، يَقُولُ: لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ تُحِدُّ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ، إِلَّا عَلَى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا».

پھر میں زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے یہاں گئی جب کہ ان کے بھائی کا انتقال ہوا، انہوں نے خوشبو منگوائی اور اسے لگایا، پھر فرمایا کہ مجھے خوشبو کی کوئی ضرورت نہ تھی لیکن میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ کسی بھی عورت کو جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہو، جائز نہیں ہے کہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے۔ لیکن شوہر کا سوگ (عدت) چار مہینے دس دن تک کرے۔

۳۱۔بَابُ زِيَارَةِ الْقُبُورِ:
باب: قبروں کی زیارت کرنا

۱۲۸۳ ۔ حَدَّثَنَا آدَمُ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا ثَابِتٌ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: «مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِامْرَأَةٍ تَبْكِي عِنْدَ قَبْرٍ، فَقَالَ: اتَّقِي اللهَ وَاصْبِرِي. قَالَتْ: إِلَيْكَ عَنِّي فَإِنَّكَ لَمْ تُصَبْ بِمُصِيبَتِي وَلَمْ تَعْرِفْهُ، فَقِيلَ لَهَا: إِنَّهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَتَتْ بَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ تَجِدْ عِنْدَهُ بَوَّابِينَ، فَقَالَتْ: لَمْ أَعْرِفْكَ، فَقَالَ: إِنَّمَا الصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْأُولَى».

ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے ثابت نے بیان کیا اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک عورت پر ہوا جو قبر پر بیٹھی رو

رہی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ سے ڈر اور صبر کر۔ وہ بولی جاؤ جی پرے ہٹو۔ یہ مصیبت تم پر پڑی ہوتی تو پتہ چلتا۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان نہ سکی تھی۔ پھر جب لوگوں نے اسے بتایا کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تھے، تو اب وہ (گھبرا کر) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر پہنچی۔ وہاں اسے کوئی دربان نہ ملا۔ پھر اس نے کہا کہ میں آپ کو پہچان نہ سکی تھی۔ (معاف فرمایئے) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صبر تو جب صدمہ شروع ہو اس وقت کرنا چاہیے (اب کیا ہوتا ہے)۔

اس حدیث سے امام بخاری رحمہ اللہ کا استدلال یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اس عورت کے قبر پر رونے دھونے کا انکار کیا ہے لیکن اس کے قبرستان میں آنے یا قبر کے پاس بیٹھنے پر کوئی انکار نہیں کیا۔ اور آپ کا اس عورت کو قبرستان میں آنے پر برقرار رکھنا اس کے جواز کی دلیل ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ وہ احادیث نہیں لائے جو زیارت قبور کے جواز پر صراحت کے ساتھ دلالت کرتی ہیں کیونکہ وہ احادیث امام بخاری کی شرط پر نہیں تھیں جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے "نهيتكم عن زيارة القبور فزوروها[1]" اور ابوداؤد اور نسائی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے "فانها تذكر الآخرة[2]" بھی مروی ہے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے "فإنها تزهد في الدنيا[3]" بھی آتا ہے۔

٣٢-بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يُعَذَّبُ الْمَيِّتُ بِبَعْضِ بُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ» إِذَا كَانَ النَّوْحُ مِنْ سُنَّتِهِ:



باب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ میت پر اس کے گھر والوں کے رونے سے عذاب ہوتا ہے یعنی جب رونا ماتم کرنا میت کے خاندان کی رسم ہو

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كُلُّكُمْ رَاعٍ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ فَإِذَا لَمْ يَكُنْ مِنْ سُنَّتِهِ فَهُوَ كَمَا قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى وَهُوَ كَقَوْلِهِ: وَإِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ ذُنُوبًا إِلَى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَمَا يُرَخَّصُ مِنَ الْبُكَاءِ فِي غَيْرِ نَوْحٍ، وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تُقْتَلُ نَفْسٌ ظُلْمًا إِلَّا كَانَ عَلَى ابْنِ آدَمَ الْأَوَّلِ كِفْلٌ مِنْ دَمِهَا وَذَلِكَ لِأَنَّهُ أَوَّلُ مَنْ سَنَّ الْقَتْلَ.

کیونکہ اللہ پاک نے سورۃ التحریم میں فرمایا کہ اپنے نفس کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ یعنی ان کو برے کاموں سے منع کرو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں ہر کوئی نگہبان ہے اور اپنے ماتحتوں سے پوچھا جائے گا اور اگر یہ رونا پیٹنا اس کے خاندان کی رسم نہ ہو اور پھر اچانک کوئی اس پر رونے لگے تو عائشہ رضی اللہ عنہا کا دلیل لینا اس آیت سے صحیح ہے کہ کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان



1. مسلم (١٠٦) ٩٧٧۔
2. مسلم (١٠٨) ٩٧٦۔
3. سنن ابن ماجہ ١٥٧١۔

دوسرے کو اپنا بوجھ اٹھانے کو بلائے تو وہ اس کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ اور بغیر نوحہ چلائے پیٹے رونا درست ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا میں جب کوئی ناحق خون ہوتا ہے تو آدم کے پہلے بیٹے قابیل پر اس خون کا کچھ وبال پڑتا ہے کیونکہ ناحق خون کی بناسب سے پہلے اسی نے ڈالی۔

اس پر ایک اعتراض یہ ہے کہ میت پر رونا جائز ہے تو اس پر عذاب کیوں ہوتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ بکاء یعنی رونے سے مراد یہاں نوحہ والا رونا ہے جس میں بال اکھاڑے جائیں۔ سر پر ہاتھ مارے جائیں۔ سینہ کوبی کی جائے۔ اور بے صبری کے کلمات کہے جائیں۔ اس طرح نوحہ کی شکل میں رونا یہاں مراد ہے۔ اور یہ جائز نہیں ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کہتے ہیں۔ اونچی آواز سے رونا جائز نہیں ہے لیکن بعض دفعہ روتے وقت انسان کی آواز اونچی نکل جاتی ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

یہاں دلائل میں بظاہر تعارض ہے کیونکہ حدیث مذکور کا تقاضا یہ ہے کہ رونے سے میت کو عذاب ہوتا ہے لیکن قرآن کریم کی آیت بظاہر اس کے خلاف ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے "ولا تزر وازرة وزر أخرى [1]" اس کا تقاضا یہ ہے کہ عذاب نہیں ہونا چاہیئے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے ان دونوں کے درمیان یہ تطبیق دی ہے کہ جب کسی شخص کے گھر والوں کی میت پر رونے چلانے کی عادت ہو یا وہ ماتم اور بین کرتے ہوں تو مرنے والے پر فرض ہے کہ وہ اپنی زندگی میں انہیں رونے اور نوحہ کرنے سے روکے۔ کیونکہ قرآن کریم میں ہے "قوا أنفسكم وأهليكم نارًا [2]" اپنی جانوں کو اور اپنے اہل وعیال کو جہنم کی آگ سے بچاؤ، لہذا جب انہیں روکے گا نہیں، تو اسے اپنا فرض ادا نہ کرنے کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے۔ یا جبکہ وہ اپنے مرنے پر پچھلوں کو خوب رونے کی وصیت کر جائے جیسا کہ جاہلیت میں رونے کی وصیت کر کے جاتے تھے پھر بھی اسے عذاب ہوتا ہے کیونکہ اس طرح تو وہ جرم میں ان کے ساتھ شریک ہو جاتا ہے اور اگر اپنی زندگی میں انہیں مرنے والوں پر روتے اور چیختے چلاتے دیکھتا رہا لیکن انہیں منع نہیں کیا۔ تو اپنے منع نہ کرنے کے فعل کی وجہ سے اسے عذاب ہوگا "یعذب المیت ببعض بکاء أهله علیه" حدیث سے یہی مراد ہے اگر وہ اپنی زندگی میں خود یہ کام کرتا تھا یا اس رونے دھونے کو پسند کرتا تھا یا باوجود علم کے کہ وہ نوحہ کا کام کرتے ہیں انہیں روک کر نہیں گیا تو ان کے رونے سے میت کو عذاب ہوتا ہے لیکن اگر وہ اس کام کو پسند نہیں کرتا تھا۔ بلکہ اس سے روکتا تھا تو اسے پچھلوں کے رونے کی وجہ سے عذاب نہیں ہوگا۔ اور قرآن کریم کی آیت "ولا تزر وازرة وزر أخرى" سے یہی مراد ہے۔

بعض علماء نے ان دو قسم کے دلائل میں یہ تطبیق بھی دی ہے کہ عذاب کی دو قسمیں ہیں ایک عذاب سببیت ہوتا اور ایک عذاب مجازات ہوتا ہے۔ "ولا تزر وازرة وزر أخرى" یہ عذاب مجازات کا اصول ہے کہ گناہ کوئی کرے اور چٹی کوئی اور بھرے۔ یہ نہیں ہوسکتا۔ لیکن جس جرم میں مرنے والا سبب بنتا ہو۔ مثلاً وہ خود نوحہ کرتا رہا ہو یا اسے پسند

---

[1] فاطر: ۱۸۔

[2] التحریم: ۶۔

کرتا ہو یا نوحہ کرنے اور چیخنے چلانے کی وصیت کر کے گیا ہو تو ایسے رونے والوں کے رونے سے میت کو عذاب ہوتا ہے اور یہ عذاب سببیت ہے جس میں مرنے والا عذاب کا سبب بنتا ہے۔ جیسے ایک آدمی دوسرے کو اپنے ہاتھ سے مارے تو مارنے والا بھی اپنے ہاتھ میں تکلیف محسوس کرتا ہے۔ یہ مارتا کسی اور کو ہے اور تکلیف کسی اور کو ہو رہی ہے۔ یہ سببیت کی تکلیف ہے اسی طرح رونے والوں کے رونے کا اثر میت پر ہوتا ہے جبکہ وہ رونے کا سبب بنے۔ اور اس کی تکلیف میت کو بھی ہوتی ہے۔ یہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی رائے ہے کہ میت کو عذاب مجازات نہیں ہوتا۔ عذاب سببیت ہوتا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ زندوں کے رونے سے میت کے عذاب سے مراد صرف یہ ہے کہ مرنے والے کو احساس ہوتا ہے کہ میں اپنی تکلیف میں ہوں اور وہ اپنی تکلیف میں ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ جب رونے والے میت کو روتے ہوئے اسے "واجبلاہ" وغیرہ کہتے ہیں تو فرشتے اسے کہتے ہیں "أنت كذلك"؟ کیا تو ایسا ہے؟ تو یہ ندامت اور سرزنش جو اسے ہوتی ہے یہی اسکے عذاب سے مراد ہے۔

بعض اس عذاب سے یہ مراد لیتے ہیں کہ رونے والے میت کے جرائم ذکر کرتے تھے کہ تو بڑا ڈاکو تھا بڑا لٹیرا تھا بڑا قاتل تھا ان کی ان بولیوں پر تو اسے عذاب ہوتا تھا "يعذب الميت ببكاء أهله عليه" سے یہی مراد ہے یعنی رونے والے ان کلمات سے اس کی تعریف کیا کرتے تھے جبکہ یہ کلمات اس قابل تھے کہ ان کی وجہ سے اسے عذاب کیا جائے۔ یہ نہیں کہ ان کے ساتھ اس کی تعریف کی جائے۔

"قوله فإذا لم يكن من سنته" یعنی اگر پچھلوں کی نوحہ کی عادت ہو تو انہیں روکنا چاہیے۔ لیکن اگر ان کی رونے چلانے کی عادت نہ ہو۔ اور انسان سمجھتا ہو کہ یہ سب مسلمان اسلامی تعلیمات پر چلنے والے ہیں تو پھر روکنے یا وصیت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

١٢٨٤ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، وَمُحَمَّدٌ قَالَا: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ، أَخْبَرَنَا عَاصِمُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنِي أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: أَرْسَلَتِ ابْنَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْهِ إِنَّ ابْنًا لِي قُبِضَ، فَأْتِنَا فَأَرْسَلَ يُقْرِئُ السَّلَامَ، وَيَقُولُ: «إِنَّ لِلَّهِ مَا أَخَذَ وَلَهُ مَا أَعْطَى وَكُلٌّ عِنْدَهُ بِأَجَلٍ مُسَمًّى، فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ، فَأَرْسَلَتْ إِلَيْهِ تُقْسِمُ عَلَيْهِ لَيَأْتِيَنَّهَا، فَقَامَ وَمَعَهُ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ، وَمَعَاذُ بْنُ جَبَلٍ، وَأُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ، وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَرِجَالٌ، فَرُفِعَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّبِيُّ وَنَفْسُهُ تَتَقَعْقَعُ، قَالَ: حَسِبْتُهُ أَنَّهُ قَالَ: كَأَنَّهَا شَنٌّ، فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ، فَقَالَ سَعْدٌ: يَا رَسُولَ اللهِ مَا هَذَا؟، فَقَالَ: هَذِهِ رَحْمَةٌ جَعَلَهَا اللهُ فِي قُلُوبِ عِبَادِهِ، وَإِنَّمَا يَرْحَمُ اللهُ مِنْ عِبَادِهِ الرُّحَمَاءَ».

ہم سے عبدان اور محمد بن مقاتل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام عبداللہ بن مبارک نے خبر دی،

کہا کہ ہم کو عاصم بن سلیمان نے خبر دی، انہیں ابوعثمان عبدالرحمٰن نہدی نے، کہا کہ مجھ سے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صاحبزادی (زینب رضی اللہ عنہا) نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع کرائی کہ میرا ایک لڑکا مرنے کے قریب ہے، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سلام کہلوایا اور کہلوایا کہ اللہ تعالیٰ ہی کا سارا مال ہے، جو لے لیا وہ اسی کا تھا اور جو اس نے دیا وہ بھی اسی کا تھا اور ہر چیز اس کی بارگاہ سے وقت مقررہ پر ہی واقع ہوتی ہے۔ اس لیے صبر کرو اور اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھو۔ پھر زینب رضی اللہ عنہا نے قسم دے کر اپنے یہاں بلوا بھیجا۔ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلمجانے کے لیے اٹھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سعد بن عبادہ، معاذ بن جبل، ابی بن کعب، زید بن ثابت اور بہت سے دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ بچے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیا گیا۔ جس کی جانکنی کا عالم تھا۔ ابوعثمان نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ اسامہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جیسے پرانا مشکیزہ ہوتا ہے (اور پانی کے ٹکرانے کی اندر سے آواز ہوتی ہے۔ اسی طرح جانکنی کے وقت بچہ کے حلق سے آواز آرہی تھی) یہ دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو بہ نکلے۔ سعد رضی اللہ عنہ بول اٹھے کہ یارسول اللہ! یہ رونا کیسا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تو اللہ کی رحمت ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے (نیک) بندوں کے دلوں میں رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ بھی اپنے ان رحم دل بندوں پر رحم فرماتا ہے جو دوسروں پر رحم کرتے ہیں۔

شرح بخاری

"قولہ أرسلت ابنة النبی" یہ آپ کی بیٹی زینب تھی جس نے پیغام بھیجا تھا۔ جیسا کہ مصنف ابن أبی شیبہ میں ہے "قولہ إن اللہ ما أخذ لہ ما أعطی" لینے کو دینے سے مقدم کیا ہے حالانکہ واقع اور نفس الأمر میں دینا مقدم ہے لینے سے۔ کیونکہ مقام اور محل کا تقاضا یہی تھا کہ لینے کو مقدم کیا جائے اور آپ کی مراد یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے جو دیا تھا اسے لے لیا ہے لہذا لینے والے نے اپنی چیز ہی واپس لی ہے۔ اور اس پر جزع فزع جائز نہیں ہے کیونکہ یہ بچہ آپ کے پاس امانت تھی اور امانت کی واپسی پر جزع فزع نہیں ہونی چاہیئے۔

"قولہ فقال سعد یارسول اللہ ﷺ ما ھذا" حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا یہ مقصد نہیں تھا کہ یہ رونا ممنوع ہے بلکہ ان کا مقصد یہ تھا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے بڑا صبر دیا ہے تو اس صبر کے ہوتے ہوئے یہ رونا بھی نہیں چاہیئے، تو آپ نے اس کے جواب میں فرمایا "ھذہ رحمة" یہ رونا رحمت ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں میں ڈالی ہے۔

١٢٨٥ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ، حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ هِلَالِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: «شَهِدْنَا بِنْتًا لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ عَلَى الْقَبْرِ، قَالَ: فَرَأَيْتُ عَيْنَيْهِ تَدْمَعَانِ، قَالَ: فَقَالَ هَلْ مِنْكُمْ رَجُلٌ لَمْ يُقَارِفِ اللَّيْلَةَ؟، فَقَالَ أَبُو

طَلْحَةَ: أَنَا، قَالَ: فَانْزِلْ، قَالَ: فَنَزَلَ فِي قَبْرِهَا».

ہم سے عبداللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا، کہا ہم سے ابوعامر عقدی نے بیان کیا، کہا ہم سے فلیح بن سلیمان نے بیان کیا، ان سے ہلال بن علی نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک بیٹی (ام کلثوم رضی اللہ عنہا) کے جنازہ میں حاضر تھے۔ (وہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں۔ جن کا ۵ھ میں انتقال ہوا) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قبر پر بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر آئی تھیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ کیا تم میں کوئی ایسا شخص بھی ہے کہ جو آج کی رات عورت کے پاس نہ گیا ہو۔ اس پر ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر قبر میں تم اترو۔ چنانچہ وہ ان کی قبر میں اترے۔

"قولہ بنتًا لرسول اللہ" یہ آپ کی بیٹی حضرت ام کلثوم تھی جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں۔ اس سے مراد حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا نہیں ہیں کیونکہ حضرت رقیہ کی وفات کے وقت آپ موجود نہیں تھے۔ بلکہ اس وقت آپ جنگ بدر کے لئے گئے ہوئے تھے حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا ۲ھ میں فوت ہوگئی تھیں جبکہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا ۹ھ میں فوت ہوئی تھیں۔



١٢٨٦ ـ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ قَالَ: «تُوُفِّيَتِ ابْنَةٌ لِعُثْمَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ بِمَكَّةَ، وَجِئْنَا لِنَشْهَدَهَا وَحَضَرَهَا ابْنُ عُمَرَ وَابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ، وَإِنِّي لَجَالِسٌ بَيْنَهُمَا، أَوْ قَالَ: جَلَسْتُ إِلَى أَحَدِهِمَا، ثُمَّ جَاءَ الْآخَرُ فَجَلَسَ إِلَى جَنْبِي، فَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا لِعَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ: أَلَا تَنْهَى عَنِ الْبُكَاءِ، فَإِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ.

ہم سے عبدان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبداللہ بن مبارک نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو ابن جریج نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ مجھے عبداللہ بن عبیداللہ بن ابی ملیکہ نے خبر دی کہ عثمان رضی اللہ عنہ کی ایک صاحبزادی (ام ابان) کا مکہ میں انتقال ہو گیا تھا۔ ہم بھی ان کے جنازے میں حاضر ہوئے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بھی تشریف لائے۔ میں ان دونوں حضرات کے درمیان میں بیٹھا ہوا تھا یا یہ کہا کہ میں ایک بزرگ کے قریب بیٹھ گیا اور دوسرے بزرگ بعد میں آئے اور میرے بازو میں بیٹھ گئے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے عمرو بن عثمان سے کہا (جو ام ابان کے بھائی تھے) رونے سے کیوں نہیں روکتے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو فرمایا ہے کہ میت پر گھر والوں کے رونے سے عذاب ہوتا ہے۔



"قوله توفيت ابنة لعثمان" یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیٹی اُم اَبان تھی۔

"قوله كان عمر يقول بعض ذلك" یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ "إن الميت ليعذب ببكاء أهله عليه" نہیں کہتے تھے بلکہ "ببعض بكاء أهله عليه" کہتے تھے اور بعض بکاء سے مراد نوحہ والا رونا ہے جو کہ ممنوع ہے۔

"قوله ذكرت ذلك لعائشة رضي الله عنها" حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس یہ حدیث ذکر ہوئی تو انہوں نے کہا۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ رونے والا کوئی اور ہو اور عذاب میت کو کیا جائے۔ یہ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودیہ عورت کے متعلق فرمایا تھا کہ کافروں کو ان پر زندوں کے رونے کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے اور انہوں نے کہا۔ تمہیں قرآن کافی ہے قرآن میں ہے "ولا تزر وازرة وزر اخرى" حالانکہ اس پر اعتراض آتا ہے کہ زندوں کے رونے سے میت کو عذاب کیونکر ہوسکتا ہے؟ اور آیت "ولا تزر وازرة وزر أخرى" کافر اور مسلمان دونوں کو شامل ہے۔ یا کافر کو اس لئے مستثنیٰ کیا جائیگا کہ کافر رونے کی وصیت کرتے ہیں۔ پھر تو ان کے اپنے فعل کی وجہ سے عذاب ہوگا۔ اسی طرح وہ مسلمان جو اپنا فرض ادا نہ کرے وہ بھی اس حکم میں داخل ہوگا۔

"قوله هو أضحك وأبكى" یعنی جبکہ اللہ تعالیٰ ہی ہنساتا اور رلاتا ہے تو عذاب کیونکر ہوسکتا ہے گویا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ تکلیف کے مقابلہ میں تقدیر کو لے آئے۔ حالانکہ تکلیف کے مقابلہ میں تقدیر کو پیش نہیں کرنا چاہیئے۔ اور ضحک وبکاء غیر اختیاری ہو تو اس پر کوئی مواخذہ نہیں ہے۔

"قوله قالت حسبكم القرآن" یعنی اس حدیث کے مقابلہ میں قرآن تمہیں کافی ہے لیکن یہ تو تب ہو جبکہ قرآن وحدیث میں تطبیق نہ ہوسکتی ہو۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمہ باب میں تطبیق دے دی ہے۔

۱۲۸۷ ۔ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: قَدْ كَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، يَقُولُ بَعْضَ ذَلِكَ، ثُمَّ حَدَّثَ، قَالَ: صَدَرْتُ مَعَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ مِنْ مَكَّةَ حَتَّى إِذَا كُنَّا بِالْبَيْدَاءِ إِذَا هُوَ بِرَكْبٍ تَحْتَ ظِلِّ سَمُرَةٍ، فَقَالَ: اذْهَبْ فَانْظُرْ مَنْ هَؤُلَاءِ الرَّكْبُ، قَالَ: فَنَظَرْتُ، فَإِذَا صُهَيْبٌ، فَأَخْبَرْتُهُ، فَقَالَ: ادْعُهُ لِي فَرَجَعْتُ إِلَى صُهَيْبٍ، فَقُلْتُ: ارْتَحِلْ فَالْحَقْ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، فَلَمَّا أُصِيبَ عُمَرُ دَخَلَ صُهَيْبٌ يَبْكِي، يَقُولُ: وَا أَخَاهُ وَا صَاحِبَاهُ فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: يَا صُهَيْبُ أَتَبْكِي عَلَيَّ، وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الْمَيِّتَ يُعَذَّبُ بِبَعْضِ بُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ.

اس پر عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی تائید کی کہ عمر رضی اللہ عنہ نے بھی ایسا ہی فرمایا تھا۔ پھر آپ بیان کرنے لگے کہ میں عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ سے چلا جب ہم بیداء تک پہنچے تو سامنے ایک ببول کے درخت کے نیچے چند سوار نظر پڑے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جا کر دیکھو تو سہی یہ کون لوگ ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا تو صہیب رضی اللہ عنہ تھے۔ پھر جب اس کی اطلاع دی تو آپ نے فرمایا کہ انہیں بلا لاؤ۔ میں صہیب رضی اللہ عنہ کے پاس دوبارہ آیا اور کہا کہ چلئے امیر المؤمنین بلاتے ہیں۔

چنانچہ وہ خدمت میں حاضر ہوئے۔ (خیر یہ قصہ تو ہو چکا) پھر جب عمر رضی اللہ عنہ زخمی کئے گئے تو صہیب رضی اللہ عنہ روتے ہوئے اندر داخل ہوئے۔ وہ کہہ رہے تھے ہائے میرے بھائی! ہائے میرے صاحب! اس پر عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ صہیب رضی اللہ عنہ! تم مجھ پر روتے ہو، تم نہیں جانتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میت پر اس کے گھر والوں کے رونے سے عذاب ہوتا ہے۔

١٢٨٨ ۔ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: فَلَمَّا مَاتَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ذَكَرْتُ ذَلِكَ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، فَقَالَتْ: رَحِمَ اللّٰهُ عُمَرَ، وَاللّٰهِ مَا حَدَّثَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ لَيُعَذِّبُ الْمُؤْمِنَ بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ وَلَكِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِنَّ اللّٰهَ لَيَزِيدُ الْكَافِرَ عَذَابًا بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ، وَقَالَتْ: حَسْبُكُمُ الْقُرْآنُ وَلا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى سورة الأنعام آية ١٦٤، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: عِنْدَ ذَلِكَ، وَاللّٰهُ هُوَ أَضْحَكَ، وَأَبْكَى. قَالَ: ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ وَاللّٰهِ مَا قَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا شَيْئًا».

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جب عمر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا تو میں نے اس حدیث کا ذکر عائشہ رضی اللہ عنہا سے کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ رحمت عمر رضی اللہ عنہ پر ہو۔ بخدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا ہے کہ اللہ مومن پر اس کے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے عذاب کرے گا بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کافر کا عذاب اس کے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے اور زیادہ کر دیتا ہے۔ اس کے بعد کہنے لگیں کہ قرآن کی یہ آیت تم کو بس کرتی ہے کہ کوئی کسی کے گناہ کا ذمہ دار اور اس کا بوجھ اٹھانے والا نہیں۔ اس پر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس وقت (یعنی ام ابان کے جنازے میں) سورۃ النجم کی یہ آیت پڑھی اور اللہ ہی ہنساتا ہے اور وہی رلاتا ہے۔ ابن ابی ملیکہ نے کہا کہ اللہ کی قسم! ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ تقریر سن کر ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کچھ جواب نہیں دیا۔



١٢٨٩ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ، أَنَّهَا سَمِعَتْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَتْ: «إِنَّمَا مَرَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى يَهُودِيَّةٍ يَبْكِي عَلَيْهَا أَهْلُهَا، فَقَالَ: إِنَّهُمْ لَيَبْكُونَ عَلَيْهَا وَإِنَّهَا لَتُعَذَّبُ فِي قَبْرِهَا».

ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، انہیں امام مالک نے خبر دی، انہیں عبداللہ بن ابی بکر نے، انہیں ان کے باپ نے اور انہیں عمرہ بنت عبدالرحمٰن نے، انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا۔ آپ نے کہا کہ ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، انہیں امام مالک



نے خبر دی، انہیں عبداللہ بن ابی بکر نے، انہیں ان کے باپ نے اور انہیں عمرہ بنت عبدالرحمٰن نے، انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا۔ آپ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک یہودی عورت پر ہوا جس کے مرنے پر اس کے گھر والے رو رہے تھے۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ لوگ رو رہے ہیں حالانکہ اس کو قبر میں عذاب کیا جارہا ہے۔

١٢٩٠ ـ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ خَلِيلٍ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ وَهُوَ الشَّيْبَانِيُّ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: «لَمَّا أُصِيبَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ جَعَلَ صُهَيْبٌ يَقُولُ: وَا أَخَاهُ، فَقَالَ عُمَرُ: أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِبُكَاءِ الْحَيِّ».

ہم سے اسماعیل بن خلیل نے بیان کیا، ان سے علی بن مسہر نے بیان کیا، ان سے ابواسحاق شیبانی نے، ان سے ابوبردہ نے اور ان سے ان کے والد ابوموسیٰ اشعری نے کہ جب عمر رضی اللہ کو زخمی کیا گیا تو صہیب رضی اللہ عنہ یہ کہتے ہوئے آئے، ہائے میرے بھائی! اس پر عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مردے کو اس کے گھر والوں کے رونے سے عذاب کیا جاتا ہے۔

٣٣ـ بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ النِّيَاحَةِ عَلَى الْمَيِّتِ:

باب: میت پر نوحہ کرنا مکروہ ہے

وَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: دَعْهُنَّ يَبْكِينَ عَلَى أَبِي سُلَيْمَانَ مَا لَمْ يَكُنْ نَقْعٌ أَوْ لَقْلَقَةٌ وَالنَّقْعُ التُّرَابُ عَلَى الرَّأْسِ وَاللَّقْلَقَةُ الصَّوْتُ.

اور عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، عورتوں کو ابوسلیمان (خالد بن ولید) پر رونے دے جب تک وہ خاک نہ اڑائیں اور چلائیں نہیں۔ «نقع» سر پر مٹی ڈالنے کو اور «لقلقة» چلانے کو کہتے ہیں۔

١٢٩١ ـ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُبَيْدٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنِ الْمُغِيرَةِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: «إِنَّ كَذِبًا عَلَيَّ لَيْسَ كَكَذِبٍ عَلَى أَحَدٍ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا، فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ، سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: مَنْ نِيحَ عَلَيْهِ يُعَذَّبُ بِمَا نِيحَ عَلَيْهِ».

ہم سے ابونعیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سعید بن عبید نے، ان سے علی بن ربیعہ نے اور ان سے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ میرے متعلق کوئی جھوٹی بات کہنا عام لوگوں سے متعلق جھوٹ بولنے کی طرح نہیں ہے جو شخص بھی جان بوجھ کر میرے اوپر جھوٹ بولے وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔ اور میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

سے یہ بھی سنا کہ کسی میت پر اگر نوحہ وماتم کیا جائے تو اس نوحہ کی وجہ سے بھی اس پر عذاب ہوتا ہے۔

"قوله من النياحة" میں "من" تبعیضیہ ہے یعنی بعض قسم کا نوحہ ممنوع ہے جیسے بلند آواز سے رونا، بال اکھاڑنا رخسار کو یا چہرے کو پیٹنا برے کلمات کہنا۔ یہ بعض کا خیال ہے کہ "من" تبعیضیہ ہے اور ابن منیر نے کہا ہے کہ یہ من بیان جنس کے لئے ہے اور ما موصولہ ہے یعنی الذی یکرہ من جنس البكاء هو النياحة اور کراہت سے مراد کراہت تحریمی ہے۔

"قوله اللقلقة الصوت" یعنی بلند آواز سے رونا بھی درست نہیں ہے۔

١٢٩٢ ـ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «الْمَيِّتُ يُعَذَّبُ فِي قَبْرِهِ بِمَا نِيحَ عَلَيْهِ»، تَابَعَهُ عَبْدُ الْأَعْلَى، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، وَقَالَ آدَمُ عَنْ شُعْبَةَ، الْمَيِّتُ يُعَذَّبُ بِبُكَاءِ الْحَيِّ عَلَيْهِ.

ہم سے عبدان عبداللہ بن عثمان نے بیان کیا، کہا کہ مجھے میرے باپ نے خبر دی، انہیں شعبہ نے، انہیں قتادہ نے، انہیں سعید بن مسیب نے، انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے باپ عمر رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میت کو اس پر نوحہ کئے جانے کی وجہ سے بھی قبر میں عذاب ہوتا ہے۔ عبدان کے ساتھ اس حدیث کو عبدالاعلیٰ نے بھی یزید بن زریع سے روایت کیا۔ انہوں نے کہا ہم سے سعید بن ابی عروبہ نے بیان کیا، کہا ہم سے قتادہ نے۔ اور آدم بن ابی ایاس نے شعبہ سے یوں روایت کیا کہ میت پر زندے کے رونے سے عذاب ہوتا ہے۔

٣٤۔ بَابٌ:

١٢٩٣ ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُنْكَدِرِ، قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: «جِيءَ بِأَبِي يَوْمَ أُحُدٍ قَدْ مُثِّلَ بِهِ حَتَّى وُضِعَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ سُجِّيَ ثَوْبًا فَذَهَبْتُ أُرِيدُ أَنْ أَكْشِفَ عَنْهُ فَنَهَانِي قَوْمِي، ثُمَّ ذَهَبْتُ أَكْشِفُ عَنْهُ فَنَهَانِي قَوْمِي، فَأَمَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرُفِعَ فَسَمِعَ صَوْتَ صَائِحَةٍ، فَقَالَ: مَنْ هَذِهِ؟، فَقَالُوا: ابْنَةُ عَمْرٍو أَوْ أُخْتُ عَمْرٍو، قَالَ: فَلِمَ تَبْكِي أَوْ لَا تَبْكِي، فَمَا زَالَتِ الْمَلَائِكَةُ تُظِلُّهُ بِأَجْنِحَتِهَا حَتَّى رُفِعَ».

ہم سے علی بن عبداللہ بن مدینی نے بیان کیا، ان سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے محمد بن منکدر نے بیان کیا، کہا کہ میں نے جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما سے سنا، انہوں نے فرمایا کہ

میرے والد کی لاش احد کے میدان سے لائی گئی۔ (مشرکوں نے) آپ کی صورت تک بگاڑ دی تھی۔ نعش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھی گئی۔ اوپر سے ایک کپڑا ڈھکا ہوا تھا، میں نے چاہا کہ کپڑے کو ہٹاؤں۔ لیکن میری قوم نے مجھے روکا۔ پھر دوبارہ کپڑا ہٹانے کی کوشش کی۔ اس مرتبہ بھی میری قوم نے مجھ کو روک دیا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے جنازہ اٹھایا گیا۔ اس وقت کسی زور زور سے رونے والے کی آواز سنائی دی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا کہ یہ عمرو کی بیٹی یا (یہ کہا کہ) عمرو کی بہن ہیں۔ (نام میں سفیان کو شک ہوا تھا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روتی کیوں ہیں؟ یا یہ فرمایا کہ روؤ نہیں کہ ملائکہ برابر اپنے پروں کا سایہ کئے رہے ہیں جب تک اس کا جنازہ اٹھایا گیا۔

"قولہ فنهاني قومي" کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے باپ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا کفار نے مثلہ کر دیا تھا جبکہ وہ جنگِ احد میں شہید ہو گئے تھے۔ اور ان کی حالت زیادہ بدل گئی تھی اس لئے لوگوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو دیکھنے سے منع کیا تاکہ دیکھ کر انہیں زیادہ غم اور پریشانی لاحق نہ ہو جائے۔

"قولہ فقالوا ابنة عمرو أو أخت عمرو" یہ سفیان راوی کی شک ہے۔ اور صحیح "بنت عمرو" ہے اور یہ فاطمۃ بنت عمرو ہے۔

قولہ تبکی أولا تبکی یعنی یہ شہید عظیم قدر و منزلت والا ہے جسے فرشتے اپنے پروں کے ساتھ سایہ کئے ہوئے ہیں اس پر رونا مناسب نہیں ہے بلکہ اس کے اس اعزاز پر خوش ہونا چاہیئے۔

٣٥۔ بَابُ لَيْسَ مِنَّا مَنْ شَقَّ الْجُيُوبَ:

باب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ گریبان چاک کرنے والے ہم میں سے نہیں ہیں

١٢٩٤ ـ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا زُبَيْدٌ الْيَامِيُّ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَطَمَ الْخُدُودَ وَشَقَّ الْجُيُوبَ وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ».

ہم سے ابونعیم نے بیان کیا، کہ ہم سے سفیان ثوری نے، ان سے زبید یامی نے بیان کیا، ان سے ابراہیم نخعی نے، ان سے مسروق نے اور ان سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو عورتیں (کسی کی موت پر) اپنے چہروں کو پیٹتی اور گریبان چاک کر لیتی ہیں اور جاہلیت کی باتیں بکتی ہیں وہ ہم میں سے نہیں ہیں۔

قولہ لیس منا اسکا مطلب یہ ہے کہ میں ایسے شخص کی شفاعت نہیں کروں گا اور نہ اس کی حمایت کروں گا اور حمایت اپنوں کی کی جاتی ہے گویا یہ ہم میں سے نہیں ہے جو مصیبت کے وقت رخسار پیٹے اور گریبان چاک کرے۔

٣٦۔بَابُ رِثَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَعْدَ ابْنَ خَوْلَةَ:

باب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ کی وفات پر افسوس کرنا

١٢٩٥ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وقاص عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: «كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُنِي عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ مِنْ وَجَعٍ اشْتَدَّ بِي، فَقُلْتُ: إِنِّي قَدْ بَلَغَ بِي مِنَ الْوَجَعِ وَأَنَا ذُو مَالٍ وَلَا يَرِثُنِي إِلَّا ابْنَةٌ أَفَأَتَصَدَّقُ بِثُلُثَيْ مَالِي، قَالَ: لَا، فَقُلْتُ: بِالشَّطْرِ، فَقَالَ: لَا، ثُمَّ قَالَ: الثُّلُثُ وَالثُّلُثُ كَبِيرٌ أَوْ كَثِيرٌ، إِنَّكَ أَنْ تَذَرَ وَرَثَتَكَ أَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِنْ أَنْ تَذَرَهُمْ عَالَةً يَتَكَفَّفُونَ النَّاسَ، وَإِنَّكَ لَنْ تُنْفِقَ نَفَقَةً تَبْتَغِي بِهَا وَجْهَ اللّٰهِ إِلَّا أُجِرْتَ بِهَا حَتَّى مَا تَجْعَلُ فِي فِي امْرَأَتِكَ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ أُخَلَّفُ بَعْدَ أَصْحَابِي ؟، قَالَ: إِنَّكَ لَنْ تُخَلَّفَ فَتَعْمَلَ عَمَلًا صَالِحًا إِلَّا ازْدَدْتَ بِهِ دَرَجَةً وَرِفْعَةً، ثُمَّ لَعَلَّكَ أَنْ تُخَلَّفَ حَتَّى يَنْتَفِعَ بِكَ أَقْوَامٌ وَيُضَرَّ بِكَ آخَرُونَ، اللّٰهُمَّ أَمْضِ لِأَصْحَابِي هِجْرَتَهُمْ وَلَا تَرُدَّهُمْ عَلَى أَعْقَابِهِمْ»، لَكِنِ الْبَائِسُ سَعْدُ بْنُ خَوْلَةَ يَرْثِي لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ مَاتَ بِمَكَّةَ.

ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، انہیں امام مالک نے خبر دی۔ انہیں ابن شہاب نے، انہیں عامر بن سعد بن ابی وقاص نے اور انہیں ان کے والد سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع کے سال (١٠ھ میں) میری عیادت کے لیے تشریف لائے۔ میں سخت بیمار تھا۔ میں نے کہا کہ میرا مرض شدت اختیار کر چکا ہے میرے پاس مال واسباب بہت ہے اور میری صرف ایک لڑکی ہے جو وارث ہو گی تو کیا میں اپنے دو تہائی مال کو خیرات کر دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں۔ میں نے کہا آدھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک تہائی کر دو اور یہ بھی بڑی خیرات ہے یا بہت خیرات ہے اگر تو اپنے وارثوں کو اپنے پیچھے مالدار چھوڑ جائے تو یہ اس سے بہتر ہو گا کہ محتاجی میں انہیں اس طرح چھوڑ کر جائے کہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں۔ یہ یاد رکھو کہ جو خرچ بھی تم اللہ کی رضا کی نیت سے کرو گے تو اس پر بھی تمہیں ثواب ملے گا۔ حتیٰ کہ اس لقمہ پر بھی جو تم اپنی بیوی کے منہ میں رکھو۔ پھر میں نے پوچھا کہ یارسول اللہ! میرے ساتھی تو مجھے چھوڑ کر (حجۃ الوداع کر کے) مکہ سے جا رہے ہیں اور میں ان سے پیچھے رہ رہا ہوں۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہاں رہ کر بھی اگر تم کوئی نیک عمل کرو گے تو اس سے تمہارے درجے بلند ہوں گے اور شاید ابھی تم زندہ رہو گے اور بہت سے لوگوں کو (مسلمانوں کو) تم سے فائدہ پہنچے گا اور بہتوں کو (کفار و مرتدین کو) نقصان۔ (پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی) اے اللہ!

میرے ساتھیوں کو ہجرت پر استقلال عطافرما اور ان کے قدم پیچھے کی طرف نہ لوٹا۔ لیکن مصیبت زدہ سعد بن خولہ تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے مکہ میں وفات پاجانے کی وجہ سے اظہار غم کیا تھا۔

یہاں "رثاء" سے مراد فطری غم ہے اور فطری غم ممنوع نہیں ہے۔ ایک حدیث میں "نهي رسول الله ﷺ عن المراثي[1]" آیا ہے اس سے مراد مرثیہ خوانی کرنا اور ایسے کلمات کہنا ہے جو مزید توجع اور تکلیف کا باعث بنیں یہ ممنوع ہے۔

قوله أخلف بعد أصحابي حضرت سعد رضی اللہ عنہ افسوس کا اظہار کرتے تھے کہ کیا میں بغیر ہجرت کے ہی فوت ہوجاؤں گا۔ اس کے بعد "لن تخلف فتعمل عملا صالحاً" سے مراد موت نہیں ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ تو میرے بعد بھی زندہ رہے گا۔

٣٧۔ بَابُ مَا يُنْهَى مِنَ الْحَلْقِ عِنْدَ الْمُصِيبَةِ:

باب: غمی کے وقت سر منڈوانے کی ممانعت

١٢٩٦ ـ وَقَالَ الْحَكَمُ بْنُ مُوسَى: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ جَابِرٍ أَنَّ الْقَاسِمَ بْنَ مُخَيْمِرَةَ حَدَّثَهُ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو بُرْدَةَ بْنُ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: وَجِعَ أَبُو مُوسَى وَجَعًا شَدِيدًا فَغُشِيَ عَلَيْهِ وَرَأْسُهُ فِي حَجْرِ امْرَأَةٍ مِنْ أَهْلِهِ فَلَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يَرُدَّ عَلَيْهَا شَيْئًا، فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ: أَنَا بَرِيءٌ مِمَّنْ بَرِئَ مِنْهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَرِئَ مِنَ: الصَّالِقَةِ، وَالْحَالِقَةِ، وَالشَّاقَّةِ

اور حکم بن موسیٰ نے بیان کیا کہ ہم سے یحییٰ بن حمزہ نے بیان کیا، ان سے عبدالرحمٰن بن جابر نے کہ قاسم بن مخیمرہ نے ان سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابوبردہ بن ابوموسیٰ نے بیان کیا کہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیمار پڑے، ایسے کہ ان پر غشی طاری تھی اور ان کا سر ان کی ایک بیوی ام عبداللہ بنت ابی رومہ کی گود میں تھا (وہ ایک زور کی چیخ مار کر رونے لگی) ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ اس وقت کچھ بول نہ سکے لیکن جب ان کو ہوش ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ میں بھی اس کام سے بیزار ہوں جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیزاری کا اظہار فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (کسی غم کے وقت) چلا کر رونے والی، سر منڈوانے والی اور گریبان چاک کرنے والی عورتوں سے اپنی بیزاری کا اظہار فرمایا تھا۔

یعنی موت یا کسی بھی مصیبت کے وقت سر منڈوانے سے روکا گیا ہے جیسا کہ ہندوؤں میں اسکا رواج ہے کہ باپ مر جائے تو سر کے بال اور پلکیں منڈوادیتے بلکہ مونچھیں بھی منڈوادیتے ہیں داڑھی پہلے ہی منڈھی ہوتی ہے۔

[1] سنن ابن ماجہ ١٥٩٢۔

۳۸۔بَابُ لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُودَ:

باب: رخسار پیٹنے والے ہم میں سے نہیں ہیں (یعنی ہماری امت سے خارج ہیں)

۱۲۹۷ ۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُرَّةَ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُودَ، وَشَقَّ الْجُيُوبَ، وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ».

ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالرحمٰن بن مہدی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا، ان سے اعمش نے، ان سے عبداللہ بن مرہ نے، ان سے مسروق نے اور ان سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص (کسی میت پر) اپنے رخسار پیٹے، گریبان پھاڑے اور عہد جاہلیت کی سی باتیں کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

اس ترجمہ باب سے مراد بھی وہی ہے جو "باب لیس منا من شق الجیوب" میں گذرا ہے۔

"قولہ لیس منا من ضرب الخدود" کسی مرنے والے پر ایسے کام کرنا منع ہے لیکن یہی کام کسی اور مقصد کے لئے کئے جائیں تو ممانعت نہیں ہے جیسا کہ موطا وغیرہ میں حدیث آتی ہے کہ ایک اعرابی نے روزے کی حالت میں اپنی بیوی سے جماع کرلیا اور سر کے بال اکھاڑتا ہوا اور سینے پر مارتا ہوا آیا اور کہا اے اللہ کے رسول میں ہلاک ہوگیا[1]۔ حافظ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ کام اس نے دین کی حفاظت کی نیت سے کیا ہے کہ کہیں روزہ ضائع نہ ہوجائے اس لئے اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اگر یہ کام مصیبت کی وجہ سے کیا جائے تو ممنوع ہے۔

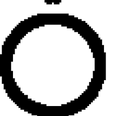


شرح بخاری

۳۹۔بَابُ مَا يُنْهَى مِنَ الْوَيْلِ وَدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ عِنْدَ الْمُصِيبَةِ:

باب: اس بارے میں کہ مصیبت کے وقت جاہلیت کی باتیں اور واویلا کرنے کی ممانعت ہے

۱۲۹۸ ۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُرَّةَ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَيْسَ مِنَّا مَنْ: ضَرَبَ الْخُدُودَ، وَشَقَّ الْجُيُوبَ، وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ».





ہم سے عمر بن حفص نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ حفص نے اور ان سے اعمش نے اور ان سے عبداللہ بن مرہ نے، ان سے مسروق نے اور ان سے عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو (کسی کی موت پر) اپنے رخسار پیٹے، گریبان چاک کرے اور جاہلیت کی باتیں کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔



---

(1) موطا مالک ۱۰۴۴۔(۳۱۴)

٤٠- بَابُ مَنْ جَلَسَ عِنْدَ الْمُصِيبَةِ يُعْرَفُ فِيهِ الْحُزْنُ:

باب: جو شخص مصیبت کے وقت ایسا بیٹھے کہ وہ غمگین دکھائی دے

١٢٩٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، قَالَ: سَمِعْتُ يَحْيَى، قَالَ: أَخْبَرَتْنِي عَمْرَةُ، قَالَتْ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: «لَمَّا جَاءَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَتْلُ ابْنِ حَارِثَةَ، وَجَعْفَرٍ وَابْنِ رَوَاحَةَ جَلَسَ يُعْرَفُ فِيهِ الْحُزْنُ، وَأَنَا أَنْظُرُ مِنْ صَائِرِ الْبَابِ شَقِّ الْبَابِ، فَأَتَاهُ رَجُلٌ، فَقَالَ: إِنَّ نِسَاءَ جَعْفَرٍ وَذَكَرَ بُكَاءَهُنَّ فَأَمَرَهُ أَنْ يَنْهَاهُنَّ، فَذَهَبَ ثُمَّ أَتَاهُ الثَّانِيَةَ لَمْ يُطِعْنَهُ، فَقَالَ: انْهَهُنَّ، فَأَتَاهُ الثَّالِثَةَ، قَالَ: وَاللهِ لَقَدْ غَلَبْنَنَا يَا رَسُولَ اللهِ، فَزَعَمَتْ أَنَّهُ قَالَ: فَاحْثُ فِي أَفْوَاهِهِنَّ التُّرَابَ، فَقُلْتُ: أَرْغَمَ اللهُ أَنْفَكَ لَمْ تَفْعَلْ مَا أَمَرَكَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ تَتْرُكْ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْعَنَاءِ».

ہم سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالوہاب نے بیان کیا، کہا کہ میں نے یحییٰ سے سنا، انہوں نے کہا کہ مجھے عمرہ نے خبر دی، کہا کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا آپ نے کہا کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو زید بن حارثہ، جعفر اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم کی شہادت (غزوہ موتہ میں) کی خبر ملی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت اس طرح تشریف فرما تھے کہ غم کے آثار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر ظاہر تھے۔ میں دروازے کے سوراخ سے دیکھ رہی تھی۔ اتنے میں ایک صاحب آئے اور جعفر رضی اللہ عنہ کے گھر کی عورتوں کے رونے کا ذکر کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہیں رونے سے منع کر دے۔ وہ گئے لیکن واپس آکر کہا کہ وہ تو نہیں مانتیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا کہ انہیں منع کر دے۔ اب وہ تیسری مرتبہ واپس ہوئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! قسم اللہ کی وہ تو ہم پر غالب آگئی ہیں (عمرہ نے کہا کہ) عائشہ رضی اللہ عنہا کو یقین ہوا کہ (ان کے اس کہنے پر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر ان کے منہ میں مٹی جھونک دے۔ اس پر میں نے کہا کہ تیرا برا ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب جس کام کا حکم دے رہے ہیں وہ تو کرو گے نہیں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف میں ڈال دیا۔

١٣٠٠ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ، حَدَّثَنَا عَاصِمٌ الْأَحْوَلُ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: «قَنَتَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهْرًا حِينَ قُتِلَ الْقُرَّاءُ، فَمَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَزِنَ حُزْنًا قَطُّ أَشَدَّ مِنْهُ».

ہم سے عمرو بن علی نے بیان کیا، ان سے محمد بن فضیل نے بیان کیا، ان سے عاصم احول نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ جب قاریوں کی ایک جماعت شہید کر دی گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک

مہینہ تک قنوت پڑھتے رہے۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی نہیں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان دنوں سے زیادہ کبھی غمگین رہے ہوں۔

۴۱۔ بَابُ مَنْ لَمْ يُظْهِرْ حُزْنَهُ عِنْدَ الْمُصِيبَةِ:

باب: جو شخص مصیبت کے وقت (اپنے نفس پر زور ڈال کر) اپنا رنج ظاہر نہ کرے

وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ كَعْبٍ الْقُرَظِيُّ الْجَزَعُ: الْقَوْلُ السَّيِّئُ، وَالظَّنُّ السَّيِّئُ وَقَالَ يَعْقُوبُ عَلَيْهِ السَّلَامِ: إِنَّمَا أَشْكُو بَثِّي وَحُزْنِي إِلَى اللهِ.

اور محمد بن کعب قرظی نے کہا کہ «جزع» اس کو کہتے ہیں کہ بری بات منہ سے نکالنا اور پروردگار سے بدگمانی کرنا، اور یعقوب علیہ السلام نے کہا تھا «إنما أشكو بثى وحزنى إلى الله» میں تو اس بے قراری اور رنج کا شکوہ اللہ ہی سے کرتا ہوں۔ (سورۃ یوسف)

یعنی مصیبت کے وقت اپنا غم لوگوں کے آگے ظاہر نہیں کرنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے ظاہر کرسکتا ہے جیسا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا تھا "إنما أشكو بثى و حزنى الي الله[1]" اور جیسا کہ حضرت ابوطلحہ کی بیوی نے کیا تھا۔ خاوند کی عدم موجودگی میں بچہ فوت ہوگیا۔ اسے الگ رکھ دیا تا کہ خاوند کو آتے ہوئے پتہ نہ چل جائے ورنہ وہ تھکا ہوا آئے گا اور کھانا بھی نہیں کھائے گا اور بھوک کی حالت میں ہی رہے گا۔ اس لئے اسے بچے کی موت کے بارہ میں نہ بتایا۔ جب خاوند نے کھانا وغیرہ کھالیا بلکہ بیوی سے جماع بھی کرلیا تب بتایا کہ بچے کو دفنا آؤ[2]۔ ایسی صورتیں اس میں داخل نہیں ہیں۔

شرح بخاری

"قوله الجزع القول السيئ والظن السيئ" یعنی جزع سے مراد بدکلامی کرنا اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے بارہ میں بدگمانی کرنا ہے۔ بعض لوگ موت جیسی مصیبت آجائے تو اللہ تعالیٰ کے بارہ میں بدکلامی شروع کردیتے ہیں میرے ساتھ ایک آدمی دلی میں پڑھتا تھا اس کا بھائی مرگیا۔ اور کہنے لگا اگر اللہ کا بھائی ایسے ہوتا تو پتہ چلتا۔ معاذ اللہ۔ اللہ تعالیٰ کے بارے میں ایسی بدکلامی کرنا حرام ہے اور یہ گستاخی اور بے ادبی کی بات ہے۔

۱۳۰۱ ۔ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْحَكَمِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، يَقُولُ: «اشْتَكَى ابْنٌ لِأَبِي طَلْحَةَ، قَالَ: فَمَاتَ وَأَبُو طَلْحَةَ خَارِجٌ، فَلَمَّا رَأَتِ امْرَأَتُهُ أَنَّهُ قَدْ مَاتَ هَيَّأَتْ شَيْئًا وَنَحَّتْهُ فِي جَانِبِ الْبَيْتِ، فَلَمَّا جَاءَ أَبُو طَلْحَةَ، قَالَ: كَيْفَ الْغُلَامُ؟ قَالَتْ: قَدْ هَدَأَتْ نَفْسُهُ، وَأَرْجُو أَنْ يَكُونَ قَدِ اسْتَرَاحَ، وَظَنَّ أَبُو طَلْحَةَ أَنَّهَا صَادِقَةٌ، قَالَ: فَبَاتَ، فَلَمَّا أَصْبَحَ اغْتَسَلَ فَلَمَّا أَرَادَ أَنْ يَخْرُجَ أَعْلَمَتْهُ أَنَّهُ قَدْ مَاتَ، فَصَلَّى مَعَ

1. یوسف:۸۶۔
2. صحیح بخاری ۱۳۰۱۔

النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ أَخْبَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا كَانَ مِنْهُمَا. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَعَلَّ اللهَ أَنْ يُبَارِكَ لَكُمَا فِي لَيْلَتِكُمَا»، قَالَ سُفْيَانُ: فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الأَنْصَارِ: فَرَأَيْتُ لَهُمَا تِسْعَةَ أَوْلَادٍ كُلُّهُمْ قَدْ قَرَأَ الْقُرْآنَ.

ہم سے بشر بن حکم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ نے بیان کیا، کہ انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ نے بتلایا کہ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا ایک بچہ بیمار ہو گیا انہوں نے کہا کہ اس کا انتقال بھی ہو گیا۔ اس وقت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ گھر میں موجود نہ تھے۔ ان کی بیوی (ام سلیم رضی اللہ عنہا) نے جب دیکھا کہ بچے کا انتقال ہو گیا تو انہوں نے کچھ کھانا تیار کیا اور بچے کو گھر کے ایک کونے میں لٹا دیا۔ جب ابوطلحہ رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو انہوں نے پوچھا کہ بچے کی طبیعت کیسی ہے؟ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اسے آرام مل گیا ہے اور میرا خیال ہے کہ اب وہ آرام ہی کر رہا ہو گا۔ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے سمجھا کہ وہ صحیح کہہ رہی ہیں۔ (اب بچہ اچھا ہے) پھر ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے ام سلیم رضی اللہ عنہا کے پاس رات گزاری اور جب صبح ہوئی تو غسل کیا لیکن جب باہر جانے کا ارادہ کیا تو بیوی (ام سلیم رضی اللہ عنہا) نے اطلاع دی کہ بچے کا انتقال ہو چکا ہے۔ پھر انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی اور آپ سے ام سلیم رضی اللہ عنہا کا حال بیان کیا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شاید اللہ تعالیٰ تم دونوں کو اس رات میں برکت عطا فرمائے گا۔ سفیان بن عیینہ نے بیان کیا کہ انصار کے ایک شخص نے بتایا کہ میں نے ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی انہیں بیوی سے نو بیٹے دیکھے جو سب کے سب قرآن کے عالم تھے۔

شرح بخاری

"قولہ وظن ابوطلحة أنها صادقة" یہ ایک قسم کا توریہ تھا اور اس کے ارادے کے لحاظ سے وہ صادق ہی تھی۔

"قولہ فرأيت لهما تسعة أولاد كلهم قد قرء القرآن" حضرت ابوطلحہ کا ایک بیٹا پیدا ہوا تھا جس کا نام عبداللہ تھا اس کے نو بچے پیدا ہوئے تھے لہذا فرأیت لهما مجاز پر محمول ہے بعض جگہ سات کا ذکر بھی آتا ہے تو تطبیق یہ ہے کہ سات مکمل قرآن کے حافظ تھے اور باقی دو مکمل حافظ نہیں تھے اس لئے کسی نے سات کہہ دیا اور کسی نے نو کہہ دیا ہے۔

۴۲۔ بَابُ الصَّبْرِ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الأُولَى:

باب: صبر وہی ہے جو مصیبت آتے ہی کیا جائے

وَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: نِعْمَ الْعِدْلَانِ وَنِعْمَ الْعِلَاوَةُ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ١٥٦ أُولَئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِنْ رَبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ ١٥٧ سورة البقرة آية ١٥٦-١٥٧، وَقَوْلُهُ تَعَالَى: وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ وَإِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخَاشِعِينَ سورة البقرة آية ٤٥.

اور عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ دونوں طرف کے بوجھے اور بیچ کا بوجھ کیا اچھے ہیں۔ یعنی سورۃ البقرہ کی اس آیت میں

خوشخبری سنا صبر کرنے والوں کو جن کو مصیبت آتی ہے تو کہتے ہیں ہم سب اللہ ہی کی ملک ہیں اور اللہ ہی کے پاس جانے والے ہیں۔ ایسے لوگوں پر ان کے مالک کی طرف سے رحمتیں ہیں اور مہربانیاں اور یہی لوگ راستہ پانے والے ہیں۔ اور اللہ نے سورۃ البقرہ میں فرمایا صبر اور نماز سے مدد مانگو۔ اور وہ نماز بہت مشکل ہے مگر اللہ سے ڈرنے والوں پر مشکل نہیں۔

١٣٠٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ ثَابِتٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «الصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الأُولَى».

ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے غندر نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے ان سے ثابت نے، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے انس رضی اللہ عنہ سے سنا۔ آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ سے نقل کرتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صبر تو وہی ہے جو صدمہ کے شروع میں کیا جائے۔

اس سے مراد یہ ہے کہ انسان کو جب ٹھوکر لگے اور صدمہ پہنچے تب صبر کرنا چاہیے۔ ورنہ اضطراری صبر سب لوگ ہی کر لیتے ہیں ساری عمر تو لوگ نہیں روتے رہتے بعد میں آہستہ آہستہ صبر آ ہی جاتا ہے شروع تکلیف میں صبر کرنا چاہئے۔ ایسے صبر پر ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے صلوات اور رحمت کی خوشخبری دی گئی ہے اس سے ترجمہ باب میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اثر کی مناسبت بھی ظاہر ہو جاتی ہے۔

قولہ نعم العدلان و نعم العلاوۃ یہ آیت کریمہ میں ایک نقطہ کی بات بیان کر رہے ہیں کہ جیسے اونٹ کے دونوں جانب دو تھیلے (بورے) بوجھ کے رکھے جاتے ہیں اور بوجھ مکمل ہونے کے بعد دو تھیلوں کے درمیان میں بھی بوجھ اور سامان کا ایک تھیلا رکھدیا جاتا ہے۔ ایسے ہی آیت "أولئك عليهم صلوات من ربهم ورحمة و اولئك هم المهتدون" میں "علی" کا لفظ بول کر صابرون (صبر کرنے والوں) کو سواری سے تشبیہ دی گئی ہے اور اس پر صلوات (بخششیں) اور رحمت عدلان (دو بوریاں) ہو گئیں۔ اور نعم العدلان سے یہی مراد ہے اور "اولٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْن" اوپر رکھا ہوا بوجھ علاوہ ہو گیا۔ اور نعم العلاوۃ سے یہی مراد ہے حاصل کلام یہ ہے کہ صلوۃ اور رحمت عدلان ہیں اور علاوہ اھتداء ہے اور مسلمان جب اللہ تعالیٰ کے حکم کو مانتے ہوئے انا للہ پڑھتا ہے اور شروع صدمہ میں صبر کرتا ہے تو اسے خیر کی خصلتیں عطا کی جاتی ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے صلوات و رحمت اور راہ ہدایت کا حصول ہے۔

٤٣- بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّا بِكَ لَمَحْزُونُونَ»:

باب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا کہ اے ابراہیم! ہم تمہاری جدائی پر غمگین ہیں

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَدْمَعُ الْعَيْنُ

وَيَحْزَنُ الْقَلْبُ.

ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا کہ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) آنکھ آنسو بہاتی ہیں اور دل غم سے نڈھال ہے۔

١٣٠٣ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ، حَدَّثَنَا قُرَيْشٌ هُوَ ابْنُ حَيَّانَ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: «دَخَلْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أَبِي سَيْفٍ الْقَيْنِ، وَكَانَ ظِئْرًا لِإِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَام فَأَخَذَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِبْرَاهِيمَ فَقَبَّلَهُ وَشَمَّهُ، ثُمَّ دَخَلْنَا عَلَيْهِ بَعْدَ ذَلِكَ وَإِبْرَاهِيمُ يَجُودُ بِنَفْسِهِ، فَجَعَلَتْ عَيْنَا رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَذْرِفَانِ، فَقَالَ لَهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: وَأَنْتَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَقَالَ: يَا ابْنَ عَوْفٍ إِنَّهَا رَحْمَةٌ ثُمَّ أَتْبَعَهَا بِأُخْرَى، فَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الْعَيْنَ تَدْمَعُ وَالْقَلْبَ يَحْزَنُ وَلَا نَقُولُ إِلَّا مَا يَرْضَى رَبُّنَا وَإِنَّا بِفِرَاقِكَ يَا إِبْرَاهِيمُ لَمَحْزُونُونَ»، رَوَاهُ مُوسَى، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ الْمُغِيرَةِ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ہم سے حسن بن عبد العزیز نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے یحییٰ بن حسان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے قریش نے جو حیان کے بیٹے ہیں، نے بیان کیا، ان سے ثابت نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کی کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابو سیف لوہار کے یہاں گئے۔ یہ ابراہیم (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے رضی اللہ عنہ) کو دودھ پلانے والی انا کے خاوند تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابراہیم رضی اللہ عنہ کو گود میں لیا اور پیار کیا اور سونگھا۔ پھر اس کے بعد ہم ان کے یہاں پھر گئے۔ دیکھا کہ اس وقت ابراہیم رضی اللہ عنہ دم توڑ رہے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر آئیں۔ تو عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بول پڑے کہ یا رسول اللہ! اور آپ بھی لوگوں کی طرح بے صبری کرنے لگے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ابن عوف! یہ بے صبری نہیں یہ تو رحمت ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ روئے اور فرمایا۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہیں اور دل غم سے نڈھال ہے پر زبان سے ہم کہیں گے وہی جو ہمارے پروردگار کو پسند ہے اور اے ابراہیم! ہم تمہاری جدائی سے غمگین ہیں۔ اسی حدیث کو موسیٰ بن اسماعیل نے سلیمان بن مغیرہ سے، ان سے ثابت نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

اس باب سے مقصود یہ ہے کہ مصیبت کے وقت "انابك لمحزونون" یا تدمع العين ويحزن القلب جیسے الفاظ بولنا بے صبری شمار نہیں ہوتے نبی اکرم ﷺ کا انہیں استعمال کرنا ان کے جواز کی دلیل ہے۔

"قولہ و کان ظئر الإبراھیم" مرضعہ کے خاوند کو ظئر کہتے ہیں اور دودھ پلانے والی عورت پر بھی اسے بول لیتے ہیں عرب لوگ کسی قوی عورت سے دودھ پلانا پسند کرتے ہیں۔ تاکہ بچہ بھی قوی ہو اور شہر سے باہر گاؤں وغیرہ میں لوگوں کی زبان بھی فصیح اور صاف ہوتی ہے اس طرح دودھ پینے والے بچے کی زبان بھی فصیح اور صاف ہوگی اس لئے عرب میں باہر سے دودھ پلوانے کا رواج تھا نبی اکرم ﷺ کا بیٹا ماریہ قبطیہ کے بطن سے تھا اور ابوسیف حداد کے ہاں زیر پرورش تھا اور ابوسیف کا نام براء بن اوس تھا اور ابوسیف کی بیوی ام بردہ تھی جس کا نام خولہ بنت منذر تھا اور نبی اکرم ﷺ بنی نجار میں اپنے بیٹے کے پاس آیا کرتے تھے۔

۴۴۔بَابُ الْبُكَاءِ عِنْدَ الْمَرِيضِ:

باب: مریض کے پاس رونا کیسا ہے؟

١٣٠٤ ـ حَدَّثَنَا أَصْبَغُ، عَنِ ابْنِ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرٌو، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْحَارِثِ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: «اشْتَكَى سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ شَكْوَى لَهُ فَأَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُهُ مَعَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، وَسَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، وَعَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ، فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ فَوَجَدَهُ فِي غَاشِيَةِ أَهْلِهِ، فَقَالَ: قَدْ قَضَى ؟، قَالُوا: لَا يَا رَسُولَ اللهِ، فَبَكَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَلَمَّا رَأَى الْقَوْمُ بُكَاءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَكَوْا، فَقَالَ: أَلَا تَسْمَعُونَ إِنَّ اللهَ لَا يُعَذِّبُ بِدَمْعِ الْعَيْنِ وَلَا بِحُزْنِ الْقَلْبِ وَلَكِنْ يُعَذِّبُ بِهَذَا وَأَشَارَ إِلَى لِسَانِهِ أَوْ يَرْحَمُ، وَإِنَّ الْمَيِّتَ يُعَذَّبُ بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ، وَكَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَضْرِبُ فِيهِ بِالْعَصَا وَيَرْمِي بِالْحِجَارَةِ وَيَحْثِي بِالتُّرَابِ».



ہم سے اصبغ بن فرج نے بیان کیا، ان سے عبداللہ بن وہب نے کہا کہ مجھے خبر دی عمرو بن حارث نے، انہیں سعید بن حارث انصاری نے اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کسی مرض میں مبتلا ہوئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عیادت کے لیے عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن ابی وقاص اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کے ساتھ ان کے یہاں تشریف لے گئے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اندر گئے تو تیمار داروں کے ہجوم میں انہیں پایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ کیا وفات ہو گئی؟ لوگوں نے کہا نہیں یا رسول اللہ! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (ان کے مرض کی شدت کو دیکھ کر) رو پڑے۔ لوگوں نے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو روتے ہوئے دیکھا تو وہ سب بھی رونے لگے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سنو! اللہ تعالیٰ آنکھوں سے آنسو نکلنے پر بھی عذاب نہیں کرے گا اور نہ دل کے غم پر۔ ہاں اس کا عذاب اس کی وجہ سے ہوتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان کی طرف اشارہ کیا (اور اگر اس زبان سے اچھی بات نکلے تو) یہ اس کی رحمت کا بھی باعث بنتی ہے اور میت کو اس کے



گھر والوں کے نوحہ وماتم کی وجہ سے بھی عذاب ہوتا ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ میت پر ماتم کرنے پر ڈنڈے سے مارتے، پتھر پھینکتے اور رونے والوں کے منہ میں مٹی جھونک دیتے۔

۴۵۔ بَابُ مَا يُنْهَى عَنِ النَّوْحِ وَالْبُكَاءِ وَالزَّجْرِ عَنْ ذَلِكَ:

باب: کس طرح کے نوحہ وبکا سے منع کرنا اور اس پر جھڑکنا چاہیے

۱۳۰۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ حَوْشَبٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: أَخْبَرَتْنِي عَمْرَةُ قَالَتْ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، تَقُولُ: لَمَّا جَاءَ قَتْلُ زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ، وَجَعْفَرٍ وَعَبْدِ اللهِ بْنِ رَوَاحَةَ جَلَسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْرَفُ فِيهِ الْحُزْنُ، وَأَنَا أَطَّلِعُ مِنْ شَقِّ الْبَابِ فَأَتَاهُ رَجُلٌ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ نِسَاءَ جَعْفَرٍ وَذَكَرَ بُكَاءَهُنَّ. فَأَمَرَهُ بِأَنْ يَنْهَاهُنَّ. فَذَهَبَ الرَّجُلُ ثُمَّ أَتَى، فَقَالَ: قَدْ نَهَيْتُهُنَّ وَذَكَرَ أَنَّهُنَّ لَمْ يُطِعْنَهُ، فَأَمَرَهُ الثَّانِيَةَ أَنْ يَنْهَاهُنَّ. فَذَهَبَ ثُمَّ أَتَى، فَقَالَ: وَاللهِ لَقَدْ غَلَبْنَنِي أَوْ غَلَبْنَنَا الشَّكُّ مِنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ حَوْشَبٍ، فَزَعَمَتْ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: فَاحْثُ فِي أَفْوَاهِهِنَّ التُّرَابَ. فَقُلْتُ: أَرْغَمَ اللهُ أَنْفَكَ فَوَاللهِ مَا أَنْتَ بِفَاعِلٍ وَمَا تَرَكْتَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْعَنَاءِ».

ہم سے محمد بن عبداللہ بن حوشب نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالوہاب ثقفی نے، ان سے یحییٰ بن سعید انصاری نے، کہا کہ مجھے عمرہ بنت عبدالرحمٰن انصاری نے خبر دی، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا، آپ نے فرمایا کہ جب زید بن حارثہ، جعفر بن ابی طالب اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم کی شہادت کی خبر آئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح بیٹھے کہ غم کے آثار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر نمایاں تھے میں دروازے کے ایک سوراخ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہی تھی۔ اتنے میں ایک صاحب آئے اور کہا کہ یارسول اللہ! جعفر کے گھر کی عورتیں نوحہ اور ماتم کر رہی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے روکنے کے لیے کہا۔ وہ صاحب گئے لیکن پھر واپس آگئے اور کہا کہ وہ نہیں مانتیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ روکنے کے لیے بھیجا۔ وہ گئے اور پھر واپس چلے آئے۔ کہا کہ بخدا وہ تو مجھ پر غالب آگئی ہیں یا یہ کہا کہ ہم پر غالب آگئی ہیں۔ شک محمد بن حوشب کو تھا۔ (عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ) میرا یقین یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر ان کے منہ میں مٹی جھونک دے۔ اس پر میری زبان سے نکلا کہ اللہ تیری ناک خاک آلودہ کرے تو نہ تو وہ کام کر سکا جس کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دینا چھوڑتا ہے۔

الزجر کا عطف "ماینهي" پر ہے اور حدیث میں آنیوالا جملہ "فاحث فی أفواهن التراب" اس پر دلالت کرتا ہے۔

۱۳۰۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ

مُحَمَّدٍ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: «أَخَذَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ الْبَيْعَةِ أَنْ لَا نَنُوحَ فَمَا وَفَتْ مِنَّا امْرَأَةٌ غَيْرَ خَمْسِ نِسْوَةٍ أُمِّ سُلَيْمٍ وَأُمِّ الْعَلَاءِ وَابْنَةِ أَبِي سَبْرَةَ امْرَأَةِ مُعَاذٍ وَامْرَأَتَيْنِ أَوْ ابْنَةِ أَبِي سَبْرَةَ وَامْرَأَةِ مُعَاذٍ وَامْرَأَةٍ أُخْرَى».

ہم سے عبداللہ بن عبدالوہاب نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے ایوب سختیانی نے، ان سے محمد نے اور ان سے ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت لیتے وقت ہم سے یہ عہد بھی لیا تھا کہ ہم (میت پر) نوحہ نہیں کریں گی۔ لیکن اس اقرار کو پانچ عورتوں کے سوا اور کسی نے پورا نہیں کیا۔ یہ عورتیں ام سلیم، ام علاء، ابوسبرہ کی صاحبزادی جو معاذ کے گھر میں تھیں اور اس کے علاوہ دو عورتیں یا (یہ کہا کہ) ابوسبرہ کی صاحبزادی، معاذ کی بیوی اور ایک دوسری خاتون (رضی اللہ عنہن)۔

اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ اس موقع پر جن عورتوں نے نوحہ چھوڑنے پر بیعت کی ان میں سے ان پانچ عورتوں نے اپنی بیعت پوری کی یہ معنی نہیں ہے کہ ساری مسلمان عورتوں سے ان پانچ نے ہی بیعت پوری کی ہو۔ اور وہ پانچ عورتیں یہ ہیں۔ انس رضی اللہ عنہ کی والدہ اُم سلیم بنت ملحان، اور اُم علاء اور اُم کلثوم اور اُم عمرو، اور ھند اور ہو سکتا ہے کہ پانچویں راویہ حدیث حضرت اُم عطیہ ہو۔

"قولہ وابنۃ أبي سبرۃ امرأۃ معاذ أو ابنۃ أبي سبرۃ وامرأۃ معاذ" حافظ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ کسی راوی کی شک ہے اور واؤ عاطفہ کے ساتھ یہ جملہ "ابنۃ أبي سبرۃ وامرأۃ معاذ" زیادہ صحیح ہے کیونکہ بغیر عطف کے بنت اَبی سبرہ معاذ بن جبل کی بیوی قرار پاتی ہے حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ معاذ کی بیوی اُم عمرو بنت خلاد بن عمرو ہے جیسا کہ ابن سعد نے ذکر کیا ہے تو بنت اَبی سبرۃ حضرت معاذ بن جبل کی بیوی اُم عمرو بنت خلاد کے علاوہ ہے۔

۴۶-بَابُ الْقِيَامِ لِلْجَنَازَةِ:

باب: جنازہ دیکھ کر کھڑے ہو جانا

١٣٠٧ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «إِذَا رَأَيْتُمُ الْجَنَازَةَ فَقُومُوا حَتَّى تُخَلِّفَكُمْ»، قَالَ سُفْيَانُ: قَالَ الزُّهْرِيُّ: أَخْبَرَنِي سَالِمٌ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَامِرُ بْنُ رَبِيعَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، زَادَ الْحُمَيْدِيُّ حَتَّى تُخَلِّفَكُمْ أَوْ تُوضَعَ.

ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے زہری نے، ان سے سالم نے، ان سے ان کے باپ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے، ان سے عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ

نے اور ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم جنازہ دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ اور کھڑے رہو یہاں تک کہ جنازہ تم سے آگے نکل جائے۔ سفیان نے بیان کیا، ان سے زہری نے بیان کیا کہ مجھے سالم نے اپنے باپ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے خبر دی۔ آپ نے فرمایا کہ ہمیں عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ سے خبر دی تھی۔ حمیدی نے یہ زیادتی کی ہے۔ یہاں تک کہ جنازہ آگے نکل جائے یا رکھ دیا جائے۔

یعنی جب جنازہ ایسے لوگوں کے پاس سے گذرے جو اس کے ساتھ نہیں جا رہے ہے تو ان کے کھڑا ہونے کا کیا حکم ہے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا کھڑا ہونا کوئی ضروری نہیں ہے اگر کھڑے ہو جائیں تو اچھا ہے اور اس کے گذر جانے کے بعد بیٹھ جائیں۔ اور جو لوگ جنازے کے ساتھ جا رہے ہوں وہ جنازہ کے زمین پر رکھے جانے کے بعد بیٹھ جائیں۔

"قوله حتی تخلفكم أو توضع" تخلف کی جنازہ کی طرف نسبت مجاز پر محمول ہے ورنہ جنازہ کو لے جانے والوں کا پیچھے چھوڑنا مراد ہے یعنی جب جنازہ کو اٹھانے والے تمہیں پیچھے چھوڑ جائیں پھر بیٹھ جاؤ۔

اور "توضع" سے مراد زمین پر رکھا جانا ہے لحد میں رکھا جانا مراد نہیں ہے شروع میں نبی اکرم ﷺ لحد میں رکھے جانے تک کھڑے رہتے تھے آپ سے ایک یہودی نے کہا کہ ہم بھی ایسے ہی لحد میں رکھے جانے تک کھڑے رہتے ہیں۔ تب آپ نے فرمایا "خالفوا اليهود" یہود کی مخالفت کرو اور زمین پر رکھے جانے پر بیٹھ جایا کرو۔

"قوله زاد الحمیدی" یعنی حمیدی نے سفیان سے اسی سند کے ساتھ "حتی تخلفکم کے بعد أو توضع زیادہ کیا ہے۔

۴۷۔ بَابُ مَتَى يَقْعُدُ إِذَا قَامَ لِلْجَنَازَةِ:

باب: اگر کوئی جنازہ دیکھ کر کھڑا ہو جائے تو اسے کب بیٹھنا چاہئے؟

١٣٠٨ ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، عَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «إِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ جِنَازَةً فَإِنْ لَمْ يَكُنْ مَاشِيًا مَعَهَا، فَلْيَقُمْ حَتَّى يُخَلِّفَهَا أَوْ تُخَلِّفَهُ أَوْ تُوضَعَ مِنْ قَبْلِ أَنْ تُخَلِّفَهُ».

ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے نافع نے اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی جنازہ دیکھے تو اگر اس کے ساتھ نہیں چل رہا ہے تو کھڑا ہی ہو جائے تا آنکہ جنازہ آگے نکل جائے یا آگے جانے کی بجائے خود جنازہ رکھ دیا جائے۔

۴۸-بَابُ مَنْ تَبِعَ جَنَازَةً فَلاَ يَقْعُدُ حَتَّى تُوضَعَ عَنْ مَنَاكِبِ الرِّجَالِ، فَإِنْ قَعَدَ أُمِرَ بِالْقِيَامِ:

باب: جوشخص جنازہ کے ساتھ ہو وہ اس وقت تک نہ بیٹھے جب تک جنازہ لوگوں کے کاندھوں سے اتار کر زمین پر نہ رکھ دیا جائے اور اگر پہلے بیٹھ جائے تو اس سے کھڑا ہونے کے لیے کہا جائے

۱۳۰۹ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: «كُنَّا فِي جَنَازَةٍ فَأَخَذَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ بِيَدِ مَرْوَانَ، فَجَلَسَا قَبْلَ أَنْ تُوضَعَ فَجَاءَ أَبُو سَعِيدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَأَخَذَ بِيَدِ مَرْوَانَ، فَقَالَ: قُمْ فَوَاللهِ لَقَدْ عَلِمَ هَذَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَانَا عَنْ ذَلِكَ». فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: صَدَقَ.

ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا، ان سے ابن ابی ذئب نے، ان سے سعید مقبری نے اور ان سے ان کے والد نے کہ ہم ایک جنازہ میں شریک تھے کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے مروان کا ہاتھ پکڑا اور یہ دونوں صاحب جنازہ رکھے جانے سے پہلے بیٹھ گئے۔ اتنے میں ابوسعید رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور مروان کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ اٹھو! اللہ کی قسم! یہ (ابوہریرہ رضی اللہ عنہ) جانتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس سے منع فرمایا ہے۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بولے کہ ابوسعید رضی اللہ عنہ نے سچ کہا ہے۔

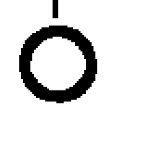


۱۳۱۰ - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ يَعْنِي ابْنَ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «إِذَا رَأَيْتُمُ الْجَنَازَةَ فَقُومُوا، فَمَنْ تَبِعَهَا فَلَا يَقْعُدْ حَتَّى تُوضَعَ».

شرح بخاری

ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ہشام دستوائی نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن ابی کثیر نے، ان سے ابوسلمہ اور ان سے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم لوگ جنازہ دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ اور جو شخص جنازہ کے ساتھ چل رہا ہو وہ اس وقت تک نہ بیٹھے جب تک جنازہ رکھ نہ دیا جائے۔





اس کا مطلب یہ ہے کہ جنازہ کے لوگوں کے کندھوں سے زمین پر رکھے جانے تک لوگ کھڑے رہیں جب وہ زمین پر رکھ دیا جائے تب بیٹھ جائیں اور اگر کوئی شخص پہلے بیٹھ جائے تو اسے کھڑا ہونے کا کہا جائے۔ یہ مستحب چیز ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ اسے مؤکد امر سمجھتے ہیں اور بعض علماء اس کے واجب ہونے کے بھی قائل ہیں لیکن اس سے پہلے آنیوالی حدیث میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے جنازے کے زمین پر رکھے جانے سے پہلے بیٹھنے کا ذکر ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس حکم کو واجب اور ضروری نہیں سمجھتے تھے جیسا کہ اس سے قبل آنے والی حدیث میں ہے 'کنا فی جنازة



فأخذ أبوهريرة بيد مروان فجلسا قبل أن توضع فجاء أبوسعيد رضی اللہ عنہ فأخذ بيد مروان فقال قم فوالله لقد علم هذا أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم نهانا عن ذلك فقال ابوهريرة: صدق۔

۴۹۔بَابُ مَنْ قَامَ لِجَنَازَةِ يَهُودِيٍّ:

باب: اس شخص کے بارے میں جو یہودی کا جنازہ دیکھ کر کھڑا ہوگیا

۱۳۱۱ ۔ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ مِقْسَمٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: «مَرَّ بِنَا جَنَازَةٌ، فَقَامَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقُمْنَا بِهِ، فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّهَا جِنَازَةُ يَهُودِيٍّ، قَالَ: إِذَا رَأَيْتُمُ الْجِنَازَةَ فَقُومُوا».

ہم سے معاذ بن فضالہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ہشام نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن ابی کثیر نے بیان کیا، ان سے عبید اللہ بن مقسم نے اور ان سے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے کہ ہمارے سامنے سے ایک جنازہ گزرا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے اور ہم بھی کھڑے ہو گئے۔ پھر ہم نے کہا کہ یارسول اللہ! یہ تو یہودی کا جنازہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم لوگ جنازہ دیکھو تو کھڑے ہو جایا کرو۔

اہل ذمہ کا جنازہ آنے پر کھڑا ہونے کی علت یہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے جنازے کے ساتھ جو فرشتے ہوتے ہیں ان کی وجہ سے اور ان کے ادب کے لئے کھڑا ہوا جاتا ہے اس سے بعض استدلال کرتے ہیں کہ جب فرشتوں کے لئے کھڑا ہونا جائز ہے تو انسانوں کے لئے کھڑا ہونا بھی جائز ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ تأثر بالحوادث کی صورت ہے۔ موت ایک حادثہ ہے اور میت آرہی ہو تو اس سے متاثر ہونے کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں تاکہ موت یاد آجائے بعض اسکی علت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ یہودی کا جنازہ تھا اور آپ اس لئے کھڑے ہوئے تھے تاکہ وہ سر سے اونچا نہ ہو جائے لیکن یہ بات درست نہیں ہے کیونکہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ آپ سے پوچھا گیا کہ یہ یہودی کا جنازہ ہے آپ کس لئے کھڑے ہوئے ہیں تو آپ نے فرمایا "أليست نفسًا" جیسا کہ اس کے بعد آنیوالی حدیث میں ہے ایک حدیث میں یہ بھی آتا ہے "إنما نقوم لمن معها من الملائكة[1]"۔

۱۳۱۲ ۔ حَدَّثَنَا آدَمُ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَبِي لَيْلَى، قَالَ: كَانَ سَهْلُ بْنُ حُنَيْفٍ، وَقَيْسُ بْنُ سَعْدٍ قَاعِدَيْنِ بِالْقَادِسِيَّةِ فَمَرُّوا عَلَيْهِمَا بِجَنَازَةٍ فَقَامَا، فَقِيلَ لَهُمَا: إِنَّهَا مِنْ أَهْلِ الأَرْضِ أَيْ مِنْ أَهْلِ الذِّمَّةِ، فَقَالَا: «إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّتْ بِهِ جِنَازَةٌ فَقَامَ، فَقِيلَ لَهُ: إِنَّهَا جِنَازَةُ يَهُودِيٍّ، فَقَالَ: أَلَيْسَتْ نَفْسًا».

---

[1] مسند احمد ۱۹۷۰۵ ج ۳۲ ص ۴۷۷۔

ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عمرو بن مرہ نے بیان کیا کہ میں نے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے سنا۔ انہوں نے کہا کہ سہل بن حنیف اور قیس بن سعد رضی اللہ عنہما قادسیہ میں کسی جگہ بیٹھے ہوئے تھے۔ اتنے میں کچھ لوگ ادھر سے ایک جنازہ لے کر گزرے تو یہ دونوں بزرگ کھڑے ہوگئے۔ عرض کیا گیا کہ جنازہ تو ذمیوں کا ہے (جو کافر ہیں) اس پر انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے اسی طرح سے ایک جنازہ گزرا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لیے کھڑے ہوگئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا کہ یہ تو یہودی کا جنازہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا یہودی کی جان نہیں ہے؟

١٣١٣ ـ وَقَالَ أَبُو حَمْزَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عَمْرٍو، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، قَالَ: كُنْتُ مَعَ قَيْسٍ وسَهْلٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، فَقَالَا: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ زَكَرِيَّاءُ: عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى: كَانَ أَبُو مَسْعُودٍ وقَيْسٌ يَقُومَانِ لِلْجَنَازَةِ.

اور ابوحمزہ نے اعمش سے بیان کیا، ان سے عمرو نے، ان سے ابن ابی لیلیٰ نے کہ میں قیس اور سہل رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھا۔ ان دونوں نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ اور زکریا نے کہا ان سے شعبی نے اور ان سے ابن ابی لیلیٰ نے کہ ابو مسعود اور قیس رضی اللہ عنہما جنازہ کے لیے کھڑے ہو جاتے تھے۔

٥٠ـ بَابُ حَمْلِ الرِّجَالِ الْجِنَازَةَ دُونَ النِّسَاءِ:

باب: اس بارے میں کہ عورتیں نہیں بلکہ مرد ہی جنازے کو اٹھائیں

١٣١٤ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «إِذَا وُضِعَتِ الْجِنَازَةُ وَاحْتَمَلَهَا الرِّجَالُ عَلَى أَعْنَاقِهِمْ، فَإِنْ كَانَتْ صَالِحَةً قَالَتْ: قَدِّمُونِي، وَإِنْ كَانَتْ غَيْرَ صَالِحَةٍ قَالَتْ: يَا وَيْلَهَا أَيْنَ يَذْهَبُونَ بِهَا يَسْمَعُ صَوْتَهَا كُلُّ شَيْءٍ، إِلَّا الْإِنْسَانَ وَلَوْ سَمِعَهُ صَعِقَ».

ہم سے عبدالعزیز نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سعید مقبری نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ کیسان نے کہ انہوں نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب میت چارپائی پر رکھی جاتی ہے اور مرد اسے کاندھوں پر اٹھاتے ہیں تو اگر وہ نیک ہو تو کہتا ہے کہ مجھے آگے لے چلو۔ لیکن اگر نیک نہیں تو کہتا ہے ہائے بربادی! مجھے کہاں لیے جا رہے ہو۔ اس آواز کو انسان کے سوا تمام اللہ کی مخلوق سنتی ہے۔ اگر انسان کہیں سن پائے تو بیہوش ہو جائے۔

یہ مفہوم لقب سے استدلال ہے جو کہ سب کے نزدیک ضعیف اور باطل ہے کہ حدیث میں مردوں کے جنازہ کو اٹھانے کا ذکر ہے لہٰذا عورتیں جنازہ کو نہیں اٹھا سکتیں بعض کہتے ہیں کہ حدیث میں "احتملها الرجال" آیا ہے اس سے مردوں کی تخصیص ہو جاتی ہے اگر عورتوں کا اٹھانا جائز ہوتا تو "احتملت" کہا جاتا۔

شاہ ولی اللہ نے کہا ہے عورتوں کے جنازے کو کندھا دینے پر حضرت اُم عطیہ رضی اللہ عنہا کی حدیث دلالت کرتی ہے وہ کہتی ہیں "نهينا عن اتباع الجنائز[1]" جبکہ عورتوں کو جنازے کے ساتھ جانے سے روکا گیا ہے تو وہ اسے اٹھا کیسے سکتی ہیں۔ حافظ رحمہ اللہ نے مسند أبو یعلی کے حوالہ سے اس باب کے تحت حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث ذکر کی ہے قال خرجنا مع رسول الله ﷺ فى جنازة فرأى نسوة فقال أتحملنه ؟ قلن لا ، قال أتدفنه؟قلن لا قال :فارجعن مأزورات غير مأجورات[2]" اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ جنازہ کو اٹھانا عورتوں کا کام نہیں ہے بلکہ جنازے کو اٹھا کر لے جانا مردوں کا کام ہے۔

"قوله قالت قدموني" انسان کو عالم برزخ کی چیزوں کا علم نہیں ہے اور وہ ان غیبی چیزوں کو سنتا نہیں ہے بلکہ انسان اگر خرق عادت چیز کو دیکھ لے یا سن لے تو ڈر جاتا اور خوفزدہ ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ اگر کسی جامد چیز سے آواز سن لے تو انسان ڈر جاتا ہے۔ مولانا علاء الدین کی مسجد میں ٹائم دیکھنے کے لئے کلاک لگا دیا گیا اور گھڑی ابھی نئی نئی ہی آئی تھی ان کی مسجد میں ایک دفعہ جنگلی لوگ آ گئے جب گھڑی نے یکے بعد بارہ بجائے تو وہ لوگ ڈر کر مسجد سے باہر نکل گئے اور سمجھا کہ شاید کوئی آفت آ گئی ہے۔

۵۱-بَابُ السُّرْعَةِ بِالْجِنَازَةِ:

باب: جنازے کو جلد لے چلنا

وَقَالَ أَنَسٌ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنْتُمْ مُشَيِّعُونَ وَامْشِ بَيْنَ يَدَيْهَا وَخَلْفَهَا وَعَنْ يَمِينِهَا وَعَنْ شِمَالِهَا، وَقَالَ غَيْرُهُ: قَرِيبًا مِنْهَا.

اور انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم جنازے کو پہنچا دینے والے ہو تم اس کے سامنے بھی چل سکتے ہو پیچھے بھی، دائیں بھی اور بائیں بھی، سب طرف چل سکتے ہو اور انس رضی اللہ عنہ کے سوا اور لوگوں نے کہا جنازے کے قریب چلنا چاہیے۔

١٣١٥ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: حَفِظْنَاهُ مِنَ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «أَسْرِعُوا بِالْجِنَازَةِ فَإِنْ تَكُ صَالِحَةً فَخَيْرٌ تُقَدِّمُونَهَا إِلَيْهِ، وَإِنْ يَكُ سِوَى ذَلِكَ فَشَرٌّ تَضَعُونَهُ عَنْ رِقَابِكُمْ».

ہم سے علی بن عبد اللہ مدینی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم نے زہری

[1] صحیح بخاری ۱۲۷۸ ج ۲ ص ۷۸۔
[2] مسند أبی یعلی ۴۰۵۶ (ضعیف)

سے سن کر یہ حدیث یاد کی، انہوں نے سعید بن مسیب سے اور انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنازہ لے کر جلد چلا کرو کیونکہ اگر وہ نیک ہے تو تم اس کو بھلائی کی طرف نزدیک کر رہے ہو اور اگر اس کے سوا ہے تو ایک شر ہے جسے تم اپنی گردنوں سے اتارتے ہو۔

اس باب میں یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ جو لوگ جنازے کے ساتھ جائیں ان کو کہاں چلنا چاہیئے جنازے کے آگے یا پیچھے یا دائیں یا بائیں، صحیح یہ ہے کہ اس میں وسعت ہے اگر مقصد یہ ہے کہ اس میت کا جنازہ پڑھ کر اس کی شفاعت کرنے کے لئے جا رہے ہیں تو جنازے کے آگے بھی چل سکتے ہیں کیونکہ شفاعت کرنے والے آگے چلتے ہیں اور مقصد یہ ہو کہ میت کو وداع کرنے کے لئے جا رہے ہیں تو جنازے کے پیچھے چلیں گے کیونکہ الوداع کہنے والے پیچھے ہوتے ہیں اصل مقصد جنازے کے ساتھ جانے کا اسے اٹھانے میں مدد کرنا ہوتا ہے تو اس لئے اس کے دائیں بائیں اس کے ساتھ چلیں گے کیونکہ پیچھے رہنے والے جنازہ کو اٹھانے میں مدد نہیں دے سکتے اور اگر صرف جنازہ پڑھنا ہو تو پیچھے بھی چل سکتے ہیں۔

حنفی کہتے ہیں جنازے کے پیچھے چلنا چاہیئے کیونکہ حدیث میں آتا ہے "الجنازۃ متبوعۃ لیست بتابعۃ لیس معها من تقدمها"[1] حالانکہ اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ جنازہ اٹھائے جانے سے پہلے ہی جنازگاہ یا قبرستان میں جا کر نہ بیٹھ جاؤ کیونکہ اس طرح جانے والے لوگ اس کے ساتھ جانے کے اجر و ثواب سے محروم ہو جائیں گے لیس معها سے یہ مراد ہے ورنہ جنازے کے آگے یا پیچھے چلنا احادیث سے ثابت ہے۔

۵۲۔ بَابُ قَوْلِ الْمَيِّتِ وَهُوَ عَلَى الْجِنَازَةِ قَدِّمُونِي:

باب: نیک میت چارپائی پر کہتا ہے کہ مجھے آگے بڑھائے چلو (جلد دفناؤ)

۱۳۱٦ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: «إِذَا وُضِعَتِ الْجِنَازَةُ فَاحْتَمَلَهَا الرِّجَالُ عَلَى أَعْنَاقِهِمْ، فَإِنْ كَانَتْ صَالِحَةً قَالَتْ: قَدِّمُونِي، وَإِنْ كَانَتْ غَيْرَ صَالِحَةٍ قَالَتْ لِأَهْلِهَا: يَا وَيْلَهَا أَيْنَ يَذْهَبُونَ بِهَا، يَسْمَعُ صَوْتَهَا كُلُّ شَيْءٍ، إِلَّا الْإِنْسَانَ وَلَوْ سَمِعَ الْإِنْسَانُ لَصَعِقَ».

ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سعید مقبری نے بیان کیا۔ ان سے ان کے والد (کیسان) نے اور انہوں نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ جب میت چارپائی پر رکھی جاتی ہے اور لوگ اسے کاندھوں پر اٹھاتے ہیں اس وقت اگر وہ مرنے والا نیک ہوتا ہے تو کہتا ہے کہ مجھے جلد آگے بڑھائے چلو۔ لیکن اگر نیک نہیں ہوتا تو کہتا ہے کہ ہائے بربادی! مجھے کہاں لیے جا رہے ہو۔ اس کی یہ

[1] مسند ابی یعلیٰ ۵۰۳۸ (ضعیف)

آواز انسان کے سوا ہر اللہ کہ مخلوق سنتی ہے۔ کہیں اگر انسان سن پائے تو بیہوش ہو جائے۔

اس بارہ میں علماء کا اختلاف ہے کہ یہ کلام جسم سے صادر ہوتی ہے یا روح سے بعض کہتے ہیں کہ جسم کلام کرتا ہے اور بعض روح کے کلام کرنے کے قائل ہیں اور اسی کو ترجیح دی گئی ہے [1]۔ کیونکہ جسم بے جان ہوتا ہے وہ کلام نہیں کر سکتا۔ دوسرے کہتے ہیں۔ جسم بھی کلام کر سکتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ہے۔ قرآن کریم میں ہے "یومئذ تحدث أخبارها" قیامت کے دن زمین بھی کلام کرے گی لہذا جسم بھی کلام کر سکتا ہے۔ اور اس کے کلام کرنے کی مثالی شکل ہے۔ اور اگر روح کلام کرتی ہے تو وہ سنی تو نہیں جاتی۔

قولہ وھو علی الجنازۃ یہاں جنازے سے مراد سریر یعنی چارپائی ہے۔

"قولہ إذا وضعت الجنازة" اس سے مراد میت یا چارپائی کو کندھوں پر رکھنا ہے۔ اور یہاں "الجنازة" سے مراد میت بھی ہو سکتی ہے اور چارپائی بھی مراد ہو سکتی ہے۔

۵۳۔ بَابُ مَنْ صَفَّ صَفَّيْنِ أَوْ ثَلاَثَةً عَلَى الْجِنَازَةِ خَلْفَ الإِمَامِ:

باب: امام کے پیچھے جنازہ کی نماز کے لیے دو یا تین صفیں کرنا

۱۳۱۷۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، عَنْ أَبِي عَوَانَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، «أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى عَلَى النَّجَاشِيِّ، فَكُنْتُ فِي الصَّفِّ الثَّانِي أَوِ الثَّالِثِ».

ہم سے مسدد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابوعوانہ وضاح یشکری نے بیان کیا، ان سے قتادہ نے بیان کیا، ان سے عطاء نے اور ان سے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کی نماز جنازہ پڑھی تو میں دوسری یا تیسری صف میں تھا۔

یعنی نماز جنازہ میں بھی صف بندی کا اہتمام کرنا چاہیے۔ امام بخاری رحمہ اللہ ان لوگوں کی تردید کرنا چاہتے ہیں جو کہتے ہیں کہ نماز جنازہ میں صف بندی کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ منتشر ہو کر بھی کھڑے ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ میت کے لئے دعاء ہی کرنی ہے۔

"قولہ فکنت فی الصف الثانی او الثالث" صف بندی نماز باجماعت کے لئے ہوتی ہے اور نماز باجماعت امام

---

[1] راجح قول یہی ہے کہ مرنے کے بعد "قدمونی" جیسی کلام روح سے صادر ہوتی ہے کیونکہ عالم تین قسم کے ہیں۔
۱۔ عالم دنیا۔ اس میں جزاء سزاء اور احکام کا اصل تعلق جسم سے ہوتا ہے۔ اور روح تابع ہوتی ہے سزا وغیرہ ہو تو اسکی تکلیف جسم پاتا ہے۔ بالتبع روح بھی اس تکلیف کو محسوس کرتی ہے۔ ۲۔ عالم برزخ۔ اس میں جزاء۔ سزا اور احکام کا اصل تعلق روح سے ہوتا ہے اور جسم تابع ہوتا ہے یعنی عالم برزخ کی سزا وغیرہ روح کو ہوتی ہے اور بالتبع جسم بھی اسے محسوس کرتا ہے۔ ۳۔ عالم آخرت۔ عالم آخرت میں جزاء سزا کا تعلق جسم اور روح دونوں سے برابر طور پر ہوگا۔ لہذا عالم برزخ جو موت کے بعد شروع ہوتا ہے اس میں احکام کا اصل تعلق جب روح سے ہوتا ہے تو "قدمونی" جیسی کلام بھی روح کرتی ہے۔

کی اقتداء میں ہوتی ہے اس سے ترجمہ باب میں آنیوالا لفظ "خلف الإمام" ثابت ہوجاتا ہے۔ الثالث کہنے سے معلوم ہوا کہ تین صفیں بھی ہوسکتی ہیں اور "الثانی" کہنے سے معلوم ہوا کہ دو صفوں پر بھی اکتفاء ہوسکتا ہے۔

۵۴۔بَابُ الصُّفُوفِ عَلَى الْجِنَازَةِ:

باب: جنازہ کی نماز میں صفیں باندھنا

۱۳۱۸۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: «نَعَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى أَصْحَابِهِ النَّجَاشِيَّ، ثُمَّ تَقَدَّمَ فَصَفُّوا خَلْفَهُ فَكَبَّرَ أَرْبَعًا».

ہم سے مسدد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے یزید بن زریع نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے معمر نے، ان سے زہری نے، ان سے سعید نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو نجاشی کی وفات کی خبر سنائی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھ گئے اور لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے صفیں بنالیں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار مرتبہ تکبیر کہی۔

زین بن منیر نے کہا ہے کہ اس سے پہلا ترجمہ شک کے ساتھ تھا اس میں تین صفوں کا جزم نہیں تھا۔ اور یہاں جمع کا صیغہ لاکر تین صفوں کے مستحب ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے اور سنن اَبی داؤد وغیرہ میں مالک بن ہبیرہ سے مرفوع حدیث بھی آتی ہے "من صلي عليه ثلاثة صفوف فقد أوجب[1]" اسے ترمذی نے حسن اور حاکم نے صحیح کہا ہے لیکن شیخ ابن باز رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اس کی سند میں محمد بن اسحاق مدلس ہے جس نے اسے "عن" سے روایت کیا ہے لہذا یہ حجت نہیں ہوسکتی۔ بعض نے اس ترجمہ باب پر اعتراض کیا ہے کہ اس میں غائبانہ نماز جنازہ کا ذکر ہے حاضر میت پر صف بندی کا ذکر نہیں ہے اسکا یہ جواب دیا گیا ہے کہ جب غائب میت پر نماز پڑھتے ہوئے صف بندی کا اہتمام ہونا چاہیئے تو حاضر میت پر نماز جنازہ پڑھتے ہوئے بالاَولی صف بندی ہونی چاہیئے۔ اور کرمانی نے جواب دیا ہے کہ ترجمہ باب میں "الجنازۃ" سے مراد میت ہے خواہ وہ مدفون ہو یا نہ ہو۔ لہذا ترجمہ اور حدیث میں کوئی مخالفت نہیں ہے۔

"قوله فكبر أربعاً" علماء نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ غائبانہ جنازہ پڑھنا جائز ہے امام شافعی رحمہ اللہ بھی اس کے جواز کے قائل ہیں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی دو روایتیں ہیں۔ مالکی اور حنفی اسے منع سمجھتے ہیں۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ اگر کسی میت کا جنازہ نہ پڑھا گیا ہو تو اس پر غائبانہ جنازہ پڑھ لیا جائے۔ ورنہ نبی علیہ السلام سے ثابت نہیں ہے نجاشی کا آپ نے غائبانہ جنازہ پڑھا تھا کیونکہ اس کا جنازہ اس سے قبل پڑھا نہیں گیا تھا حالانکہ حبشہ میں حطاب بن حارث، عمرو بن آمیہ، عبداللہ بن حارث، عروہ بن عبد العزیٰ اور عدی بن نضلہ جیسے مسلمان موجود تھے جنہوں نے اس کا جنازہ پڑھا ہوگا۔ امام ابوداؤد نے یہ باب قائم کیا ہے "باب فی الصلاۃ علی المسلم یموت فی بلاد

[1] سنن ابی داؤد ۳۱۶۶، ج۳ ص ۲۰۲، جامع ترمذی ۱۰۲۸ (ضعیف)

الشرك [1]" اور اس کے بعد نجاشی والی حدیث لائے ہیں۔ ایسے ہی مسلمان اگر بحری جہاز کا سفر کر رہے ہوں اور جہاز غرق ہوجائے تو ان کا غائبانہ جنازہ پڑھ سکتے ہیں۔ ایسے ہی متعدد بار جنازہ پڑھنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ مثلاً ایک دفعہ جنازہ پڑھا گیا ہے اس کے بعد مزید لوگ آگئے ہیں تو وہ بھی نماز جنازہ پڑھ لیں۔ بعض کہتے ہیں کہ جب ایک دفعہ جنازہ پڑھا جائے پھر اور کوئی نہ پڑھے۔ حالانکہ دوسری بار قبر پر جنازہ پڑھنا نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ جب تک آگے میت نہ ہو جنازہ نہیں پڑھنا چاہیئے۔ قبر پر جنازہ پڑھا جائے تو آگے میت ہوتی ہے اس لئے آپ نے پڑھا ہے۔ غائبانہ جنازہ آپ نے نہیں پڑھا۔ حافظ نے الاصابۃ میں ایک روایت نقل کی ہے کہ غزوہ تبوک کے موقع پر ایک صحابی فوت ہوگیا تو جبریل علیہ السلام نے آپ سے کہا کہ اگر تم اسکا جنازہ پڑھنا چاہو تو میں پہاڑ نیچے کر دیتا ہوں وہ سامنے نظر آجائے گا تو آپ نماز جنازہ پڑھ لیں لیکن یہ روایت ضعیف ہے اس کے علاوہ کوئی صحیح حدیث نہیں ہے۔ حافظ نے متعدد طرق نقل کر کے کہا ہے کہ اسکا اصل ہے شافعی غائبانہ جنازہ کے جواز کے قائل ہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ جنازہ دعاء اور استغفار ہے اور دعاء و استغفار ہر وقت جائز ہے۔ اس لئے نبی اکرم ﷺ نے شہداء اُحد پر آٹھ سال کے بعد جنازہ پڑھا تھا۔ اس بارہ میں "صلی" کا لفظ آیا ہے اس کا معنی نماز جنازہ کیا گیا ہے اور بعض اسکا معنی دعاء کرتے ہیں۔

"قوله قال أبو الزبير عن جابر كنت فى الصف الثانى" بخاری رحمہ اللہ یہ روایت متابعۃً لائے ہیں ورنہ بخاری رحمہ اللہ ابوالزبیر سے استدلال نہیں کرتے۔ مسلم کر لیتے ہیں۔

١٣١٩ - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي مَنْ شَهِدَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَى عَلَى قَبْرٍ مَنْبُوذٍ فَصَفَّهُمْ، وَكَبَّرَ أَرْبَعًا»، قُلْتُ: يَا أَبَا عَمْرٍو مَنْ حَدَّثَكَ؟ قَالَ: ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا.

ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شیبانی نے، ان سے شعبی نے بیان کیا کہ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی نے خبر دی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک قبر پر آئے جو اور قبروں سے الگ تھلگ تھی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے صف بندی کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار تکبیریں کہیں۔ میں نے پوچھا کہ یہ حدیث آپ سے کس نے بیان کی ہے؟ انہوں نے بتایا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے۔

١٣٢٠ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ، أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ، أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، يَقُولُ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «قَدْ تُوُفِّيَ الْيَوْمَ رَجُلٌ صَالِحٌ مِنَ الْحَبَشِ، فَهَلُمَّ فَصَلُّوا عَلَيْهِ، قَالَ: فَصَفَفْنَا، فَصَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ وَنَحْنُ صُفُوفٌ»، قَالَ:

---

[1] سنن ابی داؤد ۳۲۰۴، ج ۳ ص ۲۱۲۔

أَبُو الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، كُنْتُ فِي الصَّفِّ الثَّانِي.

ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو ہشام بن یوسف نے خبر دی کہ انہیں ابن جریج نے خبر دی، انہوں نے بیان کیا کہ مجھے عطاء بن ابی رباح نے خبر دی، انہوں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج حبش کے ایک مرد صالح (نجاشی حبش کے بادشاہ) کا انتقال ہوگیا ہے۔ آؤ ان کی نماز جنازہ پڑھو۔ جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ پھر ہم نے صف بندی کر لی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ ہم صف باندھے کھڑے تھے۔ ابوالزبیر نے جابر رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے نقل کیا کہ میں دوسری صف میں تھا۔

٥٥-بَابُ صُفُوفِ الصِّبْيَانِ مَعَ الرِّجَالِ عَلَى الْجَنَائِزِ:

باب: جنازے کی نماز میں بچے بھی مردوں کے برابر کھڑے ہوں

١٣٢١ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ، عَنْ عَامِرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، «أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِقَبْرٍ قَدْ دُفِنَ لَيْلًا، فَقَالَ: مَتَى دُفِنَ هَذَا ؟، قَالُوا: الْبَارِحَةَ، قَالَ: أَفَلَا آذَنْتُمُونِي ؟، قَالُوا: دَفَنَّاهُ فِي ظُلْمَةِ اللَّيْلِ فَكَرِهْنَا أَنْ نُوقِظَكَ، فَقَامَ فَصَفَفْنَا خَلْفَهُ، قَالَ: ابْنُ عَبَّاسٍ وَأَنَا فِيهِمْ، فَصَلَّى عَلَيْهِ».



ہم سے موسیٰ ابن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالواحد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شیبانی نے بیان کیا، ان سے عامر نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک قبر پر ہوا۔ میت کو ابھی رات ہی دفنایا گیا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ دفن کب کیا گیا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ گذشتہ رات۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے کیوں نہیں اطلاع کرائی؟ لوگوں نے عرض کیا کہ اندھیری رات میں دفن کیا گیا، اس لیے ہم نے آپ کو جگانا مناسب نہ سمجھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے اور ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے صفیں بنالیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں بھی انہیں میں تھا (نابالغ تھا لیکن) نماز جنازہ میں شرکت کی۔

شرح بخاری

نماز پنجگانہ میں تو پہلے مردوں کی صفیں ہوتی ہیں۔ اس کے بعد بچوں کی اس کے بعد عورتوں کی۔ اگر خنثی آجائیں تو آخر میں ان کی صف ہوگی لیکن نماز جنازہ میں یہ ضروری نہیں ہے کہ بچے پیچھے ہوں جنازہ میں بچے آتے ہی نہیں ہیں۔ اگر چند آ بھی جائیں تو وہ مردوں کے ساتھ ہی کھڑے ہو جائیں گے۔

ایک مسئلہ یہ بھی قابل ذکر ہے کہ اگر کسی میت کا جنازہ نابالغ لڑکے ہی پڑھ لیں جن کے ساتھ بالغ کوئی نہ ہو تو کیا فرض ادا ہو جاتا ہے یا نہیں؟ بعض کہتے ہیں فرض ادا ہو جاتا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ فرض ادا نہیں ہوتا۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی شاید اشارہ کیا ہے کہ نماز جنازہ فرض کفایہ ہے اور فرض کفایہ بالغوں پر ہے نابالغوں پر نہیں۔ جبکہ نابالغوں پر فرض



نہیں ہے تو ان کے نماز جنازہ پڑھنے سے فرض ادا نہیں ہوگا اور بعض قرض پر قیاس کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جب اس پر قرض ہو اور اجنبی آدمی کے ادا کرنے سے قرض ادا ہو جاتا ہے ایسے ہی نابالغوں کے نماز جنازہ پڑھنے سے فرض ادا ہو جائے گا۔

٥٦۔بَابُ سُنَّةِ الصَّلاَةِ عَلَى الْجَنَائِزِ:

باب: جنازے پر نماز کا مشروع ہونا

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ صَلَّى عَلَى الْجَنَازَةِ ؟ وَقَالَ: صَلُّوا عَلَى صَاحِبِكُمْ وَقَالَ: صَلُّوا عَلَى النَّجَاشِيِّ سَمَّاهَا صَلَاةً لَيْسَ فِيهَا رُكُوعٌ، وَلَا سُجُودٌ، وَلَا يُتَكَلَّمُ فِيهَا، وَفِيهَا تَكْبِيرٌ، وَتَسْلِيمٌ، وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يُصَلِّي إِلَّا طَاهِرًا، وَلَا يُصَلِّي عِنْدَ طُلُوعِ الشَّمْسِ، وَلَا غُرُوبِهَا، وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ، وَقَالَ الْحَسَنُ: أَدْرَكْتُ النَّاسَ، وَأَحَقُّهُمْ بِالصَّلَاةِ عَلَى جَنَائِزِهِمْ مَنْ رَضُوهُمْ لِفَرَائِضِهِمْ، وَإِذَا أَحْدَثَ يَوْمَ الْعِيدِ أَوْ عِنْدَ الْجَنَازَةِ يَطْلُبُ الْمَاءَ، وَلَا يَتَيَمَّمُ، وَإِذَا انْتَهَى إِلَى الْجَنَازَةِ وَهُمْ يُصَلُّونَ يَدْخُلُ مَعَهُمْ بِتَكْبِيرَةٍ، وَقَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ: يُكَبِّرُ بِاللَّيْلِ، وَالنَّهَارِ، وَالسَّفَرِ، وَالْحَضَرِ أَرْبَعًا، وَقَالَ أَنَسٌ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: التَّكْبِيرَةُ الْوَاحِدَةُ اسْتِفْتَاحُ الصَّلَاةِ، وَقَالَ: وَلَا تُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا وَفِيهِ صُفُوفٌ وَإِمَامٌ.

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص جنازے پر نماز پڑھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا تم اپنے ساتھی پر نماز جنازہ پڑھ لو۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نجاشی پر نماز پڑھو۔ اس کو نماز کہا اس میں نہ رکوع ہے نہ سجدہ اور نہ اس میں بات کی جاسکتی ہے اور اس میں تکبیر ہے اور سلام ہے۔ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جنازے کی نماز نہ پڑھتے جب تک باوضو نہ ہوتے اور سورج نکلنے اور ڈوبنے کے وقت نہ پڑھتے اور جنازے کی نماز میں رفع یدین کرتے اور امام حسن بصری رحمہ اللہ نے کہا کہ میں نے بہت سے صحابہ اور تابعین کو پایا وہ جنازے کی نماز میں امامت کا زیادہ حقدار اسی کو جانتے جس کو فرض نماز میں امامت کا زیادہ حقدار سمجھتے اور جب عید کے دن یا جنازے پر وضو نہ ہو تو پانی ڈھونڈھے، تیمم نہ کرے اور جب جنازے پر اس وقت پہنچے کہ لوگ نماز پڑھ رہے ہوں تو اللہ اکبر کہہ کر شریک ہو جائے۔ اور سعید بن مسیب رحمہ اللہ نے کہا رات ہو یا دن، سفر ہو یا حضر جنازے میں چار تکبیریں کہے۔ اور انس رضی اللہ عنہ نے کہا پہلی تکبیر جنازے کی نماز شروع کرنے کی ہے اور اللہ جل جلالہ نے (سورۃ التوبہ میں) فرمایا ان منافقوں میں جب کوئی مر جائے تو ان پر کبھی نماز نہ پڑھیو۔ اور اس میں صفیں ہیں اور امام ہوتا ہے۔

اس ترجمہ باب سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصود یہ ہے کہ نماز جنازہ بھی صلوۃ کا فرد ہے اور اس پر صلوۃ کا اطلاق حقیقۃً ہوا ہے اور اس کا فائدہ یہ ہے کہ جو شرطیں نماز کے لئے ہیں وہی شرطیں نماز جنازہ کے لئے ہیں اگرچہ جنازہ کے لئے ان شرطوں کی صراحت نہیں آئی، مثلاً نماز کے لئے وضو شرط ہے تو نماز جنازہ کے لئے بھی وضوء ضروری ہے اسی طرح

شرح بخاری

451

استقبال قبلہ نماز کے لئے ضروری ہے تو جنازہ کے لئے بھی استقبال قبلہ ضروری ہے۔ اسی طرح باقی نمازوں کی طرح جنازہ تکبیر تحریمہ سے شروع کرنا چاہیئے اور سلام پر ختم کرنا چاہیئے۔ اور سورۃ فاتحہ بھی نماز جنازہ میں ضروری ہے اور اس کے بعد اس کے ساتھ کسی سورت کا ملانا بھی ضروری ہے گویا جو شرطیں نماز جنازہ کے لئے صراحت کے ساتھ نہیں آئیں ان کو اس معنی سے ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ "صلوۃ" کے لفظ کا اس پر اطلاق حقیقۃً ہوا ہے جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا "من صلي على الجنازة" نیز فرمایا "صلوا على صاحبكم" نیز فرمایا "صلوا على النجاشي"۔

قوله وكان ابن عمر لايصلي الا طاهرا "ولا يصلي عند طلوع الشمس ولاغروبها" ويرفع يديه یہ صحابی کے فعل سے استدلال ہے اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ دو وقت مکروہ تھے ان میں جنازہ نہیں پڑھنا چاہیئے۔ نماز فجر اور نماز عصر کے بعد جائز ہے اسے حنفی بھی جائز سمجھتے ہیں۔ کیونکہ نماز جنازہ فرض ہے اور ان اوقات میں بھی ادا کرنا جائز ہے۔

قوله ويرفع يديه یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جنازہ کی تکبیرات میں رفع یدین کیا کرتے تھے [1]۔ دارقطنی میں ایک مرفوع حدیث بھی آتی ہے جس کے ایک راوی پر دارقطنی نے بحث کی ہے اور کہا ہے کہ باقی راوی موقوف بیان کرتے ہیں اور یہ مرفوع بیان کرتا ہے حالانکہ یہ راوی ثقہ ہے اور اس کے رفع کا اعتبار کرنا چاہیئے۔



قوله وقال الحسن ...... یعنی محلے میں جو باقی نمازوں کا امام ہے وہ بھی جنازہ کے لئے امام ہوگا اگر امیر امام ہو جائے تو بہتر ہے۔

قوله يطلب الماء ولا تيمم یعنی جنازہ کے لئے وضوء کرے تیمم نہ کرے جبکہ پانی میسر ہو حنفی کہتے ہیں کہ جس شخص کا وضوء ٹوٹ جائے اور وہ سمجھتا ہو کہ اگر میں وضوء کے لئے جاؤنگا تو جنازہ نکل جائے گا اور دوبارہ پڑھنا ان کے نزدیک جائز نہیں ہے تو یہ بھی فاقد الماء کے حکم میں ہے لہذا تیمم کرکے جنازہ پڑھ سکتا ہے ایسے ہی شروع میں آنے والا بھی اگر سمجھتا ہو کہ وضوء کرنے جاؤں گا تو نماز جنازہ کو نہیں پاسکوں گا تو وہ بھی تیمم کر سکتا ہے کیونکہ یہ بھی "لم تجدوا ماء فتيمموا صعيدًا" کے تحت فاقد ماء ہی ہے۔

لیکن ولی کے لئے تیمم جائز نہیں ہے کیونکہ اس کے وضوء کرتے ہوئے جنازہ نکل جائے تو وہ دوبارہ پڑھ سکتا ہے۔

"قوله يدخل معهم بتكبيرة" یعنی تکبیر تحریمہ کہہ کر ان کے ساتھ داخل ہو کیونکہ یہ بھی نماز ہے جس کے لئے "تحريمها التكبير" آیا ہے۔



"قوله يكبر بالليل والنهار والسفر والحضر أربعًا" جنازہ چار تکبیروں کے ساتھ پڑھایا جائے گا۔ باقی نمازوں کی طرح اس میں تخفیف نہیں ہے لہذا سفر و حضر میں نماز جنازہ چار تکبیروں کے ساتھ پڑھی جائے گی۔



"قوله قال أنس تكبيرة الواحدة استفتاح الصلاة" یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ نے تکبیر استفتاح کے علاوہ تین تکبیریں کہیں۔

شرح بخاری

---

[1] مصنف ابن ابی شیبہ ۱۱۳۸۰، ج۲، ص۴۹۰

"قوله ولاتصل علی أحد منهم مات أبداً" اس آیت میں بھی جنازہ کو صلوۃ کہا گیا ہے لہذا اس میں رکوع اور سجدے کے علاوہ باقی نماز والی شرطوں کا لحاظ رکھا جائیگا۔

۱۳۲۲ ۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الشَّيْبَانِيِّ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي مَنْ مَرَّ مَعَ نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى قَبْرٍ مَنْبُوذٍ: فَأَمَّنَا فَصَفَفْنَا خَلْفَهُ، فَقُلْنَا: يَا أَبَا عَمْرٍو مَنْ حَدَّثَكَ ؟ ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا.

ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے، ان سے شیبانی نے اور ان سے شعبی نے بیان کیا کہ مجھے اس صحابی نے خبر دی تھی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک الگ تھلگ قبر پر سے گزرا۔ وہ کہتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری امامت کی اور ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے صفیں بنالیں۔ ہم نے پوچھا کہ ابوعمرو (یہ شعبی کی کنیت ہے) یہ آپ سے بیان کرنے والے کون صحابی ہیں؟ فرمایا کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔

۵۷۔ بَابُ فَضْلِ اتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ:

باب: جنازہ کے ساتھ جانے کی فضیلت

وَقَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: إِذَا صَلَّيْتَ فَقَدْ قَضَيْتَ الَّذِي عَلَيْكَ، وَقَالَ: حُمَيْدُ بْنُ هِلَالٍ مَا عَلِمْنَا عَلَى الْجَنَازَةِ إِذْنًا، وَلَكِنْ مَنْ صَلَّى ثُمَّ رَجَعَ فَلَهُ قِيرَاطٌ.

اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نماز پڑھ کر تم نے اپنا حق ادا کر دیا۔ حمید بن ہلال (تابعی) نے فرمایا کہ ہم نماز پڑھ کر اجازت لینا ضروری نہیں سمجھتے۔ جو شخص بھی نماز جنازہ پڑھے اور پھر واپس آئے تو اسے ایک قیراط کا ثواب ملتا ہے۔

شرح بخاری

"قوله إذا صليت فقد قضيت الذى عليك" یعنی جنازہ میں شرکت کرنے والوں کا فرض صرف جنازہ پڑھنا ہے اس کے بعد اسے دفن کرنا اس کے وارثوں کا کام ہے اور اگر اس کا کوئی وارث نہیں ہے تو سارے مسلمان اس کے وارث ہیں پھر سب کو یا بقدر ضرورت آدمیوں کو اسے دفن کرنے کے لئے ٹھہر جانا چاہیئے ورنہ جاسکتے ہیں حدیث میں آتا ہے "إذا صليتم على الجنازة فدعوه بين أهلها" یعنی جنازہ پڑھ کر بے شک تم چلے جاؤ، اجازت لینا بھی ضروری نہیں ہے۔ بعض کی رائے ہے کہ ولی امیر بن جاتا ہے اس لئے اس سے اذن لینا چاہیئے بعض مرفوع روایات بھی آتی ہیں جو کہ ضعیف ہیں۔ اس مسئلہ میں اختلاف ہے بخاری اذن کا قائل نہیں ہے اور وہ اس بارہ میں آنے والی روایات کا ان کے ضعف کی بنا پر اعتبار نہیں کرتے۔

۱۳۲۳ ۔ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ، قَالَ: سَمِعْتُ نَافِعًا، يَقُولُ: حُدِّثَ ابْنُ عُمَرَ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، يَقُولُ: مَنْ تَبِعَ جَنَازَةً فَلَهُ قِيرَاطٌ. فَقَالَ: أَكْثَرَ أَبُو هُرَيْرَةَ عَلَيْنَا.

ہم سے ابوالنعمان نے بیان کیا، ان سے جریر بن حازم نے بیان کیا، کہا کہ میں نے نافع سے سنا، آپ نے بیان کیا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جو دفن تک جنازہ کے ساتھ رہے اسے ایک قیراط کا ثواب ملے گا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ابوہریرہ احادیث بہت زیادہ بیان کرتے ہیں۔

١٣٢٤ ـ فَصَدَّقَتْ يَعْنِي عَائِشَةَ أَبَا هُرَيْرَةَ وَقَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُهُ»، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: لَقَدْ فَرَّطْنَا فِي قَرَارِيطَ كَثِيرَةٍ فَرَّطْتُ ضَيَّعْتُ مِنْ أَمْرِ اللهِ.

پھر ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی تصدیق کی اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ارشاد خود سنا ہے۔ اس پر ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ پھر تو ہم نے بہت سے قیراطوں کا نقصان اٹھایا۔ (سورۃ الزمر میں جو لفظ) «فرطت» آیا ہے اس کے یہی معنی ہیں میں نے ضائع کیا۔

٥٨ ـ بَابُ مَنِ انْتَظَرَ حَتَّى تُدْفَنَ:

باب: جو شخص دفن ہونے تک ٹھہرا رہے



١٣٢٥ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ سَأَلَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَقَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ شَبِيبِ بْنِ سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، حَدَّثَنَا يُونُسُ، قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: وَحَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ الْأَعْرَجُ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ شَهِدَ الْجَنَازَةَ حَتَّى يُصَلِّيَ فَلَهُ قِيرَاطٌ، وَمَنْ شَهِدَ حَتَّى تُدْفَنَ كَانَ لَهُ قِيرَاطَانِ»، قِيلَ: وَمَا الْقِيرَاطَانِ؟، قَالَ: مِثْلُ الْجَبَلَيْنِ الْعَظِيمَيْنِ.

ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، کہا کہ میں نے ابن ابی ذئب کے سامنے یہ حدیث پڑھی، ان سے ابوسعید مقبری نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ نے، انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا۔ (دوسری سند) ہم سے احمد بن شبیب نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے میرے والد نے بیان کیا، ان سے یونس نے بیان کیا کہ ابن شہاب نے کہا کہ (مجھ سے فلاں نے یہ بھی حدیث بیان کی) اور مجھ سے عبدالرحمٰن اعرج نے بھی کہا کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے جنازہ میں شرکت کی پھر نماز جنازہ پڑھی تو اسے ایک قیراط کا ثواب ملتا ہے اور جو دفن تک ساتھ رہا تو اسے دو قیراط کا ثواب ملتا ہے۔ پوچھا گیا کہ دو قیراط کتنے ہوں گے؟ فرمایا کہ دو عظیم پہاڑوں کے برابر۔



اگرچہ میت پر نماز پڑھ کر واپس آنا جائز ہے اور اس پر ایک قیراط اجر ہے لیکن نماز جنازہ پڑھ کر اس کے دفن میں بھی شریک ہونے پر دو قیراط اجر ہے اور دو قیراط دو بڑے پہاڑوں کی مثل ہیں۔ یعنی اسے اتنا اجر حاصل ہوگا جیسے دو پہاڑوں کی مثل کوئی چیز خرچ کی جائے نزدیک ہونے کی بنا پر پہاڑوں کا ذکر کر دیا۔ یا اجر ہی پہاڑوں کی مثل بڑا ہو گا جیسے کھجور صدقہ کی جائے تو وہ بڑھتی رہتی ہے۔

۵۹۔ بَابُ صَلاَةِ الصِّبْيَانِ مَعَ النَّاسِ عَلَى الْجَنَائِزِ:

باب: بڑوں کے ساتھ بچوں کا بھی نماز جنازہ میں شریک ہونا

۱۳۲۶ ۔ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا زَائِدَةُ، حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الشَّيْبَانِيُّ، عَنْ عَامِرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: «أَتَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْرًا، فَقَالُوا: هَذَا دُفِنَ أَوْ دُفِنَتِ البَارِحَةَ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: فَصَفَّنَا خَلْفَهُ ثُمَّ صَلَّى عَلَيْهَا».

ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے یحییٰ بن ابی بکیر نے، انہوں نے کہا ہم سے زائدہ نے بیان کیا، ان سے ابواسحاق شیبانی نے، ان سے عامر نے، ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک قبر پر تشریف لائے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ اس میت کو گزشتہ رات دفن کیا گیا ہے۔ (صاحب قبر مرد تھا یا عورت تھی) ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ پھر ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے صف بندی کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھائی۔

شرح بخاری

اس سے قبل یہ باب گذرا ہے اس سے مقصود یہ تھا کہ اگر بچے جنازہ میں آجائیں تو دیگر مردوں کے ساتھ ہی کھڑے ہو جائیں گے ان کے لئے الگ صف بنانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور اس ترجمہ باب سے مقصود یہ بیان کرنا ہے کہ بچے بھی مردوں کے ساتھ نماز جنازہ میں شریک ہو سکتے ہیں۔ اگرچہ یہ بات پہلے باب سے ضمناً معلوم ہو گئی ہے لیکن بخاری اسے یہاں صراحت سے بیان کرنا چاہتے ہیں۔

۶۰۔ بَابُ الصَّلاَةِ عَلَى الْجَنَائِزِ بِالْمُصَلَّى وَالْمَسْجِدِ:

باب: نماز جنازہ عید گاہ میں اور مسجد میں (ہر دو جگہ جائز ہے)

۱۳۲۷ ۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ وَأَبِي سَلَمَةَ، أَنَّهُمَا حَدَّثَاهُ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: «نَعَى لَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّجَاشِيَّ صَاحِبَ الْحَبَشَةِ يَوْمَ الَّذِي مَاتَ فِيهِ، فَقَالَ: اسْتَغْفِرُوا لِأَخِيكُمْ».

ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے عقیل نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا، ان سے سعید بن مسیب اور ابوسلمہ نے بیان کیا اور ان دونوں حضرات سے

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حبشہ کے نجاشی کی وفات کی خبر دی، اسی دن جس دن ان کا انتقال ہوا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے بھائی کے لیے اللہ سے مغفرت چاہو۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مصلی کا معنی عید گاہ کیا ہے اسی لئے اس سے استدلال کیا ہے کہ جنازہ مسجد میں ہوسکتا ہے اور عید گاہ کا حکم مسجد کا ہوتا ہے اسی لئے حائضہ عورتوں کو مصلی سے روکا گیا ہے کیونکہ حائضہ عورتیں مصلی میں نہیں جاسکتیں۔ اور اگر مصلی کا معنی جنازگاہ ہو تو پھر استدلال اتنا قوی نہیں ہے کیونکہ جنازگاہ بالکل مشرقی جانب مسجد کے ساتھ تھی ہاں یوں استدلال ہوسکتا ہے کہ جنازہ میں لوگ زیادہ آجائیں تو وہ مسجد میں کھڑے ہوجاتے ہیں۔ بعض احناف کی رائے میں عید گاہ کا حکم مسجد کا تب ہوتا ہے جبکہ چار دیواری بنی ہوئی ہو۔

یہ مسئلہ اختلافی ہے کہ مسجد میں جنازہ پڑھا جاسکتا ہے یا نہیں؟ حنفی کہتے ہیں مسجد میں جنازہ پڑھنے سے اجر نہیں ملتا۔ جیسا کہ ابوداؤد کی روایت میں "فلا شیء لہ[1]" آتا ہے اور ایک روایت میں "فلا اجر لہ" آتا ہے۔ اور ایک میں "فلا علیہ" آتا ہے پہلی روایت میں "صالح مولي التوأمہ متکلم فیہ" ہے اسکا حافظہ متغیر ہوگیا تھا۔ حنفی کہتے ہیں کہ یہ تغیر سے پہلے کی روایت ہے کیونکہ اس سے ابن أبي ذئب روایت کرتا ہے اور یہ تغیر سے پہلے کا راوی ہے۔ لیکن اس روایت سے یہ معنی مراد لیا جائے گا کہ مسجد میں جنازہ پڑھنے سے اتنا اجر نہیں ملتا جتنا باہر پڑھنے سے ملتا ہے۔ اس کی تاویل کرنی پڑے گی۔ کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں جنازہ پڑھا ہے اگرچہ آپ کا جنازہ تو حجرہ عائشہ رضی اللہ عنہا میں انفرادی طور پر پڑھا گیا ہے لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے جنازے مسجد میں پڑھے گئے تھے۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی دو لڑکوں کا جنازہ مسجد میں پڑھا تھا[2]۔ ابن أبي شیبہ وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ ابوبکر صدیق کا جنازہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اور حضرت عمر کا جنازہ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے مسجد میں ہی پڑھایا تھا۔ بعض لوگ صالح کی روایت کو ناسخ بناتے ہیں۔ لیکن نسخ کے لئے تاریخ معلوم ہونی چاہیئے۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے بارہ میں وہ کہتے ہیں کہ ان کا جنازہ مسجد میں اس لئے پڑھا گیا تھا تاکہ انہیں ساتھ ہی حجرہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا میں دفن کیا جائے۔ حالانکہ یہ بات لغو ہے کیونکہ مسجد سے متصل جنازگاہ موجود تھی وہاں پڑھ لیتے جب امام مسجد میں نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو اس کی بائیں طرف مشرقی جانب جنازگاہ تھی اگر مسجد میں جنازہ جائز نہ ہوتا تو جنازگاہ میں پڑھا جاسکتا تھا۔



بعض کہتے ہیں کہ میت کو مسجد میں داخل کرنا منع ہے کیونکہ وہ نجس ہوتی ہے جبکہ دوسری طرف کہتے ہیں کہ وہ کرامۃً پاک ہو جاتی ہے یہاں آکر کیا وہ پلید ہو جاتی ہے؟ احناف کے اس بارہ میں دو قول ہیں بعض کہتے ہیں کہ مرنے والے کے خون کو بدن چوس لیتا ہے اس لئے کرامۃً پاک ہے اور بعض کہتے ہیں کہ غسل دینے سے پاک ہو جاتا ہے۔

---

[1] سنن ابی داؤد ۳۱۹۱ ج۳ ص ۲۰۷۔

[2] سنن ابی داؤد ۳۱۹۰ ج۳ ص ۲۰۷۔

اہلحدیث کا مسلک یہ ہے کہ مسلمان پلید نہیں ہوتا کیونکہ حدیث میں آتا ہے "إن المؤمن لاینجس"[1] مسلمان خواہ زندہ ہو یا فوت شدہ پلید نہیں ہوتا۔ لہذا جنازہ کے لئے مسجد میں لا سکتے ہیں۔

"قوله قريبًا من موضع الجنائز عند المسجد" یعنی جنازگاہ مسجد کے قریب ہی تھی تو جنازگاہ میں جگہ نہ ملنے پر مسجد میں کھڑا ہوا جا سکتا ہے۔ اگر مسجد میں جنازہ پڑھنا جائز نہ ہوتا تو منع کر دیتے کہ مسجد میں کوئی کھڑا نہ ہو جبکہ منع نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ مسجد میں جنازہ پڑھنا جائز ہے۔

١٣٢٨ ـ وَعَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيِّبِ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَفَّ بِهِمْ بِالْمُصَلَّى فَكَبَّرَ عَلَيْهِ أَرْبَعًا.

اور ابن شہاب سے یوں بھی روایت ہے انہوں نے کہا کہ مجھ سے سعید بن مسیب نے بیان کیا کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عیدگاہ میں صف بندی کرائی پھر (نماز جنازہ کی) چار تکبیریں کہیں۔

١٣٢٩ ـ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، حَدَّثَنَا أَبُو ضَمْرَةَ، حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، «أَنَّ الْيَهُودَ جَاءُوا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَجُلٍ مِنْهُمْ، وَامْرَأَةٍ زَنَيَا، فَأَمَرَ بِهِمَا فَرُجِمَا قَرِيبًا مِنْ مَوْضِعِ الْجَنَائِزِ عِنْدَ الْمَسْجِدِ».

ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا، ان سے ابوضمرہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا، ان سے نافع نے اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ یہود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں اپنے ہم مذہب ایک مرد اور عورت کا، جنہوں نے زنا کیا تھا، مقدمہ لے کر آئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے مسجد کے نزدیک نماز جنازہ پڑھنے کی جگہ کے پاس انہیں سنگسار کر دیا گیا۔

٦١-بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنِ اتِّخَاذِ الْمَسَاجِدِ عَلَى الْقُبُورِ:

باب: قبروں پر مسجد بنانا مکروہ ہے

وَلَمَّا مَاتَ الْحَسَنُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ ضَرَبَتِ امْرَأَتُهُ الْقُبَّةَ عَلَى قَبْرِهِ سَنَةً، ثُمَّ رُفِعَتْ فَسَمِعُوا صَائِحًا يَقُولُ: أَلَا هَلْ وَجَدُوا مَا فَقَدُوا ؟ فَأَجَابَهُ الْآخَرُ بَلْ يَئِسُوا فَانْقَلَبُوا.

اور جب حسن بن حسن بن علی رضی اللہ عنہم فوت ہوئے تو ان کی بیوی (فاطمہ بنت حسین) نے ایک سال تک قبر پر خیمہ لگائے رکھا۔ آخر خیمہ اٹھایا گیا تو لوگوں نے ایک آواز سنی کیا ان لوگوں نے جن کو کھویا تھا، ان کو پایا؟ دوسرے نے جواب دیا نہیں بلکہ ناامید ہو کر لوٹ گئے۔

---

[1] صحیح بخاری ٢٨٥، ج ١، ص ٦٥

۱۳۳۰ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى، عَنْ شَيْبَانَ، عَنْ هِلَالٍ هُوَ الْوَزَّانُ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ: «لَعَنَ اللهُ الْيَهُودَ، وَالنَّصَارَى اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسْجِدًا»، قَالَتْ: وَلَوْلَا ذَلِكَ لَأَبْرَزُوا قَبْرَهُ غَيْرَ أَنِّي أَخْشَى أَنْ يُتَّخَذَ مَسْجِدًا.

ہم سے عبید اللہ بن موسیٰ نے بیان کیا، ان سے شیبان نے، ان سے ہلال وزان نے، ان سے عروہ نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض وفات میں فرمایا کہ یہود اور نصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مساجد بنالیا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اگر ایسا ڈر نہ ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کھلی رہتی (اور حجرہ میں نہ ہوتی) کیونکہ مجھے ڈر اس کا ہے کہ کہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر بھی مسجد نہ بنالی جائے۔

مسجد سے اصطلاحی معنی مراد ہے کہ قبروں پر مسجدیں بنانا حرام ہے۔ یا سجدہ گاہ بنانا مراد ہے قبروں پر نماز پڑھنے سے آپ نے منع کیا ہے۔ ایک حدیث میں آتا ہے "لعنة الله علی الیهود والنصاریٰ اتخذوا قبور انبیائهم مساجد یحذر ماصنعوا[1]" معلوم ہوا کہ قبروں کو مسجدوں کی طرح استعمال نہیں کرنا چاہیئے۔ بخاری رحمہ اللہ نے ایک اثر ذکر کیا ہے کہ جب حسن بن حسن بن علی فوت ہوئے تو ان کی بیوی نے خاوند سے محبت کی بنا پر قبر پر خیمہ لگا لیا اور یہ خیمہ سال تک رہا پھر اٹھا لیا گیا۔ سال بعد جب خیمہ اکھاڑا تو کسی ہاتف نے کہا "هل وجدوا مافقدوا" دوسرے نے کہا "بل یئسوا فانقلبوا[2]" اس سے بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب خیمہ سال تک رہا ہے تو وہ نماز بھی اس قبر کے پاس ہی پڑھتی ہو گی۔ لہذا قبر کے پاس نماز پڑھنا جائز ہے لیکن اسی اثر میں یہ بھی ہے کہ اسے تنبیہ کر دی گئی ہے جس سے معلوم ہوا کہ یہ کام لغو اور فضول ہے جیسا کہ بعض لوگ میت سے محبت کی بنا پر قبر پر دودھ یا پانی گراتے ہیں حالانکہ یہ فضول کام ہے ایسے ہی اس عورت نے محبت کی بنا پر قبر پر خیمہ لگا لیا۔ اس سے بعض لوگ کہتے ہیں کہ قبر کھودنے والے ضرورت کی بنا پر قبر پر خیمہ لگا سکتے ہیں۔ بریلوی کہتے ہیں کہ گزرنے والوں یا دعاء کرنے والوں کے لئے بھی خیمہ لگا لیا جائے تو درست ہے لیکن یہاں قبر پر خیمہ لگانے والوں کا عمل بھی کوئی سنت طریقہ نہیں تھا۔ یہ بھی مروی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے بھائی کی قبر پر گئیں وہاں انہوں نے خیمہ لگایا اور اس پر ایک غلام کو مقرر کر دیا۔ وہاں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ آئے تو اس غلام سے کہا "انزعه یا غلام انما یظله عمله[3]" اس کے عمل کا سایہ ہوتا ہے خیمہ کا نہیں۔ غلام نے کہا میری مولیٰ کا حکم ہے کہا اسے اکھاڑ دے تجھے کچھ ضرر نہیں ہوگا۔ مائی صاحب کو بھائی پر ترس آ گیا اور خیمہ لگا دیا حالانکہ یہ بے فائدہ تھا۔ بعض لوگوں سے انفرادی طور پر بعض غلطیاں ہو جاتی ہیں انہیں

(1) بخاری:۴۳۵۔
(2) بخاری، باب:۶۱۔
(3) صحیح بخاری باب ۸۱۔

سنت نہیں سمجھ لینا چاہیئے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے "مایکرہ" کہہ کر اس کام کے مکروہ یعنی حرام ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اور خیمہ والا واقعہ ذکر کیا ہے کیونکہ خیمہ اگر وسیع ہو تو اس کی ایک طرف قبر کی طرف متوجہ ہوئے بغیر نماز پڑھی جا سکتی ہے۔

٦٢-بَابُ الصَّلاَةِ عَلَى النُّفَسَاءِ إِذَا مَاتَتْ فِي نِفَاسِهَا:

باب: اگر کسی عورت کا نفاس کی حالت میں انتقال ہو جائے تو اس پر نماز جنازہ پڑھنا

١٣٣١ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ بُرَيْدَةَ، عَنْ سَمُرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: «صَلَّيْتُ وَرَاءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى امْرَأَةٍ مَاتَتْ فِي نِفَاسِهَا فَقَامَ عَلَيْهَا وَسَطَهَا».

ہم سے مسدد نے بیان کیا۔ کہا کہ ہم سے یزید بن زریع نے، ان سے حسین معلم نے، ان سے عبداللہ بن بریدہ نے، ان سے سمرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں ایک عورت (ام کعب) کی نماز جنازہ پڑھی تھی جس کا نفاس میں انتقال ہو گیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی کمر کے مقابل کھڑے ہوئے۔

شرح بخاری

النفساء نون کے ضمہ اور فاء کی فتحہ کے ساتھ وہ عورت جسے عنقریب بچہ پیدا ہوا ہو اور بعد میں فوت ہو گئی ہو یا بچہ کے مرنے سے اس کی بھی موت واقع ہو گئی ہو تو اس پر نماز جنازہ کا حکم اور طریقہ کیا ہے۔ اگرچہ نفاس میں فوت ہونیوالی شہید کے حکم میں ہے لیکن یہ شہادت اس پر نماز پڑھنے سے مانع نہیں ہے۔ ویسے شہید معرکہ کے جنازہ میں علماء کا اختلاف ہے۔ احناف کے ہاں اس کا جنازہ پڑھنا چاہیئے۔ شوافع کہتے ہیں کہ شہید کا جنازہ پڑھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اختیار ہے پڑھیں یا نہ پڑھیں۔ نفساء شہید معرکہ کی طرح نہیں ہے لہذا اسکا جنازہ پڑھا جائے گا۔

٦٣-بَابُ أَيْنَ يَقُومُ مِنَ الْمَرْأَةِ وَالرَّجُلِ:

باب: اس بارے میں کہ عورت اور مرد کی نماز جنازہ میں کہاں کھڑا ہوا جائے؟

١٣٣٢ - حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ، عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ، حَدَّثَنَا سَمُرَةُ بْنُ جُنْدَبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: «صَلَّيْتُ وَرَاءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى امْرَأَةٍ مَاتَتْ فِي نِفَاسِهَا فَقَامَ عَلَيْهَا وَسَطَهَا».

ہم سے عمران بن میسرہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالوارث نے بیان کیا، ان سے حسین نے بیان کیا اور ان سے ابن بریدہ نے کہ ہم سے سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ایک عورت کی نماز جنازہ پڑھی تھی جس کا زچگی کی حالت میں انتقال ہو گیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بیچ میں کھڑے ہوئے۔

کیا مرد اور عورت کے جنازہ میں فرق ہے یا نہیں۔ حضرت انس کی روایت میں فرق کا ذکر ہے جو کہ ترمذی اور ابوداؤد میں ہے "انه صلي على رجل فقام حيال رأسه و صلي على امرأة فقام عند عجيزتها فقال له العلاء بن زياد أهكذا كان رسول الله ﷺ يفعل قال نعم [1]" امام بخاری رحمہ اللہ فرق کے قائل نہیں ہیں اور انہوں نے اس کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جبکہ مسند احمد اور سنن ابن ماجہ میں "عند رأس الرجل ووسط المرأة [2]" آتا ہے اور اس کی سند جید ہے۔ احناف کے ہاں میت کے سینے کے پاس کھڑا ہونا چاہئے کیونکہ وہ ایمان کا محل ہے لہذا مرد ہو یا عورت امام اس کے سینے کے برابر کھڑا ہو۔ نبی علیہ السلام عورت کے درمیان میں پردہ کرنے کے لئے کھڑے ہوئے تھے جب نعش بن گئی تو اس کی ضرورت نہ رہی۔ بعض کہتے ہیں کہ شاید بچہ پیٹ کے اندر ہی مر گیا تھا اس لئے درمیان میں کھڑے ہوئے تاکہ دونوں کو سامنے کیا جاسکے۔

"قوله فقام عليها وسطها" وسط کو سین کے سکون کے ساتھ پڑھیں تو سر سے لیکر پاؤں تک وسط ہی ہے۔ اور اگر سین کی فتحہ سے ہو تو اسکا معنی بالکل درمیان ہوتا ہے [3]۔

٦٤-بَابُ التَّكْبِيرِ عَلَى الْجَنَازَةِ أَرْبَعًا:

باب: نماز جنازہ میں چار تکبیریں کہنا



وَقَالَ حُمَيْدٌ صَلَّى بِنَا أَنَسٌ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَكَبَّرَ ثَلَاثًا، ثُمَّ سَلَّمَ فَقِيلَ لَهُ: فَاسْتَقْبَلَ

[1] ترمذی ١٠٣٤ (بمعناه)

[2] سنن ابن ماجه ١٤٩٤ (بمعناه)

[3] مسئلہ:۔ ماں کے پیٹ سے گرنے والے بچے کو "السقط" کہتے ہیں اور اس کے غسل اور نماز جنازہ کے بارہ میں دو صورتیں ہیں ا۔ ماں کے پیٹ سے زندہ یا مردہ اترے حالانکہ اس کی انسانی تخلیق مکمل ہو یعنی اس میں روح پھونکی گئی ہو تو اسے غسل اور کفن دیا جائیگا اور اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور دفن کیا جائے گا اور اس کی ماں اس سے نفاس والی بن جائے گی۔ دوسری صورت یہ ہے کہ تخلیق انسانی کی تکمیل سے پہلے ہی گر پڑے تو اسے غسل اور کفن دینے کی ضرورت نہیں اور نہ اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے اور نہ اس کی ماں نفساء بنے گی اگر وہ خون دیکھے تو ایک دفعہ غسل کرلے، شیخ ابن باز رحمہ اللہ کہتے ہیں "القول بعدم الصلاة على السقط ضعيف والصواب شرعية الصلاة عليه اذا سقط بعد نفخ الروح فيه و كان محكوما بإسلامه لانه ميت مسلم فشرعت الصلاة عليه كسائر موتى المسلمين ولما روى أحمد و ابوداؤد الترمذى والنسائى عن المغيرة بن شعبة أن النبى ﷺ قال: والسقط يصلي عليه و يدعى لوالديه بالمغفرة والرحمة وإسناده حسن" حاشیہ فتح الباری ٣-٢٠١۔ یعنی سقط کا جنازہ نہ پڑھنے کا قول ضعیف ہے صحیح یہ ہے کہ اگر وہ روح پھونکے جانے کے بعد ساقط ہو تو اسکا جنازہ پڑھا جائے جیسا کہ دیگر فوت ہونے والے مسلمانوں کا جنازہ پڑھا جاتا ہے کیونکہ مسند احمد۔ ابوداؤد، ترمذی اور نسائی میں مغیرہ بن شعبہ کی حدیث آتی ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا... ساقط ہونے والے بچے کا جنازہ پڑھا جائے اور اس کے والدین کے لئے دعا کی جائے۔



الْقِبْلَةَ، ثُمَّ كَبَّرَ الرَّابِعَةَ ثُمَّ سَلَّمَ.

اور حمید طویل نے بیان کیا کہ ہمیں انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی تو تین تکبیریں کہیں پھر سلام پھیر دیا۔ اس پر انہیں لوگوں نے یاد دہانی کرائی تو دوبارہ قبلہ رخ ہو کر چوتھی تکبیر بھی کہی پھر سلام پھیرا۔

١٣٣٣ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، «أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَى النَّجَاشِيَّ فِي الْيَوْمِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ، وَخَرَجَ بِهِمْ إِلَى الْمُصَلَّى فَصَفَّ بِهِمْ وَكَبَّرَ عَلَيْهِ أَرْبَعَ تَكْبِيرَاتٍ».

ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں امام مالک رحمہ اللہ نے خبر دی، انہیں ابن شہاب نے، انہیں سعید بن مسیب نے، انہیں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نجاشی کا جس دن انتقال ہوا اسی دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی وفات کی خبر دی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے ساتھ عید گاہ گئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صف بندی کرائی اور چار تکبیریں کہیں۔

امام بخاری نے اس ترجمہ باب سے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ نماز جنازہ میں چار تکبیروں سے زیادہ نہیں ہے اور یہ مسئلہ اختلافی ہے۔ بعض صحابہ سے بدری صحابہ پر چھ تکبیریں ثابت ہیں، اور دیگر صحابہ کرام پر پانچ اور عام لوگوں پر چار تکبیریں کہنا ثابت ہے، اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا عمل تھا، ان کا مقصد یہ تھا کہ چار سے زائد ثابت ہیں، اور جتنی زیادہ تکبیریں کہی جائیں بہتر ہیں اور ان کا یہ اپنا اجتہاد تھا کہ بدری اور دیگر صحابہ کرام میں فرق کرتے تھے۔ نبی اکرم ﷺ سے چار سے زائد تکبیریں کہنا ثابت ہے، لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ دیکھو نبی اکرم ﷺ نے جو آخری جنازہ پڑھایا تھا اس میں آپ ﷺ نے کتنی تکبیریں کہی تھیں؟ آپ کو بتایا گیا کہ آپ نے آخری جنازہ میں چار تکبیریں پڑھی تھیں، تو فرمایا کہ تم بھی چار تکبیریں پڑھا کرو[1]۔ باقی رہا چار سے زائد کہنا تو ان میں اللہ اکبر، اللہ اکبر، کہہ کر سلام پھیر دے چاہے تو ان میں بھی کوئی دعا پڑھ سکتا ہے۔ اور نماز جنازہ پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلی تکبیر کے بعد الحمد شریف یعنی سورۃ فاتحہ پڑھے اور کوئی سورت ملائے، دوسری تکبیر کے بعد درود شریف پڑھے اور تیسری تکبیر کے بعد میت کے لئے دعائیں کرے اور چوتھی کے بعد سلام پھیر دے، عون المعبود میں دوسری صورت یہ بھی بیان ہوئی ہے کہ پہلی تکبیر کے بعد سورۃ فاتحہ، درود شریف اور دعاء کرے اس کے بعد تین تکبیریں اللہ اکبر، اللہ اکبر، کہہ کر سلام پھیر دے۔ یا ان تکبیروں کے بعد بھی دعا کرتا رہے۔ یہ تین صورتیں منقول ہیں۔

قولہ صلي علی اصحمة النجاشي، اصحمہ اس کا نام اور نجاشی اس کا لقب تھا۔

١٣٣٤ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ، حَدَّثَنَا سَلِيمُ بْنُ حَيَّانَ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مِينَاءَ، عَنْ

---

[1] السنن الکبری للبیہقی ٦٩٤٧، ج ٤، ص ٦٠

جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى عَلَى أَصْحَمَةَ النَّجَاشِيِّ فَكَبَّرَ أَرْبَعًا»، وَقَالَ يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ: عَنْ سَلِيمٍ أَصْحَمَةَ، وَتَابَعَهُ عَبْدُ الصَّمَدِ.

ہم سے محمد بن سنان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سلیم بن حیان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سعید بن میناء نے بیان کیا اور ان سے جابر رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحمہ نجاشی کی نماز جنازہ پڑھائی تو چار تکبیریں کہیں۔ یزید بن ہارون واسطی اور عبدالصمد نے سلیم سے اصحمہ نام نقل کیا ہے اور عبدالصمد نے اس کی متابعت کی ہے۔

٦٥- بَابُ قِرَاءَةِ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ عَلَى الْجَنَازَةِ:

باب: نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھنا (ضروری ہے)

وَقَالَ الْحَسَنُ يَقْرَأُ عَلَى الطِّفْلِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ، وَيَقُولُ: اللهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا فَرَطًا وَسَلَفًا وَأَجْرًا.

اور امام حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بچے کی نماز جنازہ میں پہلے سورۃ فاتحہ پڑھی جائے پھر یہ دعا پڑھی جائے «اللهم اجعله لنا فرطا وسلفا وأجرا» یا اللہ! اس بچے کو ہمارا میر ساماں اور آگے چلنے والا، ثواب دلانے والا کردے۔

١٣٣٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَعْدٍ، عَنْ طَلْحَةَ، قَالَ: صَلَّيْتُ خَلْفَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، ح حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَوْفٍ، قَالَ: «صَلَّيْتُ خَلْفَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَلَى جَنَازَةٍ، فَقَرَأَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ، قَالَ: لِيَعْلَمُوا أَنَّهَا سُنَّةٌ.

ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا۔ کہا کہ ہم سے غندر (محمد بن جعفر) نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے سعد بن ابراہیم نے اور ان سے طلحہ نے کہا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اقتداء میں نماز (جنازہ) پڑھی (دوسری سند) ہم سے محمد بن کثیر نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں سفیان ثوری نے خبر دی، انہیں سعد بن ابراہیم نے، انہیں طلحہ بن عبداللہ بن عوف نے، انہوں نے بتلایا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز جنازہ پڑھی تو آپ نے سورۃ فاتحہ (ذرا پکار کر) پڑھی۔ پھر فرمایا کہ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ یہی طریقہ نبوی ہے۔

شرح بخاری

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کے قائل نہیں ہیں، امام شافعی رحمہ اللہ نمازِ جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کو فرض کہتے ہیں، اور ان کا استدلال عمومات سے ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث بھی ہے کہ انہوں نے نمازِ جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھی اور کہا کہ سنت ہے۔ بعض صحابہ کرام سے مروی ہے کہ وہ نمازِ

جنازہ میں قراءت نہیں کرتے تھے۔ حضرت عمر، ابن عمر اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے ایسی روایات آتی ہیں اور وہ جنازے کو صرف دعا سمجھتے تھے۔ جبکہ نمازِ جنازہ کے لئے صلوٰۃ کا لفظ استعمال ہوا ہے، اور یہ لفظ نماز جنازہ پر حقیقتاً استعمال ہوا ہے تو باقی نمازوں کی طرح نماز جنازہ بھی بغیر سورۃ فاتحہ کے نہیں ہونی چاہیئے۔ اور بعض علماء کہتے ہیں کہ سورۃ فاتحہ کے ساتھ کوئی اور سورت بھی پڑھنی چاہیئے۔ لیکن فرض تو سورۃ فاتحہ پڑھنے سے ادا ہو جاتا ہے۔ سورت ملانے کا ذکر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔ احناف چونکہ سورۃ فاتحہ پڑھنے کے قائل نہیں ہیں اس لئے وہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے "سنت" کہنے کا جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ یہ معمول بہ چیز ہے، یہ مطلب نہیں کہ یہ نبی کریم ﷺ کی سنت ہے حالانکہ بعض احادیث میں سنة نبیکم آتا ہے۔ لٰہذا نبی کریم علیہ السلام کی ہی سنت مراد ہے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سنت کا اطلاق اپنے عمل پر بھی کر لیتے ہیں جیسا کہ انہوں نے "اقعاء" کو سنت کہا ہے۔ یعنی دو سجدوں کے درمیان پاؤں کھڑے کر کے ان پر بیٹھنا حالانکہ اس پر انہوں نے ایک دوبار عمل کیا ہے۔ عموماً پاؤں بچھا کر ان پر بیٹھا کرتے تھے تو وہ سنت نہ ہوا۔ حالانکہ ایک بار بھی آپ نے کیا ہے تو اسے سنت کہنا درست ہو گیا۔ سجدتین کے درمیان اقعاء کا جو ذکر آتا ہے تو اس بارے بعض علماء کہتے ہیں: انہوں نے موزے پہنے ہوئے تھے اور موزے سخت ہونے کی وجہ سے مڑتے نہیں ہیں اس لئے انہوں نے اقعاء کیا تھا۔

قولہ انها سنة۔ سنت کہنے سے یہ مراد نہیں ہے کہ سورۃ فاتحہ فرض نہیں ہے، بلکہ مراد یہ ہے کہ جنازے میں سورۃ فاتحہ پڑھنا نبی کریم علیہ السلام کا طریقہ ہے۔ حاکم کی روایت میں "انما قراءتها علنا"[1] یعنی اونچی قراءت اس لئے کی ہے تاکہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ یہ سنت ہے۔ نسائی میں قراءت آہستہ کرنے کا ذکر بھی آتا ہے۔

٦٦ ـ بَابُ الصَّلاَةِ عَلَى الْقَبْرِ بَعْدَ مَا يُدْفَنُ:

باب: مردہ کو دفن کرنے کے بعد قبر پر نماز جنازہ پڑھنا

١٣٣٦ ـ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ الشَّيْبَانِيُّ، قَالَ: سَمِعْتُ الشَّعْبِيَّ، قَالَ: «أَخْبَرَنِي مَنْ مَرَّ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى قَبْرٍ مَنْبُوذٍ فَأَمَّهُمْ وَصَلَّوْا خَلْفَهُ»، قُلْتُ: مَنْ حَدَّثَكَ هَذَا يَا أَبَا عَمْرٍو؟ قَالَ: ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا.

ہم سے حجاج بن منہال نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے سلیمان شیبانی نے بیان کیا، کہا کہ میں نے شعبی سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ مجھے اس صحابی نے خبر دی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک الگ تھلگ قبر سے گزرے تھے۔ قبر پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم امام بنے اور صحابہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز جنازہ پڑھی۔ شیبانی نے کہا کہ میں نے شعبی سے پوچھا کہ ابو عمرو! یہ

[1] المستدرک للحاکم ١٣٢٩، ج١، ص ٥١٢

آپ سے کس صحابی نے بیان کیا تھا تو انہوں نے بتلایا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے۔

جو لوگ جنازے سے پیچھے رہ جائیں اور میت کو دفن کر دیا جائے تو وہ قبر پر نماز جنازہ پڑھ سکتے ہیں۔ جو لوگ اس کے قائل نہیں ہیں وہ اس حدیث کی تاویل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ لوگ تبعاً آپ ﷺ کے پیچھے کھڑے ہو گئے تھے اور نبی علیہ السلام نے اس لئے اس کا جنازہ پڑھا تھا کیونکہ آپ ﷺ بمنزلہ ولی کے تھے۔ حالانکہ بمنزلہ ولی کا یہ معنی نہیں ہے کہ آپ کے بغیر جنازہ نہ ہوتا ہو۔ کیونکہ دیگر علاقوں والے اپنے اموات کا آپ ﷺ کے بغیر جنازہ پڑھتے تھے اور یہاں بھی لوگوں نے آپ ﷺ کو اطلاع نہیں دی۔ کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ آپ کے بغیر جنازہ ہو جاتا ہے۔ اور آپ ﷺ نے قبر پر جنازہ پڑھایا کہ آپ کے جنازہ پڑھنے سے قبریں منور ہو جاتی تھیں۔ اس لئے نہیں کہ آپ کے بغیر جنازہ ہی نہ ہوتا ہو۔

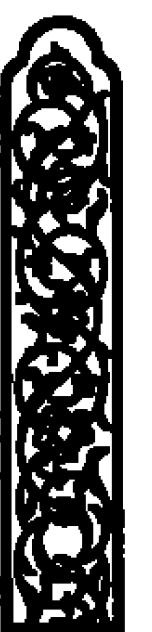
١٣٣٧ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، «أَنَّ أَسْوَدَ رَجُلًا، أَوِ امْرَأَةً، كَانَ يَقُمُّ الْمَسْجِدَ فَمَاتَ، وَلَمْ يَعْلَمِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَوْتِهِ، فَذَكَرَهُ ذَاتَ يَوْمٍ، فَقَالَ: مَا فَعَلَ ذَلِكَ الْإِنْسَانُ؟، قَالُوا: مَاتَ يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: أَفَلَا آذَنْتُمُونِي، فَقَالُوا: إِنَّهُ كَانَ كَذَا، وَكَذَا قِصَّتُهُ، قَالَ: فَحَقَرُوا شَأْنَهُ، قَالَ فَدُلُّونِي عَلَى قَبْرِهِ فَأَتَى قَبْرَهُ فَصَلَّى عَلَيْهِ».



ہم سے محمد بن فضل نے کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے ثابت نے بیان کیا، ان سے ابو رافع نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ کالے رنگ کا ایک مرد یا ایک کالی عورت مسجد کی خدمت کیا کرتی تھیں، ان کی وفات ہو گئی لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی وفات کی خبر کسی نے نہیں دی۔ ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود یاد فرمایا کہ وہ شخص دکھائی نہیں دیتا۔ صحابہ نے کہا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! ان کا تو انتقال ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر تم نے مجھے خبر کیوں نہیں دی؟ صحابہ نے عرض کی کہ یہ وجوہ تھیں (اس لیے آپ کو تکلیف نہیں دی گئی) گویا لوگوں نے ان کو حقیر جان کر قابل توجہ نہیں سمجھا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چلو مجھے ان کی قبر بتا دو۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی قبر پر تشریف لائے اور اس پر نماز جنازہ پڑھی۔

٦٧- بَابُ الْمَيِّتُ يَسْمَعُ خَفْقَ النِّعَالِ:

باب: اس بیان میں کہ مردہ لوٹ کر جانے والوں کے جوتوں کی آواز سنتا ہے



١٣٣٨ ـ حَدَّثَنَا عَيَّاشٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، قَالَ: وَقَالَ لِي خَلِيفَةُ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «الْعَبْدُ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ، وَتُوُلِّيَ، وَذَهَبَ أَصْحَابُهُ حَتَّى إِنَّهُ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ، أَتَاهُ مَلَكَانِ، فَأَقْعَدَاهُ فَيَقُولَانِ لَهُ: مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هَذَا

الرَّجُلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ؟ فَيَقُولُ: أَشْهَدُ أَنَّهُ عَبْدُ اللهِ وَرَسُولُهُ، فَيُقَالُ: انْظُرْ إِلَى مَقْعَدِكَ مِنَ النَّارِ أَبْدَلَكَ اللهُ بِهِ مَقْعَدًا مِنَ الْجَنَّةِ. قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَيَرَاهُمَا جَمِيعًا، وَأَمَّا الْكَافِرُ أَوِ الْمُنَافِقُ. فَيَقُولُ: لَا أَدْرِي كُنْتُ أَقُولُ مَا يَقُولُ النَّاسُ. فَيُقَالُ: لَا دَرَيْتَ وَلَا تَلَيْتَ، ثُمَّ يُضْرَبُ بِمِطْرَقَةٍ مِنْ حَدِيدٍ ضَرْبَةً بَيْنَ أُذُنَيْهِ فَيَصِيحُ صَيْحَةً يَسْمَعُهَا مَنْ يَلِيهِ إِلَّا الثَّقَلَيْنِ».

ہم سے عیاش بن ولید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالاعلیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سعید بن ابی عروبہ نے بیان کیا۔ (دوسری سند) امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا کہ مجھ سے خلیفہ بن خیاط نے بیان کیا، ان سے یزید بن زریع نے، ان سے سعید بن ابی عروبہ نے، ان سے قتادہ نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی جب قبر میں رکھا جاتا ہے اور دفن کر کے اس کے لوگ پیٹھ موڑ کر رخصت ہوتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے۔ پھر دو فرشتے آتے ہیں اسے بٹھاتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ اس شخص (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق تمہارا کیا اعتقاد ہے؟ وہ جواب دیتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اس جواب پر اس سے کہا جاتا ہے کہ یہ دیکھ جہنم کا اپنا ایک ٹھکانا لیکن اللہ تعالیٰ نے جنت میں تیرے لیے ایک مکان اس کے بدلے میں بنا دیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر اس بندہ مومن کو جنت اور جہنم دونوں دکھائی جاتی ہیں اور رہا کافر یا منافق تو اس کا جواب یہ ہوتا ہے کہ مجھے معلوم نہیں، میں نے لوگوں کو ایک بات کہتے سنا تھا وہی میں بھی کہتا رہا۔ پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ نہ تو نے کچھ سمجھا اور نہ (اچھے لوگوں کی) پیروی کی۔ اس کے بعد اسے ایک لوہے کے ہتھوڑے سے بڑے زور سے مارا جاتا ہے اور وہ اتنے بھیانک طریقہ سے چیختا ہے کہ انسان اور جن کے سوا اردگرد کی تمام مخلوق سنتی ہے۔

شرح بخاری

بعض احادیث میں "یسمع قرع نعالھم" بھی آتا ہے اور بعض علماء یسمع کا معنی یعلم کرتے ہیں کہ وہ جانتا ہے۔ کیونکہ علم سننے سے حاصل ہوتا ہے اس لئے یعلم کی جگہ یسمع استعمال کیا گیا ہے۔ حالانکہ "یسمع" کو اپنے اصل میں لینا بعید نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ میت میں جانے والوں کے جوتوں کی آہٹ سننے کا ادراک پیدا کر سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ جمادات میں سننے کا ادراک پیدا کرنے پر قادر ہے اور قبر میں میت بھی جماد کی طرح ہی ہوتی ہے جسے اللہ تعالیٰ سننے کی قوت دے سکتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ میت کی روح جوتوں کی آہٹ سنتی ہو۔

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کا خیال ہے کہ انسان کے نسمہ میں حواس باطنی ہوتے ہیں یعنی حسِ مشترک، خیال، قوتِ متصرفہ اور واہمہ یہ سب نسمہ میں ہوتے ہیں۔ اور جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو نسمہ کے منقبض ہونے کے بعد حسِ مشترک میں وسعت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ حواسِ خمسہ کے قائم مقام ہو جاتا ہے گویا یہ چیزیں روح میں ہی ہیں ان چیزوں سمیت یہ منقبض ہوتا ہے۔ دوسرے لوگوں کے نزدیک ان کا تعلق جسم سے ہے جسم میں اللہ تعالیٰ ادراک پیدا

کرتا ہے اور یہ محل نہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے سننے کا انکار کیا تھا اور کہا: کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یسمعون نہیں بلکہ یعلمون کہا تھا۔ وہ سمجھتی تھیں کہ یسمعون قرآن کریم کے خلاف ہے۔ قرآن کریم میں انک لا تسمع الموتی آتا ہے[1]۔ اور اس اشکال کا معقول جواب یہ ہے کہ میت (مرنے والا) دراصل جسم ہوتا ہے وہ نہیں سنتا بلکہ

---

[1] غزوہ بدر کے موقع پر کفار و مشرکین کی لاشوں کو قلیب بدر میں پھینکنے کے بعد نبی اکرم ﷺ نے ان مرداروں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا: "فھل وجدتم ما وعد ربکم حقًا" تمہارے رب نے تم سے جو وعدہ کیا تھا کیا تمہیں اس کا حق ہونا معلوم ہو گیا ہے؟ آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا، اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا آپ ایسے لوگوں سے مخاطب ہو رہے ہیں جو مر چکے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: "ما انتم باسمع منھم ولکن لا یجیبون" تم ان سے زیادہ نہیں سنتے بس اتنی بات ہے کہ وہ جواب نہیں دے سکتے۔

یہ حدیث سن کر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نبی اکرم ﷺ نے ایسا نہیں فرمایا۔ بلکہ انہوں نے "لقد علموا" یا "یعلمون" کہا تھا۔ کہ یہ مرے ہوئے کفار و مشرکین جان گئے ہیں کہ میں ان سے جو کہتا تھا وہ حق اور سچ ہے۔ اور اُمّ المؤمنین نے یہ آیت پڑھی: "انک لا تسمع الموتی"۔



ان دو احادیث میں ظاہری اختلاف کو لے کر بعض لوگ عوام کو انکارِ حدیث پر ابھارنا شروع کر دیتے ہیں حالانکہ یہ ظاہری اختلاف کلامِ نبوت کے تفوق پر اور احادیث نبویہ کی صداقت پر دلالت کرتا ہے اور دونوں احادیث ہی صحیح ہیں۔ اور ان میں حقیقی تعارض نہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جو "یسمعون" کہا ہے، کہ وہ سن رہے ہیں یہ بھی صحیح ہے اور حضرت عائشہ اُمّ المؤمنین نے جو "یعلمون" کہا ہے وہ بھی صحیح ہے۔ کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ میدان بدر میں موجود تھے اور نبی کریم علیہ السلام جب اصحابِ قلیب کو بدر کے کنوئیں میں پھینک کر ان سے گفتگو کر رہے تھے تو اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے پاس حاضر تھے اور کنوئیں والوں سے آپ ﷺ کے خطاب کو سن رہے تھے اس وقت آپ ﷺ نے یہی فرمایا تھا کہ یہ مرے ہوئے میری باتوں کو سن رہے ہیں۔ اور "یسمعون" کا لفظ بولا تھا جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نقل کیا ہے۔ جبکہ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا میدانِ بدر میں حاضر نہیں ہوئیں اور نہ انہوں نے کنوئیں والوں سے آپ ﷺ کے خطاب کو پایا ہے بلکہ وہ تو مدینہ منورہ میں موجود رہی ہیں اور انہوں نے قلیب بدر والوں کا واقعہ آپ سے تب سنا ہے جبکہ آپ ﷺ غزوہ بدر سے فارغ ہو کر اور کفار مکہ کے مقتولوں کو کنوئیں میں پھینک کر اور ان سے خطاب کر کے واپس مدینہ منورہ تشریف لائے۔ اب یہ بات ظاہر ہے کہ مدینہ منورہ آکر آپ ﷺ نے کنوئیں والوں سے خطاب نہیں کیا اور نہ ہی یہاں اُن کے سننے کا سوال پیدا ہوتا ہے البتہ کنوئیں میں پھینکے ہوئے کفار عالم برزخ میں پہنچ جانے کی بنا پر یہ بات جان چکے تھے کہ محمد رسول اللہ ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ اور آپ ﷺ نے انہیں مرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے جو وعدے پہنچائے ہیں وہ سب برحق ہیں لہٰذا یہاں مدینہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس "یعلمون" یا "علموا" کا لفظ ہی بولا ہے۔ مدینہ منورہ میں آکر "یسمعون" کا لفظ تو نہیں بولا جا سکتا۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو "یسمعون" کے لفظ کا انکار کیا ہے وہ اپنے علم کی وجہ سے کیا ہے۔ کیونکہ انہیں نبی علیہ السلام سے لفظ "یعلمون"



روح سنتی ہے۔ میت روح نہیں بلکہ جسم ہے۔ روح کی موت صرف یہ ہے کہ وہ بدن سے الگ ہو جائے۔ اور احساس کے بطلان کا تعلق جسم سے ہے حدیث میں آتا ہے "ان الروح اذا قبض تبعه البصر"[1] جب روح نکل جائے تو مرنے والے کی نظر کام نہیں کرتی اور حواس ختم ہو جاتے ہیں جب تک روح بدن میں ہو حواس یعنی کان آنکھیں وغیرہ کام کرتے ہیں اور جب روح بدن سے نکل جائے تو حواس بیکار ہو جاتے ہیں۔ باقی روح میں جو اللہ تعالیٰ نے حواس پیدا کئے ہیں یعنی اندرونی قوتوں میں وسعت پیدا ہو جائے اور وہ کام کرے تو یہ الگ چیز ہے یا پھر اسے الگ بدن دیا جائے جیسا کہ "مجمع الزوائد" میں ہے کہ شہداء کو کافوری جسم مل جاتا ہے۔ اور اس میں سب حواس ہوتے ہیں۔ اگرچہ روح میں حواس نہیں ہیں کیونکہ اندھے انسان کی بھی روح ہوتی ہے لیکن وہ دیکھ نہیں سکتا۔ معلوم ہوا کہ روح کی آنکھیں نہیں ہوتیں۔ ایسا ہی بہرہ آدمی سن نہیں سکتا حالانکہ اس کی روح ہوتی ہے معلوم ہوا کہ سمع وبصر کا تعلق جسم سے ہے اور روح اندھی بہری ہوتی ہے اور اس طرح سن سکتی ہے جس طرح شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ حس مشترک میں وسعت پیدا ہو جائے اور اسے اللہ تعالیٰ حواسِ خمسہ کے قائم مقام کر دے۔ ان کی رائے میں حسِ مشترک روح کے ساتھ ہی چلی جاتی ہے اور روح میں وسعت پیدا ہونے سے وہ سن سکتا ہے یا اسے نیا جسم مل جاتا ہے جیسا کہ مجمع الزوائد میں شہداء اور مومنوں کے بارے میں آتا ہے لہٰذا اس مسئلہ کو بھی اس طرح حل کرنا چاہیئے۔ اصل چیز یہ ہے کہ میت نہیں سنتی اور میت جسم ہوتا ہے۔

حدیث میں "تعاد فيه روحه" آتا ہے تو اس سے مراد تعلق ہے کہ جسم کے ساتھ روح کا کچھ نہ کچھ تعلق ہوتا ہے کتنا تعلق ہوتا ہے؟ یہ حقیقت نہیں سمجھی جاسکتی لیکن جسم دنیا کی طرح زندہ نہیں ہوتا۔

معتزلہ نے متکلمین پر اعتراض کیا ہے اس لئے کہ معتزلہ عذاب قبر کا انکار کرتے ہیں اور وہ اس کا تعلق جسم سے نہیں مانتے جبکہ متکلمین عذابِ قبر کا تعلق جسم سے مانتے ہیں۔ چنانچہ معتزلہ نے اعتراض کیا ہے کہ جسم تو مر جاتا ہے اس میں کوئی ادراک نہیں ہوتا تو وہ کیسے سنتا ہے اور اسے عذاب کا ادراک کیسے ہو سکتا ہے۔ اور اگر تم یہ کہو کہ اس میں روح ڈال دی جاتی ہے پھر تو وہ زندہ ہوا جبکہ بحث مردہ کے بارے میں ہے کہ مردے کو کوئی احساس نہیں ہوتا اور محل بحث یہ ہے کہ مردے کو عذاب قبر کا احساس ہوتا ہے یا نہیں؟ لہٰذا اگر تم کہو کہ روح اس کے اندر داخل ہو جاتی ہے تو زندہ ہو گیا مردہ نہ رہا۔ اور اگر تم کہو کہ روح اس میں نہیں آتی وہ کیسے سن سکتا ہے؟

اس کا متکلمین نے یہ جواب دیا ہے کہ روح کا اس سے اتنا تعلق ہو جاتا ہے کہ اسے عذاب قبر کا احساس ہوتا ہے اتنا زیادہ تعلق نہیں ہوتا کہ اسے زندہ کہا جائے اور اس میں پوری حس و حرکت پیدا ہو جائے۔ مرنے والے گھروں میں

کا علم ہے اور انہیں "يسمعون" کا علم نہیں جو میدان بدر میں بولا گیا تھا۔ اس لئے انہوں نے اپنے علم کی بنا پر "يسمعون" کی تردید کی تھی ورنہ اپنے اپنے مقام کے اعتبار سے دونوں لفظ صحیح ثابت ہیں۔ کیونکہ دونوں کے روایت کرنے والے صحابہ کرام ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سب عادل ہیں۔

[1] مسلم (۷)۹۲۰۔

پڑے ہوتے ہیں یا بعض دفعہ ضرورت کے لئے قبر کو اکھاڑتے ہیں تو ان میں کوئی حس و حرکت نہیں ہوتی شہداء میں بھی یہ حس و حرکت نہیں ہوتی۔ ایک موقع پر شہداء کے جسم جب ظاہر ہو گئے تھے تو وہ سوکھے ہوئے تھے۔ ایک شہید کا ہاتھ جب پیچھے ہٹایا تو چھوڑنے پر وہ ہاتھ پھر اسی جگہ آ گیا تھا کیونکہ وہ خشک ہو گیا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جسم میں اتنا احساس نہیں ہوتا کہ دنیا والی صورت پیدا ہو جائے بلکہ وہ نوعِ حیات ہے روح کا جسم سے اتنا تعلق پیدا ہو جاتا ہے کہ اسے قبر میں جو جزاء یا سزا ہوتی ہے اس کا احساس ہوتا ہے۔ یہ متکلمین کا خیال ہے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور حافظ ابن قیم رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ عالم برزخ میں روح اصل ہوتی ہے اور جسم اس کے تابع ہوتا ہے ان کا مطلب یہ ہے کہ جزا اور سزا اور ان چیزوں کا تعلق دراصل روح سے ہوتا ہے جسم اگر باقی ہو اور موجود ہو تو وہ بھی ان میں شامل ہوتا ہے۔ اس کی مثال خواب سے دی گئی ہے جیسا کہ سوئے ہوئے شخص کو خواب آتی ہے تو خواب کا تعلق روح سے ہوتا ہے لیکن کبھی خواب دیکھنے والے کا جسم بھی اس سے متاثر ہوتا ہے۔ امرتسر میں ایک مرتبہ طالبعلم دیوار کے قریب سوئے ہوئے تھے۔ ایک لڑکے نے اچانک اٹھ کر دیوار کو گھونسا دے مارا۔ اس سے پوچھا گیا تو اس نے کہا میں نے خواب میں کسی آدمی سے لڑائی کر رہا تھا اسے مارا ہے۔ اسی طرح عالم برزخ کی باتوں کا تعلق روح سے ہوتا ہے اور جسم بھی اس کے ساتھ شامل ہوتا ہے جس طرح سوئے ہوئے کے خواب کا تعلق خیال سے ہے لیکن کئی دفعہ جسم بھی ساتھ شریک ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی کوئی شخص سویا ہوا ہو، کوئی دوسرا اس کے جسم پر لکیر کھینچے تو اسے ایسے احساس ہوتا ہے جیسے اس کے جسم پر سانپ رینگ رہا ہے۔ دیکھئے زندہ ہونے کی صورت میں خیال سے تعلق ہونے کے باوجود جسم شریک ہو سکتا ہے اسی طرح عالم برزخ کی جزاء و سزا کا تعلق روح سے ہوتا ہے جسم اگر موجود ہے تو شریک ہو جائے گا۔ جسم سے تعلق دراصل وقتی چیز ہے۔ اگر مردے کو جلا دیا جائے یا حیوان کھا جائیں تو ضروری نہیں کہ سزا کا تعلق جسم سے ہو۔ لیکن متکلمین کہتے ہیں کہ جسم سے تعلق ضرور ہوتا ہے خواہ جسم جلا دیا جائے یا حیوان کھا جائیں۔ اس کے پیٹ میں اس کی جزء سے روح متعلق ہو گی۔ وہاں اسے تکلیف پہنچے گی۔ اگر وہ مٹی بن گیا ہے تب بھی اسے تکلیف ہو گی۔ یہ ان کا خیال ہے۔



پھر یہ بھی کہتے ہیں اگر ایک بندہ دوسرے بندے کو کھا جائے تو عذاب کیسے ہو گا؟ ایسی باتیں بناتے ہیں۔ کیونکہ ان کے خیال میں جزاء و سزا کا تعلق میت کے جسم کے ساتھ ہوتا ہے اور جسم میں روح کا اعادہ ہوتا ہے لیکن اس طرح کا اعادہ نہیں ہے کہ وہ دنیا کی طرح زندہ ہو جائیں۔ دنیا میں بھی انسان کے مختلف حالات ہوتے ہیں۔ جب انسان بیدار ہو تو اس میں پوری حس و حرکت ہوتی ہے اور جب سویا ہوا ہو تو حس و حرکت ختم ہو جاتی ہے اگرچہ نبض حرکت کرتی ہے اور سانس جاری رہتی ہے اور دورانِ خون ہوتا ہے لیکن جسم بلا حس و حرکت پڑا ہوتا ہے۔ ایسے ہی اگر کسی انسان کی ایک جانب فالج گرنے سے ماری گئی ہو تو اس میں بھی حرکت نہیں ہوتی۔ ویسے اس میں حیات اور زندگی ہوتی ہے ورنہ وہ سوکھ جائے اور کاٹنا پڑے مگر اس میں دورۂ خون ہوتا ہے مگر حرکت نہیں ہوتی۔ بعض دفعہ اس میں حس نہیں ہوتی۔ اسے کاٹ دیں تو پتہ نہیں چلتا مگر روح تو ہوتی ہے۔ اس طرح انسان کا عضو کاٹ دینے کے بعد اس کے ساتھ



روح کا تعلق ہوتا ہے۔ اسی لئے جادو ٹونہ کرنے والے دوسرے لوگوں کے ناخن یا بال لے کر ان پر کچھ پڑھتے ہیں تو اس شخص کو کچھ اثر ہو جاتا ہے۔ گویا روح کا مقطوع عضو سے تعلق ہوتا ہے۔

انبیا کرام علیہم السلام کے بارہ میں حدیث میں آتا ہے کہ فوت ہونے کے بعد ان کے جسموں کو مٹی نہیں کھاتی [1]۔ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے جسموں کے ساتھ روح کا تعلق اس قدر ہوتا ہے کہ ان کے جسموں کو مٹی نہیں کھا سکتی۔ یہ بھی تعلق کی ایک قسم ہے جس طرح کسی انسان کے مقطوع اعضاء کے ساتھ روح کا تعلق ہوتا ہے اسی طرح بدن کے ساتھ اس کا تعلق ہوتا ہے۔ لیکن ایسا تعلق نہیں ہوتا کہ حس و حرکت پیدا ہو جائے۔

باقی جو قصے بیان کئے جاتے ہیں کہ فلاں شخص نبی کریم علیہ السلام سے ملا اور آپ ﷺ پر بخاری شریف پڑھی یہ دراصل مثالی جسم ہوتا ہے۔ شہادی جسم نہیں ہوتا۔ جسم مثالی اور جسم شہادی اور چیز ہے۔ جسم شہادی تو قبر میں مدفون ہوتا ہے اور وہ قیامت کے دن ہی اٹھایا جائے گا اور قیامت کے دن ہی قبر سے نکلے گا۔ کئی لوگ مغالطے کا شکار ہوتے ہیں کہتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام آ گئے ہیں۔ ہمارا سینہ کھل گیا ہے۔ وہابیوں کا سینہ نہیں کھلا۔ دراصل ایسے لوگ پاگل اور مجنونوں جیسے ہوتے ہیں۔ غلطی ان کی اپنی ہوتی ہے اور تنقید دوسروں پر شروع کر دیتے ہیں۔

قولہ فیصیح صیحۃ یسمعھا من یلیہ جس طرح انسان بعض دفعہ خواب میں روتا ہے ایسا اس کا عالم برزخ میں رونا ہوتا ہے۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے قول کے مطابق اس کا تعلق روح سے ہوتا ہے۔ اگر جسم بھی موجود ہو تو وہ بھی اس کے ساتھ شریک ہو سکتا ہے۔ متکلمین کا خیال ہے کہ اس کے جسم سے ہی تعلق ہوتا ہے یعنی جسم ہی روتا ہے اگرچہ ہمیں دکھائی نہیں دیتا اور نہ ہی اس کی چیخیں سنائی دیتی ہیں کیونکہ متکلمین کا مذہب یہ ہے کہ حواس کے ادراکات کسی طاقت کی بنا پر نہیں ہیں کہ آنکھوں میں دیکھنے کی طاقت ہو اور کانوں میں سننے کی طاقت ہو بلکہ اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے سے ہے جب انسان آنکھیں کھولتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان میں بصر پیدا کر دیتا ہے۔ یہ ان کی لغو اور فضول باتیں ہیں کہ قوتوں کا ہی انکار کر دیتے ہیں۔

اور اشعری کا مذہب یہ ہے کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کرتا ہے اور ان چیزوں کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اور اسباب وغیرہ صرف امارات اور علامات ہیں اس کے خیال میں جب روٹی پکاتے ہیں اور اس کے نیچے آگ جلاتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہو کہ روٹی پک جائے تو اللہ تعالیٰ پکا دیتا ہے۔ آگ جلانے سے نہیں پکتی۔ آگ میں وہ قوت نہیں مانتے اور پاگلوں کی طرح باتیں کرتے ہیں۔

٦٨۔ بَابُ مَنْ أَحَبَّ الدَّفْنَ فِي الأَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ أَوْ نَحْوِهَا:

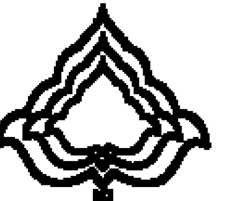
باب: جو شخص ارض مقدس یا ایسی ہی کسی برکت والی جگہ دفن ہونے کا آرزومند ہو

١٣٣٩ ۔ حَدَّثَنَا مَحْمُودٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: «أُرْسِلَ مَلَكُ الْمَوْتِ إِلَى مُوسَى عَلَيْهِمَا

[1] سنن ابن ماجہ ١٦٣٦، ج ١، ص ٥٢٤ (صحیح)

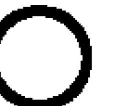
السَّلَام، فَلَمَّا جَاءَهُ صَكَّهُ فَرَجَعَ إِلَى رَبِّهِ، فَقَالَ: أَرْسَلْتَنِي إِلَى عَبْدٍ لَا يُرِيدُ الْمَوْتَ، فَرَدَّ اللهُ عَلَيْهِ عَيْنَهُ، وَقَالَ: ارْجِعْ، فَقُلْ لَهُ يَضَعُ يَدَهُ عَلَى مَتْنِ ثَوْرٍ فَلَهُ بِكُلِّ مَا غَطَّتْ بِهِ يَدُهُ بِكُلِّ شَعْرَةٍ سَنَةٌ، قَالَ: أَيْ رَبِّ، ثُمَّ مَاذَا ؟، قَالَ: ثُمَّ الْمَوْتُ، قَالَ: فَالْآنَ فَسَأَلَ اللهَ أَنْ يُدْنِيَهُ مِنَ الْأَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ رَمْيَةً بِحَجَرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَلَوْ كُنْتُ، ثَمَّ لَأَرَيْتُكُمْ قَبْرَهُ إِلَى جَانِبِ الطَّرِيقِ عِنْدَ الْكَثِيبِ الْأَحْمَرِ».

ہم سے محمود بن غیلان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالرزاق نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو معمر نے خبر دی، انہیں عبداللہ بن طاؤس نے، انہیں ان کے والد نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ملک الموت (آدمی کی شکل میں) موسیٰ علیہ السلام کے پاس بھیجے گئے۔ وہ جب آئے تو موسیٰ علیہ السلام نے (نہ پہچان کر) انہیں ایک زور کا طمانچہ مارا اور ان کی آنکھ پھوڑ ڈالی۔ وہ واپس اپنے رب کے حضور میں پہنچے اور عرض کیا کہ یا اللہ! تو نے مجھے ایسے بندے کی طرف بھیجا جو مرنا نہیں چاہتا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھ پہلے کی طرح کر دی اور فرمایا کہ دوبارہ جا اور ان سے کہہ کہ آپ اپنا ہاتھ ایک بیل کی پیٹھ پر رکھئے اور پیٹھ کے جتنے بال آپ کے ہاتھ تلے آ جائیں ان کے ہر بال کے بدلے ایک سال کی زندگی دی جاتی ہے۔ (موسیٰ علیہ السلام تک جب اللہ تعالیٰ کا یہ پیغام پہنچا تو) آپ نے کہا کہ اے اللہ! پھر کیا ہو گا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ پھر بھی موت آنی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام بولے تو ابھی کیوں نہ آ جائے۔ پھر انہوں نے اللہ سے دعا کی کہ انہیں ایک پتھر کی مار پر ارض مقدس سے قریب کر دیا جائے۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں وہاں ہوتا تو تمہیں ان کی قبر دکھاتا کہ لال ٹیلے کے پاس راستے کے قریب ہے۔



بعض لوگوں کی خواہش ہوتی ہے کہ ہم مکہ میں یا مدینہ میں یا بیت المقدس میں دفن ہوں یا ایسی جگہ دفن ہوں جہاں نیک لوگ دفن ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ ایسے لوگوں کی دلیل ذکر کرنا چاہتے ہیں۔

"قوله عن أبی هريرة قال أرسل" یہ موقوف ہے اور کتاب الانبیاء میں بھی بخاری رحمہ اللہ نے اسے موقوف بیان کیا ہے اور وہاں عن معمر عن همام بن منبه عن أبی هريرة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم نحوه" کہہ کر اس کے مرفوع ہونے کو بھی ذکر کیا ہے۔ موقوف میں اہل کتاب سے سننے کا احتمال ہوتا ہے لیکن مرفوع میں یہ احتمال نہیں ہوتا۔



قوله قال ارجع فقل له یضع...... ملک الموت کے دوبارہ آنے پر موسیٰ علیہ السلام کو پتہ چلا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہے اسی لئے تو اب اس کی آنکھ درست ہے۔



قوله أن یدنیه من الأرض المقدسة ابھی بیت القدس فتح نہیں ہوا تھا اس لئے یہ دعا کی تا کہ میدان محشر قریب ہو جائے اور قیامت کے دن زیادہ چلنا نہ پڑے کیونکہ میدان محشر وہاں ہو گا۔

قولہ لأریتکم قبرہ الی جانب الطریق یعنی ان کی قبر کثیب احمر کے پاس راستے کے قریب ہے لیکن یہودیوں کو ابھی تک ان کی قبر کا پتہ نہیں چلا نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام نے بھی نشان ہی بتایا ہے۔ اگر متعین طور پر بتادیا جاتا تو لوگ بعد میں اسے سجدہ گاہ بنالیتے۔

اس حدیث کے بارہ میں کہا گیا ہے کہ جس طرح فرشتہ جان قبض کرنے کے لئے آتا ہے اسی طرح یہاں اتفاقاً آیا تھا یا اسے خصوصیت کے ساتھ ہدایت کی گئی تھی گویا یہ امتحانی واقعہ تھا کہ آپ موسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں اور اگر وہ نہ پہنچاننے کی بنا پر طمانچہ ماریں تو مقابلہ نہ کرنا بلکہ صبر کرنا۔ یہ امتحانی بات تھی[1] یا اتفاقاً ایسا ہوا، اگر اتفاقی واقعہ

---

[1] اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے پاس بطور آزمائش ملک الموت کو یہ کہکر بھیجا کہ موسیٰ علیہ السلام سے کہو کہ موت کے لئے تیار ہوجائے۔ مگر اللہ تعالیٰ کا یہ حکم نافذ کرنے کے لئے نہیں تھا بلکہ محض آزمائش اور امتحان کے لئے تھا۔ ایسا آزمائشی حکم اللہ تعالیٰ نے اس سے قبل حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی دیا تھا، کہ وہ اپنے پیارے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کے حکم پر ذبح کریں۔ یہ حکم بھی نافذ کرنے کے لئے نہیں تھا بلکہ امتحان اور آزمائش کے لئے تھا۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس فرشتے انسانوں کی شکل میں مہمان بن کر آئے تھے جیسا کہ ایک دفعہ جبریل علیہ السلام۔ نبی اکرم ﷺ کے پاس مسافر آدمی کی صورت میں آئے تھے اور آپ سے ایمان و اسلام اور احسان کے بارہ میں سوالات کیئے اور آپ نے جوابات دیئے تھے۔ اور آپ نے چلے جانے کے بعد اسے پہچانا۔ اسی طرح ملک الموت موسیٰ علیہ السلام کے پاس غیر معروف شکل میں آئے۔ اور موسیٰ علیہ السلام ایک اجنبی آدمی کو بلا اجازت اندر آتے دیکھ کر برداشت نہ کر سکے۔ اور غیرت طبعی سے متأثر ہو کر اسکے منہ پر طمانچہ مار دیا جس سے اسکی آنکھ پھوٹ گئی جو اسکی حقیقی آنکھ نہیں تھی بلکہ ظاہری صورت کی عارضی آنکھ تھی ہو سکتا ہے کہ ہماری شریعت کی طرح موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں بھی بلا اجازت جھانکنے اور داخل ہونیوالے کی آنکھ پھوڑنا جائز ہو اور اس بارہ میں صاحب مکان پر کوئی گناہ اور ملامت نہ ہو۔ اور موسیٰ علیہ السلام نے اس شرعی حکم میں یہ کام کیا ہو۔ س کے بعد فرشتے نے اس سلوک کی جب واپس اللہ تعالیٰ کے پاس جاکر شکایت کی۔ تو دربار الٰہی سے اسے ایک دوسرا آزمائشی حکم دیکر بھیجا گیا کہ موسیٰ علیہ السلام سے کہو کہ اگر آپ مرنا نہیں چاہتے تو بیل کی پیٹھ پر ہاتھ رکھو جتنے بال آپ کے ہاتھ کے نیچے آئیں گے۔ ہر بال کے بدلے آپ کی عمر میں ایک سال کا اضافہ ہو جائیگا۔ جب فرشتے نے واپس آکر اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا تو اب موسیٰ علیہ السلام کو پتہ چلا کہ یہ ملک الموت ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغام موت لیکر آیا ہے چنانچہ اب آپ برضا و رغبت مرنے کے لئے تیار ہو گئے اور فرمایا میں ابھی واصل بحق ہونا چاہتا ہوں۔ جبکہ موسیٰ علیہ السلام پہلی دفعہ ملک الموت کو نہیں پہچان سکے اگر انہیں پہلی مرتبہ معلوم ہوتا کہ یہ ملک الموت ہے تو یقیناً ان کے ساتھ پہلی مرتبہ وہی سلوک کرتے جو دوسری مرتبہ کیا ہے۔

اس حدیث پاک کا یہ مفہوم ہے جسے سمجھنے سے بعض لوگ قاصر ہوتے ہیں اور محدثین کرام پر رطب و یابس جمع کرنے کا الزام لگادیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ موت کا وقت تو مقرر ہے جو کم و بیش نہیں ہو سکتا اور اس حدیث میں ہے کہ ملک الموت آئے اور تھپڑ کھا کر چلے گئے۔ اور اللہ تعالیٰ کے پاس شکایت کی اور اتنی دیر موسیٰ علیہ السلام زندگی کی بہاریں گذارتے رہے۔ حالانکہ اس حدیث سے یہ مفہوم اخذ کرنا صحیح نہیں ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ملک الموت قبل از وقت آزمائش کے لئے

ہوتو موسیٰ علیہ السلام کے اسے مارنے کی وجہ یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے آنے والے کو ایک اجنبی آدمی سمجھا جواجازت لئے بغیر اندر آ گیا تھا اور اجازت لئے بغیر کسی کے گھر میں داخل ہونا جائز نہیں ہے۔ جیسا کہ ہماری اسلامی شریعت میں بھی اسکی اجازت نہیں ہے ایک حدیث میں آتا ہے کہ اگر کوئی شخص دوسرے کے گھر میں جھانکے اور گھر والا اندر سے کسی سلائی کے ذریعے اس کی آنکھ پھوڑ دے تو اس پر کوئی مواخذہ نہیں ہوگا۔ اور موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے گھر میں پرورش پائی تھی۔ اور تیز مزاج تھے تو ملک الموت کے انسانی صورت میں بغیر اجازت کے اندر گھس آنے پر اسے طمانچہ رسید کر دیا۔ یہ اتفاقاً ایسا ہوا ہے۔

اگرچہ روحانی اعتبار سے فرشتوں کی طاقت زیادہ ہوتی ہے لیکن جو شخص "آیۃ الکرسی" کا ورد کرنیوالا ہو۔ اور وہ کسی سے لڑ پڑے تو اسے گرا لیتا ہے اگرچہ وہ جن ہو اسے بھی زیر کر لیتا ہے۔ کیونکہ آیت الکرسی پڑھتے رہنے سے روحانی قوت بڑھ جاتی ہے جیسا کہ ایک موقع پر نبی اکرم ﷺ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو پانی لینے کے لئے بھیجا پانی کے پاس ایک کالے رنگ کا جن تھا جو کسی کو پانی کے قریب نہیں آنے دیتا تھا۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ اس سے لڑ پڑے اور اسے گرا لیا[1]۔ اس جن نے کہا کہ میں جنوں کا پہلوان ہوں مجھے کوئی زیر نہیں کر سکتا آپ نے مجھے کیسے گرا لیا ہے حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے کہا۔ میں آیۃ الکرسی کا ورد کرتا ہوں اگر کسی شخص کو آسیب کی مرض ہو اور آیۃ الکرسی پڑھ کر اسے ہاتھ لگایا جائے تو اسے چمٹے ہوئے جن کچھ نہیں کہہ سکتے۔ ورنہ جن کسی کو قریب نہیں آنے دیتے۔ کئی دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ جن نکالنے والے کا ہاتھ پکڑ کر شہتیر کے نیچے دیدیتے ہیں اور بے چارہ وہاں لٹکا رہتا ہے۔ لیکن آیۃ الکرسی پڑھ لی جائے تو جنوں کی قوت کمزور ہو جاتی ہے۔ انبیاء کرام کی روحانی قوت اس قدر زیادہ ہوتی ہے کہ فرشتہ بھی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ نبی اکرم ﷺ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کہا تھا کہ اے عمر آپ کو راستے میں جب شیطان دیکھتا ہے تو وہ راستہ بدل لیتا ہے[2]۔ ایک روایت میں ہے "خر مغشیاً" وہ غشی کھا کر گر پڑتا ہے۔ ملک الموت کو امتحاناً کہا گیا کہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس جا تا کہ تجھے معلوم ہو جائے کہ بندوں میں کس قدر قوت ہے تو بندوں کی جان میرے حکم سے نکالتا ہے اپنی قوت سے نہیں نکالتا۔ دیکھئے موسیٰ علیہ السلام نے تیری آنکھ پھوڑ دی ہے۔

٦٩۔ بَابُ الدَّفْنِ بِاللَّيْلِ:

باب: رات میں دفن کرنا کیسا ہے؟ اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ رات میں دفن کئے گئے

١٣٤٠ ۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الشَّيْبَانِيِّ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: «صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى رَجُلٍ بَعْدَ

انسانی شکل میں آئے تھے ورنہ موسیٰ علیہ السلام کی موت کا وقت وہی تھا جس میں انہوں نے وفات پائی ہے۔ (حجیت حدیث علامہ محمد اسماعیل سلفی۔ رحمہ اللہ)

1. فتح الباری لابن حجر رحمہ اللہ ج ۷ ص ۹۲۔
2. صحیح بخاری ۳۶۸۳ ج ۵ ص ۱۱، مسلم (۲۲) ۲۳۹۶۔

مَا دُفِنَ بِلَيْلَةٍ، قَامَ هُوَ، وَأَصْحَابُهُ وَكَانَ سَأَلَ عَنْهُ، فَقَالَ: مَنْ هَذَا ؟، فَقَالُوا: فُلَانٌ، دُفِنَ الْبَارِحَةَ فَصَلَّوْا عَلَيْهِ».

ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے جریر نے بیان کیا' ان سے شیبانی نے' ان سے شعبی نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسے شخص کی نماز جنازہ پڑھی جن کا انتقال رات کے وقت ہوا (اور اسے رات ہی میں دفن کر دیا گیا تھا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کھڑے ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے متعلق پوچھا تھا کہ یہ کن کی قبر ہے۔ لوگوں نے بتایا کہ فلاں کی ہے جسے کل رات ہی دفن کیا گیا ہے۔ پھر سب نے (دوسرے روز) نماز جنازہ پڑھی۔

شرح بخاری

امام بخاری رحمہ اللہ اس ترجمہ باب سے ان لوگوں کا رد کرنا چاہتے ہیں جو رات کو دفن کرنا منع سمجھتے ہیں اور ان کی دلیل وہ حدیث ہے جو ابن حبان نے حضرت جابر سے روایت کی ہے "إن النبي ﷺ زجر أن يقبر الرجل ليلاً إلا أن يضطر إلي ذلك[1]" لیکن امام مسلم نے اس زجر کا سبب ذکر کرتے ہوئے کہا ہے "إن النبي ﷺ خطب يوماً فذكر رجلاً من أصحابه قبض وكفن فى كفن غير طائل و قبر ليلاً فزجر أن يقبر الرجل بالليل حتى يصلي عليه إلا أن يضطر إنسان إلي ذلك[2]" اس آدمی کو کفن اچھا نہیں ڈالا گیا تھا اس لئے رات کو دفن کر دیا تا کہ لوگ دیکھ نہ سکیں اس لئے آپ نے رات کو دفن کرنے سے منع کیا تھا اور رات کو جنازہ میں لوگ بھی کم آتے ہیں ورنہ ضرورت کے لئے رات کو دفن کرنا جائز ہے جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ صحابہ کرام نے مسجد میں جھاڑو دینے والے کو رات کو دفن کر دیا تھا[3] تو آپ نے اس پر انکار نہیں کیا تھا ہاں آپ کو اطلاع نہ دینے پر انکار کیا تھا۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بھی صحابہ نے رات کو دفن کیا تھا[4]۔ اور جواز پر صحابہ کا اجماع ہے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ صحیح ثابت ہے کہ انہوں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو رات کو ہی دفن کیا تھا۔ اور نبی اکرم ﷺ کو بھی رات کو دفن کیا گیا تھا۔

٧٠- بَابُ بِنَاءِ الْمَسْجِدِ عَلَى الْقَبْرِ:

باب: قبر پر مسجد تعمیر کرنا کیسا ہے؟

١٣٤١ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: «لَمَّا اشْتَكَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَتْ بَعْضُ

(1) صحیح ابن حبان ۳۱۰۳

(2) مسلم (۴۹) ۹۴۳ ج ۲ ص ۶۵۱۔

(3) صحیح بخاری ۱۳۴۰۔

(4) صحیح بخاری۔ باب الدفن باللیل۔

نِسَائِهِ كَنِيسَةً رَأَيْنَهَا بِأَرْضِ الْحَبَشَةِ. يُقَالُ لَهَا: مَارِيَةُ، وَكَانَتْ أُمُّ سَلَمَةَ وَأُمُّ حَبِيبَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَتَتَا أَرْضَ الْحَبَشَةِ فَذَكَرَتَا مِنْ حُسْنِهَا وَتَصَاوِيرَ فِيهَا، فَرَفَعَ رَأْسَهُ، فَقَالَ: أُولَئِكِ إِذَا مَاتَ مِنْهُمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ، بَنَوْا عَلَى قَبْرِهِ مَسْجِدًا، ثُمَّ صَوَّرُوا فِيهِ تِلْكَ الصُّورَةَ، أُولَئِكِ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللهِ».

ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا' کہا مجھ سے امام مالک نے بیان کیا' ان سے ہشام بن عروہ نے' ان سے ان کے باپ نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیمار پڑے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض بیویوں (ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور ام حبیبہ رضی اللہ عنہا) نے ایک گرجے کا ذکر کیا جسے انہوں نے حبشہ میں دیکھا تھا جس کا نام ماریہ تھا۔ ام سلمہ اور ام حبیبہ رضی اللہ عنہا دونوں حبش کے ملک میں گئی تھیں۔ انہوں نے اس کی خوبصورتی اور اس میں رکھی ہوئی تصاویر کا بھی ذکر کیا۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سر مبارک اٹھا کر فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں کہ جب ان میں کوئی صالح شخص مر جاتا تو اس کی قبر پر مسجد تعمیر کر دیتے۔ پھر اس کی مورت اس میں رکھتے۔ اللہ کے نزدیک یہ لوگ ساری مخلوق میں برے ہیں۔

قبروں میں مسجد بنانا چونکہ شرک کا ذریعہ بنتا ہے اس لئے اس سے منع کیا گیا ہے حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ اگر مسجد پہلے ہو۔ اور بعد میں اس میں قبر بنائی گئی ہو تو قبر کو اکھاڑ دیا جائے۔ اور اگر قبر پہلے ہو اور مسجد اس پر بعد میں بنائی گئی ہو تو مسجد گرا دی جائے گی۔ اور "علی القبر" سے یہی مراد ہے کہ قبر اندر آجائے تو یہ جائز نہیں ہے۔

٧١- بَابُ مَنْ يَدْخُلُ قَبْرَ الْمَرْأَةِ:



باب: عورت کی قبر میں کون اترے؟

١٣٤٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ، حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ، حَدَّثَنَا هِلَالُ بْنُ عَلِيٍّ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: «شَهِدْنَا بِنْتَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ عَلَى الْقَبْرِ، فَرَأَيْتُ عَيْنَيْهِ تَدْمَعَانِ، فَقَالَ: هَلْ فِيكُمْ مِنْ أَحَدٍ لَمْ يُقَارِفِ اللَّيْلَةَ؟ فَقَالَ أَبُو طَلْحَةَ: أَنَا، قَالَ: فَانْزِلْ فِي قَبْرِهَا، فَنَزَلَ فِي قَبْرِهَا فَقَبَرَهَا»، قَالَ ابْنُ مُبَارَكٍ: قَالَ فُلَيْحٌ: أُرَاهُ يَعْنِي: الذَّنْبَ، قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: لِيَقْتَرِفُوا أَيْ لِيَكْتَسِبُوا.

ہم سے محمد بن سنان نے بیان کیا' ان سے فلیح بن سلیمان نے بیان کیا' ان سے ہلال بن علی نے بیان کیا' ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کے جنازہ میں حاضر تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قبر پر بیٹھے ہوئے تھے' میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا ایسا آدمی بھی کوئی یہاں ہے جو آج رات کو عورت



کے پاس نہ گیا ہو۔ اس پر ابوطلحہ رضی اللہ عنہ بولے کہ میں حاضر ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر تم قبر میں اتر جاؤ۔ انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہ اتر گئے اور میت کو دفن کیا۔ عبداللہ بن مبارک نے بیان کیا کہ فلیح نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ «لم یقارف» کا معنی یہ ہے کہ جس نے گناہ نہ کیا ہو۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا کہ سورۃ الانعام میں جو«لیقترفوا» آیا ہے اس کا معنی یہی ہے تا کہ گناہ کریں۔

یعنی عورت کو قبر میں اتارنے کے لئے غیر محرم اجنبی آدمی بھی داخل ہوسکتا ہے۔ احناف کے ہاں ذورحم محرم ہونا بہتر ہے اگر ذورحم محرم نہ ہو تو محرم ہونا چاہیئے اور اگر محرم نہ ہو تو ذورحم ہونا چاہیئے لیکن اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اجنبی بھی داخل ہوسکتا ہے۔

٧٢-بَابُ الصَّلاَةِ عَلَى الشَّهِيدِ:

باب: شہید کی نماز جنازہ پڑھیں یا نہیں؟

١٣٤٣ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: «كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلَى أُحُدٍ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ، ثُمَّ يَقُولُ: أَيُّهُمْ أَكْثَرُ أَخْذًا لِلْقُرْآنِ ؟، فَإِذَا أُشِيرَ لَهُ إِلَى أَحَدِهِمَا قَدَّمَهُ فِي اللَّحْدِ، وَقَالَ: أَنَا شَهِيدٌ عَلَى هَؤُلَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَأَمَرَ بِدَفْنِهِمْ فِي دِمَائِهِمْ، وَلَمْ يُغَسَّلُوا، وَلَمْ يُصَلَّ عَلَيْهِمْ».

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابن شہاب نے بیان کیا' ان سے عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک نے' ان سے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کے دو دو شہیدوں کو ملا کر ایک ہی کپڑے کا کفن دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دریافت فرماتے کہ ان میں قرآن کسے زیادہ یاد ہے۔ کسی ایک کی طرف اشارہ سے بتایا جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بغلی قبر میں اسی کو آگے کرتے اور فرماتے کہ میں قیامت میں ان کے حق میں شہادت دوں گا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو ان کے خون سمیت دفن کرنے کا حکم دیا۔ نہ انہیں غسل دیا گیا اور نہ ان کی نماز جنازہ پڑھی گئی۔

شہید سے مراد قتیل المعرکۃ ہے جو کفار سے جنگ کرتے ہوئے شہید ہو جائے۔ حنفی کہتے ہیں کہ شہید پر نماز جنازہ ضرور پڑھنی چاہیئے۔ شافعی کہتے ہیں نہیں پڑھنی چاہیئے حنبلی کہتے ہیں اختیار ہے پڑھے یا نہ پڑھے۔ اور حنابلہ کا مذہب زیادہ صحیح ہے۔ احد کے شہیدوں کا جنازہ اس لئے نہیں پڑھا گیا تھا کیونکہ جنگ میں مشغول تھے اگر وقت مل جائے تو وہاں ہی جنازہ پڑھا جاسکتا ہے لیکن ضروری پڑھنے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

"قولہ ولم يصل عليهم" یہ جنازہ نہ پڑھنے کی دلیل ہے بعض کہتے ہیں کہ آپ نے جنازہ پڑھا ہوگا مگر جابر کو پتہ نہیں چلا ہوگا حالانکہ پتہ تو ہوگا کیونکہ ان کا باپ بھی شہید ہوگیا تھا۔ اگر اس کا جنازہ پڑھا ہوتا تو جابر رضی اللہ عنہ کو علم ہوتا۔

"قولہ فصلي على أهل أحد" یہ جنازہ آپ نے سات، آٹھ سال بعد پڑھا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ دفن کرنے کے بعد جنازہ پڑھا جاسکتا ہے اور اس سے استدلال کیا گیا ہے کہ شہید کا جنازہ پڑھنا جائز ہے۔ مشغولیت کی وجہ سے میدان میں ضروری قرار نہیں دیا گیا۔ اور اگر شہید کا جنازہ جائز نہ ہوتا تو آپ نہ پڑھتے۔

بعض کہتے ہیں کہ یہاں صلوۃ سے مراد دعاء کرنا ہے اگر جنازہ پڑھتے تو قبرستان جاکر پڑھتے یہ مسجد میں ہوا ہے اور "ثم انصرف إلي المنبر" سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس وقت مسجد میں تھے لیکن "صلاته على الميت" سے پہلے معنی کی تائید ہوتی ہے۔ کہ جنازہ پڑھا جاسکتا ہے۔

١٣٤٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ أَبِي الْخَيْرِ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمًا فَصَلَّى عَلَى أَهْلِ أُحُدٍ صَلَاتَهُ عَلَى الْمَيِّتِ ثُمَّ انْصَرَفَ إِلَى الْمِنْبَرِ، فَقَالَ: إِنِّي فَرَطٌ لَكُمْ وَأَنَا شَهِيدٌ عَلَيْكُمْ، وَإِنِّي وَاللهِ لَأَنْظُرُ إِلَى حَوْضِي الْآنَ، وَإِنِّي أُعْطِيتُ مَفَاتِيحَ خَزَائِنِ الْأَرْضِ أَوْ مَفَاتِيحَ الْأَرْضِ، وَإِنِّي وَاللهِ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ تُشْرِكُوا بَعْدِي وَلَكِنْ أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ تَنَافَسُوا فِيهَا».

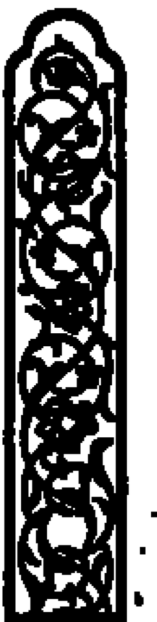
ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا' ان سے یزید بن ابی حبیب نے بیان کیا' ان سے ابوالخیر یزید بن عبداللہ نے' ان سے عقبہ بن عامر نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن باہر تشریف لائے اور احد کے شہیدوں پر اس طرح نماز پڑھی جیسے میت پر پڑھی جاتی ہے۔ پھر منبر پر تشریف لائے اور فرمایا۔ دیکھو میں تم سے پہلے جاکر تمہارے لیے میر ساماں بنوں گا اور میں تم پر گواہ رہوں گا۔ اور قسم اللہ کی میں اس وقت اپنے حوض کو دیکھ رہا ہوں اور مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں دی گئی ہیں یا (یہ فرمایا کہ) مجھے زمین کی کنجیاں دی گئی ہیں اور قسم اللہ کی مجھے اس کا ڈر نہیں کہ میرے بعد تم شرک کروگے بلکہ اس کا ڈر ہے کہ تم لوگ دنیا حاصل کرنے میں رغبت کروگے (نتیجہ یہ کہ آخرت سے غافل ہو جاؤگے)۔



٧٣-بَابُ دَفْنِ الرَّجُلَيْنِ وَالثَّلَاثَةِ فِي قَبْرٍ وَاحِدٍ:

باب: دو یا تین آدمیوں کو ایک قبر میں دفن کرنا

١٣٤٥ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ سُلَيْمَانَ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ كَعْبٍ، أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلَى أُحُدٍ».



ہم سے سعید بن سلیمان نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے ابن شہاب نے بیان کیا۔ ان سے عبدالرحمٰن بن کعب نے کہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے انہیں خبر دی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کے دو دو شہیدوں کو دفن کرنے میں ایک ساتھ جمع فرمایا تھا۔

ضرورت کے وقت ایک قبر میں دو، دو، اور تین، تین کو دفنایا جاسکتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ انہیں ایک ہی جگہ نہیں رکھنا چاہیئے۔ بلکہ درمیان میں پردہ ہونا چاہیئے لیکن اس حدیث سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ انہیں ایک ہی قبر میں دفنایا گیا ہے۔ اور ایک ہی چادر میں رکھا گیا ہے۔

۷۴۔بَابُ مَنْ لَمْ يَرَ غَسْلَ الشُّهَدَاءِ:

باب: اس شخص کی دلیل جو شہداء کا غسل مناسب نہیں سمجھتا

١٣٤٦ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، حَدَّثَنَا لَيْثٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ كَعْبٍ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «ادْفِنُوهُمْ فِي دِمَائِهِمْ يَعْنِي يَوْمَ أُحُدٍ، وَلَمْ يُغَسِّلْهُمْ».

ہم سے ابوالولید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا ان سے ابن شہاب نے، ان سے عبدالرحمٰن بن کعب نے اور ان سے جابر رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہیں خون سمیت دفن کر دو یعنی احد کی لڑائی کے موقع پر اور انہیں غسل نہیں دیا تھا۔

یعنی جو شخص شہداء کے غسل کا قائل نہیں ہے اس کی دلیل کیا ہے۔ سعید بن مسیب کا قول ہے کہ شہید کو غسل دینا چاہیئے۔ بخاری اس شخص کی دلیل ذکر کرنا چاہتے ہیں جو شہید کے غسل کا قائل نہیں ہے۔

شرح بخاری

"قولہ ولم یغسلھم" بعض نے اس کے عموم سے استدلال کیا ہے کہ شہید خواہ جنبی ہو یا حیض والی عورت ہو اسے غسل نہیں دیا جائیگا۔ یہ شوافع کا قول ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ انہیں غسل میت نہیں دیا جائیگا لیکن غسل جنابت دیا جائے گا کیونکہ جب حضرت حنظلہ جنگ احد میں جنابت کی حالت میں شہید ہوئے تھے تو انہیں فرشتوں نے غسل دیا تھا۔ دوسرے کہتے ہیں کہ اگر غسل واجب ہوتا تو فرشتوں کا غسل دینا کافی نہ ہوتا لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ شہید کے متولیوں پر شہید کو غسل دینا واجب نہیں ہے۔ جمہور کا مذہب یہی ہے کہ غسل نہیں ہے۔ اگرچہ جنبی ہو۔

۷۵۔بَابُ مَنْ يُقَدَّمُ فِي اللَّحْدِ:

باب: بغلی قبر میں کون آگے رکھا جائے

وَسُمِّيَ اللَّحْدَ لِأَنَّهُ فِي نَاحِيَةٍ وَكُلُّ جَائِرٍ مُلْحِدٌ مُلْتَحَدًا مَعْدِلًا وَلَوْ كَانَ مُسْتَقِيمًا كَانَ ضَرِيحًا.

امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا کہ بغلی قبر کو لحد اس لیے کہا گیا کہ یہ ایک کونے میں ہوتی ہے اور ہر «جائر» (اپنی جگہ سے ہٹی ہوئی چیز) کو ملحد کہیں گے۔ اسی سے ہے (سورۃ الکہف میں) لفظ «ملتحدا» یعنی پناہ کا کونہ اور اگر قبر

سیدھی (صندوقی) ہو تو اسے «ضریح» کہتے ہیں۔

١٣٤٧ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ، أَخْبَرَنَا لَيْثُ بْنُ سَعْدٍ، حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، «أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلَى أُحُدٍ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ، ثُمَّ يَقُولُ: أَيُّهُمْ أَكْثَرُ أَخْذًا لِلْقُرْآنِ؟، فَإِذَا أُشِيرَ لَهُ إِلَى أَحَدِهِمَا قَدَّمَهُ فِي اللَّحْدِ، وَقَالَ: أَنَا شَهِيدٌ عَلَى هَؤُلَاءِ، وَأَمَرَ بِدَفْنِهِمْ بِدِمَائِهِمْ، وَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِمْ، وَلَمْ يُغَسِّلْهُمْ».

ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہمیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی' انہوں نے کہا کہ ہمیں لیث بن سعد نے خبر دی۔ انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابن شہاب نے بیان کیا' ان سے عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک نے اور ان سے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احد کے دو دو شہید مردوں کو ایک ہی کپڑے میں کفن دیتے اور پوچھتے کہ ان میں قرآن کس نے زیادہ یاد کیا ہے، پھر جب کسی ایک طرف اشارہ کر دیا جاتا تو لحد میں اسی کو آگے بڑھاتے اور فرماتے جاتے کہ میں ان پر گواہ ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خون سمیت انہیں دفن کرنے کا حکم دیا، نہ ان کی نماز جنازہ پڑھی اور نہ انہیں غسل دیا۔



١٣٤٨ ـ أَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لِقَتْلَى أُحُدٍ: أَيُّ هَؤُلَاءِ أَكْثَرُ أَخْذًا لِلْقُرْآنِ؟، فَإِذَا أُشِيرَ لَهُ إِلَى رَجُلٍ قَدَّمَهُ فِي اللَّحْدِ قَبْلَ صَاحِبِهِ، وَقَالَ جَابِرٌ: فَكُفِّنَ أَبِي وَعَمِّي فِي نَمِرَةٍ وَاحِدَةٍ.

شرح بخاری

پھر ہمیں امام اوزاعی نے خبر دی۔ انہیں زہری نے اور ان سے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پوچھتے جاتے تھے کہ ان میں قرآن زیادہ کس نے حاصل کیا ہے؟ جس کی طرف اشارہ کر دیا جاتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم لحد میں اسی کو دوسرے سے آگے بڑھاتے۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میرے والد اور چچا کو ایک ہی کمبل میں کفن دیا گیا تھا۔

وَقَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ كَثِيرٍ: حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ، حَدَّثَنِي مَنْ سَمِعَ جَابِرًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ.

اور سلیمان بن کثیر نے بیان کیا کہ مجھ سے زہری نے بیان کیا، ان سے اس شخص نے بیان کیا جنہوں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا تھا۔



"قوله فكفن أبي وعمي في نمرة واحدة" اس سے مراد یہ ہے کہ چادر کو دو ٹکڑے کر لیا تھا یہ مطلب نہیں کہ دونوں شہید ایک ہی چادر میں ہوں، کیونکہ بعد میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو نکال کر الگ دفن کیا تھا۔ اور نکالا تب ہی جا

سکتا ہے کہ وہ الگ کپڑے میں ہو۔

٧٦- بَابُ الإِذْخِرِ وَالْحَشِيشِ فِي الْقَبْرِ:

باب: اذخر اور سوکھی گھاس قبر میں بچھانا

١٣٤٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ حَوْشَبٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «حَرَّمَ اللهُ مَكَّةَ فَلَمْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ قَبْلِي وَلَا لِأَحَدٍ بَعْدِي، أُحِلَّتْ لِي سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ لَا يُخْتَلَى خَلَاهَا، وَلَا يُعْضَدُ شَجَرُهَا، وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا، وَلَا تُلْتَقَطُ لُقَطَتُهَا إِلَّا لِمُعَرِّفٍ»، فَقَالَ الْعَبَّاسُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: إِلَّا الإِذْخِرَ لِصَاغَتِنَا وَقُبُورِنَا؟، فَقَالَ: إِلَّا الإِذْخِرَ. وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لِقُبُورِنَا وَبُيُوتِنَا، وَقَالَ أَبَانُ بْنُ صَالِحٍ: عَنِ الْحَسَنِ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ، سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ، وَقَالَ مُجَاهِدٌ: عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا لِقَيْنِهِمْ وَبُيُوتِهِمْ.

ہم سے محمد بن عبداللہ بن حوشب نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبدالوہاب نے بیان کیا۔ کہا ہم سے خالد حذاء نے' ان سے عکرمہ نے' ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مکہ کو حرم کیا ہے۔ نہ مجھ سے پہلے کسی کے لیے (یہاں قتل وخون) حلال تھا اور نہ میرے بعد ہو گا اور میرے لیے بھی تھوڑی دیر کے لیے (فتح مکہ کے دن) حلال ہوا تھا۔ پس نہ اس کی گھاس اکھاڑی جائے نہ اس کے درخت قلم کئے جائیں۔ نہ یہاں کے جانوروں کو (شکار کے لیے) بھگایا جائے اور سوا اس شخص کے جو اعلان کرنا چاہتا ہو (کہ یہ گری ہوئی چیز کس کی ہے) کسی کے لیے وہاں سے کوئی گری ہوئی چیز اٹھانی جائز نہیں۔ اس پر عباس رضی اللہ عنہ نے کہا لیکن اس سے اذخر کا استثناء کر دیجئیے کہ یہ ہمارے سناروں کے اور ہماری قبروں میں کام آتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مگر اذخر کی اجازت ہے۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت میں ہے۔ ہماری قبروں اور گھروں کے لیے۔ اور ابان بن صالح نے بیان کیا' ان سے حسن بن مسلم نے' ان سے صفیہ بنت شیبہ نے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح سنا تھا۔ اور مجاہد نے طاؤس کے واسطہ سے بیان کیا اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ الفاظ بیان کئے۔ ہمارے قین (لوہاروں) اور گھروں کے لیے (اذخر اکھاڑنا حرم سے) جائز کر دیجئے۔

شرح بخاری

"قوله إلا الإذخر لصاغتنا" اس وقت آگ جلانے کے لئے چقماق استعمال ہوتا تھا ایک چقماق کو دوسرے کے ساتھ رگڑنے سے چھوٹے چھوٹے انگارے گرا کرتے تھے جن کے لئے نرم مادہ کی ضرورت ہوتی تھی عام طور پر اس

کے لئے روئی استعمال کرتے تھے یا گھاس لے لیتے تھے کیونکہ گھاس کو چنگاریاں جلدی آگ لگادیتی ہیں اس لئے سناروں کو اس کی ضرورت ہوتی تھی۔

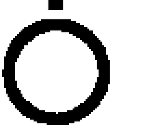
٧٧-بَابُ هَلْ يُخْرَجُ الْمَيِّتُ مِنَ الْقَبْرِ وَاللَّحْدِ لِعِلَّةٍ:

باب: باب کہ میت کو کسی خاص وجہ سے قبر یا لحد سے باہر نکالا جاسکتا ہے؟

١٣٥٠ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ عَمْرٌو سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: «أَتَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدَ اللهِ بْنَ أُبَيٍّ بَعْدَ مَا أُدْخِلَ حُفْرَتَهُ، فَأَمَرَ بِهِ فَأُخْرِجَ، فَوَضَعَهُ عَلَى رُكْبَتَيْهِ، وَنَفَثَ عَلَيْهِ مِنْ رِيقِهِ، وَأَلْبَسَهُ قَمِيصَهُ»، فَاللهُ أَعْلَمُ، وَكَانَ كَسَا عَبَّاسًا قَمِيصًا، قَالَ سُفْيَانُ: وَقَالَ أَبُو هَارُونَ: وَكَانَ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَمِيصَانِ، فَقَالَ لَهُ ابْنُ عَبْدِ اللهِ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَلْبِسْ أَبِي قَمِيصَكَ الَّذِي يَلِي جِلْدَكَ ؟ قَالَ سُفْيَانُ: فَيُرَوْنَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلْبَسَ عَبْدَ اللهِ قَمِيصَهُ مُكَافَأَةً لِمَا صَنَعَ.

ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے سفیان نے بیان کیا' عمرو نے کہا کہ میں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو عبداللہ بن ابی (منافق) کو اس کی قبر میں ڈالا جا چکا تھا۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر اسے قبر سے نکال لیا گیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنے گھٹنوں پر رکھ کر لعاب دہن اس کے منہ میں ڈالا اور اپنا کرتہ اسے پہنایا۔ اب اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ (غالباً مرنے کے بعد ایک منافق کے ساتھ اس احسان کی وجہ یہ تھی کہ) انہوں نے عباس رضی اللہ عنہ کو ایک قمیص پہنائی تھی (غزوہ بدر میں جب عباس رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے قیدی بن کر آئے تھے) سفیان نے بیان کیا کہ ابوہارون موسیٰ بن ابی عیسیٰ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے استعمال میں دو کرتے تھے۔ عبداللہ کے لڑکے (جو مومن مخلص تھے رضی اللہ عنہ) نے کہا کہ یا رسول اللہ! میرے والد کو آپ وہ قمیص پہنا دیجئے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کے قریب رہتی ہے۔ سفیان نے کہا لوگ سمجھتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا کرتہ اس کے کرتے کے بدل پہنا دیا جو اس نے عباس رضی اللہ عنہ کو پہنایا تھا۔





یعنی کسی سبب کی بنا پر میت کو قبر سے نکالا جاسکتا ہے جیسا کہ بعض دفعہ ایک قبر میں دو میتوں کو دفنایا گیا ہو اور ایک کو الگ دفنانے کے لئے نکالا جاتا ہے یا جس طرح نبی اکرم ﷺ نے عبداللہ بن اُبی کو تبرکاً کرتہ پہنانے کے لئے نکالا تھا یا پہلے پورانہ آنیوالا کفن دیا گیا ہو اور جب اچھا کفن مل جائے تو اسے نکال کر وہ کفن دے سکتے ہیں۔

"قوله كيوم وضعته هنية غير أذنه" ابو السکن اور نسفی کی روایت میں "غير هنية في أذنه" ہے اور یہی درست ہے کیونکہ اس طرح معنی صحیح ہوجاتا ہے کہ کان کا تھوڑا سا حصہ خراب تھا کان اگرچہ مشرکوں نے مثلہ کرتے



ہوئے کاٹ دیئے تھے لیکن کاٹنے کے باوجود کان کا کچھ حصہ باقی رہ گیا تھا وہ یہاں مراد ہے یا اس کا مطلب یہ ہے کہ کان کے علاوہ بھی تھوڑا سا حصہ تھا جو خراب ہوا تھا۔ اور ھنیۃ سے مراد تھوڑا سا حصہ ہے۔

۱۳۵۱ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، أَخْبَرَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ. حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ الْمُعَلِّمُ. عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ. قَالَ: لَمَّا حَضَرَ أُحُدٌ دَعَانِي أَبِي مِنَ اللَّيْلِ. فَقَالَ: «مَا أُرَانِي إِلَّا مَقْتُولًا فِي أَوَّلِ مَنْ يُقْتَلُ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَإِنِّي لَا أَتْرُكُ بَعْدِي أَعَزَّ عَلَيَّ مِنْكَ غَيْرَ نَفْسِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَإِنَّ عَلَيَّ دَيْنًا فَاقْضِ. وَاسْتَوْصِ بِأَخَوَاتِكَ خَيْرًا. فَأَصْبَحْنَا فَكَانَ أَوَّلَ قَتِيلٍ. وَدُفِنَ مَعَهُ آخَرُ فِي قَبْرٍ. ثُمَّ لَمْ تَطِبْ نَفْسِي أَنْ أَتْرُكَهُ مَعَ الْآخَرِ فَاسْتَخْرَجْتُهُ بَعْدَ سِتَّةِ أَشْهُرٍ. فَإِذَا هُوَ كَيَوْمِ وَضَعْتُهُ هُنَيَّةً غَيْرَ أُذُنِهِ».

ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو بشر بن مفضل نے خبر دی، کہا کہ ہم سے حسین معلم نے بیان کیا، ان سے عطاء بن ابی رباح نے' ان سے جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب جنگ احد کا وقت قریب آگیا تو مجھے میرے باپ عبداللہ نے رات کو بلا کر کہا کہ مجھے ایسا دکھائی دیتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سب سے پہلا مقتول میں ہی ہوں گا اور دیکھو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا دوسرا کوئی مجھے (اپنے عزیزوں اور وارثوں میں) تم سے زیادہ عزیز نہیں ہے' میں مقروض ہوں اس لیے تم میرا قرض ادا کر دینا اور اپنی (نو) بہنوں سے اچھا سلوک کرنا۔ چنانچہ جب صبح ہوئی تو سب سے پہلے میرے والد ہی شہید ہوئے۔ قبر میں آپ کے ساتھ میں نے ایک دوسرے شخص کو بھی دفن کیا تھا۔ پر میرا دل نہیں مانا کہ انہیں دوسرے صاحب کے ساتھ یوں ہی قبر میں رہنے دوں۔ چنانچہ چھ مہینے کے بعد میں نے ان کی لاش کو قبر سے نکالا دیکھا تو صرف کان تھوڑا سا گلنے کے سوا باقی سارا جسم اسی طرح تھا جیسے دفن کیا گیا تھا۔

۱۳۵۲ ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ. حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَامِرٍ. عَنْ شُعْبَةَ. عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ. عَنْ عَطَاءٍ. عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ. قَالَ: «دُفِنَ مَعَ أَبِي رَجُلٌ. فَلَمْ تَطِبْ نَفْسِي حَتَّى أَخْرَجْتُهُ. فَجَعَلْتُهُ فِي قَبْرٍ عَلَى حِدَةٍ».

ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے سعید بن عامر نے بیان کیا' ان سے شعبہ نے' ان سے ابن ابی نجیح نے' ان سے عطاء بن ابی رباح اور ان سے جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میرے باپ کے ساتھ ایک ہی قبر میں ایک اور صحابی (جابر رضی اللہ عنہ کے چچا) دفن تھے۔ لیکن میرا دل اس پر راضی نہیں ہو رہا تھا۔ اس لیے میں نے ان کی لاش نکال کر دوسری قبر میں دفن کر دی۔

۷۸-بَابُ اللَّحْدِ وَالشَّقِّ فِي الْقَبْرِ:

باب: بغلی یا صندوقی قبر بنانا

۱۳۵۳ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ، أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: «كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ بَيْنَ رَجُلَيْنِ مِنْ قَتْلَى أُحُدٍ، ثُمَّ يَقُولُ: أَيُّهُمْ أَكْثَرُ أَخْذًا لِلْقُرْآنِ؟، فَإِذَا أُشِيرَ لَهُ إِلَى أَحَدِهِمَا قَدَّمَهُ فِي اللَّحْدِ، فَقَالَ: أَنَا شَهِيدٌ عَلَى هَؤُلَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَأَمَرَ بِدَفْنِهِمْ بِدِمَائِهِمْ، وَلَمْ يُغَسِّلْهُمْ».

ہم سے عبدان نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی' انہوں نے کہا ہمیں لیث بن سعد نے خبر دی' انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابن شہاب نے بیان کیا۔ ان سے عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک نے' اور ان سے جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ احد کے شہداء کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک کفن میں دو دو کو ایک ساتھ کر کے پوچھتے تھے کہ قرآن کس کو زیادہ یاد تھا۔ پھر جب کسی ایک کی طرف اشارہ کر دیا جاتا تو بغلی قبر میں اسے آگے کر دیا جاتا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ میں قیامت کو ان (کے ایمان) پر گواہ بنوں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بغیر غسل دیئے خون سمیت دفن کرنے کا حکم دیا تھا۔



شرح بخاری

لحد بنانا یا شق بنانا دونوں جائز ہیں۔ بعض احادیث میں آتا ہے "اللحد لنا والشق لغیرنا"[1] اسکا یہ معنی نہیں کرنا چاہیئے کہ لحد مسلمانوں کے لئے اور شق کافروں کے لئے ہے۔ بلکہ اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ لحد مدینہ والوں کے لئے ہے اور شق ان کے غیر کے لئے ہے کیونکہ مدینہ کی زمین لحد کے موافق ہے۔ اور باقی مقامات میں شق موزوں ہے کیونکہ ریتلی زمین میں شق ہی مناسب ہوتی ہے ورنہ دونوں طرح جائز ہے۔ نبی علیہ السلام کے زمانہ میں دونوں طرح کے آدمی تھے ایک شق بنانے والا اور ابوطلحہ لحد بنانے والے تھے۔ نبی اکرم ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ کرام میں اختلاف ہو گیا تھا کہ آپ کے لئے لحد بنائی جائے یا شق بنائی جائے۔ اور فیصلہ یہ ہوا تھا کہ جو شخص پہلے آئے وہ اپنا کام کرلے۔ تو لحد بنانے والا پہلے آ گیا تھا اور آپ کے لئے لحد بنائی گئی۔

۷۹-بَابُ إِذَا أَسْلَمَ الصَّبِيُّ فَمَاتَ هَلْ يُصَلَّى عَلَيْهِ وَهَلْ يُعْرَضُ عَلَى الصَّبِيِّ الإِسْلَامُ:

باب: ایک بچہ اسلام لایا پھر اس کا انتقال ہو گیا، تو کیا اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی؟ اور کیا بچے کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کی جا سکتی ہے؟

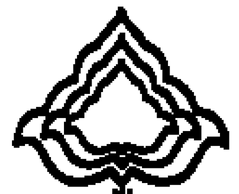


[1] ترمذی ۱۰۴۵ ج ۳ ص ۳۵۴۔ سنن ابی داود ۳۲۰۸ ج ۳ ص ۲۱۳۔

وَقَالَ الْحَسَنُ وَشُرَيْحٌ وَإِبْرَاهِيمُ وَقَتَادَةُ إِذَا أَسْلَمَ أَحَدُهُمَا فَالْوَلَدُ مَعَ الْمُسْلِمِ وَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا مَعَ أُمِّهِ مِنَ الْمُسْتَضْعَفِينَ، وَلَمْ يَكُنْ مَعَ أَبِيهِ عَلَى دِينِ قَوْمِهِ، وَقَالَ الإِسْلَامُ: يَعْلُو وَلَا يُعْلَى.

حسن، شریح، ابراہیم اور قتادہ رحمہم اللہ نے کہا کہ والدین میں سے جب کوئی اسلام لائے تو ان کا بچہ بھی مسلمان سمجھا جائے گا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی اپنی والدہ کے ساتھ (مسلمان سمجھے گئے تھے اور مکہ کے) کمزور مسلمانوں میں سے تھے۔ آپ اپنے والد کے ساتھ نہیں تھے جو ابھی تک اپنی قوم کے دین پر قائم تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اسلام غالب رہتا ہے مغلوب نہیں ہو سکتا۔

١٣٥٤ ـ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ، عَنِ يُونُسَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَخْبَرَهُ: «أَنَّ عُمَرَ انْطَلَقَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَهْطٍ قِبَلَ ابْنِ صَيَّادٍ حَتَّى وَجَدُوهُ يَلْعَبُ مَعَ الصِّبْيَانِ عِنْدَ أُطُمِ بَنِي مَغَالَةَ، وَقَدْ قَارَبَ ابْنُ صَيَّادٍ الْحُلُمَ فَلَمْ يَشْعُرْ حَتَّى ضَرَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ، ثُمَّ قَالَ لِابْنِ صَيَّادٍ: تَشْهَدُ أَنِّي رَسُولُ اللهِ؟، فَنَظَرَ إِلَيْهِ ابْنُ صَيَّادٍ، فَقَالَ: أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُولُ الأُمِّيِّينَ، فَقَالَ ابْنُ صَيَّادٍ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَتَشْهَدُ أَنِّي رَسُولُ اللهِ؟ فَرَفَضَهُ، وَقَالَ: آمَنْتُ بِاللهِ وَبِرُسُلِهِ، فَقَالَ لَهُ: مَاذَا تَرَى؟، قَالَ ابْنُ صَيَّادٍ: يَأْتِينِي صَادِقٌ، وَكَاذِبٌ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خُلِّطَ عَلَيْكَ الأَمْرُ، ثُمَّ قَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنِّي قَدْ خَبَأْتُ لَكَ خَبِيئًا، فَقَالَ ابْنُ صَيَّادٍ: هُوَ الدُّخُّ، فَقَالَ: اخْسَأْ، فَلَنْ تَعْدُوَ قَدْرَكَ، فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: دَعْنِي يَا رَسُولَ اللهِ أَضْرِبْ عُنُقَهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنْ يَكُنْهُ فَلَنْ تُسَلَّطَ عَلَيْهِ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْهُ فَلَا خَيْرَ لَكَ فِي قَتْلِهِ».



شرح بخاری

ہم سے عبدان نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی' انہیں یونس نے' انہیں زہری نے' کہا کہ مجھے سالم بن عبداللہ نے خبر دی کہ انہیں ابن عمر رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کچھ دوسرے اصحاب کی معیت میں ابن صیاد کے پاس گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ بنو مغالہ کے مکانوں کے پاس بچوں کے ساتھ کھیلتا ہوا ملا۔ ان دنوں ابن صیاد جوانی کے قریب تھا۔ اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے کی کوئی خبر ہی نہیں ہوئی۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر اپنا ہاتھ رکھا تو اسے معلوم ہوا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابن صیاد! کیا تم گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ ابن صیاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھ کر بولا ہاں میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ان پڑھوں کے رسول ہیں۔ پھر اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت



کیا۔ کیا آپ اس کی گواہی دیتے ہیں کہ میں بھی اللہ کا رسول ہوں؟ یہ بات سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے چھوڑ دیا اور فرمایا میں اللہ اور اس کے پیغمبروں پر ایمان لایا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا کہ تجھے کیا دکھائی دیتا ہے؟ ابن صیاد بولا کہ میرے پاس سچی اور جھوٹی دونوں خبریں آتی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر تو تیرا سب کام گڈمڈ ہو گیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا اچھا میں نے ایک بات دل میں رکھی ہے وہ بتلا۔ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ الدخان کی آیت کا تصور کیا «فارتقب یوم تاتی السماء بدخان مبین») ابن صیاد نے کہا وہ «درخ» ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چل دور ہو تو اپنی بساط سے آگے کبھی نہ بڑھ سکے گا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یا رسول اللہ! مجھ کو چھوڑ دیجئے میں اس کی گردن مار دیتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اگر یہ دجال ہے تو، تو اس پر غالب نہ ہو گا اور اگر دجال نہیں ہے تو اس کا مار ڈالنا تیرے لیے بہتر نہ ہو گا۔

یعنی ممیز بچہ جب مسلمان ہو جائے اور مسلمان ہونے کے بعد مر جائے تو اسکا جنازہ پڑھا جائے گا یا نہیں؟ اگرچہ اس کے والدین کافر ہوں۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ ممیز بچے کا اسلام معتبر ہے یا نہیں۔ اس میں اختلاف ہے۔ شافعیوں کے نزدیک معتبر نہیں ہے اور احناف کہتے ہیں کہ معتبر ہے۔ بیہقی کا قول ہے کہ ہجرت سے پہلے نابالغ کا اسلام معتبر تھا۔ اور ہجرت کے بعد "رفع القلم عن ثلاثة[1]" کا حکم دیدیا گیا۔ لہذا اب معتبر نہیں ہے۔ لیکن ابن صیاد کا واقعہ ہجرت کے بعد کا ہے جسے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا "تشهد انی رسول الله؟" اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ابن صیاد کا واقعہ اس حدیث سے پہلے کا ہو۔ مگر ظاہر بات تو یہی ہے کہ یہ حکم اب تک باقی ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کی بھی یہی رائے ہے۔ حنفی بھی اسی کے قائل ہیں۔



دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی بچہ اپنے والدین کے ساتھ قید کیا گیا ہو۔ تو وہ بچہ اپنے والدین میں سے مسلمان کے تابع ہو گا۔ اور اگر بچہ دار الاسلام میں آجائے تو وہ دار الاسلام کے مسلمانوں کے تابع ہو گا۔ اور فوت ہونے پر اس کا جنازہ پڑھا جائے گا۔ اور اگر وہ اپنے والدین کے ساتھ ہو۔ اور ان میں سے کوئی مسلمان نہ ہوا ہو۔ تو اس صورت میں اسکا جنازہ نہیں پڑھا جائے گا۔ اور اگر وہ ممیز ہو اور اس پر اسلام پیش کرنے سے وہ مسلمان ہو جائے تو اس کا جنازہ پڑھیں گے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اسلام کا واقعہ ہجرت سے پہلے کا ہے۔

"قوله و هل یعرض علی الصبی الاسلام" شافعی کہتے ہیں بچے پر اسلام پیش نہیں کرنا چاہیئے اور نہ ہی اسے مسلمان ہونے کے بارہ میں دعوت دینی چاہیئے کیونکہ اس کا اسلام معتبر نہیں ہے۔ اور اس کے اسلام قبول کرنے میں اس کا نقصان ہے اس لئے کہ وہ اپنے کافر ماں، باپ کی وراثت سے محروم ہو جائے گا اور اگر اس کا نکاح کر دیا گیا ہو تو اسکی بیوی اس سے الگ ہو جائے گی جب وہ مکلف ہی نہیں ہے تو اسے مسلمان بنانے کی ضرورت کیا ہے۔ جبکہ حنفی کہتے ہیں کہ بچے پر اسلام پیش کیا جا سکتا ہے اگرچہ مسلمان ہو کر وہ وراثت سے محروم اور بیوی سے الگ ہو جائے گا لیکن



---

[1] ترمذی ۱۴۲۳ ج ۴ ص ۳۲۔ سنن ابی داود ۴۳۹۸ ج ۴ ص ۱۳۹۔

مسلمان ہونے میں اس کا اخروی فائدہ ہے عذاب جہنم سے بچ جائیگا اور جنت کی نعمتوں سے ہمکنار ہو جائے گا یہ بہت بڑا فائدہ ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں اگرچہ بچے پر اسلام پیش کرنے کو "ھل" استفہامیہ سے ذکر کیا ہے لیکن کتاب الجہاد میں اسے صیغہ جزم سے ذکر کرتے ہوئے "كيف يعرض الإسلام على الصبی" کہا ہے۔ بخاری بچے کے اسلام کے صحیح ہونے کے قائل ہیں۔

"قوله وقال الحسن" ان کا اثر بیہقی نے روایت کیا ہے "عن الحسن فی الصغير قال: مع المسلم من والديه[1]" اور شریح کا اثر بھی بیہقی میں ان لفظوں کے ساتھ ہے "عن شريح أنه اختصم اليه فی صبی أحد أبويه نصرانی قال: الوالد المسلم أحق بالولد[2]" اور ابراہیم کا اثر مصنف عبد الرزاق میں یوں ذکر ہوا ہے "عن ابراهيم قال فی نصرانيين بينهما ولد صغير فأسلم أحدهما قال: أولاهما به المسلم[3]" اور قتادہ کا اثر حسن بصری کی طرح مصنف عبد الرزاق میں مروی ہے۔

"قوله و كان ابن عباس رضی اللہ عنہ مع أمه" ابن عباس ابھی بچے تھے اور ان کی ماں اُم فضل مسلمان تھیں جن کا نام لبابہ بنت حارث تھا۔ عبد اللہ بن عباس اپنی مسلمان والدہ کے ساتھ تھے۔ اور باپ ابھی مسلمان نہیں ہوا تھا اور ان کے مسلمان ہونے میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ عباس ہجرت سے پہلے مسلمان ہو گئے تھے لیکن مسلمانوں کی مصلحت کے لئے انہیں نبی کریم علیہ السلام نے مکہ میں رہنے کا حکم دیا تھا۔ جیسا کہ ابن سعد نے روایت کیا ہے لیکن اس کی سند میں کلبی ہے جو متروک الحدیث ہے۔ اور اس کی تردید اس سے بھی ہوتی ہے کہ عباس جنگ بدر میں گرفتار ہو کر قیدیوں میں آئے تھے اور فدیہ دیکر رہا ہوئے تھے لہٰذا اس وقت وہ مسلمان نہیں تھے۔ صحیح یہ ہے کہ وہ فتح مکہ کے سال کے شروع میں ہجرت کر کے آئے تھے اور نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام کے ساتھ غزوہ فتح مکہ میں حاضر ہوئے تھے جیسا کہ حافظ رحمہ اللہ نے کہا ہے۔ اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اپنی مسلمان والدہ کے ساتھ تھے کیونکہ حدیث میں ہے "الإسلام يعلو ولا يعلى"۔

"قوله رسول الأميين" چونکہ ابن صیاد یہود میں سے تھا اس لئے اس نے کہا کہ آپ امیوں کے رسول ہیں، اہل کتاب کے رسول نہیں ہیں۔ آپ نے اس پر "تشهد أنی رسول الله" کہہ کر اس پر اسلام پیش کیا ہے اور اس کے بچہ ہونے کی وجہ سے اس سے تعرض نہیں کیا۔ معلوم ہوا کہ بچے کا اسلام معتبر ہے اور اس پر اسلام پیش کیا جا سکتا ہے۔

"قوله هو الدخ" نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو بتایا کہ میں نے اس کے امتحان کے لئے یہ آیت چھپائی ہے "يوم تأتی السماء بدخان مبين" صحابہ کو بتاتے وقت شیطان نے اسے سن لیا۔ لیکن وہ پوری آیت نہ سن سکا اور ابن صیاد

---

[1] السنن الکبری للبیہقی ۱۲۲۹۴ مصنف عبد الرزاق ۹۹۰۲۔

[2] السنن الکبری للبیہقی ۱۲۲۹۳۔

[3] مصنف عبد الرزاق ۹۸۹۹۔

کو پوری بات نہ سنا سکا صرف یہ کہہ دیا کہ "دخ" ہے آپ نے اس کے جواب پر اسے "اخسأ" کہا اور یہ لفظ کتے کو دھتکارنے کے لئے کہا جاتا ہے اور آپ نے اسے فرمایا "لن تعدو امرك" یعنی تو اپنی حیثیت سے آگے نہیں بڑھ سکے گا بلکہ مخلوط الأمر ہی رہے گا۔

"قوله اضرب عنقه" حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سمجھا کہ شاید یہ وہی دجال ہے جس کے بارہ میں نبی کریم علیہ السلام نے بتایا ہے لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ اگر یہ وہی دجال ہے جو قرب قیامت ظہور کریگا تو اسے صرف عیسیٰ علیہ السلام ہی قتل کریں گے اگر آپ نے اسے قتل کر دیا تو سمجھو کہ وہ نہیں ہے جب وہ نہیں ہے تو ایک ذمی کو مارنا درست نہیں ہے۔

"قوله وإن لم يكنه فلاخير لك في قتله" یہ بعد میں مسلمان ہوگیا تھا اور مدینہ میں رہتا تھا اس نے حج و عمرہ بھی کیا تھا اور اس کی اولاد بھی ہوئی۔ اور جب یہ مرگیا تو لوگوں کو دکھایا گیا کہ دیکھ لیں مرا پڑا ہے بعض کہتے ہیں کہ یہ گم ہوگیا تھا اور اگر اس کے گم ہونے کو تسلیم کرلیا جائے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہی دجال تھا کبھی اس جزیرہ میں چلا جاتا تھا جس میں یہ مقید تھا اور کبھی یہاں آجاتا ہوگا۔ کیونکہ تمیم داری نے دجال کو جزیرہ میں مقید دیکھا تھا لیکن جزیرہ کے بحر شام میں ہونے کا کوئی قائل نہیں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ جزیرہ پہلے ہوگا اب نہیں پایا جاتا۔ کیونکہ کئی جزیرے ڈوب بھی گئے ہیں۔ جیسا کہ بہت سے جزائر خالدات غرق ہوگئے ہیں جہاں سے آبادی کا طول و عرض شروع ہوتا ہے وہاں پہلے کچھ جزائر تھے اب وہ جزائر خالدات باقی نہیں رہے۔ لہذا کئی جزیرے غرق ہوگئے ہیں اور کئی جزیرے نئے پیدا ہوگئے ہیں۔ دجال چونکہ شیطان ہی ہے جو تمیم داری وغیرہ کو وہاں نظر آگیا۔ جیسا کہ چار کبار تابعین سے مروی ہے "الدجال ليس بإنسان بل هو شيطان أوثقه سليمان النبي أوغيره [1]"



ابن صیاد یہودیوں میں پیدا ہوا تھا اور اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ جنوں میں سے تھا اور یہ ایک یہودیہ عورت کے رحم میں داخل ہوگیا۔ ابن ماجہ میں ہے کہ ایک یہودی اور یہودن کے ہاں تیس سال تک کوئی اولاد پیدا نہ ہوئی۔ تیس سال بعد یہ بچہ پیدا ہوا اور پیدا ہوتے ہی کھجور کے درخت پر چڑھ گیا۔ یہ انسانی بچہ تو نہیں ہوسکتا جو پیدا ہوتے ہی کھجور کے درخت پر چڑھ جائے بلکہ یہ جن تھا جو یہودن کے رحم میں حمل کی صورت میں داخل ہوگیا اور نو ماہ بعد نکل آیا تاکہ

---

(1) قال الحافظ في الفتح "منها ماأخرجه من طريق جبير بن نفير و شريح بن عبيد و عمرو بن الأسود و كثير بن مرة قالوا جميعاً " الدجال ليس هو انسان و إنما هو شيطان موثق بسبعين حلقة في بعض جزائر اليمن لايعلم من أوثقه سليمن النبي أو غيره فإذا أن ظهوره فك الله عنه كل عام حلقة فإذا برز أتته أتان عرض ما بين أذنيها أربعون ذراعاً فيضع على ظهرها منبراً من نحاس و يقعد عليه ويتبعه قبائل الجن يخرجون له خزائن الأرض ـ (فتح الباري للحافظ ابن حجر رحمہ اللہ ج ۱۳ ص ۳۲۸ كتاب الاعتصام باب من راى ترك النكير من النبي صلی اللہ علیہ وسلم حجةً لا من غير الرسول)



ان کا بیٹا سمجھا جائے۔ ویسے وہ جن تھا اور جن ایسی شرارتیں بھی کر لیتے ہیں کہ کسی عورت کے پیٹ میں داخل ہو جاتے ہیں اور جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو وہ ہی درحقیقت جن ہوتا ہے کہتے ہیں کہ گورونانک بھی اسی طرح جن تھا جو عورت کے پیٹ میں داخل ہو گیا اور عرصے بعد باہر نکل آیا گویا کہ نانک شیطان تھا اس بات کو تسلیم کر لیا جائے تو ساری روایات جمع ہو جاتی ہیں تمیم داری کی بات بھی درست ہو گئی کہ شیطان تھا اور یہ بھی درست ہو گیا کہ یہودیوں کے گھر پیدا ہوا تھا۔

دجال کے بارے میں یہ بھی آتا ہے کہ وہ پہلے صلاحیت کا دعوی کرے گا پھر نبوت کا دعوی کر دے گا اور اس کے بعد خدائی کا دعوی کر دے گا۔ حافظ نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ جب اصفہان کا علاقہ فتح ہوا تو صحابہ کہتے ہیں ہم وہاں گئے وہ کہنے لگے آج ہمارا امیر آئے گا اچانک ایک بگولہ آیا اور اس سے ابن صیاد نکل آیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن صیاد اس وقت بھی موجود تھا۔

ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ ایسے ہوا کہ علاقہ فتح نہیں ہو رہا تھا تو لوگ کہنے لگے کہ اسے دجال فتح کرے گا اس وقت ابن صیاد آیا اور اس نے ٹانگ مار کر قلعہ کا دروازہ توڑ دیا اور فتح حاصل ہو گئی آخر میں پھر غائب ہو گیا۔ ابوسعید خدری روایت کرتے ہیں کہ وہ کہتا تھا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ میں پھانسی لگ جاؤں کیونکہ لوگ مجھے دجال کہتے ہیں اور تم انصار کو علم ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ دجال مکہ اور مدینہ میں داخل نہیں ہو گا اور میں مدینہ میں رہتا ہوں اور مکہ میں حج و عمرہ کے لئے گیا ہوں اور دجال کافر ہے جبکہ میں مسلمان ہوں۔ اور یہ بھی کہا کہ ویسے مجھے معلوم ہے کہ دجال کہاں ہے اور ابن صیاد سے کہا گیا کیا تو دجال بننا پسند کرتا ہے کہا ہاں اس لئے اسے دجال اکبر کہا جاتا ہے اگر یہ دجال اکبر نہ ہو تو اس کے دجال ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔ جن کے بارہ میں حدیث میں آتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا "سیکون ثلاثون دجالون کلھم یزعم أنه نبی ولا نبی بعدی [1]" ابن صیاد کے دجال ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے ہاں اس کے دجال اکبر ہونے میں نزاع ہے ہو سکتا ہے کہ دجال اکبر ہو اور غائب ہو گیا ہو۔

شاہ ولی اللہ۔ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ دجال دراصل ہیکل مثالی ہے اور اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ عالم مثال میں نیکی کی بھی شکلیں پیدا ہوتی ہیں اور برائی اور شرور کی بھی شکلیں پیدا ہوتی ہیں اور برائی اور شرور کے ہیکل مثالی کا نام دجال ہے لوگ جو گناہ کرتے ہیں اس کی شکل بنتی ہے اور یہود نے بھی بہت بڑے جرائم کئے ہیں ان کی شرارتیں بھی اس ہیکل مثالی سے جا ملی ہیں اب شرور یہود کا جو مجسمہ ہے اس کا نام دجال ہے چونکہ مسیح علیہ السلام شرور یہود کو مٹانے کے لئے آئے تھے یہود نے انہیں قتل کرنے کا منصوبہ بنایا تو اللہ تعالیٰ نے مسیح علیہ السلام کو اوپر اٹھا لیا قیامت کے قریب جب نبی کریم علیہ السلام کا ہم نام مہدی پیدا ہو گا جو دین اسلام کو قائم کرے گا تو اس وقت اس ہیکل مثالی سے رہا نہیں جائے گا اور وہ شہادی وجود میں آجائے گا یہ دجال کی حقیقت ہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ مسیح علیہ السلام کو نازل کرے گا اور وہ اسے قتل کریں گے اور ان کے مارنے سے شر مجتمع شر منتشر کی شکل اختیار کر لے گی اور یہ یاجوج ماجوج کی صورت ہو گی

[1] مسند احمد ۲۲۳۹۵ ج ۳۷ ص ۷۸۔

اور یہ فتنہ مسیح علیہ السلام کی دعاء سے رفع ہو جائے گا انہوں نے یہ حقیقت بیان کی ہے نامعلوم انہوں نے یہ معلومات کہاں سے لی ہیں۔ احادیث میں ایسی کوئی بات ذکر نہیں ہے۔

١٣٥٥ ـ وَقَالَ سَالِمٌ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، يَقُولُ: انْطَلَقَ بَعْدَ ذٰلِكَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ إِلَى النَّخْلِ الَّتِي فِيهَا ابْنُ صَيَّادٍ، وَهُوَ يَخْتِلُ أَنْ يَسْمَعَ مِنِ ابْنِ صَيَّادٍ شَيْئًا قَبْلَ أَنْ يَرَاهُ ابْنُ صَيَّادٍ، فَرَآهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُضْطَجِعٌ يَعْنِي: فِي قَطِيفَةٍ لَهُ فِيهَا رَمْزَةٌ أَوْ زَمْرَةٌ، فَرَأَتْ أُمُّ ابْنِ صَيَّادٍ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَتَّقِي بِجُذُوعِ النَّخْلِ. فَقَالَتْ لِابْنِ صَيَّادٍ: يَا صَافِ وَهُوَ اسْمُ ابْنِ صَيَّادٍ هٰذَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَثَارَ ابْنُ صَيَّادٍ، فَقَالَ: النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ تَرَكَتْهُ بَيَّنَ. وَقَالَ شُعَيْبٌ فِي حَدِيثِهِ: فَرَفَصَهُ رَمْرَمَةٌ أَوْ زَمْزَمَةٌ. وَقَالَ إِسْحَاقُ الْكَلْبِيُّ وَعُقَيْلٌ: رَمْرَمَةٌ، وَقَالَ مَعْمَرٌ: رَمْزَةٌ.

اور سالم نے کہا کہ میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا وہ کہتے تھے پھر ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہ دونوں مل کر ان کھجور کے درختوں میں گئے۔ جہاں ابن صیاد تھا (آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تھے کہ ابن صیاد آپ کو نہ دیکھے اور) اس سے پہلے کہ وہ آپ کو دیکھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم غفلت میں اس سے کچھ باتیں سن لیں۔ آخر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھ لیا۔ وہ ایک چادر اوڑھے پڑا تھا۔ کچھ گن گن یا پھن پھن کر رہا تھا۔ لیکن مشکل یہ ہوئی کہ ابن صیاد کی ماں نے دور ہی سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کے تنوں میں چھپ چھپ کر جا رہے تھے۔ اس نے پکار کر ابن صیاد سے کہہ دیا صاف! یہ نام ابن صیاد کا تھا۔ دیکھو محمد آن پہنچے۔ یہ سنتے ہی وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کاش اس کی ماں ابن صیاد کو باتیں کرنے دیتی تو وہ اپنا حال کھولتا۔ شعیب نے اپنی روایت میں «رمرمة فرفصه» اور عقیل نے «رمرمة» نقل کیا ہے اور معمر نے «رمزة» کہا ہے۔



"قولہ لو ترکتہ بین" یعنی معلوم ہو جاتا کہ جن اور شیطان اسے کیا بتاتے ہیں اور اس کی حالت ظاہر ہو جاتی یہ شخص کاہن تھا اسے جھوٹی خبریں شیطان دیا کرتے تھے جن اور شیطان ایک، آدھ بات اچک لیتے ہیں اور اس میں کئی جھوٹی باتیں ملا کر انہیں مشہور کر دیتے ہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصود یہ ہے کہ ابن صیاد ایک یہودی لڑکا تھا جو دجل و فریب کی باتیں کیا کرتا تھا جو لوگوں کو بہکانے کا سبب بنتی تھیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر اسلام پیش کیا جبکہ وہ نابالغ تھا اور آپ اس کے ایمان لانے سے مایوس ہو کر واپس آ گئے۔ اور اس سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصود ثابت ہوا۔



١٣٥٦ ۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ وَهُوَ ابْنُ زَيْدٍ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: «كَانَ غُلَامٌ يَهُودِيٌّ يَخْدُمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَرِضَ، فَأَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُهُ، فَقَعَدَ عِنْدَ رَأْسِهِ فَقَالَ لَهُ: أَسْلِمْ، فَنَظَرَ إِلَى أَبِيهِ، وَهُوَ عِنْدَهُ، فَقَالَ لَهُ: أَطِعْ أَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَسْلَمَ، فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقُولُ: الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنْقَذَهُ مِنَ النَّارِ».

ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا' ان سے ثابت نے' ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک یہودی لڑکا (عبدالقدوس) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا' ایک دن وہ بیمار ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا مزاج معلوم کرنے کے لیے تشریف لائے اور اس کے سرہانے بیٹھ گئے اور فرمایا کہ مسلمان ہو جا۔ اس نے اپنے باپ کی طرف دیکھا، باپ وہیں موجود تھا۔ اس نے کہا کہ (کیا مضائقہ ہے) ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ کہتے ہیں مان لے۔ چنانچہ وہ بچہ اسلام لے آیا۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شکر ہے اللہ پاک کا جس نے اس بچے کو جہنم سے بچا لیا۔

"قوله كان غلام يهودی" اس لڑکے کا نام عبدالقدوس تھا یہ بیمار ہو گیا تو نبی اکرم ﷺ نے اس کی تیمارداری کی۔ اور اس پر اسلام پیش کیا اور وہ مسلمان ہو گیا نسائی کی حدیث میں ہے کہ اس نے "أشهد أن لا إله إلا الله وأن محمدا رسول الله [1]" کہا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مشرک سے یا بچے سے خدمت لی جا سکتی ہے وار اسے خادم رکھنا جائز ہے اور بیمار ہونے پر اس کی عیادت کرنا بھی جائز ہے اور غیر مسلم نابالغ پر اسلام پیش کیا جا سکتا ہے اور اس کا اسلام قبول کرنا معتبر ہے۔ کیونکہ آپ نے اس کے اسلام لانے پر فرمایا "الحمد لله الذى أنقذه من النار" اور یہ اس کے اسلام کے معتبر ہونے کی دلیل ہے۔

١٣٥٧ ۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: قَالَ عُبَيْدُ اللهِ بْنُ أَبِي يَزِيدَ، سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، يَقُولُ: «كُنْتُ أَنَا، وَأُمِّي مِنَ الْمُسْتَضْعَفِينَ، أَنَا مِنَ الْوِلْدَانِ، وَأُمِّي مِنَ النِّسَاءِ».

ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ عبیداللہ بن زیاد نے بیان کیا کہ میں نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے سنا تھا کہ میں اور میری والدہ (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے بعد مکہ میں) کمزور مسلمانوں میں سے تھے۔ میں بچوں میں اور میری والدہ عورتوں میں۔

١٣٥٨ ۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: «يُصَلَّى عَلَى كُلِّ مَوْلُودٍ

[1] السنن الکبری للنسائی ۷۴۵۸۔

مُتَوَفًّى، وَإِنْ كَانَ لِغَيَّةٍ مِنْ أَجْلِ أَنَّهُ وُلِدَ عَلَى فِطْرَةِ الإِسْلَامِ يَدَّعِي أَبَوَاهُ الإِسْلَامَ أَوْ أَبُوهُ خَاصَّةً، وَإِنْ كَانَتْ أُمُّهُ عَلَى غَيْرِ الإِسْلَامِ إِذَا اسْتَهَلَّ صَارِخًا صُلِّيَ عَلَيْهِ وَلَا يُصَلَّى عَلَى مَنْ لَا يَسْتَهِلُّ مِنْ أَجْلِ أَنَّهُ سِقْطٌ، فَإِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كَانَ يُحَدِّثُ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا مِنْ مَوْلُودٍ إِلَّا يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ، فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ أَوْ يُمَجِّسَانِهِ كَمَا تُنْتَجُ الْبَهِيمَةُ بَهِيمَةً جَمْعَاءَ، هَلْ تُحِسُّونَ فِيهَا مِنْ جَدْعَاءَ»، ثُمَّ يَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: فِطْرَةَ اللهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا سورة الروم آية ٣٠.

ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا' کہا کہ ہم کو شعیب نے خبر دی' انہوں نے بیان کیا کہ ابن شہاب ہر اس بچے کی جو وفات پا گیا ہو نماز جنازہ پڑھتے تھے۔ اگرچہ وہ حرام ہی کا بچہ کیوں نہ ہو کیونکہ اس کی پیدائش اسلام کی فطرت پر ہوئی۔ یعنی اس صورت میں جب کہ اس کے والدین مسلمان ہونے کے دعویدار ہوں۔ اگر صرف باپ مسلمان ہو اور ماں کا مذہب اسلام کے سوا کوئی اور ہو جب بھی بچہ کے رونے کی پیدائش کے وقت اگر آواز سنائی دیتی تو اس پر نماز پڑھی جاتی۔ لیکن اگر پیدائش کے وقت کوئی آواز نہ آتی تو اس کی نماز نہیں پڑھی جاتی تھی۔ بلکہ ایسے بچے کو کچا حمل گر جانے کے درجہ میں سمجھا جاتا تھا۔ کیونکہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر بچہ فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے۔ پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں جس طرح تم دیکھتے ہو کہ جانور صحیح سالم بچہ جنتا ہے۔ کیا تم نے کوئی کان کٹا ہوا بچہ بھی دیکھا ہے؟ پھر ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس آیت کو تلاوت کیا۔ «فطرة الله التي فطر الناس عليها» الآية یہ اللہ کی فطرت ہے جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔







یعنی ولد الزنا اگر فوت ہو جائے تو اسکا جنازہ پڑھا جائے گا۔ اور وہ اسلام میں اپنے ماں باپ کے یا جو ان میں سے مسلمان ہو اس کے تابع ہو گا۔

"قوله فطرة الله التي فطر الناس عليها" ابن القیم رحمہ اللہ نے فطرت کا معنی اسلام کیا ہے بعض نے کہا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ جس طرح کسی نے ہونا ہوتا ہے وہ اسی پر پیدا ہوتا ہے یعنی مومن، ایمان پر پیدا ہوتا ہے اور کافر، کفر پر پیدا ہوتا ہے۔ یہودی، یہودیت پر لیکن اس کے بعد آنے والے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر بچہ اسلام پر پیدا ہوتا ہے بعض احادیث میں یہ بھی آتا ہے "خلقت عبادی كلهم حنفاء[1]" اور ایک حدیث میں "ان بنی آدم خلقوا على طبقات شتى[2]" آیا ہے اور ایک حدیث میں ہے "السعيد من سعد فی بطن أمه

---

[1] جامع معمر بن راشد ۲۰۰۸۸ ج ۱۱ ص ۱۲۰۔

[2] سنن ترمذی ۲۱۹۱ ج ۴ ص ۴۸۳۔

والشقی من شقی فی بطن أمه[1]" یعنی انسان اپنی ماں کے پیٹ میں ہی شقی یا سعید لکھ دیا جاتا ہے۔ ان احادیث میں بظاہر تعارض پایا جاتا ہے لیکن اسکا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ سعادت اور شقاوت کا ذکر اللہ تعالیٰ کے علم اور تقدیر کے اعتبار سے ہے اور پیدا ہونے والے انسان کی سعادت یا شقاوت اللہ تعالیٰ کے علم میں پہلے ہی ہوتی ہے۔ اور خلقوا علی طبقات شتی" اخلاق کے اعتبار سے ہے جیسا کہ ایک حدیث میں بعض کے بارہ میں سریع الغضب اور بعض کے بارہ میں "سریع الفیئ" آیا ہے[2]۔ اور کل مولود یولد علی الفطرة[3]" بلحاظ استعداد کے ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ہر ایک کو عقل کی نعمت عطا کی ہے۔ اس اعتبار سے ہر انسان اسلام پر پیدا ہوتا ہے نافع چیز سے نفع کا حصول اور مضر چیز کے ضرر سے بچاؤ انسان کی فطرت ہے اور فطرت کا تقاضا اسلام قبول کرنا ہے گویا عقلی اعتبار سے ہر انسان اسلام پر پیدا ہوتا ہے اگرچہ اخلاقی لحاظ سے ہر ایک کا خلق الگ الگ ہوتا ہے۔

"قوله فأبواه یهودانه" یعنی ماں باپ کی تعلیم و تربیت کا بچے پر اثر ہو جاتا ہے۔

"قوله کما تنتج" یہ فعل مجہول ہے لیکن معلوم کے معنی میں ہے اس سے مراد "تلد" ہے۔

١٣٥٩ ـ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ، أَخْبَرَنَا يُونُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا مِنْ مَوْلُودٍ إِلَّا يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ، فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ وَيُنَصِّرَانِهِ أَوْ يُمَجِّسَانِهِ كَمَا تُنْتَجُ الْبَهِيمَةُ بَهِيمَةً جَمْعَاءَ، هَلْ تُحِسُّونَ فِيهَا مِنْ جَدْعَاءَ»، ثُمَّ يَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: فِطْرَةَ اللهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللهِ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ سورة الروم آية ٣٠.

ہم سے عبدان نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا کہ ہم کو یونس نے خبر دی' انہیں زہری نے' انہیں ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے خبر دی اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے لیکن اس کے ماں باپ اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔ بالکل اسی طرح جیسے ایک جانور ایک صحیح سالم جانور جنتا ہے۔ کیا تم اس کا کوئی عضو (پیدائشی طور پر) کٹا ہوا دیکھتے ہو؟ پھر ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی فطرت ہے جس پر لوگوں کو اس نے پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی خلقت میں کوئی تبدیلی ممکن نہیں' یہی «دین القیم» ہے۔

---

[1] المعجم الأوسط ٢٦٣١ ج٣ ص ١٠٧

[2] جامع ترمذی ٢١٩١ ج ٤ ص ٥٣۔

[3] صحیح بخاری ١٣٨٥ ج ٢ ص ١٠٠۔

٨٠-بَابُ إِذَا قَالَ الْمُشْرِكُ عِنْدَ الْمَوْتِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ:

باب: جب ایک مشرک موت کے وقت لا الٰہ الا اللہ کہہ لے

١٣٦٠ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ، أَخْبَرَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ. قَالَ: أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيِّبِ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ أَخْبَرَهُ، أَنَّهُ «لَمَّا حَضَرَتْ أَبَا طَالِبٍ الْوَفَاةُ جَاءَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَ عِنْدَهُ أَبَا جَهْلِ بْنَ هِشَامٍ وَعَبْدَ اللهِ بْنَ أَبِي أُمَيَّةَ بْنِ الْمُغِيرَةِ. قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَبِي طَالِبٍ: «يَا عَمِّ، قُلْ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ كَلِمَةً أَشْهَدُ لَكَ بِهَا عِنْدَ اللهِ. فَقَالَ أَبُو جَهْلٍ: وَعَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي أُمَيَّةَ: يَا أَبَا طَالِبٍ أَتَرْغَبُ عَنْ مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، فَلَمْ يَزَلْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْرِضُهَا عَلَيْهِ، وَيَعُودَانِ بِتِلْكَ الْمَقَالَةِ، حَتَّى قَالَ أَبُو طَالِبٍ: آخِرَ مَا كَلَّمَهُمْ هُوَ عَلَى مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ. وَأَبَى أَنْ يَقُولَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَمَا وَاللهِ لَأَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ مَا لَمْ أُنْهَ عَنْكَ. فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى فِيهِ: مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ سورة التوبة آية ١١٣».

ہم سے اسحاق بن راہویہ نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے خبر دی' کہا کہ مجھے میرے باپ (ابراہیم بن سعد) نے صالح بن کیسان سے خبر دی' انہیں ابن شہاب نے' انہوں نے بیان کیا کہ مجھے سعید بن مسیب نے اپنے باپ (مسیب بن حزن رضی اللہ عنہ) سے خبر دی' ان کے باپ نے انہیں یہ خبر دی کہ جب ابوطالب کی وفات کا وقت قریب آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے۔ دیکھا تو ان کے پاس اس وقت ابوجہل بن ہشام اور عبداللہ بن ابی امیہ بن مغیرہ موجود تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ چچا! آپ ایک کلمہ «لا إله إلا الله» (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں کوئی معبود نہیں) کہہ دیجئے تا کہ میں اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کلمہ کی وجہ سے آپ کے حق میں گواہی دے سکوں۔ اس پر ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ مغیرہ نے کہا ابوطالب! کیا تم اپنے باپ عبدالمطلب کے دین سے پھر جاؤ گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برابر کلمہ اسلام ان پر پیش کرتے رہے۔ ابوجہل اور ابن ابی امیہ بھی اپنی بات دہراتے رہے۔ آخر ابوطالب کی آخری بات یہ تھی کہ وہ عبدالمطلب کے دین پر ہیں۔ انہوں نے «لا إله إلا الله» کہنے سے انکار کر دیا پھر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں آپ کے لیے استغفار کرتا رہوں گا۔ تاآنکہ مجھے منع نہ کر دیا جائے اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت «ما کان للنبی» الآیۃ نازل فرمائی۔ (التوبہ:١١٣)





قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر غرغرہ شروع ہو جائے تو توبہ قبول نہیں ہوتی ارشاد باری تعالیٰ ہے "ولیست التوبة للذين يعملون السيئات حتى إذا حضر أحدهم الموت قال إني تبت الان و لا الذين



يموتون وهم كفار أولئك أعتدنا عذابا أليماً[1]" ایسے ہی جب لوگ عذاب اِهلاك میں مبتلا ہو جائیں اس وقت بھی توبہ قبول نہیں ہوتی ہاں عذاب کے آثار دیکھ کر توبہ کر سکتا ہے۔ یونس علیہ السلام کی قوم کے بارہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے "فلولا كانت قرية امنت فنفعها إيمانها إلا قوم يونس لما امنوا كشفنا عنهم عذاب الخزى فی الحياة الدنيا ومتعناهم إلي حين[2]" جیسا کہ بیماری موت کے آثار سے ہے اس میں توبہ قبول ہو سکتی ہے لیکن جب غرغرہ کی صورت ہو اور سانس اکھڑ جائے اس وقت مرنے کا یقین ہوتا ہے اس وقت توبہ قابل قبول نہیں ہوتی مرنے کے وقت توبہ قبول نہیں ہوتی اور نہ ہی مرنے کے بعد توبہ قبول ہوتی ہے آثار عذاب دیکھ کر ایمان لائے تو قابل قبول ہے قوم یونس نے آثار دیکھ کر توبہ کی تھی جبکہ قوم صالح نے آثار عذاب دیکھ کر مرنے کی تیاری کر لی تھی اور کفن پہن لئے تھے اور وہ زیادہ دلیر ہو گئے تھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا "تمتعوا فی داركم ثلثة أيام ذلك وعد غير مكذوب[3]" اسی طرح فرعون جب غرق ہونے لگا تو "امنت" کہنے لگا جیسا کہ قرآن کریم میں ہے "حَتّٰٓى اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ ۙ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۞ اٰۗلْــٰٔنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ[4]" اس نے عذاب آنے پر امنت کہا ہے اس لئے اس کی توبہ قبول نہیں ہے۔ اور "فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً[5]" سے مراد اس کے جسم کو بچانا تا کہ بعد میں آنے والوں کے لئے نشان عبرت بن سکے۔ ورنہ قرآن کریم میں ہے " يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ ۭ وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ[6]" قیامت کے دن وہ اپنی قوم کے آگے ہو گا اور انہیں آگ میں جا داخل کرے گا۔ اور وہ بہت بری گھاٹ ہے جس پر وہ وارد ہوں گے۔ بعض کہتے ہیں کہ انہیں جہنم میں داخل کر کے خود واپس آجائے گا یہ سب لغو اور فضول باتیں ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے ابوطالب سے بھی کہا تھا کہ اے چچا کلمہ پڑھ لے۔ اور یہ غرغرہ سے پہلے تھا یا بعد میں تھا؟ اگر پہلے ہو تو ایمان معتبر ہو سکتا ہے اور اگر غرغرہ کے وقت تھا تو آپ نے فرمایا: اس وقت پڑھ لے میں اللہ تعالیٰ سے تیرے بارہ میں جھگڑا کروں گا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے معاف کرے یا نہ کرے۔ لیکن ابوطالب نے کلمہ نہیں پڑھا تو آپ نے فرمایا۔ میں تیرے لئے اللہ تعالیٰ سے دعاء کروں گا۔ اللہ تعالیٰ نے دعاء کرنے سے بھی منع کر دیا اور فرمایا "مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا

---

1. النساء:۱۸۔
2. یونس:۹۸۔
3. ھود:۶۵۔
4. یونس:۹۱،۹۰۔
5. یونس:۹۲۔
6. ھود:۹۸۔

تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ①" نبی کو اور ایمان والوں کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ مشرکوں کے لئے مغفرت کی دعا کریں خواہ وہ رشتہ دار ہوں۔ اس کے بعد کہ ان پر واضح ہو چکا کہ یقیناً وہ جہنمی ہیں۔

ابوطالب کے بارہ میں صحیح یہی ہے کہ وہ شرک پر فوت ہوا ہے اور اس کے لئے دعاء کرنے سے بھی منع کر دیا گیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس نے آہستہ کلمہ پڑھ لیا تھا لیکن حافظ نے کہا ہے کہ یہ صحیح ثابت نہیں ہے اگر اس نے آہستہ پڑھا ہوتا تو اس کے لئے دعاء کرنے سے روکا نہ جاتا، شیعہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ ابوطالب کی موت کفر پر ہوئی تھی مگر پھر زندہ ہو کر مسلمان ہوا تھا۔

"قوله و أبى أن يقول لا إله إلا الله" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوطالب کا خاتمہ ایمان پر نہیں ہوا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی ان کی وفات پر نبی علیہ السلام سے کہا تھا "إِنَّ عَمَّكَ الضَّالَّ قَدْ مَاتَ②" آپ کا گمراہ چچا فوت ہو گیا ہے جب وہ اسے دفن کر کے آئے تو آپ نے حضرت علی کو غسل کرنے کا حکم دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے کفن دفن میں شریک ہوئے کیونکہ ان کا باپ تھا۔

٨١۔ بَابُ الْجَرِيدَةِ عَلَى الْقَبْرِ:

باب: قبر پر کھجور کی ڈالیاں لگانا

وَأَوْصَى بُرَيْدَةُ الْأَسْلَمِيُّ أَنْ يُجْعَلَ فِي قَبْرِهِ جَرِيدَانِ وَرَأَى ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا فُسْطَاطًا عَلَى قَبْرِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، فَقَالَ: انْزِعْهُ يَا غُلَامُ فَإِنَّمَا يُظِلُّهُ عَمَلُهُ. وَقَالَ خَارِجَةُ بْنُ زَيْدٍ رَأَيْتُنِي وَنَحْنُ شُبَّانٌ فِي زَمَنِ عُثْمَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، وَإِنَّ أَشَدَّنَا وَثْبَةً الَّذِي يَثِبُ قَبْرَ عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُونٍ حَتَّى يُجَاوِزَهُ، وَقَالَ عُثْمَانُ بْنُ حَكِيمٍ أَخَذَ بِيَدِي خَارِجَةُ فَأَجْلَسَنِي عَلَى قَبْرٍ، وَأَخْبَرَنِي عَنْ عَمِّهِ يَزِيدَ بْنِ ثَابِتٍ، قَالَ: إِنَّمَا كُرِهَ ذَلِكَ لِمَنْ أَحْدَثَ عَلَيْهِ، وَقَالَ: نَافِعٌ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَجْلِسُ عَلَى الْقُبُورِ.



اور بریدہ اسلمی صحابی رضی اللہ عنہ نے وصیت کی تھی کہ ان کی قبر پر دو شاخیں لگا دی جائیں اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کی قبر پر ایک خیمہ تنا ہوا دیکھا تو کہنے لگے کہ اے غلام! اسے اکھاڑ ڈال اب ان پر ان کا عمل سایہ کرے گا اور خارجہ بن زید نے کہا کہ عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں میں جوان تھا اور چھلانگ لگانے میں سب سے زیادہ سمجھا جاتا جو عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی قبر پر چھلانگ لگا کر اس پار کود جاتا اور عثمان بن حکیم نے بیان کیا کہ خارجہ بن زید نے میرا ہاتھ پکڑ کر ایک قبر پر مجھ کو بٹھایا اور اپنے چچا یزید بن ثابت سے روایت کیا کہ قبر پر بیٹھنا اس کو منع ہے جو پیشاب یا پاخانہ کے لیے اس پر بیٹھے۔ اور نافع نے بیان کیا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ



① توبہ: ۱۱۳۔

② مصنف ابن أبي شيبة: ۱۱۸۴۰، المعجم الأوسط ۵۴۹۰۔

عنہما قبروں پر بیٹھا کرتے تھے۔

یعنی قبر پر ٹہنی گاڑنے کا حکم کیا ہے؟ امام بخاری رحمہ اللہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث لائے ہیں۔ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قبروں پر ٹہنی گاڑنے کے بارے میں ہے۔ دوسرا واقعہ مشرکین کا ہے اس میں شفاعت کا لفظ آتا ہے، صحیح مسلم میں حضرت جابر کی لمبی حدیث آتی ہے کہ آپ نے فرمایا۔ درخت سے ٹہنیاں توڑ کر لائیں اور انہیں دائیں اور بائیں پھینک دیا اور فرمایا کہ جب تک یہ ٹہنیاں خشک نہیں ہوں گی ان قبر والوں کو عذاب نہیں ہوگا۔ مدینہ کے اس واقعہ میں شفاعت کا ذکر نہیں ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ واقعہ ایک ہی ہے۔ بعض راویوں سے تقدیم وتاخیر ہوگئی ہے۔ درحقیقت مشرکین کا واقعہ ہے لیکن حافظ نے اس بات کو ترجیح دی ہے کہ واقعہ مسلمانوں کا ہے۔ اور مدینہ کا واقعہ ہے اور یہ قبریں مدینہ منورہ کے قبرستان میں تھیں جو بقیع کے نام سے مشہور ہے۔ اور یہ مسلمانوں کا قبرستان ہے۔ اور یہ جاہلیت کے زمانہ کی بات نہیں ہے جیسا کہ ابن لہیئہ وغیرہ نے کہا ہے کہ یہ تب ہے جبکہ جاہلیت میں مرا ہو۔ حالانکہ یہ واقعہ مدینہ کا ہے کہ آپ نے ٹہنی منگوائی اور اس کے دو حصے کر کے انہیں دونوں قبروں پر گاڑ دیا۔ اور فرمایا شاید کہ اللہ تعالیٰ ان کے خشک ہونے تک ان سے عذاب کو روک دے یہی صحیح معنی ہے بعض معنی کرتے ہیں کہ شاید اللہ تعالیٰ ان کے خشک ہونے تک عذاب بالکل ختم کر دے۔ آپ نے یہ فعلی دعاء کی ہے اور اپنے دست مبارک سے شاخیں گاڑ کر اثر پیدا کرنے کی کوشش کی ہے تاکہ اتنی دیر تک انہیں عذاب نہ ہو۔ اور اس صورت میں یہ نبی کریم علیہ السلام کی خصوصیت ہوگی[1]۔ کیونکہ اگر یہ آپ کی خصوصیت نہ ہوتی تو آپ کے بعد بھی لوگ اس پر عمل کرتے لیکن بعد میں لوگوں نے اسے رواج نہیں بنایا کہ وہ ٹہنیاں گاڑتے اور خشک ہونے پر پھر گاڑ دیتے اور یہ سلسلہ جاری رہتا۔ بعض کہتے ہیں کہ ٹہنیاں تسبیح پڑھتی ہیں اس لئے ان کے گاڑنے سے عذاب میں تخفیف ہوجاتی ہے حالانکہ تسبیح ہر چیز پڑھتی ہے خواہ وہ تر

[1] شیخ ابن باز رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ درست بات یہ ہے کہ یہ ٹہنیاں گاڑنا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے اس لئے کہ آپ نے صرف ان دو افراد کی قبروں پر شاخیں گاڑی تھیں جن کے بارہ میں آپ کو علم ہوا تھا کہ انہیں عذاب ہو رہا ہے آپ نے یہ کام تمام قبروں پر نہیں کیا۔ اگر یہ سنت عامہ ہوتا تو آپ تمام قبروں پر ٹہنی گاڑا کرتے۔ بلکہ خلفاء راشدین اور کبار صحابہ نے بھی یہ کام نہیں کیا، اگر یہ مشروع ہوتا تو وہ کبھی بھی اس سے پیچھے نہ رہتے۔ اور حضرت بریدہ نے جو وصیت کی تھی کہ ان کی وفات کے بعد ان کی قبر پر دو ٹہنیاں گاڑی جائیں تو یہ ان کا اجتہاد تھا اور اجتہاد اگر صحیح ہوسکتا ہے تو اس میں غلطی کا امکان بھی ہوتا ہے۔ درست یہی ہے کہ یہ کام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے اب اسے چھوڑنے والا ہی درستی پر ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارہ میں جو آتا ہے کہ انہوں نے اپنے بھائی عبدالرحمن کی وفات کے بعد ان کی قبر پر خیمہ لگوا کر اس پر ایک آدمی کو بٹھا دیا تھا تو اس کی سند میں رجل مجہول ہے جس کی وجہ سے یہ اثر ضعیف ہے۔ اور اس کے برعکس حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا اثر صحیح ہے جسے امام بخاری رحمہ اللہ نے اس ترجمہ باب کے تحت ذکر کیا ہے کہ انہوں نے عبدالرحمن کی قبر پر خیمہ دیکھا اور غلام کو اسے اکھاڑنے کا حکم دیا اور یہ اثر ان صحیح احادیث کے موافق ہے جن میں نبی کریم علیہ السلام نے قبروں پر عمارتیں بنانے اور ان پر بیٹھنے اور انہیں پکا اور پختہ بنانے سے منع کیا ہے کیونکہ یہ چیز قبوری شرک کا ذریعہ بنتی ہے۔

ہو یا خشک ہو۔ قرآن کریم میں ہے "إن من شيءٍ إلا يسبح بحمده"[1]

اس کے بعد لوگوں نے اس پر قیاس کرتے ہوئے قبروں پر پھول چڑھانا شروع کر دیئے پھر اس پر اضافہ کرتے ہوئے کہا کہ جب ٹہنیاں گاڑنے سے فائدہ ہوتا ہے کیونکہ تسبیح پڑھتی ہیں تو قبر پر کسی آدمی کے پڑھنے سے بھی فائدہ ہوتا ہے لہذا قبر پر قرآن پڑھنے والا آدمی بٹھادیا۔ اور یہ سب قیاس آرائی ہے جس سے کوئی چیز دین نہیں بن سکتی۔ اور جبکہ ٹہنی گاڑنا نبی اکرم ﷺ کی خصوصیت ہے تو اس سے ان سب قیاس آرائیوں کی نفی ہو جاتی ہے۔

"قوله أن يجعل في قبره جريدتان" حضرت بریدہ اسلمی نے یہ وصیت کی کہ میری قبر کے اندر دو ٹہنیاں رکھی جائیں۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انہوں نے قبر پر گاڑنے کی وصیت کی ہو۔ کیونکہ گاڑنے سے وہ قبر میں ہی ہو جاتی ہیں یہ ان کی اپنی رائے تھی لیکن اسکا نام سنت بھی نہیں رکھا جا سکتا۔ اگر یہ سنت ہوتا تو اکثر صحابہ کرام اس پر عمل کرتے ایک صحابی کے فعل سے اسکا سنت ہونا ثابت نہیں ہو سکتا۔ لیکن حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کے اس فعل کی وجہ سے اگر کوئی شخص قبر پر ٹہنی گاڑے تو وہ قابل ملامت نہیں ہے۔ امام بخاری کی یہی رائے معلوم ہوتی ہے۔

"قوله فإنما يظله عمله" عبد الرحمن بن ابی بکر صدیق مکہ سے باہر فوت ہو گئے تھے اور یہ وہاں سے منتقل کر کے لائے گئے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس وقت موجود نہیں تھیں اور یہ ان کی قبر پر مٹی ڈالے جانے کے بعد آئیں۔ تو انہوں نے وہاں خیمہ نصب کرا دیا اور غلام کو محافظ بنا کر بٹھا دیا۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وہاں سے گذرے تو انہوں نے غلام سے کہا، اس خیمہ کو اکھاڑ دے۔ اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے "إنما يظله عمله" اسکا عمل اسے فائدہ دیتا ہے۔ اگر یہ خیمہ میت کے فائدے کی نیت سے لگایا گیا ہو تو واقعی میت کو اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا ہے بلکہ میت کے لئے اس کے کیے ہوئے نیک اعمال ہی فائدہ مند ہوتے ہیں۔ اتنی زیادہ مٹی کے میت پر ہوتے ہوئے خیمہ کیا فائدہ دے سکتا ہے۔ اور اگر خیمہ اس نیت سے لگایا گیا ہو کہ کوئی مسافر یا غیر مسافر خیمہ کے سائے میں بیٹھ جائے تو یہ بات معقول ہے لیکن نبی اکرم ﷺ نے قبر پر کوئی بناء یا عمارت بنانے سے منع کیا ہے "عن جابر قال: نهي رسول الله ﷺ أن يجصص القبر وأن يبنى عليه وأن يقعد عليه[2]" اور یہ ممانعت اس لئے بھی ہے تاکہ رفتہ رفتہ ایسی قبر عبادت گاہ نہ بن جائے۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اپنے بھائی عبد الرحمن کی قبر پر خیمہ لگوانے کا اثر سند کے اعتبار سے ثابت نہیں ہے۔ اور حضرت بریدہ کے اجتہاد کو امام بخاری نے حضرت عبد اللہ بن عمر کے اجتہاد کے مقابلہ میں ذکر کر کے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ بریدہ کا اجتہاد عبد اللہ بن عمر کے اجتہاد کے خلاف ہے لہذا بریدہ کا اجتہاد قابل اتباع نہیں ہے۔ اگر سب صحابہ کا اس پر اتفاق ہوتا تو درست ہوتا۔ بعض کہتے ہیں کہ بخاری کا مقصد یہ ہے کہ دو ٹہنیاں گاڑنے پر قیاس کر کے دیگر چیزیں قبر پر رکھنے کو جائز نہیں کہہ سکتے۔ جیسا کہ مولانا نور حسین رحمہ اللہ کا ایک بریلوی سے قبروں پر چڑھاوے چڑھانے پر مناظرہ ہوا تو بریلوی

---

1. الاسراء ۴۴
2. مسلم: (۹۴) ۹۷۰ ج ۲ ص ۶۶۷۔

مولوی نے یہ حدیث بطور دلیل پیش کی کہ نبی کریم علیہ السلام نے قبر پر ٹہنیاں گاڑی تھیں لہذا اس پر قیاس کرتے ہوئے قبروں پر چڑھاوے بھی چڑھائے جاسکتے ہیں۔ مولانا نور حسین نے کہا کہ آپ نے گناہ گاروں کی قبروں پر ٹہنیاں گاڑی تھیں جن کو عذاب ہورہا تھا تو تمہیں چاہیئے کہ جرائم کے مرتکب گناہ گاروں کی قبروں پر چڑھاوے چڑھایا کرو جن کو عذاب ہوتا ہے بزرگوں کی قبروں پر ایسا کیوں کرتے ہو؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا "لعله أن يخفف عنهما مالم ييبسا" تاکہ ان کے خشک ہونے تک ان سے عذاب میں تخفیف ہوجائے اس کا بزرگوں کی قبروں پر چڑھاوے چڑھانے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

اس کے بعد امام بخاری رحمہ اللہ نے اُدنیٰ مناسبت کی بناء پر چند اثار بھی نقل کر دیئے ہیں اور وہ یہ ہے کہ قبر پر کوئی چیز رکھنے سے مقبور کو کوئی فائدہ پہنچتا ہے یا نہیں؟ تاکہ اس کی قبر کا خیال رکھا جائے۔ اگر فائدہ نہیں پہنچتا تو قبر مٹی کا ڈھیر ہے اگر کوئی اس پر بیٹھ جائے یا اس پر چھلانگ لگا کر گذر جائے تو کوئی حرج نہیں۔ اسے اس سے کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔ بعض احادیث میں آیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک آدمی کو قبر پر بیٹھا ہوا پایا تو آپ نے اسے اٹھ جانے کا حکم دیا اور فرمایا "قد اذيت" تو نے اسے تکلیف دی ہے۔ بعض علماء اسکا معنی یہ کرتے ہیں کہ تو نے یہ ایسا کام کیا ہے کہ اگر یہ کام کسی زندہ شخص کے ساتھ کیا جائے تو اس سے اس کو تکلیف ہوتی ہے لہذا مرنے والے کا بھی احترام ہونا چاہیئے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں آتا ہے "كسر عظم الميت ككسره حيا"[1] یعنی زندہ اور مرنے والے کی ہڈی توڑنا برابر ہے۔ اور مراد اس سے یہ ہے کہ گناہ میں برابر ہے۔ ورنہ میت کو اس کا احساس نہیں ہوتا۔ جیسا کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی والدہ نے کہا تھا، ان کا اسے صلیب پر لٹکانا ایسے ہی ہے جیسے بکری کو ذبح کیا جائے تو اسکی کھال اتارنے سے اسے کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔ لہذا قبر پر بیٹھنے سے میت کے احترام کی خاطر منع کیا گیا ہے اور بیٹھنے والا گناہ گار ہوتا ہے ورنہ موت آنے کے بعد اس کے احساسات ختم ہوجاتے ہیں جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد فرمایا تھا اگر اس کی بہن برا نہ منائے تو میں اسے ایسے ہی رہنے دوں تاکہ جاندار اسے کھا جائیں۔ گویا مرنے کے بعد درندوں کے کھانے سے اسے کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔ ایک حدیث میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک آدمی کو قبر سے ٹیک لگائے ہوئے دیکھا تو آپ نے فرمایا "لاتوذ صاحب القبر"[2] اس میں بھی ایذاء سے مراد میت کی توہین کرنا ہے جس سے روکا گیا ہے۔ ورنہ میت کو اس کا احساس نہیں ہوتا۔ اسکی روح علیین میں ہوتی ہے یا سجین میں۔ ویسے اسکا روح سے تعلق ہوتا ہے۔

"قوله حتى يجاوزه" حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی قبر لمبی تھی اس لئے اسے پھلانگنے والا سخت جان سمجھا جاتا تھا ورنہ قبر ایک بالشت سے اونچی نہیں ہوتی۔ بعض کہتے ہیں کہ اس قبر کے پاس سے پانی کا نالہ گذرتا تھا جس کی وجہ سے قبر کے پاس سے زمین کھر کر نیچی اور قبر اونچی ہوگئی تھی۔ امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصود یہ ہے کہ قبر والوں کو ان کے کیئے ہوئے

---

1. سنن ابی داود ۳۲۰۷ (صحیح)
2. المستدرک للحاکم ۶۵۰۲ سکت عنہ الذھبی رحمہ اللہ۔

نیک اعمال کا فائدہ پہنچتا ہے ورنہ ان پر بیٹھنے سے یا ان قبروں پر عمارتیں بنانے سے یا ان کو پھلانگنے سے انہیں کوئی ضرر نہیں پہنچتا۔ اور نہ اس سے انہیں کوئی فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

"قولہ فأجلسني علی قبر" عثمان بن حکیم نے خارجہ بن زید کو قبرستان میں ہوتے ہوئے یہ حدیث بیان کی جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے "لأن أجلس علی جمرة فتحرق مادون لحمي حتی تفضي الي جلدی أحب إلي من أن أجلس علی قبر رجل مسلم"[1] تو خارجہ نے اسے پکڑ کر قبر پر بٹھادیا۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ بول و براز کے لئے قبر پر بیٹھنا جائز نہیں ہے۔ ورنہ قبر پر بیٹھنے سے میت کو کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔ امام ابوحنیفہ اور امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ بول و براز کے لئے قبر پر بیٹھنا منع ہے۔ اس کے علاوہ بیٹھنا منع نہیں ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ بول و براز کے بغیر بھی قبر پر بیٹھنا منع ہے ابن حزم بھی اس کے قائل ہیں کیونکہ حدیث میں آتا ہے "لأن أجلس علی جمرة فتحرق ثيابي و تفضي الي جلدی أحب إلي من أن أجلس علی قبر" ابن حزم کہتے ہیں کہ اس سے بول و براز کے لئے بیٹھنے کی ممانعت مراد نہیں ہے کیونکہ بول و براز کے وقت انسان اپنے کپڑے سمیٹ کر بیٹھتا ہے اس حالت میں کپڑے جل ہی نہیں سکتے۔ بول و براز کے بغیر انسان کپڑے نیچے چھوڑ کر بیٹھتا ہے اور ان کے جلنے کا امکان ہوتا ہے لہذا بول و براز کے بغیر بھی قبر پر بیٹھنا منع ہے اور یہی حدیث مذکور سے مراد ہے[2]۔

١٣٦١ - حَدَّثَنَا يَحْيَى، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ «مَرَّ بِقَبْرَيْنِ يُعَذَّبَانِ، فَقَالَ: إِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ، وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ، أَمَّا أَحَدُهُمَا فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنَ الْبَوْلِ، وَأَمَّا الْآخَرُ فَكَانَ يَمْشِي بِالنَّمِيمَةِ، ثُمَّ أَخَذَ جَرِيدَةً رَطْبَةً فَشَقَّهَا بِنِصْفَيْنِ، ثُمَّ غَرَزَ فِي كُلِّ قَبْرٍ وَاحِدَةً. فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ: لِمَ صَنَعْتَ هَذَا؟ فَقَالَ: لَعَلَّهُ أَنْ

شرح بخاری

(1) مصنف عبدالرزاق ۶۵۱۱

(2) شیخ عبدالعزیز بن باز۔ رحمہ اللہ۔ نے کہا ہے کہ جمہور کا موقف اسی کی تائید کرتا ہے کیونکہ وہ اس بات کے قائل ہیں کہ قبروں پر بیٹھنا مطلقاً منع ہے اور اس کی دلیل حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جو مسلم میں مروی ہے "قال: نهي رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم أن يجصص القبر وأن يقعد عليه وأن يبنی عليه" یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کو پکا بنانے سے اور ان پر بیٹھنے اور عمارت کھڑی کرنے سے منع کیا ہے۔ یہ صحیح حدیث اور ایسی دیگر احادیث قبروں کو پختہ کرنے اور ان پر بیٹھنے اور ان پر عمارتیں اور قبے بنانے کے حرام ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ کیونکہ قبروں پر ایسے کام شرک کا ذریعہ بنتے ہیں بلکہ اکثر ملکوں اور شہروں میں یہ شرک واقع بھی ہو چکا ہے علماء اسلام اور تمام مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ لوگوں کو اس شرکیہ کام سے خبردار کریں۔ اور اگر قبروں پر مسجدیں بنائی جائیں تو یہ معصیت اور نافرمانی بہت بڑی ہے اور اس کا شرک کا وسیلہ بننا بالکل ظاہر ہے۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح ثابت ہے کہ آپ نے قبروں پر مسجدیں بنانے والوں پر لعنت کی ہے اور فرمایا کہ تم سے پہلی قومیں اپنے نبیوں اور ولیوں کی قبروں کو مسجدیں بنالیتی تھیں خبردار تم نے ایسا کام نہیں کرنا۔ میں تمہیں اس کام سے روکتا ہوں۔

يُخَفَّفَ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَيْبَسَا».

ہم سے یحییٰ بن جعفر بیکندی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابومعاویہ نے بیان کیا، ان سے اعمش نے، ان سے مجاہد نے، ان سے طاؤس نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایسی دو قبروں پر ہوا جن میں عذاب ہو رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کو عذاب کسی بہت بڑی بات پر نہیں ہو رہا ہے صرف یہ کہ ان میں ایک شخص پیشاب سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا شخص چغل خوری کیا کرتا تھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کی ایک ہری ڈالی لی اور اس کے دو ٹکڑے کر کے دونوں قبر پر ایک ایک ٹکڑا گاڑ دیا۔ لوگوں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! آپ نے ایسا کیوں کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شاید اس وقت تک کے لیے ان پر عذاب کچھ ہلکا ہو جائے جب تک یہ خشک نہ ہوں۔

٨٢-بَابُ مَوْعِظَةِ الْمُحَدِّثِ عِنْدَ الْقَبْرِ، وَقُعُودِ أَصْحَابِهِ حَوْلَهُ:

باب: قبر کے پاس عالم کا بیٹھنا اور لوگوں کو نصیحت کرنا اور لوگوں کا اس کے اردگرد بیٹھنا

الْأَجْدَاثُ: الْقُبُورُ، بُعْثِرَتْ: أُثِيرَتْ، بَعْثَرْتُ حَوْضِي: أَيْ جَعَلْتُ أَسْفَلَهُ أَعْلَاهُ الْإِيفَاضُ الْإِسْرَاعُ. وَقَرَأَ الْأَعْمَشُ إِلَى نَصْبٍ إِلَى شَيْءٍ مَنْصُوبٍ يَسْتَبِقُونَ إِلَيْهِ وَالنُّصْبُ وَاحِدٌ. وَالنَّصْبُ مَصْدَرٌ يَوْمُ الْخُرُوجِ مِنَ الْقُبُورِ يَنْسِلُونَ يَخْرُجُونَ.

سورۃ القمر میں آیت «يخرجون من الأجداث» میں «أجداث» سے قبریں مراد ہیں۔ اور سورۃ انفطار میں «بعثرت» کے معنی اٹھائے جانے کے ہیں۔ عربوں کے قول میں «بعثرت حوضي» کا مطلب یہ کہ حوض کا نچلا حصہ اوپر کر دیا۔ «إيفاض» کے معنی جلدی کرنا۔ اور اعمش کی قرآت میں «إلى نصب» («بفتح نون») ہے یعنی ایک «شيء منصوب» کی طرف تیزی سے دوڑے جا رہے ہیں تاکہ اس سے آگے بڑھ جائیں۔ «نصب» («بضم نون») واحد ہے اور «نصيب» («بفتح نون») مصدر ہے اور سورۃ ق میں «يوم الخروج» سے مراد مردوں کا قبروں سے نکلنا ہے۔ اور سورۃ انبیاء میں «ينسلون» «يخرجون» کے معنی میں ہے۔

وعظ و نصیحت کا یہ کام اتفاقی بات ہے کہ قبر ابھی تیار نہ ہوئی ہو تو اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کوئی محدث حدیث سنائے یا کوئی واعظ، وعظ و نصیحت کرے تو جائز ہے لیکن قصداً قبروں میں وعظ و نصیحت کا اہتمام کرنا ثابت نہیں ہے۔ بریلوی لوگ اس پر قیاس کرتے ہوئے قبروں پر میلے لگانا عرس منانا اور مجالس قائم کرنا بھی جائز بنا لیتے ہیں۔ حالانکہ قیاس آرائیوں سے دین کے مسائل ثابت نہیں ہوتے اور نہ ہی ایسی بدعات کا جواز نکلتا ہے۔

"قولہ یخرجون من الأجداث" ترجمہ باب چونکہ قبروں کے ذکر پر مشتمل ہے اس مناسبت سے قرآن کی یہ آیت ذکر کی ہے قولہ الإیفاض، الإسراع" قرآن کریم میں "يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْأَجْدَاثِ سِرَاعًا" کے بعد "كَأَنَّهُمْ إِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ[1]" آتا ہے اس لئے "الإیفاض" کا معنی بیان کر دیا ہے۔ جو کہ "یوفضون" کا مصدر ہے۔ یعنی

[1] المعارج: ۴۳۔

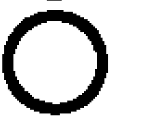
جس دن وہ اپنی قبروں سے دوڑتے ہوئے نکلیں گے گویا وہ بتوں کی طرف دوڑے جا رہے ہیں۔

"قوله ينسلون" سورۃ یس میں ہے "وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَإِذَا هُمْ مِنَ الْأَجْدَاثِ إِلَى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ[1]" اور صور میں پھونکا جائے گا تو اس وقت وہ قبروں سے نکل کر اپنے رب کی طرف جانے کے لئے دوڑ پڑیں گے۔

١٣٦٢ ـ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ، قَالَ: حَدَّثَنِي جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: «كُنَّا فِي جَنَازَةٍ فِي بَقِيعِ الْغَرْقَدِ، فَأَتَانَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَعَدَ. وَقَعَدْنَا حَوْلَهُ وَمَعَهُ مِخْصَرَةٌ فَنَكَّسَ فَجَعَلَ يَنْكُتُ بِمِخْصَرَتِهِ، ثُمَّ قَالَ: مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ مَا مِنْ نَفْسٍ مَنْفُوسَةٍ إِلَّا كُتِبَ مَكَانُهَا مِنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ، وَإِلَّا قَدْ كُتِبَ شَقِيَّةً أَوْ سَعِيدَةً، فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللهِ أَفَلَا نَتَّكِلُ عَلَى كِتَابِنَا وَنَدَعُ الْعَمَلَ، فَمَنْ كَانَ مِنَّا مِنْ أَهْلِ السَّعَادَةِ فَسَيَصِيرُ إِلَى عَمَلِ أَهْلِ السَّعَادَةِ، وَأَمَّا مَنْ كَانَ مِنَّا مِنْ أَهْلِ الشَّقَاوَةِ فَسَيَصِيرُ إِلَى عَمَلِ أَهْلِ الشَّقَاوَةِ، قَالَ: أَمَّا أَهْلُ السَّعَادَةِ فَيُيَسَّرُونَ لِعَمَلِ السَّعَادَةِ، وَأَمَّا أَهْلُ الشَّقَاوَةِ فَيُيَسَّرُونَ لِعَمَلِ الشَّقَاوَةِ، ثُمَّ قَرَأَ: فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى وَاتَّقَى «سورة الليل آية٥».



ہم سے عثمان ابن ابی شیبہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھ سے جریر نے بیان کیا' ان سے منصور بن معتمر نے بیان کیا' ان سے سعد بن عبیدہ نے' ان سے ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن حبیب نے اور ان سے علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم بقیع غرقد میں ایک جنازہ کے ساتھ تھے۔ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور بیٹھ گئے۔ ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد بیٹھ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک چھڑی تھی جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم زمین کریدنے لگے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی ایسا نہیں یا کوئی جان ایسی نہیں جس کا ٹھکانا جنت اور دوزخ دونوں جگہ نہ لکھا گیا ہو اور یہ بھی کہ وہ نیک بخت ہوگی یا بدبخت۔ اس پر ایک صحابی نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! پھر کیوں نہ ہم اپنی تقدیر پر بھروسہ کرلیں اور عمل چھوڑ دیں کیونکہ جس کا نام نیک دفتر میں لکھا ہے وہ ضرور نیک کام کی طرف رجوع ہوگا اور جس کا نام بدبختوں میں لکھا ہے وہ ضرور بدی کی طرف جائے گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بات یہ ہے کہ جن کا نام نیک بختوں میں ہے ان کو اچھے کام کرنے میں ہی آسانی معلوم ہوتی ہے اور بدبختوں کو برے کاموں میں آسانی نظر آتی ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت کی «فأما من أعطى واتقى» الآية۔



"قوله أفلانتكل على كتابنا وندع العمل" صحابہ کرام نے جب یہ سنا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں جو کچھ ہو رہا ہے یا



---

[1] یس:٥١۔

ہونے والا ہے۔ سب کچھ پہلے سے ہی لکھا ہوا ہے تو اس سے انہیں یہ اشکال لاحق ہوا کہ پھر عمل کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ جو کچھ لکھا گیا ہے وہ ہو کر رہے گا گویا انہوں نے تکلیف کے مقابلہ میں تقدیر پیش کر دی۔ آپ نے فرمایا جو کچھ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے تم نے وہی عمل کرنا ہے عمل لکھے ہوئے کے خلاف نہیں ہو سکتا اس لیے یہ سوال نہیں ہو سکتا جبکہ بندہ وہی کچھ کرے گا جو اس کے لئے لکھا گیا ہے تو ایسا سوال کرنے کی کیا ضرورت ہے اور تقدیر مسطور اور لکھی ہوئی چیز ہے جبکہ انسان مکلف اپنے اعمال کا ہے۔ اس کے بعد آپ نے قرآن کریم کی آیت "فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى[1]" پیش کی، اس آیت میں تقدیر کا ذکر نہیں ہے بلکہ اس آیت میں یہ مسئلہ ذکر ہوا ہے کہ سلسلہ اَسباب پر نتائج مرتب ہوتے ہیں، لہٰذا تم لوگ جیسے اعمال کرو گے اس کے مطابق آگے جا کر نتائج مرتب ہوتے ہیں ویسے اعمال کی شکل علیت کی نہیں ہے اعمال صرف اَمارات ہیں جس طرح کہ یہاں یہ ذکر کیا ہے کہ جو شخص نیک کام کرے گا اسے نیک راہ کی توفیق مل جائے گی اور اگر وہ برے کام کرے گا تو بری راہ پر جا پڑے گا۔ اس طرح سلسلہ اَسباب میں کچھ نہ کچھ دخل تو ہو جاتا ہے اور اعمال کو بھی اس میں دخل ہے۔

۸۳۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي قَاتِلِ النَّفْسِ:

باب: جو شخص خودکشی کرے اس کی سزا کے بیان میں

۱۳۶۳ ۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ ثَابِتِ بْنِ الضَّحَّاكِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «مَنْ حَلَفَ بِمِلَّةٍ غَيْرِ الْإِسْلَامِ كَاذِبًا، مُتَعَمِّدًا فَهُوَ كَمَا قَالَ، وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِحَدِيدَةٍ عُذِّبَ بِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ».

ہم سے مسدد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے یزید بن زریع نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے خالد حذاء نے بیان کیا' ان سے ابوقلابہ نے اور ان سے ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین پر ہونے کی جھوٹی قسم قصداً کھائے تو وہ ویسا ہی ہو جائے گا جیسا کہ اس نے اپنے لیے کہا ہے اور جو شخص اپنے کو دھار دار چیز سے ذبح کر لے اسے جہنم میں اسی ہتھیار سے عذاب ہوتا رہے گا۔

شرح بخاری

اس ترجمہ باب سے مقصود خودکشی کا حکم بیان کرنا ہے کہ خودکشی کرنے والے کا جنازہ پڑھا جائے گا یا نہیں؟ امام مالک کا قول یہ ہے کہ اس کا جنازہ نہیں پڑھنا چاہیئے ان کے نزدیک یہ جرم قابل معافی نہیں ہے بلکہ خودکشی کرنے والا ہمیشہ کا جہنمی ہے تو اس کا جنازہ پڑھنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ دیگر علماء اس کے جنازہ پڑھنے کے قائل ہیں۔ اور وہ کہتے ہیں کہ اگرچہ اس کی سزا ہمیشہ جہنمی ہونا ہے لیکن یہ قابل معافی ہے کیونکہ یہ شرک نہیں ہے جو ناقابل معافی ہے اس لئے خودکشی کرنے والے کا جنازہ پڑھا جا سکتا ہے۔ بہتر ہے کہ امام اسکا جنازہ نہ پڑھائے کوئی عام آدمی پڑھا دے تا کہ لوگوں کو تنبیہ

[1] اللیل:۵۔

ہو جائے اور کوئی شخص خودکشی والا جرم نہ کرے۔ایک حدیث میں آتا ہے کہ دو آدمی ہجرت کر کے آئے ان میں سے ایک بیمار ہو گیا اور تکلیف کی وجہ سے خودکشی کرتے ہوئے اپنا ہاتھ کاٹ لیا اور خون بہنے کی وجہ سے مر گیا اس کے مرنے کے بعد اس کے ساتھی نے اسے خواب میں دیکھا جبکہ اس کے ہاتھ پر پٹی بندھی ہوئی تھی اس نے اس سے دریافت کیا تو اس نے کہا اللہ تعالیٰ نے مجھے معاف کر دیا ہے کہا یہ پٹی کیوں بندھی ہے؟ کہا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے یہ ہاتھ تو نے خود کاٹا ہے اسے ہم درست نہیں کریں گے تو نبی اکرم ﷺ نے اسکا یہ خواب سن کر فرمایا "اَللّٰھُمَّ وَلِیَدَیْہِ فَاغْفِرْ[1]" "اے اللہ اس کے ہاتھوں کو بھی معاف کر دے" اس سے معلوم ہوا کہ خودکشی قابل معافی جرم ہے۔

١٣٦٤ ـ وَقَالَ حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ: حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ، عَنِ الْحَسَنِ، حَدَّثَنَا جُنْدَبٌ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فِي هَذَا الْمَسْجِدِ، فَمَا نَسِينَا وَمَا نَخَافُ أَنْ يَكْذِبَ جُنْدَبٌ، عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: كَانَ بِرَجُلٍ جِرَاحٌ فَقَتَلَ نَفْسَهُ، فَقَالَ اللهُ بَدَرَنِي عَبْدِي بِنَفْسِهِ حَرَّمْتُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ.

اور حجاج بن منہال نے کہا کہ ہم سے جریر بن حازم نے بیان کیا' ان سے امام حسن بصری نے کہا کہ ہم سے جندب بن عبد اللہ بجلی رضی اللہ عنہ نے اسی (بصرے کی) مسجد میں حدیث بیان کی تھی نہ ہم اس حدیث کو بھولے ہیں اور نہ یہ ڈر ہے کہ جندب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جھوٹ باندھا ہو گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شخص کو زخم لگا' اس نے (زخم کی تکلیف کی وجہ سے) خود کو مار ڈالا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے بندے نے جان نکالنے میں مجھ پر جلدی کی۔ اس کی سزا میں، میں اس پر جنت حرام کرتا ہوں۔



١٣٦٥ ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «الَّذِي يَخْنُقُ نَفْسَهُ يَخْنُقُهَا فِي النَّارِ، وَالَّذِي يَطْعُنُهَا يَطْعُنُهَا فِي النَّارِ».

ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں شعیب نے خبر دی' کہا کہ ہم کو ابوالزناد نے خبر دی' ان سے اعرج نے' ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص خود اپنا گلا گھونٹ کر جان دے ڈالتا ہے وہ جہنم میں بھی اپنا گلا گھونٹتا رہے گا اور جو برچھے یا تیر سے اپنے تئیں (آپ کو) مارے وہ دوزخ میں بھی اس طرح اپنے (آپ کو) تئیں مارتا رہے گا۔







---

[1] صحیح مسلم (۱۸۴)۱۱۶ج ا ص ۱۰۸۔

۸۴۔بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ الصَّلاَةِ عَلَى الْمُنَافِقِينَ وَالاِسْتِغْفَارِ لِلْمُشْرِكِينَ:

باب: منافقوں پر نماز جنازہ پڑھنا اور مشرکوں کے لیے طلب مغفرت کرنا ناپسند ہے

رَوَاهُ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس کو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

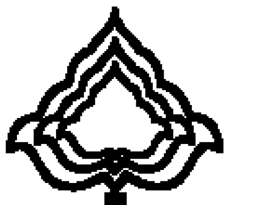
منافقوں یا مشرکوں کا جنازہ پڑھنے اور ان کے لئے استغفار کرنے سے اللہ تعالیٰ نے روک دیا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے: "اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ [1]" اور اہل شرک کے بارہ میں ارشاد ہے "اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ [2]" نبی اکرم ﷺ کے وقت میں وحی کے ذریعہ سے منافقین کا پتہ چل جاتا تھا کہ فلاں کے دل میں ایمان نہیں ہے۔ اگرچہ بظاہر نماز، روزہ ادا کرتا تھا۔ اور ایک دوسرے میں توارث بھی جاری تھا۔ اس کے مرنے کے بعد اسکی بیوی عدت بھی گذارتی تھی اور اسکی زندگی میں نکاح برقرار رہتا تھا۔ صرف اس کا جنازہ نہیں پڑھتے تھے اور نبی اکرم ﷺ کو وحی کے ذریعہ سے معلوم ہو جاتا تھا کہ فلاں شخص منافق ہے۔ لیکن آپ کے بعد وحی کا سلسلہ بند ہو چکا ہے اب دو قسمیں ہیں۔ مسلمان ہو گا یا کافر۔ اگر کوئی شخص کفر کا مرتکب ہو اور اسلام کو ناکام سمجھ کر اس پر کفریہ نظاموں کو ترجیح دے تو کافر ہو گا۔ ایسے شخص کے جنازہ کی ضرورت نہیں ہے اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ سوشلزم سے ہماری مراد مساوات محمدی ہے اس تاویل کی وجہ سے انہیں کافر نہیں کہیں گے ان پر دیگر مجرموں اور گناہ گاروں کا حکم لگایا جائیگا۔ لیکن جو لوگ کہتے ہیں کہ ہم سوشلزم لائیں گے وہ کافر ہیں۔ وہ بھی اب یہ کہتے ہیں کہ جس طرح جمہوریت اسلام میں نہیں ہے۔ اور اسے تم نے قبول کر لیا ہے اس طرح سوشلزم کو بھی قبول کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ سیاست میں تم نے جمہوریت کو قبول کر لیا ہے ان کی یہ بات درست نہیں ہے کیونکہ اسلام نے بعض چیزوں میں وسعت رکھی ہے۔ اصل مسئلہ تو یہ ہے کہ کسی آدمی کا انتخاب کیا جائے خلافت راشدہ کے دور میں اہل حل وعقد کے ذریعے انتخاب ہوتا تھا۔ اب بھی اہل حل وعقد کے ذریعے انتخاب ہونا چاہیئے اور انہیں چاہیئے کہ سب لوگوں کی رائے لے لیں، جیسا کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ان کی متعین کردہ کمیٹی نے انتخاب کا کام حضرت عبدالرحمن بن عوف کے سپرد کر دیا تھا۔ اور وہ کئی راتوں تک سوئے نہیں بلکہ لوگوں سے مل کر ان کی رائے طلب کرتے رہے یہاں تک کہ انہوں نے عورتوں سے بھی رائے لی کہ ان میں سے کون سا شخص مناسب ہو گا تاکہ اسے خلافت کے لئے منتخب کیا جائے۔ اس زمانے میں یہ صورت تھی اور آج کل الیکشن ہوتے ہیں جن میں لوگ ووٹ ڈال کر اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں۔ فرق صرف طریقہ کار کا ہے۔ لیکن سوشلزم کی بنیاد ہی کفر ہے جس میں اللہ تعالیٰ کا انکار پایا جاتا ہے بلکہ رسول اور آخرت سے انکار پایا جاتا ہے۔ حلال و حرام کی کوئی تمیز نہیں۔ بیوی، بہن میں کوئی فرق نہیں۔ نہ اس میں نکاح کی ضرورت

[1] التوبہ: ۸۰۔

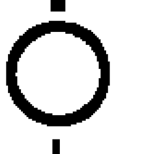
[2] النساء: ۴۸۔

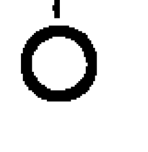
ہے توایسا کفریہ نظام اسلام میں کیونکر منضم ہوسکتا ہے۔ اگر اقتصادی مسئلہ میں سوشلزم کو لیں تو اس میں بھی زکوۃ کا کوئی تصور نہیں ہے جو کہ اسلام کے ارکان میں سے ایک رکن ہے اور اس میں نجی ملکیت کو اٹھا دینا بھی شریعت اسلامیہ کے خلاف ہے دعویٰ یہ کرتے ہیں کہ اس پر علماء کا اتفاق ہے۔ حالانکہ ابو حنیفہ، شافعی اور مالک زمین بٹائی پر دینے کے قائل نہیں ہیں۔ ٹھیکہ پر دینے کے سب قائل ہیں۔ امام احمد کہتے ہیں کہ زمین بٹائی پر بھی دی جاسکتی ہے بلکہ وہ اسے بہتر سمجھتے ہیں کیونکہ اس میں مالک زمین نفع و نقصان کا ذمہ دار ہوتا ہے بنجر زمین کے متعلق شریعت کا حکم یہ ہے "من أعمر أرضا ليست لأحد فهو أحق[1]" جو اسے آباد کرلے اسی کی ہوجاتی ہے۔ ہاں اگر مفاسد پیدا ہوں تو ملک اٹھایا جاسکتا ہے۔

١٣٦٦ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنِي اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ، أَنَّهُ قَالَ: «لَمَّا مَاتَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أُبَيٍّ ابْنُ سَلُولَ دُعِيَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُصَلِّيَ عَلَيْهِ، فَلَمَّا قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَثَبْتُ إِلَيْهِ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَتُصَلِّي عَلَى ابْنِ أُبَيٍّ وَقَدْ ؟، قَالَ: يَوْمَ كَذَا وَكَذَا كَذَا وَكَذَا أُعَدِّدُ عَلَيْهِ قَوْلَهُ، فَتَبَسَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ: أَخِّرْ عَنِّي يَا عُمَرُ. فَلَمَّا أَكْثَرْتُ عَلَيْهِ قَالَ: إِنِّي خُيِّرْتُ فَاخْتَرْتُ لَوْ أَعْلَمُ أَنِّي إِنْ زِدْتُ عَلَى السَّبْعِينَ فَغُفِرَ لَهُ لَزِدْتُ عَلَيْهَا، قَالَ: فَصَلَّى عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ انْصَرَفَ، فَلَمْ يَمْكُثْ إِلَّا يَسِيرًا حَتَّى نَزَلَتِ الْآيَتَانِ مِنْ بَرَاءَةٌ وَلَا تُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ إِلَى قَوْلِهِ وَهُمْ فَاسِقُونَ سورة التوبة آية ٨٤، قَالَ: فَعَجِبْتُ بَعْدُ مِنْ جُرْأَتِي عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَئِذٍ، وَاللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ».



ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے عقیل نے، ان سے ابن شہاب نے، ان سے عبید اللہ بن عبد اللہ نے، ان سے ابن عباس نے اور ان سے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب عبد اللہ بن ابی ابن سلول مرا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس پر نماز جنازہ کے لیے کہا گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب اس ارادے سے کھڑے ہوئے تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بڑھ کر عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ابن ابی کی نماز جنازہ پڑھاتے ہیں حالانکہ اس نے فلاں دن فلاں بات کہی تھی اور فلاں دن فلاں بات۔ میں اس کی کفر کی باتیں گننے لگا۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر مسکرا دیئے اور فرمایا عمر! اس وقت پیچھے ہٹ جاؤ۔ لیکن جب میں بار بار اپنی بات دہراتا رہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا کہ مجھے اللہ کی طرف سے اختیار دے دیا گیا ہے، میں نے نماز پڑھانی پسند







[1] صحیح بخاری ۲۳۳۵ ج ۳ ص ۱۰۶۔

کی اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ ستر مرتبہ سے زیادہ مرتبہ اس کے لیے مغفرت مانگنے پر اسے مغفرت مل جائے گی تو اس کے لیے اتنی ہی زیادہ مغفرت مانگوں گا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور واپس ہونے کے تھوڑی دیر بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سورۃ براۃ کی دو آیتیں نازل ہوئیں۔ کسی بھی منافق کی موت پر اس کی نماز جنازہ آپ ہرگز نہ پڑھایئے۔ آیت «وھم فاسقون» تک اور اس کی قبر پر بھی مت کھڑے ہوں' ان لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول کی باتوں کو نہیں مانا اور مرے بھی تو نافرمان رہ کر۔ عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور اپنی اسی دن کی دلیری پر تعجب ہوتا ہے۔ حالانکہ اللہ اور اس کے رسول (ہر مصلحت کو) زیادہ جانتے ہیں۔

"قولہ فعجبت بعد من جرأتی" شاہ ولی اللہ نے یہاں نکتہ بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ ہونے والے خلفاء کی تربیت کیا کرتے تھے تاکہ وہ اپنے وقت اور دور میں خلافت کے کام کو سنبھال سکیں۔ اور بعض ایسی چیزیں ہوتی تھیں جن کا نبی کریم علیہ السلام پر بذریعہ وحی حکم نازل نہیں ہوتا تھا لیکن ان ہونے والے خلفاء کو ان کا انکشاف ہو جاتا تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ جرأت اس لئے نہیں کی تھی کہ پہلے آیت اتری ہو اور انہوں نے اسے سمجھ لیا ہو۔ لیکن نبی کریم علیہ السلام نے سمجھی نہ ہو۔ کیونکہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام نے تو کہہ دیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اختیار دیا ہے۔ دراصل جو آیت اترنے والی تھی اسکا انہیں پہلے ہی الہام ہو گیا تھا۔ آپ پر اسکی ابھی وحی نازل نہیں ہوئی تھی اور اس میں مصلحت تھی تاکہ منافقوں کی کچھ نہ کچھ تالیف قلبی ہو جائے۔ تاکہ وہ یہ نہ سمجھیں کہ یہ لوگ کسی کے مرنے کے بعد بھی ضد نہیں چھوڑتے۔ لہذا ابھی نبی کریم ﷺ پر اس کی وحی نہیں اتاری گئی تھی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کا انکشاف ہو گیا تھا۔

٨٥۔ بَابُ ثَنَاءِ النَّاسِ عَلَى الْمَيِّتِ:

باب: لوگوں کی زبان پر میت کی تعریف ہو تو بہتر ہے

١٣٦٧ ۔ حَدَّثَنَا آدَمُ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، يَقُولُ: «مَرُّوا بِجَنَازَةٍ فَأَثْنَوْا عَلَيْهَا خَيْرًا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَجَبَتْ، ثُمَّ مَرُّوا بِأُخْرَى فَأَثْنَوْا عَلَيْهَا شَرًّا، فَقَالَ: وَجَبَتْ، فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: مَا وَجَبَتْ، قَالَ: هَذَا أَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ خَيْرًا فَوَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ، وَهَذَا أَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ شَرًّا فَوَجَبَتْ لَهُ النَّارُ، أَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللهِ فِي الْأَرْضِ».

ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبدالعزیز بن صہیب نے بیان کیا' کہا کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا' آپ نے فرمایا کہ صحابہ کا گزر ایک جنازہ پر ہوا' لوگ اس کی تعریف کرنے لگے (کہ کیا اچھا آدمی تھا) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا

کہ واجب ہو گئی۔ پھر دوسرے جنازے کا گزر ہوا تو لوگ اس کی برائی کرنے لگے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا کہ واجب ہوگئی۔ اس پر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ کیا چیز واجب ہوگئی؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس میت کی تم لوگوں نے تعریف کی ہے اس کے لیے تو جنت واجب ہو گئی اور جس کی تم نے برائی کی ہے اس کے لیے دوزخ واجب ہو گئی۔ تم لوگ زمین میں اللہ تعالیٰ کے گواہ ہو۔

اس سے مراد یہ بیان کرنا ہے کہ کیا میت پر لوگوں کی تعریف کا کچھ اثر ہوتا ہے یا نہیں؟

"قوله أنتم شهداء الله فی الأرض" ان گواہی دینے والوں سے مراد خیر القرون میں صحابہ کرام ہیں ان کی شہادت واقعی نفس الامر کے مطابق ہوتی تھی۔ اور وہ اسی میت کی تعریف کرتے تھے جو درحقیقت نیک ہوتا تھا آج کل کی طرح نہیں کہ جو اپنی پارٹی کا آدمی ہو اسکی تعریف کرتے ہیں خواہ وہ کیسا بھی ہو اور جو دوسری پارٹی کا ہو اس کی مذمت کرتے ہیں خواہ کتنا ہی نیک کیوں نہ ہو۔

١٣٦٨ ـ حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ هُوَ الصَّفَّارُ، حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ أَبِي الْفُرَاتِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِي الأَسْوَدِ، قَالَ: قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ وَقَدْ وَقَعَ بِهَا مَرَضٌ، فَجَلَسْتُ إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَمَرَّتْ بِهِمْ جَنَازَةٌ فَأُثْنِيَ عَلَى صَاحِبِهَا خَيْرًا، فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: وَجَبَتْ، ثُمَّ مُرَّ بِأُخْرَى فَأُثْنِيَ عَلَى صَاحِبِهَا خَيْرًا. فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: وَجَبَتْ، ثُمَّ مُرَّ بِالثَّالِثَةِ فَأُثْنِيَ عَلَى صَاحِبِهَا شَرًّا، فَقَالَ: وَجَبَتْ، فَقَالَ أَبُو الأَسْوَدِ: فَقُلْتُ: وَمَا وَجَبَتْ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، قَالَ: قُلْتُ كَمَا، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيُّمَا مُسْلِمٍ شَهِدَ لَهُ أَرْبَعَةٌ بِخَيْرٍ أَدْخَلَهُ اللهُ الْجَنَّةَ، فَقُلْنَا: وَثَلاَثَةٌ، قَالَ: وَثَلاَثَةٌ، فَقُلْنَا: وَاثْنَانِ، قَالَ: وَاثْنَانِ، ثُمَّ لَمْ نَسْأَلْهُ عَنِ الْوَاحِدِ».

ہم سے عفان بن مسلم صفار نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے داؤد بن ابی الفرات نے 'ان سے عبداللہ بن بریدہ نے، ان سے ابوالاسود دئلی نے کہ میں مدینہ حاضر ہوا۔ ان دنوں وہاں ایک بیماری پھیل رہی تھی۔ میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں تھا کہ ایک جنازہ سامنے سے گزرا۔ لوگ اس میت کی تعریف کرنے لگے تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ واجب ہو گئی پھر ایک اور جنازہ گزرا، لوگ اس کی بھی تعریف کرنے لگے۔ اس مرتبہ بھی آپ نے ایسا ہی فرمایا کہ واجب ہو گئی۔ پھر تیسرا جنازہ نکلا' لوگ اس کی برائی کرنے لگے' اور اس مرتبہ بھی آپ نے یہی فرمایا کہ واجب ہو گئی۔ ابوالاسود دئلی نے بیان کیا کہ میں نے پوچھا کہ امیرالمؤمنین کیا چیز واجب ہو گئی؟ آپ نے فرمایا کہ میں نے اس وقت وہی کہا جو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ جس مسلمان کی اچھائی پر چار شخص گواہی دے دیں اللہ اسے جنت میں داخل کرے گا۔ ہم نے کہا اور اگر تین گواہی دیں؟ آپ نے فرمایا کہ تین پر بھی، پھر ہم نے پوچھا اور اگر دو مسلمان گواہی دیں؟ آپ نے فرمایا کہ دو پر بھی۔ پھر ہم نے یہ نہیں پوچھا کہ اگر ایک مسلمان گواہی دے تو کیا؟

٨٦-بَابُ مَا جَاءَ فِي عَذَابِ الْقَبْرِ:

باب: عذاب قبر کا بیان

وَقَوْلُهُ تَعَالَى: وَلَوْ تَرَى إِذِ الظَّالِمُونَ فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُو أَيْدِيهِمْ أَخْرِجُوا أَنْفُسَكُمُ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ سورة الأنعام آية ٩٣. قَالَ أَبُو عَبْد اللهِ: الْهُونُ هُوَ الْهَوَانُ، وَالْهَوْنُ: الرِّفْقُ، وَقَوْلُهُ جَلَّ ذِكْرُهُ: سَنُعَذِّبُهُمْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّونَ إِلَى عَذَابٍ عَظِيمٍ سورة التوبة آية ١٠١، وَقَوْلُهُ تَعَالَى: وَحَاقَ بِآلِ فِرْعَوْنَ سُوءُ الْعَذَابِ ٤٥ النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ أَدْخِلُوا آلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ ٤٦ سورة غافر آية ٤٥-٤٦.

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ اور اے پیغمبر! کاش تو اس وقت کو دیکھے جب ظالم کافر موت کی سختیوں میں گرفتار ہوتے ہیں اور فرشتے اپنے ہاتھ پھیلائے ہوئے کہتے جاتے ہیں کہ اپنی جانیں نکالو آج تمہاری سزا میں تم کو رسوائی کا عذاب (یعنی قبر کا عذاب) ہونا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا کہ لفظ «هون» قرآن میں «هوان» کے معنی میں ہے یعنی ذلت اور رسوائی اور ہون کا معنی نرمی اور ملائمت ہے۔ اور اللہ نے سورۃ التوبہ میں فرمایا کہ ہم ان کو دو بار عذاب دیں گے۔ (یعنی دنیا میں اور قبر میں) پھر بڑے عذاب میں لوٹائے جائیں گے۔ اور سورۃ مومن میں فرمایا فرعون والوں کو برے عذاب نے گھیر لیا، صبح اور شام آگ کے سامنے لائے جاتے ہیں اور قیامت کے دن تو فرعون والوں کے لیے کہا جائے گا ان کو سخت عذاب میں لے جاؤ۔

شرح بخاری

عذاب قبر سے مراد یہ ہے کہ انسان کے مرنے سے لیکر قیامت کے قائم ہونے تک ارواح پر جو عرصہ گذرتا ہے اس عرصے میں میت پر جو سختی اور تکالیف آتی ہیں۔ اس کا نام عذاب قبر ہے۔ عام طور پر اموات کو قبروں میں دفن کیا جاتا ہے اس لئے اسے عذاب قبر سے تعبیر کر دیا جاتا ہے ورنہ اگر کسی کو قبر میں دفن نہ بھی کیا جائے بلکہ جلا دیا جائے یا کوئی شخص سمندر میں غرق ہو جائے اور اسے مچھلیاں کھا جائیں یا کسی کو درندے کھا جائیں ان سب صورتوں میں مرنے والے کا روح محفوظ ہوتا ہے اسے جو تکالیف پہنچتی ہیں اسکا نام عذاب قبر ہے اور اگر نیک میت ہو تو اسے جو راحت و آرام حاصل ہوتا ہے تو اس کا نام نعیم قبر ہے۔ اسی لئے مروی ہے "القبر حفرة من حفر النار أو روضة من رياض الجنة[1]" لہٰذا قبر سے مراد یہ ہے جو ذکر کیا ہے صرف گڑھے کا نام قبر نہیں ہے۔ بد شخص کو قبر کا عذاب بہر صورت ہوتا ہے اگرچہ مردہ کا جسم قبر میں موجود نہ ہو کیونکہ مرنے والے کی روح باقی رہتی ہے اگر ارواح باقی نہ رہیں تو قیامت کی نفی ہو جاتی ہے۔ ایک سائل نے کہا۔ اس میں کیا حرج ہے کہ مان لیا جائے کہ روح فناء ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ روح کے فناء ہونے کے بعد زندہ کرنے پر قادر ہے وہ پھر روحوں کو زندہ کر لے گا میں نے کہا جو پھر سے زندہ کرے گا وہ تو نیا روح ہوا۔ اسے تو تم نے ختم کر دیا۔ اس طرح تو قیامت (ان روحوں کے دوبارہ اٹھنے) کی نفی ہو گئی جبکہ جزاء سزا کی حقدار یہ

[1] جامع ترمذی ۲۴۶۰ ج ۴ ص ۲۲۰۔

روحیں ہیں۔ نئی پیدا ہونے والی اس کی حقدار نہیں ہو سکتیں۔ قرآن کریم میں ہے "قُلْ يَتَوَفّٰكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ①" یہی روحیں جن کو فرشتہ قبض کرتا ہے انہی کو اپنے رب کی طرف لے جایا جائے گا در حقیقت اصل انسان روح ہی ہے۔ اور "تَوَفِّیْ" سے مراد ہوتا ہے کسی چیز کو پورا پورا لے لینا، لہذا ملک الموت انسان کو پورا پورا جسم سے نکال لیتا ہے روح نکلنے کے بعد باقی مٹی ہی رہ جاتی ہے لہذا دفن کرتے وقت مٹی پر مٹی ڈال دی جاتی ہے۔ قیامت کے دن پھر مٹی سے مٹی نکل آئے گی۔ دراصل روح ہی انسان ہے جب انسان پیدا ہوتا ہے تو بچہ ہوتا ہے۔ پھر جوان ہو جاتا ہے اس کے بعد بوڑھا ہو جاتا ہے یہ انسان جو کھاتے پیتے ہیں اس سے بڑی مقدار میں قیلوس پیدا ہوتا ہے جو خون میں شامل ہوتا ہے اور یہ کام ہر روز ہوتا ہے حتی کہ سال، دو سال میں بالکل نیا جسم بن جاتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ یہ وہی جسم ہے پہلے میں بچہ تھا اب جوان ہو گیا حالانکہ وہ اور جسم تھا یہ اور جسم ہے تین سال میں یہ جسم وار بن جاتا ہے۔ اور جو لوگ کہتے ہیں یہ وہی جسم ہے وہ روح کی بنا پر کہتے ہیں کیونکہ روح تبدیل نہیں ہوتا۔ اس لئے قبر کے عذاب کے لئے جسم کا ہونا کوئی ضروری نہیں ہے۔ اگر قبر میں جسم موجود ہو تو وہ بھی جزاء سزا میں شامل ہو جائے گا ورنہ شامل نہیں ہوگا متکلمین کہتے ہیں کہ جسم ضرور شامل ہوتا ہے اگرچہ اسے جلا کر اڑا دیا گیا ہو اڑا دینے سے جہاں جہاں اس کے ذرات اڑ کر جاتے ہیں وہاں وہاں ان میں جان پیدا ہو جاتی ہے۔



مرنے کے بعد روح کا جسم سے تعلق ہوتا ہے۔ اور یہ تب ہے جبکہ جسم موجود ہو قرآن کریم میں ہے "وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ②" یہ برزخی حالت ہے جو قیامت تک رہتی ہے مرنے والے کے بارہ میں قرآن کریم میں ہے "حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ③" اے میرے رب مجھے واپس کر دیجئے۔ پہلے وہ "رَبِّ" کے ساتھ واحد کا صیغہ بولتا ہے پھر "ارجعوا" کے ساتھ جمع کا صیغہ لے آتا ہے بعض کہتے ہیں کہ وہ اگلا منظر دیکھ کر حواس باختہ ہو جاتا ہے اس لئے ایسا کرتا ہے اور بعض علماء کہتے ہیں کہ وہ جمع کے صیغہ میں فرشتوں کو مراد لیتا ہے دوسری آیت کریمہ میں ہے "فَاِذَا نُفِخَ فِى الصُّوْرِ فَلَاۤ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ ④" اس دن رشتہ داریاں نہیں ہوگی۔ ویسے وہ پرانی حالت کے پیش نظر کہیں گے کہ فلاں باپ ہے اور یہ اس کا بیٹا ہے بیٹا ولادت کی بنا پر ہوتا ہے لیکن اس دن کی خلق ولادت کی نہیں ہوگی۔ وہ خلق "كُنْ فَيَكُوْن" والی ہوگی۔

قبر کی جزاء و سزا کا روح سے تعلق ہوتا ہے۔ اور جسم روح کے تابع ہوتا ہے اگر جسم موجود ہو تو وہ بھی شامل ہو جائے گا ورنہ شمولیت کوئی ضروری نہیں ہے۔ اور جب کہ عذاب روح کو ہوتا ہے تو وہ دکھائی نہیں دیتا جیسا کہ جب انسان سویا ہوا ہو تو تخیلات کا تعلق روح سے ہوتا ہے دوسرے کسی کو وہ نظر نہیں آتے اگر وہ کہے کہ میں دلی یا کہیں اور گیا تھا تو اس کے



① السجدہ:۱۱

② المؤمنون:۱۰۰

③ المؤمنون:۹۹

④ المؤمنون:۱۰۱

قریب والا کہتا ہے کہ تو میرے پاس ہی رہا ہے تو کہیں نہیں گیا۔ لیکن جب وہ کہے کہ میں خواب میں گیا تھا تو وہ اسے تسلیم کر لیتا ہے اور اس کی تسلی ہو جاتی ہے اسی طرح مرنے کے بعد اس میں اس قسم کے احساسات پیدا ہوتے ہیں۔ گویا یہ وجود حسی ہو گیا جس طرح قرآن کریم میں ہے "فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ [1]" عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس سے مراد یہ ہے کہ اس وقت قحط پڑ گیا تھا جس کی وجہ سے ان کی حالت یہ ہو گئی تھی کہ جب وہ اوپر کو دیکھتے تھے تو انہیں دھواں نظر آتا تھا اور یہ دھواں کا حسی وجود تھا خارجی نہیں تھا جیسے کسی بیمار ہونے والے کو چیزیں نظر آتی ہیں مثلاً کسی کو سرسام ہو جائے اور وہ اوپر کو دیکھے تو کہتا کہ یہ بھائی جان آ گئے ہیں جبکہ دوسروں کو وہ نظر نہیں آتا تو مطلب یہ ہے کہ اسکا وجود حسی ہوتا ہے اور یہ اس کے احساسات میں ہوتا ہے کئی لوگ جو مجنون اور پاگل ہوتے ہیں وہ دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں ادھر بڑی فوج آ رہی ہے۔ وہ پاگل اس فوج پر پتھر پھینکتا ہے تو وہ کسی سامنے کھڑے آدمی کو لگ جاتا ہے یہ گویا حسی وجود ہوتا ہے۔

عذاب قبر کے متعلق شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے غزالی کی عبارت نقل کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ وجود حسی ہوتا ہے دوسری جگہ کہا ہے کہ اس کا وجود خیالی ہوتا ہے جیسا کہ خواب میں انسان کو کئی چیزیں نظر آتی ہیں تو یہ وجود مثالی ہے مثالی اور خیالی میں یہ فرق ہے کہ خیالی چیز خیال کے اندر ہوتی ہے اور مثالی چیز خیال سے باہر ہوتی ہے جیسا کہ انسان آئینہ میں اپنی صورت دیکھتا ہے اور اس میں جو صورت نظر آتی ہے یہ خیالی نہیں بلکہ مثالی ہوتی ہے اگرچہ اس کا وجود شہادی نہیں ہوتا۔ ان کا خیال یہ ہے کہ شخص اکبر یعنی سارا جہان بھی قوت خیالی ہے اس میں دو صورتیں ہوتی ہیں ان صورتوں کا نام عالم مثال ہے گویا خیال میں اس کا خارجی وجود نہیں ہوتا جبکہ چیزیں خیال میں ہی پیدا ہوئی ہوتی ہیں اور مثالی کا مطلب یہ ہے کہ وہ چیزیں خارج میں ہیں۔ اور خارج میں ہونے کے باوجود ان کا وجود خارجی چیزوں کی طرح نہیں ہوتا۔ جیسا کہ شیشے میں نظر آنے والی شکل مثالی ہے لیکن مثال منفصل ہے مطلب یہ ہے کہ یہ مثال انسان کے خیال کے ساتھ متصل نہیں کہ اس کا خیال ہٹانے سے ہٹ جائے وہ تو بہر صورت رہتی ہے۔ وہ مثال منفصل ہے ایک مثال متصل ہوتی ہے اور متصل سے مراد یہ ہے کہ وہ چیز خیال میں ہی ہے خیال سے باہر نہیں ہے۔ ان کے خیال میں جو چیزیں عالم شہادت میں ہیں پہلے یہ عالم مثال میں ہوتی ہیں جیسا کہ جب کوئی شخص اگر مکان بنانا چاہے تو پہلے وہ اپنے ذہن میں نقشہ تیار کرتا ہے کہ اتنا اسکا طول ہو اور اتنا اس کا عرض ہو گا۔ اس قدر اس میں کمرے ہوں گے وغیرہ پھر کاغذ پر نقشہ بناتا ہے پہلا اسکا وجود مثالی تھا اور یہ وجود خطی ہو گیا جیسا کہ لوح محفوظ ہے پہلے یہ چیزیں اللہ تعالیٰ کے علم میں تھیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں لوح محفوظ میں لکھ دیا اور عالم مثال علم سے الگ چیز ہے اس کا مثالی وجود بنا دیا گیا۔ مثالی وجود کے بعد پھر شہادی وجود ہوا گویا پہلے چیز عالم مثال میں ہوتی ہے اس کے بعد عالم شہادت میں پیدا ہوتی ہے اسی لیے قرآن کریم نے کہا ہے "وَأَنزَلَ لَكُم مِّنَ الْأَنْعَامِ ثَمَٰنِيَةَ أَزْوَٰجٍ [2]" شاہ محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ کہتے

---

[1] الدخان:۱۰

[2] الزمر:٦

ہیں اسکا مطلب یہ ہے کہ پہلے عالم مثال میں وہ انعام پیدا ہوئے پھر عالم شہادت میں ان کا وجود ہوا۔ اسی کا نام نزول ہے اور صعود بھی اسی کا نام ہے۔ یہاں انسان جو ذکر واذکار کرتا ہے تو وہاں عالم مثال میں اس کے مقابلہ میں شکل پیدا ہو جاتی ہے یہ صعود ہے ارشاد ہے "اِلَیۡہِ یَصۡعَدُ الۡکَلِمُ الطَّیِّبُ وَالۡعَمَلُ الصَّالِحُ یَرۡفَعُہٗ [1]" پہلے چیزیں عالم مثال میں پیدا ہوتی ہیں اور کبھی چیزیں عالم شہادت سے عالم مثال میں منعکس ہوتی ہیں یعنی ان کا وجود انعکاسی ہوتا ہے بعض چیزیں عالم مثال میں وجود اصلی رکھتی ہیں پھر عالم شہادت میں آتی ہیں وجود اصلی اور وجود انعکاسی دونوں چیزیں عالم مثال میں ہیں اتنی بات ضرور ہے کہ عالم شہادت میں مادہ ہوتا ہے جبکہ دوسری جگہ مادہ نہیں بلکہ شکل ہوتی ہے۔

شاہ ولی اللہ کا خیال یہ ہے کہ عذاب قبر کا تعلق عالم مثال سے ہے اسی میں عذاب کی قسمیں مثلاً سانپ بچھو وغیرہ جمع ہو جاتے ہیں اور اسی میں جنت یا دوزخ کی طرف دروازہ کھل جاتا ہے بلکہ ان کے نزدیک جنت اور دوزخ بھی وجود مثالی رکھتے ہیں شاہ محمد اسماعیل شہید بھی کہتے ہیں "لا یزالون یترقون من طبقة إلي طبقة أعلی من المثال حتی یصلوا إلي أوسع الطبقات إما فی الجنة وإما فی النار۔ وجاحد الوجود المثالي لیس من أهل السنة حقًا بل فیه شوب من الاعتزال" ویسے مثالی وجود کو ابن القیم نے بھی تسلیم کیا ہے اسکا انکار نہیں ہو سکتا۔

عالم مثال کو ایک مستقل جہان سمجھنے میں بحث ہو سکتی ہے شاہ ولی اللہ نے کہا ہے کہ محدثین کا مذہب یہی ہے کہ عالم مثال ہے اور جن چیزوں کا وجود شہادی نہیں ہے ان کا وجود عالم مثال میں ہے اور قبر کا عذاب بھی عالم مثال میں ہے غزالی نے کہا ہے کہ اسکا حسی وجود ہے۔ معتزلہ کہتے ہیں کہ ان چیزوں کا صرف عقلی وجود ہے اور عقلی سے مراد یہ ہے کہ مردے کو تکلیف ہوتی ہے اور اس تکلیف کو تعبیر یوں کیا جاتا ہے کہ مجھے سانپ ڈس رہے ہیں یا مجھے گرزیں مار رہے ہیں جس طرح کوئی شخص بڑی مشکل میں ہو تو کہتا ہے میرا سینہ چھلنی ہو گیا ہے حالانکہ سینہ چھلنی ہوا نہیں ہوتا۔ مطلب یہ ہوتا ہے کہ جس طرح کسی کو سینہ چھلنی کرنے کی تکلیف ہوتی ہے اسی طرح کی مجھے تکلیف ہے یہ لوگ کہتے ہیں کہ سانپ ہوتا ہے لیکن خیالی ہوتا ہے شہادی نہیں ہوتا یا حسی یا مثالی ہوتا ہے اور عالم مثال کی چیزوں کا احساس کرنا مشکل ہوتا ہے عالم مثال کی چیزوں کا احساس خیال سے ہوتا ہے آنکھوں سے نہیں ہوتا اگر کوئی چیز آنکھوں سے بھی نظر آجائے تو پہلے اس کا انطباع بھی حس مشترک میں ہوتا ہے جس طرح لوگ اپنے پیروں کا تصور کرتے ہیں تصور کرتے کرتے ان کے پیر کی شکل حس مشترک میں آکر ٹھہر جاتی ہے اس کے بعد اسے باہر نظر آنے لگ جاتی ہے کہتے ہیں اسکا سینہ کھل گیا ہے اسے پیر نظر آتا ہے متکلمین کہتے ہیں کہ روح کا تعلق ہو جاتا ہے اس تعلق کی بنا پر اسے عذاب ہوتا ہے اور اسے احساسات ہوتے ہیں اگرچہ وہ دنیا کی چیزوں کو محسوس نہیں کرتا لیکن برزخی چیزوں کو محسوس کرتا ہے وہ چیزیں ہمیں دکھائی نہیں دیتیں جبکہ متکلمین کہتے ہیں ان کا وجود شہادی ہوتا ہے اور ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ ان کا تعلق روح سے ہوتا ہے ویسے جسم بھی شریک ہو جاتا ہے اور متکلمین صرف جسم سے تعلق مانتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ روح سے تھوڑا سا تعلق پیدا ہو جائے اور جسم میں زندگی پیدا ہو جائے تو عذاب ہوتا ہے اگرچہ وہ کچھ اور بن جائے اور اگر ایک انسان







---

[1] فاطر: ۱۰

دوسرے انسان کو کھا جائے تو کہتے ہیں کہ اعضاء اصلی انسان کے بدن کی جزء نہیں بنتے بلکہ مخرج سے نکل جاتے ہیں وہ اعضاء جہاں ہوں گے ان میں کچھ زندگی پیدا ہو جائے گی اور تکلیف ہوگی اس طرح اصلی اعضاء کو عذاب ہوتا ہے اور اصلی اعضاء اعضاء منویہ کو کہتے ہیں باقی جو غذاء سے پیدا ہوتے ہیں مثلاً گوشت، لحم وشحم وغیرہ یہ بدلتے رہتے ہیں ان سے عذاب کا تعلق نہیں ہے اصلی اعضاء میں کچھ نہ کچھ حس پیدا ہو جاتی ہے اور اگر سارا بدن قائم ہو تو سارے بدن میں حس پیدا ہو سکتی ہے کئی کہتے ہیں اوپر والے آدھے حصہ میں پیدا ہوتی ہے بعض کہتے ہیں کہ کسی حصے میں پیدا ہو سکتی ہے نصف ضروری نہیں ہے ان کا خیال یہ ہے کہ عذاب ہوتا ہے لیکن ہمیں دکھائی نہیں دیتا مطلب یہ ہے کہ وہ نظر آنے والی چیز نہیں ہے ان لوگوں نے اسے عالم مثال سے یا خیال سے یا حسی وجود سے تعبیر کر دیا ہے امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی بات عام فہم ہے کہ اسکا تعلق روح سے ہوتا ہے [1]۔

اس کے بعد امام بخاری رحمہ اللہ نے چند آیات ذکر کی ہیں جن میں جان کندنی کے عذاب کا ذکر ہے اور ان سے جان کندنی کے عذاب کے بعد قبر کے عذاب کی طرف اشارہ ہو جاتا ہے۔

"قوله أخرجوا أنفسكم" یہ ان کا کہنا زجر کے لئے ہوگا کیونکہ وہ اپنی جان نکال نہیں سکتے۔ فرشتے خود ہی نکالیں گے۔

"قوله عذاب الهون" اس سے قبر کا عذاب بھی مراد ہو سکتا ہے اور ہو سکتا ہے کہ جان کندنی کا عذاب مراد ہو کیونکہ یہ بھی عذاب قبر کی طرح لوگوں سے مخفی ہوتا ہے دونوں ایک جیسے ہی ہیں۔

"قوله سنعذبهم مرتين، أي مرةً في الدنيا ومرةً في البرزخ" اور اس کے بعد آنے والے "عذاب عظیم"

[1] امام ابن القیم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ دار اور مقام تین قسم پر ہیں، دار دنیا اور دار برزخ اور دار آخرت۔ اور ہر دار اور مقام کے احکام بھی الگ الگ ہیں اور انسان کو اللہ تعالیٰ نے بدن اور روح سے مرکب کیا ہے اور دار دنیا میں احکام کا اصل تعلق بدن سے ہوتا ہے جبکہ روح جسم کے تابع ہوتی ہے اور دار برزخ میں احکام کا اصل تعلق روح سے ہوتا ہے جبکہ بدن روح کے تابع ہو کر تکلیف یا راحت پاتا ہے۔ اور عذاب یا نعمتوں کا اصل تعلق روح سے ہوتا ہے اور نعیم وعذاب میں بدن اور جسم روح کے تابع ہو کر لذت وسزا پاتا ہے گویا دار دنیا میں بدن ظاہر اور نمایاں ہوتا ہے اور روح مخفی ہوتی ہے اور دار برزخ میں روح ظاہر اور بدن یا جسم مخفی ہوتا ہے اور برزخی احکام روح پر جاری ہوتے ہیں اور تبعاً جسم کی طرف بھی سرایت کرتے ہیں اور دار آخرت میں احکام کا تعلق جسم اور روح دونوں کے ساتھ برابر ہوگا اور دنیا میں اخروی امور کو لوگوں سے غائب رکھا ہے اب قریب المرگ پر فرشتے اترتے ہیں اور اس کے قریب بیٹھ جاتے ہیں اور قریب المرگ انہیں دیکھتا ہے اور وہ اس سے گفتگو کرتے ہیں اور ان کے پاس جنت یا دوزخ کے کفن بھی ہوتے ہیں اور کبھی قریب المرگ کو سلام کہتے ہیں اور وہ ان کے سلام کا جواب کبھی لفظاً دیتا ہے کبھی اشارہ سے اور کبھی دل سے جواب دیتا ہے جبکہ وہ بولنے یا اشارہ کرنے پر قادر نہ ہو لیکن دنیا والے ان کو نہ دیکھتے ہیں اور نہ ہی محسوس کرتے ہیں اور حدیث میں آتا ہے کہ نیک روح "قدمونی قدمونی" کہتی ہے جبکہ اہل دنیا اس کی آواز کو نہیں پاتے۔ ایسے ہی بد روح کا چیخنا چلانا بھی لوگ نہیں سن سکتے۔ یہ سب امور غیب سے متعلق ہیں۔ (الروح لابن القیم رحمہ اللہ ص ۶۳)

سے مراد قیامت کے دن کا عذاب ہے۔

"قوله النار يعرضون عليها" یعنی فرعونیوں کے روح صبح وشام آگ پر پیش کئے جاتے ہیں اور اس تکلیف کا نام ہی عذاب قبر ہے ورنہ وہ قبروں میں مدفون نہیں ہیں بلکہ پانی میں غرق ہونے والے ہیں۔ اوزاعی سے ذکر کرتے ہیں کہ ان کے شاگردوں نے پوچھا کہ ہم نے سمندر سے نکل کر اڑنے والے جانور دیکھے ہیں جو صبح وشام سیاہ نکلتے ہیں کہا یہ آل فرعون کے روح ہیں اور سمندر ان کے لئے جہنم کی طرح ہے جیساکہ قرآن کریم میں آتا ہے۔ " وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ[1]" جھونکا ہوا اور جلایا ہوا سمندر۔ عالم مثال میں سمندر آگ ہی ہے جب اس سے نکلتے ہیں تو وہ جلے ہوئے ہوتے ہیں۔

"قوله أشد العذاب" یعنی عالم برزخ میں اس طرح جلتے رہیں گے اور جب قیامت کا دن آئیگا تو دوزخ میں ڈال دیئے جائیں گے۔

ان آیات میں سے پہلی سورت أنعام کی آیت ہے جو کہ مکی ہے اور آخر میں ذکر ہونے والی آیت بھی مکی ہے درمیان والی "سنعذبهم مرتين" آیت مدنی ہے۔ نبی اکرم ﷺ کو قبر کے عذاب کا انکشاف مدینہ میں ہوا تھا۔ مکہ میں یہ انکشاف نہیں ہوا۔ بلکہ مدینہ میں بھی بہت بعد میں جاکر اخیر میں عذاب قبر منکشف ہوا تو اس پر ان آیات سے استدلال کیسے درست ہے؟ اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ مدینہ میں اخیر میں جاکر جو عذاب منکشف ہوا تھا وہ خاص عذاب ہے اور اس سے مراد وہ عذاب ہے جو "من ربك" "ما دينك" اور "من نبيك" سوال وجواب کی صورت میں ہوتا ہے اس میں کامیاب ہوجائے تو بہتر ورنہ عذاب ہوتا ہے یہ خاص عذاب مدینہ میں ہی منکشف ہوا تھا جبکہ آپ نے نماز کسوف ادا کی تھی۔ اس وقت آپ نے فرمایا تھا: "إنكم تفتنون في قبوركم قريباً من فتنة المسيح الدجال[2]" جبکہ دیگر آیات میں مطلق برزخ کے عذاب کا ذکر ہے اور قرآن کریم میں تعذیب کی آیات کی طرح تنعیم کی آیات بھی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے "ولا تحسبن الذين قتلوا في سبيل الله امواتا بل أحياء عند ربهم يرزقون" اور جن روایات میں آتا ہے کہ عذاب قبر نہیں ہے اس سے مراد یہ ہے کہ وہ عذاب بدن سے متعلق نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق روح سے ہے۔ جیساکہ ایک حدیث میں آتا ہے ایک یہودیہ عورت نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کہا "أعاذك الله من عذاب القبر[3]" آپ نے اس بات کو نبی اکرم ﷺ کے پاس ذکر کیا تو آپ نے فرمایا "كَذَبَتِ يَهُوْدُ[4]" اس سے مراد یہ ہے کہ قیامت سے پہلے عذاب جسم کے ساتھ نہیں ہے بلکہ روح کے ساتھ ہے جسم کے ساتھ عذاب قیامت کے دن ہوگا۔ اگرچہ قبر میں عذاب روح کو ہے اور جسم

شرح بخاری

---

1. الطور:٦
2. صحیح بخاری ٨٦ ج ١ ص ٢٨۔
3. صحیح بخاری ١٠٤٩، ج ٢ ص ٣٦۔
4. مسند احمد ٢٤٥٢٠۔

اس میں شریک ہوتا ہے مگر جس طرح جسم کو عذاب ہونا چاہیئے وہ قیامت کے دن ہوگا۔ قرآن کریم میں ہے "يَّصۡلَوۡنَهَا يَوۡمَ الدِّيۡنِ[1]" قیامت کے دن وہ دوزخ میں داخل ہوں گے۔ اور "وَمَا هُمۡ عَنۡهَا بِغَآٮِٕبِيۡنَ[2]" کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس عذاب سے غائب ہونے والے نہیں ہیں۔ انہیں دنیا برزخ اور آخرت کو عذاب ہوگا "اِنَّ الۡاَبۡرَارَ لَفِىۡ نَعِيۡمٍ[3]" ای فی الدور الثلاثۃ اور "وَاِنَّ الۡفُجَّارَ لَفِىۡ جَحِيۡمٍ[4]" ای فی الدور الثلاثۃ۔

ابن القیم رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ دنیا میں ہوتے ہوئے بھی انسان جنت یا جہنم میں چلا جاتا ہے اگر زیادہ احساس ہو جائے تو اپنے آپ کو جنت میں محسوس کرتا ہے۔ شاہ ولی اللہ نے کہا ہے "اسۡكُنۡ اَنۡتَ وَزَوۡجُكَ الۡجَـنَّةَ[5]" سے مراد ایسا جنت ہی تھا آدم و حواء علیہما السلام زمین پر ہی تھے لیکن مثالی اور عرشی قویٰ کا ان سے تعلق اور احاطہ اس قدر ہو گیا تھا کہ وہ دنیا میں ہونے کے باوجود اپنے آپ کو جنت میں داخل ہونے والے سمجھتے تھے۔

١٣٦٩ ـ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «إِذَا أُقْعِدَ الْمُؤْمِنُ فِي قَبْرِهِ أُتِيَ، ثُمَّ شَهِدَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، فَذَلِكَ قَوْلُهُ: يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ سورة إبراهيم آية ٢٧».

ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا' کہا ہم سے شعبہ نے' ان سے علقمہ بن مرثد نے' ان سے سعد بن عبیدہ نے اور ان سے براء بن عازب رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن جب اپنی قبر میں بٹھایا جاتا ہے تو اس کے پاس فرشتے آتے ہیں۔ وہ شہادت دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ تو یہ اللہ کے اس فرمان کی تعبیر ہے جو سورۃ ابراہیم میں ہے کہ اللہ ایمان والوں کو دنیا کی زندگی اور آخرت میں ٹھیک بات یعنی توحید پر مضبوط رکھتا ہے۔

"قولہ إذا أقعد المؤمن" متکلمین کہتے ہی کہ واقعی قبر والے کو بٹھایا جاتا ہے۔ فرشتے خود قبر کھلی کر لیتے ہوں گے اور ان میں بعض کہتے ہیں کہ قبر کھلی بنانی چاہیئے کیونکہ فرشتوں نے اسے بٹھانا ہوتا ہے بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ قبر میں کیسے بٹھایا جاسکتا ہے۔ اگر میت کے سینے پر پیالہ پانی کا رکھ دیا جائے اور دو، چار دن کے بعد دیکھا جائے تو پیالہ اسی طرح پڑا ہوتا ہے، اگر میت کو بٹھایا گیا ہو تو پانی کا پیالہ گر جانا چاہیئے لیکن اس کا جواب دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا

شرح بخاری

---

1. الانفطار:١٥
2. الانفطار:١٦
3. الانفطار:١٣
4. الانفطار:١٤
5. البقرۃ:٣٥

احاطہ نہیں کیا جا سکتا ہو سکتا ہے کہ وہ پیالہ اٹھا دیتے ہوں اور حساب کے بعد پھر رکھ دیتے ہوں یعنی ان کے ہاں واقعی میت کو بٹھایا جاتا ہے۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اسے بٹھایا جاتا ہے لیکن یہ بیٹھنا دنیا میں بیٹھنے کی طرح نہیں ہے۔ اسکا تعلق میت کے جسم سے نہیں بلکہ روح سے ہے۔ جیسا کہ دنیا میں سویا ہوا شخص خواب دیکھتا ہے اور خواب میں وہ بھاگتا، دوڑتا ہے حالانکہ سونے والے کا جسم چارپائی پر پڑا ہوتا ہے لہذا قبر میں بیٹھنے کا اس طرح کا تعلق ہوتا ہے اس کے برعکس متکلمین کہتے ہیں کہ واقعی جسم ہی بٹھایا جاتا ہے اور یہ ہمیں نظر نہیں آسکتا۔ یہ راز کی باتیں ہیں ان پر اطلاع پانا مشکل ہے۔

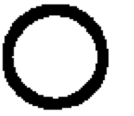
١٣٦٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بِهَذَا، وَزَادَ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا سورة إبراهيم آية ٢٧ نَزَلَتْ فِي عَذَابِ الْقَبْرِ.

ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا کہا ہم سے غندر نے کہا کہ ہم سے شعبہ نے یہی حدیث بیان کی۔ ان کی روایت میں یہ زیادتی بھی ہے کہ آیت «يثبت الله الذين آمنوا» اللہ مومنوں کو ثابت قدمی بخشتا ہے۔ عذاب قبر کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔



١٣٧٠ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ صَالِحٍ، حَدَّثَنِي نَافِعٌ، أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ، قَالَ: «اطَّلَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أَهْلِ الْقَلِيبِ، فَقَالَ: وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا، فَقِيلَ لَهُ: تَدْعُو أَمْوَاتًا، فَقَالَ: مَا أَنْتُمْ بِأَسْمَعَ مِنْهُمْ وَلَكِنْ لَا يُجِيبُونَ».

ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا کہا ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے 'ان سے ان کے والد نے 'ان سے صالح نے 'ان سے نافع نے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے انہیں خبر دی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کنویں والوں (جس میں بدر کے مشرک مقتولین کو ڈال دیا گیا تھا) کے قریب آئے اور فرمایا تمہارے مالک نے جو تم سے سچا وعدہ کیا تھا اسے تم لوگوں نے پالیا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مردوں کو خطاب کرتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم کچھ ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو البتہ وہ جواب نہیں دے سکتے۔



"قوله ما أنتم بأسمع منهم" قتادہ کا قول ہے کہ ان مرداروں کو زندہ کر دیا گیا تھا اس لئے وہ آپ کی گفتگو سنتے تھے یا ان کے روح سنتے تھے بشرطیکہ ان کی حس مشترک میں وسعت پیدا ہو جائے۔ ابن کثیر نے کہا ہے کہ روح سنتا ہے۔ روح مردہ نہیں ہوتا۔ جسم مردہ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ جسم کو بھی سنا سکتا ہے بلکہ وہ تو لکڑی کو بھی سنا سکتا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ آپ مسجد میں گڑی ہوئی لکڑی کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے جب آپ نے منبر بنوا



لیا اور اس پر کھڑے ہو کر خطبہ دینے لگے تو حنّانہ سے رونے کی آواز آئی[1]، کیونکہ وہ آپ کی وعظ سنتا تھا اب اس سے محروم ہو گیا، اس طرح قبر میں اللہ تعالیٰ چاہے تو جسم کو بھی سنا سکتا ہے قرآن کریم میں ہے "اِنَّ اللّٰہَ یُسۡمِعُ مَنۡ یَّشَآءُ[2]" شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کے شاگرد مولانا اسحٰق نے "مأۃ مسائل" لکھی ہے اس میں انہوں نے اس پر طویل بحث کی ہے۔ احناف کہتے ہیں کہ مردے نہیں سنتے۔ باقی امام سننے کے قائل ہیں۔ بلکہ حنفیہ میں سے بھی بعض سننے کے قائل ہو گئے ہیں جو احناف مردوں کے سننے کے قائل نہیں ہیں وہ بطور دلیل فقہ کا ایک مسئلہ ذکر کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص حلفاً یہ کہے کہ میں فلاں سے کلام نہیں کروں گا اور اس کے مرنے کے بعد اس سے کلام کر لے تو حانث نہیں ہو گا کیونکہ مرنے والا اس کی کلام سنتا نہیں ہے۔ بعض اس کا جواب دیتے ہیں کہ وہ حانث اس لئے نہیں ہوتا کہ وہ جواب نہیں دے سکتا۔ ویسے سنتا ہے لیکن افہام و تفہیم نہیں ہو سکتا۔ یہ مولوی عبدالحی کا خیال ہے۔ ابن الھمام کی رائے یہ ہے کہ مردے نہیں سنتے۔

اصل مسئلہ مردوں کے نہ سننے کا ہی ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے "فَاِنَّکَ لَا تُسۡمِعُ الۡمَوۡتٰی[3]" لیکن بعض صورتیں اس سے مستثنیٰ ہوں گی جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ جب دفن کرنے والے لوگ واپس جاتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی آہٹ سنتا ہے[4]۔ اسی طرح قلیب بدر والوں کا آپ کی کلام سننا[5]۔ یہ اس سے مستثنیٰ ہوں گے باقی یہاں سننے کی کیفیت کیا ہے؟ کیا جسم سنتا ہے یا روح سنتا ہے یا اللہ تعالیٰ نے انہیں پہنچا دیا اس بات کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دینا چاہیے۔

میاں صاحب رحمہ اللہ نے اس بات پر زور دیا ہے کہ مردے نہیں سنتے جہاں آ گیا ہے اسے ماننا چاہیے۔ جیسا کہ قرع نعال کو سنتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ قرع نعال کو اس لئے سن لیتے ہیں کہ اس وقت جسم کے ساتھ روح کا تعلق پیدا کر دیا جاتا ہے۔ اور یہ تعلق دائمی نہیں ہوتا۔ جسم کو آہستہ آہستہ مٹی کھا لیتی ہے لہذا یہ تعلق دائمی کیسے ہو سکتا ہے۔

١٣٧١ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ. عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: إِنَّمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّهُمْ لَيَعْلَمُونَ الْآنَ أَنَّ مَا كُنْتُ أَقُولُ حَقٌّ، وَقَدْ قَالَ اللهُ تَعَالَى: إِنَّكَ لا تُسْمِعُ الْمَوْتَى سورة النمل آية ٨٠».

ہم سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا' کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے' ان سے ہشام بن عروہ نے' ان سے

---

1. جامع ترمذی ۵۰۵ ج ۲ ص ۳۷۹۔
2. فاطر: ۲۲
3. الروم: ۵۲
4. صحیح بخاری ۱۳۳۸۔
5. صحیح بخاری ۳۹۷۶۔

ان کے والد نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے کافروں کو یہ فرمایا تھا کہ میں جو ان سے کہا کرتا تھا اب ان کو معلوم ہوا ہو گا کہ وہ سچ ہے۔ اور اللہ نے سورۃ الروم میں فرمایا «إنك لا تسمع الموتى» اے پیغمبر! تو مردوں کو نہیں سنا سکتا۔

"قوله إنهم ليعلمون الان" حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ آپ نے يَسْمَعُ نہیں بلکہ يعلمون کہا تھا[1]۔ ایک روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی يَسْمَعُ کا لفظ آتا ہے ہوسکتا ہے کہ بعد میں رجوع کرلیا ہو۔ اور دیگر روایات سن کر سمجھ گئیں کہ یہ قرآن کے خلاف نہیں ہے۔ کیونکہ دو چیزیں ہیں ایک جسم ہے دوسری چیز روح ہے مردہ جسم ہے اور جسم نہیں سنتا۔ روح پر موت نہیں آتی اور روح سنتا ہے۔

١٣٧٢ ـ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، أَخْبَرَنِي أَبِي، عَنْ شُعْبَةَ، سَمِعْتُ الأَشْعَثَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، «أَنَّ يَهُودِيَّةً دَخَلَتْ عَلَيْهَا فَذَكَرَتْ عَذَابَ الْقَبْرِ، فَقَالَتْ لَهَا: أَعَاذَكِ اللهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، فَسَأَلَتْ عَائِشَةُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، فَقَالَ: نَعَمْ، عَذَابُ الْقَبْرِ، قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: فَمَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدُ صَلَّى صَلَاةً إِلَّا تَعَوَّذَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ»، زَادَ غُنْدَرٌ عَذَابُ الْقَبْرِ حَقٌّ.



ہم سے عبدان نے بیان کیا 'کہا مجھ کو میرے باپ (عثمان) نے خبر دی 'انہیں شعبہ نے 'انہوں نے اشعث سے سنا' انہوں نے اپنے والد ابو الشعثاء سے 'انہوں نے مسروق سے اور انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ ایک یہودی عورت ان کے پاس آئی۔ اس نے عذاب قبر کا ذکر چھیڑ دیا اور کہا کہ اللہ تجھ کو عذاب قبر سے محفوظ رکھے۔ اس پر عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عذاب قبر کے بارے میں دریافت کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا جواب یہ دیا کہ ہاں عذاب قبر حق ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ پھر میں نے کبھی ایسا نہیں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی نماز پڑھی ہو اور اس میں عذاب قبر سے اللہ کی پناہ نہ مانگی ہو۔ غندر نے «عذاب القبر حق» کے الفاظ زیادہ کئے۔

"قوله فقال نعم:" اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم ﷺ سے

---

[1] حافظ نے دونوں احادیث میں تطبیق دیتے ہوئے کہا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی سماع والی حدیث سے مراد یہ ہے کہ قلیب بدر والوں سے جب آپ نے گفتگو کی تھی اور ان سے سوال وجواب ہو رہے تھے تب وہ آپ کی گفتگو سن رہے تھے اور اس وقت ان مرداروں کی روحیں ان کے جسموں میں لوٹادی گئی تھیں۔ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی سماع سے انکار والی حدیث اس وقت پر محمول ہے جبکہ ان سے سوال وجواب نہیں ہو رہا تھا (اور نہ ہی آپ نے اس وقت ان سے گفتگو کی تھی۔ اس وقت صدیقہ کائنات نے ان کے سننے کا انکار اور جاننے کا اقرار کیا ہے) فتح الباری لابن حجر رحمہ اللہ ج ٣ ص ٢٣٥۔



عذاب قبر کے بارہ میں سوال کیا تو آپ نے "نَعَمْ" کہہ کر اسکا اثبات کیا۔لیکن مسلم کی حدیث میں ہے کہ آپ نے اسکا انکار کیا اور فرمایا۔یہود کو یہ عذاب ہوتا ہے اور اس سے بھی واضح حدیث مسند احمد کی ہے جس میں ہے کہ آپ نے فرمایا "لاعذاب دون یوم القیامة[1]" اس پر حافظ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ انکار والی حدیث پہلے کی ہے۔ اور اقرار والی بعد کی ہے جبکہ آپ کو کسوف کی نماز میں اس کا انکشاف ہو گیا تھا۔

۱۳۷۳ ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، أَنَّهُ سَمِعَ أَسْمَاءَ بِنْتَ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، تَقُولُ: «قَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطِيبًا، فَذَكَرَ فِتْنَةَ الْقَبْرِ الَّتِي يَفْتَتِنُ فِيهَا الْمَرْءُ، فَلَمَّا ذَكَرَ ذَلِكَ ضَجَّ الْمُسْلِمُونَ ضَجَّةً».

ہم سے یحییٰ بن سلیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا، ہم سے عبداللہ بن وہب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے یونس نے ابن شہاب سے خبر دی، انہوں نے کہا مجھے عروہ بن زبیر نے خبر دی، انہوں نے اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ کے لیے کھڑے ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کے امتحان کا ذکر کیا جہاں انسان جانچا جاتا ہے۔جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کا ذکر کر رہے تھے تو مسلمانوں کی ہچکیاں بندھ گئیں۔

۱۳۷٤ ـ حَدَّثَنَا عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيدِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّهُ حَدَّثَهُمْ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ وَتَوَلَّى عَنْهُ أَصْحَابُهُ وَإِنَّهُ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ، أَتَاهُ مَلَكَانِ فَيُقْعِدَانِهِ فَيَقُولَانِ: مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هَذَا الرَّجُلِ لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَأَمَّا الْمُؤْمِنُ فَيَقُولُ: أَشْهَدُ أَنَّهُ عَبْدُ اللهِ وَرَسُولُهُ، فَيُقَالُ لَهُ: انْظُرْ إِلَى مَقْعَدِكَ مِنَ النَّارِ قَدْ أَبْدَلَكَ اللهُ بِهِ مَقْعَدًا مِنَ الْجَنَّةِ فَيَرَاهُمَا جَمِيعًا، قَالَ قَتَادَةُ: وَذُكِرَ لَنَا أَنَّهُ يُفْسَحُ لَهُ فِي قَبْرِهِ، ثُمَّ رَجَعَ إِلَى حَدِيثِ أَنَسٍ، قَالَ: وَأَمَّا الْمُنَافِقُ وَالْكَافِرُ فَيُقَالُ لَهُ: مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هَذَا الرَّجُلِ؟ فَيَقُولُ: لَا أَدْرِي، كُنْتُ أَقُولُ مَا يَقُولُ النَّاسُ، فَيُقَالُ: لَا دَرَيْتَ وَلَا تَلَيْتَ وَيُضْرَبُ بِمَطَارِقَ مِنْ حَدِيدٍ ضَرْبَةً، فَيَصِيحُ صَيْحَةً يَسْمَعُهَا مَنْ يَلِيهِ غَيْرَ الثَّقَلَيْنِ».

ہم سے عیاش بن ولید نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالاعلیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سعید نے بیان کیا، ان سے قتادہ نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی جب اپنی قبر میں رکھا جاتا ہے اور جنازہ میں شریک ہونے والے لوگ اس سے رخصت ہوتے ہیں تو ابھی

[1] مسند احمد ۲۴۵۲۰ ج ۴۱ ص ۶۶۔

وہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہوتا ہے کہ دو فرشتے (منکر نکیر) اس کے پاس آتے ہیں' وہ اسے بٹھا کر پوچھتے ہیں کہ اس شخص یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں تو کیا اعتقاد رکھتا تھا؟ مومن تو یہ کہے گا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اس جواب پر اس سے کہا جائے گا کہ تو یہ دیکھ اپنا جہنم کا ٹھکانا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلہ میں تمہارے لیے جنت میں ٹھکانا دے دیا۔ اس وقت اسے جہنم اور جنت دونوں ٹھکانے دکھائے جائیں گے۔ قتادہ نے بیان کیا کہ اس کی قبر خوب کشادہ کر دی جائے گی۔ (جس سے آرام و راحت ملے) پھر قتادہ نے انس رضی اللہ عنہ کی حدیث بیان کرنی شروع کی' فرمایا اور منافق و کافر سے جب کہا جائے گا کہ اس شخص کے بارے میں تو کیا کہتا تھا تو وہ جواب دے گا کہ مجھے کچھ معلوم نہیں' میں بھی وہی کہتا تھا جو دوسرے لوگ کہتے تھے۔ پھر اس سے کہا جائے گا نہ تو نے جاننے کی کوشش کی اور نہ سمجھنے والوں کی رائے پر چلا۔ پھر اسے لوہے کے گرزوں سے بڑی زور سے مارا جائے گا کہ وہ چیخ پڑے گا اور اس کی چیخ کو جن اور انسانوں کے سوا اس کے آس پاس کی تمام مخلوق سنے گی۔

"قوله وإنه ليسمع قرع نعالهم أتاه ملكان" اس سے وہ لوگ استدلال کرتے ہیں جو کہتے ہیں کہ وہ جانے والوں کے جوتوں کی آہٹ سنتا ہے اور جو کہتے ہیں کہ وہ نہیں سنتا، وہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ جب واپس جانے والے اتنے فاصلے پر دور چلے جاتے ہیں کہ جہاں سے جوتوں کی آواز سنی جاسکتی ہو تو میت کے پاس فرشتے آجاتے ہیں۔

۸۷۔بَابُ التَّعَوُّذِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ:

باب: قبر کے عذاب سے پناہ مانگنا

۱۳۷۵ ۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا يَحْيَى، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنِي عَوْنُ بْنُ أَبِي جُحَيْفَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، عَنْ أَبِي أَيُّوبَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ. قَالَ: «خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ وَجَبَتِ الشَّمْسُ، فَسَمِعَ صَوْتًا، فَقَالَ: يَهُودُ تُعَذَّبُ فِي قُبُورِهَا»، وَقَالَ النَّضْرُ: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا عَوْنٌ، سَمِعْتُ أَبِي، سَمِعْتُ الْبَرَاءَ، عَنْ أَبِي أَيُّوبَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ہم سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے، کہا ہم سے شعبہ نے، کہا کہ مجھ سے عون بن ابی جحیفہ نے بیان کیا، ان سے ان کے والد ابو جحیفہ نے، ان سے براء بن عازب نے اور ان سے ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ مدینہ سے باہر تشریف لے گئے، سورج غروب ہو چکا تھا، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک آواز سنائی دی۔ (یہودیوں پر عذاب قبر کی) پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہودی پر اس کی قبر میں عذاب ہو رہا ہے۔ اور نضر بن شمیل نے بیان کیا کہ ہمیں

شعبہ نے خبر دی، ان سے عون نے بیان کیا، انہوں نے اپنے باپ ابو جحیفہ سے سنا، انہوں نے براء سے سنا، انہوں نے ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

١٣٧٦ - حَدَّثَنَا مُعَلًّى، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، قَالَ: حَدَّثَتْنِي ابْنَةُ خَالِدِ بْنِ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ، «أَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَتَعَوَّذُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ».

ہم سے معلیٰ بن اسد نے بیان کیا' کہا ہم سے وہیب نے بیان کیا' ان سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا۔ کہا کہ مجھ سے خالد بن سعید بن عاص کی صاحبزادی (ام خالد) نے بیان کیا' انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر کے عذاب سے پناہ مانگتے سنا۔

١٣٧٧ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «يَدْعُو اللهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ، وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ، وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ».

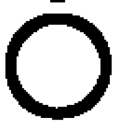


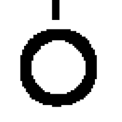
ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے ہشام دستوائی نے بیان کیا' ان سے یحییٰ بن ابی کثیر نے بیان کیا، ان سے ابوسلمہ نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح دعا کرتے تھے «اللهم إني أعوذ بك من عذاب القبر، ومن عذاب النار، ومن فتنة المحيا والممات، ومن فتنة المسيح الدجال» اے اللہ! میں قبر کے عذاب سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور دوزخ کے عذاب سے اور زندگی اور موت کی آزمائشوں سے اور کانے دجال کی بلا سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

٨٨- بَابُ عَذَابِ الْقَبْرِ مِنَ الْغِيبَةِ وَالْبَوْلِ:

باب: غیبت اور پیشاب کی آلودگی سے قبر کا عذاب ہونا

١٣٧٨ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، «مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى قَبْرَيْنِ، فَقَالَ: إِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ، وَمَا يُعَذَّبَانِ مِنْ كَبِيرٍ، ثُمَّ قَالَ: بَلَى، أَمَّا أَحَدُهُمَا فَكَانَ يَسْعَى بِالنَّمِيمَةِ، وَأَمَّا أَحَدُهُمَا فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهِ، قَالَ: ثُمَّ أَخَذَ عُودًا رَطْبًا فَكَسَرَهُ بِاثْنَتَيْنِ، ثُمَّ غَرَزَ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا عَلَى قَبْرٍ، ثُمَّ قَالَ: لَعَلَّهُ يُخَفَّفُ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَيْبَسَا».





ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا' کہا ہم سے جریر نے بیان کیا' ان سے اعمش نے' ان سے مجاہد نے' ان سے طاؤس نے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر دو قبروں پر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان دونوں کے مردوں پر عذاب ہو رہا ہے اور یہ بھی نہیں کہ کسی



بڑی اہم بات پر ہو رہا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں! ان میں ایک شخص تو چغل خوری کیا کرتا تھا اور دوسرا پیشاب سے بچنے کے لیے احتیاط نہیں کرتا تھا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہری ٹہنی لی اور اس کے دو ٹکڑے کر کے دونوں کی قبروں پر گاڑ دیا اور فرمایا کہ شاید جب تک یہ خشک نہ ہوں ان کا عذاب کم ہو جائے۔

غیبت اور بول دو گناہوں کو ان کی اہمیت کے پیش نظر ذکر کیا گیا ہے، ورنہ اس سے مقصود دیگر گناہوں پر عذاب قبر کی نفی کرنا نہیں ہے۔ لہذا عذاب قبر ان دو گناہوں میں منحصر نہیں ہے۔ اس حدیث میں پیشاب کرتے ہوئے پردہ نہ کرنے کا ذکر ہے۔ جبکہ اصحاب سنن نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے پیشاب کے چھینٹوں سے پرہیز نہ کرنے پر عذاب قبر کا ذکر کیا ہے۔ لیکن یہاں یہ اشکال ہے کہ ترجمہ باب میں غیبت کا ذکر ہے اور حدیث مذکور "نَمِيْمَه" کے لفظ پر مشتمل ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ غیبت نمیمہ کو مستلزم ہے۔ اور دوسرا جواب یہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی عادت کے مطابق اس حدیث کے دوسرے طریق کی طرف اشارہ کیا ہے جس میں غیبت کا لفظ وارد ہوا ہے[1]۔

٨٩۔ بَابُ الْمَيِّتِ يُعْرَضُ عَلَيْهِ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ:

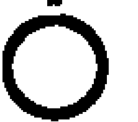
باب: مردے کو دونوں وقت صبح اور شام اس کا ٹھکانا بتلایا جاتا ہے



١٣٧٩ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا مَاتَ عُرِضَ عَلَيْهِ مَقْعَدُهُ بِالْغَدَاةِ، وَالْعَشِيِّ، إِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَمِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ، وَإِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَمِنْ أَهْلِ النَّارِ، فَيُقَالُ هَذَا مَقْعَدُكَ حَتَّى يَبْعَثَكَ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ».

شرح بخاری

ہم سے اسماعیل نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھ سے امام مالک رحمہ اللہ نے یہ حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہم سے نافع نے بیان کیا اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص مر جاتا ہے تو اس کا ٹھکانا اسے صبح وشام دکھایا جاتا ہے۔ اگر وہ جنتی ہے تو جنت والوں میں اور جو دوزخی ہے تو دوزخ والوں میں۔ پھر کہا جاتا ہے یہ تیرا ٹھکانا ہے یہاں تک کہ قیامت کے دن اللہ تجھ کو اٹھائے گا۔



صبح وشام سے مراد ان کا وقت ہے۔ یا ان سے دنیا کی صبح وشام مراد ہے ورنہ برزخ میں یا عالم مثال میں صبح وشام نہیں ہوتی یہ پیشی صرف روح پر ہوتی ہے۔ یا روح اور بدن کے ایک جزء پر ہوتی ہے۔

"قوله إن كان من أهل الجنة فمن أهل الجنة" بظاہر شرط اور جزاء ایک جیسی ہیں لیکن اصل عبارت یوں

[1] مسند احمد ٢٠٣/٣۔

ہے "إن کان من أھل الجنة فمقعدہ من مقاعد أھل الجنة یعرض علیه[1]"

۹۰-بَابُ كَلاَمِ الْمَيِّتِ عَلَى الْجَنَازَةِ:

باب: میت کا چارپائی پر بات کرنا

۱۳۸۰ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا وُضِعَتِ الْجِنَازَةُ فَاحْتَمَلَهَا الرِّجَالُ عَلَى أَعْنَاقِهِمْ، فَإِنْ كَانَتْ صَالِحَةً، قَالَتْ: قَدِّمُونِي، قَدِّمُونِي، وَإِنْ كَانَتْ غَيْرَ صَالِحَةٍ، قَالَتْ: يَا وَيْلَهَا، أَيْنَ يَذْهَبُونَ بِهَا؟ يَسْمَعُ صَوْتَهَا كُلُّ شَيْءٍ إِلَّا الْإِنْسَانَ، وَلَوْ سَمِعَهَا الْإِنْسَانُ لَصَعِقَ».

ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا' ان سے سعید بن ابی سعید نے بیان کیا' ان سے ان کے باپ نے بیان کیا' ان سے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب جنازہ تیار ہو جاتا ہے پھر مرد اس کو اپنی گردنوں پر اٹھالیتے ہیں تو اگر وہ مردہ نیک ہو تو کہتا ہے کہ ہاں آگے لیے چلو مجھے بڑھائے چلو اور اگر نیک نہیں ہوتا تو کہتا ہے۔ ہائے رے خرابی! میرا جنازہ کہاں لیے جا رہے ہو۔ اس آواز کو انسان کے سوا تمام اللہ کی مخلوق سنتی ہے۔ اگر کہیں انسان سن پائیں تو بیہوش ہو جائیں۔

پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ میت کے کلام کرنے سے مراد روح کا کلام کرنا ہے۔ بعض اسکی نسبت جسم کی طرف کرتے ہیں۔ اور یہ اس کا کلام کرنا اس کے جنازہ کے اٹھائے جانے کے بعد ہوتا ہے۔

شرح بخاری

۹۱-بَابُ مَا قِيلَ فِي أَوْلاَدِ الْمُسْلِمِينَ:

باب: مسلمانوں کی نابالغ اولاد کہاں رہے گی؟

قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مَنْ مَاتَ لَهُ ثَلاَثَةٌ مِنَ الْوَلَدِ لَمْ يَبْلُغُوا الْحِنْثَ كَانَ لَهُ حِجَابًا مِنَ النَّارِ أَوْ دَخَلَ الْجَنَّةَ.

اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ جس کے تین نابالغ بچے مر جائیں تو یہ بچے اس کے لیے دوزخ سے روک (رکاوٹ) بن جائیں گے یا یہ کہا کہ وہ جنت میں داخل ہو گا۔

---

[1] صحیح بات یہ ہے جیسا کہ شیخ ابن باز رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ مرنے والوں کی روحیں اللہ تعالیٰ کے پاس روک لی جاتی ہیں وہاں انہیں اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطابق جزاء یا سزا پہنچتی ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے "اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ۚ فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰىٓ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ (الزمر:۴۲)" اور اہل ایمان کی روحیں پرندوں کی شکل میں جنت کے درختوں سے معلق رہتی ہیں جیسا کہ صحیح احادیث سے ثابت ہے۔

۱۳۸۱ ـ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ ، حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا مِنَ النَّاسِ مُسْلِمٌ يَمُوتُ، لَهُ ثَلَاثَةٌ مِنَ الْوَلَدِ لَمْ يَبْلُغُوا الْحِنْثَ، إِلَّا أَدْخَلَهُ اللهُ الْجَنَّةَ بِفَضْلِ رَحْمَتِهِ إِيَّاهُمْ».

ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے اسماعیل بن علیہ نے بیان کیا' ان سے عبدالعزیز بن صہیب نے بیان کیا اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس مسلمان کے بھی تین نابالغ بچے مر جائیں تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و رحمت سے جو ان بچوں پر کرے گا' ان کو بہشت میں لے جائے گا۔

اس سے مراد وہ بچے ہیں جو بلوغت سے پہلے فوت ہو جائیں۔ علماء اسلام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مسلمانوں کے فوت ہونے والے بچے جنت میں جائیں گے۔ اور بعض علماء نے اس بارہ میں توقف کیا ہے۔ کیونکہ مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک بچہ فوت ہو گیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کے بارہ میں "طوبی لہ لم یعمل سوء قط ولم یدر بہ[1]" یہ کہہ کر مبارکباد دی۔ اور نبی اکرم ﷺ نے اس پر انکار کیا۔ لیکن اسکا جواب یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دلیل کے بغیر اس مسئلہ میں قطعی فیصلہ کرنے میں جلدی کرنے سے روکا ہے یا آپ نے یہ انکار اس وقت کیا ہے جبکہ آپ کو ابھی مسلمانوں کے فوت ہونے والے بچوں کے جنتی ہونے کا علم نہیں دیا گیا تھا۔

"قولہ بفضل رحمتہ ایاھم" اس سے استدلال ہے کہ فوت ہونے والے بچے اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت سے جنت میں چلے جائیں گے۔

۱۳۸۲ ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، أَنَّهُ سَمِعَ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: «لَمَّا تُوُفِّيَ إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَام، قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ لَهُ مُرْضِعًا فِي الْجَنَّةِ».

ہم سے ابوالولید نے بیان کیا' کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا' ان سے عدی بن ثابت نے بیان کیا' انہوں نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے فرمایا کہ جب ابراہیم (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے) کا انتقال ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہشت میں ان کے لیے ایک دودھ پلانے والی ہے۔

"قولہ إن لہ مرضعاً فی الجنة" بعض علماء اسے "مرضعا" اسم فاعل پڑھتے ہیں یعنی جنت میں اس کے لئے دائی مقرر ہے جو اسے دودھ پلاتی ہے۔ بعض نے میم کی فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے جو کہ "إِرْضَاعٌ" کے معنی میں ہے۔ یعنی

[1] مسند ابی داؤد الطیالسی ۱۶۷۹ ج ۳ ص ۱۵۲۔

دودھ پلانا۔ تاکہ اسکی رضاعت مکمل ہوجائے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ دودھ پلانا ابراہیم کے ساتھ خاص ہے اور کسی کے لئے نہیں ہے۔

نبی کریم ﷺ کا بیٹا ابراہیم آپ کی لونڈی ماریہ قبطیہ سے ۸ ہجری میں پیدا ہوا اور دودھ چھڑانے کی مدت سے پہلے فوت ہوگیا۔ اور اس بارہ میں اختلاف ہے کہ کتنی عمر میں فوت ہوا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ سترہ ماہ کا ہوکر فوت ہوا ہے اور بعض اس سے کم وبیش بھی کہتے ہیں۔

۹۲-بَابُ مَا قِيلَ فِي أَوْلَادِ الْمُشْرِكِينَ:

باب: مشرکین کی نابالغ اولاد کا بیان

۱۳۸۳ - حَدَّثَنِي حِبَّانُ بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ، قَالَ: «سُئِلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَوْلَادِ الْمُشْرِكِينَ، فَقَالَ: اللهُ إِذْ خَلَقَهُمْ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا عَامِلِينَ».

ہم سے حبان بن موسیٰ مروزی نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی' کہا کہ ہمیں شعبہ نے خبر دی' انہیں ابوبشر جعفر نے' انہیں سعید بن جبیر نے' ان کو ابن عباس رضی اللہ عنہمانے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرکوں کے نابالغ بچوں کے بارے میں پوچھا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جب انہیں پیدا کیا تھا اسی وقت وہ خوب جانتا تھا کہ یہ کیا عمل کریں گے۔

حافظ رحمہ اللہ نے فوت ہونے والے بچوں کے بارہ میں علماء کے دس اقوال ذکر کئے ہیں ایک یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت میں ہیں وہ جیسے چاہے ان کے ساتھ سلوک کرے۔ یہ ابن مبارک اور اسحاق وغیرہ کا قول ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ "الله أعلم بما كانوا عاملين" کے تحت ان کے بارہ میں جس طرح اللہ تعالیٰ کا علم ہے کہ وہ بڑے ہوکر کس قسم کے عمل کریں گے اسی طرح کا اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ معاملہ کرے گا۔

تیسرا قول یہ ہے کہ ان کا آخرت میں امتحان ہوگا ان کو آگ دکھائی جائے گی اور انہیں اس میں داخل ہونے کا حکم دیا جائے گا جو ان میں سے اس میں داخل ہوجائے گا اس کے لئے وہ ٹھنڈی اور سلامتی والی بن جائے گی اور وہ جنتی ہوگا اور جس نے انکار کیا وہ دوزخی ہوگا۔

چوتھا قول یہ ہے کہ وہ مٹی بنادیئے جائیں گے۔ پانچواں قول یہ کہ وہ اہل جنت کے خادم ہوں گے۔

چھٹا قول یہ ہے کہ وہ أعراف میں ہوں گے اور آخر کار جنت میں داخل ہوجائیں گے۔ ساتواں قول یہ ہے کہ وہ دوزخ میں جائیں گے آٹھواں قول یہ ہے کہ وہ اپنے آباءواجداد کے تابع ہوں گے۔ لہذا مسلمانوں کے بچے جنت میں اور کفار کے بچے دوزخ میں جائیں گے۔ نواں قول توقف کرنے کا ہے اور دسواں قول اِمساک کا ہے اور توقف اور اِمساک میں باریک سافرق ہے۔ ایک ضعیف روایت آتی ہے کہ پہلے آپ کو علم نہیں دیا گیا تھا اس وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہانے آپ سے اپنی فوت ہونے والی اولاد کے بارہ میں پوچھا تو آپ نے فرمایا "هم من آبائهم" اس کے بعد سوال

کیا توفرمایا دوزخ میں۔ پھر سوال کیا توفرمایا وہ جنت میں ہے۔ یہ روایت ضعیف ہے اگر یہ صحیح ہوتی تو قاطع للنزاع ہوتی۔
آٹھویں قول میں ھم من آبائھم کہا گیا ہے۔ بعض اس کی تاویل کرتے ہیں کہ یہ دنیاوی احکام کے اعتبار سے ہے مثلاً کافروں پر حملہ ہوجائے اور ان کے بچے بھی مر جائیں تو وہ دنیاوی حکم کے اعتبار سے ان کافروں کے حکم میں ہی ہیں۔ اخروی حکم کے اعتبار سے ہوسکتا ہے کہ وہ جنت میں داخل کر دیئے جائیں۔ ایک قول یہ ہے کہ کافروں کے بچے نبی اکرم ﷺ کی سفارش سے جنت میں چلے جائیں گے۔

"قوله فقال: الله إذ خلقهم أعلم بما كانوا عاملين" بظاہر اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے توقف کیا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ کہاں جائیں گے۔ یا مطلب یہ ہے کہ بڑے ہوکر انہوں نے کیا عمل کرنا تھے اس کے مطابق انہیں اللہ تعالیٰ بدلہ دے گا۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ سزا کا تعلق عمل سے ہوتا ہے اور بچے بغیر عمل کے مرے ہیں لہذا دوزخ میں نہیں بلکہ جنت میں جائیں گے۔

١٣٨٤ ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَطَاءُ بْنُ يَزِيدَ اللَّيْثِيُّ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، يَقُولُ: «سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَرَارِيِّ الْمُشْرِكِينَ، فَقَالَ: اللهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا عَامِلِينَ».



ہم سے ابوالیمان حکم بن نافع نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں شعیب نے زہری سے خبر دی' انہوں نے کہا کہ مجھے عطاء بن یزید لیثی نے خبر دی' انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرکوں کے نابالغ بچوں کے بارے میں پوچھا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ خوب جانتا ہے جو بھی وہ عمل کرنے والے ہوئے۔

١٣٨٥ ـ حَدَّثَنَا آدَمُ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «كُلُّ مَوْلُودٍ يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ، فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ أَوْ يُمَجِّسَانِهِ كَمَثَلِ الْبَهِيمَةِ تُنْتَجُ الْبَهِيمَةَ، هَلْ تَرَى فِيهَا جَدْعَاءَ؟».

ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا' ان سے ابن ابی ذئب نے' ان سے زہری نے' ان سے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر بچہ کی پیدائش فطرت پر ہوتی ہے پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں بالکل اس طرح جیسے جانور کے بچے صحیح سالم ہوتے ہیں۔ کیا تم نے (پیدائشی طور پر) کوئی ان کے جسم کا حصہ کٹا ہوا دیکھا ہے۔



"قوله يولد على الفطرة" جبکہ تمام پیدا ہونے والے بچے فطرت پر پیدا ہوتے ہیں تو بچپن میں فوت ہونے والے بچے جنت میں جائیں گے۔ اور فطرت سے مراد اسلام ہے۔ بعض بناوٹ مراد لیتے ہیں۔ اور بناوٹ کا تعلق اخلاق سے ہوتا ہے جیسا کہ شقاوت و سعادت کا تعلق علم سے ہوتا ہے۔ اور فطرت کا معنی عقل بھی کیا جاسکتا ہے اور اسلام فطری

ہے کیونکہ ہر شخص عقلی طور پر اسلام کا نفع بخش ہونا سمجھ سکتا ہے۔ اور جلب منفعت فطری چیز ہے۔

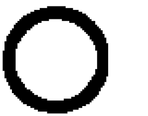
٩٣-بَابٌ:

١٣٨٦ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ، حَدَّثَنَا أَبُو رَجَاءٍ، عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ، قَالَ: «كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى صَلَاةً أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ، فَقَالَ: مَنْ رَأَى مِنْكُمُ اللَّيْلَةَ رُؤْيَا ؟، قَالَ: فَإِنْ رَأَى أَحَدٌ قَصَّهَا، فَيَقُولُ: مَا شَاءَ اللهُ، فَسَأَلَنَا يَوْمًا، فَقَالَ: هَلْ رَأَى أَحَدٌ مِنْكُمْ رُؤْيَا ؟، قُلْنَا: لَا، قَالَ: لَكِنِّي رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ رَجُلَيْنِ أَتَيَانِي، فَأَخَذَا بِيَدِي فَأَخْرَجَانِي إِلَى الْأَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ، فَإِذَا رَجُلٌ جَالِسٌ وَرَجُلٌ قَائِمٌ بِيَدِهِ كَلُّوبٌ مِنْ حَدِيدٍ، قَالَ بَعْضُ أَصْحَابِنَا: عَنْ مُوسَى، إِنَّهُ يُدْخِلُ ذَلِكَ الْكَلُّوبَ فِي شِدْقِهِ حَتَّى يَبْلُغَ قَفَاهُ، ثُمَّ يَفْعَلُ بِشِدْقِهِ الْآخَرِ مِثْلَ ذَلِكَ، وَيَلْتَئِمُ شِدْقُهُ هَذَا فَيَعُودُ فَيَصْنَعُ مِثْلَهُ، قُلْتُ: مَا هَذَا ؟، قَالَا: انْطَلِقْ، فَانْطَلَقْنَا حَتَّى أَتَيْنَا عَلَى رَجُلٍ مُضْطَجِعٍ عَلَى قَفَاهُ وَرَجُلٌ قَائِمٌ عَلَى رَأْسِهِ بِفِهْرٍ أَوْ صَخْرَةٍ فَيَشْدَخُ بِهِ رَأْسَهُ، فَإِذَا ضَرَبَهُ تَدَهْدَهَ الْحَجَرُ فَانْطَلَقَ إِلَيْهِ لِيَأْخُذَهُ، فَلَا يَرْجِعُ إِلَى هَذَا حَتَّى يَلْتَئِمَ رَأْسُهُ، وَعَادَ رَأْسُهُ كَمَا هُوَ، فَعَادَ إِلَيْهِ فَضَرَبَهُ، قُلْتُ: مَنْ هَذَا ؟، قَالَا: انْطَلِقْ، فَانْطَلَقْنَا إِلَى ثَقْبٍ مِثْلِ التَّنُّورِ أَعْلَاهُ ضَيِّقٌ، وَأَسْفَلُهُ وَاسِعٌ يَتَوَقَّدُ تَحْتَهُ نَارًا، فَإِذَا اقْتَرَبَ ارْتَفَعُوا حَتَّى كَادَ أَنْ يَخْرُجُوا، فَإِذَا خَمَدَتْ رَجَعُوا فِيهَا وَفِيهَا رِجَالٌ وَنِسَاءٌ عُرَاةٌ، فَقُلْتُ: مَنْ هَذَا ؟، قَالَا: انْطَلِقْ، فَانْطَلَقْنَا حَتَّى أَتَيْنَا عَلَى نَهَرٍ مِنْ دَمٍ فِيهِ رَجُلٌ قَائِمٌ عَلَى وَسَطِ النَّهَرِ، قَالَ يَزِيدُ: وَوَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ، عَنْ جَرِيرِ بْنِ حَازِمٍ، وَعَلَى شَطِّ النَّهَرِ رَجُلٌ بَيْنَ يَدَيْهِ حِجَارَةٌ، فَأَقْبَلَ الرَّجُلُ الَّذِي فِي النَّهَرِ فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَخْرُجَ رَمَى الرَّجُلُ بِحَجَرٍ فِي فِيهِ فَرَدَّهُ حَيْثُ كَانَ، فَجَعَلَ كُلَّمَا جَاءَ لِيَخْرُجَ رَمَى فِي فِيهِ بِحَجَرٍ فَيَرْجِعُ كَمَا كَانَ، فَقُلْتُ: مَا هَذَا ؟ قَالَا: انْطَلِقْ، فَانْطَلَقْنَا حَتَّى انْتَهَيْنَا إِلَى رَوْضَةٍ خَضْرَاءَ فِيهَا شَجَرَةٌ عَظِيمَةٌ وَفِي أَصْلِهَا شَيْخٌ وَصِبْيَانٌ، وَإِذَا رَجُلٌ قَرِيبٌ مِنَ الشَّجَرَةِ بَيْنَ يَدَيْهِ نَارٌ يُوقِدُهَا، فَصَعِدَا بِي فِي الشَّجَرَةِ وَأَدْخَلَانِي دَارًا لَمْ أَرَ قَطُّ أَحْسَنَ مِنْهَا فِيهَا رِجَالٌ شُيُوخٌ، وَشَبَابٌ، وَنِسَاءٌ، وَصِبْيَانٌ، ثُمَّ أَخْرَجَانِي مِنْهَا فَصَعِدَا بِي الشَّجَرَةَ فَأَدْخَلَانِي دَارًا هِيَ أَحْسَنُ وَأَفْضَلُ فِيهَا شُيُوخٌ وَشَبَابٌ، قُلْتُ: طَوَّفْتُمَانِي اللَّيْلَةَ فَأَخْبِرَانِي عَمَّا رَأَيْتُ، قَالَا: نَعَمْ، أَمَّا الَّذِي رَأَيْتَهُ يُشَقُّ شِدْقُهُ فَكَذَّابٌ يُحَدِّثُ بِالْكَذْبَةِ فَتُحْمَلُ عَنْهُ حَتَّى تَبْلُغَ الْآفَاقَ فَيُصْنَعُ بِهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَالَّذِي رَأَيْتَهُ يُشْدَخُ رَأْسُهُ

فَرَجُلٌ عَلَّمَهُ اللهُ الْقُرْآنَ فَنَامَ عَنْهُ بِاللَّيْلِ وَلَمْ يَعْمَلْ فِيهِ بِالنَّهَارِ يُفْعَلُ بِهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَالَّذِي رَأَيْتَهُ فِي الثَّقْبِ فَهُمُ الزُّنَاةُ، وَالَّذِي رَأَيْتَهُ فِي النَّهَرِ آكِلُوا الرِّبَا وَالشَّيْخُ فِي أَصْلِ الشَّجَرَةِ إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامِ وَالصِّبْيَانُ حَوْلَهُ فَأَوْلَادُ النَّاسِ وَالَّذِي يُوقِدُ النَّارَ مَالِكٌ خَازِنُ النَّارِ، وَالدَّارُ الْأُولَى الَّتِي دَخَلْتَ دَارُ عَامَّةِ الْمُؤْمِنِينَ، وَأَمَّا هَذِهِ الدَّارُ فَدَارُ الشُّهَدَاءِ وَأَنَا جِبْرِيلُ وَهَذَا مِيكَائِيلُ فَارْفَعْ رَأْسَكَ فَرَفَعْتُ رَأْسِي فَإِذَا فَوْقِي مِثْلُ السَّحَابِ، قَالَا: ذَاكَ مَنْزِلُكَ، قُلْتُ: دَعَانِي أَدْخُلْ مَنْزِلِي، قَالَا: إِنَّهُ بَقِيَ لَكَ عُمُرٌ لَمْ تَسْتَكْمِلْهُ فَلَوِ اسْتَكْمَلْتَ أَتَيْتَ مَنْزِلَكَ».

ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا' کہا ہم سے جریر بن حازم نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابورجاء عمران بن تمیم نے بیان کیا اور ان سے سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز (فجر) پڑھنے کے بعد (عموماً) ہماری طرف منہ کر کے بیٹھ جاتے اور پوچھتے کہ آج رات کسی نے کوئی خواب دیکھا ہو تو بیان کرو۔ راوی نے کہا کہ اگر کسی نے کوئی خواب دیکھا ہوتا تو اسے وہ بیان کر دیتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تعبیر اللہ کو جو منظور ہوتی بیان فرماتے۔ ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معمول کے مطابق ہم سے دریافت فرمایا کیا آج رات کسی نے تم میں کوئی خواب دیکھا ہے؟ ہم نے عرض کی کہ کسی نے نہیں دیکھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا لیکن میں نے آج رات ایک خواب دیکھا ہے کہ دو آدمی میرے پاس آئے۔ انہوں نے میرے ہاتھ تھام لیے اور وہ مجھے ارض مقدس کی طرف لے گئے۔ (اور وہاں سے عالم بالا کی مجھ کو سیر کرائی) وہاں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص تو بیٹھا ہوا ہے اور ایک شخص کھڑا ہے اور اس کے ہاتھ میں (امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا کہ) ہمارے بعض اصحاب نے (غالباً عباس بن فضیل اسقاطی نے موسیٰ بن اسماعیل سے یوں روایت کیا ہے) لوہے کا آنکس تھا جسے وہ بیٹھنے والے کے جبڑے میں ڈال کر اس کے سر کے پیچھے تک چیر دیتا پھر دوسرے جبڑے کے ساتھ بھی اسی طرح کرتا تھا۔ اس دوران میں اس کا پہلا جبڑا صحیح اور اپنی اصلی حالت پر آ جاتا اور پھر پہلے کی طرح وہ اسے دوبارہ چیرتا۔ میں نے پوچھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ میرے ساتھ کے دونوں آدمیوں نے کہا کہ آگے چلیں۔ چنانچہ ہم آگے بڑھے تو ایک ایسے شخص کے پاس آئے جو سر کے بل لیٹا ہوا تھا اور دوسرا شخص ایک بڑا سا پتھر لیے اس کے سر پر کھڑا تھا۔ اس پتھر سے وہ لیٹے ہوئے شخص کے سر کو کچل دیتا تھا۔ جب وہ اس کے سر پر پتھر مارتا تو سر پر لگ کر وہ پتھر دور چلا جاتا اور وہ اسے جا کر اٹھا لاتا۔ ابھی پتھر لے کر واپس بھی نہیں آتا تھا کہ سر دوبارہ درست ہو جاتا۔ بالکل ویسا ہی جیسا پہلے تھا۔ واپس آ کر وہ پھر اسے مارتا۔ میں نے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ ان دونوں نے جواب دیا کہ ابھی اور آگے چلیں۔ چنانچہ ہم آگے بڑھے تو ایک تنور جیسے گڑھے کی طرف چلے۔ جس کے اوپر کا حصہ تو تنگ تھا لیکن نیچے سے خوب فراخ۔ نیچے آگ بھڑک رہی تھی۔ جب آگ






کے شعلے بھڑک کر اوپر کو اٹھتے تو اس میں جلنے والے لوگ بھی اوپر اٹھ آتے اور ایسا معلوم ہوتا کہ اب وہ باہر نکل جائیں گے لیکن جب شعلے دب جاتے تو وہ لوگ بھی نیچے چلے جاتے۔ اس تنور میں ننگے مرد اور عورتیں تھیں۔ میں نے اس موقع پر بھی پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ لیکن اس مرتبہ بھی جواب یہی ملا کہا کہ ابھی اور آگے چلیں، ہم آگے چلے۔ اب ہم خون کی ایک نہر کے اوپر تھے نہر کے اندر ایک شخص کھڑا تھا اور اس کے بیچ میں (یزید بن ہارون اور وہب بن جریر نے جریر بن حازم کے واسطہ سے «وسطہ النھر» کے بجائے «شط النھر» نہر کے کنارے کے الفاظ نقل کئے ہیں) ایک شخص تھا۔ جس کے سامنے پتھر رکھا ہوا تھا۔ نہر کا آدمی جب باہر نکلنا چاہتا تو پتھر والا شخص اس کے منہ پر اتنی زور سے پتھر مارتا کہ وہ اپنی پہلی جگہ پر چلا جاتا اور اسی طرح جب بھی وہ نکلنے کی کوشش کرتا وہ شخص اس کے منہ پر پتھر اتنی ہی زور سے پھر مارتا کہ وہ اپنی اصلی جگہ پر نہر میں چلا جاتا۔ میں نے پوچھا یہ کیا ہو رہا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ابھی اور آگے چلیں۔ چنانچہ ہم اور آگے بڑھے اور ایک ہرے بھرے باغ میں آئے۔ جس میں ایک بہت بڑا درخت تھا اس درخت کی جڑ میں ایک بڑی عمر والے بزرگ بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے ساتھ کچھ بچے بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ درخت سے قریب ہی ایک شخص اپنے آگے آگ سلگا رہا تھا۔ وہ میرے دونوں ساتھی مجھے لے کر اس درخت پر چڑھے۔ اس طرح وہ مجھے ایک ایسے گھر میں لے گئے کہ اس سے زیادہ حسین و خوبصورت اور بابرکت گھر میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اس گھر میں بوڑھے، جوان، عورتیں اور بچے (سب ہی قسم کے لوگ) تھے۔ میرے ساتھی مجھے اس گھر سے نکال کر پھر ایک اور درخت پر چڑھا کر مجھے ایک اور دوسرے گھر میں لے گئے جو نہایت خوبصورت اور بہتر تھا۔ اس میں بھی بہت سے بوڑھے اور جوان تھے۔ میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا تم لوگوں نے مجھے رات بھر خوب سیر کرائی۔ کیا جو کچھ میں نے دیکھا اس کی تفصیل بھی کچھ بتلاؤ گے؟ انہوں نے کہا ہاں وہ جو آپ نے دیکھا تھا اس آدمی کا جبڑا لوہے کے آنکس سے پھاڑا جا رہا تھا تو وہ جھوٹا آدمی تھا جو جھوٹی باتیں بیان کیا کرتا تھا۔ اس سے وہ جھوٹی باتیں دوسرے لوگ سنتے۔ اس طرح ایک جھوٹی بات دور دور تک پھیل جایا کرتی تھی۔ اسے قیامت تک یہی عذاب ہوتا رہے گا۔ جس شخص کو آپ نے دیکھا کہ اس کا سر کچلا جا رہا تھا تو وہ ایک ایسا انسان تھا جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن کا علم دیا تھا لیکن وہ رات کو پڑا سوتا رہتا اور دن میں اس پر عمل نہیں کرتا تھا۔ اسے بھی یہ عذاب قیامت تک ہوتا رہے گا اور جنہیں آپ نے تنور میں دیکھا تو وہ زنا کار تھے۔ اور جس کو آپ نے نہر میں دیکھا وہ سود خوار تھا اور وہ بزرگ جو درخت کی جڑ میں بیٹھے ہوئے تھے وہ ابراہیم علیہ السلام تھے اور ان کے ارد گرد والے بچے، لوگوں کی نابالغ اولاد تھی اور جو شخص آگ جلا رہا تھا وہ دوزخ کا داروغہ تھا اور وہ گھر جس میں آپ پہلے داخل ہوئے جنت میں عام مومنوں کا گھر تھا اور یہ گھر جس میں آپ اب کھڑے ہیں، یہ شہداء کا گھر ہے اور میں جبرائیل ہوں اور یہ میرے ساتھ میکائیل ہیں۔ اچھا اب اپنا سر اٹھاؤ میں

نے جو سر اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ میرے اوپر بادل کی طرح کوئی چیز ہے۔ میرے ساتھیوں نے کہا کہ یہ آپ کا مکان ہے۔ اس پر میں نے کہا کہ پھر مجھے اپنے مکان میں جانے دو۔ انہوں نے کہا کہ ابھی آپ کی عمر باقی ہے جو آپ نے پوری نہیں کی اگر آپ وہ پوری کر لیتے تو اپنے مکان میں آ جاتے۔

یہ باب بلاترجمہ ہے۔ اور یہ پہلے باب سے فصل کے قائمقام ہے۔ اور اس کا تعلق پہلے باب سے اس لفظ سے ہے "والشيخ فی أصل الشجرة إبراهيم عليه السلام والصبيان حوله أولاد الناس" اور کتاب تعبیر الرؤیا میں اسی حدیث میں "وأولاد المشركين[1]" کا لفظ بھی آتا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سب بچے فطرت پر پیدا ہوتے ہیں اور بچپن میں فوت ہونے پر جنت میں جائیں گے۔

"قوله قال بعض أصحابنا عن موسىٰ" یہ بعض مجہول ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ لفظ، استاد سے اچھی طرح سمجھا نہیں ہے۔ اور بعض ساتھیوں نے یاد کرادیا۔ اور استاد نے ان کے ساتھیوں کی بات سن لی ہوگی اسطرح استاد کی تقریر ہوگئی۔ اس حدیث میں خواب کے واقعات ذکر ہوئے ہیں اور ان کی تعبیر بھی ساتھ ہی ذکر کردی گئی ہے۔ اور یہ حدیث کتاب تعبیر الرؤیا میں بھی آئے گی اس کا کچھ حصہ تہجد کے بیان میں گذر چکا ہے کہ جو شخص رات کو قرآن نہیں پڑھتا تھا اس کا سر کچلا جارہا تھا۔

"قوله حتى تبلغ الافاق" جیسا کہ صحافی اور اخبار نویس جھوٹی خبریں پھیلاتے ہیں۔ ایسے ہی جھوٹے نبوت کے دعویدار جھوٹ پھیلاتے ہیں۔

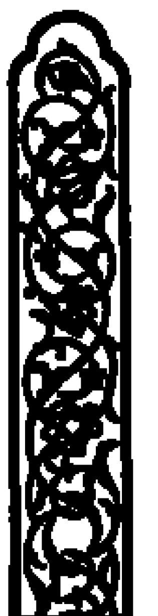
۹۴-بَابُ مَوْتِ يَوْمِ الاِثْنَيْنِ:

باب: پیر کے دن مرنے کی فضیلت کا بیان



۱۳۸۷ ـ حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: دَخَلْتُ عَلَى أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَقَالَ: «فِي كَمْ كَفَّنْتُمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟، قَالَتْ: فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ بِيضٍ سَحُولِيَّةٍ لَيْسَ فِيهَا قَمِيصٌ وَلَا عِمَامَةٌ، وَقَالَ لَهَا: فِي أَيِّ يَوْمٍ تُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟، قَالَتْ: يَوْمَ الاِثْنَيْنِ، قَالَ: فَأَيُّ يَوْمٍ هَذَا؟، قَالَتْ: يَوْمُ الاِثْنَيْنِ، قَالَ: أَرْجُو فِيمَا بَيْنِي وَبَيْنَ اللَّيْلِ فَنَظَرَ إِلَى ثَوْبٍ عَلَيْهِ كَانَ يُمَرَّضُ فِيهِ بِهِ رَدْعٌ مِنْ زَعْفَرَانٍ، فَقَالَ: اغْسِلُوا ثَوْبِي هَذَا وَزِيدُوا عَلَيْهِ ثَوْبَيْنِ فَكَفِّنُونِي فِيهَا، قُلْتُ: إِنَّ هَذَا خَلَقٌ، قَالَ: إِنَّ الْحَيَّ أَحَقُّ بِالْجَدِيدِ مِنَ الْمَيِّتِ إِنَّمَا هُوَ لِلْمُهْلَةِ، فَلَمْ يُتَوَفَّ حَتَّى أَمْسَى مِنْ لَيْلَةِ الثُّلَاثَاءِ، وَدُفِنَ قَبْلَ أَنْ يُصْبِحَ».

ہم سے معلّٰی بن اسد نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے وہیب بن خالد نے بیان کیا' ان سے ہشام بن عروہ



[1] صحیح بخاری ۷۰۴۷، ج۹ ص ۴۴۔

نے‘ان سے ان کے باپ نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ میں (والد ماجد) ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں (ان کی مرض الموت میں) حاضر ہوئی تو آپ نے پوچھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تم لوگوں نے کتنے کپڑوں کا کفن دیا تھا؟ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ تین سفید دھلے ہوئے کپڑوں کا۔ آپ کو کفن میں قمیض اور عمامہ نہیں دیا گیا تھا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے یہ بھی پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کس دن ہوئی تھی۔ انہوں نے جواب دیا کہ پیر کے دن۔ پھر پوچھا کہ آج کون سا دن ہے؟ انہوں نے کہا آج پیر کا دن ہے۔ آپ نے فرمایا کہ پھر مجھے بھی امید ہے کہ اب سے رات تک میں بھی رخصت ہو جاؤں گا۔ اس کے بعد آپ نے اپنا کپڑا دیکھا جسے مرض کے دوران میں آپ پہن رہے تھے۔ اس کپڑے پر زعفران کا دھبہ لگا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا میرے اس کپڑے کو دھو لینا اور اس کے ساتھ دو اور ملا لینا پھر مجھے کفن انہیں کا دینا۔ میں نے کہا کہ یہ تو پرانا ہے۔ فرمایا کہ زندہ آدمی نئے (کپڑے) کا مردے سے زیادہ مستحق ہے‘ یہ تو پیپ اور خون کی نذر ہو جائے گا۔ پھر منگل کی رات کا کچھ حصہ گزرنے پر آپ کا انتقال ہوا اور صبح ہونے سے پہلے آپ کو دفن کیا گیا۔

نبی اکرم ﷺ سوموار کے دن فوت ہوئے تھے۔ اس لئے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی اس دن فوت ہونے کی آرزو رکھتے تھے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دن کی فضیلت ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی آرزو صرف اس لئے تھی کہ اس دن نبی اکرم ﷺ کی وفات ہوئی ہے یا انہوں نے اس دن کی فضیلت نبی اکرم ﷺ سے سنی ہو گی لیکن ترمذی میں جو حدیث آتی ہے "عن عبداللہ بن عمرو مرفوعاً مامن مسلم یموت یوم الجمعة أو لیلة الجمعة إلا وقاه الله فتنة القبر [1]" اور یہ روایت ضعیف ہے۔ اور ابو یعلیٰ کی روایت اس سے بھی زیادہ ضعیف ہے۔

"قوله أرجو فیما بینی و بین اللیل" حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات منگل کے دن ہوئی۔ ابن منیر نے کہا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات سوموار سے ایک دن بعد میں ہوئی حالانکہ وہ سوموار کے دن فوت ہونا پسند کرتے تھے۔ اس لئے کہ وہ نبی اکرم ﷺ کے خلیفہ تھے۔ اور خلیفہ اصل سے متاخر ہوتا ہے اس لئے ان کی وفات بھی اللہ تعالیٰ نے سوموار سے متاخر کی ہے کیونکہ سوموار کا دن نبی اکرم ﷺ کی وفات کا دن ہے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جمادی آخرہ کی آٹھ تاریخ ۱۳ھ کو بیمار ہو گئے۔ اور جمادی الاخرہ کی بائیس تاریخ کو وفات پا گئے بعض کہتے ہیں کہ ٹھنڈے پانی سے نہانے کی وجہ سے نمونیہ کی مرض ہو گئی تھی۔ سوموار کے دن فوت ہونے کی آرزو کی لیکن منگل کی شام کو فوت ہو گئے اور رات کو دفن کئے گئے۔

"قوله إنما هو للمهلة" عیاض نے کہا ہے کہ میم پر تینوں حرکتیں جائز ہیں۔ لیکن ابن حبیب نے کہا ہے کہ میم کے کسرہ کے ساتھ پیپ کے معنی میں ہے اور میم کی فتحہ سے ہو تو مہلت کے معنی میں ہے اور میم پر ضمہ ہو تو تلچھٹ کے معنی میں ہے اور یہاں پہلا معنی مراد ہے کیونکہ آپ کو نمونیہ ہو گیا تھا جس میں پیپ آتی ہے۔

---

[1] ترمذی ۱۰۷۴ ج ۳ ص ۳۷۸۔

۹۵-بَابُ مَوْتِ الْفَجْأَةِ الْبَغْتَةِ:

باب: ناگہانی موت کا بیان

۱۳۸۸ ـ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي هِشَامٌ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، «أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ أُمِّي افْتُلِتَتْ نَفْسُهَا، وَأَظُنُّهَا لَوْ تَكَلَّمَتْ تَصَدَّقَتْ، فَهَلْ لَهَا أَجْرٌ إِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا؟، قَالَ: نَعَمْ».

ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا کہ ہم سے محمد بن جعفر نے بیان کیا کہا مجھے ہشام بن عروہ نے خبر دی ' انہیں ان کے باپ نے اور انہیں عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ میری ماں کا اچانک انتقال ہو گیا اور میرا خیال ہے کہ اگر انہیں بات کرنے کا موقع ملتا تو وہ کچھ نہ کچھ خیرات کرتیں۔ اگر میں ان کی طرف سے کچھ خیرات کر دوں تو کیا انہیں اس کا ثواب ملے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں ملے گا۔

"البغتة ـ الفجاءة سے بدل ہونے کی وجہ سے مجرور ہے اور اگر مرفوع ہو تو مبتدا محذوف کی خبر ہو گا ای هي البغتة اور "الفجاءة" فا کے ضمہ کے ساتھ۔ اور ہمزہ کے ساتھ۔ اور اچانک کی موت وہ ہے جو کسی ظاہری سبب کے بغیر ہو۔ امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصود یہ بیان کرنا ہے کہ اچانک کی موت مکروہ نہیں ہے۔ کیونکہ اس حدیث میں ہے کہ ایک آدمی نے اپنی ماں کی اچانک موت کو جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ذکر کیا تو آپ نے اسے ناپسند نہیں کیا اور نہ ہی آپ نے اس کی کراہت کو ذکر کیا ہے اور بخاری رحمہ اللہ نے ابو داؤد کی اس حدیث کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے جس میں آتا ہے "موت الفجاءة أخذة أسف"[1] اور اگر یہ روایت صحیح ہو تو مصنف ابن ابی شیبہ کی حدیث سے ان میں تطبیق ہو جاتی ہے۔ مصنف میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے "موت الفجأة راحة للمؤمن وأسف على الكافر" اچانک کی موت مسلمان کے لئے راحت اور کافر پر غضب کا باعث ہے۔

اچانک مرنے والا چونکہ وصیت نہیں کر سکتا۔ اس کے جبر کے لئے اسکی طرف سے صدقہ کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ تا کہ وصیت کے فقدان کا جبر ہو سکے۔ نووی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ جو مراقب آدمی ہو جس نے موت کا سامان کر کے انتظام کیا ہوا ہے اس کے لئے اچانک موت مضر نہیں ہے۔ اور جو شخص غافل ہے جو کہتا ہے کہ ابھی وقت بہت ہے توبہ کر لوں گا۔ اور وہ اعمال میں بھی توقف کرتا رہتا ہے اس کے لئے اچانک موت مضر ہے۔ گویا نووی رحمہ اللہ نے مراقب اور غیر مراقب میں فرق کیا ہے۔

[1] سنن أبي داود ۳۱۱۰، ج۳، ص۱۸۸

٩٦-بَابُ مَا جَاءَ فِي قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا:

باب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کی قبروں کا بیان

وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَوْلُ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ: فَأَقْبَرَهُ أَقْبَرْتُ الرَّجُلَ أُقْبِرُهُ إِذَا جَعَلْتَ لَهُ قَبْرًا وَقَبَرْتُهُ دَفَنْتُهُ كِفَاتًا يَكُونُونَ فِيهَا أَحْيَاءً وَيُدْفَنُونَ فِيهَا أَمْوَاتًا.

اور سورۂ عبس میں جو آیا ہے «فأقبره» تو عرب لوگ کہتے ہیں «أقبرت الرجل» «اقبره» یعنی میں نے اس کے لیے قبر بنائی اور «قبرته» کے معنی میں نے اسے دفن کیا اور سورۃ المرسلات میں جو «كفاتا» کا لفظ ہے زندگی بھی زمین ہی پر گزارو گے اور مرنے کے بعد بھی اسی میں دفن ہوں گے۔

١٣٨٩ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ، عَنْ هِشَامٍ. ح وحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا أَبُو مَرْوَانَ يَحْيَى بْنُ أَبِي زَكَرِيَّاءَ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: «إِنْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَتَعَذَّرُ فِي مَرَضِهِ، أَيْنَ أَنَا الْيَوْمَ؟، أَيْنَ أَنَا غَدًا اسْتِبْطَاءً لِيَوْمِ عَائِشَةَ؟، فَلَمَّا كَانَ يَوْمِي قَبَضَهُ اللهُ بَيْنَ سَحْرِي وَنَحْرِي وَدُفِنَ فِي بَيْتِي».

ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے سلیمان بن بلال نے بیان کیا اور ان سے ہشام بن عروہ نے (دوسری سند۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا) اور مجھ سے محمد بن حرب نے بیان کیا' کہا ہم سے ابو مروان یحییٰ بن ابی زکریا نے بیان کیا، ان سے ہشام بن عروہ نے، ان سے عروہ بن زبیر نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مرض الوفات میں گویا اجازت لینا چاہتے تھے (دریافت فرماتے) آج میری باری کن کے یہاں ہے۔ کل کن کے یہاں ہو گی؟ عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کے دن کے متعلق خیال فرماتے تھے کہ بہت دن بعد آئے گی۔ چنانچہ جب میری باری آئی تو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح اس حال میں قبض کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے سینے سے ٹیک لگائے ہوئے تھے اور میرے ہی گھر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم دفن کئے گئے۔

"قوله لولا ذلك أبرز قبره" یعنی اگر لوگوں کی پوجا پاٹ کا ڈر نہ ہوتا تو آپ کی قبر باہر بنائی جاتی۔ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ نبی جہاں فوت ہو وہیں دفن ہوتا ہے تو اس سے مراد خاص جگہ نہیں ہے بلکہ اس سے مراد شہر یا قریہ ہے جہاں نبی کی وفات ہو تو وہیں دفن کیا جائے گا۔ کسی دوسرے شہر یا بستی کی طرف منتقل نہیں کیا جائے گا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی مکہ اور مدینہ والوں میں اختلاف ہو گیا تھا۔ مکہ والے لوگ کہتے تھے کہ ہم آپ کو مکہ میں لے جائیں گے اور وہاں دفن کریں گے۔ اور مدینہ والے کہتے تھے کہ یہیں مدینہ میں دفن ہوں گے۔ تو حضرت ابو بکر کی سنائی ہوئی حدیث سے فیصلہ ہو گیا کہ یہیں مدینہ میں ہی دفن ہوں گے۔ اور ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ

عنہا کے گھر میں دفن اس لئے کئے گئے تاکہ آپ کی قبر مبارک عبادت اور پوجاپاٹ کے کاموں سے محفوظ رہے۔ کیونکہ گھر کے اندر کوئی آنہیں سکتا۔ گھر سے باہر پوجاپاٹ کا ڈر تھا۔

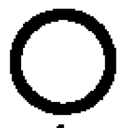
١٣٩٠ ـ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ هِلَالٍ هُوَ الْوَزَّانُ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَرَضِهِ الَّذِي لَمْ يَقُمْ مِنْهُ: «لَعَنَ اللهُ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ، لَوْلَا ذَلِكَ أُبْرِزَ قَبْرُهُ غَيْرَ أَنَّهُ خَشِيَ أَوْ خُشِيَ أَنْ يُتَّخَذَ مَسْجِدًا»، وَعَنْ هِلَالٍ، قَالَ: كَنَّانِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ وَلَمْ يُولَدْ لِي.

ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے ابوعوانہ نے بیان کیا' ان سے ہلال بن حمید نے' ان سے عروہ نے اور ان سے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس مرض کے موقع پر فرمایا تھا جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جانبر نہ ہو سکے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی یہود و نصاریٰ پر لعنت ہو۔ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مساجد بنالیا۔ اگر یہ ڈر نہ ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر بھی کھلی رہنے دی جاتی۔ لیکن ڈر اس کا ہے کہ کہیں اسے بھی لوگ سجدہ گاہ نہ بنالیں۔ اور ہلال سے روایت ہے کہ عروہ بن زبیر نے میری کنیت (ابوعوانہ یعنی عوانہ کے والد) رکھ دی تھی ورنہ میرے کوئی اولاد نہ تھی۔



حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ، أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ سُفْيَانَ التَّمَّارِ، أَنَّهُ حَدَّثَهُ، «أَنَّهُ رَأَى قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسَنَّمًا». حَدَّثَنَا فَرْوَةُ، حَدَّثَنَا عَلِيٌّ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ «لَمَّا سَقَطَ عَلَيْهِمُ الْحَائِطُ فِي زَمَانِ الْوَلِيدِ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ أَخَذُوا فِي بِنَائِهِ، فَبَدَتْ لَهُمْ قَدَمٌ فَفَزِعُوا، وَظَنُّوا أَنَّهَا قَدَمُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَمَا وَجَدُوا أَحَدًا يَعْلَمُ ذَلِكَ، حَتَّى قَالَ لَهُمْ عُرْوَةُ: لَا، وَاللهِ مَا هِيَ قَدَمُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مَا هِيَ إِلَّا قَدَمُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ».

ہم سے محمد نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں عبداللہ نے خبر دی' کہا کہ ہمیں ابوبکر بن عیاش نے خبر دی اور ان سے سفیان تمار نے بیان کیا کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک دیکھی ہے جو کوہان نما ہے۔ ہم سے فروہ بن ابی المغراء نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے علی بن مسہر نے بیان کیا' ان سے ہشام بن عروہ نے' ان سے ان کے والد نے کہ ولید بن عبدالملک بن مروان کے عہد حکومت میں (جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ مبارک کی) دیوار گری اور لوگ اسے (زیادہ اونچی) اٹھانے لگے تو وہاں ایک قدم ظاہر ہوا۔ لوگ یہ سمجھ کر گھبرا گئے کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قدم مبارک ہے۔ کوئی شخص ایسا نہیں تھا جو قدم کو پہچان سکتا۔ آخر عروہ بن زبیر نے بتایا کہ نہیں اللہ گواہ ہے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ







وسلم کا قدم نہیں ہے بلکہ یہ تو عمر رضی اللہ عنہ کا قدم ہے۔

"قوله فبدت لهم قدم" نبی اکرم ﷺ کی قبر مبارک قبلہ کی طرف سب سے آگے ہے۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قبر نبی اکرم ﷺ کے بالکل محاذی نہیں ہے۔ بلکہ آپ سے تھوڑی سی ہٹ کر ہے۔ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی قبر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے نیچے کی طرف ہٹ کر ہے۔ تینوں قبریں اس طرح ہیں [1]۔ ایک دفعہ حجرہ کی دیوار نیچے ساقی تک گر گئی تو ایک قدم نظر آنے لگا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ گھبرا گئے کہ کہیں نبی اکرم ﷺ کا قدم نہ ہو، تو حضرت عروہ بن زبیر نے بتایا کہ یہ قدم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ہے۔ کیونکہ اس جگہ پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی قبر تھی پھر انہوں نے اس دیوار کو درست بنوادیا۔

١٣٩١۔ وَعن هشام، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، «أَنَّهَا أَوْصَتْ عَبْدَ اللهِ بْنَ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا لَا تَدْفِنِّي مَعَهُمْ، وَادْفِنِّي مَعَ صَوَاحِبِي بِالْبَقِيعِ لَا أُزَكَّى بِهِ أَبَدًا.

ہشام اپنے والد سے اور وہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو وصیت کی تھی کہ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کے ساتھ دفن نہ کرنا۔ بلکہ میری دوسری سوکنوں کے ساتھ بقیع غرقد میں مجھے دفن کرنا۔ میں یہ نہیں چاہتی کہ ان کے ساتھ میری بھی تعریف ہوا کرے۔

"قوله لا أزكى به أبداً" ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھانجے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو وصیت کی کہ مجھے میرے حجرہ میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ دفن نہ کرنا تا کہ لوگ آپ کے ساتھ میری بھی تعریف نہ کریں کہ نبی اکرم ﷺ کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بڑی پیاری بیوی تھی۔ آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں فوت ہوئے اور یہیں دفن ہوئے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی آپ کے ساتھ دفن ہوئی ہیں۔ میں اپنی تعریف پسند نہیں کرتی لہذا مجھے ازواج مطہرات کے ساتھ بقیع قبرستان میں دفن کرنا۔

١٣٩٢۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ، حَدَّثَنَا حُصَيْنُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ الْأَوْدِيِّ، قَالَ: رَأَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: يَا عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ اذْهَبْ إِلَى أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، فَقُلْ:

---

[1] جس طرح کہ اپنے ہاتھ کی پانچ انگلیوں میں سے سبابہ اور ابہام دو انگلیوں کو بند کر لیں اور باقی تین انگلیوں (خنصر، بنصر اور وسطیٰ) کو کھڑا رکھیں۔ تو نبی اکرم ﷺ کی قبر مبارک قبلے کی طرف سب سے آگے ہے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قبر آپ کے ساتھ یوں ہے کہ ان کا سر، نبی اکرم ﷺ کے وسط کے برابر ہے۔ اسی طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا سر، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وسط کے برابر ہے ابو یعلیٰ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جو روایت بیان کی ہے کہ ابوبکر آپ کے دائیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ کے بائیں جانب ہیں تو یہ روایت ضعیف ہے۔

يَقْرَأُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عَلَيْكِ السَّلَامَ، ثُمَّ سَلْهَا أَنْ أُدْفَنَ مَعَ صَاحِبَيَّ، قَالَتْ: كُنْتُ أُرِيدُهُ لِنَفْسِي فَلَأُوثِرَنَّهُ الْيَوْمَ عَلَى نَفْسِي. فَلَمَّا أَقْبَلَ، قَالَ لَهُ: مَا لَدَيْكَ ؟، قَالَ: أَذِنَتْ لَكَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، قَالَ: مَا كَانَ شَيْءٌ أَهَمَّ إِلَيَّ مِنْ ذَلِكَ الْمَضْجَعِ، فَإِذَا قُبِضْتُ فَاحْمِلُونِي، ثُمَّ سَلِّمُوا، ثُمَّ قُلْ: يَسْتَأْذِنُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، فَإِنْ أَذِنَتْ لِي فَادْفِنُونِي، وَإِلَّا فَرُدُّونِي إِلَى مَقَابِرِ الْمُسْلِمِينَ، إِنِّي لَا أَعْلَمُ أَحَدًا أَحَقَّ بِهَذَا الْأَمْرِ مِنْ هَؤُلَاءِ النَّفَرِ الَّذِينَ تُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَنْهُمْ رَاضٍ، فَمَنِ اسْتَخْلَفُوا بَعْدِي فَهُوَ الْخَلِيفَةُ فَاسْمَعُوا لَهُ وَأَطِيعُوا، فَسَمَّى عُثْمَانَ، وَعَلِيًّا، وَطَلْحَةَ، وَالزُّبَيْرَ، وَعَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ عَوْفٍ، وَسَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ، وَوَلَجَ عَلَيْهِ شَابٌّ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَقَالَ: أَبْشِرْ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ بِبُشْرَى اللهِ كَانَ لَكَ مِنَ الْقَدَمِ فِي الْإِسْلَامِ مَا قَدْ عَلِمْتَ، ثُمَّ اسْتُخْلِفْتَ فَعَدَلْتَ، ثُمَّ الشَّهَادَةُ بَعْدَ هَذَا كُلِّهِ، فَقَالَ: لَيْتَنِي يَا ابْنَ أَخِي، وَذَلِكَ كَفَافًا لَا عَلَيَّ وَلَا لِي أُوصِي الْخَلِيفَةَ مِنْ بَعْدِي بِالْمُهَاجِرِينَ الْأَوَّلِينَ خَيْرًا أَنْ يَعْرِفَ لَهُمْ حَقَّهُمْ وَأَنْ يَحْفَظَ لَهُمْ حُرْمَتَهُمْ، وَأُوصِيهِ بِالْأَنْصَارِ خَيْرًا الَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ أَنْ يُقْبَلَ مِنْ مُحْسِنِهِمْ وَيُعْفَى عَنْ مُسِيئِهِمْ، وَأُوصِيهِ بِذِمَّةِ اللهِ وَذِمَّةِ رَسُولِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُوفَى لَهُمْ بِعَهْدِهِمْ، وَأَنْ يُقَاتَلَ مِنْ وَرَائِهِمْ وَأَنْ لَا يُكَلَّفُوا فَوْقَ طَاقَتِهِمْ».



ہم سے قتیبہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے جریر بن عبدالحمید نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے حصین بن عبدالرحمن نے بیان کیا' ان سے عمرو بن میمون اودی نے بیان کیا کہ میری موجودگی میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ اے عبداللہ! ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں جا اور کہہ کہ عمر بن خطاب نے آپ کو سلام کہا ہے اور پھر ان سے معلوم کرنا کہ کیا مجھے میرے دونوں ساتھیوں کے ساتھ دفن ہونے کی آپ کی طرف سے اجازت مل سکتی ہے؟ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں نے اس جگہ کو اپنے لیے پسند کر رکھا تھا لیکن آج میں اپنے پر عمر رضی اللہ عنہ کو ترجیح دیتی ہوں۔ جب ابن عمر رضی اللہ عنہما واپس آئے تو عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ کیا پیغام لائے ہو؟ کہا کہ امیرالمومنین انہوں نے آپ کو اجازت دے دی ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ یہ سن کر بولے کہ اس جگہ دفن ہونے سے زیادہ مجھے اور کوئی چیز عزیز نہیں تھی۔ لیکن جب میری روح قبض ہو جائے تو مجھے اٹھا کر لے جانا اور پھر دوبارہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو میرا سلام پہنچا کر ان سے کہنا کہ عمر نے آپ سے اجازت چاہی ہے۔ اگر اس وقت بھی وہ اجازت دے دیں تو مجھے وہیں دفن کر دینا، ورنہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دینا۔ میں اس امر خلافت کا ان چند صحابہ سے زیادہ اور کسی کو مستحق نہیں سمجھتا جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات کے وقت



تک خوش اور راضی رہے۔ وہ حضرات میرے بعد جسے بھی خلیفہ بنائیں، خلیفہ وہی ہوگا اور تمہارے لیے ضروری ہے کہ تم اپنے خلیفہ کی باتیں توجہ سے سنو اور اس کی اطاعت کرو۔ آپ نے اس موقع پر عثمان، علی، طلحہ، زبیر، عبدالرحمٰن بن عوف اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم کے نام لیے۔ اتنے میں ایک انصاری نوجوان داخل ہوا اور کہا کہ اے امیرالمؤمنین آپ کو بشارت ہو، اللہ عزوجل کی طرف سے، آپ کا اسلام میں پہلے داخل ہونے کی وجہ سے جو مرتبہ تھا وہ آپ کو معلوم ہے۔ پھر جب آپ خلیفہ ہوئے تو آپ نے انصاف کیا۔ پھر آپ نے شہادت پائی۔ عمر رضی اللہ عنہ بولے میرے بھائی کے بیٹے! کاش ان کی وجہ سے میں برابر چھوٹ جاؤں۔ نہ مجھے کوئی عذاب ہو اور نہ کوئی ثواب۔ ہاں میں اپنے بعد آنے والے خلیفہ کو وصیت کرتا ہوں کہ وہ مہاجرین اولین کے ساتھ اچھا برتاؤ رکھے، ان کے حقوق پہچانے اور ان کی عزت کی حفاظت کرے اور میں اسے انصار کے بارے میں بھی اچھا برتاؤ رکھنے کی وصیت کرتا ہوں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ایمان والوں کو اپنے گھروں میں جگہ دی۔ (میری وصیت ہے کہ) ان کے اچھے لوگوں کے ساتھ بھلائی کی جائے اور ان میں جو برے ہوں ان سے درگذر کیا جائے اور میں ہونے والے خلیفہ کو وصیت کرتا ہوں اس ذمہ داری کو پورا کرنے کی جو اللہ اور رسول کی ذمہ داری ہے (یعنی غیر مسلموں کی جو اسلامی حکومت کے تحت زندگی گذارتے ہیں) کہ ان سے کئے گئے وعدوں کو پورا کیا جائے۔ انہیں بچا کر لڑا جائے اور طاقت سے زیادہ ان پر کوئی بار نہ ڈالا جائے۔

"قولہ قالت: کنت أریدہ لنفسی" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جگہ انہوں نے اپنے لیے رکھی تھی۔ اب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو دے دی۔ جبکہ اس سے قبل گذری ہوئی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے یہ جگہ اپنے لئے نہیں رکھی تھی اور یہ بظاہر تعارض ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ پہلے ان کا خیال ہوگا کہ ایک شخص کے دفن ہونے کی جگہ ہے۔ لیکن جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو دفن کر لیا گیا تو جگہ بچ گئی تھی وہ چاہتیں تو دفن ہو سکتی تھیں لیکن انہوں نے کہا "لاتدفنی معھم[1]" مجھے یہاں دفن نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا دل بقیع میں دفن ہونے کی طرف پھیر دیا۔ اور یہ جگہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دفن ہونے کے لئے محفوظ کر لی گئی۔

"قولہ فاحملونی ثم سلموا ثم قل" پہلی اجازت پر انہوں نے اکتفاء نہیں کیا۔ کیونکہ پہلے اذن کے وقت وہ امیر تھے اس وقت ممکن تھا کہ انہوں نے مرعوب ہو کر اجازت دی ہو۔ اور ان کے فوت ہونے کے بعد رعب والی بات نہیں رہے گی اور اپنی رضا سے اجازت دیں گی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ چاہتے تھے کہ میں ان کی رضا سے یہاں دفن ہوں۔ اس لئے فرمایا میرے فوت ہونے کے بعد دوبارہ اجازت طلب کرنا۔

"قولہ فسمی عثمان و علیا" حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات کے قریب چھ آدمی نامزد کر دیئے تاکہ ان میں سے کسی ایک کو امیر بنالیا جائے۔ اس کے بعد انہوں نے یہ معاملہ تین افراد کے حوالے کر دیا۔ ان تین میں سے

---

[1] صحیح بخاری ۱۳۹۱ ج ۲ ص ۱۰۳۔

شرح بخاری

حضرت عبدالرحمن نے کہا کہ حضرت عثمان اور حضرت علی میں سے کوئی ایک دستبردار ہو جائے جب وہ دونوں خاموش رہے تو یہ خود دستبردار ہو گئے تب انہوں نے تمام لوگوں کی رائے معلوم کی تو اکثر لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو چاہتے تھے تو انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خلیفہ منتخب کر دیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کے لئے امام مقرر کر دیا اور فرمایا۔ میرے بعد ان چھ افراد کو جمع کرنا۔ یہ جسے امیر بنا دیں اس کی اطاعت کرنا۔ اور اگر انتخاب کے وقت چار افراد ایک طرف ہوں، اور دو دوسری طرف ہوں تو "فَلْيَتَّبِعِ الْأَقَلُّ الْأَكْثَرَ"[1] تو جو قلیل ہوں وہ اکثر کی پیروی کریں۔ کیونکہ انتخاب کے وقت اسی چیز کو معیار بنایا جاتا ہے کہ جسے اکثریت حاصل ہو اسے امیر بنا دیا جائے۔ امیر بننے کے بعد وہ دوسروں سے مشورہ لے گا۔ اور مشورہ لینے کے بعد وہ آزاد ہو گا۔ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے یہ ہے کہ وہ اپنی رائے پر عمل کرے گا۔ مشورہ تو اس لئے لیا جاتا ہے تا کہ صواب اور درست بات کا پتہ چل جائے کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اسکی اپنی رائے کچھ ہوتی ہے اور دوسرے لوگوں کی رائے کچھ اور ہوتی ہے۔ اور وہ مصلحت کی بنا پر لوگوں کی رائے اختیار کر لیتا ہے۔ جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے جنگ اُحد کے موقع پر مدینہ میں رہ کر اپنا دفاع کرنے کی تھی اور نوجوانوں کی رائے مدینہ سے باہر نکل کر میدان میں مقابلہ کرنے کی تھی۔ تو آپ نے اپنی رائے چھوڑ دی اور ان کی رائے اختیار کر لی تھی۔ لیکن ایک شخص امیر بننے کے بعد مجلس شوریٰ کے مشورہ کا پابند نہیں ہے۔ ایک موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا اگر کسی مسئلہ سے متعلق کتاب وسنت کی نص نہ ہو تو اہل علم کو اکٹھا کرو اور جس بات پر سب کا اتفاق ہو جائے اس پر فیصلہ کرو۔

۹۷۔بَابُ مَا يُنْهَى مِنْ سَبِّ الْأَمْوَاتِ:

باب: اس بارے میں کہ مردوں کو برا کہنے کی ممانعت ہے

١٣٩٣۔ حَدَّثَنَا آدَمُ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا تَسُبُّوا الْأَمْوَاتَ فَإِنَّهُمْ قَدْ أَفْضَوْا إِلَى مَا قَدَّمُوا»، وَرَوَاهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الْقُدُّوسِ. وَمُحَمَّدُ بْنُ أَنَسٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ. تَابَعَهُ عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ، وَابْنُ عَرْعَرَةَ، وَابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنْ شُعْبَةَ.

ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا' ان سے اعمش نے بیان کیا' ان سے مجاہد نے بیان کیا اور ان سے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' مردوں کو برا نہ کہو کیونکہ انہوں نے جیسا عمل کیا اس کا بدلہ پا لیا۔ اس روایت کی متابعت علی بن جعد' محمد بن عرعرہ اور ابن ابی عدی نے شعبہ سے کی ہے۔ اور اس کی روایت عبداللہ بن عبدالقدوس نے اعمش سے اور محمد بن انس نے بھی اعمش سے کی ہے۔

مرنے والوں کو برا بھلا کہنا جائز نہیں ہے لیکن کسی مصلحت کی بنا پر ان کی برائی بیان کرنا اس سے مستثنیٰ ہے یا اگر قرآن میں

[1] فتح الباری لابن حجر رحمۃ اللہ علیہ ج ۱۳ ص ۱۹۶۔

ان کی برائی کا ذکر آیا ہو تو قرآن کریم کی بات کو نہیں چھوڑا جا سکتا۔ ابن منیر نے کہا ہے کہ ترجمہ باب کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ برا بھلا کہنے کی دو قسمیں ہیں ایک منهي عنه اور دوسری قسم غير منهي عنه جبکہ حدیث مذکور کے لفظ سے مطلقاً نہی معلوم ہوتی ہے اور اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث کا عموم مخصوص ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے لوگوں کے میت کی خیر اور شر بیان کرنے پر "وَجَبَت" کہا تھا اور فرمایا تھا "أَنْتُم شُهَدَاءُ اللهِ فِي الْأَرْضِ[1]" اور آپ نے میت کی شر بیان کرنے پر انکار نہیں کیا تھا۔

۹۸- بَابُ ذِكْرِ شِرَارِ الْمَوْتَى:

باب: برے مردوں کی برائی بیان کرنا درست ہے

١٣٩٤ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: «قَالَ أَبُو لَهَبٍ عَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَبًّا لَكَ سَائِرَ الْيَوْمِ. فَنَزَلَتْ: تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ».

ہم سے عمر بن حفص نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا اعمش سے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے عمرو بن مرہ نے بیان کیا' ان سے سعید بن جبیر نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ابولہب نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ سارے دن تجھ پر بربادی ہو۔ اس پر یہ آیت اتری «تبت يدا أبي لهب وتب» یعنی ٹوٹ گئے ہاتھ ابولہب کے- اور وہ خود ہی برباد ہو گیا۔

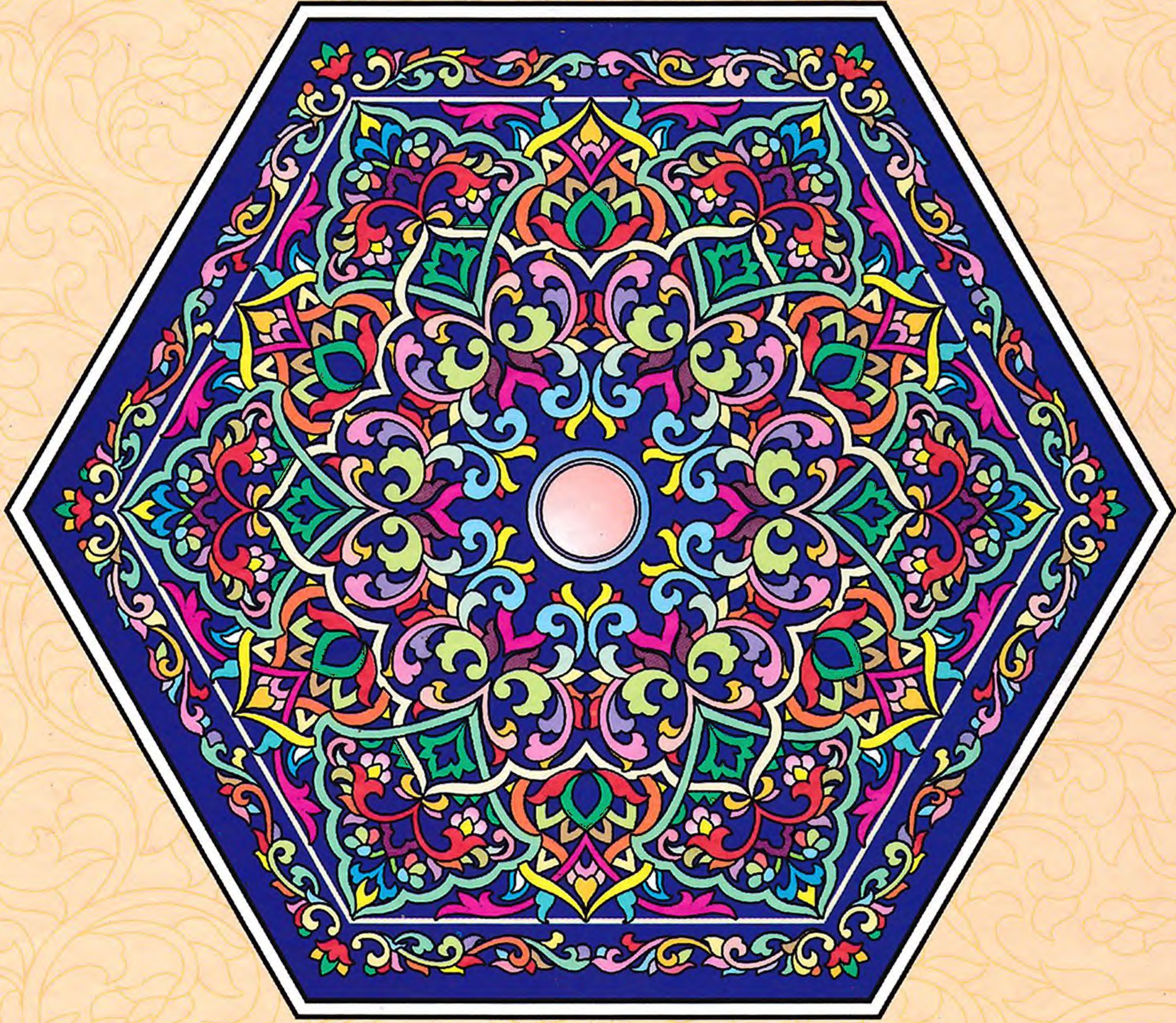
شرح بخاری

بعض بریلوی لوگ کہہ دیتے ہیں کہ نماز میں سورۃ "تَبَّتْ يَدَآ أَبِي لَهَبٍ" نہیں پڑھنی چاہیئے کیونکہ اس میں نبی کریم علیہ السلام کے چچا ابولہب کی مذمت پائی جاتی ہے۔ حالانکہ سوچنے کی بات یہ ہے کہ اگر اس کا پڑھنا جائز نہ ہوتا کیونکہ اس میں آپ کے چچا کی مذمت ہے تو اللہ تعالیٰ اس سورت کو نازل ہی نہ کرتے۔ اگرچہ وہ آپ کا چچا تھا لیکن اس نے بھی تو رشتہ داری کا لحاظ نہیں کیا۔ بعض مقامات میں وہ آپ کو قرآن سناتے ہوئے پتھر مارا کرتا تھا اور آپ کے جسم مبارک کو زخمی کر دیا کرتا تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے بھی اس کی پرواہ نہیں کی اور اس کی مذمت میں یہ سورت نازل فرما دی۔ لہٰذا یہ سورت نماز و غیر نماز میں پڑھی جا سکتی ہے اسی طرح اگر کوئی شخص کافر یا فاسق مُعْلِن ہو تو اس کی شرارت بیان کی جا سکتی ہے یا مدعی نبوت ہو تو مذمت کی جا سکتی ہے تا کہ لوگ اس کی پیروی اختیار نہ کریں۔ ایسے ہی مصلحت کی بنا پر راویوں کی جرح کی جا سکتی ہے کہ فلاں راوی کذاب یا ضعیف ہے تا کہ لوگ ان سے دین اخذ نہ کریں۔ بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ محدثین کرام نے راویوں کی چغلی کی ہے حالانکہ یہ تو مصلحت کے لئے ہے اور نبی اکرم ﷺ نے بھی ایک شخص کے بارہ میں کہا تھا "بِئْسَ أَخُو الْعَشِيرَةِ[2]" یہ اپنے خاندان کا برا آدمی ہے۔

---

[1] صحیح بخاری ١٣٦٧ ج ٢ ص ٩٧۔

[2] صحیح بخاری ٦٠٣٢ ج ٨ ص ١٣۔



غزنی سٹریٹ ⊙ اردو بازار ⊙ لاہور ⊙ پاکستان

Tel: +92-42-37230585
Cell: +92-321-4460487
E-mail: maktaba_quddusia@yahoo.com


www.facebook.com/MaktabaQuddusia



مکتبہ قدوسیہ

کتاب وسنت کے فروغ کے لئے کوشاں